۷۸۶

تمدن اسلام

حصہ اول

مصر کے نامور فاضل علامہ جرجی زیدان اڈیٹر رسالہ الہلال کی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی کا

ترجمہ

جس میں

اسلامی سلطنت کی یوماً فیوماً وسعت پذیر ترقی کے ساتھ انتظام ملکی مالی اور فوجی کی تاریخ۔

اور اس کے تمول تمدن اور شان و شوکت کی تفصیل محققانہ طور سے درج ہے

مولوی محمد حلیم صاحب انصاری ردولوی نے

منشی فاضل شیخ غلام محمد اڈیٹر اخبار وکیل کے حکم سے ترجمہ کیا

اور کارپردازوں کے حسن اہتمام سے

مطبع روزبازار امرتسر مین

طبع ہوا

تازہ تصانیف

مرآۃ الاسلام - یعنی رونمائے کیفیت بہار وخزان اسلام۔ مولوی عبید اللہ صاحب بسمل نے فارسی نظم مین ایسا لکھاہے کہ سو کا غذ پہ رکھدیئے ہے کلیجہ نکال کے - مولانا حالی نے مدوجزر اسلام ایک نظیر مسدس لکھا ہی۔ مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ہست۔ دیکھنے سی معلوم ہوتاہے کہ درحقیقت مرآۃ الاسلام اسلام کے گذشتہ زمانہ کی روز افزون ترقیون کا آئینہ حیرت ہے اور موجودہ خزان دیدہ بہار کا مرقعہ عبرت۔ تاریخ کی تاریخ ہے اور اپنی حیرت مجسم خیالات کا البم قیمت ۱/

اویماق مغول - فارسی زبان مین مغلیہ قومون اور سلطنتون کے مفصل حالات معہ شجرہ ہائے انساب درج ہین اس وقت تک اس مضمون پر کوئی کتاب ایسی جامع لکھی نہین گئی قیمت فی جلد صہ ۔ +

حقیقت اسلام - اس مین لایق مصنف نے نہایت متانت اور خوبی سے یہ امر ثابت کیاہے کہ اسلام انسان کا فطرتی مذہب ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ماننے اور یقین کرنیکے واسطے نہ کسی معجزہ یا خرق عادت کی ضرورت ہی اور نہ اسکے واسطے فلسفہ اور ہندسہ کا جاننا لازمی ہے بلکہ اسکا ماننا انسانی فطرت مین ودیعت ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا عقلی دلایل سے ثابت کیا ہی کہ مخالف مذہب والون کو بہی سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہین رقیمت ۴/

بشارت فاطمہ - ایک عدیم النظیر دلچسپ مذہبی ناول ہے جسمین ایک عیسائی لیڈی کے مشرف باسلام ہونے کی تفصیلی کیفیت اس انداز سے بیان کی گئی ہے کہ ایکدفعہ شروع کردیجئے پہر ختم کئے بدون کتاب ہاتہہ سی چہوڑنے کو ہرگز جی نہ چاہے گا۔ مصنف نے واقعی کمال کیاہے کہ مذہبی مناظرہ کو جو بظاہر ایک خشک مضمون تہا نہایت دلچسپ بنا دیاہے۔ قصہ اول سے لیکر آخر تک سارا واقعا[illegible]ہے اور چونکہ قابل مصنف نے اس مین اسلام کی صداقت کے بڑے بڑے زبردست اور لاجواب کردینی و[illegible] ثبوت عقلی دلایل اور خود عیسائیون کی کتب مقدسہ سے دیئے ہین لہذا یہ کہنا ذرا مبالغہ نہین کہ بشارت فاطمہ کی تصنیف اسلام کی ایک قابل داد خدمت ہے جسکی محبان اسلام کو خاص قدر کرنی چاہیئے۔ محض اس خیال سے کہ اشاعت عام ہو قیمت صرف ۴/ رکہی گئی ہے۔

تربیت اولاد - اس کتاب مین تربیت اولاد کے سبجکٹ پر ہر پہلو سے حکیمانہ بحث کی گئی ہے - اور بچون کی جسمانی - اخلاقی - اور روحانی غور پرداخت کی ایسی سہل اور کارآمد ترکیبین بتائی گئی ہین کہ غالباً اور کسی کتاب مین نہ ہونگی۔ عبارت بالکل سلیس وعام فہم ہے تاکہ خاص وعام اچہی طرح سمجہین اور پورا پورا فائدہ اوٹہا سکین ضخامت ۹۲ صفحے اور قیمت لاگت سے بہی کم - یعنے ۲/ اسلئے رکھی گئی ہے کہ امیر غریب ہر ایک اسے خرید سکے اور ملک وقوم کے بچون کی تعلیم وتربیت مین والدین اور استادون کو مصنف کے قیمتی خیالات ومعلومات سے فایدہ اوٹہانیکا پورا موقعہ ملے - +

المشتہر مینجر روزبازار پریس امرتسر

فہرست مضامین تمدن اسلام حصہ اول

مطبوعہ روز بازار۔ پریس امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دنیا کی تاریخ مین اسلامی تاریخ کا اہم ہونا مسلّم ہے کیونکہ اس سے وہ تاریخ مراد ہے جو قدیم زمانہ کے حالات کو موجودہ ایام کے حالات سے مسلسل کرتی ہے۔ اور زمانہ متوسط (مڈل ایجز) مین جو متمدن دنیا گزری ہے اُسکے حالات کا پتہ دیتی ہے۔ اسلامی تاریخ قدیم تمدن کا خاتمہ اور جدید تمدن کا دیباچہ ہے۔ نئی تہذیب اور موجودہ ایام کے تمدن کی کڑین اسی تاریخ سے پھوٹی ہین۔ ہم برسون سے اس تاریخ کے مطالعہ مین مصروف تھے۔ اور رسالہ "الہلال" کے کامون سے فراغت حاصل کرنیکے اوقات اسی کی سیر مین صرف کرتے تھے۔ اُس حالت مین جہان ہمین کوئی مناسب موقع نظر پڑتا فوراً اُسے نوٹ کر لیتے۔ اور فرصت کے منتظر رہتے کہ موقع ملیگا تو اسلامی تمدن پر اس قسم کی ایک مطول تاریخ لکھینگے جو اُسکے تمام حالات پر حاوی ہو۔ ہم نے اپنے اس ارادہ کو اِس وقت سے پہلے بھی کئی مرتبہ پبلک کے سامنے پیش کر دیا تھا خدا کے فضل سے ہمارا یہ عزم برابر قائم رہا۔

ہمارا خیال تھا کہ عربی زبان کے پڑھنے والے اگرچہ وہ مختلف مذہبون اور شہرون کے ہین پھر بھی وہ ایک ایسی تاریخ کے محتاج ہین۔ اسلئے کہ یہ اونکی زبان۔ اُنکی قوم اور اُنکے ملک کی تاریخ ہی نہین۔ بلکہ اُن کے آداب اور اُنکے عادات کی تاریخ ہے۔ اسلئے ہم موقع بموقع اس تاریخ کے متعلق ایسے مضامین کا سلسلہ نکالتے رہے جنکو لوگ شوق کی نگاہ سے دیکھین۔ اور اس طرح ہم اُن کے ذہنون کو "الہلال" مین اسلامی تاریخ کے ساتھ تعلق رکھنے والے ناول متواتر شائع کرتے رہنے سے اس تاریخ کے مطالعہ کیلئے تیار کرتے رہے اگرچہ وہ لوگ مختلف طبقون متفاوت درجاتِ علم و فضل اور عقل و فہم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جدا تھے ہماری اس کارروائی کا مبنیٰ اور اصول یہ تھا کہ محض تاریخ کا مطالعہ عام لوگون پر بار گزرتا ہے۔ اور خاص کر ہمارے

ملک مین ۔کیونکہ یہان علم وفن کا چرچا کم ہو اور اسکی ترقی گویا ابھی صرف اپنے عہد طفلی مین ہے۔ لہذا ہمارے لئے کوئی ایسا طرز اختیار کرنا ضروری تہا جسکے ذریعہ سے لوگ مطالعہ مین دلچسپی لین اور اس غرض کو پورا کرنیکے واسطے ناولونکا پیرایہ اختیار کرنا سب سے بہتر ذریعہ تھا۔

اسلامی تاریخ کے اس سلسلہ مین سے ہم نے ابتک چھہ کڑیان پوری کی ہین جن مین اس تاریخ کے اہم واقعات عبد اللہ بن زبیر رض کے مقتل تک درج ہین جسکے بعد سے خلافت کی باگ بے غل وغش عبد الملک بن مروان کے ہاتہہ مین آئی۔ اور ہم نے اس بات کو دیکھہ لیا ہے کہ عام ناظرین کی طبیعتون مین اس تاریخ کو وسعت دینے کا شوق اور اسلامی تمدن کی حقیقت معلوم کرنیکا ذوق نشو ونما پارہا ہے۔ نیز اپنے فاضل نامہ نگارون کے خیالات مین ایک طرح کی بلند پروازی کو بھی معاینہ کرلیا ہے جسے وہ لوگ اس تمدن کی حالت سے بحث کرتے ہوئے جدید تمدن یورپ کے ساتھ اسکا تعلق دریافت کرنیکے اشتیاق مین عیان کرتے ہین۔ اسکے علاوہ بہت سے اصحاب علم وفضل نے اس معاملہ مین ہم سے خط وکتابت کرکے اس امر کے متعلق ہماری ذاتی رائے دریافت کی ہو۔ ان امور پر لحاظ کرکے ہمین مناسب معلوم ہوا کہ الہلال کے دسوین سال کے خاتمہ پر ہم ایک ایسی کتاب شائع کرین جسمین اسی موضوع پر بحث کیگئی ہو۔ اور اس مین اس تمدن کی تاریخ بیان کرکے جدید یورپین تمدن کے ساتھ اسکا تعلق ظاہر کیا جائے کسی قوم کی اصلی تاریخ اسکے تمدن اور آبادکاری کی تاریخ ہوا کرتی ہے نہ کہ اسکے جنگی کارنامون اور فتوحات کی جس امر کی اسلامی تاریخ لکھتے ہوئے عرب مؤرخون کو خصوصًا عادت پڑگئی ہے۔ وہ صرف واقعات کو جیسے کا تیسا بیان کردیتے ہین اور ایسے اسباب کی جانب بہت کم اشارہ کرتے ہین جن سے اُن واقعات کا باہمی تعلق سمجھہ مین آسکے اور وہ ایک دوسرے سے مرتبط ہوسکین۔ تاکہ عقل اُنکی علت دریافت کرسکے اُس مین غور کرسکے۔ اور سب برڈہکر یہ کہ اُس قوم کی حقیقت سمجھہ مین آسکے۔ مگر ہم اُنہین اس بارہ مین معذور ہی سمجھتے ہین اُن بیچارون کو جیسا موقع ملتا تہا اور جس حالت کے مطابق لکہنا پڑتا تہا اس مین ایک بڑی دقت یہ تہی کہ اُنکو واقعات کے اسباب پر غور کرنیسے پہلوتہی کرنا پڑتا تہا۔ اور اکثر اوقات وہ کسی ایک جانب کی طرفداری کرتے ہوئے لکہنے پر مجبور ہوجاتے تہے۔ یا ممکن ہے کہ اُنہین کوئی اور عذر بھی ہوتا رہا ہو۔

بہر حال آج اُن معاملات پر غور کرنیسے ہمین کوئی روکنے والا نہین ہو اور اس مین بھی کچھہ شک نہین کہ بہت سے مشرقی علما اور یورپین عالمون نے اس مضمون پر تصانیف کرنیکا قصد کیا ہے لیکن اونکو مسلمانون کی لکھی ہوئی

تو پراگندہ طور پر واقع ہین اور دشواری سے ملتی ہین اسی وجہ سے جب گزشتہ سال ہم نے اپنا یہ خیال شائع کیا تو یورپ مین علما کے ایک گروہ نے ایسے سخت کام کے لئے ہمارے مستعد ہوجانے پر بہت مسرت ظاہر کی تھی اور حق یہہ ہے کہ گو ہم نے اس ارادہ کا اظہار کر دیا تھا لیکن باوجود بیحد تلاش اور جستجو کے خود ہمین بھی یہ امید نہ تھی کہ ایسے سخت مضمون کے متعلق ہمکو اس قدر مصالحہ ملجائیگا جو (۱۶۰) صفحون پر بھی لکھا جا سکے۔ کیونکہ ضمیمہ سال دہم کی ضخامت اتنی ہی ہونی تھی۔ مگر ہم نے کمر ہمت باندھکر تا امکان کوشش کی اور اہل عرب کی لکھی ہوئی تاریخی سیاسی ادبی۔ اور دیگر علوم کی کتابین دیکھنی شروع کین جو ہمکو مطبوعہ اور قلمی دستیاب ہوسکین۔

تاریخ۔ فتوح۔ اور تقادیم کی کتابون مین سے ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابن خلکان۔ مقریزی۔ بلاذری ابی الفدا۔ تاریخ خمیس۔ مسعودی۔ مقری۔ فخری۔ سیوطی۔ ابن خرداذبہ۔ یاقوت اور اصطخری وغیرہ لوگونکی کتابین مطالعہ کین۔ ادب مین اغانی۔ عقد الفرید ابن عبد ربہ۔ کشکول۔ مستطرف۔ اور سراج الملوک وغیرہ کتابون پر نظر ڈالی۔ تفسیر وحدیث اور فقہ کے متعلق تفسیر رازی۔ تفسیر زمخشری۔ صحیح بخاری۔ مشکوۃ المصابیح اور ہدایہ وغیرہ کتابون کی سیر کی۔ ملکی اور مالی انتظام کی کتابون مین سے ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج۔ قدامۃ بن جعفر کی کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ۔ ماوردی کے احکام السلطانیہ۔ ملک سعید کی عقد الفرید۔ اور ابن خلدون کا مقدمہ وغیرہ۔ اسکے علاوہ بہت سی کتابین دوسرے مضامین کی۔ جنکے دیکھنے والیکو اسبات کا وہم وگمان بھی نہ ہو کہ وہ اُن سے اس مضمون کے متعلق کوئی فائدہ اخذ کر سکیگا اور ہم اعتراف کرتے ہین کہ ان کتابونکین ہمین بہت سی مفید باتین دستیاب ہوئین۔ اون کتابون مین سے چند یہ ہین۔ حیاۃ الحیوان مصنفہ دمیری عجائب المخلوقات مصنفہ قزوینی۔ اور انکے علاوہ معجمات اور فہرستون کی دوسری کتابین مثلاً تھانوی کی کتاب کشاف اصطلاحات الفنون[1]۔ اور کتاب کشف الظنون۔ کلیات ابی البقار وغیرہ۔ یہ کتابین صرف عربی زبان مین ہین۔

اسکے بعد ہم نے مؤلفین یورپ کی بھی وہ تمام کتابین پڑہین جو اسلام۔ اسلام کی تاریخ اور اس کے آداب پر انگریزی۔ فرانسیسی یا جرمن زبان مین لکھی گئی تہین اور ہمین دستیاب ہوسکین۔ مثلاً فرانس کے عالم لیبون کی کتاب تمدن عرب پر لیبو کی تاریخ سلطنت رومانیہ شرقیہ۔ فرانس کے مشہور رسالہ "ایشیا" کے مضامین تمدن مشرق کے بیان مین۔ فون کریمر کی کتاب جرمنی زبان مین سیکس مولر علامہ جرمنی کی کتاب تاریخ الاسلام اسٹینلی لین پول انگریزی کی تصنیف دول اسلامیہ کے بیان مین۔ اور گبن کی رومن امپائر۔ وغیرہ۔

[1] یہ کتاب ہندوستان کے ایک عالم مولوی شیخ محمد تھانوی کی تصنیف ہے جو بارہوین صدی ہجری مین گذرے ہین اور اسکو ایشیاٹک سوسائٹی بنگال نے شائع کیا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

غرضکہ مختلف زبانون اور مضامین کی عام لغتون اور اخبارون کے علاوہ عربی اور یورپین زبانون کی جو کتابین ہم نے مطالعہ کی ہین اُن کی تعداد دو سو جلدون سے زائد ہے۔ اور یہ اُس مواد کے علاوہ ہے جو برسون مشرق کی تاریخ دیکھتے رہنے سے ہمارے ذہن مین جمع ہو رہا تہا۔ ان امور کے بعد ہمکو اس قدر سرمایہ بہم پہونچگیا جو اس عجیب تمدن کے سیاسی۔ انتظامی۔ علمی۔ ادبی اور اخلاقی پہلوؤن سے فلسفیانہ بحث کرتے ہوئے مطلوبہ کتاب کے ایسے کئی حصے پُر کردے۔ پس ہمارے لئے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ تہا کہ اس موضوع کو ہم کئی حصون پر تقسیم کردین جنمین سے پہلا حصہ اس وقت شائع کرین اور باقی حصون کو انشاء اللہ آیندہ الہلال کے سالانہ تتمون کی شکل مین شائع کرتے رہین۔ پس یہ کتاب کا پہلا حصہ اور آیندہ حصون کی بنیاد ہے۔ ہم نے اسکو تمہیدی مقدمات سے شروع کیا ہے جن مین عرب اور تمدن اسلام سے پہلے عرب کی حالت اور اُن کا کچھہ عرصہ قبل از اسلام ترقی کے لئے آمادہ ہوتے جانا۔ زمانہ جاہلیت کا طرز حکومت۔ آغاز دعوت اسلام تک کعبہ اور قریش کا حال۔ پہر ظہور اسلام۔ اُسکی اشاعت۔ اسلامی فتوحات۔ دولت بنی امیہ و عباسیہ کا قیام اور اُن کے بعد اندلس کی اور پہر بنو فاطمہ کی حکومتون کا قائم ہونا وغیرہ۔ تمام باتین بیان کر دی ہین اور انپر ایک کہوٹا کہرا پرکہنے والے شخص کیطرح نظر کی ہے۔ ہم نے کوئی حادثہ یا واقعہ ایسا نہین لکہا جسکے اسباب اور وجوہات کو نمایان طور پر نہ دکہایا ہو۔ اور پہر اُن سے کوئی نتیجہ نہ نکالا ہو۔ بلکہ اُسکے بعد ہونیوالے واقعہ سے اُسکا تعلق بھی عیان نہ کر دیا ہو۔ خصوصًا اس بات کے بیان کرنے پر ہم نے بہت زور دیا ہے جس نے روم و فارس کی زبردست وعظیم الشان سلطنتین فتح کر لینے پر اہل عرب کو جرأت دلائی۔ انکی ہمت بندھائی اور اعانت کی۔ باوجودیکہ وہ بہت قلیل التعداد اور بالکل بے سروسامان تہے۔ یہ اس قسم کی فلسفیانہ بحث ہے جسے ہماری دانست مین اب تک کسی شخص نے کسی زبان مین پوری طرح بیان نہین کیا۔ تصانیف اہل فرنگ مین اسکے متعلق کہین کہین کچھہ نظر آتا بھی ہے تو وہ نہایت مختصر اور غیر تشفی بخش ہے۔ مگر ہم اس بارہ مین یورپین مصنفون کو الزام دینا نہین چاہتے کیونکہ یہ مضمون اُنکی رسائی فہم اور پرواز خیالات سے بالاتر ہے۔ اسے نہ اُنکے مذہب سے کوئی علاقہ ہے اور نہ انکی حالات وآداب اور تاریخ کے ساتھہ کوئی لگاؤ۔ اور جو ذرا طور تعلق ہے بھی تو وہ نہونیکے برابر۔ البتہ خود ہم ہی قابل ملامت ہین کیونکہ یہ زبان ہماری مادری زبان تہی اسپر بھی اہل یورپ ہماری قوم اور ہمارے بلاد آداب واخلاق کی تاریخ سے بحث کرنے مین سبقت لیگئے!!!

مذکورۂ بالا مقدمات کے بعد ہم نے اسلامی سلطنت کے کمال اور عروج کے زمانہ مین اُسکی حالت پر غور کیا ہے

اسکی تعداد و مقدار بیان کی ہے۔ اسلامی حکومت اور اوسکی مصلحتون (کاروباری شعبون) اور اسیات پر نظر ڈالی ہے کہ اُسکی بنیاد کیونکر پڑی۔ پہر مختلف ضرورتون کی وجہ سے اُسکے کاروبار مین بہت سی شاخین کیونکر پیدا ہوئین مثلاً خلافت اور اوسکے توابع۔ وزارت۔ ولایت اعمال۔ بیت المال۔ (خزانہ عامرہ) فوج اور تمام دفاتر ملکی و مالی۔ اسکے بعد ہم نے اُن تمام صیغون اور محکمون کی تاریخ بیان کی ہے اور اونکے فروعات وملحقات کا ذکر کیا ہے۔

واقعی امر یہ ہے کہ اس تاریخ کی خاطر تصانیف عرب کی چہان بین مین ہم نے جیسی دقت و زحمت اُٹہائی ہمارا ہی جی خوب جانتا ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ہم نے بڑی بڑی ضخیم کتابین تمام وکمال دیکہہ ڈالی ہین اور اُنمین سے ہمین اپنے مفید مطلب صرف ایک یا دو فقرے ملے ہین۔ اور بسا اوقات ایسا بہی ہوا ہے کہ بغیر دو یا تین جلدین دیکہہ چکنے کے صرف ایک بات بہی پوری نہین ہوئی ہے۔

مثلاً جب ہم نے اسلامی حکومت کے اندر ولایت اعمال اور عہدہ قضا کی تاریخ لکہی تو اسکے ساتھ ہی ہمارا یہ بہی ارادہ ہوا کہ خلفائے راشدین کے عہد مین عاملون اور قاضیون کی تنخواہونکی شرح بہی بیان کردین۔ اسکے متعلق کتاب فتوح البلدان بلاذری مین ہمکو اتنی عبارت ملی "کہ عمر بن الخطاب رضؓ نے عمار بن یاسر کو شہر کوفہ کی فوج کا افسر اور وہان کے مسلمانون کی نماز کا امام مقرر کیا تہا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کو وہانکا قاضی اور ناظر بیت المال بنایا تہا۔ اور عثمان بن حنیف کو پیمایش اراضی کا مہتمم قرار دیا تہا الخ۔ لیکن مصنف نے یہ نہین لکہا کہ ان لوگون کی تنخواہین کیا تہین۔ اسکے بعد ہم نے طرطوشی کی کتاب سراج الملوک کے اُس باب مین جسمین اُس نے یہ بیان کیا ہے کہ سلطان وقت بیت المال مین سے کن طریقون پر خرچ کرتا تہا۔ اور عاملون کا کیا اصول تہا۔ دیکہا کہ عمر بن الخطاب رضؓ نے سب سے اول عمارؓ کو ولایت کوفہ کا حاکم بناتے وقت عاملون کی تنخواہ کی شرح مقرر کی اس سے قبل خلیفہ ممدوح نے کسی حاکم یا افسر کی کچہہ تنخواہ متعین نہین فرمائی تہی۔ خلیفہ موصوف نے عمارؓ کا مشاہرہ چہہ سو درم قرار دیا اور اُن کے ماتحت حکام محررون اور مؤذنون کی تنخواہین علیحدہ علیحدہ قرار دین۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا وظیفہ سو درم ماہوار متعین فرمایا الخ۔ مگر مصنف مذکور نے اس مقام پر نہ عمارؓ کا منصب بیان کیا ہے اور نہ یہہ بتایا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا کیا عہدہ تہا۔ لیکن ہم نے فتوح البلدان اور سراج الملوک دونون کتابونکی روایتین ایکجا کرکے اُن سے یہہ نتیجہ اخذ کیا کہ فوج کے افسر اور امام نماز کی تنخواہ عمرؓ کے عہد مین چہہ سو درم ماہوار تہی اور قاضی کا مشاہرہ سو درم ہوتا تہا۔ اسکے علاوہ دیگر قرائن سے اسبات کا سراغ لگا یا کہ عمارؓ۔ عمرؓ کی طرف سے کوفہ کے عامل مقرر ہوئے تہے۔ پہر ان سب امور مین باہم مطابقت دینے سے ثابت ہوگیا کہ عمرؓ کے عہد مین عامل کی تنخواہ

چھہ سو درم ماہوار تھی اور قاضی کی سو درم ماہوار - اسی پر اندازہ کرنا چاہئے کہ کتنی دقتون سے ایک ایک ذرہ سی بات کا پتہ ملا ہوگا -

دوسرے حصہ مین ہم اسلامی سلطنت کی دولتمندی اور اُسکی رعایا کی خوشحالی اور خوش باشی کا ذکر کرینگے اور یہ بات دکھائینگے کہ اسلامی سلطنت کے تعلقات اپنی ہمعصر مملکتون کے ساتھہ کیسے تھے - خلفاء کی مجالس (بزم) اور مشاغل تفریح کے حالات علم اور علماء - شعر اور شعراء کے ساتھہ اُنکا اہتمام - دربارداری کے اصول اور حاضری دربار کے طریقے - اُنکے محلات اور حریم - اُنکی شان و شوکت - سواری کا جلوس اُنکی ضیافت اور سخاوت کا ذکر - اسلامی عمارتین اور اسلامی شہرون کا حال - یہ سب باتین بیان کرینگے -

تیسرا حصہ علوم و آداب اور شعر و صناعت کے بیان مین ہوگا جس مین یہہ دکھایا جائیگا کہ اسلام سے قبل ممالک شام و عراق مین ان چیزونکی کیا حالت تھی ؟ اور مسلمانون نے اُس مین کیا ترقی کی - اُس ترقی کی تاریخ اور مقدار وغیرہ سب باتون کا ذکر ہوگا -

چوتھے حصہ مین اُس زمانۂ روشن کے آداب معاشرت سے مناسب موقع بحث کیجائیگی - پھر اسلامی تمدن کے ساتھہ جدید یورپی تمدن کا تعلق بیان کرکے یہ بحث انشاءاللہ ختم کردیجائیگی - اور اسلامی تمدن کے آثار کا سابقہ حصون مین بہ تفصیل ذکر ہوچکنے کے بعد اس بارہ مین جو کچھہ لکھا جائیگا وہ بہت صاف و واضح ہوگا -

یہانتک ہمنے جس قدر اُمور بیان کیئے ہین اُن سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ مضمون زیر بحث نہایت دشوار اور ٹیڑھا ہے - اور سب سے بڑھکر یہ کہ تصنیف و تالیف کی دنیا مین ایک نیا کام ہے حالانکہ اس معاملہ مین خود ہم بہت ہی قاصر ہین - یہ تمہید اُس معذرت کی بناء ہے جو اس کتاب مین نقایص واقع ہونے پر بالآخر ہمکو پیش کرنی ہوگی لہذا تمام اہل فضل و کمال حضرات سے ہم اسبات کی درخواست کرتے ہین کہ وہ اپنے خیالات اور آراء سے ہماری امداد فرمائین تاکہ ہم آیندہ حصون مین اُن سے انشاءاللہ نفع اُٹھائین - +

تمہیدی مقدمات

کسی قوم کے تمدن سے بحث کرتے وقت اُسکی عظمت۔ ثروت اور ملکی وسعت پر بھی غور کرنا ضروری ہوتا ہے نیز یہ بیان کرنا پڑتا ہے کہ شہری زندگی کے اسباب و نتایج مین سے کن چیزون نے اُسکے تمدن کا ساتھہ دیا تھا۔ اس مین علم۔ ادب۔ اور صنعت و حرفت اور اُسکے لوازمات مثلاً مدرسون۔ مکتبون اور انجمنون کی تاریخ۔ سلطنت کے حالات کا مفصل بیان اُسکے مناصب اور وہ اسباب جن سے یہ سلطنت خوشحالی کی انتہا کو پہونچی۔ اور اس بات کا بیان کہ اُسکے طرز معاشرت مین اسکا کیا اثر تہا۔ سب امور کو ذکر کرنا ہوتا ہے۔ اور پہر یہ بھی لازم آتا ہے کہ اُس قوم کے عادات اور طرز معاشرت بیان کرتے ہوئے ان باتون کی نسبت اُن کے اسباب و بواعث کیطرف کی گئی ہو۔

اسکے علاوہ جب تک اُس قوم کے زمانۂ بداوت (وحشت) کے حالات مع اس امر کے بیان نہ کر دئے جائین کہ وہ شہری زندگی کیجانب کسطرح بڑہی اور اس ترقی کے اسباب کیا تھے جنہون نے اس امر مین اوسکی مدد کی۔ اُس وقت تک اس تمدن کا بیان پورے طور پر واضح نہین ہوسکتا۔ یہ بحث یون تو عام طور پر ضروری ہے مگر اسلامی تمدن کی تاریخ مین خاص طور پر اسکی ضرورت ہے کیونکہ اُس مین چند خاص اسباب اور ذریعے ایسے موجود ہین جنکا وجود دوسری قومون کی تمدن مین نہین ہے۔

بنا برین ہمکو سوا اسکے کوئی چارہ نہین نظر آتا کہ ہم اس کتاب کو چند تمہیدی مقدمات کے ساتھہ شروع کرین جنمین اسلام سے قبل عرب کی حالت اور تمدن کی ساتھہ اُنکی مناسبت اور جو امور اس قوم کے حالات سے اسلامی دعوت کے قبل گزرے ان سب کا مفصل بیان ہو۔ ساتھہ ہی یہ امر بھی دکھا دیا جائے کہ اسلامی دعوت کے ظاہر ہونیکے وقت جزیرۂ نمائے عرب کی کیا کیفیت تہی۔ روم اور فارس کے باشندے اون دنون کس رنگ مین تھے اور وہ کونسی بات تھی جس نے اہل عرب کو باوجود قلیل التعداد اور بے سر و سامان ہونیکے ان سلطنتون کو فتح کر لینے مین امداد پہنچائی۔ اسلامی سلطنت کس طرح قایم ہوئی اور اُس نے خلفائے راشدین کے زمانہ مین دینی حیثیت رکھنے کے ساتھہ بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد مین دنیوی حکومت اور سیاسی حالت کیطرف کیونکر ترقی کی۔ اس بحث سے فراغت پاکر ہم انشاء اللہ اسلامی حکومت کی وسعت اور اُسکے کاروبار کی تاریخ پر گفتگو کرینگے۔ لہذا ہم تمہیدی مقدمات کو آغاز کرتے ہین :-

عرب اور تمدن

بعض یوروپین وقائع نگارون کا بیان ہے کہ "عرب والون کو اسلامی تمدن قایم کرنیکے بارہ مین کوئی فضیلت نہین حاصل ہی۔ اُنہون نے اپنے اس تمدن کی بنیاد رومانی (یا یونانی) اور فارسی تمدن کے کہنڈر وں پر قایم کی تہی"۔ ان لوگون کی رائے مین اسلامی تمدن سے وہ تمدن مراد ہے جو مذکورہ بالا دونون قومون کی تمدنون سے مل ملاکر ایک عطر مجموعہ کی صورت مین بنالیا گیا اور ضرورتِ وقت کے لحاظ سے اُن مین کسی قدر تغیر اور تبدل بھی کردیا گیا۔

اُنکا قول ہے کہ "اہل عرب اپنی اصل فطرت کے لحاظ سے شہری زندگی سے دور پڑے ہین"۔ وہ لوگ اپنے اس قول کی دلیل یہ پیش کرتے ہین کہ "اہل عرب نے جاہلیت اور اسلام کے زمانون مین اپنی جانب سے خود کسی تمدن کی بنیاد نہین قایم کی"۔ لیکن ہمارے نزدیک عرب والے دوسری قومون کے مقابلہ مین کہین زیادہ کاروبار کو فروغ دینے اور ملک کا انتظام کرنے کی استعداد رکہتے تہے۔ وہ ادن قومون سے کسی طرح کم نہ تہے جنہون نے قدیم یا جدید زمانہ کے اندر تمدن مین ترقی کی ہے اور اس بات کی تمہید مین ہمارا حسب ذیل بیان قابل غور ہے:-

جزیرۂ عرب کے باشندے دو بڑی قسمون پر منقسم ہین۔ (۱) قحطانی یعنی ملک یمن اور اوسکے آس پاس کے رہنے والے جو اپنا نسب قحطان یا یقطان سے ملاتے ہین۔ اور یہ سلسلہ نسب ارفخشاد کے ذریعہ سے سام بن نوح پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ (۲) اسماعیلی یا عدنانی۔ یہ لوگ حجاز۔ نجد اور ادنکے قرب وجوار کے باشندے ہین۔ اور اپنے نسب کا سلسلہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسمٰعیل سے ملاتے ہین جو "بی بی ہاجرہ" کے بطن سے تہے۔ ان لوگون کو عدنانی بہی کہتے ہین جسکی وجہ یہہ ہی کہ انکے اجداد مین ایک شخص عدنان نام گزرے ہین اور اسی قسم کی وجہون سے ادنکو مُضری اور مُعدی بہی کہا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے لوگ زیادہ تر جزیرۂ عرب کے اُس حصہ مین سکونت رکہتے تہے جو بالکل بے آب وگیاہ ہے اور وسط ملک مین واقع ہے۔

قحطانی عربون نے اسماعیلی عربون سے بہت پہلے تمدن مین اپنی ترقی عیان کی تہی۔ اسلیئے کہ بہ نسبت اسماعیلی عربون کے اُنکا ملک سرسبز اور شاداب مینون سے قریب تر تہا۔ قحطانیون کی یہان قدیم زمانہ مین بہت سی حکومتین قایم ہوئین جو فراعنۂ مصر اور شاہانِ بابل وآشور کی معاصر تہین۔ اُن مین سب سے زیادہ مشہور حمیر

کہلان اور سبا کی حکومتین ہوئی ہین جنکے نامور شہر مآرب۔ صنعا اور سبا وغیرہ تہے۔
اسمٰعیلی عربون کی بہی ولادت مسیح سے قبل اور بعد مین کئی نامور حکومتین گزر چکی ہین۔ مثلاً فلسطین کے اطراف مین نبطی حکومت۔ اسکے علاوہ ان متمدن قومونکا بہی ذکر کرنا ضروری ہے جو بائدہ عرب کے گروہ مین نہایت اعلیٰ ترقی کر چکی ہین مثلاً عاد۔ ثمود۔ طسم اور جدیس وغیرہ ان قومون کے کاروباری فروغ کا عہد اقوام عرب مین سب سے قدیم ہے اور انکا نسب غالباً لاوذ بن سام بن نوحؑ سے ملتا ہے۔ نیز عمالقہ کا مشہور و پرشوکت اور صاحب طاقت گہرانا بہی ان ہی بائدہ عرب کے زمرہ مین سے تہا جنکا ذکر قدیم تاریخ مین پایا جاتا ہے اور اسکا مفصل بیان سال پنجم کے الہلال نمبر ۲۰ مین بہی کیا گیا ہے۔
اس تمہید کے بعد یہ کہنا بہی ضروری ہے کہ اسلامی تمدن اہل عرب کے کاروباری فروغ دکہانیکا نیا زمانہ نہین تہا۔ بلکہ اس سے قبل بنو حمیر۔ کہلان اور سبا کے خاندان بہی ممالک مشرق اور مغرب کے مابین عقد تجارت کا واسطہ رہ چکے ہین۔ کیونکہ یمن کا ملک اُس زمانہ کے متمدن ممالک کے وسط مین واقع ہوا تہا۔ ہندوستان کا تجارتی مال بحر ہند کی راہ سے یمن اور حضرموت کو جایا کرتا تہا۔ اور یمن کے لوگ اُسی حبش مصر اور فینیقیہ کو لیجاتے تہے بلکہ اس سے بہی آگے۔ آدومی۔ عمالقہ اور مدینی قومون تک پہنچاتے تہے اور بلاد مغرب مین بہی اُسکی تجارت کرتے تہے۔ اسماعیلی عربون نے آباد دنیا کے انتہائی کنارون تک خشکی کے راستہ سے اپنی تجارت کا سلسلہ بڑہا رکہا تہا اور وہ اُس زمانہ کے آباد ملکون مین عقد تجارت کا واسطہ بنے ہوئے تہے۔
علاوہ اسکے کہ عرب کا ملک اُن دنون کے متمدن ملکون کے وسط مین واقع تھا تجارت کے کاروبار بڑہانے اور تمام ممالک سے تجارتی رابطہ پیدا کر لینے مین اہل عرب کو اس بات نے اور بہی مدد پہونچائی کہ وہ ایسی زبان بولتے تہے جو اُس عہد کی اکثر متمدن قومون کی زبانون سے مشابہ تہی۔ اسلئے کہ اُن دنون سامی زبانین تلفظ اور معنی کے اعتبار سے ایک دوسری کے ساتہ تقریباً ملتی ہوئی تہین گویا کہ عربی۔ کلدانی۔ اشوری۔ عبرانی۔ حبشی۔ اور فینیقی لوگ اون ایام مین بلا کسی ترجمان کے باہم گفتگو کر سکتے اور ایک دوسرے کی بات سمجہہ سکتے تہے۔ اسلئے کہ انکو ایک اصل زبان سے نکلکر الگ الگ زبانین بنے ہوئے بہت کم مدت گزری تہی۔ اور اونکی وہی حالت تہی جو آجکل کی بازاری عربی اور فصیح زبان عرب کی ہے کہ ان مین نسبتاً بہت تفاوت نہین۔ اسی وجہ سے اگر کوئی عرب قبیلہ حمیر یا مضر کا ملک عراق مین وارد ہوتا تو اوسکو کلدانی یا بابلی اور اشوری لوگون سے بات چیت کرنے مین کسی ترجمان کی

حاجت نہوتی تھی۔ اور اسی طرح جب وہ فینیقیہ یا حبشہ مین داخل ہوتا تو وہان کے باشندون کی زبانین بھی بخوبی سمجھ لیتا۔ اسکی مثال یون سمجھیے کہ اس زمانہ مین ملک شام کا رہنے والا آدمی مصر والونکی زبان بہت خوبی سے سمجھتا ہے۔ اور ہم اپنے اس بیان کی تائید مین وہ واقعہ پیش کرتے ہین جو کتاب مقدس توراۃ مین حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی بابت مذکور ہے کہ آپ ولادت مسیح سے تقریباً دو ہزار سال قبل کلدان کے ملک سے نکل کر سوریا، فینیقیہ۔ اور عرب کے ملکون مین سیر کرتے پھرے۔ وہانکے لوگونسے ملے جلے اور اُن مین رہے لیکن اُنہین وہان کے رہنے والون سے بات چیت کرنیمین کسی ترجمان کی حاجت نہ ہوئی۔ اور اسیطرح پندرہوین صدی قبل مسیح کے قریب بنی اسرائیل اپنی بیابان نوردی کی حالت مین چالیس برس تک جزیرہ عرب کے بالائی حصون مین مارے مارے پھرتے رہے مگر اونکو بھی وہان کے رہنے والون سے گفتگو کرنے مین کسی ترجمان کی ضرورت نہ پڑی۔

اب یہ جتا دینا بھی ضروری ہے کہ اہل عرب اصل فطرت اور نسب کے اعتبار سے بھی حضارت اور تمدن کے اہل تھے۔ اسلیئے کہ وہ اشوریون، کلدانیون اور فینیقیون کے بھائی اور ہم نسل تھے اور اونکو بھی وہ اہلیت و استعداد حاصل تھی جو اُن قومونکو حاصل تھی۔ مگر بات صرف اتنی ہے کہ اقوام مذکورہ کے لوگ ایسے ملکون مین آباد ہوئے جو زرخیز اور سیر حاصل تھے۔ اور اہل عرب نے ایک اس قسم کے جزیرہ مین سکونت اختیار کی جسکے اکثر حصے ریگستانی اور بے آب و گیاہ تھے نہ اُن مین نہرین تھین اور نہ بہتے ہوئے چشمے۔ وہ صرف مینہ کے پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ اور اہل عرب کے دوسرے بھائی اشوری لوگون نے عراق کے ملک مین وطن بنایا جو تمام روے زمین کے ممالک مین سب سے زیادہ سرسبز اور زرخیز ملک ہے یہانتک کہ ملک مصر سے بھی اُسکا نمبر بڑھا ہوا ہے۔ اس وجہ سے اُنکی دولتمندی بڑھی اور مال و دولت نے اُنکی مخفی قوتون کو اُبھار کر اُنکی عقل و فہم کو بار آور کر دیا۔ ظہور اسلام کے بعد جب اہل عرب کو اس سرسبز وادی (عراق) مین بود و باش کا موقعہ ملا تو اونکا تمدن بھی اپنے اگلون (اشور والون) سے ہرگز کم نہین رہا۔

ان سب باتون کے ساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ عرب والون نے کسی ایسی بات مین جسکی توقع جزیرہ عرب کے باشندون سے ہوسکتی تھی، کوئی کمی نہین کی۔ صرف یمن والون کا تمدن اس قسم کا مشہور تمدن گزرا ہے جسکے آثار آجتک حضرموت، مہرۃ اور یمن کے ملکون مین ریت کے ڈھیرون کے نیچے دبے پڑے ہین عاد، ثمود اور بائدہ عرب کے دوسرے قبایل کا تمدن جو نہایت اعلیٰ درجہ کا تمدن تھا اُس سے ہم اسلیئے بحث نہین

کر لیتے کہ اُنکی تاریخ اور خبرون مین سے ہمارے پاس بجز اون قصص و حکایات کے جنکو اہل عرب نے اون قبایل کی بنائی ہوئی شاندار عمارتون نے متعلق روایت کیا ہے اور کوئی مواد موجود نہین ہے اور وہ قصے ہی خارج از بحث ہونیکی وجہ سے آج ہمارے نزدیک خرافات سے زیادہ وقعت نہین رکہتے۔ مثال کے طور پر ایک قصہ وہ ہے جسے عرب والے شہر ارم ذات العماد کی نسبت یون بیان کرتے ہین :-

شدّاد بن عاد نے **احقاف** کی سرزمین کے ایک قطعہ ارضی مین جسکی مساحت دس فرسنخ (۳۰ میل) مربع تہی ایک شہر تعمیر کرایا تہا۔ اُسکی شہر پناہ کی دیوارین ملک یمن کے عقیق (پتہر) سے بنائی گئی تہین اور انکے اوپر تمام چاندی کے پترے منڈھے گئے تہے جنپر سنہری گنگا جمنی بیل بوٹے منقوش تہے۔ اس شہر کے اندر ایک ہزار محل بنے ہوے تہے اور ہر ایک محل **زبرجد** اور **یاقوت** کے سو سو گز بلند ستونون پر قایم تہا۔ شہر کے وسط مین متعدد نہرین جاری کی گئی تہین اور اون نہرون مین سے چہوٹی چہوٹی نالیان نکالکر قصرون اور محلون مین پہنچائی گئی تہین۔ اُس شہر کی مٹی مشک و عنبر اور وہان کی کنکریان سونے کے ٹکڑے اور یاقوت و زبرجد وغیرہ جواہرات تہے۔ اسکے علاوہ اسی قسم کی اور باتین بہی مروی ہین جو احتمال کے قاعدہ سے بھی باہر ہین۔ تاہم یہ تمام باتین کچہہ نہ کچہہ اصلیت کی جہلک ضرور دکہاتی ہین۔ اگرچہ ہم انکو لاکہہ درجہ بے اصل و بے حقیقت سمجہین پہر بھی ہم انہین اس درجہ سے ہرگز نہین گرا سکتے کہ قوم عاد کی بعض عمارتین مرصع رہی ہونگی اور اُنکی کسی نہ کسی دیوار یا ستونون مین بیش قیمت جواہرات سے پچی کاری کی گئی ہو کیونکہ یہ صورت شان و شوکت دکہانے کی انتہائی حد ہے اور تمدن کے زمانہ کے علاوہ کسی اور وقت مین یہ بات ممکن نہ تہی۔

قحطانی عربون کے مشہور خاندان حمیر، سبا اور کہلان ہین جنکا ذکر اوپر بھی ہو چکا۔ ان حکومتون کا زمانہ **عاد** اور **ثمود** کے ایام سے متصل گزرا ہے اور سیّاح لوگون نے انکے کچہہ آثار کا پتہ بہی لگایا ہے جو اکثر **صنعا** **عدن** اور حضرموت کی قدیم عمارتون کے کہنڈر ہین جنکے اندر سے مستند حمیری خط مین لکہی ہوئی تختیان برآمد ہوئی ہین۔ اُنپر اکثر دینی دعاؤن کی عبارتین یا اسی طرح کی اور باتین منقوش ہین۔ مگر ان محققین کو ابہی تک اُن عظیم الشان دفینون کے نکالنے پر قدرت حاصل نہین ہو سکی ہے جو وسط ملک کے اندر مدفون ہین کیونکہ وہان تک کسی کی رسائی دشوار ہے۔ یہ تمام باتین اون شہادتون کے علاوہ ہین جنکو عرب مورخین نے ان سلطنتون کی جاہ و جلال کے باب مین نقل کیا ہے۔ گو اسلام سے بہت پیشتر یہ حکومتین مٹ مٹا چکی تہین لیکن اُس زمانہ تک انکے قصے بہت کچہہ مشہور و معروف تہے اور اُن حکایتون سے اس قسم کے اک قدیم تمدن کا سراغ ملتا ہے۔ جو

اشوریہ۔ مصر اور فینیقیہ والون کے تمدن سے کسی طرح کم نہین تہا۔

ان قومون نے شہر آباد کیے۔ محل اور قصر بنوائے۔ باغ لگائے۔ بت تراشی کی صنعت کو فروغ دیا۔ کانین کہودین۔ فوجی نظم و ترتیب قایم کی۔ ممالک فتح کیے۔ اور تجارت کے کاروبار کو بڑہایا۔ غرضیکہ تمدن کی دنیا مین بہت خوبی کے ساتہہ حصہ لیا اور کاروباری زندگی کا نمونہ دکہا کر اپنے تئین قابل تمدن ثابت کر دکہایا۔ یونان کے مشہور سیاح ہیروڈوٹس نے ولادت مسیح سے پانچسو سال قبل ان قومونکا حال بیان کرتے ہوئے لکہا ہے کہ "ملک عرب کے صرف جنوبی حصہ مین بخورات۔ مُر۔ قرفہ۔ دار چینی اور لاذن وغیرہ چیزین پائی جاتی تہین" اور سیاح مذکور کا بیان ہے کہ وہ ملک اپنے زمانہ کے تمام دوسری ملکون سے زیادہ مالدار تہا۔

یمنی عربون کے ان کارنامون مین جنکے ذکر سے تاریخ کے صفحے بہرے پڑے ہین اور جنکو فن تعمیر کے عجائبات مین شمار کرتے ہین وہ مشہور بند بھی ہے جسکو سدّ مارب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عرب والون نے ولادت مسیح سے تقریباً دو صدی قبل اس بند کو ایسے طریق سے تعمیر کیا تہا جس طرح پر کہ محمد علی پاشا حاکم مصر نے ڈیلٹا کے سرے پر قناطر خیریہ تعمیر کرائے تہے۔ ان پلون اور اُس بند مین صرف اس قدر فرق تہا کہ انکے اندر در بنائے گئے ہین اور وہ بند بے در تہا۔ اُسکی صورت مثل ایک دیوار کے تہی جو دو پہاڑون کے مابین قایم کی گئی تہی اور اُس پانی کو روکنے کا کام دیتی تہی جو اُن پہاڑون کے بیچ مین بہتا تہا۔ وہ پانی اس بند کے ذریعہ سے بلند ہوکر دونون پہاڑونکی چوٹیون کو اونکے انتہائی سرون تک سیراب کر دیتا تہا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ بند ایک فرسخ لمبا اور ایک فرسخ چوڑا (۹ مربع میل) بنایا گیا تھا اور اہل عرب نے اسکے اندر بہت سی شاخین اور نہرین بھی تعمیر کی تہین۔ اس بند سے ستر وادیون کو لاکر ملا دیا تہا جن سب کا پانی آکر ایک دوسرے مین گرتا اور جمع ہوتا تھا۔ اتنا بڑا اور عظیم الشان بند تعمیر کرنا فن انجنیرنگ کی کامل مہارت اور بہت بلند ہمت کا محتاج ہے۔ اسکے ساتہہ ہی اُس بند کی بنیاد اس قدر مستحکم تہی کہ اُسنے کئی صدیون تک پانی کے صدمون کو برداشت کیا اور ہوا کی مخالفتون کو جہیلا۔ آخر جبکہ قحطانی عربونکی حکومت کمزور ہوگئی اور اوسکی حالت ردّی ہوئی تو اُس مین اتنی طاقت نہ رہی کہ اُس بند کو نئے سرے سے تعمیر کرائے یا اوسکی پوری طرح مرمت ہی کرا سکے لہذا وہ منہدم ہونیکے قریب پہنچ گیا۔ اہل عرب نے دیکہا کہ اب چند دنون مین یہ بند ٹوٹ جائیگا تو وہ دوسری صدی عیسوی کے وسط مین اپنا وطن چہوڑ چہوڑ کر اور ملکون مین آباد ہونے لگے۔ اسی پر ہیبت قوم کے یادگار گہرانے ملک شام مین بنی غسّان سرزمین عراق مین بنو منذر۔ مدینہ مین اوس یثنا مین آزد۔ اور قرب و جوار مکہ مین بنو خزاعہ کے کارنامون سے مشہور تہے۔ ان گہرانون

کے ترک وطن کر چکنے کے تہوڑی ہی عرصہ بعد وہ بند بھی ٹوٹ گیا اور اُسکا پانی سارے ملک مین پہیل گیا اُس وقت باقیماندہ لوگون نے بھی وطن مالوف کو خیرباد کہا اور دوسرے مقامات مین جاکر آباد ہوگئے۔ اِس بند کے ٹوٹنے کو "سیل عرم" کے نام سے موسوم کرتے ہین اور خیال کیا جاتا ہے کہ اِس عظیم الشان سیلاب کا زور اپنے ساتھ سبا کی حکومت کو بھی بہا لے گیا اور اُسکا خاتمہ کر دیا۔ ملک روم کے مشہور سیاح استرابون نے پہلی صدی قبل مسیح مآرب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایک عجیب شہر تہا اُسکے مکانون کی چہتین سنہری پترون اور ہاتھی دانت کے ٹکڑون سے مزین تہین اور اون مین اعلے درجہ کے جواہرات بہی جڑے ہوئے تہے۔ وہان بہت سے خوشنما اور بیش بہا ظروف اس قسم کے نظر آئے جنہون نے عقل دنگ کر دی۔ اِس بیان کو پڑہ کر ہمین اُن قصون مین بہی کسیقدر راستی کی بو آنے لگی ہے جنکو اہل عرب نے "ارم ذات العماد" کے بارہ مین نقل کیا ہے۔
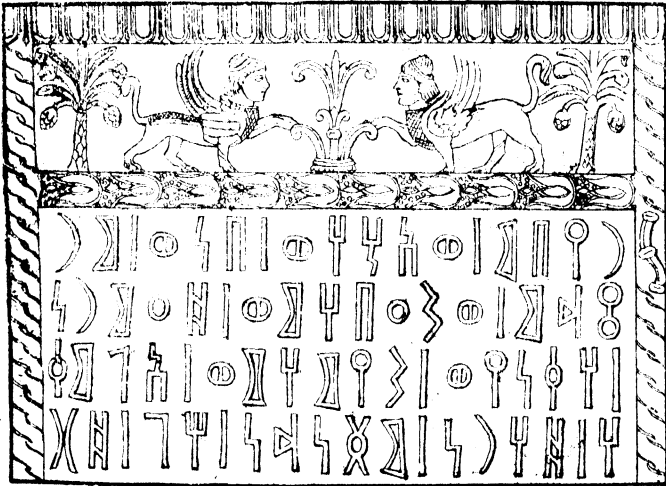
خط حمیری۔

ہمارے خیال مین آثار قدیمہ کے متلاشی اگر حمیر اور سبا کے حکمران گہرانون کے دارالسلطنتون۔ مآرب اور صنعاء وغیرہ کے کہنڈرون کو کہود ڈالتے کریدلتے تو یقین ہے کہ اُنکو ایسے قیمتی نشانات دستیاب ہوتے جو دنیا پر ایک نئی تاریخ کا راز ظاہر کر دیتی جسطرح وادی نیل کے آثار نے فراعنۂ مصر کی تاریخ پہ سے پردہ اُلٹ دیا ہے اور جس طرح کہ وادی فرات کے آثار نے اشور اور بابل کے حکمرانون کی تاریخ منکشف کر دی ہے۔ مگر یہ صدبت

اسی وقت ممکن ہے جبکہ دولت علیہ ادہر توجہ فرمائے اور علمی تحقیقات کرنیوالون کو اُس ملک مین سرگرم تلاش و تحقیقات ہونیکے لئے روانہ کرے۔

اسلام سے پیشتر جن عربی قومون نے تمدن مین نمایان حصہ لیا ہے اُنہین مین سے ایک نبطی قوم ہی ہے اسکی وجہ تسمیہ "بنیا بوط ابن اسماعیل" کی جانب منسوب ہے اور نیز ان کی نسل سے ہونا۔ یہ قوم شہر بطرا (Petra) کی رہنے والی ہتی جو فلسطین اور جزیرہ سینا کے کسی قدر حصہ کے مابین واقع تہا۔ اوسکی حکومت جزیرہ سینا کے اُس حصہ پر جو اُن کے مسکن مین داخل تہا معہ آس پاس والے دوسری حصون کے پہیلی ہوئی تہی جو جزیرہ عرب کے ایک سرے سے (وسط ملک) حجاز تک ممتد تہے۔ نبطی قوم شرقی اور مغربی ملکون کے اندر عقد تجارت کا واسطہ تہی وہ اپنے عروج کے زمانہ مین رومن امپائر کی ہمعصر تہی۔ اور اکثر حالتون مین اسنے بعض رومانی جنرلون کی قوت بازو بنکر اُن کے دشمنون سے جنگ کی ہے۔ نبطیون کے ایک حکمران ملک حارث نام کو پہلی صدی قبل مسیح مین کچھہ زمانہ کیلئے دمشق کی سلطنت بہی ملگئی تہی۔ یہ واقعہ غسانی حکمرانون کے وجود سے صدیون قبل کا ہے۔ دوسری صدی عیسوی کے ابتدائی دور تک نبطیونکی حکومت کا عروج اپنے کمال پر رہا اور اسکے بعد رومن امپائر کی زبردست قوتنے اپنا تسلط جماکر انکو تباہ و برباد کر دیا۔ اس قوم کی عمارتون کے کہنڈر آجتک بلاد بطرا مین موجود ہین جنپر نبطی خط مین لکہے ہوئے کتبے دستیاب ہوتے ہین۔ نبطی خط بہی حمیری خط کیطرح پڑہا جاتا ہے

[Nabataean script specimen]

خط نبطی

عمالقہ کی قوم بہی منجملہ اُنہین عربی اقوام کے ہے جنہون نے قدیم زمانہ کے اندر تمدن کے لحاظ سے اچہی ترقی کی۔ یہ قوم اپنی ہیبت اور جلال مین مشہور اور ضرب المثل گزری ہے۔ اور وہ مشہور ملوک رعاۃ (چرواہے سلاطین) اسی قوم سے تہے جنکی بابت خیال کیا جاتا ہے کہ اُنہون نے مصر کا ملک فتح کرکے اُسپر کئی صدیون تک حکمرانی کی ان قومونکی حکومتونکے علاوہ قحطانی عربون کی وہ نوآبادیان بہی جو اون لوگون نے "سیل عرم" کے بعد دوسرے ملکون مین قائم کین بہت کچھہ قابل لحاظ ہین جنکے بڑے بڑے مشہور شہرون مین سے غسانی خاندان کا آباد کیا ہوا شہر بصرٰی حوران کے ملک مین۔ اور منذری گہرانیکا بسایا ہوا شہر حیرہ عراق کے بلاد مین واقع تہا اور ان دونون شہرون کی آبادی اور رونق کے تذکرے آجتک باقی ہین۔ اب ہم ایک سوال کرتے ہین جسکے جواب

مین ہمکو امید ہے کہ انصاف پسندی کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ وہ سوال حسب ذیل ہے:۔

"کیا اس قدر باتون کے معلوم کر چکنے کے بعد بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اہل عرب فطرتہً حضارت سے دور رہین یا تھے۔ اور اُنکو تمدن مین کسی طرح کی مداخلت نہین تھی؟"

ہمکو اس امر سے مطلق انکار نہین ہے کہ اسلامی تمدن کی بنیاد رومانی اور فارسی تمدن کے کھنڈرون پر قایم ہوئی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ضرور ہے کہ اس معاملہ مین اہل عرب کی بھی وہی حالت تھی جو یونانی رومانی فارسی۔ اور تمام دوسری عظیم الشان حکومتونکی حالت رہ چکی تھی۔ یونانیون نے ابتداءً اپنے تمدن کے اصول مصر والون سے حاصل کیئے۔ پھر رفتہ رفتہ اُن مین وسعت اور اضافہ کر کے طبیعی تاثیرات کے اقتضا سے اُسکو ایسا بنالیا کہ خاص اُنہین کے نام سے مشہور ہوگیا۔ رومانیون نے اہل یونان سے اخذ کیا مگر اونہون نے اصل مین بہت کم تغیر و تبدل کو دخل[1] دیا۔ فارس والے بھی دوسرون کی شاگردی مین داخل ہے اُنکے تمدن کی بنیاد اشوری یا بابلی۔ اور کلدانی قومون کے تمدن کے کھنڈرون پر قایم کیگئی جو اُنسے قبل گزر چکے تھے اور اسکے ساتھ ہی فارس والون نے اپنے تمدن مین یونانی لوگونکا بھی چربہ اُتارا تہا۔ مگر ان مذکورہ بالا قومون اور اہل عرب کے تمدن مین نمایان فرق یہ ہے کہ اون قومون نے حضارت مین کئی کئی صدیون کے بعد کچھہ نمود دکھائی اور عرب والونکی دولت کو قایم ہوئے پوری ایک صدی بھی نہین گزری تھی کہ اُنکے تمدن کا تمام عالم مین ڈنکا بج گیا۔ دنیا پر اُنکی عقلی قوتون کا اظہار ہوچلا۔ اور دوسری اور تیسری صدی مین تو اونہون نے ایسی ترقیان کین کہ اُنکے علوم و آداب کے سرچشمون نے سارے جہان کو سیراب کر دیا۔

اس قدر بیان پر اتنا اضافہ اور بھی کرنا چاہئے کہ جرمنی قومین جنہون نے آجکل اس آخری زمانہ مین دنیا کی ایک بہت بڑی سلطنت قایم کرلی ہے اور اپنے تئین بہت طاقتور حکومت بنالیا ہے۔ یہی قوم تھی جس نے اسلام سے قبل اور بعد بہت سی صدیان اس حال مین بسر کی مین کہ رومن امپائر پر چھاپے مارتی رہتی تھی اس طریقہ سے اُنہون نے سلطنت روم کے بہت سے شہر بھی فتح کر لیئے اور اُن مین سے بعض بعض منچلے لوگ خاص شہر رومیہ مین بھی داخل ہوگئے لیکن اُسکی ان فتوحات کا نتیجہ بیکار لوٹ مار کے سوا اور کچھہ نہ تہا۔ ہونی لوگون کی فتوحات کا سیلاب پانچوین صدی عیسوی مین نہائیت زور و ن پر رہا۔ اونہون نے رومن امپائر کا

[1] جسکی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ یونانی اور رومانی قومین پاس پاس ملکون کی رہنے والی تھین اور اُن کے طبایع مین بھی بعض وجوہ سے بہت کم فرق تہا۔ مترجم ۱۲

شمالی اور شرقی حصہ بالکل پامال کر ڈالا۔ ہونگاریا۔ رومانیا۔ اور تمام یوروپین ٹرکی کو فتح کر کے وہان ایک زبردست حکومت قایم کی۔ اس حکومت کا نام خاقانون کی حکومت مشہور ہوا۔ اور یہہ دو صدیون تک پوری طرح قایم رہی جس طرح عرب والون نے مصر عراق اور شام کو فتح کر کے وہان اپنی حکومتین قائم کی تہین۔ مگر کوئی نہین بتا سکتا کہ ہونی لوگون نے اپنی جانب سے کسی تمدن کی بنیاد رکھی ہو۔ یا انہون نے اسی حضارت کو باقی رکھا ہو جو انکی فتوحات سے قبل ان ممالک مین پائی جاتی تھی اس مقام پر یہ سوال کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ ہونی لوگون نے باوجود اسکے کہ وہ لوگ اہل عرب کی بہ نسبت یونانی تمدن کے مرکز سے قریب تر تہے کیون اس میدان مین قدم نہین رکہا؟ چہٹی صدی عیسوی کے اندر سلافی قوم کے لوگون نے رومن امپائر پر کس زور شور سے حملہ کیا؟ وہ بڑہتے ہی چلے گئے۔ یہانتک کہ قسطنطنیہ کے دروازون تک جا پہونچے۔ باوجود اسکے وہ جیسے گئے تہے ویسے ہی خالی واپس آئے اور تمدن کے میدان مین ایک قدم تک نہین رکہا اسی طرح سے اور بھی بکثرت چہوٹے چہوٹے قبیلون اور قومون نے تاتاری اور مغلی اقوام مین سے ایسی ہی جوش و خروش کے ساتہہ فتوحات کا ڈنکا بجایا۔ لیکن بیسود۔ تیمور لنگ وغیرہ کی فوجون نے عربی حکومت کو کمزوری کے زمانہ مین زیر و زبر کر دیا اپنا مطیع بنا کر وہان کے بادشاہون کو اپنا حلقہ بگوش کیا۔ لیکن اونہون نے کوئی تمدن نہین قائم کیا۔ اور نہ اسی تمدن پر باقی رہے جو اُن سے پہلے رائج تہا۔ کیا یہ تمام باتین اس امر پر دلالت نہین کرتین کہ اہل عرب مین تمدن قبول کرنے کی ایک خاص استعداد تہی اور وہ حضارت (شہری زندگی یا آبادکاری) کیلئے فطرتاً موزون تہے

حجاز مین جاہلیت کا زمانہ

جزیرہ عرب کے جنوبی اور شمالی حصے کے باشندون نے تمدن مین بہت کچہہ نمایان ترقیان کین لیکن وسط ملک کے رہنے والے اہل حجاز اپنی ابتدائی جنگلی اور وحشیانہ زندگی مین بسر کرتے رہے کیونکہ وہان کی زمین خشک اور بے آب و گیاہ ہونیکے علاوہ وہ ملک اُس عہد کی بڑی بڑی سلطنتون کے ساتہہ ٹکر کہانے سے بہی بوجہ بُعد مسافت محروم تہا اسکے وسط صحرا مین واقع ہونے اور راستہ کے دشوار گزار ہونیکے باعث سے بڑے بڑے فاتحان دنیا بہی وہان نہ جا سکے۔ مثلاً چودہوین صدی قبل مسیح مین رعمسیس دوم اور چوتھی صدی

قبل مسیح مین اسکندر اعظم اور پہلی صدی عیسوی مین بعہد قیصر آگسٹس ایلیوس غالوس جیسے بلند ہمت فاتح بہی جزیرۂ عرب کے اس صوبہ (حجاز) کا رُخ نہ کر سکے۔ اور نیز فارس کے اولوالعزم بادشاہون کے عروج حکومت مین بہی کوئی وہان نہ جا سکا۔ حجازی عربون کو اس قدرتی حفاظت نے کچھہ ایسا مطمئن اور بیکھٹکے بنا دیا کہ وہ اپنی حالت ہی مین خوش رہنے کے عادی اور گدڑی مین مست کے مصداق ہوگئے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان بلا کسی خطرہ یا بے چینی پیش آنیکے اصلاح کا خواہشمند نہین ہوا کرتا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ فطرۃً نفسانیت رکھنے والا اور جاہ طلب پیدا کیا گیا ہے اسی سبب سے خود اہل عرب ہی کے مابین بہت سی نزاعین اُٹھہ کہڑی ہوئین اور انکا ذریعہ معاش صرف باہمی جنگ اور لوٹ مار بنگیا۔ اس شغل نے اُنہین اپنی طرف اس قدر مایل کر لیا کہ وہ کسی دوسرے کام کی جانب متوجہ ہونا بہول ہی گئے۔ پہر بہی وہ جاہلیت ہی کے زمانہ سے خودداری۔ ایفاء عہد۔ حوصلہ مندی اور کرم کی عمدہ صفات کے ساتھہ متصف تھے۔ اور انکی یہ حالت اس امر پر دلالت کرتی تہی کہ آیندہ زمانہ مین کسی بڑی عظمت وشوکت حاصل ہونیکی انمین استعداد وصلاحیت موجود ہے۔

اہل حجاز نے بیشمار صدیان اپنی اُسی بدویانہ زندگی مین بسر کین جنکی صحیح تعداد صرف خدا ہی کو معلوم ہوگی اس زمانہ مین وہ اپنی اُسی فطرتی جنگلی زندگی کے عادی رہے۔ البتہ انہون نے کسی قدر تمدن وتہذیب کی تعلیم اون لوگون سے حاصل کی تہی جو غیر ممالک سے ترک وطن کرکے حجاز مین آن بسے تہے۔ یہ جلاوطن لوگ یہودی تہے جو حضرت موسیٰ کے زمانہ سے لیکر بعد کے زمانہ تک خاصکر اخیر قرون قبل از مسیح اور پہلی عیسوی صدیون مین اپنے رومانی حکام کے جور وظلم سے بہاگ کر عرب کے خشک صحراؤن مین پناہ لینے آئے تہے اور بالخصوص بیت المقدس کی تباہی کے بعد اور بہی زیادہ آگئے تہے۔ اور اسی طرح بسا اوقات کچھہ نبطی لوگ بہی حجازیون کے ملک مین آتے رہے جو متمدن دنیا کے رہنے والے تہے۔ ان تارک وطن لوگون نے اپنے رومانی حکام کے ظلم وستم سے دق ہوکر گہربار چہوڑ دینے کے بعد مکہ۔ مدینہ۔ اور طائف کو اپنا مسکن بنایا۔ لیکن یہودیون کی بابت غالب گمان یہ ہے کہ وہ اکثر مدینہ ہی مین رہتے تہے کیونکہ اُس مین اوس اور خزرج کے نامی قبایل اُنکے ہم مذہب تہے۔

حجازی عربون پر طرز معاشرت اور دین کے لحاظ سے یہودیون کا بہت کچھہ اثر پڑا چنانچہ عربون نے اون سے بہت سی ایسی باتین سیکھہ لین جنکو وہ پہلے مطلق نہ جانتے تہے مثلاً حج۔ قربانیان۔ نکاح۔ طلاق۔ کہانے

اور تہوار دن کے دن جلسے کرنا۔ وغیرہ۔ یہودیون نے اونکو توراۃ کے چند قصے بہی پڑہا دئے۔ اور یہ تلمود کی کچہہ فضلیتین بہی تعلیم کین اور اون مین اپنی عادات و رسومات بہت کچہہ پہیلا دین۔ علاوہ برین سیل ارم کے واقعہ کے بعد یمن کے بہی بہت سے لوگ عرب مین ہجرت کر آئے تہے۔ پس اس خلط ملط کی وجہ سے عربون کے دو گروہ بنگئے۔ ایک تو اہل بادیہ جو اپنی نیچرل سادہ زندگی پر قانع رہے۔ یہ عرب رحل، یعنی خانہ بدوش کہلاتے تہے۔ اور دوسرا گروہ شہریون کا جو مکہ۔ مدینہ اور طایف مین رہتے تہے۔ یہ لوگ۔ حضر یعنی شہری عرب کے نام سے مشہور ہوئے۔

چونکہ مکہ مین حج ہوتا تہا اور لوگ دور دراز ممالک سے کعبہ کی زیارت کیلئے آیا کرتے تہے۔ اسلئے وہ حجاز کے شہرون مین سب سے زیادہ مشہور تہا۔ متواتر صدیان گزرنے کے بعد وہ تجارت کی منڈی بہی بنگیا کیونکہ ہر سال خاص خاص موسمون مین وہان حجاج کا ہجوم ہوتا تہا۔ اور خرید و فروخت بکثرت ہوتی تہی۔ لہذا جتنے زبردست قبائل کے سرداران قوم تہے اُن سب کی نگاہین اسپر پڑنے لگین اور وہ اُسے اپنے قبضے مین کرنے کے خواہشمند ہوئے۔ ابتدائی دور مین یہ شہر خاص حجاز کے باشندون (بنو اسمٰعیل) کے قبضہ مین تہا اور وہی لوگ کعبہ کے خادم یعنی حاجب[1] تہے۔ مگر جبکہ دوسری صدی عیسوی مین سیل ارم کے بعد ملک یمن سے ہجرت کرکے بنو خزاعہ مکہ مین آئے تو انہون نے اس شہر پر بہی قبضہ کرلیا۔ اور حجاز کے اصلی باشندونکو اپنا محکوم بنالیا کیونکہ اُنکے دماغون مین تو اپنی حکومت یمن کے زمانہ سے بوئے سرداری سمائی ہوئی تہی۔ اون دنون اسمٰعیلی (یا عدنانی) لوگ بہت کمزور تہے تاب مقابلہ نہ لاسکے۔ مگر تاریخ عالم کے اصول نے اُنپر بہی اوسی طرح اپنا حکم جاری کیا جیسا کہ اور قومونپر ہوتا رہا ہے۔ پس چند صدیون کے بعد بنو خزاعہ پر گردش زمانہ کا اثر ہوا۔ ان مین کمزوری آئی۔ اور عدنانیون کا زور ہوا۔ اونکی تمام قوم مین سے ایک گہرانہ کنانہ کا علیحدہ اور ممتاز ہوگیا۔ اور کنانہ کے گہرانے مین سے قبیلہ قریش نمودار ہوا۔

تقریباً پانچوین صدی عیسوی مین اہل قریش کا سردار اور رئیس قصی بن کلاب بن مرہ نامی ایک شخص حکیم۔ دانا۔ صاحب تدبیر و رائے تہا۔ اُس نے متولی کعبہ کی بیٹی سے شادی کی۔ جو قبیلہ خزاعہ مین سے تہا۔ قصی کی آرزو اس شادی کرنے سے سدانت کعبہ کا حاصل کرنا تہا۔ قصی کے بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جنکی وجہ سو اُسکی عزت اور رعب داب مین ترقی ہوئی۔ نیز اُس نے تجارت کا کاروبار پہیلا کر مال بہی خوب جمع کرلیا۔ جسوقت

[1] حاجب کعبہ کا منصب جسکا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔ مترجم۔

اُسکے خسر کی موت کا زمانہ قریب آیا تو اُس نے اپنی لڑکی یعنی قصی کی بی بی کے واسطے خدمت کعبہ ملنے کی وصیت کی۔ مگر اُس عورت نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ مین عورت ذات ہون کعبہ کے دروازہ کا کھولنا اور بند کرنا میری طاقت سے باہر ہے (خادم خانہ کعبہ کی اُنکے یہان یہی خدمت تہی) اسپر اُس نے اپنے ایک بیٹے کو جسکا نام محترش تہا خدمت کعبہ سپرد کئے جانیکی وصیت کی محترش نہایت کمزور اور منحنی سا آدمی تہا۔ اب قصی کو خاصہ موقع ملگیا اور اس نے ایک مشک شراب کے بدلہ مین وہ معزز منصب محترش سے خریدلیا۔

قبیلۂ خزاعہ کو یہ خبر ملی تو انہین بہت ناگوار گزرا اور بالآخر قبایل قریش و خزاعہ کے مابین جنگ چھڑ گئی بہت سی میدان داریون کے بعد انجام کار دونون قبیلون نے صلح اور فیصلہ پنچایت پر رضامندی ظاہر کی اور قریش ہی کے ایک معتبر شخصکو پنچ بنایا۔ اُسنے قصی کے حق مین فیصلہ دیا۔ جسکے بعد سے ظہور اسلام اور فتح مکہ تک خدمت کعبہ قریش ہی کے گھرانے مین رہی۔

کعبہ کی خدمت گویا دراصل مکہ کی سرداری ہوتی تہی قصی نے میدان خالی پاکر اپنے عزیزون قریبون کو جو قریش ہی کے قبیلہ سے تہے مکہ مین اکٹھا کر لیا اور خاص شہر اور قرب و جوار مین مقیم کیا۔ قریشیون نے قصی کو جملہ اُمور مین اپنا سردار بھی تسلیم کر لیا۔ قصی نے مکہ کے چار ٹکڑے کرکے اپنی برادرون کو بانٹ دیئے اور سبہون نے اپنی اپنی مِلک مین مکانات تعمیر کرکے سکونت اختیار کی۔ اب گویا مکہ قریشیون ہی سے آباد ہوگیا اور وہ ہر ایک معاملہ مین قصی اونکا سردار وامیر بنگیا۔ قصی کے بعد اُسکا جانشین اُسی کا بیٹا عبد مناف ہوا۔ عبد مناف کے لڑکون مین دو لڑکے ہاشم اور عبد شمس نامی تہے۔ عبد مناف کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے خدمت کعبہ کی وصیت ہاشم کیلئے کی۔ عبد شمس کا ایک لڑکا اُمیہ نامی (بنو اُمیہ کا جد) تہا۔ اُسے اپنے چچا کی ریاست پر رشک آیا اور اس حسد کا انجام یہ ہوا کہ باہم جدائی ہونی قرار پائی۔ ہاشم تو اپنے بھتیجے سے جدائی پسند نہ کرتا تہا مگر قریشیون نے اُسے دق کرکے مجبور کر دیا جسکی وجہ سے آخر کار اُس نے پچاس اونٹنیان دینے اور دس سال تک مکہ سے باہر رہنے کی قید پر باہم جُدائی منظور کی۔ اُمیہ نے اسپر رضامندی ظاہر کی اور خزاعی کاہن کو حکم قرار دیا جو عسفان مین رہتا تہا۔ دونون نے اُس سے فیصلہ چاہا تو اُس نے ہاشم ہی کے حق مین فیصلہ دیا۔ ہاشم نے شرط کے مطابق اونٹون کو لیکر قربانی کی اور دعوت عام دی۔ اُمیہ ناکام ہوکر دس سال کے لئے ملک شام کو چلا گیا۔ یہ پہلی عداوت تہی جو ہاشم اور اُمیہ کے مابین واقع ہوئی اور اون دونون کی اولادین عہد اسلام تک اسکو بطور وراثت قایم رکہتی رہین۔ ہاشم کے بعد اُسکے فرزند عبد المطلب متولی کعبہ ہوئے جو پیغمبر

اسلام کے جد تھے۔+

عرب کے قبائل مین قریش کے گھرانے کا رتبہ ایسا تھا جیسا بنی اسرائیل مین لاویون کا مرتبہ تھا۔ اور اونہین بھی وہی امتیازات حاصل تہے جو انکو اپنی قوم مین تہے یہ اختیارات و مراتب عیسائیون کے یہان کی کاہنون کے مراتب سے ملتے جلتے ہین۔+

وہ سب پر حکمران تہے اور انپر حاکم بالادست کوئی شخص نہ تہا جس گہرانے مین چاہتے شادی بیاہ کرتے اور اس بارہ مین انہین کسی شرط کا پابند ہونا نہ پڑتا۔ اور اپنی لڑکیان کسی غیر گہرانے والے سے اوس وقت بیاہتے جبکہ اسپر پہلے اورکٹر دیندار بننے کی شرط لگا دیتے۔ نیز ایض وارکان حج کا تقرر انہون نے ہی کیا اور اُسے لوگون کے لئے لازم انہین نے بنایا تہا اور انہین ہر امر مین خاص اختیارات وحقوق حاصل تہے۔+

جاہلیت مین عرب کی حکومت

عرب سے ایک خاص صورت پر ہماری مراد حجاز کے باشندے ہین۔ اور اُن مین سے بھی مخصوص طور پر قبیلہ قریش کے لوگ کیونکہ اُن مین ہی اسلام کا ظہور ہوا جسکی وجہ سے تمدن اسلامی کی بنیاد پڑی جسے ہم بیان کرنا چاہتے ہین۔

زمانہ جاہلیت مین تمام اہل بادیہ (صحرائی عربون) کے یہان حکومت کا انداز یکسان تہا جو ضرورتین متمدن دنیا کے رہنے والون مین بیسیون شخصون سے پوری ہوتی ہین صحرائی قومون مین وہ سب تنہا ایک ہی سردار کی ذات مین جمع ہو جاتی ہین۔ وہی امیر یا بادشاہ بھی ہوتا ہے وہی قاضی وہی صاحب خزانہ اور سردار فوج وغیرہ غرضیکہ تمام کاروبار اُسی شخص واحد کی ذات سے وابستہ ہوتے تہے۔ اہل عرب کے یہان جو شخص اُن مین سب سے زیادہ طاقتور عقیل اور سب سے بڑہکر صاحب تدبیر ورائے ہوتا تہا بلا کسی قسم کی سازشون اور تعمد کے اُسی کو امیر بناتے تہے اور اگر اُن مین سے کئی شخص عقل وتدبیر اور زور وقوت مین برابر ہوتے تو اُس وقت اُن سب مین سے زیادہ عمر والے اور صاحب جاہ شخص کو منتخب کر لیا کرتے تہے۔ اور جب کئی قبائل کے لوگ متفق ہو کر کسی لڑائی پر آمادہ ہوتے اور اونہین ایک ایسا سردار درکار ہوتا جو اون سب لوگون پر افسری کرے اُس وقت یہ تدبیر کرتے کہ سب سردارون کے نام پر قرعہ ڈالتے تہے جسکے نام چٹھی نکلتی اُسی کو بلا عذر افسر عام

مان لیتے اس صورت مین خود ہی اور بزرگی کا بہی لحاظ نہ کرتے تہے مذکورہ بالا حالت صحرائی اور خانہ بدوش عربون کی تہی جو جنگ و جدل اور لوٹ مار کے عادی تہے۔ باقی رہے شہری عرب اور وہ اہل مکہ تھے جن کے یہان خانۂ کعبہ کا خادم سرداری کا مستحق ہوتا تہا اور جب خدمت بیت اللہ قریش کے گہرانے مین آگئی تو اُسوقت سے وہ ہر معاملہ مین سردار و افسر شمار ہونے لگے۔
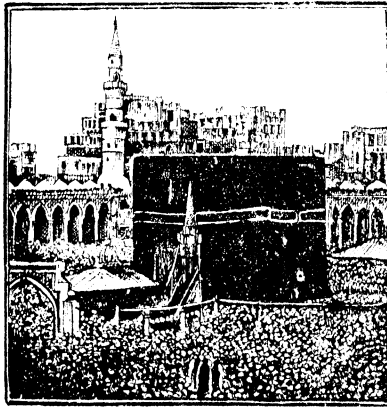
(کعبہ)

کعبہ تجارت اور قریش

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہین قریشی لوگ شہر کے رہنے والے اور تجارت پیشہ تہے۔ اُنکی تجارت کا قیام و بقا اُن حاجیون کی آمد پر تہا جو تہوارون اور موسمون مین مکہ آیا کرتے تھے۔ لہذا انکے لئے مقتضائے مصلحت یہی تہا کہ وہ آمد و شد کی راہ کو آسان بنانے اور لوگون کو حج کی رغبت دلانے مین کوشش کرتے رہین۔ جن اُمور نے قبایل عرب کو زیارت کعبہ پر آمادہ کیا تہا اُن مین سے ایک سبب اور بڑا سبب یہ تہا کہ ہر قبیلہ کا ایک خاص بت ہوتا تہا جسکی زیارت اور اُسپر قربانی چڑہانیکے لئے وہ قبیلہ مقررہ موسم مین آیا کرتا تہا۔ یہانتک کہ خانۂ کعبہ مین بتون کی تعداد تین سو سے بڑہ گئی تھی جن مین چہوٹے بڑے ہر قسم کے بت تہے۔ کوئی آدمی کی صورت کا تھا اور کوئی جانورونکی شکل کا۔ اور

چند نباتاتی اشکال کے تھے۔

طایف سے تھوڑی ہی فاصلہ پر ایک بازار تھا جسکے اندر ماہ ہاے حرام کے زمانہ مین لوگونکا جماو ہوتا تھا۔ لوگ وہان کھجوروں کے جھنڈون مین اپنے اپنے خیمے استادہ کرتے اور خرید و فروخت اور تبادلہ مال مین مصروف رہتے۔ یہ بازار مشہور سوق عکاظ تھا۔ اسکے علاوہ دیگر مقامات پر عربون کے اور بھی میلے ہوا کرتے تھے لیکن اون مین صرف قرب وجوار کی بستیون کے باشندے اکٹھے ہوتے۔ مگر عکاظ مین ہر جانب سے جوق جوق باشندگان عرب آتے تھے اور ہر قبیلہ و حصہ ملک کے رہنے والے شریک ہوتے تھے۔ قریش والون نے عکاظ مین لوگون کے بکثرت آنیکے اسباب مین اتنی اور بھی زیادتی کردی تھی کہ اونھون نے اُسے ادب (لٹریچر) اور شاعری کا اکھاڑا بنا دیا تھا جہان پر عرب کے قبیلے اپنے اپنے باکمال شاعرون اور مقررون کو پیش کرتے جو اشعار پڑھتے اور مباحثہ و مناظرہ کرکے اپنا فخر جتایا کرتے تھے۔ اور جسکا کوئی عزیز یا برادر قیدی ہوتا وہ اوسکے لئے فدیہ دینے کی کوشش کرتا۔ اگر کسی کو حق حکومت حاصل ہوتا اور وہ اپنے حق کو نہ پاتا تو اس موقع پر وہ بھی اپنے استحقاق کو عیان کرتا جسکی وجہ سے اُسے حکومت حاصل ہو سکے۔ ایام موسم یعنی میلہ کے دنون مین ایک خاص شخص کو عکاظ کا والی (حاکم) بنا لیتے تھے جو باہمی اختلافات اور جھگڑون کا فیصلہ کرتا۔ یہ حاکم اکثر بنی تمیم کے گھرانے سے ہوتا تھا۔ لوگ عکاظ کے میلہ سے فراغت پاکر عرفات مین ٹھیرتے تھے۔ اور وہان سے مکہ جاکر ارکان حج ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھرونکو واپس جاتے تھے۔

قبیلہ قریش کے لوگ تجارت کے لئے سال مین دو سفر کیا کرتے تھے۔ جاڑون کا سفر یمن کی جانب اور گرمیون کا بصریٰ کی جانب جو صوبہ حوران ملک شام کا ایک عمدہ شہر اور تجارتی منڈی تھا۔ گویا کہ مکہ یمن اور شام کے مابین قیام تجارت کا ذریعہ تھا۔ تجارت کے راستے یون تو نہایت خطرناک رہتے تھے۔ اقوام عرب کی لوٹ مار سے بچنا مشکل بلکہ محال تھا لیکن اہل قریش اس سے محفوظ تھے کیونکہ بوجہ خادم کعبہ ہونیکے لوگ انکی عزت اور توقیر کرتے تھے اُنھین نقصان کیونکر پہونچاتے؟۔ اہل قریش اکثر اوقات فارس اور حبشہ کا سفر بھی کیا کرتے تھے۔ وہ ملک شام سے کپڑے اور غلہ۔ فارس سے شکر اور موم وغیرہ اشیاء تجارت لایا کرتے تھے۔

بیان بالا سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اہل مکہ کا ذریعہ معاش اور سرچشمہ گزران خانہ کعبہ تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اہل مکہ کے لئے اُس وادی مین رہنا جس مین نہ کھیتی ہو سکتی تھی اور نہ پانی میسر تھا غیر ممکن ہوتا۔ بکثرت سفر کرتے رہنے اور اطراف عراق و شام کی متمدن دنیا سے ملتے جلتے رہنے کی وجہ سے اہل قریش تمام باشندگان عرب مین سب سے زیادہ عالم

تجربہ کار اور صاحب فہم ہو گئے تھے۔ اور چونکہ خانہ کعبہ کو اُن کے بسر اوقات کے اسباب سے بہت کچھ تعلق تھا لہذا اُنھون نے اوسکی حالت درست کرنے مین خوب توجہ سے کام لیکر لوگون کے لیئے وہان کا آنا آسان بنا دیا تھا۔ اہل قریش نے خانہ کعبہ کے آس پاس پانی کی سبیلین لگا رکھی تھین اور کھانا کھانے کے لیئے مکانات بنائے تھے۔ نیز اُس زمین کو جو خانہ کعبہ کے جوار مین تھی حرم (قابل عزت) بنا کر اوسکی حدود مین جنگ و قتل کو حرام کر دیا تھا۔ اور اپنے خاندان مین سے کسی کو سبیل کا متولی مقرر کیا۔ اور کسی کو کھانا کھلانے کا مہتمم غرض اسی طرح سے تمام خدمات اپنے آدمیون کے سپرد کر رکھی تھین۔ یہ خدمتین اور ضرورتین روز بروز بڑھتی ہی گئین یہانتک کہ اسلام سے پہلے پہلے پندرہ سولہ خدمتین معین ہو چکی تھین جن سے اُس زمانہ کی حکومت اور سلطنت کے کاروبار مراد ہین جو قبیلۂ قریش کے کنبون نے آپسمین تقسیم کیئے ہوئے تھے۔ قریش کے زیادہ تر مشہور کُنبے یہ تھے :۔

ہاشم۔ امیہ۔ نوفل۔ عبدالدار۔ اسد۔ تیم۔ مخزوم۔ عدی۔ جمح۔ اور سہم ان مین سے ہر ایک کے واسطے ایک ایک خدمت یا زائد مقرر تھی جو ذیل مین درج ہوتی ہین :۔

(۱) سدانۃ۔ جسے حجابۃ بھی کہتے تھے اس خدمت کا والی کعبہ کا حاجب ہوتا تھا۔ خانہ کعبہ کی کُنجی اُسی کے پاس رہتی تھی۔ وہ لوگون کے اندر جاتے وقت کعبہ کا دروازہ کھولتا تھا اور پھر اُسے قفل لگا دیتا۔ اس منصب کو انکے نزدیک اول درجہ کی عزت حاصل تھی۔ یہ طریقہ خدمت عربون نے یہودیون سے سیکھا تھا۔ کیونکہ انکے یہان ایک خاص کاہن ہیکل کی حفاظت پر مقرر ہوا کرتا تھا جسے وہ "دربان" کہتے تھے۔ اور عقد فرید کے مصنف نے "سدانۃ" اور "حجابۃ" کو دو علیحدہ خدمتین بتایا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) سقایۃ۔ (سبیل) اس خدمت کا متولی مکہ مین پانی کے کمیاب ہونیکی وجہ سے حاجیون کو پانی پلانیکی فکر رکھتا اور آب رسانی کے اہتمام مین مصروف رہتا۔ وہ چمڑے کے حوض بنوا کر کعبہ کے آس پاس رکھتا اور کنوون سے میٹھا پانی مشکون اور پکھالون مین بھروا کر اونٹون پر بار کرکے منگواتا اور ادن حوضون مین ڈلواتا۔ یہ صورت اُس وقت تک قایم رہی جبکہ زمزم کا کنوان کھودا گیا اسکے بعد وہ اُسی کے پانی کی سبیل لگانے لگے۔ سقایۃ کی خدمت بنی ہاشم کے کنبہ مین تھی۔

(۳) رفادۃ۔ یہ ایک رقم ہوتی تھی جسے قریش کے لوگ ہر موسم مین اپنے مالون مین سے نکالکر صاحب رفادۃ کے پاس جمع کر دیتے تھے۔ وہ اُسی آمدنی سے کھانے پکوا کر محتاجونکو کھلاتا تھا۔ سب سے پہلے جسنے رفادۃ کا

حکم جاری کیا وہ شخص قصی تہا جسکا بیان اوپر آچکا ہے۔ پہلے رفادہ کا اہتمام بنی نوفل کے گہرانے مین تہا اور کچہہ عرصہ بعد بنی ہاشم کے گہرانے مین آگیا۔

(۴) عقاب۔ یہ قریش کے جنگی نشان کا نام تہا۔ جب وہ کسی لڑائی پر تیار ہوتے تو اُسے نکالتے اور جس شخص کو باتفاق باہمی نشان بردار بناتے اُسکے سپرد کردیتے تھے۔ ورنہ وہ اُسی شخص کے پاس رہنے دیتے تہے جسکے یہان نشان کا رہنا مقرر تہا۔ اور وہ مستقل علم بردار بنو امیہ مین سے تھا۔

(۵) ندوہ۔ یہ ایک گہر تہا جسے قصی نے کعبہ کے ایک پہلو مین تعمیر کیا تہا اس مین اہل قریش کے نامی لوگ جمع ہوکر مشورہ کرتے تہے اس گہر مین وہ شخص داخل نہ ہوسکتا تہا جسکی عمر چالیس سال سے کم ہو۔ یہ بہی شرط تہی کہ کوئی عورت یا مرد اس گہر کے سوا اور کہین شادی نہ کرے دولہ اور دلہن دونون کو اس مین لیجا عقد باندہتے تہے اور لڑائی پر چلنے کے لئے فوج کا نشان بہی اسی گہر مین مرتب کیا جاتا تہا۔ بالغ لڑکیون کو زنانہ لباس بہی اسی گہر مین پہنایا جاتا۔ مالک مکان اپنے ہاتہہ سے اُسکے کپڑے قطع کرتا اور اُنہیں پہناتا تہا۔ جب اُنکی (قریش کی) لڑکیان سن تمیز کو پہونچتی تہین تو یہ رسم ادا کی جاتی تہی۔ دار الندوہ بنی عبد الدار کے قبضہ مین تہا۔

(۶) سپہ سالاری۔ امیر قافلہ کا یہ بہی عہدہ تہا اس خدمت کا عہدہ دار تجارت اور جنگ کے سفرون مین سردار دستے کے آگے آگے چلا کرتا تہا۔ سپہ سالاری کی خدمت بنی اُمیہ کے گہرانے مین تہی اور آغاز اسلام مین اس خدمت کی ذمہ داری ابو سفیانؓ معاویہؓ کے والد کے سپرد تہی۔

(۷) مشورۃ۔ یہ خدمت جسکے سپرد ہوتی تہی اُس سے تمام اہم کامون مین رائے لیجاتی تھی۔ یہہ عہدہ بنی اسد کے کنبہ مین تہا اور جبتک قریش کسی بات کو اُنکے سامنے نہ پیش کرلیتے اُسپر ہرگز متفق نہ ہوتے تھے۔

(۸) اشناق۔ خون بہا اور تاوان کی وصولی کا نام تہا۔ جب کوئی شخص کسی خون بہا یا تاوان کو برداشت کرکے اس معاملہ مین قریش سے رائے دریافت کرتا تو وہ اُسکی تصدیق کرتے۔ اور اس خدمت کا تعلق بنی تیم کے کنبہ سے تھا۔

(۹) قُبّہ۔ یہہ ایک خیمہ تھا۔ جب لڑائی کو نکلتے تو اُسے استادہ کرکے اُس مین وہ سامان جمع کرتے جسکی ضرورت فوج کی آراستگی کے لئے ہوتی تہی اور جو ہمارے یہان کے اُس امر سے بہت کچہہ مشابہ ہوتا تھا جسکو ہم اپنی اصطلاح مین "مہمات حربیہ" کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ (کمسریٹ یا میگزین)۔

(۱۰)۔ اعنّۃ۔ گھوڑون کی باگون کو کہتے ہین اس منصب کا مالک حالت جنگ مین قریش کے گھوڑون کا نگران ہوتا تہا اور اونکی ضروریات کی فکر کرتا تہا۔

(۱۱)۔ سفارت۔ یہ اس قسم کی خدمت ہتی کہ جب اہل قریش کسی دوسرے عربی قبیلہ سے جنگ کرتے اور اوس سے صلح کی گفتگو کرنی چاہتے توکسی سفیر کو بہیجتے تہے۔ اور اگر کوئی خاندان کسی قسم کا فخر جتانیکے ساتہہ اُن سے منافرۃ کرتا تو سفیر ہی کو منافر بناتے اور اُسکے حکم کو تسلیم کرلیتے تہے۔ زمانۂ جاہلیت مین قریش کی سب سے پہلے سفیر عمر بن الخطاب رضؓ (اسلام لانے سے قبل تک) تہے۔

(۱۲)۔ ایسار۔ فال کے تیرون سے استخارہ وغیرہ کے طور پر باہم تقسیم کرنیکے عمل کا نام تہا۔ جب وہ جنگ یا سفر کے واسطے کسی اہم کام کی بابت تقسیم کار کرنا چاہتے تو اونہی جوئے کے تیرون سے کرتے جیساکہ آجکل چہٹی یا لاٹری ڈالنے کا طریقہ جاری ہے۔ اس خدمت کی تولیت بنی جمح کے گہرانے مین تہی۔

(۱۳)۔ حکومت۔ یہ اُنکے یہان لوگون کے مابین واقع ہونیوالے جہگڑون اور اختلافون کے فیصل کرنیکا نام تہا۔ جو اسلامی عہدہ قضا یا تحکیم (پنچایت) کے مشابہ ہتی۔

(۱۴)۔ اموال محجرۃ۔ یہ اس قسم کے مال ہوتے تہے جنہین وہ لوگ اپنے دیوتاؤن کے نام پر نامزد کردیتے (چڑہا دیتے) تہے۔ اس مین نقد اور زیور سب کچھہ شامل ہوتا تہا۔ اور بسا اوقات بیت المال کے مشابہ ہوتا تھا اس کی ولایت بنی سہم کے گہرانے مین ہتی۔

(۱۵) عمارۃ۔ اس سے یہ مراد ہوتی ہتی کہ خانۂ کعبہ کی مسجد (بیت الحرام) مین کوئی شخص گالی یا بُری بات زبان سے نہ نکالے۔ اور وہان چیخنے چلانے نہ پائے۔

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ ان ضرورتون مین سے بعض ضرورتین ایسی بہی ہین جو عموماً مفید یا اہم نہین ہین لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قریشیون نے ان ضرورتون کی تعداد عمداً بڑہا دی تہی تاکہ ایک ایک خدمت سب کے سپرد کرنیسے قریش کے تمام کنبون کو راضی رکہین۔ انہین ڈر تہا کہ مبادا ان مین باہم رشک اور عداوت پیدا ہو جائے جو باعث تباہی ہے۔ اور نیز خانۂ کعبہ کی کمال بزرگی و تعظیم کے لحاظ سے بہی ایسا کیا تہا اس لئے کہ خانۂ کعبہ کی عزت و عظمت اُن کے لئے باعث منفعت تہی۔ اسی کیوجہ سے لوگ وہان بکثرت آتے تہے جن سے وہ ہر قسم کا فائدہ اوٹہاتے تہے۔ +

اور اس سے یہ بہی معلوم ہوگیا کہ اہل قریش نے اُن خدمتون مین انتظام ملک اور دین نظم حکومت اور جنگ

وغیرہ سب باتون کو اکٹھا کر لیا تھا لیکن اُنہین اپنے ہی قبیلہ مین تقسیم کرکے ایک جمہوری حکومت کی صورت بنالی تھی۔ یا وہ ایک خاص قسم کی حکومت تھی جسکی نظیر متمدن اقوام مین نظر نہین پڑتی۔ البتہ وہ بسا اوقات بعض وجوہ سے حکومتِ شوریٰ (گورنمنٹ باجلاس کونسل یا پارلیمنٹ) سے مشابہ ہوتی تھی۔ مگر اُس پارلیمنٹی حکومت مین ایک افسر ہوا کرتا ہے جو بادشاہ یا شہنشاہ ہوتا ہے۔ اور اس قریشی طرز حکومت مین بجز اسکے کہ دارالندوہ کے مالک یا خانہ کعبہ کے خادم کو تھوڑی سی ریاست حاصل ہوتی تھی اور کوئی ایسی وجہ مشابہت نہ تھی۔ +

اِسلام سے پہلے عربونکا ترقی کیلئے اُبھرنا

اِسلام سے پیشتر کی تاریخ عرب اگرچہ مبہم اور پیچیدہ ہے لیکن اُسے بغور دیکھا جائے تو بہت سے ایسے اُمور واضح ہوتے ہین جو غور و فکر کی جولانگاہ بن سکتے ہین۔

اُنہین اُمور مین سے جنہین سوچ سمجھکر کسی بات کا اعتبار کرنے کی گنجایش ہوسکتی ہے ایک بات یہ تھی کہ باوجود عرب کے مختلف قبیلون اور گھرانون پر منقسم ہونیکے پہلی صدی قبل ہجرت سے آگے آگے اُن مین بہت کم کوئی مشہور شاعر یا خطیب۔ یا حکیم۔ یا کاہن پیدا ہوا۔ اس بارہ مین یہ اعتراض ہی نہین ہوسکتا کہ جو نامور لوگ پہلے گزرے ہون ممکن ہے کہ اُن کے حالات بوجہ فن تاریخ کے مدون نہونیکے تلف ہوگئے ہون گے۔ کیونکہ اہل عرب کو بہت سی صدیون پہلے کے حالات مثلاً قوم عاد اور ثمود کے قصے تو یاد رہین اور جو لوگ دو ایک صدی قبل از ہجرت مشہور ہوگزرے ہون اُنکے حالات بالکل بھول جائین۔ لہٰذا اگر اسلام سے پہلے کی اخیر صدیون مین کوئی شاعر یا خوش بیان شخص گزرا ہوتا تو اُسکے اخبار بالکل ضائع نہین ہوسکتے تھے۔

اِسلام سے ایک صدی پہلے نامور شاعرون اور خوش بیان لوگون کا پیدا ہونا اور یکایک اہل عرب کا میلان خاطر اس جانب ہوجانا ہم نے اسی کا نام اسلام سے پہلے عربون کا ترقی کیجانب اُبھر چلنا رکھا ہے۔ علاوہ برین وہ اُٹھان صرف شاعری اور زباندانی ہی تک محدود نہ تھا بلکہ اُن دنون عرب مین ایک قسم کا دینی خیال بھی موجزن تھا جسکی وجہ سے لوگون کی فکرین منتشر اور عقاید خلط ملط ہورہے تھے۔ اہل جاہلیت یہ ہی نہ جانتے تھے کہ ہم کسکی نماز پڑھتے ہین (دعا مانگتے) اور کس سے وسیلہ پکڑنا چاہتے ہین اُن مین سے کوئی ایک شخص ایسا ہی ہونا تھا جو قربانی

بُت پر چڑھاتا اور نام خدا کا لیتا تھا۔ پتھروں۔ آگ اور بتوں کے پوجنے والے بھی اُن مین موجود تھے اور توحید کے ماننے والوں اور مشرکوں کا بھی وجود تھا۔ اسکے سوا اور بہت سی ملی جلی عبادتوں کے طرز تھے۔ اسی ہیجینی کے دوران مین شراب کے حرام ہونے اور بتوں سے بدعقیدہ ہونیکے خیالات کا ظہور ہوگیا جسکی وجہ سے بہت سے لوگ نبوت کی جانب سے کوئی بہتری حاصل ہونیکے امیدوار ہورہے تھے اور اونکی مجلسون مین اسی قسم کے تذکرے ہوا کرتے تھے مختلف قبیلوں کے کئی شخصون نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کردیا تھا اور بعضون نے دعوے کرنیکا قصد کیا تھا۔ یہ سب باتین ایسی ہین جو لوگونکے ذہنونکے دینی معاملہ کی جانب سے متنبہ ہوجانے پر صاف صاف دلالت کرتی ہین اور بتارہی ہین کہ لوگ انجام کار کی فکرون مین مبتلا تھے۔

(اس اُٹھان کا سبب کیا تھا؟) اس سے پہلے ہم عدنانی عربون کے۔ ترقی کیلئے مستعد ہونیکی کیفیت اور اُنکی قابل تمدن ہونیکی صورت بیان کرچکے ہین۔ اُس ذہانت اور تیزفہمی کیوجہ سے جو فطرتاً اُنہین عطا ہوئی تھی اُن مین اس قسم کی استعداد موجود تھی جو اُنہین ادنیٰ توجہ ہونیکے ساتھ ہی ترقی یافتہ اور متمدن قوم بنادے۔ مگر چونکہ وہ لوٹ مار مین مصروف اور عزت و شان کی طلب سے بوجہ متمدن دنیا سے دور ہونیکے قاصر تھے لہذا ان قوتون کو کام مین نہ لاسکتے تھے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان کی قوتین اُسی صورت مین نمایان ہوتی ہین جبکہ وہ مصیبت کے شکنجے مین کسا جاتا ہے اور گردش زمانہ کے پنجون مین پہنستا ہے اور یہی تمام فطری اور طبیعی قوتون کی کیفیت ہے۔ اسلیے ایک تنہا شخص غالباً اُس وقت تک عزت اور ناموری کا خواہان نہین ہوتا جبتک کہ اوسکو فقر و فاقہ کی مصیبت تنگ نہ کردے یا کوئی اُسکا ہمچشم اُس سے کسی ایسے معاملہ مین لاگ ڈانٹ نکرے جس مین اُسے اپنے اُس ہمسر سے بڑھ جانیکا خیال پیدا ہو۔

قومون کی ترقی کیجانب مائل ہونیکے اسباب خارجی لڑائیان اور باہمی خانہ جنگیان ہوتی ہین مگر اوّل الذکر صورت یعنی غیر اقوام سے جنگ و جدل کا چھڑ جانا اس معاملہ مین زیادہ مؤثر ہے کیونکہ اس صورت مین اُنہین دوسری قومون سے ملنا جلنا پڑتا ہے اور یہہ باہمی میل ملاقات تبادلہ خیالات کا ذریعہ بنکر اونکو دوسرون کے عادات و اخلاق سے فائدہ اُٹھانیکا موقعہ اور غیرونکے مقابلہ مین اپنی برتری دکھانیکا جوش دلاتا ہے۔ تاریخ عالم مین اسکے بہت سے شواہد موجود ہین۔

اسلام سے قبل کی دو صدیون مین حبش والون کے یمن پر حملہ آور ہونے اور اودہر سے پلٹ کر اُنکے ایک صدی ہجرت سے قبل کے وسط مین حجاز پر فتح مکہ کی نیت سے چڑہ آنے اور کعبہ پر قبضہ کرنیکی کوشش سے

حجازی عربون کو جس مصیبت اور دقت کا سامنا کرنا پڑا وہ دبا و آخر کار انکی ترقی کی طرف توجہ کرنیکا ذریعہ بن گیا اور غیر قوم کی بیجا مداخلت انکے غیرتمند دلون کو چوٹ دیگئی۔ اُسی وقت سے ان مین ترقی کی روح پہنک گئی جس حالت مین حبش والون نے مکہ پر فوج کشی کی ہے اور خانہ کعبہ کو گرا دینے کا ارادہ کیا ہے اُن دنون خانہ کعبہ کی خدمت اور قریش کی ریاست نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد عبدالمطلب کو تفویض تھی حبشیون کا ٹڈی دل لشکر اور سامان جنگ انکے زبردست ہاتھیون کی قطار یہ سب ایسی چیزین تہین جنکو اہل مکہ دیکھنے کے عادی نہ تہے۔ کیونکہ قبایل عرب کے دلون مین خانہ کعبہ کی جو قدر و منزلت تہی وہ انکو اغیار کے حملون سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک مستحکم قلعہ کا کام دیتی تہی۔ مکہ والون کو کبھی اسکا خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ ہمپر کسی دشمن کی چڑہائی ہوگی لیکن جب انہون نے دیکھا کہ حبشی فوجین سر ہی پر آگئین تو انکو اُس خطرہ کی صورت دکھائی پڑی جو درپیش تھا اور انہین اتحاد باہمی کی جانب اپنا محتاج ہونا محسوس ہوگیا تاکہ متفقہ قوت سے بیرونی دشمن کی مدافعت کرسکین۔ انہون نے آپسمین اتحاد قایم کیا اور آخرکار حبشیون کو پیچھے ہٹا دیا۔ مگر اسی واقعہ نے انہین غفلت کی گہری نیند سے بھی اُٹھا دیا انکے ہوش درست ہوگئے اور اُس وقت سے انکی فطری قوتین اور خوبیان نمایان ہونے لگین۔ مکہ والون کے دلون مین اس حملہ کا سخت اثر ہونا اس بات سے پایا جاتا ہے کہ انہون نے اس سے بعد کے زمانہ مین اس حادثہ عجیب کو بطور سنہ کے استعمال کیا اور اسی کا نام "عام الفیل" (ہاتھیونکا سال) رکھا تھا۔ زمانہ کی اسی ایک گردش اور رگڑ نے جو عرب والون کو پہونچی تہی اُن کے کان کہولدیئے تہے اور اسکا نتیجہ صرف یہی نہ ہوا کہ انہون نے محض کسی قدر دینی اور ادبی (لٹریری) ترقی پر بس کیا ہو؟ نہین۔ بلکہ اس حادثہ نے عرب کے ملک مین بہت سے ایسے آدمی پیدا کر دیئے جو سپہ سالاری۔ انتظامی قوت اور حکمرانی مین نامور ہوئے اور بعد مین اسلام کے نہایت تیزی کے ساتھ پہیلنے مین انکے وجود کا بہت کچھہ اثر ہوا۔ اسکی بھی وہی صورت ہے جیسی کہ ملک فرانس کی بدامنی نے نپولین بونا پارٹ اور اُسکے قوت بازو افسرونکو پیدا کیا۔

اسکے علاوہ کچھہ "عام الفیل" ہی مین انکے اُٹھان کی ابتدا نہ ہوئی تہی بلکہ یہ ترقی اور اصلاح کی حالت اُسی وقت سے شروع ہو چلی تہی جبکہ حبش والون نے یمن پر حملہ کیا ہے اور انکے حجاز کی جانب پیش قدمی کرنے پر وہ ترقی کی صورت کامل طور پر جلوہ گر ہوگئی۔ خلاصہ یہہ ہے کہ کچھہ ہی سبب کیون نہ ہو۔ مگر یہ ضرور ہے کہ عرب کے ملک مین اسلام سے کچھہ زمانہ قبل سے ایک قسم کی لٹریری اور دینی ترقی کا اقدام (آغاز) ہو رہا تھا اور یہ صورت گویا قبول اسلام کی تمہید تہی اور اوسکی امداد پر آمادگی عیان کرنیکا مقدمہ اور اس قسم کی تحریکین اکثر حالتون مین دینی دعوتون سے پہلے

پیدا ہو جایا کرتی ہین تاکہ لوگون مین اُس مذہبی اور روحانی دعوت کے قبول کرسکنے پر آمادگی و صلاحیت پیدا ہو جائے یہہ ایک قدرتی قانون ہے۔ +

اسلام کی دعوت

جس وقت نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب شریعت اسلامی نے ظاہر ہو کر لوگون کو توحید کی جانب بلایا ہے اُس وقت حجاز کی یہ حالت تھی جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ نبیؐ موصوف نے سنہ ۶۰۹ عیسوی مین جبکہ انکی عمر چالیس سال کی تھی اس دعوت کا اعلان کیا۔ اس موقعہ پر اُنکے تمام اوصاف و عادات کے بیان کرنے کی گنجایش نہین ہے البتہ ہم صرف اُس قدر حالات بیان کئے دیتے ہین جنکا تعلق اس مضمون سے ہے کیونکہ ہمین ایسے اسباب کا بھی ذکر کرنا پڑے گا جنھون نے اس دعوت کے ظہور کا ساتھ دیا اور اسکی اشاعت مین امداد کی۔

صاحب دعوت اسلامی اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے۔ اور جس وقت آپ کی عمر صرف چھہ سال کی تھی۔ والدہ ماجدہ نے بھی دنیا سے رحلت کی۔ اسکے بعد آپکی کفالت آپکے دادا عبدالمطلب نے کی۔ کعبہ شریف کی خدمتون مین سے سقایۃ (سبیل) اور رفادۃ کی خدمت عبدالمطلب ہی کے سپرد تھی اور قریش کے گھرانے مین انکا بہت بڑا مرتبہ تھا۔ لیکن دو ہی سال کے بعد اُنھون نے بھی وفات پائی اور نبیؐ اسلام کی پرورش اور پرداخت انکے چچا ابوطالب نے اپنے ذمہ لی۔ ابوطالب وجیہہ اور معزز آدمی تھے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُنکے گھر مین مثل اُنکے ایک بیٹے کے پرورش پاکر جوان ہوئے۔ ابوطالب بھی اور قریشی لوگون کی طرح تجارت پیشہ تھے۔ اسلئے جب وہ بغرض تجارت کہین سفر کو جاتے تو حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ساتھ لیجاتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ تھوڑی ہی عمر کے زمانہ سے نیک چلنی۔ سمجھداری۔ اور عمدہ عادتون اور سچی خوبیون کے ساتھ مشہور عام ہو گئے جسکی وجہ سے اہل قریش نے اُنھین "امین" کا لقب دیا تھا۔ وہ تمام مکہ مین اس لقب کے ساتھ مشہور و معروف ہوئے تو بی بی خدیجہؓ بنت خویلد کو جو صاحب مال و منال اور بڑی تاجرہ تھین انکے حالات کی اطلاع ہوئی اُنھون نے آپ کو بلوا کر اپنا مال بغرض تجارت سپرد کیا۔ انھون نے اپنی خوش معاملگی سے تھوڑی ہی مدت مین بہت سا نفع حاصل کیا۔ بی بی خدیجہؓ کو انکی دانائی اور کارگزاری بہت پسند آئی اور اُنھون نے آپ سے

نکاح کا پیغام دیا آنحضرتؐ نے اُن سے نکاح کر لیا اور اُنکی دولت سے فائدہ اُٹھا کر اطمینان حاصل کیا۔ اب وہ خوشحال ہو گئے تھے اور مکہ کے تمام لوگ اُنکو عزیز رکھتے اور اُنکی حرمت کرتے تھے۔

جس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو وہ لوگون سے کنارہ کش اور گوشہ نشینی کیجانب مائل ہوئے پہاڑون کے غارون مین جاکر عبادت کرنے لگے۔ جیسے تارک الدنیا گوشہ گزینون کی عادت ہوتی ہی۔ اُسی سال کے ماہ رمضان مین وہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر کوہ حراء کے غار مین رہتے تھے اور بی بی خدیجہؓ بھی اُنکے ہمراہ تھین کہ اسی مہینے مین اُنہون نے پہلا خواب دیکھا اور جلد جلد اپنی بیوی کے پاس آکر اُنسے کہا کہ اُنہین جبرائیل دکھائی دیئے اور اشارہ کیا کہ یہ آیت پڑھین "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۔ الآیۃ" جبکو اُنہون نے پڑھا اور یہ صورت بھی پیش آئی کہ جب وہ غار سے باہر نکلکر پہاڑ کے وسط مین آئے تو اُنہون نے ایک آسمانی آواز کو یہہ کہتے ہوئے سُنا کہ "اے محمدؐ تم خدا کے رسول ہو اور مین جبرائیلؑ ہون" اس آواز کو سُنکر وہ لرزنے لگے اور خوف زدہ ہوکر دوڑے ہوئے خدیجہ رضؓ کے پاس گئے اور اُنہین اس واقعہ کی خبر دی خدیجہ کے ایک چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل نامی کتب سماوی کے بڑے عالم اور اہل تورات و انجیل کی صحبت کا فیض اُٹھائے ہوئے شخص تھے۔ مکہ مین مذہب اور نبوتون سے متعلق اُنکے جید عالم ہونیکا شہرہ تھا۔ بی بی صاحبہ اُنکے پاس گئین اور واقعہ مذکورہ کی اطلاع کی۔ ورقہ بن نوفل نے کہا "جسکے ہاتھہ مین ورقہ کی جان ہے اُسی کی (خدا کی) قسم کہ اگر اے خدیجہؓ تو مجھسے سچی بات کہہ رہی ہی تو بلاشبہ وہ ناموس اکبر آیا تھا جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا اور کوئی شک نہین کہ محمدؐ اس امت کا نبی ہے"

بی بی خدیجہؓ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس واپس آئین اور ورقہ کی گفتگو سے اُنہین مطلع کیا جسے سنکر اُنکا دل مطمئن ہوا اور وہ شہر مکہ مین واپس آ گئے۔ مگر حالت یہ تھی کہ اُنہین اپنی دعوت کا اعلان کرنیکی جرأت نہ پڑتی تھی۔ اولاً وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے مین چونکہ قریش کے معبودون اور اُن کے بتون کے عیب بیان کرنے ہونگے اور اُن بتون کی وقعت کی جانے سے اُنکی تمام عزت و حرمت دولت و تجارت خاک مین ملجائے گی اور اُنکی ساری امیدون کا خون ہو جائیگا جسکی وجہ سے وہ تباہی مین مبتلا ہونگے اسلئے چاہتے تھے کہ اظہار دعوت کرین مگر ہمت نہ بندھتی تھی۔ ثانیاً۔ اُنہین یہ بھی توقع نہ تھی کہ اگر وہ قریشیون یا اہل مکہ کو اپنا نبی مرسل ہونا جتائینگے تو وہ لوگ اُنکو سچا سمجھینگے۔ ان وجوہ سے اُنہون نے خفیہ طور پر اندر ہی اندر اپنی دعوت پھیلانے کا قصد کیا اور یہ اپنے سب سے زیادہ نزدیکی لوگون مین اُسکی ابتدا کی تین سال اسی صورت پر گزارے اس مدت مین بہت تھوڑے

لوگ اُن کے گرد جمع ہوئے۔ منجملہ اونکے ایک علیؓ بن ابی طالب اُنکے چچا کے بیٹے تھے جو اُس وقت بچہ ہی تھے۔ اور ابوبکر صدیقؓ جو قریش کے دجیہہ لوگون مین سے تھے اور ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ۔ پھر انہون نے کھُلے بندون لوگون کو اسلام کی جانب بلانیکا ارادہ کیا اور اس شکل کی ابتدا خاص اپنے کنبے سے کی۔ اپنے چچیرے بھائی علیؓ بن ابی طالب کو حکم دیا کہ خاندان کے لوگون کی دعوت کرین اور اپنے چچاؤن اور اونکی اولادون کو بلائین جو تقریباً چالیس شخص تھے علیؓ نے اُن لوگون کو اپنے والد ابی طالب کے گھر مین بلایا جب وہ سب کھانا کھا چکے تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن سے کچھ کہنا چاہا۔ اُن کے کنبہ والون کو اُنکے خفیہ طور پر ہدایت اسلام کرتے رہنے کا حال معلوم ہو چکا تھا اور وہ سب اُنہین بنگاہ حقارت دیکھتے تھے۔ جب آپ کچھ فرمانے پر آمادہ ہوئے تو وہ سمجھ گئے کہ یہ اب ہم لوگون کو بھی بتون کے چھوڑ دینے اور خداے واحد کے عبادت کرنیکی ہدایت کرینگے۔ اسلئے اون کے چچا ابولہب نے جو انکا سخت مخالف اور تکلیف دینے والا تھا جلدی سے اُنہین چپ کرا دیا وہ خاموش ہو گئے۔ اور لوگ اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ کہہ نہ سکے لیکن وہ بددل نہین ہوئے اور اونکے استقلال مین کچھ کمزوری نہ آئی بلکہ اُنہون نے دوبارہ اُور دعوت دی اور دلمین ٹھان لیا کہ اس دفعہ اپنا خیال ضرور ظاہر کرینگے۔ جس وقت سب مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرتؐ نے فرمایا "مین نہین جانتا کہ عرب مین کوئی آدمی اپنی قوم کے لئے اس چیز سے بڑھکر سوغات لایا ہو جو مین تمہارے لئے لایا ہون۔ اسمین شک نہین کہ مین تمہارے واسطے دین و دنیا کی بھلائی لایا ہون اور خدا نے مجھکو حکم دیا ہے کہ مین تمہین اُسکی جانب بلاؤن۔ اب تم لوگون مین سے اس معاملہ مین کون شخص میری مدد کریگا تاکہ مین اُسے تم میں اپنا بھائی اور وصی اور خلیفہ بناؤن۔" بنو عبدالمطلب یہ گفتگو سُنکر چپ بیٹھے رہے۔ اُنکا یہ تمام سکوت بخیال حقارت تھا۔ لیکن علیؓ آگے بڑھے اور اُنہون نے کہا "اے نبی اللہ مین اُسپر آپکا وزیر ہونگا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی گردن پکڑکے ارشاد فرمایا "تمہاری جماعت مین یہ میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہے اسکی بات مانو اور اسکی اطاعت واجب جانو۔" یہ کلام سُننے کے بعد بنو عبدالمطلب ہنستے ہوئے اُٹھے اور ابی طالب سے کہنے لگے "لیجے آپکے بھتیجے صاحب آپ کو حکم دیتے ہین کہ اپنے بیٹے کی اطاعت اور فرمانبرداری کیجیو!" یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے۔ مگر اُن کے اس حقارت آمیز برتاؤ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادون مین کوئی کمزوری نہین آنے دی اور نہ اونکو اپنی قوم سے الگ ہونیکی ترغیب دی بلکہ بجائے اسکے کہ وہ ڈر کر اور پہلو بچا کر یہین تک بس کرتے اور خموش بیٹھ رہتے اُنہون نے دل کھولکر برسرعام بتون کو بُرا کہنا اور اپنے خاندان والون اور بزرگون

کو گمراہ و کافر کہنا شروع کر دیا۔ بنو عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ اب تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علانیہ بتون کو برا کہنا شروع کر دیا ہے تو وہ متفق ہو کر انکی عداوت پر تل گئے اور انہین اذیت دینے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابی طالب کی کفالت مین تھے۔ لہذا وہ لوگ اپنے اس مدعا مین کامیاب نہین ہو سکتے تھے۔ تاہم وہ ابی طالب کے پاس آئے۔ ابو سفیان (معاویہ کا والد) بھی اُن کے ہمراہ تھا اور اونہون نے کہا۔ "اے ابا طالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے دین مین عیب نکالا ہے۔ ہمارے احلام کو سفاہت قرار دیا ہے۔ اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ بتایا ہے تم اُسے منع کر دو کہ وہ ہم سے ایسی باتین نہ کہے ورنہ اوسکا ساتھ چھوڑ دو ہم خود اُس سے سمجھ لینگے" ابو طالب نے اُس وقت اُن لوگون کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا اور اُن سے کہدیا کہ مین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فہمایش کر دونگا۔

مگر پھر بھی قریشیون نے آنحضرت کو برابر اپنے دیوتاؤن کے حق مین بُرا ہی کہتے دیکھا۔ وہ لوگ دوبارہ ابی طالب کے پاس پہونچے اور نہایت غیظ و غضب سے کہنے لگے "اگر تم اپنے بھتیجے کو منع نہ کروگے تو ہم تمسے اور اُس سے لڑینگے یہانتک کہ مارینگے یا مرینگے" ابی طالب کو یہ بات شاق گزری اور اسکے نتیجہ کو وہ سمجھ گئے کہ بہتر نہ ہوگا۔ جس وقت اہل قریش اُنکے پاس سے چلے گئے تو وہ اپنے بھتیجے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے بولے "پیارے بھتیجے تمہاری قوم کے لوگ آج ایسی ایسی بات کہہ گئے ہین" حضرت کو گمان ہوا کہ چچا میرا ساتھ چھوڑ دینگے اس خیال سے انہین صدمہ گزرا اور اونہون نے جواب دیا "چچا صاحب! اگر وہ لوگ میری داہنی طرف آفتاب اور بائین طرف ماہتاب لا رکھینگے تب بھی مین اس بات کو نہ چھوڑونگا" اور روتے ہوئے واپسی کا قصد کیا۔ اُن کے چچا نے یہہ حالت دیکھکر اُنکو بُلا لیا اور کہا "جو دل چاہے کہے جاؤ واللہ مین قیامت تک بھی تمہین اُنکے ہاتھون مین نہ دونگا"

اس اثنا مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور دعوت آہستہ آہستہ پھیلتی جاتی تھی چیدہ چیدہ لوگون کی ایک مختصر جماعت مشرف باسلام ہو چکی تھی جنکی اسلامی تاریخ مین بڑی شان و عظمت ہے انہین لوگون مین سے چند یہہ بھی ہین۔ ابوبکر صدیق۔ عثمانؓ بن عفان۔ زبیرؓ بن العوام۔ عبد الرحمنؓ بن عوف۔ حمزہؓ بن عبد المطلب اور عمرؓ بن الخطاب۔ مگر ان دو پچھلے شخصون کے اسلام لانے کی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت خوشی ہوئی کیونکہ یہہ دونون وجیہہ اور زور آور لوگون مین سے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سب چچا اور کنبے کے لوگ جب اس بات سے ناامید ہو گئے کہ ابی طالب کے

ذریعہ سے کوئی کام بنجائے گا تو اُنہون نے خود ہی سلوک اور آشتی کے ساتھہ آنحضرتؐ کو رضی کرنیکی ایک چال چلی اور اون مین سے بڑے بڑے لوگون نے ندوہ مین جمع ہوکر آپ کو بُلا بھیجا۔ وہ آئے تو بڑی خاطر اور تپاک سے اُنہین ہاتھون ہاتھہ لیا اور اُن سے کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تمسے کچھہ کہنے کیلئے تمکو یہان بلایا ہے سُنو۔ واللہ ہمکو عرب کے تمام ملک مین کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہین معلوم ہوتا جس نے اپنی قوم پر ایسی بلا نازل کی ہو جیسی کہ تم نے اپنی قوم پر آفت ڈہائی ہے اور اُسے ذلیل بنایا ہے۔ تم نے باپ دادون کو گالیان دی ہین دین مین عیب نکالے ہین دیوتاؤن کو بُرا کہا ہے احلام کو سفیہہ قرار دیا ہے اور گروہ کی متحدہ قوت کو توڑ دیا ہے غرضیکہ کوئی بُری بات ایسی نہین رکہی جسکو تم ہمارے اور اپنے مابین نہین کر چکے (یعنی ہم سے کوئی بُرائی کرنیکو اُٹھا نہین رکہی)۔ اگر اِن باتون سے تمہاری غرض طلب مال ہے تو ہم سب ملکر اپنے مال و متاع مین سے تمہین اِس قدر جمع کر دیتے ہین کہ تم ہم سب سے بڑہکر مالدار ہو جاؤ۔ اگر ہمارے قبیلہ مین شرف و عزت کا خیال ہے تو ہم تمکو اپنا سردار بنالین۔ بادشاہت کا خیال ہو تو اپنا بادشاہ مان لین۔ اور اگر یہ صورت جو تمکو پیش آیا کرتی ہے جنون اور دیوانگی کے قسم سے ہے تو ہم کسی حاذق طبیب کی تلاش مین اپنے اپنے مال کو خرچ کرنے پر تیار ہین تمہارا علاج کرائینگے جس سے تمکو صحت ہو جائیگی اور صحت نہوئی تو پہر تمکو اس معاملہ مین معذور خیال کیا کرینگے"

حضرتؐ نے اسکے جواب مین فرمایا: "نہ تو میری وہ حالت ہے جو تمنے بیان کی اور نہ میرا مقصود مال و منال اور جاہ و عزت کی طلب ہے۔ بلکہ خداوند کریم نے مجھکو پیامبر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ مجھپر ایک کتاب اُتاری ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمکو اُسکے انعام کی خوشخبری دون اور اُسکے عذاب سے ڈراؤن۔ لہٰذا مین اپنے پاک خدا کے احکام تمہین پہونچاتا اور نصیحت کرتا ہون۔ اگر تم میری بات اور رسالت کو قبول کر لوگے تو یہ امر تمہاری دنیوی و اُخروی بہتری کا سبب ہوگا۔ ورنہ اگر میرے قول کو رد کر دوگے تو مین اُس وقت تک صبر کرونگا جبتک کہ خود اللہ پاک میرے اور تمہارے معاملہ کا کوئی فیصلہ نہ کر دے"

اہل قریش نے آنحضرتؐ کو ہدایت اسلام سے روکنے مین اپنی کوششین ضایع ہوتی دیکھکر ایک نیا طرز اختیار کیا اُنہون نے مسلمانون کو جو بہت تھوڑے تھے ستانا اور طرح طرح سے دق کرنا شروع کر دیا پہلے تو مسلمانون نے اُن ظلمون اور تکلیفون کو جو اُنہین قریش کے ہاتھون سے پہونچتی تہین صبر کے ساتھہ سہا لیکن کہانتک برداشت کرتے آخر تنگ آ گئے۔ اور قریش کی سخت اذیتون اور قسم قسم کی اہانتون کے تحمل سے عاجز ہو گئے۔

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہہ حالت دیکھکر اُن مسلمانون کو جنکا کوئی کنبہ نہ تہا کہ اُنہیں دشمنون سے بچاتا حکم دیدیا کہ مکہ سے نکلکر ملک حبش کو چلے جائین۔ اُن بیچارون نے آگے پیچہے ترک وطن کیا اور ملک حبش کو چلے گئے مہاجرین کی تعداد عورتون اور بچون کے علاوہ صرف (۸۳) تراسی مردون تک پہنچی تہی اور یہہ پہلی ہجرت (ترک وطن) تہی جو آغاز اسلام مین ہوئی۔ یہہ بیان کرنے کی حاجت نہین کہ مکہ سے حبش کا سفر کرنے مین کس قدر دقتون کا سامنا کرنا ہوتا ہے کیونکہ خشکی کے راستہ کو طے کرکے دریائی سفر کی مصیبت جہیلنی پڑتی ہے۔ اور خاصکر اُن دنون مین تو یہ سفر اَور بہی تکلیف دہ ہوگا۔ اور ان سب باتون پر طرہ یہ کہ اسباب مال دولت اور بال بچون کا ساتہہ لیجانا۔ کس قدر دقتون کا سبب رہا ہوگا یہ بات اسپر دلالت کرتی ہے کہ اُن لوگون کے دلون مین اسلام کا اعتقاد کس مضبوطی سے جما ہوا تہا۔

دعوت اسلام کی تاریخ مین مدت دراز تک مطالعہ کرتے رہنے اور غور کرنے سے جو بات ہماری خیال مین جم گئی ہے اُسکے بیان کرنیکے لئے ہمین اس مقام پر تہوڑی دیر کے واسطے اصل مدعا کے بیان سے رکجانا اور روئے سخن دوسری جانب پہیر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا وہ خیال حسب ذیل ہے:۔

بعض غیر مسلم مؤرخون نے کہا ہے کہ صاحب شریعت اسلامی سرداری اور وجاہت دنیاوی کی طمع مین اس دعوت پر اُٹھے تہے۔

مگر ہم اس قول کی گنجایش نہین پاتے خود دعوت اسلام کی تاریخ صاف صاف دلالت کر رہی ہو کہ پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) بالکل سچائی اور اخلاص کے ساتہہ اس ہدائیت پر آمادہ ہوئے تہے۔ وہ اپنی رسالت کی صحت کا یقین کامل رکہتے تہے اور لوگون کو اس خیال کے ساتہہ اسلام کی ہدایت کرتے تہے کہ حق سبحانہ تعالے نے اُنہین اسکی اشاعت کے لئے بہیجا ہے۔ اگر اُنکا یہ خیال نہ ہوتا تو وہ اُن قسم قسم کی تکلیفون اور اذیتون پر جو اس دعوت کی راہ مین اُنہین پہنچین صبر نہ کرتے۔ پہر یہ بہی معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کی ہدائیت شروع کرنے سے پہلے وہ تمام اہل مکہ کے نزدیک قابل عزت تہے مکہ کے رہنے والے سب کے سب انہین دل سے عزیز رکہتے اور اُنکی حرمت کرتے تہے۔ اور بی بی خدیجہ رضؓ سے نکاح کرکے اُن کے مال سے تجارت کرنیکے باعث وہ کافی طور پر مالدار اور آرام کی امیرانہ زندگی بسر کرنیکے قابل ہو گئے تہے۔ مگر ہدایت اسلام کو ظاہر کرنیکے بعد ہی وہ سب کی نظرون مین کہٹکنے لگے وہی مکہ کے لوگ جو پہلے اُنکی خاطر کرتے تہے اب اُنکے سخت دشمن اور خون کے پیاسے ہو گئے تہے۔ طرح طرح کی تکلیفین دیتے اور اہانت کرتے رہتے۔ اور اسی پر بس نہین کیا۔

بلکہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابتمند ہونیکی وجہ سے بنی ہاشم کے بھی دشمن بنگئے اور اپنے جتھے مین یہ عہد و پیمان کرلیا کہ بنی ہاشم کے کُنبہ مین شادی بیاہ نہ کرینگے اور اُنکے ساتھہ خرید و فروخت کرنا بند کردینگے اس کے متعلق ایک اقرارنامہ لکھکر کعبے کے اندر باحتیاط رکھدیا جسکی وجہ سے بنو ہاشم مکہ سے نکلکر پہاڑون مین پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور تین سال تک کوہستانی درون مین مقیم رہے۔ اگر مکہ مین آتے تو چھپکر آتے تاکہ کسی کو خبر نہو سکے۔ البتہ بنو ہاشم مین سے جن لوگون نے اہل قریش کا ساتھہ دیا تھا اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت کا اظہار کیا تھا وہ ان باتون سے بری رکھے گئے۔ مثلاً ابی لہب وغیرہ۔

پس نظر بحالات بالا یہ اعتراض ٹھیک نہین ہوسکتا کہ "نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا ابی طالب کی حمایت مین ہونے کے باعث ثابت قدم رہ سکے ورنہ ممکن نہ تھا کہ اس قدر استقلال دکھاتے" کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ آنحضرتؐ اپنے چچا کے انتقال کے بعد پہلے سے بھی بڑہکر استقلال و استقامت کے ساتھہ ہدایت حق کا کام انجام دیتے رہے اور لوگ بہ نسبت پہلے کے اب اُنہین بہت زیادہ تکلیفین دیتے تھے خصوصاً بی بی خدیجہ رضہ کے انتقال کے بعد پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا وہ ناقابل بیان تھین۔

ان دونون حامیان نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہوگیا تھا۔ انکی وفات سے جو پے در پے مصیبتین نازل ہوئین اُنکے علاوہ سخت آفت قریش والون کا ظلم و ستم تھا اور خاص کر خود نبیؐ کے چچا ابولہب اور حکم بن العاص اور عقبۃ بن ابی معیط کے مظالم کیونکہ یہ تینون اُنکے پڑوسی تھے اور گھر سے گھر ملے ہوئے ہونیکی وجہ سے اُنکے کھانے پینے کی چیزون مین غلاظت پھینکتے۔ اور جب وہ نماز پڑہنے کھڑے ہوتے تو خود اُنپر گندگیون کی بوچھاڑ کرتے۔ یہان تک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سختی اور ستم پر صبر نہ کرسکے تو اس خیال سے کہ شاید وہان کوئی شخص حق کی امداد اور انکی ہدایت قبول کرنے پر آمادہ ہوسکے طائف کو چلے گئے۔ وہان بھی اُسی قسم کا سلوک ہوتا دیکھکر واپس ہوئے لیکن اپنی ہدایت مین سے ایک حرف بھی کم نہ کیا۔ طائف والون نے اسی پر بس نہین کیا کہ آپ کی بات نہ سُنی بلکہ اُنھون نے اپنے یہان کے بدمعاشون اور غلامون کو اُبھارا کہ وہ لوگ آنحضرت کو گالیان دین اور اونکے پیچھے پیچھے ہو ہا کا شور مچاکر اُنہین دق کرین جسکو وہ لوگ بجالائے یہان تک کہ بہت سے آدمی اکٹھے ہوگئے۔ اور اونھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیوار کی پناہ مین لیکر اون بدمعاشون کو دور کیا حضرتؐ نے اس حالت کو دیکھکر سمجھہ لیا کہ وہ کیسی سخت مصیبت مین مبتلا ہین۔ اُنھون نے اپنے معاملہ مین خدا سے فریاد کی اور مکہ کو پلٹ آئے ان پریشانیون سے بھی اُنکے پختہ ارادے مین کوئی تغیر پیدا نہین ہوا

مکہ مین اُنہین پہر اپنی قوم سے سابقہ پڑا جواب پہلے سے کہین بڑہکر اذکو آزار دیتی تہے۔ اُنہون نے اس واپسی کے بعد اپنی حالت کا اندازہ کیا تو اونہین معلوم ہوا کہ اپنے اور بیگانے تمام لوگون نے اُنہین چہوڑ دیا ہے اور سب اونکے جانی دشمن بنگئے ہین۔ وہ بخوبی جانتے تہے کہ اگر مین ہدایت کرنا چہوڑ دون تو میرے ہموطن اور عزیز مجہسے بیحد رضامند ہوجائینگے اور جیسی چاہیئے ویسی خاطر سے پیش آئینگے کیونکہ وہ لوگ بارہا صاف صاف اس بات کو کہہ چکے تہے۔ مگر اونہون نے ان باتون کی ذرا بہی پروا نہین کی۔ اس تمام استقلال اور مصیبتون کے بخوشی برداشت کرنے پر بہی ترک ہدایت نہ کرنیسے اسکو سوا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کو اپنے دعوے کی سچائی اور اپنے مرسل من اللہ ہونیکا یقین کامل تہا۔ +

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عزیزون اور ہموطنون کے راہ راست پر آنے سے ناامیدی ہوگئی اُنہون نے حج کے دنون مین باہر سے آنیوالے قبایل کو وعظ ونصیحت شروع کی اور انہین اسلام کی جانب بلانے لگے تاکہ شاید کوئی شخص تو اُنکی آواز سن لے۔ اُنکے کنبے والے اس کام مین بہی رکاوٹ ڈالنے پر تیار ہوگئے خاصکر اونکا چچا ابولہب اُسکی تو یہ حالت تہی کہ جب اور جہان آپ کو کسی قبیلہ سے اسلام کے بارہ مین کچہہ کہتے دیکہتا تو آکر اُنکی بات کاٹ دیتا اور لوگون سے کہتا "یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمسے لات وعزٰی کی پرستش چہوڑاکر تمہین گمراہی وبدعت کی وہ باتین منوانا چاہتا ہے جو اُس نے خود نکالی ہین۔ خبردار اسکی بات کبہی نہ سُننا" مگر آنحضرتؐ کو ان باتون نے لوگون کی ہدایت سے باز نہ رکہا وہ ہمیشہ حج کے دنون مین دعوت اسلام فرماتے رہے یہان تک کہ آخرکار یثرب کے رہنے والون مین سے چند شخصون نے اُنکے ہاتہہ پر بیعت کی اور وہ لوگ تہوڑی ہی مدت مین اُس شہر کے اندر اشاعت اسلام کا ذریعہ بنگئے۔ ممکن ہو کہ یثرب مین اسلام کی تیزی سے پہیلنے کا سبب یہ ہوا کہ یہودی وہان بکثرت آباد تہے۔ کیونکہ وہ اہل کتاب اور وحی آسمانی کے معتقد تہے نبوت کے معنی کو سمجہتے تہے۔ اُن مین ایسا شخص کوئی بہی نہ تہا جو بتونکی عبادت کے زایل ہوجانے سے کاروبار تجارت کے بگڑجانے کا خوف کہاتا ہو بلکہ وہان کے لوگ بتون کی عبادت مٹنے کو اس لحاظ سے بہتر جانتے تہے کہ اُسکے ساتہہ ہی مکہ کا عروج جاتا رہیگا اور اُنکے شہر کو رونق حاصل ہوگی۔ بالخصوص جبکہ خود ہادی اسلام وہان آگئے اور وہ نئے مذہب کا مرکز بنگیا جسکی وجہ سے لوگ بجائے مکہ کا حج کرنیکے مدینہ کی زیارت کو آنے لگے۔ دولت کمانیکے معاملات اور تجارت کے اصول مین یہودیون کی مناسبت طبع اور ہوشیاری مشہور عام ہے۔ علاوہ برین کہ اور یثرب ان دونون شہرون مین جو باہمی چشمک اور ایک دوسرے سے بازی لیجانے اور باہم حسد رکہنے کے اسباب موجود تہے وہ بہی اس امر کا

باعث ہوئے کہ مدینہ مین اسلام کو رونق حاصل ہو کیونکہ مکہ کے رہنے والے عدنانی تھے اور مدینہ کے باشندے قحطانی نسل سے یعنی یمن کے عربون کی اولاد تھے۔ اسی لئے مدینہ والون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمت دلائی اور اُن سے یہہ وعدہ کیا کہ آپ ہماری یہان آئین ہم آپ کی مدد کرینگے۔ غرضیکہ آنحضرت نے ۶۲۲ سنہ عیسوی مین مدینہ کی جانب ہجرت کی اور اُنکے ساتھہ ہی ساتھہ اُن لوگون نے بھی اپنے وطن کو چھوڑ دیا جو آپکے کُنبہ مین سے آپ پر ایمان لائے تھے۔ یہ لوگ صحابہ کے دوسرے گروہ "انصار" سے تمیز رکھنے کیلئے "مہاجرین" کے نام سے مشہور ہوئے۔ مدینہ والون کا نام "انصار" اسلئے ہوا کہ اُنھون نے اپنے شہر مین نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی۔ اہل اسلام اپنے واقعات کی تاریخ آجتک اسی ہجرت کے ساتھ لکھتے ہین۔

مسلمانون کو مدینہ مین نہایت عمدہ طور سے ہاتھون ہاتھہ لیا گیا جس سے اُنکی امیدین تازہ اور اُنکے دل مضبوط ہوگئے۔ وہ مکہ والون سے اُن کے ظلم وستم کا بدلہ لینے پر متوجہ ہوئے۔ اور ان دشمنان اسلام سے وقتاً فوقتاً کئی لڑائیان لڑے۔ ان جنگون کا نام "غزوات" مشہور ہے۔ ان مین سب سے بڑا "غزوہ بدر" تھا جس مین مسلمانون کو کامل فتح نصیب ہوئی اور یہی فتح اُنکے لئے دوسرے جنگون مین فتحیابی کا نیک شگون تھی۔ رفتہ رفتہ مسلمانون نے تمام جزیرۂ عرب کو سر کرلیا۔ شہر مکہ بھی فتح ہوگیا۔ اور قبیلہ قریش کے تمام لوگ ایمان لے آئے۔ اس اندرونی انتظام کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خارجی دنیا کی جانب توجہ کی اور بادشاہان عالم کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھے جسکے حالات تواریخ مین موجود ہین اور اپنے موقع پر ہم بھی بیان کرینگے۔

ظہور اسلام کے وقت رومیون اور فارسیونکی حالت

۷۵۳ سنہ قبل مسیح مین رومتہ الکبرےٰ کی بُنیاد پڑی اور اوسکے ساتھہ ہی ساتھہ رومانی سلطنت کا وجود قایم ہوا ایک ہزار پچاس سال تک شہر رومیہ اس سلطنت کا پایۂ تخت رہا اور اس عرصہ مین رومانی حکومت کا دور دورہ زورون پر تھا یہانتک کہ اُس نے تمام آباد دنیا کو فتح کرلیا تھا۔ ۳۲۱ سنہ عیسوی مین پایۂ تخت "بیزانتیوم" مین منتقل ہوا آیا چونکہ قسطنطین کبیر (اعظم) اس نقل مکان کا باعث ہوا تھا۔ لہذا اُس نے اس نئے دارالسلطنت کا نام اپنے نام پر "قسطنطنیہ" رکھا اور آجتک اُسکا یہی نام ہے۔ ۳۳۷ء مین قسطنطین اعظم کی موت کے بعد اُسکے تین بیٹون نے ملک کو آپسمین تقسیم کرلیا تھا۔ لیکن اسکے بعد وہ تمام ملک پھر پھرا کر ایک ہی لڑکے کے پاس آگیا جسکی وفات

سنہ ۳۶۱ء مین ہوئی۔ اسکے بعد یولیان تخت نشین ہوا۔ اور یولیان کے بعد سنہ ۳۶۴ء مین "جوفیان" نامی مالک تخت و تاج ہوا اتفاقاً چند ہی مہینون کے بعد یہ بہی مرگیا اور چونکہ کوئی وارث نہ تہا لہذا رومانی قوم نے کثرت رائے سے "فالنتیان" نامی ایک شاہنشاہ انتخاب کیا۔ فالنتیان نے اپنے انتخاب کے بعد کچہہ عرصہ بھی نہین گزرا تہا کہ رومیہ کا شاہنشاہ اپنے بہائی "فالنس" کو بنا دیا۔ اس واقعہ کے بعد رومن امپائر کے دو علیحدہ علیحدہ حصے ہو گئے جن مین سے ایک حصہ مشرقی رومن امپائر کا تہا اسکا دار السلطنت قسطنطنیہ رہا۔ اور دوسرا حصہ مغربی رومن امپائر کا جسکا پایۂ تخت قدیم یعنی رومیہ باقی تھا۔ مگر اول الذکر حصہ کی عمر اور شان و شوکت دونون باتین آخر الذکر سے زیادہ ہوئین۔ اور قسطنطنیہ علم و حکمت کا گہر سلطنت کا مرکز اور مذہب کا مرجع بنگیا۔

مشرقی رومن امپائر کی حدود اربعہ پانچوین صدی عیسوی مین حسب ذیل تہین :-
مغرب مین بحیرہ ایڈریاٹک۔ مشرق مین دریائے دجلہ کے سواحل۔ شمال مین بالائی حصہ ملک تاتار۔ اور جنوب مین اسکی حدود ممالک حبشہ تک وسیع تہین۔ قسطنطین اعظم کے بعد اس سلطنت کو سب سے بڑہکر ترقی کا زمانہ اُس وقت نصیب ہوا ہے جبکہ اسکی حکومت قیصر "یوستینیانوس" کے قبضہ مین آئی (یعنی سنہ ۵۲۷ء لغایت سنہ ۵۶۵ء) یہ قیصر ۳۹ سال حکمران رہا۔ اپنی حکومت کے ابتدائی پانچ سال ساسانی بادشاہان فارس کے ساتہہ جنگ مین بسر کئے اور یہہ جنگ ایک ایسے عہدنامہ ہونے پر تمام ہوئی جسکا نام "دائمی صلح کا معاہدہ" رکہا گیا تہا۔ اگرچہ بعد کو وہ صلح قایم نرہی اس قیصر کو خوش قسمتی سے ایک نہایت دلیر اور مدبر جنرل "بلیزاریوس" نامی ملگیا تہا جو دنیا کے مشہور فاتحون مین سے گزرا ہے۔ اس جنرل نے اُسکے لئے ایطالیا کو فتح کیا۔ رومتہ الکبرے کی فصیلون پر اُسکا پہریرا اڑایا۔ اور شمالی افریقہ وغیرہ ممالک کو مسخر کیا۔ غرضکہ بلیزاریوس قیصر یوستینیانوس کا فتوحات ملکی مین دست و بازو اور اُسکی قلمرو کو وسیع کرنیمین بہر طور معین و مددگار تہا۔

فارس اور روم (اور یونان) کے رہنے والون مین قدیم سے عداوت چلی آتی تہی۔ شاید کہ پانچ صدی قبل از ولادت مسیح اسکا وجود ہوا تہا۔ اسکا اصلی سبب دنیاوی حکومت کی خواہش تھی کیونکہ اُن دنون یہی دونون سلطنتین دنیا کی سب سے بڑی سلطنتین تہین۔ اسلئے ان مین سے ہر ایک دوسرے کے مقابل اپنے عروج اور زیادتی ملک کی خواہشمند رہتی تہی۔ اس دشمنی کا سلسلہ سکندر اعظم کے زمانہ تک اور اسکے بعد رومانیون کے عہد حکومت مین اسلام کے عہد تک قایم رہا۔ +

قیصر "یوستینیان" کے زمانہ مین جسکا ذکر اوپر آچکا ہے فارس کے تخت پر کسرائے نوشیروان کا جلوس

ہوا تھا جو عادل کے لقب سے مشہور ہوا ہے۔ انوشیروان کو رومیون سے صلح رکھنا پسند نہ آیا اُس نے اپنی فوجون کو آراستہ کرکے ممالک روم پر حملہ کر دیا۔ سوریا (ملک شام) فتح کرکے شہر انطاکیہ کو پھونک دیا۔ ایشیائی کوچک مین قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ اس حالت کو دیکھکر "یوستینیان" نے "بلیزاریوس" کو اُسکے مقابلہ پر روانہ کیا جس نے انوشیروان سے کئی ایک میدان آرائیان کرکے اُسے پسپا کیا۔ کسریٰ نے اس خفیف سی شکست سے سنبھل کر پھر دوبارہ حملہ کیا اور آخرکار اُسے پھر پیچھے ہٹنا پڑا لیکن وہ شکستہ دل نہین ہوا۔ اور برابر سنبھل سنبھل کر حملے کرتا رہا۔ جسکی وجہ سے اِن دونون سلطنتون کے مابین متواتر بیس سال تک (۵۴۲ء تا ۵۶۲ء) جنگ قایم رہی۔ اور دونون بادشاہ دق آگئے تھے۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ دونون صلح پر متفق ہوئے جسمین یوستینیان پر تیس ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرنا مقرر ہوا۔ اسکے بعد دونون سلطنتون کی سرحدین اسی طرح قایم رہین جیسے کہ لڑائی سے پہلے تھین۔

مشرقی رومن امپائر کی تاریخ مین قیصر "یوستینیان" نہایت نیک نام شاہنشاہ گزرا ہے۔ اُسکے زمانہ مین اس حکومت کو بہت کچھہ عروج اور اثر حاصل ہوا تھا اور اُسکے اُن کارنامون مین سے جنہون نے قیام دنیا تک اُسکے نام کو زندہ بنا دیا اُسکے وہ قوانین اور احکام تھے جو بعد کے زمانہ مین وضع قانون کی بنیاد ہوئے اور آجتک قانون سازی کے اصول ہین۔ اُسی نے یورپ مین حریر کی صنعت کو داخل کیا۔ کنیسے تعمیر کرائے جہاد نیان بنوائین۔ محلات کی بنیادین رکھین۔ اور سب سے زیادہ مشہور چیز جو اُسکے نام کو یاد دلاتی ہے ایا صوفیہ کا گرجا ہے جسے عثمانی سلاطین نے فتح قسطنطنیہ کے وقت مسجد جامع بنالیا تھا اور آجتک وہ جامع ایا صوفیہ کے نام سے مشہور اور اون سیاحون کے لئے قابل دید عمارت ہے جو قسطنطنیہ آتے ہین۔

لیکن چونکہ شخصی حکومتونکی ترقی اور تنزل کا باعث اُنکے حکمرانون کی قابلیت یا نالایقی ہوا کرتی ہے اسلئے اگر اُنکا بادشاہ صاحب شان اور عالی ہمت ہوا تو وہ بھی عظیم الشان سلطنتین ہوگئین ورنہ یا تو بالکل مٹ گئین یا برائے نام مختصر سی ریاستین رہگئین۔ یوستینیان کے مرنیکے بعد ایسے لوگ تخت نشین ہوئے جن مین شاہی اور حکمرانی کے جوہر ہی نہ تھے اور وہ اس قابل بھی نہ ہوئے کہ اتنی عظیم الشان سلطنت کو صرف سنبھالی ہی رہتے۔ اِسی وجہ سے اُسکی تمام شان و شوکت مٹ گئی۔

یوستینیان کے بعد اُسکا بھتیجا "یوستین دہم" اور اُسکے بعد "طیباریوس" تخت نشین ہوئے۔ اور انکے بعد شاہنشاہ "موریس" (موریقوس) کی باری آئی جس وقت "موریس" تخت پر بیٹھا ہے سلطنت کی حالت بہت

نازک ہوچکی تھی اور اندرونی و بیرونی فسادات کا زور شور تہا۔ موریس نے خیال کیا کہ خانہ جنگیان شروع کرنے
سے سلطنت کی رہی سہی دہاک ہی جاتی رہیگی۔ اسکی حالت سنبہالنے کیلئے غیر ممالک کی فتوحات کا سلسلہ
زیادہ مناسب ہوگا۔ لہذا اُس نے مشرقی دنیا پر حملہ کرنیکا قصد کرکے اہل فارس کو اپنا شکار تجویز کیا اور فارس والون سے
جنگ چہیڑدی سات برس تک اُنسے لڑتا رہا۔ لیکن کوئی نمایان کامیابی حاصل نہ کرسکا یہانتک کہ سنہ ۵۷۹ء
مین کسرٰے (انوشیروان) کا انتقال ہوا۔ اور اوسکی جگہہ اُسکا بیٹا ہرمز چہارم اورنگ سلطنت پر جلوس فرما
ہوا۔ ہرمز نہایت ظالم اور جابر تاجدار تہا اسلیئے خود اوسکی رعایا باغی ہوکر اُسپر ٹوٹ پڑی۔ وہ اس بغاوت ہی کے
فرو کرنے مین مصروف رہا اور حدود سلطنت کی حفاظت پر توجہ نکرسکا جسکی وجہ سے رومیون کو میدان صاف ملا
اور وہ عراق کیجانب سے بلاتکلف ملک مین قدم بڑہاتے چلے گئے۔ ادہر سے رومیون کی قتل و غارت کا زور تہا ہی
اودہر دوسری جانب شمال و مشرقی حدود ملک پر تاتاری قومون نے چہاپے مارنے اور لوٹ مار کا سلسلہ قائم
کر رکھا تہا۔ ان دو بیرونی اور ایک اندرونی اکہٹے تین تین مخالفون کے پنجون مین گرفتار ہوکر قریب تہا کہ سلطنت
فارس کا وجود صفحہ دنیا سے مٹ جائے مگر خداوند پاک کی مرضی نہ تہی لہذا اُس نے ملک فارس کو ایک ایسا دلیر اور
مدبر جنرل عطا فرمایا جس نے ملکی بغاوت۔ رومی فتوحات اور ترکمانی حملون کا تہوڑی ہی مدت مین پانسہ پلٹ دیا
اس جنرل کا نام بہرام تہا۔ اسکی فتوحات اور اولوالعزمیان دیکہکر فارس کے باشندے اُسکی جانب مائل ہوگئے
اور ہرمز کو تخت سے اتار کر اُسکی آنکہون کو گرم آہنی سیخون سے پہوڑدیا۔ اور اُسکی جگہہ پر اُسکے بیٹے پرویز کو تخت
نشین کیا۔ بہرام نے پرویز کی تخت نشینی منظور نہ کی اور اُسے ذلیل و خوار کیا۔ پرویز خفیہ طور پر قسطنطنیہ بہاگ گیا۔ اور
وہان موریس سے اپنا ترکہ آبائی حاصل کرنیکے لئے امداد چاہی۔ موریس نے اُسے بخوشی ایک عظیم الشان فوج کے
ساتہہ واپس کیا۔ پرویز نے لڑبہڑکر بہرام کو زیر کیا اور پہر اپنا موروثی ملک لے لیا۔ پرویز موریس کے اس احسان کا ہمیشہ
ممنون رہا اور جبتک موریس زندہ رہا پرویز ہمیشہ اُس سے احسانمندانہ برتاؤ کرتا اور رومیون کا دوست بنا رہا۔

سنہ ۶۰۲ء مین موریس قتل کردیا گیا اور اوسکے بعد اُسکا بیٹا فوقاس تخت نشین ہوا۔ مگر یہ جاہل اور ظالم تھا
جسکی وجہ سے رعایا اُس سے ناراض ہوئی اور اس فکر مین پڑی کہ کوئی ایسا زبردست شخص ملے جو ہمین اسکے پنجے
سے رہائی دلوائے۔ انہین دنون مین رومانی سلطنت کے گورنرون مین سے ملک افریقیہ کا ایک گورنر ہرکلیوس (ہرقل)
نامی تہا۔ قسطنطنیہ والون نے اُس سے امداد چاہی تو اُسنے اپنے بیٹے ہرقل صغیر کو ایک جہازی بیڑہ کے ساتھ
بہیجدیا۔ ہرقل نے سنہ ۶۱۰ء مین فوقاس کو قتل کرکے تخت شاہنشہی پر جلوس کیا۔ اُسی کے زمانہ مین اسلام کا ظہور ہوا

پرویز نے یہ تمام حالات واخبار سنے تو اُسے روم سے جنگ چھیڑ نیکا بہانہ ملگیا۔اُس نے یہہ دعوی کرکے کہ مین اپنے دوست موریس کے قاتلون سے بدلہ لینا چاہتا ہون اپنی فوجون کے ساتہہ ملک شام پر حملہ کردیا۔شام کے رہنے والے یہودی اُسکے مددگار بنگئے۔پرویز نے شام۔مصر۔اور افریقہ کو فتح کیا۔ انطاکیہ۔دمشق۔بیت المقدس اور ملک شام وفلسطین کے دوسرے تمام شہرون پر قبضہ کرلیا۔اسکے بعد اس نے اپنی فوج کو یروشلیم کے لوٹ لینے کی عام اجازت دیدی جنہون نے اُسے لوٹ لیا۔قبر مقدس کو جلا دیا کنیسہ قیامۃ کو بہی پہونک دیا جسقدر مال وخزانہ وہان جمع تہا سب نکال لیا۔وہانکے بطریک کو پکڑکر اور اصلی صلیب کو اُٹہاکر اپنے ملک کو روانہ کردیا۔اسی طرح وہ ۶۱۶ء تک برابر ملک شام مین لوٹ مار کرتے رہے۔اس عرصہ مین اُنہون نے جس قدر عیسائیون کو قتل کیا اُنکی تعداد ۹۰۰۰۰ تک پہونچی تہی۔پہر اُنہون نے ایک اور فوج ایشیائے کوچک کیطرف بہیجی اور اُسے بھی فتح کیا۔غرضکہ جہان وہ جاتے تہے فتح وظفر اُنکے ساتہہ ساتہہ جاتی تہی قریب تہا کہ وہ لوگ تمام سواحل باسفرس کو پامال کرڈالین۔
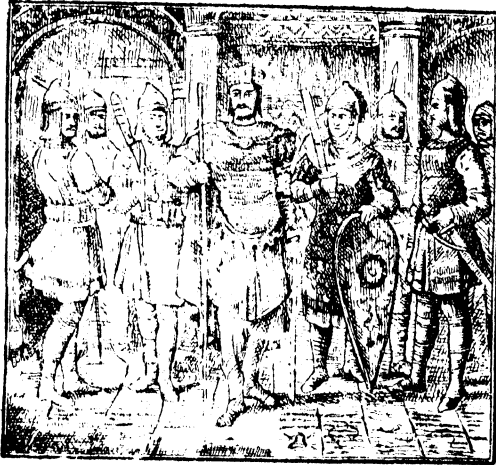
(ہرقل شہنشاہ روم اور اوسکے حاشیہ نشین)

ملک کی تو یہہ حالت ہورہی تہی اور ہرقل شہنشاہ روم اپنے محل مین عیش وعشرت کے نشہ مین ڈوبا ہوا پڑا رہا تہا۔نہ اُسے دشمنون کے ظلم وتعدی کی پرواہتی اور نہ تباہی سلطنت کا خیال۔لیکن جب اُسے یقین ہوگیا

کہ اب تباہی و بربادی کا وقت سر پر ہی آگیا تو وہ خواب غفلت سے چونک کر انگڑائیان لیتا ہوا دشمنون کی روک تہام اور ملکی انتظام کے لئے اُٹہا۔ حالت یہ ہتی کہ نہ تو اُسکے پاس مال و زر خزانہ تہا جو فوجون کی درستی مین کام آتا اور نہ فوج کی حالت اس قابل ہتی کہ وہ بلا فراہمی سامان جنگ میدان مین اُترکر دشمنون کا مقابلہ کر سکتی۔ ہرقل نے مجبور ہوکر کنیسون کا مال اس شرط پر قرض لیا کہ خاتمہ جنگ کے بعد اُسے مع سود بیباق کریگا۔ اور فوج کو آراستہ کرکے دریائی راہ سے کلیکیا کو گیا جو ایشیائے کوچک مین ایک شہر ہے۔ اور ایسوس مین داخل ہوا جسکا اہل فارس محاصرہ کیے ہوئے تہے ۶۲۲ء مین اُس نے بمقام مذکور فارس والون سے پہلی میدان داری کی اور اُنہین شکست فاش دی۔ اسی سال مین اہل اسلام نے مکہ چہوڑکر مدینہ کی جانب ہجرت کی ہتی۔

ہرقل نے متواتر تین برس تک فارس والون سے جنگ جاری رکہی یہانتک کہ اُنہین مارتا اور پیچہے ہٹاتا ہوا اُنکے ملک مین گہس پڑا۔ اور پرویز مجبور ہوا کہ ملک مصر اور سواحل باسفرس سے اپنی فوجون کو واپس بلاکر اُنسے اپنے اصلی گہر کی حفاظت کا کام لے اور اپنا پایۂ تخت دشمنون کے حملون سے بچاوے۔

ہرقل نے ۶۲۷ء مین دوسری مرتبہ پرویز کے ساتھہ پہر جنگ کی اس مرتبہ اُسنے ایسا پُرزور حملہ کیا کہ اہل فارس مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور بڑی زبردست شکست کہاکر پیچہے ہٹے۔ رومی فوجین اشوریون کے قدیم دارالسلطنت نینوئی تک بڑہتی چلی گیئن۔ اور یہہ پہلا موقعہ تہا کہ رومیون نے اس شہر کو پامال کیا۔ پرویز چونکہ اب بہت بڈہا اور کمزور ہوگیا تہا لہذا اُس نے اپنے بیٹے مردز کے واسطے تخت نشینی کی وصیت کی۔ پرویز کا ایک اور لڑکا شیرویہ نامی ہی تہا اُسے اپنے بہائی کے ولیعہد ہونے پر رشک آیا۔ اور باپ بہائی دونوںکے ساتہہ ایک چال چلنے کا قصد کیا۔ بعض ارکین سلطنت کو اپنے ساتہہ گانٹہہ کر اُنکی مدد سے پرویز کی باقیماندہ اولاد کو جنکی تعداد اٹہارہ ہتی گرفتار کرلیا اور اُن سب کو باپ کے روبرو قتل کرکے باپ کو قیدخانہ مین ڈلوادیا جو وہین پڑے پڑے مرگیا۔ اس طرحپر کسرائے پرویز کی موت سے ساسانی حکومت کی عظمت و اقتدار کا خاتمہ ہوگیا۔ پرویز کا ناخلف بیٹا شیرویہ بھی اُسکے بعد صرف آٹہہ مہینے زندہ رہا۔ اور شیرویہ کی جوانمرگی کے بعد حکومت فارس کی ہوا اُکہڑ گئی۔ چار برس کی قلیل مدت مین نو شخصون نے سلطنت کا دعوے کیا جسکی وجہ سے تمام ملک مین بدامنی اور فساد کا دور ہوگیا۔ اور خانہ جنگیون نے تمام قوت توڑدی۔ اسی زمانہ مین جبکہ فارس مذکورہ بالا حالت مین گرفتار تہا اُسپر مسلمانون نے فوج کشی کردی اور وہ سنبہلنے ہی نپایا تہا کہ پامال ہوگیا۔

اُودہر رومانی حکومت کا حال بھی ابتر ہورہا تہا۔ یورپ مین روم مین قوم گاتہہ کے وحشی لوگون نے پہل اٹہا رکہی تہی

یہ لوگ آغاز اسلام کے زمانہ مین ہنگاریا (مجر) کے مغربی حصہ پر قابض ہو گئے تھے۔ علاوہ برین مشرق کیجانب سے سلطنت روم کو ہونیون کا بھی کھٹکا لگا تھا جو اُسپر حملہ کرتے رہتے تھے۔

روم وفارس کی سلطنتون مین صرف انتظامی ہی خرابی نہ تھی بلکہ اُنکے طرز معاشرت اور مذہبی اُمور مین بھی بہت کچھہ پیچیدگیان پڑگئی تہین جو اُنکی جڑہ کھوکھلی کر رہی تہین۔ اُنکے مذہب مین بہت سے گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ اور وہ سب باہم لڑتے جھگڑتے رہتے چھٹی صدی عیسوی کے قریب رومیون کی حالت بہت نازک ہو رہی تھی اُن مین بہت سے مذہبی فرقے پیدا ہو گئے تھے اور دہڑابندیون کا زور تہا خصوصًا ایک طبیعت اور دو طبیعتون اور ایک مشیت اور دو مشیتون کے مسئلہ مین اُنکے مابین سخت اختلاف ونزاع پڑا ہوا تہا۔ اِسکے متعلق اُنکے جتھے مین جو پہوٹ پڑی ہوئی تھی وہ بہت ہی نقصان رسان تھی مطلب ومقصود دونون جماعتون کا ایک ہی تہا۔ لیکن نزاع لفظی کے پنجہ مین اسیر تھے اور آخر کار اپنی اس حماقت کا شکار بھی ہوئے۔

شاہنشاہ اور اوسکے ارکان دولت اسکے قائل تھے کہ مسیح کی دو طبیعتین اور دو مشیتین ہین۔ اور اُسکی رعایائے مصر وشام ایک ہی طبیعت اور ایک ہی مشیت ہونیکی قائل تھی۔ اس آخری جماعت کا نام یعقوبی تہا۔

شہنشاہ ہرقل کے عہد حکومت مین یعقوبی گروہ کے بطریک اثناسیوس نے جو منبج مین رہتا تہا۔ اس امر کی کوشش بھی کی کہ دونون جتھون کو متفق کر دے اور اُنکے باہمی فساد کو روکدے۔ اُس نے اس غرض سے امپرر کے ساتھہ خط وکتابت بھی کی۔ اور ایک نیا مذہب ایجاد کیا جو دونون مذہبون کے مابین متوسط مذہب ہو سکتا تہا یعنی وہ اسبات کا قایل ہوا کہ مسیح کی طبیعتین تو دو ہین لیکن مشیت صرف ایک ہے۔ شہنشاہ نے اُسکی اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا اس قدر اور ٹہر جائیے کہ مین قسطنطنیہ کے بطریک سے اس معاملہ مین گفتگو کر لون جسکا نام سیروس تہا اور وہ اصل مین ملک شام ہی کا باشندہ تہا۔ اثناسیوس نے اس امر مین شہنشاہ کے ساتھہ سلسلہ جنبانی کرنے سے پہلے ہی سیروس کو اپنا ہم خیال بنالیا تہا اسلئے اُسنے شاہنشاہ کے دریافت کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا شاہنشاہ نے اس نئے اعتقاد کو تسلیم کرنیکے لئے ایک فرمان صادر کیا جسکو اکثر مشرقی ملک کے اُسقفون نے تو قبول کر لیا لیکن یوروشلیم کے بطریک صفرونیوس اور کچھہ تہوڑے سے اُسقفون نے جنکا سرگروہ عمّان کا اسقف تہا۔ اور نیز تمام شاہی چرچ کے پیروون نے اس اعتقاد کو منظور نہ کیا۔ شہنشاہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اور وہ عدول حکمی کرنے والون سے بدلہ لینے پر تیار ہو گیا جن مین رومی لوگون کا بہت بڑا حصہ تہا۔ اس طرح کئی گروہون مین باہم نفاق پیدا ہو گیا۔ خود شاہنشاہ اور قسطنطنیہ اسکندریہ اور انطاکیہ کے بطریک یہ سب ایک گروہ مین داخل تھے جو دو طبیعتون اور

ایک مشیت کا ماننے والا تہا اور یوروشلیم کا بطریک اور تمام رومانی گرجا کے پیرو دوسرا گروہ تہے جنکا اعتقاد یہ تہا کہ مسیح کی طبیعتین بہی دو ہین اور مشیتین بہی دو۔ یعقوبی گروہ یعنی قبطی حوران کے رہنے والے۔ اور تمام ملک مصر وشام کے اندرونی حصہ ملک کے باشندے ایک علیحدہ گروہ تہے۔ اور نسطوری یعنی عراق اور جزیرہ کے لوگونکا جتہا جدا تہا۔ یہ فرقے اُن گروہون کے علاوہ تہے جو پہلے سے موجود تہے۔ مثلاً "خیالی" فرقہ کے لوگ جو کہتے تہے کہ حقیقت مین مسیح کو سولی نہین دیگئی۔ بلکہ اُنکی جگہہ ایک اور شخص سولی پر چڑہایا گیا۔ اور "اکیفالی" لوگ جو رؤسا کی فرمانبرداری کے قائل نہ تہے یہ لوگ خارجیون کی مانند تہے۔ پہر یعقوبیون کی بہی بہت سی قسمین تہین جنکا بیان باعث طوالت ہوگا۔

اِن باہمی تفرقون کا طرز حکومت پر بہی نہایت بُرا اثر پڑا کیونکہ رومیوان کی سلطنت مین حکمرانی مذہب کے ساتھہ ساتھہ رہتی تہی اسکا لازمی نتیجہ یہہ تہا کہ بعض اوقات قومین کی قومین رومیونکے قبضہ اقتدار سے نکلکر فارس والون کے زیر اثر ہو ہوگئین جس طرح آرمینیا والے۔ کیونکہ جب قسطنطنیہ کی پارلیمنٹ نے ایک طبیعت کہنے کی بدعت کو ناجایز ٹہرایا تو شاہنشاہ روم نے اسکے ماننے والونپر سخت گیری کی اور انکو دق کرنا شروع کیا ارمینیا والے بہی انہین لوگون مین داخل تہے۔ حکام کے جور وتعدی سے دق ہوکر انہین اس پر مجبور ہونا پڑا کہ اپنا ملک فارس والون کے سپرد کردین اور رومانی حکومت کے پنجہ سے چہوٹ جائین یہی کام قبطیون نے بہی کیا جب عمرو بن العاص ملک مصر کی فتح کو آئے تو یہہ لوگ اُنکے مددگار اور طرفدار بنگئے جسکا سبب اصلی یہی باہمی نفاق اور جبر وتعدی سے بچنا تہا۔

اُمور مذکورہ بالا پر یہ ایک امر اور اضافہ کرنا چاہئے کہ اُس زمانہ کے تعصب کی وجہ سے یہودیون اور رومیون (عیسائیون) مین ایک خاص قسم کی سخت عداوت تہی یہہ دشمنی ہرقل کے زمانہ مین اس حد تک پہونچ گئی تہی کہ ایکبار یہودیون نے بغاوت کرکے انطاکیہ مین بڑی ہلچل ڈالدی اور وہان کے بطریک کو قتل کرکے اُسکی لاش کی نہایت بُری گت بنائی۔ آخر ہرقل نے اُنکی جانب ایک بہاری فوج روانہ کرکے اُن مین سے ایک جم غفیر کو قتل کرادیا۔ یہودیون نے فینیقیہ کے دار السلطنت "صور" مین بہی علم بغاوت بلند کرکے وہان کے حاکم کو قتل کرڈالا۔ "صور" فینیقیہ اور فلسطین کے یہودیون نے آپسمین یہ ٹہانی کہ رات کے وقت شہر "صور" مین گہسکر عیسائیون کو قتل کرڈالین۔ صور کے مطران کو کسی طرح اس دغابازی کی خبر لگگئی اُس نے حاکم شہر کو ہوشیار کردیا اور حاکم شہر نے محافظ فوج اور دربانون اور پہرہ دارون کو تاکید کردی کہ اُس رات چوکنے اور خبردار رہین۔

رات کا اندھیرا چھاتے ہی یہودیون نے باہر سے شہر پناہ پر حملہ کیا لیکن یہان فوج تیار تھی اُس نے مقابل ہوکر اُنہین پسپا کر دیا۔ یہودیون نے اس طرف کامیاب نہ ہونے پر کھسیانے ہوکر شہر کے قرب وجوار مین جو دیر اور گرجے واقع تھے اُنپر دھاوا بولدیا اور اونہین منہدم کر کے وہان کے سامان اور برتن وغیرہ لوٹ لیگئے اور ایسا ہی سلوک گرد ونواح شہر کے دیہاتون مین بہی کیا۔ حکومت نے یہودیون کو اس شرارت کی سزا یہ دی کہ شہر صور کے تمام یہودیون کو ایک ایک کر کے قتل کرا دیا۔ اور اسی قسم کا واقعہ ملک فلسطین کے شہر قیساریہ مین بہی ہوا۔ جہان بادشاہ نے اپنے بہائی تاودورس کو بہیجا جس نے جاکر وہان کے تمام یہودیون کو قتل کرڈالا۔ ان وجوہ سے ملک کے ہر گوشہ مین یہودیون کے اندر ایک غصہ کی آگ بہڑک اُٹھی اور وہ حکومت کے جانی دشمن ہوگئے۔ جن باتون نے رومیون کو یہودیون کیطرف سے ڈرا کر اُنسے پرحذر رہنے پر آمادہ کیا تہا اُن مین سے ایک بات یہہ بہی تہی کہ بعض نجومیون نے شاہنشاہ سے کہا تہا کہ عنقریب ایک مختون شخص تمہاری سلطنت چہین لیگا۔ اسی بنا پر عرب والے کہتے ہین کہ مختون لوگون سے اہل اسلام مراد ہین۔ یہودیون نے جن بُرے طریقون سے رومیون کو تباہ و برباد کیا اُن مین سے ایک طریقہ یہ بہی تہا کہ اُنہون نے فارس والون سے اسی ہزار عیسائی قیدی خرید کر اُن سبہون کو ذبح کرڈالا۔

اس عداوت کا انحصار صرف رومیون اور یہودیون پر ہی نہ تہا بلکہ در اصل عیسائیون اور یہودیون کے مابین یہہ عداوت عام تہی۔ عیسائی حکومتین کوئی قانون بناتین تو اُس مین چند دفعات خاصکر یہودیون کے لئے مقرر کرتین تاکہ اُن کے ساتہہ حقارت اور ظلم کا برتاؤ کرسکین۔ مثلاً اسپین کی حکمران قوم گاتہہ کے بادشاہون نے فتح اسلامی کے قریب قریب زمانہ مین اپنی یہودی رعایا کے لئے حکومت قوم گاتہہ کے دشمن" نام تجویز کیا تہا۔ حکومت مذکورہ کی مذہبی مجلسون نے اسرائیلی مذہب کی بیخکنی پر متفق ہوکر سلطنت کو حکم دیدیا تہا کہ یہودیون کو اُن کے تہوار منانے سے روکا جائے اُنہین عیسائیت کی عزت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ غرضکہ اُنپر اس قدر سختی کیگئی اور دباؤ ڈالا گیا کہ وہ پریشان ہوکر بظاہر عیسائی بننے پر مجبور ہوگئے لیکن اُنکے دل برابر یہودی رہے جو طرح طرح کے ظلم و ستم اُٹھانیکے رنج و عداوت سے اس قدر بہرے ہوئے تہے کہ ذراسی ٹہیس لگنے پر ٹوٹ جایئن۔ قوم گاتہہ کے لوگ بہی یہودیون کی اس درپردہ دلی عداوت سے بے خبر نہ تہے اور اسی وجہ سے وہ لوگ یہودیون کے ساتہہ اصلی اور خالص عیسائیون کا سا برتاؤ نہین کرتے تہے۔ بلکہ اُنہین تمدن کے تمام جایز حقوق سے محروم کر رکہا تہا۔ اُنکے واسطے باندی غلامون کا خریدنا جرم قرار دیا تہا اور اُنکے ذلیل کرتے رہنے مین اس قدر مبالغہ کرتے تہے کہ اُنہین پڑہنے اور تعلیم حاصل کرنیسے بہی منع کر دیا تہا۔ کیا ان سب باتون کے معلوم ہوجانے پر بھی یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ یہودیون نے اپنے عیسائی حکام کے

مقابلہ پر اہل اسلام عربون کی امداد کی تہی۔
رہگئے اہل فارس اُنکا طرز معاشرت بہی اسلام سے ایک مدت پہلے ہی سے بڑا انحطاط قبول کر چکا تہا۔ مانی اور مزدک کی وجہ سے مذہب مین شاخین پہوٹنے سے اُنکے مابین اختلاف و نزاع کا سامان موجود ہوگیا تہا۔ اس آخر الذکر شخص (مزدک) کا یہہ دعوے عجیب و غریب تہا کہ ”خداوند پاک نے اُسے اسلیئے مبعوث کیا ہے تاکہ وہ عورتون اور مال و دولت کو سب آدمیون مین برابر تقسیم کردے۔ اسلیئے کہ وہ سب ایک ہی باپ کی اولاد مین“ اس مذہب کا اتباع فارس کے ایک بادشاہ قباذ نامی نے کیا تہا پہر اُسکے جانشین نے اس مذہب کو توڑکر ایک اور جدید مذہب اختیار کیا اور اب اختلاف آرار کا سلسلہ بڑہنے لگا جسکا نتیجہ فساد اخلاق ہوا۔
جس زمانہ مین روم اور فارس والون کی حالت یہہ کچہہ تہی جو ہم بیان کر چکے ہین اُن دنون اہل عرب اپنی ترقی کے عالم شباب مین تہے اُن مین اتفاق کی قوت موجود تہی۔ اور نیز اُنہین اُن رومی اور فارسی لوگون سے جو اپنے حکام سے یا مخالف فرقون کی زبردستی سے تنگ آن آن کر بہاگتے اور اہل عرب کے پاس پناہ لیتے کافی مدد پہونچ رہی تہی۔

انتشار اسلام

اسلام کی تاریخ ہجرت کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ مسلمانون نے قریشیون کی ایذادہی اور شرارتون سے تنگ آکر مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ وہ تہوڑے سے آدمی ہونیکے باعث اپنا بچاؤ نہین کرسکتے تہے۔ پہر انہون نے اہل مدینہ کو اپنی امداد و اعانت پر آمادہ پایا۔ کیونکہ مشہور بیعت عقبہ کے ظہور نے انہین اسکا یقین دلادیا تہا کہ اہل مدینہ ہمارے سچے معین و ناصر ہونگے۔ نبی عربی (علیہ السلام) نے اپنے پیرودن کو حکم دیدیا کہ مکہ چہوڑ دین اور مدینہ چلے چلین۔ مدینہ کے لوگون نے بہی ان نئے مہمانون کی خاطرداری اور انکو جگہہ دینے مین بہت ہی کشادہ دلی اور خلوص سے کام لیا۔
نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ مین پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام یہہ کیا کہ مکہ کے رہنے والے قریشیون اور یثرب کے باشندون انصار مین باہم عہد دوستی اور بہائی چارہ کرادیا۔ اس سے پہلے وہ لوگ ایک دوسرے سے چشمک رکہتے تہے اور یثرب والے ہمیشہ مکہ والون پر سبقت لیجانیکے خواہشمند رہتے تہے۔ مگر نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اسلام کو

ان دونون جماعتون کے مابین رابطہ اتحاد بنا دیا۔ اور دونون فریقون کے درمیان ایک عہدنامہ لکھا گیا جسمین اُنہون نے ایک ہی قوم کے افراد ہونیکا اقرار کیا تھا۔ ابن ہشام نے اس اقرار نامہ کی پوری عبارت نقل کی ہے۔ اسکے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش مین سے مہاجرین۔ اور یثرب والون مین سے انصار کو چند اور خاص معاہدون کے ذریعہ باہم پیوند کر دیا۔ ان معاہدون کا نام (مواخاۃ) بھائی بندی رکھا گیا۔ اور پیغمبر (علیہ السلام) نے بہت ہی استحکام کے ساتھ اس بھائی چارہ کا اُن سے اقرار لیا۔ اسلامی سلطنت کا پہلا بنیادی پتھر یہی "عہد مواخاۃ" تھا جو مہاجرین اور انصار کے مابین مستحکم کیا گیا۔ اور اُس وقت مین مسلمانون کی تعداد دہائیون سے زیادہ نہ تھی مسلمانون کے ایک امن کی جگہہ مین پہنچ جانے پر اُنکے لیے زکوٰۃ۔ اور روزے فرض ہوے۔ شرعی سزائین مقرر کی گئین اور حرام وحلال کی حدود معین ہوئین۔ غرضکہ احکام اسلام پوری طرح نافذ ہونے لگے رفتہ رفتہ مدینہ کی بعض ذی وجاہت لوگ بھی مسلمانون کی جماعت مین داخل ہو گئے جن کے اسلام لانیسے مذہب اسلام کو ویسی ہی امداد پہونچی جیسی کہ مکہ مین حضرت حمزہؓ اور عمر بن الخطابؓ کے اسلام لانیسے پہنچی تھی۔

عہد وپیمان دوستی سے فراغت حاصل ہو گئی اور پر امن جگہہ مین رہنے سے اطمینان ہو لیا تو مسلمانون کو اہل مکہ کی ایذادہی اور اُنکے مظالم کا خیال آیا اُنہون نے انتقام لینے کی غرض سے قریشیون پر چھاپے مارنے اور جنگ کرنیکا قصد مصمم کیا اور بہت سے مشہور غزوات وجود مین آئے جو اسلامی جنگون کا مقدمہ تھے۔ اسلامی جنگ عرب کی معمولی عادت کے موافق جسکے وہ زمانۂ جاہلیت سے عادی تھے۔ چھوٹی چھوٹی مہمون اور قتل وغارت سے شروع ہو کر شہرون اور ملکون کی فتح پر تمام ہوئی۔ ان غزوات مین سب سے اہم اور مشہور غزوہ "بدر کبریٰ" کی مہم تھی کیونکہ اس جنگ مین مسلمانونکی کامیابی نے اُنہین پے در پے جنگ وجدل کرتے رہنے کا شوق دلایا اور اُنکے ارادون کو قوی بنا دیا تھا۔

غزوہ بدر کبریٰ

مکہ اور مدینہ کے مابین چند کنوئین ایک مقام پر واقع ہین جہانپر مکہ سے ملک شام کو آنے جانیوالے قافلے ٹھیرا کرتے ہین۔ اسی مقام کا نام "بدر" ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قریشی لوگ تجارت پیشہ تھے۔ اُنکے قافلے ملک شام کو مال لینے جایا کرتے تھے۔ ۲ سنہ ہجری مین مسلمانون کو خبر پہونچی کہ قریشیون کا ایک قافلہ تجارتی مال لیکر ملک شام سے آتا اور مکہ کو جاتا ہے اور اس قافلہ کے ساتھ تیس محافظونکا دستہ ہے جنکا افسر ابو سفیان بن حرب اُس زمانہ کا سردار مکہ ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اُس قافلہ کے غارت اور اُسکے محافظون سے جنگ کرنیکے لیے روانہ کیا۔ ابو سفیان کو اسکی اطلاع ہوئی تو اُس نے بہت جلد ایک قاصد بھیجکر اہل مکہ سے کمک چاہی۔ مکہ سے نو سو پچاس شخص کمک پر چلے جنمین سو گھوڑے کے سوار تھے۔

مسلمان بہی اپنی پوری قوت کے ساتہہ نکلے جنکی کل تعداد (۳۱۳) نفر تھی۔ ان مین ستر مہاجرین تہے اور باقی انصار۔ اس تمام فوج کے پاس صرف دو گہوڑے اور ستر اونٹ تہے جس وقت اسلامی جماعت مدینہ سے باہر آئی ہے اُسے خبر ملی کہ قریش کا قافلہ بدر کے کنوؤن سے قریب آگیا ہے۔ لہذا اونہون نے پیش قدمی کرکے کنوؤن پر قبضہ کر لیا اور نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لئے ایک عریش (کہجور کے پتونکا بنایا ہوا چہپر) تیار کر دیا جسکے نیچے وہ تشریف فرما ہوئے۔ اور ابوبکر رض اُنکے ساتہہ تہے۔ اور دیگر اصحاب جنگ کی تیاری کرنے لگے۔

اسی اثنا مین اُنہون نے اہل قریش کو بہی آتے دیکہا جو اُنسے کئی گنی جمعیت رکہتے تہے اور اُن مین مکہ کے وہ چیدہ چیدہ لوگ شریک تہے جنہون نے بہت زور کے ساتہہ اسلام کا مقابلہ کیا تہا اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہی دل کہول کر اہانت کی تہی۔ منجملہ اُنکے ایک شخص ابوجہل بن ہشام بہی تہا۔ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے بہی سمجہہ لیا کہ یہ لڑائی انفصالی اور فیصلہ کن ہوگی۔ یا تو مسلمانون کی فتح ہوئی اور جب وہ قریشیون پر غالب آگئے تو اسلام کو بہت کچہہ قوت حاصل ہو جائیگی۔ اور یا پاسہ پلٹا اور مغلوب ہوکر بالکل نیست و نابود ہو جائینگے۔ اسلئے جب اُنہون نے قریش کی آمد اتنی زیادہ تعداد مین دیکہی اور اپنے اصحاب کی قلیل جماعت پر نظر کی تو فرمایا۔ "اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض"۔ یعنی اے پاک خدا اگر یہ مختصر سا گروہ ہلاک ہوگیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنیوالا کوئی باقی نہ رہیگا۔

عرب کی معمولی عادت کے مطابق ایک ایک آدمی نے طرفین سے نکل نکلکر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اسی اثنا مین ابوجہل مقتول ہوا اور اُسکا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جسے دیکہکر اُنہون نے خدا کے سامنے سجدہ شکر کیا۔ اب میدان کارزار گرم ہوگیا فریقین ایک دوسرے سے بہڑ گئے۔ نیزے بیکار ہوکر تلوارین کہنچ گئی تہین اور کشت و خون کا بازار گرم تہا۔ کچہہ دیر کے بعد لڑائی کا رنگ بدلا کفار مکہ پر شکست اور مسلمانوں پر فتحمندی کا سایہ ہُوا۔ اس جنگ مین مسلمانون کی جانب سے صرف چودہ شخص شہید ہوئے جنمین چہہ مہاجر اور آٹہہ انصار تہے۔ اور قریش والونکے ستر آدمی کام آئے جن مین قریش کے تمام گہرانون کے معزز لوگ شامل تہے خصوصاً بنو امیہ بنی مخزوم اور بنی اسد کے لوگ زیادہ تہے اور اسی قدر یعنی ستر آدمی اُنکے گرفتار بہی ہوئے جن مین عقبۃ بن ابی معیط بہی تہا۔ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اُسکے قتل کا حکم دیا کیونکہ اُس نے مکہ مین آپ کو بہت ستایا تہا۔ اس جنگ مین سب سے زیادہ پُرجوش اور کوشش کرنے والے مسلمان صرف دو تھے۔ ایک علی رض بن ابی طالب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور دوسرے حمزہ رض بن عبدالمطلب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا۔ قریش کے باقیماندہ لوگ تمام ساز و سامان چہوڑکر مکہ کیجانب بہاگ نکلے

اور انہیں ہزیمت خوردہ لوگون مین ابو سفیان اور عمرو بن العاص بہی شامل تہے جو آخر کار اسلام کے مشہور جنرلون مین ہوئے ہین۔ مسلمانون نے خوشی خوشی مال غنیمت اُٹھایا۔ مگر اب اُسکے حصے کرنے مین اُنمین باہم نزاع واقع ہوا۔ نبی نے اپنے ہاتہہ سے وہ سب مال اُن لوگون کو برابر بانٹ دیا اور اپنی ذات خاص کے لئے کچھہ نہ رکہا۔ اسکے بعد قریش والون نے کچھہ لوگ بہیجے اور اپنے قیدیون کا زر فدیہ ادا کر کے اُنہین چھڑا منگایا۔ اس طرح بہی بہت سا مال مسلمانون کے ہاتہہ آیا۔ مکہ والے مارے بہاگے اپنے گہر واپس آئے۔ اس شکست سے اہل مکہ کی شان و شوکت مٹ گئی اور مسلمانون کی دہاک بندہ گئی تھی۔ سب سے بڑی تائید اہل اسلام کو اس واقعہ سے پہنچی کہ اسلام کا مشہور دشمن ابالہب بدر کی لڑائی مین خود نہین شریک ہوا تہا بلکہ اُس نے ایک شخص کو اپنا قایم مقام بنا کر میدان مین بہیجا تہا (اہل عرب کی عادت ہتی کہ وہ جنگ مین اپنا قایم مقام بہیجدیتے تہے) جس وقت اُسے قریش والون کی شکست کی اطلاع ملی اس قدر رنج و غم مین مبتلا ہوا کہ اُسی کودنت مین چند روز بعد مر ہی گیا۔ چونکہ بدر کا واقعہ اسلام کی فتح کی بسم اللہ تہا لہٰذا تاریخ اسلام مین اُسکا مرتبہ اور اُسکی شان بہت بلند ہے۔ +

جنگ اُحد قریشیون نے بدر کی شکست کے بعد دوبارہ سنبہل کر دوسرے سال پہر جنگ کی تیاریان کین۔ اس مرتبہ اُنکا سردار ابو سفیان تہا اور جنگ آزمودون کی [illegible] تعداد [illegible] مین سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تہے۔ یہہ جرار لشکر بدر کے مقتول لوگون کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوا اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔ اُنکے ساتھ عورتین بھی تہین جو دف بجا بجا کر بدر کے مقتولون کا نوحہ کرتی ہوئی اور لوگون کو مسلمانون سے لڑنے کے لئے جوش دلاتی ساتہہ چلتی تہین اس حملہ کے نامور لوگون مین خالد بن الولید مخزومی بہی تہے جو بعد مین اسلام کے ایک مشہور جنرل ہوئے۔ یہہ فوج مدینہ کے مقابل پہونچی تو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے [illegible] اپنے ساتہہ مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ خود نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رائے یہہ تہی کہ مدینہ ہی مین ٹھہر کر مدافعانہ پہلو اختیار کیا جائے اور صحابہ مین سے بہی ایک شخص عبد اللہ بن ابی سلول نامی نے یہی رائے دی۔ مگر باقی صحابہ میدان مین نکلکر لڑنے پر مصر ہوئے اور نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کثرت رائے کی پیروی کر کے ایک ہزار آدمیون کے ساتہہ دشمنون کے مقابلہ کو نکلے اور شہر مدینہ؛ اور اُحد نامی پہاڑ کے وسط مین ٹھہرے۔ اسی پہاڑ کے نام سے یہہ واقعہ بہی موسوم ہوا ہے ابن ابی سلول مذکور اس پیچ و تاب مین تہا کہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اُسکی رائے کی خلاف ورزی اور دوسرون کی پیروی کی ہے۔ جس وقت سب لوگ وسط راہ مین پہنچے ہین وہ ایک تہائی لوگون کے ساتہہ مدینہ کو پلٹ گیا۔ اور قریش والون نے فوج مین یہہ افواہ اڑادی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے۔ یہ خبر وحشت اثر سُنکر

مسلمانون کے پیر اکھڑ گئے۔ اور اس جنگ مین انہین فتح نصیب ہوئی۔ ان مین سے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہؓ بن عبد المطلب شہید ہوئے اور انکی شہادت ہی زیادہ تر ہزیمت کا موجب ہوئی جس طرح کہ انکا اسلام لانا باعث ازدیاد تقویت اسلام ہوا تہا۔ مسلمانون کے شہدا کی تعداد ستر شخصون تک پہنچی اور خود نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک پتہر لگنے سے سر (مبارک) مین چوٹ آئی۔ اور اُس زخم مین جہلم کی چند کڑیان گہس گئین جس سے خون بہ نکلا۔ قریش والون نے مسلمانون کے شہیدون کو بہت ہی بیحرمت کیا انکے ناک کان کاٹ لئے یہانتک کہ ہند بنت عتبہ ابی سفیان کی بی بی (معاویہ کی مان) نے حمزہؓ کا پیٹ پہاڑ کے انکا کلیجہ نکال لیا اور اُسے دانتون سے کچلکر نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی اور تہو کدیا۔

یہہ واقعہ مسلمانون کیلئے اُس وقت تک کے تمام مصائب سے زیادہ سخت تہا۔ مگر چونکہ وہ پہلے ہی فتح و نصرت کا ذائقہ چکہہ چکے تہے۔ لہذا انہون نے اس ہزیمت کا الزام ابن سلول کی بیوفائی پر رکہکر (چہوٹی چہوٹی مہمات) جنگ کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رکہا جبکہ واقعہ خندق پیش آیا۔

واقعہ خندق

اس جنگ کی وجہ یہہ ہوئی کہ جب عرب کے قبائل نے قریش والون کو اُحد کے جنگ مین کامیاب ہوتے دیکہا تو وہ سب کے سب اہل مکہ کے ساتہی بنگئے ان مین قریش غطفان اور تمام عرب کے قبیلے شامل ہوگئے اور ساتہ ہی یہودیون کے دو گہرانے بنو نضیر اور بنو قریظہ بہی انہین مل گئے۔ کیونکہ مسلمانون نے انکو انکے وطنون سے نکال باہر کردیا تہا چنانچہ آگے چلکر اسکا ذکر آئیگا۔ ان لوگون نے اور بہی قریش کو جنگ کیلئے اُبہارا۔ اور سترہ اٹہارہ ہزار آدمیون کی عظیم الشان جماعت کے ساتہ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس فوج مین چار سو گہوڑے اور ایک ہزار اونٹ تہے اور چونکہ وہ سب مختلف گہرانون اور گروہون سے مرتب تہی۔ اسلئے اس واقعہ کا نام (احزاب) بہی مشہور ہے۔ غنیم تو اس قدر کثیر تعداد مین تہے اور مسلمانون کا شمار تین ہزار سے زائد نہ تہا لہذا اُن مین سخت بیچینی پہیلی اور انپر خوف طاری ہوگیا۔ چونکہ پہلے واقعہ سے انہین یہ سبق بہی مل چکا تہا کہ شہر سے باہر نہ جائین لہذا وہ اسی پر عامل رہے۔

اُن دنون صحابہ کے گروہ مین ایک شخص فارس کے رہنے والے سلیمانؓ نامی موجود تہے انکو کسی قدر فنون جنگ سے آگاہی تہی انہون نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو خندق کہودنے کی صلاح دی۔ عرب والے پیشتر سے اس طریقہ کو جانتے نہ تہے۔ لہذا انہین ایک نئے کام مین تحیر و تردد ہوا۔ اس حالت کو دیکہکر سلیمانؓ نے کہا جب ہم ملک فارس مین تہے تو دشمنون کے حملہ کا خوف ہونے پر اپنے پڑاؤ کے چارون سمت خندق کہود لیتے تہے اور اس بات کا شمار

تدابیر جنگ مین ہوتا تھا" نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے سلیمان رض کی رائے پسند فرماکر خندق کہودنیکا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس اصحاب کے ساتھ مٹی ڈہونے مین شریک ہوئے۔ مگر چونکہ مسلمانون کے پاس خندق تیار کرنیکے ضروری اوزار تک نہ تہے لہذا اونہون نے کسی قدر اس قسم کا سامان بنو قریظہ (یہود لوں) سے مستعار لیا اور چند دنون مین جنکی تعداد دو ہفتون کے قریب ہوگی بہت عمدہ خندق شہر مدینہ کے گرد تیار کرلی۔

احزاب مدینہ کی چارون جانب اُترے اور محاصرہ کئے ہوئے تہے۔ شہر پر حملہ کرنیسے خندق انکو روکتی تہی بیس دنون سے زایدہ یونہی پڑے رہے۔ اس عرصہ مین وہ پتہرون اور تیرون کے ذریعے سے جنگ کرتے رہے خندق کے معاملہ نے انہین خوف مین مبتلا کردیا تہا وہ جانتے تہے کہ یہہ کوئی نیا فریب ہے۔ اسپر بھی بعض منچلون نے معہ گہوڑے کے خندق کو دجانا چاہا لیکن وہ اُس مین گر پڑے اور انکی گردنین چور چور ہوگئین۔ اس صورت نے انکے بھی غنیم کے دلون مین رُعب پیدا کردیا۔ آخر اُس نے بے نتیجہ محاصرہ سے دق ہوکر میدان مین نکل کے لڑنیکا ارادہ کیا اور اوسکی جانب سے ایک شخص نے میدان مین آکر مسلمانون مین سے اپنا مقابل طلب کیا۔ مسلمانون کیطرف سے علی رض اُسکے مقابلہ پر گئے اور ردوبدل کے بعد اُسپر غالب آئے اسی کے بعد سرد ہوا چلنی شروع ہوئی اور خوب زور کا پالا پڑا جس نے احزاب کے خیمون کو تر کرکے اُنکے چولہون کو ٹہنڈا کردیا۔ مدینہ والے اپنے گہرون مین بآرام بیٹھے تہے جن مین بہت کم تری کا اثر پہونچا تہا۔ غنیم اس آسمانی بلا سے اور بہی پریشان ہوا اور اسے اپنے لئے شگون بد خیال کرکے محاصرہ توڑدیا اور پسپا ہوگیا۔ بلامنت غیرے دشمنون کے اس طرح ہزیمت اٹہانیسے مسلمانون کو اُسکی شکست کے ننگ سے بہی نجات ملگئی۔

یہانتک جس قدر جنگون کا ذکر ہوا اُن مین فتح ملکی کا کوئی حصہ نہ تہا بلکہ محض مار دہاڑ اور لوٹ کہسوٹ تھی۔ اسلامی فتوحات کی پہلی بسم اللہ بنی نضیر (یہود) کی سرزمین کو فتح کرنیسے ہوئی۔ بنی نضیر یہودیون کا ایک گہرانا تہا ایک معاملہ ایسا آپڑا جس نے مسلمانون کو ان لوگون کے جلاوطن کرنے پر مجبور کیا۔ لہذا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اُن سے کہلا بہیجا کہ وہ سیدہی طرح کان دباکر اپنے ملک و مال کو چہوڑدین اور جدہر انکا جی چاہے چلے جائین بنو نضیر نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حکم ماننے سے انکار کیا۔ جسکے بعد پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سنہ ۴ھ مین چہہ روز تک اُنکی بستیون کا محاصرہ کئے رکہا۔ بنو نضیر نے یہہ حالت دیکہکر پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی کہ وہ اُنہین اتنی مہلت دیدین کہ جس قدر مال وہ اپنے اونٹون پر لاد کر لیجا سکین لیجائین۔ مگر ہتہیار ایک بہی نہ لینگے جسکو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے منظور کرلیا اور بنو نضیر اپنے ملک سے نکل گئے اُنکے جانیکے بعد انکا جس قدر مال و اسباب رہا

وہ خاص نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ملکیت ہوا اور اونہون نے جسکو چاہا اُس مین سے عطا کیا ایسی ہی صورت قریظہ (یہودیون کا ایک دوسرا گہرانا) اور خیبر مین پیش آئی خیبر کے بہت سے قلعے تہے جنکو اہل اسلام نے یکے بعد دیگرے فتح کیا۔

(قلعہ خیبر)
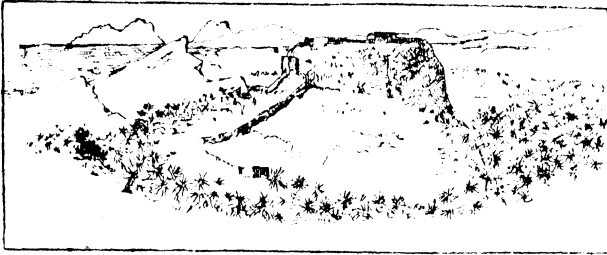
قریش والون کو خندق کے واقعہ سے بعد یہہ آسان معلوم ہوا کہ مسلمانون سے صلح کرلین لہذا ۶ھ کے قریب انہون نے مسلمانون کے ساتہہ ایک معاہدہ کیا جسکا خلاصہ یہہ تہا کہ " مدینہ کا رہنے والا شخص (مسلمان) اگر حج اور عمرہ کرنیکے لئے مکہ آوے یا مکہ مین ہوکر مین اور طایف کو جانا چاہے تو وہ بیخطر ہوگا۔ اور مکہ کے لوگون مین سے یا اُنکے ساتہیون مین سے جو شخص ملک شام اور مشرق کو جاتا ہوا مدینہ کی حدود مین سے گزرے وہ بہی بیخطر رہے "

اس صلح کے بعد مسلمانون نے چہوٹی چہوٹی جماعتون کے ساتہہ اشاعت اسلام کا کام شروع کیا چونکہ احزاب کی ہزیمت نے قبایل عرب کے دلون پر بہت کچہہ اثر ڈالدیا تہا اور اسلام کی شان و شوکت اُنکی نظرون مین بہت بلند ہوگئی تہی۔ لہذا وہ خود بخود گروہ در گروہ مدینہ کو آتے اور اسلام قبول کرتے۔ انہین آنیوالون مین دو شخص ایسے تہے جنکو اسلامی دنیا مین بڑی شان حاصل ہوئی وہ دونون شخص خالد بن الولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ تہے۔ یہہ دونون صاحب اسلام کے مشہور جنرل (سپہ سالار) ہین۔ قبایل عرب کے اسلام قبول کرتے جانے سے مسلمانون کو عزت پر عزت نصیب ہوتی جاتی تہی اور اونکی امید دن کا دائرہ وسیع ہورہا تہا۔ اگلے سال نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے شاہان دنیا کے پاس دعوت اسلام کی غرض سے قاصد روانہ کئے۔ اور ملک شام مین رومیون سے جنگ کرنیکے واسطے ایک فوج بہی بہیجی۔ اس اسلامی فوج نے ملک شام کی حدود مین جو حوران سے متصل ہین بلقار کے ایک گاؤن مین جسکا نام موتہ تہا رومیون کا مقابلہ کیا۔ روم والون کے ساتہہ اُنکی یہہ پہلی لڑائی تہی۔ چونکہ اہل عرب نے ابہی تک کبہی

باقاعدہ فوجون سے جنگ نہین کی تھی لہذا وہ کامیاب نہو سکے اور مدینہ کو واپس گئے اس واقعہ مین چند اعلےٰ درجہ کے صحابی کام آئے جن مین سے ایک جعفر بن ابی طالبؓ علیؓ کے بھائی بھی تھے۔

فتح مکہ

اسی اثنا مین ایک ایسا حادثہ گزرا جسکی وجہ سے مسلمانون اور قریش کے مابین صلح کا اقرار شکست ہوگیا ابوسفیان نے خیال کیا کہ اب قریش والون کو مسلمانون کی مخالفت اور مقابلہ کی قوت باقی نہین رہی ہے لہذا وہ خود نئے سرے سے معاہدہ صلح قایم کرنیکے لئے مدینہ آیا مسلمانون کو غنیم کی کمزوری معلوم ہوچکی تھی وہ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے مین نہ چوکے۔ انہون نے ابوسفیان سے تو یہ کہا کہ ہمین صلح منظور ہے اور اس سے وعدہ کیا کہ معاہدہ آشتی کر لینگے۔ لیکن جب ابوسفیان مطمئن ہوکر مکہ کو واپس چلا گیا تو مسلمانون نے بہت ہی تیزی کے ساتھہ مکہ پر فوجکشی کا انتظام کرلیا اور یلغار کر کے مکہ پر جا پہونچے تاکہ یکایک اسپر حملہ کردین اور وہان کے لوگون کو مدافعت کیلیئے تیار ہوسکنے کا موقع نہ دین جس وقت یہ اسلامی لشکر مکہ پر پہنچا ہے اُسکی تعداد دس ہزار تھی جسمین مہاجرین انصار اور اُنکے حلیف قبیلے سب شامل تھے۔ ابوسفیان اور قریش کے چند اور معزز لوگ تجسس حالات کی غرض سے مکہ کے باہر آئے تھے راہ مین اُنہین عباسؓ بن عبدالمطلب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا ملے جنہون نے اُنکو مسلمانون کی فوجی قوت اور اُنکی شان وشوکت سے مطلع کردیا۔ ابوسفیان نے عباسؓ سے کہا "ابتو تمہارے بھتیجے صاحب کی بڑی عزت وعظمت ہوگئی ہے؟" جسکے جواب مین عباسؓ نے ابوسفیان کو یہ مشورہ دیا کہ تم مسلمانون سے اپنے لیئے امان حاصل کرلو۔ ابوسفیان کو بھی اس مشورہ سے بہتر صورت نظر نہ آئی لہذا وہ عباسؓ کے ساتھہ ساتھہ اسلامی کیمپ مین داخل ہوا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اُسکی بہت کچھہ خاطر کی اور صحابہ کو اُسکے ستانے سے باز رکھا جو دل مین اسے ضرر پہنچانے پر تُلے بیٹھے تھے۔ اور نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان کو ایسا ہاتھون ہاتھہ لیا کہ وہ اونکا ہواخواہ بنگیا۔ یہانتک کہ اونہون نے ہر ایسے شخص کو جو فتح مکہ کے دن ابوسفیان کے گھر مین پناہ لے اُسی طرح امن دیدیا جیسا کہ مسجد کے اندر پناہ لینے والے کو مامون بنا دیا تھا۔ ابوسفیان اس قدر رعاتین حاصل کر کے مکہ مین واپس آیا اور وہان کے لوگون سے تمام حالات بیان کئے جنہین سنکر اہل مکہ نے اُسے بزدل اور پست ہمت کہنا اور گالیان دینا شروع کردیا۔ اور سب اُس سے الگ ہوگئے۔ یہانتک کہ خود ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے اُسکی مونچھین پکڑکر کہا "اقتلوا[۱] الحمیت الدسم الاحمس قبح اللہ من طلیعۃ قوم" لیکن ابوسفیان نے ان تمام باتون کی کچھہ پروا نہ کی۔

---

[۱] گردن مارو اس ہٹے کٹے کی۔ خدا تباہ کرے اسکو قوم کی پیروی سے۔ ۱۲

اسکے بعد مسلمان مکہ مین داخل ہوئے اُنہون نے اُسے بزور شمشیر فتح کیا۔ اور نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) سب سے پہلے کعبہ مین تشریف لیگئے اُنہون نے وہان کے بتون کو جو اُسکے اندر اور گرداگرد باہر کی جانب رکہے ہوئے تہے توڑ دیا۔ اور خانہ کعبہ کی دیوار و نپر بنی ہوئی تصویرون کو مٹا دیا جنکو کفار عرب نے فرشتون وغیرہ کی تصویرون سے موسوم کر رکہا تہا۔ اس طرح جزیرہ عرب مین بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا اور خانہ کعبہ بتخانہ سے مسجد بنگیا جس مین خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہونے لگی۔ تمام اہل مکہ مسلمان ہوگئے جن مین ابو سفیان اور اُسکے بیٹے بہی شامل تہے اور منجملہ اولاد ابو سفیان کے ایک شخص معاویہ بہی تہے جنہون نے بعد مین حکومت بنو امیہ کی بنیاد قایم کی۔

مؤلفۃ القلوب

نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اون اشراف مکہ کا جو اسلامی فتح کے بعد ایمان لائے (مولفہ) یا (مولفۃ القلوب) نام رکہا جس سے اس امر کی جانب اشارہ تہا کہ اُن کے دل خوش رکہکر اُنہین اپنے ساتہہ ملایا جائے اور اس ذریعہ سے اُنکی قوم سے بہی میل ملاپ پیدا کرکے اسلام کی عزت و عظمت مین قوت پیدا کیجائے۔ سیرۃ حلبیہ مین لکہا ہے کہ مولفۃ القلوب کی تین قسمین تہین۔ ایک قسم تو وہ جنکو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے محض اسلام مین داخل کرنیکی غرض سے خوش کیا تہا۔ مثلاً صفوان بن امیہ۔ دوسرے وہ لوگ تہے جنہین اسلام پر ثابت قدم رکہنے کے لئے اُنکی تالیف قلوب کی گئی تہی جن مین سے ایک ابو سفیان تہے۔ اور تیسری قسم مین ایسے لوگ تہو جنکی شرارت دور کرنیکی غرض سے اُنکی خاطر مدارات کیجاتی تہی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان لوگون کے ساتہہ جود و بخشش سے سلوک ہوتے اور جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا عطائے مال مین اونکو تمام صحابہ سے امتیاز دیتے تہے۔ اس حکمت عملی مین جو راز حسن انتظام اور تحمل و کشادہ دلی کے متعلق مخفی ہے وہ اہل نظر خود سمجہہ سکتے ہین۔

فتح مکہ کے بعد نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مکہ کے قرب و جوار کے مقامات کو چہوٹی چہوٹی فوجی جماعتین روانہ کین تاکہ وہ لوگون کو اسلام کیجانب بُلائین۔ اور اسکے بعد حنین اور طایف پر فوجکشی کی لیکن نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اس دفعہ طایف مین داخل ہونے اور آغاز زمانۂ دعوت کی تشریف بری مین زمین و آسمان کا فرق تہا۔ کیونکہ اُن دنون آپ اُن لوگون کے پاس مدد کے خواہان بنکر گئے تہے اور اب فاتح کی حیثیت سے پہونچے۔ غرضکہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اونکو زیر کرکے بہت کچہہ مال غنیمت حاصل کیا جسکی مقدار (۲۴۰۰۰) اونٹ (۴۰۰۰۰) بکریان اور بہیڑین۔ اور چار ہزار اوقیہ خالص چاندی تہی جس وقت اُنہون نے اس مال غنیمت کو اپنے اصحاب مین تقسیم کرنا چاہا تو پہلے مؤلفۃ القلوب لوگون سے تقسیم شروع کی۔ ابو سفیان کو سو اونٹ۔ اور اسکے بیٹے معاویہ کو سو اونٹ اور یزید بن ابی سفیان کو بہی سو

اونٹ دیئے۔ اسکے علاوہ اُنہین چاندی کی بہی معتدبہ مقدار عنایت کی۔ اس طرح ابوسفیان نے معہ اپنے بیٹون کے تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی حاصل کی۔ اس عطا کو دیکھکر ابوسفیان کی آنکھین کہل گئین اور وہ کہنے لگے " یا رسول اللہ آپ پر میرے مان باپ فدا ہون لاریب آپ جنگ اور صلح دونون حالتون مین صاحب کرم ہین " ایسا ہی برتاو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تمام اشراف قریش کے ساتہہ کیا مثلاً مشہور ابی جہل کے بھائی حارث بن ہشام اور صفوان بن امیہ وغیرہ۔ مہاجرین و انصار کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ وہ لوگ اسلام کے رکن اور سابق الاسلام تہے اسلئے وہ کیونکر چہوڑ دیئے جاتے اور مال غنیمت خوشی سے اُن لوگون کا حصہ ہونے دیتے جو محض مجبوری کے عالم مین مبتلا ہوکر اسلام لائے تہے۔ صحابہ نے آپس مین اس بات کی شکایت کرتے ہوئے کہا وہ (پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم) قریش والون کو کیون عطا فرماتے ہین اور ہمین چہوڑے دیتے ہین حالانکہ ابہی تک ہماری تلوارون سے اُن کے خونون کے قطرے ٹپک رہے ہین " پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو بہی اس گفتگو کی خبر ہوگئی اور آپنے اصحاب کو جمع کرکے اُن سے دریافت فرمایا کہ تم نے ایسا ایسا تذکرہ کیا ہے؟ صحابہ کرام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی گفتگو کا اقرار کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکی بات کو صحیح تسلیم کرلیا لیکن ساتہہ ہی اُن سے یہہ بہی کہا۔ " بیشک مین ایسے لوگون کو عطا کرتا ہون جو چند روز ہوئے مسلمان ہوئے ہین اور اونکے کفر کا زمانہ بہت ہی قریب گزرا ہے۔ مین اُنکی دلدہی اور خاطرداری کرتا ہون تاکہ اُنکا اسلام اچہا ہوجائے اور اونکے سوا اور لوگ بہی اُنکی پیروی کرکے اسلام لے آئین۔ رہے تم لوگ سو مین نے تمہارا معاملہ تمہارے اُس ثابت قدم اسلام پر چہوڑ دیا ہے جو ذرا بہی تزلزل مین نہین آسکتا۔ اے انصاری لوگو! کیا تم اس بات سے خوش نہین ہوکہ اور لوگ تو اونٹ اور بکریان لیکے چلے جائین اور تم رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو لیکر اپنے لوگون مین واپس ہو؟ .." اور ایسی ہی باتین مہاجرین کو بہی فرمائین جن سے وہ سب راضی ہوگئے۔

اسکے بعد تقریباً سنہ ۹ ہجری مین یہہ لوگ (فاتحان مکہ و طائف) مدینہ مین واپس آگئے۔ اب انکی شان و شوکت بہت قوی ہوگئی تہی اور انکے زور و طاقت کی خبر تمام ملک عرب مین مشہور ہوچکی تہی جسکی وجہ سے لوگ خود بخود گروہ در گروہ آتے اور مدینہ مین پہونچکر داخل اسلام ہوتے۔

جس وقت مسلمانون کی عزت و عظمت بہت بڑہ گئی اور تقریباً تمام جزیرہ عرب انکے زیر حکم آچکا تو اُنہون نے اپنی فتوحات کا دایرہ پہر وسیع کرنا چاہا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے رومی والون پر دوبارہ فوجکشی کرنیکے لئے درستی افواج کا حکم دیا اور بہت جلد تیس ہزار کا بہاری لشکر جمع ہوگیا جسمین دس ہزار سوار تھے مسلمانون نے اُس وقت

تک جسقدر حملے کیئے تہے ان مین یہ سب سے بڑا لشکر تہا اُنہون نے اپنی قوت کے موافق اس فوج کی تیاری مین بہت کچہہ
مال بہی صرف کیا اور جس قدر زیادہ آدمی بہم پہونچ سکے جمع کئے گئے مگر راہ مین اُنہین پیاس سے بہت سخت
تکلیف اُٹھانی پڑی وہ شام اور مدینہ کے مابین ایک بستی مین رُک گئے جسکا نام تبوک تہا اور اُنکا خیال تہا کہ
رومی لوگ مع لخم و جذام کے عربون کے اسی مقام پر آکر مجتمع ہونگے۔ اسی مقام پر ایلہ[1] کا حاکم اونکے پاس آیا
اور جزیہ دیکر صلح کا عہد کیا۔ اسی چڑہائی کی حالت مین خالد بن الولیدؓ نے مدینہ اور دمشق کے مابین دمشق سے کوئی
سات منزل کے فاصلہ پر دومتہ الجندل کے حاکم پر حملہ کیا یہ حاکم عربی النسل تہا اور نصرانی مذہب کا پیرو
اور یہ خاندان کندہ مین سے تہا۔ خالدؓ نے اُسے گرفتار کرلیا اور اوسکے بہائی کو قتل کر ڈالا اُنہون نے اس حاکم
سے ایک قبائے دیبا جسپر سنہری کام کیا ہوا تہا حاصل کر کے اُسے سلمانون کے پاس بہیجا جسکو دیکہکر سلمانون
نے بہت تعجب ظاہر کیا اسلئے کہ ایسے عمدہ اور فاخرہ کپڑون کے دیکھنے کا اُنکو یہہ پہلا موقع ملا تہا۔ اتنی کاروائی
کے بعد یہہ اسلامی لشکر مدینہ کو واپس آگیا اور اس نے ممالک روم مین سے کسی شہر کو فتح نہین کیا۔

سنہ ۱۱ہجری مین صاحب شریعت اسلامی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے وفات پائی۔ اس وقت تک اسلام
بالکل کم سنی کے عالم مین تہا۔ اسلیئے جن لوگونکے اثر اور عظمت مین اسلام نے کمزوری پیدا کردی تہی یا اُنکی
ذاتی اغراض کے حاصل ہونے مین سدّ راہ بنگیا تہا۔ انہون نے اپنی اپنی جگہہ پر سر اٹہانے کی کوشش شروع
کردی۔ عرب کے بہت سے قبیلے اسلام سے پہر گئے۔ بس صرف مدینہ۔ مکہ اور طائف کے رہنے والے سچے مسلمان رہے
اور اس امر کی وجہ سے اسلام نہایت خطرناک حالت مین گرفتار ہوگیا۔ اگر ابوبکرؓ اُسکی خبر نہ لیتے جیسا کہ آگے
چلکر بیان ہوگا تو غالباً وہ نیست و نابود ہوجاتا۔

خلفائے راشدین

نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی حیات مین سلمانون کے فرمانروا۔ جنگ مین سپہ سالار۔ نماز مین امام۔ اور تمام
دوسری حالتون مین اُنکے قاضی تہے۔ جس وقت اُنہون نے رحلت فرمائی اور کوئی اولاد نرینہ نہین چہوڑی نہ کسی کیلئے

[1] خلیج عقبہ کے سرے پر ملک شام کے قریب ساحل بحر قلزم پر ایک شہر ہے۔ مؤلف۔

بعد مین اپنا جانشین بنائے جانیکی وصیت کی تو مسلمانون مین یہ اختلاف پیدا ہوا کہ اُنکا جانشین کون ہو؟ یہ ظاہر تہا کہ اُنکی خلافت کے لئے تمام لوگون سے بہتر اور برتر اُنکے اصحاب تہے جنکی دو قسمین تہین۔ مہاجرین اور انصار۔ مہاجرین نے کہا کہ ہم خلافت کے زیادہ حقدار ہین کیونکہ ہم نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قرابت مند اور اونکے ساتھی ہونیکے علاوہ اُن کا ساتھہ دینے مین اپنے وطن اور گھر کو چہوڑ کر اور عزیزون یارون سے بے تعلق ہو کر رہے ہین اور انصار کہتے تہے کہ "نہین ہم خلافت کے زیادہ مستحق ہین اسلئے کہ ہم نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اپنے شہر مین پناہ دی اور اونکی مدد مین اپنی جانین فدا کین"۔ ان دونون فریقون مین یہہ جہگڑا اس قدر طول کہینچ گیا کہ باتون باتون سے ہاتہا پائی کی نوبت آجانے کا یقین ہو چلا تہا کہ ابو بکر رض نے اُن سے ایک ایسی حدیث بیان کی جسکو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اون مین سے بہت سے لوگون کے سامنے بیان فرمایا تہا اور وہ حدیث یہہ تہی کہ "حکومت کے مالک قریش ہین"۔ اس حدیث کو سُنکر سبہون نے سر تسلیم خم کر لیا۔ اور انصار بالکل خوش ہو گئے۔

یہ سب کچھہ تو ہوا لیکن اسلام کو اب تک سخت خطرہ کا سامنا تہا کیونکہ مہاجرین مین بہی اس عظیم الشان منصب کے لئے کسی شخص کو انتخاب کرنے کی بابت بہت کچھہ اختلاف پہیلا ہوا تہا۔ مسلمانون کے ایک سر آور دہ فرد عمر بن الخطاب رض نے اس اختلاف کے خطر کو محسوس کر لیا اور اُنہین یہہ معلوم ہو گیا کہ اسلام صرف اتحاد کی بدولت اور اسی کے استحکام کے لئے قائم ہوا ہے لہذا اونہون نے بہت تیزی کے ساتھہ ابی بکر رض کی جانب بڑھ کر اُن سے بیعت کر لی۔ دوسرے لوگ اس تماشہ ہی کو دیکہتے رہے اور اُنہین عمر رض کی قوت اور جرأت سے یہ خوف بہی تہا کہ کہین وہ خود ہی طالب بیعت اور خلافت کے دعویدار نہ بن بیٹہین۔ مگر جب اونہون نے یہ دیکہا کہ ابو بکر رض کے ہاتہہ پر بیعت کرنے مین وہ سب سے پہل کر گئے تو سبہون نے ابو بکر رض سے بیعت کر لی اور تمام مشکلات کا خاتمہ ہو گیا۔

اب یہ خیال کرنا ایک غور طلب امر ہے کہ اُنہون نے اور بہت سے مہاجرین کے ہوتے ہوئے جن مین عباس رض بن عبد المطلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا اور علی بن ابی طالب اُنکے چچا زاد بہائی اور دوسرے بنی ہاشم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کنبے والے موجود تہے تو ابو بکر رض ہی سے کیون بیعت کی؟ عمر بن الخطاب وغیرہ کے اقوال سے جو اونہون نے مختلف موقعون پر کہے ہین یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانون نے بنی ہاشم کو عزت نبوت سے سرفراز دیکہا اسلئے کہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) انہی مین سے تہے لہذا اونہون نے یہ پسند نہ کیا کہ عزت نبوت پر خلافت کا بہی اضافہ کرین۔ اور ہو سکتا ہے کہ اون لوگون نے خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنیکے لحاظ سے ایسا کیا ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رض نے ایکبار اُن سے کسی مقام کے عامل بنائے جانیکی استدعا کی تہی تو پیغمبر صاحب نے

انکار کر دیا تھا۔ اور خود بنو ہاشم نے اس خیال کو صاف صاف ظاہر کیا ہے جنکے پیشوا امام حسنؓ بن علی ہین جبکہ وہ معاویہؓ کے مقابلہ مین خلافت سے دست بردار ہوئے اور خلافت معاویہؓ کے سپرد کی تو فرمایا "خدا ہی کو یہہ منظور نہین کہ ہم (اہل بیت نبوت) مین نبوت اور خلافت دونون باتون کو جمع فرماتے"۔

علاوہ بنو ہاشم کے اور مہاجرین مثلاً عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ کے ہوتے جس امر نے ابوبکرؓ کے منتخب ہو جانے مین مدد دی وہ یہہ تھا کہ مسلمانون نے سابق الاسلام ہونیکو ملحوظ رکھا اور ابوبکرؓ مردون مین سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے۔ اور نیز اس مقام پر ایک اور مہتم بالشان سبب یہی ہے جسکا اہل عرب زمانہ جاہلیت سے لحاظ کرتے آتے تھے۔ اور وہ سبب عمر کی بڑائی ہے شیخ کا لفظ ہی انکے محاورہ مین شیخوخت (بزرگی) کے ساتھ ہی سرداری پر بھی دلالت کرتا ہے۔ انکا قاعدہ تھا کہ جن باتون کو سرداری و افسری کے لئے ضروری خیال کرتے تھے اگر وہ سب اوصاف کئی شخصون مین برابر ہوتے تو اس شخص کو سردار بناتے جو ان سبھون مین مسن ہوتا تھا اور اسکے ساتھ ہی باعتبار ادب کے بھی اُسکے مرتبہ کا لحاظ کرتے تھے۔ حرب فجار ثانی مین بھی قریش نے یہی کیا تھا انہون نے اپنے تمام گھرانون کو یکجا کیا اور ہر گھرانے کا ایک سردار تھا جن سبھون پر افسر اعلیٰ حرب بن اُمیہ کو مقرر کیا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ انہون نے تمام لوگون پر حرب بن اُمیہ کو عام حاکم بنایا تھا کیونکہ عبد مناف کے خاندان مین سن اور عزت دونون کے اعتبار سے وہ بہت معزز تھا اسی طرح پر ابوبکرؓ نے بھی سن اور وجاہت کے لحاظ تمام قریش پر امتیاز حاصل کیا تھا۔ اور ان سب باتون سے بڑھکر یہہ امر تھا کہ جب نبی (علیہ السلام) بیمار ہوئے تو آپ نے ابوبکرؓ کو مسلمانون کی نماز پڑھانے پر اپنا قائم مقام بنایا تھا اور یہہ منصب امامت کے حقوق مین سے تھا۔

ابوبکرؓ کا پہلا خطبہ جو انہون نے بیعت خلافت لینے کے بعد پڑھا ہے اسلام کی حقیقت اصلی کی تصویر کھینچ رہا ہے اور اُس راز کو عیان کرتا ہے جسکے سبب سے اسلام نے اتنی تیزی کے ساتھ محیط زمین پر اپنا سایہ پھیلا دیا۔ وہ خطبہ یہہ ہے :- "اے لوگو! مین تمہارا والی مقرر کیا گیا ہون اور اس مین کوئی شک نہین کہ مین تم سے بہتر نہین۔ اگر مین اچھا کام کرون تو میری مدد کرو اور اگر بدی کا مرتکب ہون تو مجھے ٹھیک بناؤ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ تم مین کا زور والا میرے نزدیک اُس وقت تک کمزور ہے جبتک کہ مین اُس سے حق کو حاصل نہ کر لون۔ اور تمہارے گروہ کا کمزور شخص اُس وقت تک میری نظرون مین زوردار ہے جبتک کہ مین انشاء اللہ تعالیٰ اُسکا حق اُسے نہ دلا دون۔ تم مین سے کوئی شخص کوشش (جہاد) کو نہ ترک کرے کیونکہ

جو قوم اسکو چہوڑ دیتی ہے خداوند کریم اُسے ذلت مین مبتلا فرماتا ہے۔ جبتک مین خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہون تم بہی میرے مطیع رہو اور جس وقت مین اس امر سے باہر ہوکر نافرمانی کرون تو تمپر بہی میری اطاعت واجب نہین"

ابوبکر رضہ نے زمام خلافت ایسے وقت ہاتہہ مین لی تہی جبکہ اسلام نہایت بیچینی اور خطرہ کی حالت مین مبتلا تہا۔ اس اضطراب کی وجہ وہی ردۃ تہی جسکا ہم اوپر ذکر کر چکے ہین۔ اس ارتداد کے اسباب مین یہہ امر بہی شامل تہا کہ بعض قبیلے بظاہر اسلام کے مطیع تو ہو چکے تہے لیکن اسلام نے اُنکے دلون اور خیالات پر پورا قابو نہین پایا تہا جس وقت نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوا اُنکے دماغون مین یہ ہوا سمائی کہ نبوت کا دعوے کرلینا بہت آسان امر ہے اُنہون نے یہ بہی خیال کیا کہ ہم بذات خاص اسکا دعوے کرنیکے ساتہہ ہی اپنے قبایل سے امداد حاصل کرلینگے۔ جنکے لوگ شمار مین قبیلہ قریش سے کہین زیادہ ہین اسلیئے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ تہوڑے سے قریشی تمام جزیرہ عرب پر سرداری کرین۔ یہ وجہ تہی جس سے کئی آدمیون نے نبوت کا باطل دعوے کردیا جن مین خاندان بنی اسد مین سے طلیحہ بن خویلد الاسدی۔ بنی تمیم مین سے سجاح۔ اور یمامہ کے باشندون بنی حنیفہ مین سے مسیلمہ وغیرہ کئی شخص تہے۔ اور ہر شخص نے اپنے قبیلہ اور مددگارون سے امداد حاصل کی تہی۔ اس وجہ سے عرب کے تمام قبایل مین کچہہ ایسی کہلبلی پڑگئی تہی کہ توبہ بہلی بعض تو اُن مین سے ان دعویدارون کے پیرو بنگئے تہے اور کچہہ ایسے تہے جو صرف زکوۃ دینے سے باز رہے حالانکہ زکوۃ اسلام کے ابتدائی ارکان مین شامل ہے اُسکی حالت بعینہ ایسی ہے جیسے سلطنتون مین مال کا صیغہ۔ اور یہ ہر شخص سمجہہ سکتا ہے کہ ہر وقت، ہر جگہہ سلطنتون کے قیام کے لئے مال کا ہونا ضرور ہوتا ہے۔ اور بعض عرب بدین خیال زکوۃ کے ادا کرنے سے رک گئے کہ انہون نے اسے ایک تاوان کی قسم سے سمجہا جو وہ جاہلیت کے زمانہ مین ادا کیا کرتے تہے۔

ردۃ کا معاملہ اس قدر سخت ہوگیا اور مرتد لوگون نے اتنا زور پکڑا کہ اُن مین سے بعضون نے خود مدینہ پر چڑہائی کرنیکا قصد کرکے اُسپر حملہ کرہی دیا۔ اندنون مدینہ مسلمانون کا پایۂ تخت تہا اور قریب تہا کہ یہہ حملہ آور اُسے فتح کرلین لیکن ابوبکر رضہ نے نہائت عمدگی کے ساتہہ اُنکی مدافعت کی اور اُنہون نے مرتد لوگون سے جنگ کرنے مین ایک تجربہ کار عقلمند اور دوراندیش شخص کیطرح کام کیا۔ اُنکے ماتحت کئی ایک چیدہ چیدہ فوجی افسر اور دانا آدمی تہے جنکو لیئے ابوبکر رضہ نے کئی ایک علیحدہ علیحدہ فوجی نشان بناکر اُنکے حوالہ کیئے۔ ان فوجی نشانات کی تعداد گیارہ تہی جواتنے ہی افسرون کے لئے بنائے گئے تہے اور منجملہ اُن لوگون کے خالد بن الولید۔ عکرمہ بن ابی جہل

اور عمرو بن العاص بھی تھے۔

ابو بکرؓ کی خلافت کو پورے دو برس بھی نگزرے تھے کہ سب معاملہ ٹھیک ہوگیا اور تمام شورشین فرد ہوگئین لوگ پھر اُسی طرح امن کی زندگی بسر کرنے لگے جیسی کہ ان فسادون سے قبل گزارتے تھے۔ ان جھگڑون سے فراغت پاکر ابو بکرؓ نے اپنی توجہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کے لحاظ سے شام و عراق کیجانب منعطف کی اور ان ملکون پر فوجین بھیجین جنکی وجہ سے ۱۳ھ کا مشہور واقعہ یرموک پیش آیا جو بعد مین ملک شام کی فتح کا سبب بنا اور اوسکی وجہ سے مسلمانون کو ویسی ہی قوت حاصل ہوئی جیسی کہ ابتدا اسلام مین بدر کبریٰ کے واقعہ سے ہوئی تھی۔

اسی ۱۳ھ مین ابو بکرؓ نے وفات پائی۔ وہ انتقال سے قبل عمرؓ کے واسطے خلافت کی وصیت کر گئے تھے جو کہ ابو بکرؓ کے بعد عمر مین تمام مہاجرین سے بڑے تھے۔ عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین شام، عراق، مصر اور افریقہ وغیرہ ممالک مین بہت بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئین۔

اسلامی فتوحات

آغاز اسلام مین

ابتدائے اسلام مین عربون کی سادہ زندگی۔ فنون حرب و ضرب سے ناواقفیت۔ سامان جنگ کی غیر موجودگی اور تنگدستی کے علاوہ اُنکی اتنی تھوڑی تعداد نے جو قیصر روم و کسریٰ فارس کی صرف ایک شہر کی محافظ فوج سے بھی زاید نہ تھی۔ قیصر و کسریٰ کے ممالک کو فتح کرلیا اور اُس زمانہ کی ان دونون عظیم الشان حکومتون کا قلع قمع کردیا اسکے اسباب مین مورخین و مصنفین اور روایتون کی چھان بین کرنیوالون نے بہت کچھ اختلاف آرا دکھایا ہے اور بڑی لمبی چوڑی بحثین کی ہین۔

اور اسمین شک نہین کہ یہ معاملہ ہے بھی غور طلب۔ کیونکہ عرب والون کی بے سروسامانی کے مقابل سلطنتہائے روم و فارس کا ساز و سامان ویسا ہی کامل تھا جیسا کہ ہونا چاہیے۔ فوجونکی کثرت۔ مال و دولت کی افراط۔ سلاح

اور سامان جنگ کی فراوانی - رسد خانون اور قلعون کی کثرت تو تھی ہی اسپر طرہ یہ کہ عرب اُنپر حملہ کرنے آئے تو ایسے ملک مین داخل ہوئے کہ نہ وہان کے راستون اور حالات سے واقف تھے اور نہ وہان کوئی اُنکا معین و مددگار تھا - اور رومی و فارسی مدافعانہ پہلو اختیار کئے تھے جس مین یون بھی تھوڑے سے آدمی بہتون کا مقابلہ کرسکتے ہین - اور سب باتون سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے کہ عربون نے صرف چودہ پندرہ برس کی قلیل مدت مین ان دونون سلطنتون کا چراغ گل کر دیا اور انہین فتح کر لیا - اسلئے سوال ہوسکتا ہے کہ آخر اونکو یہ بات کیونکر حاصل ہوگئی؟

اِس بارہ مین محقق لوگون کا سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ "عرب والون کو ان دونون عظیم الشان سلطنتون کے فتح کرنیکا موقعہ صرف اسی وجہ سے ملگیا کہ اسلام کے پیشتر سے یہ دونون حکومتین باہمی جنگ و پیکار کے جھگڑون مین مبتلا ہوکر نہایت کمزور اور خستہ حال ہوگئی تہین" جیسا کہ ہم اس سے پہلے ایک فصل مین بیان بھی کر چکے ہین - مگر ہماری ذاتی رائے مین محض حریف کی یہ کمزوری ہی عربون کی فتحیابی کا باعث نہ تھی ورنہ انہین دونو سلطنتون مین سے کوئی ایک اپنی ہمسایہ مخالف حکومت پر بدرجہ اولے غالب ہونی چاہیئے تھی یہ نہین کہ ایک چھوٹی سی قوم ملک عرب کے بیہڑ میدانون سے اٹھکر آئے اور دونون سلطنتون پر تصرف کر لے؟ گو ہم یہ مانتے ہین کہ رومیون اور فارسیون کی کمزوری کو بھی اسلامی فتوحات مین دخل ضرور تھا مگر ایک یہی امر اُسکی علت نہ تھا بلکہ اَور بہی بہت سے اسباب تھے جنکا بیان آگے چلکر آئیگا -

عربون کو کس چیز نے فتح ممالک پر جری بنایا؟

سب سے پہلے ہمکو اُن اسباب سے بحث کرنی چاہیئے جنہون نے اہل عرب کو باوجود اُنکے جنگلی اور وحشی قوم ہونے کے ایسی شاندار اور قوی حکومتون پر حملہ کرنیکی جراُت دلائی - حالانکہ وہ جنگلون کے رہنے والے اور وحشی تھے - کئی صدیان گزر چکی تہین کہ وہ ان دونون سلطنتون کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے اور اُنکے زور و قوت سے ڈرتے رہنے کے عادی ہوگئے تھے - اور اونکی وسعت ملک اُنکے ہان ضرب المثل تھی - لہذا یہ کیونکر ہوسکتا تہا کہ ایسے لوگون مین کا ایک مختصر سا گروہ جسکی تعداد چند ہزار سے زائد نہ ہو - ان دونون سے بھڑ جانے کے لئے آمادہ ہونے کی جراُت کر لے خصوصًا اس صورت مین کہ نہ تو اُن لوگون کے بدن پر پورا سوا ٹے چھوٹے کپڑون کے کوئی جنگی لباس ہو اور نہ جو جوار سے بڑھکر انہین کوئی غذا میسر - ہتھیارون کی یہ حالت کہ ٹوٹے پہوٹے نیزے جابجا سے بندھے ہوئے ہاتھون مین ہون - اور تلوارین بجائے پرتلون مین لگی ہونے کے چیتھڑون مین باندہ کر حمایل کی ہوئی - پھر اگر انہین اسکی جراُت ہی ہوئی تو اسلام سے پہلے اُنہون نے ایسا

کیون نہ کیا؟ ۔اس وقت انہین کیا ہو گیا تھا؟ ۔

اسکا جواب یہ ہوگا کہ اسلام کے بعد عرب وہ عرب ہی نہ رہے تھے جو قبل از اسلام تھے انکی بالکل کایا پلٹ گئی تھی۔ پہلے تو وہ جدا جدا اور منتشر قبیلے تھے اور ہر ایک دوسرے سے بیگانہ تھا۔ مگر اسلام کے بعد وہ ایک قوم اور ایک دل ہو گئے۔ یہ بات بھی اکیلی انکے اتنے بڑے کام پر قدم بڑہانیکے لئے کافی نہین ہوسکتی۔ البتہ جو امر کہ اس قدر جرأت پیدا کر دینے کا موجب بن سکا وہ انکا یہ اعتقاد تھا کہ جس چیز کی جانب انکو بلایا گیا ہے یعنی دین اسلام وہ واقعی حق اور راست ہے۔ انکا عقیدہ تھا کہ وہ دنیا کو دین کے لئے فتح کرتے ہین۔ اور خداوند پاک نے انہین روے زمین پر اسلام کے پھیلانے کا حکم دیا ہے ان مین سے جو شخص اس کوشش مین مارا گیا وہ شہید ہوگا۔ اور آئندہ عالم کی نعمتین عالم ہستی کی نعمتون سے عمدہ اور دیرپا ہین یہی عقیدہ تھا جس نے عرب والون کو اتنے بڑے اور سخت کام مین ہاتھہ ڈالنے پر دلیر بنا دیا تھا۔ اور اس مین بھی شک نہین کہ انہون نے اپنے حملون اور لڑائیون مین نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ مین فتحمندی کا جو مزہ چکھا تھا اُس نے بھی انکو اس خیال پر جمے رہنے مین مدد دی انسان کا قاعدہ ہے کہ جب اُسے کسی کام مین نفع حاصل ہوتا ہے یا کوئی تجارت اُسے سودمند ثابت ہو جاتی ہے تو اُس کام یا تجارت کے ترقی دینے مین اُسے اپنے تمام سرمایہ کا بھی لگا دینا گران نہین گزرتا۔

اسلامی اتحاد کا جلوہ انکے تمام کاروبار مین نظر آتا ہے جسکے شواہد مین سے ایک وہ بھی ہے جو ہم نے سلسلہ کے آثار باہمی اور بھائی چارہ کے برتاؤ سے متعلق پہلے بیان کیا ہے۔ نیز ہمارے اس دعوے کی یون بھی تائید ہوتی ہے کہ اسلام توحید کا عنوان ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کے ملاحظہ سے عیان ہوتا ہے اور صدر اسلام مین خلفا اور امراء اسلام کا کوئی خطبہ اس وحدۃ (ایکے) کی جانب اشارہ کرتے اور مسلمانون کو اُس جدائی و بیگانگی کے یاد دلانے سے خالی نہین ملتا جس پر انکے باپ دادا زمانہ جاہلیت مین عامل تھے اور ساتھہ ہی وہ خطبے اُن مفید امور سے بھرے ہوئے ملتے ہین جنکی جانب اسلام نے لوگون کو بلا کر انہین باہمی تعصب کے ترک اور یکدل رہنے کی تاکید کی ہے۔ پانچ مرتبہ ایک دن مین امام یا اُسکے نائب کے پیچھے جمع ہونیکی تاکید نے انکے اس اتفاق کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے۔ اس امر مین اتحاد تعلقات کے قوت پانے اور اطاعت پر یکدل ہونیکا جو فایدہ ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہین رہ سکتا۔ بلاذری نے بیان کیا ہے کہ مکہ فتح ہونے سے پہلے جب ابو سفیان مسلمانون کے پاس آئے اور وہ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ تو انہون نے مسلمانون کو نماز مین کھڑے دیکھا جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) رکوع کرتے تو وہ سب جھک جاتے اور جس وقت سجدہ فرماتے سب سجدہ مین آجاتے۔ ابو سفیان رض نے

یہ حالت دیکھکر کہا" خدا جانتا ہے کہ مینے آجکی طرح کبھی کسی ایسی قوم کی فرمانبرداری نہین دیکھی جو ادہر اُدہر سے اکر جمع ہوگئی ہو۔ اور نہ معزز فارسیون اور پُرہیبت رومیون مین ایسی اطاعت گزاری کا نمونہ دیکھا ہے"

باقی رہا یہ امر کہ عرب دعوت اسلام کی راستی کیونکر مانتے تھے اور اُنکا یہ خیال کس طرح تہا کہ جو کچھہ وہ کرتے ہین دنیا کے لئے نہین کرتے بلکہ آخرت کے لئے۔ سو یہ بات اثنار فتوحات مین اُنکے ہر ایک قول و فعل سے ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً مغیرہ بن شعبہ کا جواب جبکہ فارس کے سپہ سالار رستم نے قادسیہ کی جنگ مین اُنسے کہا تہا کہ "بیشک تم اپنی مطلوب شی کی کوشش مین بیوجہ جانین دیتے ہو" مغیرہؓ نے کہا" ہم مین سے جو قتل ہوتا ہے وہ جنت مین داخل ہوگا اور تم مین سے جو مریگا وہ جہنم واصل۔ اسکے بعد جو لوگ ہم مین سے باقی رہجائینگے وہ تمہارے باقیماندہ لوگون پر فتح پائینگے" اور عبادہ ابن الصامتؓ کی وہ گفتگو جو مقوقس مصر سے ہوئی تہی جبکہ مقوقس نے اُنہین رومی فوجی قوت کا خوف دلاکر اُن سے کہا تہا کہ تم کبھی اُنکا مقابلہ نہ کرسکوگے۔ اسکے جواب مین عبادہؓ نے کہا" اے شخص! تو اور تیرے ساتھی ہرگز اپنے دلمین کچھہ گھمنڈ نکرین۔ تو ہمین رومیون کی جماعت اور کثرت سے دہمکاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اُنپر فتح نپائینگے۔ مین اپنی جان کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ یہ بات ہمکو ڈرانے والی نہین ہے اور نہ ہمارے اُس مصمم ارادہ کو توڑ سکتی ہے جسپر ہم کمربستہ ہین۔ اور اگر تم سچ کہتے ہو تو واللہ اُن سے جنگ کرنے مین جو چیز ہمکو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے وہی ہے اور اب ہماری حرص اُنپر بہت زیادہ ہوگئی ہے کیونکہ یہ صورت ہمارے واسطے ہمارے خدا تعالیٰ کے روبرو بہت بڑی عذرخواہی کی وجہ ہوسکتی ہے جبکہ ہم اُسکے حضور مین حاضر کئے جائینگے۔ اگر ہم ایک سرے سے قتل کر ڈالے جائین تو بلا خرخشہ اُس خلاق عالم کی رضامندی حاصل کرکے اُسکی جنت مین داخل ہوجائینگے۔ اس سے بڑھکر تو ہمکو کوئی چیز پسند اور مرغوب ہی نہین بحالت موجودہ تمہارے ساتھہ ہمارا تعلق ایسا ہے جسکا نتیجہ ہمارے لئے دو مین سے ایک بہتری ضرور ہوگا۔ یعنی اگر ہم نے تمپر فتح پائی تو عظیم الشان دنیاوی غنیمت ہمارے ہاتھہ آئیگی اور یا جبکہ تمنے ہمپر غلبہ پالیا تو ہم غنیمت آخرت سے بہرہ یاب ہونگے۔ اور خوب سمجھہ رکھو کہ ہماری طرف سے اچہی طرح کوشش ہوچکنے کے بعد جو بات ان دونون سے ہمکو زیادہ مرغوب ہے وہ یہی آخری امر ہے۔ اور خدائے پاک و بے نیاز نے ہمسے اپنی کتاب مین یون خطاب فرمایا ہے "کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين" (یعنی کتنی ہی دفعہ گروہ قلیل بحکم خدا گروہ کثیر پر غالب آجاتا ہے اور اللہ صبر والون کا ساتہی ہے) ہمارے گروہ مین ہر شخص صبح و شام اپنے پروردگار کے روبرو بالحاح تمام یہی دعا مانگا کرتا ہے کہ بار خدایا مجھے شہادت نصیب فرما

اور مجھکو اپنے ملک و وطن اور بال بچون کیطرف زندہ واپس نہ لیجا۔ اور ہم مین سے کسی کو اپنے پسماندون کا غم نہین ہے بلکہ ہر شخص نے اپنے بال بچون اور مال و متاع کو اپنے خدا کی سپرد کر کہا ہے۔ البتہ ہمکو فکر ہے تو اُس بات کی جواب ہمارے سامنے ہے (یعنی کفار سے جنگ) باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ ہم لوگ بسر اوقات کے سامان مین تنگ دست اور بے برگ و ساز ہین تو یہ خیال اپنے دل سے دور کر دو۔ کیونکہ ہم بہت فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہین اور ایسے خوش حال ہین جسکی کوئی انتہا نہین اگر ساری دنیا بھی ہماری ملک ہو جائیگی تو ہم اپنی ذات خاص کے لئے کبھی اس سے زاید نہ چاہینگے جتنا کہ اب ہمارے لئے ہے ..."

اسلامی تاریخ مین اسکی اور بھی بہت سی مثالین موجود ہین یہانتک کہ ایک مسلمان شخص خود اپنے باپ اور بھائی سے جبکہ وہ دونون مشرک ہوتے لڑتا تھا اور اسے اچھا سمجھتا تھا۔ اور دوسرے مذاہب کی تاریخین دیکھنے سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کسی معاملہ کے اندر ہلاکت مین پڑنے اور خطرہ مین ہاتھ ڈالنے پر تیار نہین ہوتا۔ مگر جبکہ وہ دینی معاملہ ہو جس مین اُسے اپنی جان تک کی بالکل پرواہ نہین رہتی اسکے متعلق خود نصاریٰ کے یہان عیسوی شہیدون کے قصے موجود ہین اور دوسرے مذاہب کی بھی بکثرت اس قسم کی روائتین ملتی ہین جو ہمارے مدعا کو ثابت کرنیکے لئے کافی ووافی ہین۔

مصر، شام اور عراق کے لینے کی خواہش عرب والون کو یون اور بھی بڑھی کہ انہین ان ممالک کی سرسبزی اور زرخیزی کا حال معلوم ہو گیا تھا اور اُس دینی اٹھان کے بعد جواب انہین پیدا ہو گیا تھا خود انکا خشک اور بیہڑ ملک انکی ضروریات کا ذمہ وار نہ ہو سکتا تھا۔ اور اسلام کے چند ماتحت قبیلے تو محض مال غنیمت ہی کی خاطر لڑتے تھے اس دعوے کی دلیل وہ واقعہ ہو سکتا ہے جو مسلمانون سے غزوۂ حنین اور طایف کے بعد ظہور مین آیا کیونکہ ان لڑائیون سے فارغ ہونے کے بعد جبکہ بہت سا مال اور بے شمار لوٹ کا سامان جمع ہو گیا تھا اور جنگ کے قیدی واپس کر دیے گئے تھے اُس موقعہ پر جو حالت ہوئی اُسے ابن ہشام یہ لکھکر کہتا ہے کہ "نبی (صلعم) سوار ہو کر چلے اور لوگ یہ غل مچاتے ہوئے آپکے پیچھے ہو لئے کہ یا رسول اللہ آپ ہمارا لوٹ کا مال اور اونٹ بکریان ہمکو تقسیم فرما دین" یہانتک کہ انہون نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایک درخت کے تلے ٹھیرنے پر مجبور کر دیا اور انکی چادر تک چھن گئی۔ اُس وقت نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "لوگو میری چادر واپس دیدو قسم ہے خدا کی اگر میرے پاس درخت تھامہ کے برابر نعمتین ہوتین تو مین اُنہین بھی تمپر بانٹ دیتا اور پھر بھی تم مجھے بخیل یا بزدل۔ اور دروغگو نہ پاتے"

فتوحات پر اہل عرب کی مساعدت کس امر نے کی؟

یہان تک تو اسکا بیان تھا کہ فلان فلان وجوہ سے عرب والون کے دلون مین ایسی عظیم الشان سلطنتون کے ساتھہ جنگ کرنیکی جرأت پیدا ہوئی۔ مگر یہ بتانا باقی ہے کہ ان فتوحات پر انکی مساعدت کس امر نے کی؟ جسکی تفصیل یہ ہے:-

(۱) انکی چستی وجفاکشی اور زیادہ ساز وسامان کا پاس نہ رکھنا۔ کیونکہ وہ خانہ بدوش لوگ تھے۔ اور تکلیف سے زندگی بسر کرنیکے عادی ہوکر بھوک وپیاس کی سختیون سے بے پروا ہوگئے تھے۔ جب اُن مین سے کوئی شخص کسی جنگ کے لئے سفر کرتا تو کبھی اپنے ساتھہ اس قدر اسباب نہ لیتا جو اُسکے کندھون پر یا اُسکے اونٹ پر بار ہو بلکہ بعض حالتون مین تو وہ کھانے کا بھی سامان ساتھہ نہ لیتے تھے جو کچھہ راستہ مین لوٹ مار سے ہاتھ لگتا اُسی سے گذارہ کر لیتے تھے۔ عربون کے غالب آنے مین اونٹ کا بہت کچھہ احسان ہے اسلئے کہ وہ اکیلا اُنکے یہان وہی کام دیتا تھا جو رومیون کے یہان۔ گاڑیون۔ گھوڑون اور دیگر چوپایون سے نکلتا تھا عرب کا باشندہ اپنی اونٹنی سے اتنے کام لیتا تھا۔ اُسپر سوار ہوتا۔ اپنا سامان لادتا۔ اُسکے دودھ کو غذا بناتا۔ اور اُسکے سایہ مین بیٹھکر آرام لیتا۔ ان سب فواید کے مقابلہ مین اُسکی خدمت کچھہ نہین کرنی پڑتی تھی۔ وہ بیچارے جنگل کی گھاس پھوس سے پیٹ پالتے اور کبھی سوکھی گھاس ہی پر بسر کرتے۔ پھر کئی کئی دن تک بھوک اور پیاس کا تحمل کر لیتے تھے۔ بخلاف اسکے رومی یا فارسی اُس وقت تک میدان جنگ مین نہ جاسکتا تھا جبتک کہ اُسکے ساتھ بہت سا بوجھہ خیمہ وخرگاہ اور سامان رسد کا نہ ہو جسکے اٹھانے کی طاقت گاڑیون کے سوا کسی اور کو نہ ہوتی۔ اور گاڑیون کے کھینچنے کو جانورون کی ضرورت پڑتی اور جانورون کو دانہ چارہ اور پانی کی احتیاج دامنگیر رہتی۔ اور ہمین اس بات کا ذکر اسلئے اور بھی کرنا پڑا کہ ہم نے انگریزون اور سوڈانی عربون کی جنگ مین بچشم خود یہ حالت دیکھی ہے سنہ ۱۸۸۴ء مین جب وادی نیل کی مہم گارڈن پاشا کو خرطوم کے محاصرہ سے چھوڑانیکے لئے روانہ ہوئی ہے اُس وقت یہ کیفیت دیکھی گئی کہ ایک انگریز بھی اُس وقت تک اپنے مقام سے جنبش نہ کرتا تھا جبتک کہ اُسکے ساتھہ ڈبل روٹی۔ بسکٹ۔ بھنا ہوا گوشت۔ شکر۔ چاء۔ دودھ۔ مکھن اور پانی کی چھاگلین خیمون۔ ڈیرون کے گٹھڑ اور سامانون اور کپڑون کے بوجھہ نہ ہوتے۔ اسکے علاوہ انکے ساتھہ گھوڑون کا دانہ چارہ اور دیگر سامان رسد اس قدر ہوتا تھا جسکے اُٹھانے کے لئے بہت سے باربردار جانور درکار ہوتے۔

مذکورۂ بالا مہم مین آدمی (سپاہی) تو صرف ..۱۵ تھے اور اونٹون کی تعداد چار ہزار تھی جنکی وجہ سے شتربانون

اور دوسرے ملازمون کی ایک بہاری تعداد ہمراہ ہوگئی تہی اور یہ حالت مہم کے سر پر بار گران ہوتی تہی۔ برعکس اسکے سوڈانی ان تمام ساز اور سامانون سے بے پروا تہے۔ اُن کے پاس ایک تہیلا ہوتا تہا جسمین تہوڑے سے جوار کے دانے پڑے ہوتے تہے وہ اُسے بغل مین دبانا اور جہان چاہتا چلدیتا تہا۔

(۲) اونکا قضا و قدر پر اعتقاد رکہنا اور یہ ماننا کہ جبتک موت نہ آئے انسان ہرگز نہین مرتا جب اُسکا وقت آجاتا ہے تو فوراً مرجاتا ہے چاہے اپنے بستر استراحت ہی پر کیون نہ پڑا ہو۔ اور موت نہ آئے تو برستی ہوئی تلوار دن کے سایہ مین بہی اُسکا بال بیکا نہین ہوتا۔ یہ اعتقاد بہت پختگی کے ساتہہ اُن کے دلون مین جما ہوا تہا۔ اور اون کے مشہور وقایع مین جو دلیریان اون سے ظاہر ہوئی ہین اون سب کی علت یہی اعتقاد تہا۔

(۳) گہوڑے کی سواری اور تیر اندازی مین اُنکا ماہر کامل ہونا۔ ان امور مین وہ رومی اور فارسی دونون قومون سے کہین زیادہ ماہر تہے۔ پہر عرب کے گہوڑے بہی رومیون اور فارسیون کے گہوڑون سے نجیب تر ہوتے تہے اور اونکی زیادہ تر لڑائیون مین رواج زمانہ کے مطابق ایک ایک دو دو شخصون کا مقابلہ ہوا کرتا تہا۔ وہ لوگ تمام فوج مین سے ایک ایک سوار کو چُنتے تہے اور وہ میدان مین نکلکر باہم مقابل ہوتے۔ جو غالب آجاتا اسکے طرفدار بازی جیت لیتے۔ اور عرب والے اس طریقہ سے اکثر کامیاب ہی ہوتے تہے۔ نیز بسا اوقات اونکی فتمندی صرف اُس شخص کی کوششون پر منحصر ہوتی تہی جو میدان مین نکل کر غالب رہتا یا کسی ایسے سچے نشانہ باز قدر انداز پر جو ایک ہی تیر مین غنیم کے سپہ سالار کا خاتمہ کردیتا جس سے اُسکی سپاہ منتشر ہوجاتی۔ جس مقام پر ہم جنگی ہتہیارونکا ذکر کرینگے وہان اس امر کی تفصیل آئیگی۔

صدر اسلام کی خصوصیت شرائط نصرت کا زیادہ پایا جانا

(۴) اس مین شک نہین کہ مذکورۂ بالا زمانہ مشہور و ذی شان لوگون کے پیدا کرنے مین ویسا ہی ممتاز گزرا ہے جیسا کہ نپولین کا زمانہ نامی جنرلون کے لئے مشہور ہوا ہے۔ کیونکہ وہی ملک فرانس بعد مین اُس قسم کے جنگجو سردار پہر نہ پیدا کرسکا۔ زمانہ نپولین اعظم کے جنرل فرنچ بغاوت کے بعد نامآوری کے میدان مین آئے جیسا کہ اسلام کے صدر اول مین نامور لوگ نمایان ہوئے جبکہ ملک عرب مین واقعہ فیل گزرا۔ اور حبشی لوگون نے ہاتہیون اور فیل سوارون کی کثیر تعداد کے ساتہہ خانہ کعبہ پر حملہ کیا تہا۔ اس واقعہ نے عربون کے سکون مین ایک قسم کی حرکت پیدا کردی۔ اور زمانہ کے انقلابات کی وجہ سے جو صدمات پہونچے اونہون نے اہل عرب کو نئی شکنجہ مین لاکر اُنہین اپنی حالت کے سنبہالنے کا خیال دلادیا جسکی وجہ سے اُنکی وہ مخفی قوتین جواب تک دبی ہوئی اور

پنہان تہین اُبہر کر آشکارہو گئین۔ ایسے سخت حادثے لوگون مین اکثر ایک اس قسم کا مادہ ترقی اور جوش پیدا کر دیتے ہین جس سے پوشیدہ قوتین اور دبی ہوئی طاقتین آشکار ہوجاتی اور اُبہر آتی ہین۔ ہمارے اس دعوے پر تاریخ ایک زبردست شاہد ہے۔ گویا کہ خداوند پاک نے عرب والون کی قسمت مین فتحمندی لکھدی تہی کہ اُن کو ایسے سرداروں اور سپہ سالاروں کے ساتہہ مختص کیا جو فنون جنگ حسن تدبیر۔ اور حکمت عملی مین دنیا کے چیدہ چیدہ لوگون مین شمار ہوتے ہین۔ مثلاً خالد بن الولیدؓ۔ خالد بن سعیدؓ۔ ابی عبیدة ابن الجراحؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ یزید بن ابی سفیانؓ۔ حمزہ بن عبدالمطلبؓ اور علی بن ابی طالبؓ جیسے لوگ جن مین دلیری اور سپہ سالاری کا مادہ غالب تہا۔ اور عمرو بن العاصؓ۔ معاویہ بن ابی سفیانؓ۔ مغیرہ بن شعبہؓ۔ اور زیاد بن ابیہ کی مانند مدبر و ہوشیار لوگ اور ابوبکر صدیقؓ و عمر بن الخطابؓ کی مثل دانا اور متقی اور صاحب ہمت لوگ اُن مین پیدا ہوئے۔

اسلام کے تیزی سے کامیاب ہونے مین ان مذکورہ بالا عظیم الشان لوگون یا اون جیسے اور نامور شخصون کا وجود مین آنا ایک قوی سبب تہا۔ اور خود مسلمان اس بات کو بخوبی جانتے تہے یہان تک کہ آغاز دعوت کے زمانہ مین خود نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے کہا "خدایا حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام کی تائید فرما" اور جب حمزہ رضؓ داخل اسلام ہوچکے اور عمر رضؓ بہی مسلمان ہولئے تو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے یہ فرمایا کہ "بے شک حمزہؓ اور عمرؓ کے اسلام لانے سے مذہب اسلام کو تائید پہونچی ہے۔"

ابی بکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ ابن العاصؓ۔ معاویہؓ۔ اور خالدؓ جیسے لوگ اگر آجکے دن ظاہر ہوتے تو اس مین کلام نہین کہ انکا شمار اُن بڑے بڑے لوگون مین ہوتا جنکی عظمت کو مہذب دنیا بطور ضرب المثل کے پیش کرتی ہر جیسا کہ یورپ کے لوگ ان دنون بونا پارٹ۔ کرامویل۔ بسمارک اور گلیڈسٹن وغیرہ کو ضرب المثل بناتے ہین۔ مذکورہ بالا اشخاص اون نامور لوگون کے علاوہ ہین جو اموی اور عباسی حکمرانون کے عہد مین پیدا ہوئے اور شہرت و عظمت کے آسمان پر نیر اعظم بنکر چمکے۔

صبر اور درنگ

(۵) جنگ موتہ کے بعد جس مین اہل عرب کو شکست ہوئی اُنہین رومیون کی قوت وکثرت کا علم و تجربہ ہوگیا تہا۔ اب وہ اس امر سے آگاہ ہوگئے تہے کہ رومیون کی لڑائی اَور ہے۔ اور جنگلی لوگون کی جنگ اَور۔ جن سے کہ وہ اپنے ملک مین روز لڑا کرتے۔ اور آپسمین ایکدوسرے پر چھاپے مارا کرتے تہے جس وقت اُنہین یہہ بات ثابت ہوگئی تو اونہون نے اسکے بعد والے زمانہ مین رومیون سے جنگ کرنیکا طریقہ بدلدیا۔ اب وہ بجائے سرعت کے ساتہہ حملہ آور ہونے کے چپکے چپکے لڑتے رہنے اور لڑائی کو طول

دینا سیکھ گئے تھے اور اسی بات پر کاربند رہتے تھے ۔صبر کرنے کی عادت تو ان کے لیئے بہت ہی آسان کام تہا اسلیئے کہ انکو تہوڑی سی غذا اور سوٹے جھوٹے کپڑون پر اکتفا کرنا پہلے ہی سے آتا تہا۔جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور جب انکا سامان ہو چکتا تہا تو وہ لوٹ مار پر جھک کر چوپایے اور گیہون وغیرہ جو کچھہ ملجاتا اسی پر بسر اوقات کرلیتے تھے شروع شروع مین جب اہل عرب عراق اور شام کے ملکون پر بڑھے ہین تو انکی لڑائیون کا رنگ ملکی فتوحات کی نسبت چھاپے مارنے اور لوٹ مار کرنے سے زیادہ مشابہ تہا اور اکثر فتوحات مین انکا یہی قاعدہ تہا کہ جس شہر کو فتح کرنیکا ارادہ کرتے اوسپر پہلے اپنی فوج کی ایک جماعت کو چھاپے مارنے کیلیئے بہیجدیتے ۔ اور کبھی بظاہر انکا یہ ارادہ بھی نہین ہوتا تہا کہ اس ملک کو فتح ہی کرینگے ۔اس طرح وہ اس شہر کے گرد قتل و غارت کرتے ہوئے چکر کاٹتے تھے۔ یہانتک کہ انہین فتح کا موقعہ ملجاتا تو اسے غنیمت سمجھکر ہاتھہ سے نہین دیتے تھے۔ اُنہون نے صدر اسلام اور اوسکے مابعد زمانہ مین اپنی بہت سی فتوحات کے اندر ایسا ہی طریقہ برتا۔کیونکہ جب موسیٰ بن نصیر نے طارق کو ۹۲ھ مین سواحل ہسپانیہ کیجانب روانہ کیا تہا تو اسکی غرض صرف لوٹ مار کی تہی کچھہ فاتحہ کی حیثیت سے نہین بہیجا تہا۔مگر حسن اتفاق کہ آخر کچھہ ایسے اسباب پیدا ہوگئے جنہون نے فتح ملک مین طارق کی مدد کی۔یہ اسباب اُن سببون سے ملتے ہوئے تہے جنہون نے ملک شام کی فتح پر اہل عرب کو کمک پہونچائی تہی اس طرحپر طارق اُندلس مین داخل ہو گیا۔اور جب موسیٰ کو یہ اطلاع ملی تو اُسے پہلے تو اس بات کا تعجب ہوا پہر اُسے ناگوار گزرا کہ وہ آپ ہی فاتح کیون نہ ہوا؟ لہذا اُس نے حکم امتناعی بہیجکر طارق کو آگے بڑھنے سے روکدیا۔ان دونون کے مابین جو واقعہ گزرا وہ ناظرین تواریخ سے مخفی نہین۔ افریقیہ اور اُسکے آس پاس کے ملکون کی فتوحات مین بھی عرب کی یہی حالت رہی۔

عرب والون کی کمک

(۶) اسلام ابتدائی حالت مین عربون کی ترقی کا پہلا قدم تہا اور مسلمان خود عرب ہی کے باشندے تھے یہانتک کہ رفتہ رفتہ اکثر حالتون مین یہ دونون لفظ مسلمین اور عرب ایک ہی معنون مین مستعمل ہونے لگے۔جب لوگ عربون کا ذکر کرتے تو اون سے مسلمانون کو مراد لیا کرتے اور اسکے برعکس بھی ہوتا۔داخل اسلام ہونے کے معاملہ مین بہ نسبت اور قومون کے اہل عرب قریب تر تھے اسلیئے کہ اسلام پر فخر کرنے مین جو خصوصیتین اُنہین حاصل ہین دوسرون کو حاصل نہین۔یہ بات بہت مضبوطی کے ساتھہ لوگون کے دلون مین بیٹھہ گئی تہی خصوصاً اس وقت اور بھی جبکہ عمرؓ نے جزیرۂ عرب سے غیر مسلم لوگون کے نکال باہر کرنیکا حکم دیا تہا جسکے بعد تمام مشرکین اور غیر مذاہب کے لوگ جزیرۂ عرب سے جلاوطن ہوگئے اور اب اوس جزیرہ مین سوائے مسلمانون کے کوئی غیر باقی نہین رہا۔چنانچہ اُس وقت سے آجتک یہ حالت بدستور قایم ہے۔

مسلمانون نے شام اور عراق کے شہرون پر یکبارگی ہی دفعہ حملہ نہین کیا بلکہ بہت دنون تک وہ ان ممالک کے قرب وجوار مین جو صحرائے عرب سے متصل تھے لوٹ مار کرنے رہنے مین مصروف رہے تھے۔ عراق اور شام کے ان صحراؤن کے رہنے والے بھی مسلمانون ہی کی طرح عرب تھے جنہین حدود ملک شام پر صوبہ حوران کے شہر بصرے مین غسانی خاندان کے لوگ فرمانروا تھے۔ اور عراق کی سرحدون پر شہر حیرہ مین منذری گھرانہ حاکم تھا ملک شام مین غسانی لوگ رومیون کے گورنر تھے اور عراق مین منذری امرا اہل فارس کے عمال شمار ہوتے تھے اہل عرب یون تو روم اور فارس والون سے طبعاً نفرت و عداوت رکھتے تھے لیکن وہ زبردست کا ٹھینگا سر پر کے دباؤ مین پڑکر انکے ماتحت بنے تھے خصوصاً منذری گھرانے کے لوگ تو نعمان بن منذر (جسکا لقب "ابو قابوس" تھا) کے قتل ہو چکنے کے بعد سے فارس والون سے خار کھائے ہوے تھے۔ نعمان مذکور کو کسرٰی پرویز نے قتل کرا دیا تھا اور اوسکے قتل ہونیکے باعث سے فارسیون اور عرب کے باشندون مین ایک بہت بڑی مشہور جنگ بھی واقع ہوئی جو "ذو قار" کے نام سے معروف ہے اس جنگ مین فارس والون کو بہت بری طرح شکست کھانی پڑی تھی اور وہی سب سے بڑا میدان تھا جس مین عرب والون نے عجم سے بازی لی۔ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ مذکورہ بالا واقعہ اُسی سنہ مین ہوا تھا جسمین "بدر کبریٰ" کا واقعہ ہوا ہے اور دونون جنگون مین عرب والے ہی مظفر و منصور رہے منذری خاندان اور فارس کے لوگون مین اُس وقت تک عداوت و مخالفت قایم رہی جبکہ خالد بن الولید نے انپر فوجکشی کرکے تین باتین اون کے روبرو پیش کین۔ اسلام۔ یا جزیہ دینا۔ یا لڑ مرنا۔ اون لوگون نے جزیہ دینا منظور کیا اور ایک مقدار مال معین پر جسے ہر سال ادا کرتے رہنے کی شرط کی تھی صلح کر لی۔ بصریٰ وغیرہ نصاریٰ کے دیگر ممالک مین بھی جو ملک شام کی حدود مین تھے۔ اور نیز اُن مقامات مین جو خطہ عرب مین داخل اور حدود صحرا کے اندر عراق عرب اور ملک شام کے مابین واقع تھے۔ یہی صورت پیش آئی۔ مثلاً عین التمر۔ اور ضندودا۔ ان مقامات مین خاندان کندہ۔ ایاد اور قراقر کے لوگ آباد تھے اور یہ جگہہ بنی کلب وغیرہ قبایل کے رہنے کی تھی جو بسبب پانی دستیاب ہونیکے یہان سکونت رکھتے تھے۔ خالد ابن الولید نے عراق سے ملک شام کو آتے ہوئے ان قبایل سے جنگ کی تھی جن اسباب کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اونکی اور نیز دیگر اسباب کی وجہ سے خاص عرب کے باشندے اسلام کی کمک کے لئے بہ نسبت دیگر قومون کے زیادہ قریب اور پیشدست تھے۔ اور جو اسباب اس امداد کے محرک ہوئے وہ حسب ذیل تھے:۔ عرب کے ہر ایک قبیلہ کے ساتھہ چند باتین خاص تھین مثلاً یمن کے رہنے والے عرب اہل فارس سے خار کھاتے تھے جب سے فارسیون نے اسلام سے پیشتر اُن کے ملک کو فتح کرکے انپر جداگانہ علیحدہ

حکومت کی اور بعد ازان اُنکی سلطنت کا سایہ یمن والون کے سر سے سمٹ کر صرف بحرین پر قایم رہا تہا یمن کے باشندے اُنکے دشمن ہو رہے تہے۔ قوم ربیعہ ملک فارس کے ایک صوبہ ممالک جزیرہ مین سکونت پذیر تہی۔ یہ قوم بہی فارس کے باشندون کو نقصان پہونچانے مین مسلمانان عرب کی بہت کچہہ معاون ہوئی۔

اکثر حالتون مین مذکورہ بالا عربی قبایل اور اونکے علاوہ ملک شام کے اصلی باشندے بہی محض جزیہ دینے سے بچنے کے لئے رومیون کے مقابلہ پر مسلمانون کی جانب داری کرتے تہے جیساکہ جراجمہ (مردہ) نے کوہ لکام مین کیا۔ حبیب بن مسلمۃ الفہری نے جب اُنپر چہاپہ مارا تو وہ جہٹ پٹ امن کے خواہان ہوگئے اور پہر اس شرط پر صلح کرلی کہ ہم مسلمانون کے مددگار۔ اُنکے جاسوس۔ اور کوہ لکام مین رہینگے۔ مگر یہہ بہی ہو کہ ہمسے جزیہ کا مطالبہ نہ کیا جائے ۔ ۔ ۔ اسکے علاوہ اُنکے شہر مین اور جو لوگ تاجر۔ اجیر۔ اور محکوم رعایا کی قسم سے تہے جن مین بعض نبطی تہے اور بعض دیگر اقوام سے اور نیز تمام دیہات کے لوگ سب اس صلح مین داخل ہوگئے تہے۔ اور اونکا نام رواذیف رکہا گیا تہا۔ +

پسپا ہونیکا راستہ (۷) شام اور عراق وغیرہ مین عربون کی جنگ کا ایک یہ بہی قاعدہ تہا کہ وہ لڑائی چہیڑنے اور حملہ کرنیسے پہلے اپنے پسپا ہونیکا راستہ محفوظ کرلیتے تہے تاکہ ضرورت کے وقت بہاگنے کا موقع رہے۔ لہذا وہ رومیون سے یا فارس والون سے اُس وقت تک نہین لڑتے تہے جبتک کہ اپنے آپ کو کسی محفوظ احاطہ مین نہ کرلین۔ اس راہ فرار کی حفاظت اُنکے لئے ایک نہایت آسان بات تہی۔ کیونکہ وہ جنگلون اور لق و دق میدانون کو اپنے پس پشت لیکر معرکہ آرا ہوا کرتے تہے اور صحرا اُنکی جاءِ پناہ تہا۔ جس وقت وہ بہاگتے تہے رومی یا فارسی اُنکی گرد کو بہی نہ پا سکتے تہے اور نہ اُنہین اس تعاقب کی حاجت معلوم ہوتی تہی۔ جب رومی لوگ اپنے مقام پر واپس آجاتے تو اہل عرب بہی پہر اُنکے مقابل آن کر ڈٹتے تہے اسی طرح پسپا ہو ہو کر مقابلہ کرتے رہنے سے رومیون کا ناک مین دم کردیتے تہے اور لڑائی کو طول دیکر اُنکی قوت کو گہٹاتے جاتے تہے خواہ وہ غنیم کے مقابلہ مین کتنے ہی کم ہون لیکن آخرکار اُسے تباہ کر ڈالتے تہے۔ اس معاملہ مین اُنکی بعینہ وہی حالت تہی جو اندنون ہماری پرشوکت اور طاقتور گورنمنٹ انگلشیہ کے مقابلہ مین بوئرون کی کیفیت تہی گو وہ بہت تہوڑے تہے لیکن اونہون نے کثیر التعداد انگریزی فوجون کو دق کر رکہا تہا۔ اور فوجین بہی ایسی جنکے پاس کسی قسم کے سامان اور آلات حرب کی کمی نہ تہی نہ وہ بزدل تہین۔ لیکن بات یہ تہی کہ بوئر لوگ نے وقتاً فوقتاً موقع دیکہہ دیکہکر حملہ کرتے رہنے اور مار پیٹ کر پہر اپنے مقامات مین جو اُنہون نے دشوار گزار پہاڑون کے اندر

مقرر کر رکھے تھے جا گھسنے سے انگریزی فوجونکو تھکا مارا تھا اور قباحت یہ تھی کہ سرکاری فوجین وہان بلاسخت خطرہ مین مبتلا ہوئے جا نہین سکتی تہین۔

یہ قاعدہ اہل عرب کے یہان بہت زور کے ساتھہ ملحوظ رہتا تھا یہان تک کہ اون مین سے بعض لوگ اورون کو بھی اسکی ہدایت کیا کرتے تھے۔ منجملہ ایسے ہی اقوال کے مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کا یہہ قول بھی ہے جو ایک دلیر اور جنگجو عربی سردار تھا جس وقت اُسے مسلمانون کے اہل فارس سے معرکہ آرا ہونیکے لئے ملک عراق مین آنیکی اطلاع ملی تو اُس نے یہ پیغام افسر فوج اسلام سے کہلا بھیجا تھا:-

"اہل فارس سے اُنکے ملک کی سرحد پر ایسے مقام مین جنگ کرو جہان کہ سرزمین عرب کا ایک چھوٹا سا پتھر بھی پایا جا سکے۔ خبردار اون کے گھر مین گھسکر نہ لڑنا۔ اگر خداوند پاک نے مسلمانون کو فتحمند بنایا تو جو کچھہ اہل فارس کے پس پشت ہے سب اُنہین کا ہوگا لیکن بصورت دیگر اُنہین اپنے ہی لوگون مین سے کسی گروہ مین واپس آنا ہوگا جسکے بعد وہ اپنی راہ سے زیادہ باخبر اور اپنی سرزمین پر زیادہ دلیر ہونگے یہانتک کہ حق سبحانہ اونہین دوبارہ حملہ کرنیکی استطاعت دے"

خلیفہ عمر بن الخطاب رض کی یہ خواہش کہ مرکز خلافت مدینہ اور اسلامی مملکت کے تمام گوشون سے آمدرفت کا سلسلہ باقی رہے۔ اِس امر کی اور بھی تائید کرتی ہے کیونکہ خلیفہ ممدوح اس امر پر بہید مصر رہتے تھے کہ اُن کے اور تمام مسلمانون کے مابین راہ مین کوئی دریا حایل نہ ہو۔ فارس اور مصر فتح ہو چکنے کے بعد جس زمانہ مین کہ امیر سعد بن ابی وقاص مداین مین اور امیر عمرو بن العاص اسکندریہ مین مقیم تھے خلیفہ ممدوح نے تمام امرا اسلام کو یہ فرمان لکھا تھا کہ "میرے اور اپنے مابین کسی دریا کو حایل نہ کرنا تاکہ جس وقت مین اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تمہارے پاس آنا چاہون تو آسکون"۔ اِس حکم کے موصول ہونے پر سعد رض کوفے مین آگئے اور عمرو بن العاص فسطاط مین ان دونون امیرون نے اپنی فوجون کے ساتھہ کیمپ مین سکونت اختیار کی۔ بعد ازان وہی خیمون کے پڑاو کچھہ عرصہ مین بڑے بڑے آباد شہر بنگئے۔

یرموک شام اور عراق کے معرکون مین اہل عرب کا جو قاعدہ تھا اُسے ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ اسکے بعد یرموک کا مشہور معرکہ پیش آیا جو ابوبکر رض کی زندگی ہی مین ۱۳ھ مین واقع ہوا۔ یرموک اطراف شام مین ایک وادی (نالہ) ہے جو حوران کے قریب واقع ہے اِس مین سے پانی بہکر بحیرہ طبریہ مین گرتا ہے۔ اُسکا یونانی نام (Hieromax) تھا جسکو اہل عرب نے اپنے تلفظ مین لاکر "یرموک" کردیا۔ اسی ندی کے کنارہ

پر یہ خوفناک معرکہ ہوا تھا فتح شام مین اسکی بڑی شان ہے اسلئے کہ اسی معرکہ مین مسلمانون کی کامیابی ذاتئین فتوحات کا سلسلہ قایم رکھنے پر مستند بنا دیا اور رومیونکی ہمتین پست کر دین۔

واقعہ یرموک کے حالات مین غور کرنیکے بعد اس مین مسلمانون کی کامیابی کا باعث دو چیزین پائی جاتی ہین عمرو بن العاصؓ کی رائے صائب۔ اور خالد بن الولیدؓ کی شجاعت۔ کیونکہ جس وقت رومیون نے حدود شام پر اہل عرب کی چھیڑ چھاڑ اور اونکی مار دھاڑ دیکھی تو اونھون نے اپنی قوتون کو مجتمع کرکے یہ قصد کیا کہ مسلمانون کو یکبارگی پیس ڈالین مسلمان لوگ شام و عراق کے اطراف مین متفرق تھے انھین اس امر کی خبر ملی تو اونھون نے باہم اس معاملہ مین خط کتابت کی۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ "میری تو یہ رائے ہے کہ اجتماع بہتر ہے۔ کیونکہ جب ہم اکھٹے ہو جائینگے تو تھوڑے ہونے پر بھی مغلوب نہو سکین گے۔ اور اگر متفرق رہینگے تو ہم مین سے ہر ایک فرقہ دشمنون کی کثرت کی وجہ سے اپنے مدمقابل غنیم کا بار نہ اوٹھا سکیگا" مسلمانون نے ابوبکرؓ کو اس رائے سے اطلاع دی اور اونھین تمام صورت حال لکھ بھیجی۔ ابوبکرؓ نے بھی وہی جواب دیا جو عمرو بن العاصؓ نے کہا تھا۔ لہذا مسلمانونکی فوجین شام و عراق سے آن آنکر یکجا ہو گئین اور یرموک کے میدان مین اُنسے اور رومیون سے مدبھیڑ ہوئی۔ ابن اثیر کے قول کے مطابق رومیون کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔ اور مسلمانون کی تعداد صرف پچاس ہزار جو خالد بن الولیدؓ کی ماتحتی مین تھے۔ خالدؓ نے مسلمانون مین کھڑے ہو کر ایک پُرزور تقریر کی اور اونھین غنیم کے مقابل ثابت قدم رہنے پر اُبھارا اور ہمت بندھائی۔ پھر اونھون نے اسلامی فوج کے کئی حصے کر دیئے۔ اور ہر حصہ پر ایک سردار مقرر فرمایا۔ اہل عرب صف بندی کرکے لڑنا نہ جانتے تھے جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ مگر یہان ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالدؓ نے رومیون سے مقابلہ کرنیکے لئے انھین کے فوجی نظام کو دیکھکر اپنی افواج کو بھی اُسی طرز پر مرتب کرلیا۔ خالدؓ کو مسلمانون کے خوف زدہ ہو جانیکا احساس ہوگیا تھا لیکن وہ مختلف اوضاع سے اُنھین جوش دلاتے رہتے۔ مثلاً اونھون نے ایک مسلمان کو یہ کہتے سُنا کہ "روم والے کتنے زائد ہین اور مسلمان تھوڑے"؟ اُسسے اونھون نے چھوٹتے ہی یہہ جواب دیا کہ "روم والے کس قدر تھوڑے ہین اور مسلمان زائد۔ تم سمجھ رکھو کہ تھوڑی فوجین فتحمندی کے ساتھ زائد ہو جاتی ہین۔ اور شکست و ہزیمت کی وجہ سے بڑے بڑے لشکر صرف تھوڑے سے آدمیون کے برابر رہجاتے ہین" جس وقت کہ اسلامی فوجین معرکہ کارزار مین تھین اُنکے پاس ابوبکرؓ کی وفات کی خبر آئی۔ مگر اونھون نے بدین خیال اس خبر کو مخفی رکھا کہ اس میدان مین ہزیمت کھانا ہماری تمام محنتون کو رائیگان کھو دیگا اور ہمین بالکل تباہ و برباد کر ڈالیگا۔ مسلمانون نے اس معرکہ مین بڑی سخت جنگ کی۔ یہانتک کہ انکی عورتین بھی

لاٹھیان لیے لیکر لڑتی تہین۔ آخر کار اُنہین فتح نصیب ہوئی اور یہی فتح ملک شام کی آیندہ فتوحات کا پیش خیمہ بنی۔ اسی طرح ملک عراق مین قادسیہ کا معرکہ اُنکے اہل فارس پر فتوحات حاصل کرنیکی بسم اللہ ہوا۔ اس جنگ مین بہی مسلمانون نے بڑی پامردی اور صبر دکہایا تہا اور بہت دنون تک یہ میدان سر نہ ہو سکا۔

(۸) رومیون اور فارسیون کے خانگی جہگڑون مین گرفتاری۔ پہوٹ اور خانہ جنگی۔ اُنکی متفقہ قوت کی کمزوری اور اخلاق کی خرابی نے بہی ان دونون ممالک کے رہنے والون کو نیچا دکہایا۔ مذکورہ بالا حالت اُس عداوت اور مخالفت کے علاوہ تہی جو ملک کے اصلی باشندون اور انکے غیر قوم حکمرانون کے مابین پہیل رہی تہی مصر اور شام کے ملک مین اس عداوت کا بہت زور تہا اس لیے کہ مصر کے اصلی باشندے جو کہ قبطی تہے پے در پے کئی صدیون تک غیر قوم کے حکمرانون کی زیادتیان برداشت کرتے رہے تہے۔ پہلے فارس والون کے محکوم ہوئے۔ بعد ازان یونان والون کے۔ اور پہر رومی قوم کے زیر فرمان آئے۔ اس تغیر و تبدل نے اونکی طبیعتون کو انقلاب پسند بنا دیا تہا اور آئے دن کے ظلم و ستم سے بچنے کیلیے ایک حکومت کے پنجہ سے نکلکر دوسری سلطنت کی ماتحتی مین آجانا اُنہین ایک آسان کام ہو گیا تہا۔ اسی طرح اہل شام جو کہ آرامی۔ سریانی۔ نبطی اور یہودی وغیرہ قومون مین سے تہے۔ وہ بہی اپنے مصری برادریون کیطرح مصیبت کے مارے ہوئے اور اونہین کی مانند استقلال سے مایوس ہو چکے تہے اسلیے اُنہین اسکی کوئی پروا نہ تہی کہ اونکا حاکم رومی ہو یا عربی البتہ صرف اس قدر چاہتے تہے کہ اُنہین اُس حکمران کے ماتحت راحت و امن نصیب ہو۔ ملک شام کے رہنے والون کو بنسبت اور اقوام کے عربی قوم کی حکومت پسند بہی ہو سکتی تہی کیونکہ اہل عرب زبان۔ نسب اور عادات کے معاملہ مین اونسے بہت قریب تہے۔ اس بات کو بہی جانے دیا جائے تاہم ایک اور امر قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ بنسبت قریب والے کے دور والے سے زیادہ نفع پانے کی امید رکہا کرتا ہے۔ اور نئے آنیوالے سے بہ نسبت ہمیشہ کے پاس رہنے والے کے زیادہ بہتری کا متوقع ہوتا ہے۔ خصوصاً اُس صورت مین جبکہ مذکورہ بالا شخصون کی حالت کا فرق ظاہر ہو گیا کہ رومیون اور اہل عرب مین بین فرق تہا۔ کیونکہ اون دنون روم والے ادبار و تنزل کے چکر مین آ چکے تہے انکے احکام و آداب بگڑ چکے تہے اور عرب اپنے اُٹہان اور ترقی کے دور مین تہے اُنہون نے انصاف اور مساوات کو اپنا طریقہ بنا رکہا تہا۔ یہ سب باتین اُن مذہبی اختلافون اور جدائیون کے علاوہ تہین جو ان دونون ملکون کے رہنے والون اور رومانی حاکمون کے مابین وجہ بیگانگی تہین ہم اُن تمام باتون کو اوپر بیان کر آئے ہین۔ ان اسباب سے شام اور مصر کے رہنے والون کو کسی غیر قوم و مذہب کے حاکم کے سامنے سر اطاعت خم کرنا اور اُسے اپنے ہم مذہب حکام کے بالمقابل

مدد دینا آسان معلوم ہوتا تھا۔ +

یہود (۹) اگرچہ روم والے متعدد گروہوں اور جماعتوں مین منقسم تھے تاہم جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے یہودیون کے ستانے اور دق کرنیکے معاملہ مین وہ سب ایک ہو جاتے تھے۔ جس وقت مسلمان ملک شام کو فتح کرنے کی نیت سے آئے ہین۔ یہ دشمنی حد درجہ کو پہونچ چکی تھی اور گو یہودی لوگ مال کو جان سے بھی بڑھکر عزیز رکھتے ہین لیکن رومیون سے انتقام لینے کی راہ مین وہ اپنے مال و منال کے خرچ کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ اور فی الواقع اکثر حالتون مین رومیون کے مقابلہ پر وہ اہل عرب کے مددگار ہوتے رہے۔ اونکو شہرون کے مخفی راستون کا راز بتاکر شہر مین لیجایا کرتے تھے جیسا کہ قیساریہ مین کیا مسلمانون نے متواتر سات برس تک اس شہر کا محاصرہ کئے رکھا لیکن وہان کی فوج کی طاقت اور اسکے قلعون کی پائداری و دشوار گزاری کی وجہ سے فتح نہین کر سکے ہر ایک رات مین قیساریہ کی فصیلون کی حفاظت کرنیکے لئے ایک لاکھ فوج متعین رہتی تھی۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار اس مقام پر معاویہ بن ابی سفیانؓ تھے انکے پاس قیساریہ کے باشندون مین سے ایک یہودی آیا جس کا نام یوسف تھا اس نے محض اس شرط پر کہ اُسے اور اوسکے بال بچون کو امن دیا جائے مسلمانون کو ایک بدر رو بتادی جسمین پانی تھا اور اوسکے اندر سے ہو کر آدمی شہر مین داخل ہو سکتا تھا اس بات کا نتیجہ یہہ ہوا کہ مسلمان لوگ شہر مین اُسی بدر رو کی راہ سے گھس گئے اور اوسے فتح کر لیا۔

جب ابو عبیدہؓ نے شہر سامرہ کو صلح سے لیا تو وہان کے رہنے والے سب یہودی تھے اُن سے صرف یہ شرط کی کہ مسلمانون کے جاسوس اور راہبر بنین اسی شرط کے مقابل مین اُنکو جزیہ سے بری کر دیا اور اونکی زمین اُنہین کو دیدی کہ اُسکی آمدنی کھائین اور خرچ مین لائین۔ دوسرے ایسے ہی شہرون کی حالت کو جنہین یہودیون نے محض اپنے رومی حاکمون کے زک دینے کی غرض سے بددیانتی کرکے مسلمانون کے ہاتھون مین سپرد کر دیا۔ اسی پر قیاس کر لو۔ اور ان سب باتون کا سبب وہی عداوت اور بددلی تہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ +

مسلمانون کا عدل انکی مہربانی اور خدا ترسی (۱۰) ان عمدہ صفات کا اُن لوگون پر بہت اچھا اثر پڑتا تھا جو روم اور فارس والون کی حکومت سے آزاد ہو کر مسلمانون کے سایہ عاطفت مین داخل ہوتے تھے۔ یہ نیک برتاؤ اونکی سب سے مقدم وصیت تھی جسے ساتھ لیکر دارالخلافت سے فتوحات کے لئے قدم نکالتے تھے۔ دیکھو جبکہ اسامہ بن زید اسلامی فوجکو ساتھ لیکر شام کی جانب روانہ ہوئے ہین۔ ابوبکر صدیقؓ نے انہین حسب ذیل فہمائش کی تھی:۔

"بد دیانتی - بیوفائی - ظلم و زیادتی نہ کرنا - لوگون کے اعضا کاٹنے - بچون - سن رسیدہ بڈہون - اور عورتون کے قتل کرنے - پہل دار درخت کو کاٹنے اور جلانے اور درختون کو بے ثمر بنانے سے پرہیز کرنا بکری گائے اور اونٹ کو خدا کے لئے ذبح (قربانی) کرنیکے علاوہ اور کسی وجہ سے ذبح نہ کرنا - اور عنقریب تم ایسے لوگون کے پاس سے ہو کر گزرو گے جنہون نے خدا کی عبادت کیلئے عبادتگاہون اور خانقاہون مین سکونت اور گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے - انہین انکی حالت پر چھوڑ دینا اور اونکی عبادتگاہ یا خانقاہ سے بھی تعرض نہ ہونا" -

انہین شائستہ سلوکون مین سے ایک طریقہ ادنے اور اعلے درجہ کے لوگون مین مساوات کا قایم کرنا بھی تھا اس امر کی سب سے روشن دلیل غسان کے بادشاہ جبلۃ بن ایہم غسانی کا قصہ ہے جبکہ وہ عمر بن الخطاب کے عہد مین مسلمان ہو کر اپنے خدم و حشم کے ساتھہ مدینہ آیا تھا عمرؓ اُسکے مسلمان ہونیسے بہت مسرور ہوئے اور مدینہ کے رہنے والے اُسکے جلوس کو دیکھنے نکلے جسمین مرصع و مغرق ساز و یراق کے گھوڑے تھے اور جبلہ کے سر پر جواہرات کا مرصع تاج تہا - باوجود اس شان و شوکت اور رعب و جلال کے - جبکہ وہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تہا اور قوم فزارہ کے ایک شخص نے اُسکے ازار پر پیر رکھدیا - جبلہ نے غضبناک ہو کر اُسکے منہہ پر ایک تہپڑ مارا - اور وہ شخص عمرؓ کے پاس فریادی ہوا - تو عمرؓ نے جبلہ کو سزا شرعی سے معاف نہ فرمایا بلکہ اُسے بلو بہیجا اور جب وہ آیا تو اُس سے پوچھا کہ یہہ فزاری کیا شکایت کرتا ہے ؟ جبلہ نے کہا بیشک - اے امیر المومنین اس شخص نے میری ازار گرا دینے کا قصد کیا تھا اور مین صرف حرمت کعبہ کی وجہ سے تھپڑ ہی مار کر رہگیا - ورنہ اسکے منہہ پر تلوار مارتا" اسکے جواب مین عمرؓ نے فرمایا کہ "اب او درتت ہوئی کہ تو نے خود گناہ کا اقرار کرلیا - لہذا یا تو اس آدمی کو رضامند کرلے یا مین اُسکو تجہہ سے بدلہ دلاؤنگا اور اُسے حکم دونگا کہ جس طرح تو نے تہپڑ مارا تہا وہ بھی تجھے مارے - جبلہ نے کہا "یا امیر المومنین یہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟ وہ ایک معمولی آدمی ہے اور مین بادشاہ ہون" عمرؓ نے فرمایا "اسلام نے تم دونون کو ایک کر دیا ہے تم اسپر سوا پرہیزگاری اور نیک مزاجی کی عمدہ صفات حاصل کرنیکے اور کسی طرح فضیلت نہین پا سکتے" جبلہ کو عمرؓ کے حکم سے بچنے کی سوا اسکے کوئی صورت نظر نہ آئی کہ کہین بھاگ جائے - لہذا وہ رات کے وقت قسطنطنیہ کو بھاگ گیا اور پھر کبھی ملک عرب کا رُخ نہ کیا - ایسی ہی اُس قبطی کی حکایت ہے - جسے عمرو بن العاص کے بیٹے نے بیگناہ مارا تہا اور وہ مدینہ جا کر حضرت عمرؓ کے حضور مین فریادی ہوا - عمرؓ نے فوراً قاصد بھیجکر امیر عمرو بن العاص اور اونکے بیٹے کو مدینہ مین طلب فرمایا - جس وقت عمرو بن العاصؓ معہ اپنے بیٹے کے حاضر دربار خلافت ہوئے - خلیفہ ممدوح نے مظلوم قبطی کو ایک کوڑا دیکر حکم دیا کہ عمرو بن العاصؓ کے فرزند کو مارے

قبطی نے اُس لڑکے کو کوڑا جماکر یہ قصد کیا کہ اُسکے باپ امیر عمرو بن العاص رض پر بھی ہاتھ ڈالے کہ امیر مذکور بول اُٹھے "اسے تو صرف میرے بیٹے نے مارا تھا جو اپنی سزا کو پہونچگیا۔ اب مجھپر کیون بے وجہ عتاب ہے؟" اسکے جواب مین خلیفہ نے قبطی کو روکدیا اور امیر مذکور سے فرمایا "اے عمرو رض تمنے لوگون کو غلام کب سے بنانا شروع کر دیا ہے۔ وہ تو اپنی ماں کے شکم سے آزاد پیدا ہوئے تھے؟"

اِن بہترین اور شریف ترین عادات کا جو اثر فتوحات کے بسرعت بڑھنے مین ہو سکتا ہے وہ اہل دانش سے مخفی نہین رہ سکتا۔ کیونکہ شام۔ عراق۔ اور مصر کے رہنے والے اپنے حکام کے ظلم وستم اور اونکے ذلیل برتاو سے تنگ آ رہے تھے جو انکو سخت حقیر اور خوار سمجھتے تھے۔ جب اُنہین یہ معلوم ہوا کہ مسلمان فاتح سراپا عدل و رحم ہین تو بدل و جان اُنکی جانب متوجہ ہو گئے اور اونکے دوستدار بن گئے۔

لوگون کو اپنی اصلی حالت پر رہنے دینا

(۱۱) عربون کا قاعدہ تہا کہ جب کسی شہر یا ملک کو فتح کرتے وہان کے رہنے والون کو بدستور سابق اُنہین کے طور و طریق اور حالتون پر رہنے دیتے۔ اُنکے مذہب مین۔ معاملات مین۔ اور اُنکی تمدنی اور انتظامی وغیرہ حالتون سے کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ جبکہ عمرو بن العاص رض نے مصر کو فتح کیا ہے تو اُنہون نے وہان بھی ایسا ہی برتاو کیا یعنی قبطیونکی حکومت اور انتظامی حالت خود اُنہین کے ہاتہون مین رہنے دی حتی کہ قبطی لوگ اپنے ہی گروہ مین سے اپنا قاضی بھی مقرر کرتے جو اُنکے معاملات کا فیصلہ کیا کرتا تہا۔ اور بہت سے مفتوحہ ممالک مین اہل عرب کا یہی طرز عمل رہا۔

گویا کہ بظاہر اونکی فتح ایک قسم کی حاکمانہ مداخلت ہوتی تہی جس سے رعایا کے طور و طریق پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا تہا اور آگے چلکر جو اُمور بیان ہونگے اُن سے اس بات کا اور بہی صاف صاف انکشاف ہو جائے گا۔ وہ اہل عرب جزیہ کے نام سے جو رقم وصول کیا کرتے تہے یہ گویا اُنکی حفاظت جان و مال کا معاوضہ ہوتا تہا۔ خود رومی لوگون کو غسانی وغیرہ قبایل کے عربون کو جو ملک شام کی حدود مین رہتے تہے اس قسم کی مالی امداد دیتے رہنے کی عادت تہی تاکہ وہ اُنکے مددگار رہین۔ اور اہل فارس کے مقابلہ مین اُنکے ساتہہ جنگ کرین جس طرح کہ عراق کے رہنے والے عربون کو اہل فارس زر نقد اور دیگر انعامات دیکر اُنہین رومیون کی جنگ مین اپنا بازو بنائے رکہتے تہے۔ علاوہ برین جتنی بڑی بڑی سلطنتین ہین وہ سب اپنے ممالک کے قریب رہنے والی وحشی اور جنگجو قومون کو اس قسم کا عطیہ دیتے رہنے کی عادی ہین۔ دولت علیہ عثمانیہ بہی ایسا ہی کرتی ہے اور آجکل اس عطیہ کا نام "خوۃ" رکہا جاتا ہے لیکن اہل عرب نے اپنی مفتوح قومون پر ادائے مال کے ساتہہ ہی "حتی یعطوا الجزیۃ

"عن یدٍ وھم صاغرون" کی نص پر عمل کرنیکے لحاظ سے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار بھی مشروط کر دیا تھا۔ اور گو اُن سے
اپنی اطاعت منواتے تھے تاہم جو لوگ جزیہ دیا کرتے تھے یہ اُنکی حفاظت اور خبرگیری کا اقرار کر لیتے تھے اور
اسکے ذمہ دار ہو جاتے تھے کہ اُنہین کسی قسم کا مالی یا جانی نقصان بیرونی دشمنون کے ہاتھون نہ پہنچنے دینگے۔
اس بات کو دیکھکر گمان غالب یہی ہوتا ہے کہ اس حمایت سے ملک کے اصلی باشندون کا اُن کے حکام رومیون کی
دسترس سے بچائے رکھنا مراد ہوتا تھا اسلیئے کہ اہل ملک دل سے تو رومیون کی اطاعت سے خارج ہونیکے خواہان
تھے لیکن اُنکے زور قوت سے ڈرتے بھی تھے۔

عبادۃ بن الصامتؓ نے مقوقس مصر کے حکمران سے جو گفتگو کی اس سے بھی امر مذکورہ بالا بخوبی واضح ہوتا ہے
اُنہون نے مقوقس اور تمام مصر کے رہنے والون سے مخاطب ہو کر یون کہا تھا: "لیکن اگر تم اسلام کو قبول نہین کرتے
اور نہ لڑنا چاہتے ہو تو جزیہ ادا کرو اور عاجزی کے ساتھہ ہمارے مطیع بنو۔ اور جس قدر رقم پر ہم تم باہم راضی ہو جائین
وہ تم ہر سال ہمین دیدیا کرو جبتک کہ ہم اور تم باقی رہین۔ ہم تمہارے اُن دشمنون سے لڑینگے جو تمکو ایذا دینے
پر آمادہ ہون۔ یا تمہاری زمینون۔ مالون اور جانون کو تلف کرنا چاہین اگر تم ہماری ذمہ داری مین ہو گے تو ہم تمہاری
طرف سے حفاظت جان و مال کی خدمت ادا کرینگے اور اس امر کا تمکو قول دینگے ... الخ" اسی مضمون کے اقرارنامے
اور خطوط ذمی لوگون کو اہل اسلام لکھدیتے تھے جو بکثرت پائے جاتے ہین۔ اور خالد بن الولیدؓ نے ملک عراق مین
ابن اسلوبا کے نام جو تحریر لکھی تھی اُسکا مضمون بھی اسی قسم کا ہے۔

ہمارے اس بیان کی تائید اُس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو مسلمانون اور شہر حمص کے رہنے والون مین پیش
آیا تھا۔ اُسکی تفصیل یہ ہے کہ جب مسلمانون کو یرموک کے میدان مین اکٹھے ہونیکی ضرورت پیش آئی اُس وقت شہر حمص
اُنکی ذمہ داری مین تھا مسلمانون نے جسقدر جزیہ کی رقم حمص والون سے وصول کی تھی وہ سب اُنہین واپس کر دی
اور اُن سے کہا "اب ہم ایک مہم مین مبتلا ہونے کے باعث تمہاری امداد و حفاظت کا کام انجام نہین دیسکتے
لہذا تمہین اختیار ہے کہ جو چاہو اپنے بچاؤ کا سامان کر لو" اسکے جواب مین حمص والون نے کہا "تمہاری حکمرانی
اور تمہارا انصاف ہمین بہ نسبت اُس ظلم و ستم کے جس مین ہم اب سے پہلے مبتلا تھے صدہا درجہ بڑھکر پسند ہے
ہم تمہارے عامل کے ساتھہ ملکر شہر (حمص) کو افواج ہرقل کی دسترس سے بچائینگے اور اسکی حفاظت کرینگے"
نیز مسلمان لوگ اکثر ایسی حالتون مین غیر مسلم قومون کو جزیہ سے معاف بھی کر دیتے تھے جبکہ وہ اُنکے ساتھہ ہو کر لڑنیکا
اقرار کرتی تھین اور یہ صورت نصرانی عربون کے ساتھہ اکثر واقع ہوئی ہے لیکن کچھہ اسی پر منحصر نہین بلکہ کئی بار

عربون کے علاوہ اور قومون سے بہی اس قسم کا معاملہ ہوا۔ جیسے جراجمہ وغیرہ سے جنکا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اسلیئے مسلمانون کا تسلّط لوگون پر گران نہین گزرتا تہا بلکہ ملک کے باشندے اکثر حالتون مین اُنکو اپنے اصلی حاکمون (رومیون یا فارسیون) سے افضل سمجہتے تہے۔ اور جزیہ کی رقم جو اُنہین مسلمانونکی نذر کرنی پڑتی تہی اُن تمام لگانون اور ٹکسون سے جو وہ لوگ رومیون یا فارسیون کو دیا کرتے تہے کہین کم تہی۔ +

خلاصہ حاصل کلام یہ ہے مسلمانون کو فتح کی جرأت اور اُسمین امداد صرف اُنکے مذہب نے دلائی اور اپنی فتحمندی پر اُنکے سچے دلی اعتقاد نے جسکے ساتہہ ہی اُنکی شہسواری اور تیراندازی کی مہارت جسمانی قوت جنگلی زندگی بسر کرتے رہنے سے مستوری کی عادت۔ لڑائی کو طول دینے کا ڈہنگ۔ اور اونکے قوم مین اہل الرائے اور شجاع افراد کا پیدا ہونا بہی شریک تہا۔ اور ان سب پر طرّہ اُنکی انصاف پسندی اور دادگستری اور مہربانی تہی جو وہ مفتوح رعایا کے ساتہہ برتتے تہے اور رومیون اور فارسیون کی کمزوری کی حالت بہی اُنکی معین ہُنگئی جسکے سبب سے دس برس سے کچہہ ہی زائد عرصہ مین اُنہون نے۔ شام فلسطین۔ مصر۔ عراق اور فارس کی سلطنتون پر قبضہ کرلیا اور عمر بن الخطاب رض ہی کے عہد مین ان تمام مقامات پر اُنکا کامل تسلّط ہوگیا۔ اور اسکے بعد عثمان بن عفان رض اور اُنکے جانشین خلفا کے زمانہ حکومت مین بہی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ +

صورت مثالی حضرت خلیفہ عمر بن خطاب رض

خلفائے راشدین کیجانب واپسی

فتنہ عثمان رضؓ کے زمانہ مین اُس فساد کا بیج پڑا جو اُنکے قتل ہونیکے ساتھہ ۳۵ھ مین برپا ہوا اور اُسی وقت سے اسلامی تاریخ کا رنگ بدل گیا۔ اس فتنہ کا سبب یہ تہا کہ جس وقت ۲۳ھ مین عمر رضؓ کو ابو لولو مجوسی نے زہر مین بجھے ہوئے خنجر سے زخمی کیا اور اُنہین اپنی زندگی کا خاتمہ ہوتا محسوس ہوا تو اُنہون نے اصحاب نبیؐ مین سے چند لوگون کو جن مین عثمان بن عفانؓ۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ زبیر بن العوامؓ اور علی بن ابی طالبؓ بہی شامل تہے اپنا جانشین ہونیکے لئے نامزد کر کے .. ... یہ وصیت کی کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت بی بی عائیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گہر مین جمع ہو کر اپنے مین سے ایک شخص کو کثرت رائے سے منتخب کرلین جو میرے بعد خلافت کا کاروبار سنبہالے۔ ان لوگون نے مجتمع ہو کر عثمان بن عفانؓ کو منتخب کیا جو بنی اُمیہ کے کنبہ مین سے تہے اور ان سب لوگون مین باعتبار عمر کے بڑے بہی تہے۔

یون تو بنو امیہ تمام قریش کے گہرانون مین قوت و جمعیت کے لحاظ سے بڑہے ہوئے تہے لیکن اُن مین سے بہتیرے لوگ مکہ کے فتح ہو چکنے اور اپنے سرگروہ ابو سفیانؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد اسلام لائے تہے اسلئے اون لڑائیون مین جنپر سلطنت اسلامی کے رکن قایم ہوئے اُنکی کوششون کا کوئی حصہ شامل نہ تہا۔ ابو بکرؓ مسند نشین خلافت ہوئے تو اُنہون نے بہی ان لوگون کو عامل مقرر نہ کیا۔ اور شاید اس بات کا باعث ابو بکرؓ کا ان لوگون کے اسلام کی سچائی پر وثوق نہ کرنا ہو کیونکہ ان لوگون کو اسلام لائے ہوئے بہت تہوڑا ہی عرصہ گزرا تہا یا اسلئے کہ یہہ لوگ قبول اسلام سے کوئی مفر نہ رہنے پر مجبوری کیحالت مین مسلمان ہو لئے تہے۔ بنو اُمیہ نے ابو بکر رضؓ سے اس بات کا مطالبہ بہی کیا کہ ہمین افسری اور عہدے کیون نہین دیئے جاتے؟ جسکے جواب مین اونہون نے صرف اتنی بات کہی کہ "اپنے اور بہائیون کی سی کارگذاریان جہاد مین دکہاؤ" اور یہ کہکر اُنہین مرتد لوگون کے مقابلہ مین لڑنے کے لئے روانہ کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد عمر رضؓ نے انہین اپنے عہد مین ملک شام کی لڑائیون پر بہیجا۔ باوجود اس بات کے بنو امیہ ہمیشہ یہی خیال کرتے رہے کہ حکومت اور امارت کے لئے قریش کے تمام گہرانون مین وہی بہتر ہین اسلئے کہ وہ بنو ہاشم سے مرتبہ مین معزز اور تعداد مین زیادہ ہین اور لڑائیون مین فوجی افسری اُنہین کا حق تہی جیسا کہ زمانہ جہالت کے باب مین بیان ہو چکا ہے۔ اور ابی طالب کے وفات پا جانیکے بعد جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

چچا تھے بنو امیہ کا اثر اور اقتدار اور بھی بڑھ گیا تھا۔ علاوہ ان تمام باتون کے ہاشمیون اور امویون کے مابین زمانۂ جاہلیت ہی سے مسلسل ایک قسم کی چشمک بھی چلی آتی تھی۔

عثمان رضؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو انکی وجہ سے بنو امیہ کی عزت مین نشو و نما ہوا یون تو عثمان رضؓ بہت نیک مزاج اور صاف باطن بزرگ تھے لیکن اپنے اقربا کا بہت خیال رکھتے تھے اور کنبہ پروری کیجانب مائل رہتے تھے۔ عثمان خلافت ہاتھہ مین آتے ہی اُنہون نے اپنے رشتہ دارونکو ملکون پر عامل بنانا شروع کر دیا اور حکومت سے متعلق اُنکو ذمہ داری کی خدمتین سپرد کرنے لگے۔ جو صحابہ کہ اگلے وقتون سے ان خدمتون کے مستحق رہتے چلے آتے تھے اُنہین یہ امر ناگوار گزرا۔ اور اسکے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے جنکے بیان کرنے من طول فضول ہوگا جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بڑے بڑے شہرون کے باشندے عثمان رضؓ سے ناخوش اور اُنکے دشمن بنگئے اُنکی کئی جماعتین جنمین مصر۔ کوفہ اور بصرے کے رہنے والے شریک تھے مدینہ مین آئین اور اونہون نے عثمان رضؓ پر دباو ڈالا کہ وہ عہدۂ خلافت سے علیحدہ ہوجائین خلیفہ ممدوح نے اُنکی بات نہ سُنی تو اُن لوگون نے آپ کو قرآن کی تلاوت کرتے مین شہید کر ڈالا اور اونکا وہ کرتہ جو شہادت کیوقت پہنے ہوئے تھے خون مین تر بتر ہوگیا۔ اگرچہ اُن قاتلون کے اِس بیہودہ فعل مین اس اعتبار سے کتنی ہی لغویت کیون نہ پائی جاتی ہو کہ اُنہون نے داب خلافت کو نظر انداز کرکے خلیفہ کی آبروریزی کی۔ مگر اس مین کوئی شبہ نہین ہے کہ یہ واقعہ اہل عرب کی خودداری۔ آزاد مزاجی۔ اور بلند ہمتی کی ایک واضح دلیل ہے۔

عثمان رضؓ شہید ہوچکے تو اب لوگون مین یہ اختلاف پیدا ہوا کہ انکا جانشین کون شخص ہو۔ مصر کے رہنے والے حضرت علی رضؓ کی خلافت چاہتے تھے۔ اور بصرہ والے طلحہؓ کی۔ اور کوفہ کے باشندے زبیر بن العوامؓ کو خلیفہ بنانے کے متمنی تھے۔ اور یہ تینون صاحب اور اصحاب کے مقابلہ مین خلافت کے بہت زیادہ آرزومند تھے۔ ملک شام کے اکثر مسلمان بنو امیہ سے تھے اور انکے نزدیک خلافت عثمان رضؓ کے ہاتھون مین رہنی بہتر تھی یا انکے بعد اپنے ہی خاندان کا کوئی شخص اُنکا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ باقی رہے خاص مدینہ کے لوگ اُنکی مرضی بھی یہی تھی کہ علیؓ خلیفہ مقرر ہون۔ کیونکہ جس زمانہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم انے مدینہ کیجانب ہجرت کی تھی یہہ لوگ برابر اہلبیت نبوی کے خیر طلب اور مددگار رہتے آئے تھے۔ اور اس وقت بھی اپنے اسی خیال پر قائم تھے۔ پھر علیؓ کی جنبہ داری کے معاملہ مین قوم ربیعہ اور ملک یمن کے لوگ بھی مدینہ والون سے مل گئے تھے۔ اسلئے اگرچہ تمام گروہون کے مقابلہ مین علیؓ کے ہوا خواہون کی تعداد کہین گنی زیادہ تھی۔ تاہم اتنی خرابی بھی تھی کہ وہ سب لوگ مختلف قبایل اور ممالک کے ہونیکی

وجہ سے بمشکل ایک خیال پر قایم رہ سکتے تہے اور یہ بات ضرور تہی کہ وہ مستقل خیال رکہین سب سے زیادہ تعداد مدینہ والون کی تہی جو سوا علیؓ کے اور کسی کو خلیفہ نہین بنانا چاہتے تہے۔ مکہ اور مدینہ کے رہنے والون مین یون تو قدیم زمانہ سے چشمک چلی ہی آتی تہی لیکن اسلام کے بعد اسکی بنیاد اور بہی مستحکم ہوگئی کیونکہ ہجرت کے بعد جبکہ مدینہ والون نے مسلمانون کی مدد کی اور مسلمانون کی حالت درست ہوگئی تو اونہون نے مکہ پر فوجکشی کر کے اُسے فتح کرلیا۔ اور مدینہ مسلمانون کا پایہ تخت بنا۔ تجارت کا رُخ مکہ سے پہر کر مدینہ کیجانب ہوگیا اور اہل مدینہ کا اثر اور اقتدار روز بروز ترقی پذیر ہونے لگا۔ ان اسباب سے مکہ والے اور بہی خار کہانے لگے تہے۔ لہذا جبکہ مدینہ کے باشندون نے علیؓ سے بیعت کرلی تو طلحہؓ اور زبیرؓ نے بہی چار و ناچار اُن سے بیعت کی لیکن دل مین اس بات سے ناخوش رہے۔ اسکے بعد یہ دونون صاحب مکہ کو چلے گئے اور مکہ کے لوگون نے مدینہ والون کی شوکت مٹانیکے لیئے ان دونون کی امداد کی اور بعد ازان یہ دونون عراق کو گئے تاکہ وہان اپنے ہواخواہون کے جتہے سے ملکر اور بہی عزت و اقتدار بڑہا سکین علیؓ بہی ان دونون کے معاملہ سے غافل نہ تہے وہ اپنی فوجون کو ساتہ لیکر انکے تعاقب مین چلے اور بصرہ کے قریب ”جمل“ کی مشہور لڑائی انکی فوجون مین واقع ہوئی جسمین طلحہؓ اور زبیرؓ دونون شہید ہوگئے اور خلافت کا منصب بے غل و غش حضرت علیؓ کے قبضہ مین آگیا۔ انہون نے اسلامی پایہ تخت کو مدینہ سے منتقل کر کے کوفہ مین قایم کیا۔ اور اس مین کوئی کلام نہین ہوسکتا کہ انہون نے اپنے مدنی ہواخواہون کو چہوڑ کر اہل عراق پر اعتماد کرنے مین بڑی سخت غلطی کی جسکا نتیجہ اُن کے حق مین برا نکلا۔

علیؓ نے خیال کرلیا کہ اب خلافت کا میدان اُنہین کے ہاتہ رہا اور کوئی اُن کے مقابل مین دعویدار خلافت پیدا نہین ہوسکتا۔ لیکن اُنہین یہ خبر نہ تہی کہ ملک شام مین ایک بڑا ذی اثر شخص موجود ہے جو اپنی ذات کے لیئے لوگون سے بیعت کی آرزو رکہتا اور خلافت کو اپنے قبضہ مین لانا چاہتا ہے اس شخص سے ہماری مراد امیر معاویہ ابی سفیانؓ کے بیٹے ہین۔ یہ امر پہلے ہی معلوم ہوچکا ہے کہ ابوسفیان اور اُنکی اولاد نے محض مجبوری کے عالم مین جبکہ اُنہین اپنی کامیابی سے بالکل ناامیدی ہوگئی تہی مذہب اسلام قبول کیا تہا اس لیئے معاویہؓ کو خلافت کی آرزو محض دنیاوی اغراض کی وجہ سے پیدا ہوئی تہی۔ جس وقت حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے ہین معاویہؓ ملک شام مین امیر تہے اور قریش کے بہت سے چیدہ چیدہ سردار اونکے پاس جمع تہے جو اُنکے خوش کرنیکے لیئے سر بکف تہے اور جان و دل سے اُنکی امداد پر تیار کیونکہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ قریش کی برادری مین بنو امیہ کی قوت اور تعداد زمانہ جاہلیت ہی سے بہت بڑہی ہوئی تہی۔ اور اغراض نفسانی کیوجہ سے منصب نبوت کا بنو ہاشم کے خاندان مین جانا انہین بہت شاق گذر رہا تہا

اسلیے وہ اُور بھی اندر دلی عداوت رکھتے تھے۔ جس زمانہ مین مسلمانون نے مکہ سے ہجرت کی اور بنو ہاشم جو بنو امیہ کے حریف تھے قریب قریب مکہ سے نکل ہی گئے پھر تو ریاست و امارت کا میدان بنو امیہ کیلیے خالی رہگیا۔ مسلمانون سے جو لڑائیان ہوئین اُن سبھون مین عام فوجی افسری بنو امیہ کے ہاتھون مین رہنے لگی۔ اور "بدر" وغیرہ کی مشہور لڑائیون مین معاویہ رض کے والد ابو سفیان رض ہی فوج کفار کے افسر ہوتے رہے۔ اسکے بعد جب یہ لوگ مذہب اسلام مین داخل ہوچکے اور ابوبکر رض کی خلافت کا زمانہ آیا تو خلیفہ ممدوح نے ان لوگون کو جہاد مین بھیجنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ کارگزاریان دکھانے پر بنو امیہ مین سے ابو سفیان کے بڑے بیٹے یزید رض ملک شام کے حاکم بھی مقرر ہو گئے جن کے فوت ہو جانے کے بعد عمر رض کے ایام خلافت مین اونکے دوسرے بھائی معاویہ رض بن ابی سفیان اُنکے قایم مقام مقرر ہوئے اور امیر شام کا معزز عہدہ اُنھین حاصل ہوا۔ عثمان رض خلیفہ مقرر ہوئے تو اُنھون نے بھی معاویہ رض کو شام کی امارت پر قایم رکھا۔ امیر معاویہ رض کی فوجی قوت کا زیادہ تر حصہ قبیلہ قریش ہی کے لوگون اور خصوصًا اپنے ہی کنبہ والون کا جتھا تھا اس طریقہ پر بنو امیہ کے خاندان کی۔ خصوصًا ابو سفیان کے گھرانے کی حکومت اسلام کے ابتدائی دور مین بھی قریش پر ویسی ہی مسلسل جمی رہی جیسی کہ اسلام سے قبل تھی۔ اور بنو ہاشم نبوت کے کاروبار مین مصروف ہوکر دنیاوی باتون سے قطع تعلق کر بیٹھے۔

عثمان رض شہید ہوگئے تو معاویہ رض کو خلافت کے حاصل کرنیکا ایک ذریعہ ہاتھہ آگیا۔ اُنھون نے خلیفہ ممدوح کا خون آلود کرتہ دمشق کی جامع مسجد مین لوگون کو دکھا کر اُنھین مقتول خلیفہ کا بدلہ لینے پر اُبھارا۔ کیونکہ وہ خود اون کے عزیزون مین سے تھے۔ اور علی رض اور اونکے ساتھیون پر عثمان رض کے قتل کی تہمت لگائی۔ معاویہ رض نے اس کارروائی کے بعد دیکھا کہ ملک عراق مین علی رض اور طلحہ رض و زبیر رض سے جنگ چھڑ گئی ہے۔ لہٰذا اونھون نے اِس خیال سے کہ یہی دونون علی رض سے نبٹ لینگے مجھے جنگ کرنیکی نوبت ہی نہ آئیگی۔ اپنی متذکرہ بالا کارروائی چند روز تک ملتوی رکھی۔ مگر جبکہ طلحہ رض و زبیر رض دونون قتل کیے گئے اور علی رض کامیاب ہوئے تو معاویہ رض نے عثمان رض کے خون کا معاوضہ لینے پر پھر مستعدی دکھلائی اور اس امر کے متعلق اُنھون نے عرب کے ایسے اعلےٰ درجہ کے چالباز لوگون سے امداد لی جو مذہب اسلام کو اُسی نظر سے دیکھتے تھے جس سے کہ دنیا کے اَور کاروبار کو دیکھا کرتے تھے۔ انھین پالیٹیشن لوگون مین سے ایک شخص عمرو بن العاص رض بھی تھے جنکو عثمان رض نے مصر کی حکومت سے علیحدہ کر دیا تھا۔ مگر معاویہ رض نے انکو اپنا مقرب بنایا اور اون سے وعدہ کیا کہ اپنی کامیابی کی حالت مین تمھین مصر کا حاکم مقرر کر دونگا۔ غرضیکہ معاویہ رض نے ایکل کانٹے سے درست ہوکر اور عمرو بن العاص رض کو ساتھہ ملاکے "صفین" کے مشہور جنگ مین علی رض کا مقابلہ کیا۔ یہ لڑائی

۳۷ھ مین ہوئی تہی اور قریب تہا کہ علیؓ کے طرفدار فتحمند ہوجائین اور معاویہؓ کو شکست اُٹہاکر ہمیشہ کے لئے اپنے دعاوی سے بالآخر دست بردار ہونا پڑے کہ عین اُس حالت مین جبکہ خوب گہمسان کی لڑائی ہو رہی تہی عمرو بن العاصؓ نے ایک ایسی چال چلی جسنے خلافت کو اہلبیت نبوی سے نکالکر بنوامیہ کے قبضہ مین کرہی دیا۔ وہ حیلہ یہہ تہا کہ عمرو بن العاصؓ نے لڑائی کا رنگ بگڑتا دیکہکر اور معاویہؓ کی فوجکو مغلوب ہوتا پاکر اُنہین حکم دیا کہ قرآنون کو نیزون کی انیون مین لٹکاکر بلند کرین اور اس طرحپر کچہہ کہنے سننے کیلیے لڑائی کو روکنے کا اشارہ کرین۔ علیؓ کے ساتہی اس کار روائی سے دہوکا کہا گئے اور ہرچند علیؓ نے سمجہایا کہ یہہ دشمن کا فریب ہے اب میدان تمہارے ہاتہہ آتا دیکہا ہے تو جنگ کے التوا اور گفت گو کی مہلت پانے کی درخواست کر رہا ہے تہوڑی دیر کے لئے اس طرف خیال نہ کرو۔ مگر اُنہون نے نہ مانا اور نہایت اصرار کے ساتہہ علیؓ کو جنگ کے بند کر دینے پر مجبور کر دیا جسپر بالآخر اُنہون نے مان لیا۔ جنگ بند ہوگئی اور باہم گفتگو ہوکر یہ قرار پایا کہ دونون صاحب پنچ مقرر کرین اور پنچایت ہو۔ پہر پنچ لوگ جو فیصلہ کر دینگے اُسے دونو گروہ خوشی سے مان لینگے۔ دونون فریقون نے ایک ایک شخص کو اپنی جانب سے حکم مقرر کیا جن مین سے ایک شخص عمرو بن العاصؓ تہے جو معاویہؓ کی جانب سے منتخب ہوئے تہے اور علیؓ کے ساتہیون نے ابوموسیٰ اشعری کو منتخب کیا۔ حالانکہ عمرو بن العاصؓ اور ابی موسیٰ اشعریؓ مین فطانت اور ذکاوت کے لحاظ سے آسمان زمین کا فرق تہا۔ ابوموسیٰ ایک سیدہے سادے مرد خدا پرست تہے اور عمرو بن العاصؓ نہایت چالاک معاملہ فہم اور دور اندیش۔ غرضیکہ دونون فریق اس امر پر راضی ہوئے۔ کہ یہ دونون صاحب جو کچہہ فیصلہ کر دین گے وہ سب کو منظور و قبول ہوگا اور اسکے بعد پنچون کے حکم سنانے کا ایک دن مقرر ہوگیا۔ عمرو بن العاصؓ نے ابوموسیٰ کو ایسی چل دی کہ اُنکی عقل بالکل اپنے قابو مین کر لی۔ اُنہون نے ابوموسیٰؓ سے یہ ظاہر کیا کہ وہ معاویہؓ اور علیؓ دونون کو خلافت سے علیحدہ کر دینے کا ارادہ رکہتا ہے تاکہ اسکے بعد مسلمان لوگ اپنی پسند کے مطابق کوئی ایک خلیفہ منتخب کر لین جو ان دونون کے علاوہ ہو۔ نیک دل ابوموسیٰؓ کو اس مفید مشورہ کے قبول کرنے مین کوئی قباحت معلوم نہوئی اور وہ راضی ہوگئے۔ مگر عمرو بن العاصؓ کو اپنا منصوبہ پورا کرنیکے لئے ابہی ایک اَور ترکیب چلنی باقی تہی جو اونہون نے یون پوری کر لی۔ کہ ابوموسیٰؓ کو اپنے سے زیادہ مرتبہ والا اور عمر مین بڑا ہونے کی حیثیت سے قابل تعظیم جتاکر اُن سے کہا کہ پہلے آپ جو کہنا ہے کہدین تو پہر مین بہی اپنا خیال ظاہر کر دونگا۔ ابوموسیٰؓ دہوکا کہاکر کہڑے ہوگئے اور اونہون نے باآواز بلند کہا:۔

"لوگو! ہم نے اس امت کے بارہ مین بہت کچہہ غور کیا۔ مگر ہمکو اس کی بہتری اور فلاح کے لئے اُس ایک بات سے بڑہکر اور کوئی تجویز نہین معلوم ہوسکی جسپر میری اور عمرو بن العاصؓ دونون کی رائے متفق ہوگئی ہے۔ وہ تجویز یہ ہے

کہ ہم علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کردین اور مسلمان لوگون کو اختیار دین کہ انکی علیحدگی کے بعد وہ جسے چاہین اپنا حاکم اور خلیفہ بنالین۔ لہذا تم لوگ بخوبی سُن لو کہ مین نے علیؓ کو عہدہ خلافت سی علیحدہ کر دیا ہے۔ تم اپنا کام خود سنبھالو اور جسے خلافت کے لایق پاؤ اپنا حاکم بنا لو" ابوموسیٰ اس قدر کہکر بیٹھہ گئے تو عمرو بن العاصؓ اٹھہ کھڑے ہوئے اور اونہون نے اپنی مجوزہ ترکیب حسب ذیل گفتگو کے ساتھہ مکمل کر دی:۔

"اس مین کوئی شک نہین کہ جو کچہہ انہون (ابوموسیٰ کیجانب اشارہ کر کے) نے کہا وہ تم سب لوگ سُن چکے ہو انہون نے اپنے ساتھی (علیؓ) کو خلافت سے علیحدہ کیا ہے اور مین بہی اون کو اس عہدہ سے ویسا ہی برطرف کرتا ہون جیسا کہ خود اونکی حکم (پنچ) نے کیا ہے اور مین اپنے دوست معاویہؓ کو خلافت پر قایم کرتا ہون اسلئے کہ وہ عثمانؓ کے ولی اور اُنکے خون کا معاوضہ چاہنے والے ہین اور تمام لوگون سے بڑہکر انکا مرتبہ پانیکے حقدار ہین"

جس وقت لوگون نے یہ گفتگو سُنی تو انہین یقین کلی ہوگیا کہ دراصل یہ کارروائی سراسر فریب تہی اور اب اسکا جادو چل گیا ہے۔ ہم نے غلطی کی کہ اس حیلہ مین پہنس گئے۔ کاش اس کارروائی کا اثر اگر صرف اسی قدر ہوتا کہ معاویہؓ خلیفہ مقرر ہو جاتے تو بہی کوئی مشکل نہ پیش آتی، لیکن افسوس تو یہ ہے کہ اس بات نے خود علیؓ کے لوگون کو دو حصون مین منقسم کر دیا۔ ان مین سے کچہہ لوگون نے تو علیؓ کو پنچایت کے قبول کرنے پر ملامت کی اور ناراض ہو کر اُنکے حکم سے نکل گئے جنکا نام "خوارج" ہوا۔ اس طریقہ پر علیؓ دو دشمنون کے درمیان گہر گئے۔ (۱) امیر معاویہؓ مدعی خلافت۔ (۲) خود انکے نافرمان ساتھی خارجی لوگ اور یہ دوسرا فرقہ انکے لئے بہت سخت خطرناک ثابت ہوا۔ اسلئے کہ انہین لوگون مین سے ایک نامرد کے ناگہانی تلوار کا وار کرنیسے وہ شہید بھی ہوگئے۔ یہ واقعہ سنہ ۴۰ھ مین کوفہ کی مسجد کے اندر واقع ہوا تہا۔

علیؓ کی شہادت کے بعد اونکے مطیع اور پیرو لوگون نے اُنکے بڑے بیٹے امام حسنؓ سے بیعت کی۔ اور معاویہؓ اس وقت تک برابر اپنے لئے خلافت کا مطالبہ کر رہے تہے حسنؓ نے دیکھا کہ وہ (خود) معاویہؓ سے جنگ نہین کر سکتے اور اونکی قوت نہین توڑ سکتے۔ لہذا وہ خونریزی سے بچنے کے لئے منصب خلافت سی کنارہ کش ہو گئے اور برضا و رغبت معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اسکے بعد معاویہؓ نے ملک شام مین اپنی خلافت کی بیعت کی اور دارالخلافت کوفہ سے اٹھکر دمشق مین منتقل ہوگیا۔ اور حسنؓ کا خلافت سے دست کش ہونا خلفائے راشدین کی خلافت کا خاتمہ تہا۔

خلفائے راشدین کا زمانہ

حالات مندرجہ بالا سے صاف صاف عیان ہو رہا ہے کہ خلفائے اربع راشدین کی حکومت خداترسی پر قایم ہوئی اور انصاف و عدل کے ساتھہ مستحکم۔ اس کے

حکمران خلفا بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اُنکے وقتون مین خلافت کا طرز دینی رنیون سے ملتا جلتا تھا۔ حکومت دنیاوی سے اُسکو کوئی مناسبت نہ تھی۔ ان خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) [illegible] موٹے کپڑے کا لباس پہنتا تھا۔ انکے پیرون مین درکھجور کی چھالون کی بنی ہوئی نعلین ہوتی تھین۔ انکی تلوار کا پرتلا بھی کھجور کی چھال کی رسیون سے بنا ہوتا تھا۔ وہ (خلیفہ) بازارون مین اسی طرح چلا پھرا کرتے تھے جیسے کوئی عام رعایا مین کا شخص گھومتا پھرتا ہو اور جس وقت کسی چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے کچھ کہتے تھے تو جواب مین اپنے [illegible] سے کہین زیادہ سخت گفتگو سُنتے تھے۔ وہ پاک طینت لوگ ان تمام باتون کو دینداری کی قسم سے خیال کرتے تھے اور لوگون پر خدا ترسی۔ انصاف اور عمدہ برتاؤ کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے۔

خلفائے راشدین کی غذا اُنکے یہان کے فقیرون کی غذا سے بھی کم درجہ کی ہوتی تھی۔ وہ لوگ محتاجی یا تنگدستی کی وجہ سے اس قسم کی کمی نہین کرتے تھے بلکہ ایسا کرنے سے اُنہین اپنی غریب رعایا کے ساتھ ہمسری اور ہمدردی کا خیال رہتا تھا۔ علی بن ابی طالب رضؓ کو انکی املاک سے بہت بیش قرار آمدنی ہوتی تھی جو وہ سب کی سب فقیرونکو دے ڈالا کرتے تھے اور اپنا گزارہ اُسی قناعت اور صبر کی روش پر کرتے رہتے۔

خلفائے راشدین مال و دولت کی ذرا بھی پروانہ رکھتے تھے۔ کچھ خلفا ہی پر موقوف نہین۔ بلکہ اُنکے وقتون مین تمام صحابۂ رسول کا یہی وتیرہ تھا۔ شاید اس امر کا سبب یہ رہا ہو کہ وہ لوگ نبوت کے زمانہ سے قریب تر تھے اور نبوت کا رعب وداب اُنکے دلونپر بخوبی جما ہوا تھا۔ اور جس قدر نبوت کا زمانہ دور ہوتا گیا رفتہ رفتہ وہ رعب بھی اُنکے دلون سے زایل ہوتا گیا اور وہ دنیا کی طلب پر جھکتے گئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین ہی کے آخری عہد مین جاہ وجلال دنیاوی کی چاٹ لوگون کو پڑ چلی تھی۔ کیونکہ مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ ”عثمان رضؓ کے زمانہ مین صحابہ نے زمینین خرید لی تھین اور مال جمع کیا تھا جس دن عثمان رضؓ شہید ہوئے ہین اُنکے خزانچی کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دس لاکھ درہم نقد موجود تھے۔ اور وادی القرے اور حنین وغیرہ مقامات مین جو اُنکی اراضیان تھین انکی قیمت کا تخمینہ ایک لاکھ دینار ہوا تھا۔ اسکے علاوہ انہون نے اونٹ اور گھوڑونکی ایک کثیر تعداد بھی چھوڑی تھی۔ اور زبیر رضؓ کے ترکہ مین سے صرف ایک ترکہ کی قیمت اُنکی وفات کے بعد پچاس ہزار دینار تک پہونچی تھی اسکے علاوہ ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار لونڈیان بھی اُنہون نے چھوڑی تھین۔ اور طلحہ رضؓ کی وہ آمدنی جو صرف عراق سے آتی تھی روزانہ ہزار دینار کی تھی۔ اسکے علاوہ ”سراۃ“ کی سمت سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ اس سے بھی بہت کچھ زائد ہوا کرتی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے مربط (جانورون کے باندھنے کی جگہہ۔ طویلہ) مین ہزار گھوڑے بندھتے تھے۔ اور اُنکے پاس ایکہزار

اونٹ اور دس ہزار بھیڑ بکریاں تھین جس وقت اونھون نے وفات پائی ہے تو اُنکے ترکہ کا صرف ایک چہارم حصہ چوراسی ہزار درم کا قرار پایا تھا۔ زید بن ثابت رضؓ نے علاوہ اُس مال و متاع اور اراضی کے جنکی قیمت ایک لاکھ دینار تھی سونے اور چاندی کی اینٹین اپنے ترکہ مین چھوڑی تھین جو کلہاڑیون سے کاٹ کاٹ کر ورثا مین تقسیم کی گئین۔ زبیر رضؓ نے بصرہ مین مکان بنوایا تھا اور ویسے ہی عظیم الشان مکانات مصر۔ کوفہ اور اسکندریہ مین بھی تعمیر کرائے تھے۔ اسیطرح طلحہ رضؓ نے کوفہ مین گھر بنوایا تھا اور مدینہ مین اپنے مکان کو توڑکر نئے سرے سے پختہ گچ کا تعمیر کرایا جس مین تمام ساکھو کی لکڑی لگائی گئی تھی۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ نے اپنا گھر "عقیق" مین بنوایا جو بہت ہی کشادہ اور بلند محل تھا اور اوسکے اوپر بہت سے بالاخانے بھی بنائے تھے۔ مقداد رضؓ نے "مدینہ" مین اپنا مکان اندر اور باہر دونون رخ سے پلاستر پختہ کرکے تعمیر کرایا۔ اور یعلیٰ رضؓ بن منبہ نے مرنیکے بعد پچاس ہزار دینار نقد چھوڑے اور اسکے علاوہ مال و اسباب اس قدر جسکی قیمت تین لاکھ درم تخمینہ کی گئی تھی۔ (آخر قول تک)"

خلفائے راشدین کی حکومت قریباً تیس سال رہی جسکے اندر اسلامی فتوحات کو یہانتک وسعت ہوئی کہ عربی فوجین مغرب کی سمت مین افریقیہ سے لیکر مشرقی جانب مین ملک خراسان کی انتہائی حدود تک پھیل گئین۔ اور نہر فرات کے اُس پار سمرقند تک بڑھ گئین۔ +

بنی امیہ کی حکومت

خلفائے راشدین کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر مین ہم یہ بیان کر چکے ہین کہ بنو امیہ کے پاس خلافت کیونکر منتقل ہوئی جنکا پہلا خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان رضؓ تھا۔ بنو امیہ کے زمانہ مین خلافت کو اس طریقہ سے امتیاز حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایک قسم کی دنیوی حکومت ہے جسکا خلیفہ (حکمران) طرح طرح کے حیلہ و فن۔ اور تدبیر ملکداری کے ساتھ اُسے مضبوط کرتا ہے اور لوگون کو اپنا جاہ و جلال دکھا کر اپنا مقرب بناتا اور اپنے زور و قوت کے بڑھانے مین بے دریغ مال و دولت لُٹاتا ہے۔ یہ طریق اختیار کرنیکا سبب یہ ہوا کہ حکومت مذکورہ کے بانی معاویہ رضؓ نے خلافت کو کچھہ دینی اور اُخروی طمع سے نہین لینا چاہا تھا جیسا کہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اگر ملک شام کی زرخیزی اور کثرت محاصل معاویہ رضؓ کو عطا اور انعام کا موقع نہ دیتی تو وہ کبھی اپنے مدعا کے حاصل کرنے مین کامیاب نہ ہوتے

اور اپنی شوکت کو نہ بڑہا سکتے۔ اسی لیئے جس وقت بے غل و غش خلافت اُن کے قابو مین آگئی تو اونہون نے بے دریغ لوگون کو انعام واکرام بانٹنے شروع کیئے۔ خاسکر وہ اس قسم کے عطیات بنی ہاشم کو زیادہ دیتے رہتے جس سے انکی یہ غرض ہوتی تھی کہ انکے اپنے ہاتہہ سے خلافت کو نکال لینے کے باعث جو عداوت اور کینہ انکے دلون مین پیدا ہوگیا ہے اُسکی آگ دبی رہے اور " زیر بسر تو لا دبہی نرم شود " پر عمل کرکے انکو بگڑنے اور برسر پرخاش نہ آنے دیا جائے۔ معاویہؓ کی عادت تہی کہ جس وقت بنو ہاشم مین سے کوئی شخص انکے پاس آتا تو اُسے بڑی خاطر مدارات سے ہاتہون ہاتہہ لیا کرتے اور اوسکے راضی خوشی رکہنے اور حاجتون کے پورا کردینے مین بہت کچہہ مبالغہ کیا کرتے تہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا تہا کہ بنو ہاشم جبکہ وہ معاویہؓ کے یہان آتے تو اُن سے اپنے اُن حقوق کا ذکر کیا کرتے تہے جو انہین منصب خلافت کے متعلق حاصل تہے اور صاف صاف کہہ گزرتے کہ اُنہون (معاویہؓ) نے فریبانہ کارروائی کے ساتہہ یہ منصب ہمارے قابو سے نکال لیا ہے۔ معاویہؓ یہہ سب سُنتے اور دم نہ مارتے تہے۔ بلکہ چشم پوشی کرکے اُنہین مال و منال دیتے اور ضبط و تحمل سے اُنکی زبانین بند کردیتے تہے۔ اس قسم کے اون کے بہت سے قصے مشہور ہین اور وہ اکثر صحیح ہین۔

معاویہؓ نے روم والون سے دولتمندی اور عیش پسندی کے طریقے اور اسباب اقتباس کیئے۔ اور شاہانہ رعب و جلال کے اظہار مین اُنکی تقلید کی۔ حرس (محافظ سپاہی۔ باڈی گارڈ) مقرر کیئے یہ کچہہ ملازم ہوتے تہے جو ہاتہون مین ننگی تلوارین اور برچہے لیئے ہوئے اُنکے سامنے کہڑے رہا کرتے تہے۔ یا جب وہ کہین باہر نکلتے یا نماز کو جاتے تو آگے آگے چلا کرتے۔ اُنہون نے اپنے واسطے ایک عظیم الشان محل بنوایا جس مین تخت خلافت نصب کیا گیا اور اوسکے دروازہ پر دربان و حاجب کہڑا کیا۔ مسجد مین ایک علیحدہ حجرہ تعمیر کرایا کہ جب نماز پڑہنے آتے اُسی کے اندر نماز پڑہتے۔ ہوسکتا ہے کہ اونہون نے یہ سب وسایل اس خوف کی وجہ سے اختیار کیئے ہون تاکہ اُنپر کوئی دشمن ناگہانی حملہ نہ کر بیٹہے جیسا کہ علیؓ پر لوگون نے اچانک حملہ کیا تہا اور قریب تہا کہ وہی لوگ انکو بہی لپیٹ مین لے لیتے۔ لیکن زندگی تہی بچ گیئے۔ نیز معاویہؓ نے خز اور دیبا کے بیش قیمت اور شاندار لباس پہننے مین بہی رومیون کی پیروی کی تہی۔ اور مسلمانون مین وہ سب سے پہلے فرمانروا ہین جنہون نے رومیون اور فارسیون کے طرز پر ڈاک کا انتظام کیا اور " دیوان خاتم " کی بنا رکہی جسکی تفصیل آگے چلکر آئیگی۔

معاویہؓ نے جو نئی باتین اسلام مین جاری کین اُن مین سے ایک قابل ذکر بات یہ بہی ہے کہ اُنہون نے خلافت کو اپنی نسل مین میراث کے طور پر مقرر کردیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر خلافت انتخابی تہی یعنی عامہ مسلمین اپنی پسند اور

کثرت رائے سے کسی شخص کو خلیفہ منتخب کر لیتے تھے۔ تمام مسلمانوں میں سب سے پہلے معاویہؓ ہی ایسے شخص ہیں جنھوں نے یہہ کام کیا اور اپنے بیٹے یزید سے بیعت کر کے اُسے ولیعہد بنایا اور لوگوں سے اُسکی ولیعہدی پر بیعت لی اس مقام پر کوئی یہ نہ کہہ بیٹھے کہ علیؓ کے بعد اُنکے فرزند حسنؓ سے بھی تو بیعت کی گئی تھی۔ کیونکہ اُن سے تو لوگوں نے اپنی خواہش اور رضامندی کے ساتھہ بیعت کی تھی اُن کے والد نے اُن کے واسطے خلافت کی وصیت ہرگز نہیں کی۔

بنی امیہ کو کس چیز نے خلافت دلوادی؟

اگرچہ خود معاویہؓ اور تمام وہ لوگ جنھوں نے اُن سے بیعت کی۔ پوری طرح خیال رکھتے تھے کہ اہل بیت نبوی بہ نسبت اُن کے منصب خلافت کے زائد مستحق ہیں باوجود اسکے جن اسباب نے معاویہؓ کو اہل بیت کے ہاتھوں سے خلافت کو نکال لینے اور پھر اُسے اپنے ہی گھرانے سے مخصوص کر دینے میں مدد پہونچائی۔ اُنپر غور کرنا بہت ضروری ہے۔ یوں تو بہت سی وجہیں ہیں جن میں سے بعض کا ہم پہلے ذکر بھی کر چکے ہیں لیکن اُنہیں وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ یہہ بھی ہے کہ معاویہؓ نے اپنی قوت وشوکت کے مستحکم بنانے میں اسلام کے مشہور مدبروں اور پالٹیشین لوگوں سے کام لیا جنہیں طرح طرح کے لالچ دلاکر اپنے ساتھہ ملالیا تھا۔ اُن لوگوں میں سے ایک شخص عمرو بن العاصؓ ہیں اُنہیں حکومت مصر کا لالچ دیا جسکی وجہ سے اُنہوں نے لوگوں سے بیعت لینے میں اُنہیں پوری مدد دی جسکی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ دوسرے صاحب زیاد بن ابیہ ہیں اس شخص کے باپ کا پتہ معلوم نہیں ہوتا۔ مگر وہ بڑا چالباز اور مدبر تھا معاویہؓ نے ایک ایسا فرضی قصہ گھڑ لیا جسکے ذریعے سے اُسے اپنے سلسلۂ نسب میں شامل کر لیا۔ اور بیان کیا کہ وہ اُن کے باپ ابوسفیان کا فرزند اور اونکا بھائی ہے اور اوسکا نام زیاد بن ابوسفیان رکھدیا۔ یہی زیاد معاویہؓ کا بڑا زبردست مددگار تھا اور ممالک عراق وغیرہ کی طرف سلطنت بنو امیہ کا سکہ جمانے میں اسکا بہت بڑا احسان ہے اسی زیاد کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد نے حسینؓ بن علیؓ کو قتل کیا تھا جنکا اُسکے ہاتھوں شہید ہونا مشہور عام ہے اُسی وقت سے (جبکہ معاویہؓ نے زیاد کو اپنا برادر قرار دیا تھا) زیاد کی اولاد کا شمار برابر قریش کے خاندان میں ہوتا رہا۔ یہانتک کہ ۱۶۰ھ میں خلیفہ مہدی عباسی نے اُسکے نسب کو عبید رومی کی جانب پھیرا جو کہ قبیلۂ ثقیف سے تھا۔ اور تیسرے بزرگوار مغیرہ بن شعبہؓ ہیں۔ ان سے بھی معاویہؓ نے اپنی خلافت میں کافی امداد لی۔ انہیں مغیرہؓ کا کام تھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے واسطے لوگوں سے بیعت لینے اور خلافت کو اپنی نسل میں محدود کر دینے پر معاویہؓ کو مرد بنایا تھا اور نیز زیاد بن ابیہ کو اُن سے ملانے میں بھی یہی مغیرہؓ بڑے بھاری پیروکار رہے تھے۔ +

مؤرخ لوگ ان چاروں اشخاص مذکورہ بالا کو عرب کے سب سے بڑے مدبر اور پولٹیشین شمار کرتے ہیں اور اسی

خیال سے ایک مورخ کا قول ہی کہ "میںنے معاویہؓ سے بڑہکر بردبار اور نہایت غور و فکر کے ساتھ کام کرنے والا شخص نہین دیکھا۔ اور جب کہ لوگون کا مجمع ہو اُس وقت اُن سبہون پر رائے مین غالب آنیوالا اور اُن سے اپنے اشارون پر کام لینے والا عمرو بن العاصؓ سے بڑہکر مجھکو کوئی نہین نظر آیا۔ زیاد بن ابیہ سے بڑہکر کوئی ایسا آدمی نہین دکہائی دیا جسکا باطن ظاہر سے بہت کچھ ملتا جلتا ہو۔ اور مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ کیفیت تہی کہ اگر کسی شہر مین آٹھ دروازے ہون اور ہر دروازے مین ہوکر نکلنے کے واسطے انہین اک نئے ہی مکر و فریب کی ضرورت ہو تو اس مین شک نہین کہ وہ ہر ایک دروازے مین ہوکر نکل جاتے۔

معاویہؓ کی کامیابی مین اس بات نے اور بہی مدد پہونچائی کہ علیؓ ملکداری کی چالین چلنا پسند نہین کرتے تہے اور حکمرانی کی تدبیرون سے ناواقف تہے۔ اسکے ثبوت مین وہ واقعات پیش ہو سکتے ہین جو انکی ذات سے شہادت عثمانؓ کے بعد اُن سے بیعت کئے جانیکے وقت عیان ہوئے۔ اُن دنون مغیرہ بن شعبہؓ نے انکی خدمت مین حاضر ہوکر انہین یہ صلاح دی تہی کہ آپ معاویہؓ۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اور دوسرے عاملون کو انہین عہدون پر قائم رہنے دین جنپر کہ وہ لوگ عثمانؓ کے عہد سے مقرر ہین۔ پہر جب آپ کا پوری طرح تسلط ہو جائے اور آپ کی بیعت پر سب لوگون کے دل متفق ہو جائین۔ لوگون مین جو اختلاف پہیلا ہوا ہے یہ فرد ہو جائے اور سب مطمئن ہو کر آپ کی دوستی کے مانت ہرلین اُس وقت جو دلمین آئے کیجیئے گا" اگرچہ یہ ایک دانا اور دوراندیش شخص کی رائے تہی لیکن علیؓ نے اسے بے اعتباری کی نظر سے دیکھکر اسپر عمل نہ کیا اور اُنکے چچیرے بہائی عبداللہ بن عباسؓ نے بہی انہین اسی طرح پر سمجہایا تہا مگر آپنے اُسے ماننے سے بہی انکار کر دیا۔ مغیرہؓ نے جب یہ دیکھا کہ میرے سمجہانیکا اُلٹا اثر ہوتا ہے تو وہ چپ ہو رہے اور اونہون نے خیال کیا کہ یہ جیسا کرتے ہین کرنے دو تم کچھ نہ بولو اس بات کو دل مین ٹہانکر دوسرے دن وہ پہر علیؓ کی خدمت مین آئے اور اونکی ذاتی رائے کو اچہا بتانے لگے۔ اگر علیؓ مغیرہؓ اور ابن عباسؓ کے کہنے پر چلتے تو مذکورۂ بالا لوگ (یعنی معاویہؓ وغیرہ) انکے دشمن نہ بنتے اور مغیرہؓ وغیرہ انکے طرفدارون مین سے نہ نکل جاتے۔ نہ جمل اور صفین کی لڑائیان پیش آتین اور نہ منصب خلافت بنوامیہ کے قابو مین جا سکتا۔

اِس موقع پر ایک اور بہی بڑا مؤثر سبب ہے جسکو معاویہؓ اور تمام بنی امیہ نے اپنے زور و قوت کے بڑہانے مین استعمال کیا جس سے ہماری مراد "مال" ہے۔ بنوامیہ اسی کے ذریعہ سے اپنے طرفدارون کی جماعتین بڑہاتے اور دشمنونکو قابو مین لایا کرتے تہے۔ اُن کا قاعدہ تہا کہ اپنے یہان آنیوالے حاجتمندون اور شاعرون کو بے دریغ انعام و اکرام دیتے رہتے اور اسی کے وسیلہ سے وہ لوگ علیؓ بن ابی طالب اور اُنکی اولاد و احفاد کے مقابلہ مین کامیاب ہوئے جس وقت

ہین کہ یہ لوگ اس راہ ہین مال کا خرچ کرنا کمینہ پن خیال کرتے تہے۔ اور اپنی طبیعت کو اس کام سے باز رکہتے تہے
اُنکا اعتقاد تھا کہ صرف حق کی پابندی اُنکے دعوے کی تائید کے لئے کافی ہے اِس مین کوئی شبہ نہین کہ بنو ہاشم کا
یہہ خیال ادایل اسلام مین صحیح اُترا تھا کیونکہ ادن دنون لوگون کے دلون پر نبوت کا رُعب چہایا ہوا تہا اور اونکی
نفسانی خواہشین اور شیطانی وسوسے مغلوب تہے۔ ہمارے خیال مین کوفہ والون نے محض روپیہ کی لالچ سے
حسینؓ کی بیعت توڑدی جسکا انجام اُنکا بیکسی کے عالم مین شہید ہوجانا ہوا گویا یہہ کہنا چاہئیے کہ اموین نے حسینؓ
کو مال کے زور سے شہید کیا۔ اور نیز عبداللہ بن زبیرؓ کو بہی ادن لوگون نے مال ہی کے وسیلہ سے شہید کرایا۔ اگر
عبداللہ بہی روپیہ کو اُسی طرح صرف کرتے جس طرح کہ بنو امیہ کیا کرتے تہے تو اس مین کلام نہین کہ خلافت اُنہین کی
نسل مین رہتی بنی امیہ کے ہاتہون مین ہرگز نہ جاتی۔ مگر اونہون نے کعبہ کے مال کا لوگون کو لٹانا مناسب
نہ سمجہکر اس سے ہاتہہ روکا اور اپنی ذات کو نقصان پہونچایا چنانچہ اونکے دشمن اور مقابل عبدالملک نے اپنے
مرتے وقت صاف صاف یہ کہدیا کہ "مین اپنے آپسے بڑہکر کسی کو بہی اس کام (خلافت) کے لیے صاحب قوت
نہین سمجہتا۔ اِس مین کوئی شک نہین کہ ابن زبیرؓ بڑے نمازی اور بہت روزہ دار ہین۔ مگر اپنی کنجوسی کی وجہ سے
وہ حکومت کی قابلیت نہین رکہتے"

بخلاف عبداللہ بن زبیرؓ کے اُنکا بہائی مصعب بن زبیرؓ اپنی ذات اور اپنے گہر والون پر بڑی بڑی رقمین
خرچ کردیتا تہا۔ یہان تک کہ اُس نے سکینہ بنت حسینؓ سے نکاح کرنے مین دس لاکہہ درم صرف کرڈالے حالانکہ
اُنہین دنون مین اُسکی فوج کے سپاہی تنگدستی سے پریشان ہوکر اُس سے روپیہ مانگتے تہے اور وہ اُنہین ایک
حبہ تک نہین دیتا تہا۔ چنانچہ عبداللہ بن ہمام نے اسی واقعہ کو اس طرح عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس لکھہ بہیجا:-
وہ لکہتا ہے :-

بلغ امیر المومنین رسالۃ ——— من ناصح لک لا یرید خداعا
بضع الفتاۃ بالف الف کامل ——— وتبیت سادات الجنود جیاعا
لو لابی حفص اقول مقالتی ——— وابث ما ابثثکم لارتاعا

(ترجمہ) ایک ایسے خیر خواہ کیجانب سے جو تمکو فریب دینا نہین چاہتا ہے امیر المؤمنین کو یہ پیغام پہنچادو۔ کہ ایک
حسین عورت پورے دس لاکہہ درم کا سرمایہ حاصل کرلیتی ہے اور فوج کے سردار دن بہر فاقہ کرکے رات کو بہوکے سوجاتے
ہین۔ اگر مین یہ بات ابی حفص (عمرؓ) سے کہتا اور جو تم سے عرض کرتا ہون اُس بات کو اُنکے سامنے بیان کرتا تو وہ

خوف سے کانپ اٹھتے۔"

اپنا سکہ جمانے کے لیئے عبدالملک تمام بنو امیہ مین مال کا بیدریغ اور بکثرت صرف کرنیوالا شخص تھا۔ جس وقت حجاج بن یوسف نے کعبہ کا محاصرہ کیا ہے اور ابن زبیرؓ اُسکے اندر تھے تو اُس نے اپنے ساتھی لوگون کو حکم دیا کہ کعبہ کو منجنیق سے مسمار کرین۔ مگر وہ لوگ ہیبت کے مارے اس امر کے مرتکب نہ ہوئے حجاج نے اس بات کو دیکھکر ایک کرسی میدان جنگ مین ڈلوادی اور اُسپر بیٹھکر اپنے سپاہیون سے کہا "ملک شام کے رہنے والو! تم عبدالملک کے انعامون کی غرض سے لڑو اور اُسکے دشمنون کو مارو" اس گفتگو کو سنکر وہ سب لوگ فوراً ہی تعمیل حکم مین مصروف ہوگئے۔

بسا اوقات عبدالملک دشمنون کے جتھون کی بلا کو مال کے ذریعہ اپنے سر سے ٹال دیتا تھا اس طرح پر کہ وہ روپیہ بکھیر دیتا اور لوگ اُسے چھوڑکر مال و زر کے لوٹنے مین مصروف ہوجاتے۔ اس قسم کے واقعات مین سے ایک وہ واقعہ بھی ہے جو عبدالملک کو سعید بن اشدق کے بیٹے عمرو کے ساتھ پیش آیا تھا جس نے عبدالملک کو ہٹا کر ملک شام پر قبضہ کرلینے کا منصوبہ گانٹھا تھا اور عبدالملک کو اُسکی طرف سے اپنی جان کا خوف پیدا ہوگیا تھا۔ عبدالملک نے پہلے تو اُسے امان دی اور ایک حیلہ سے اُسکو اپنے دربار مین بلوایا۔ پھر جب وہ حاضر آیا تو عہدشکنی کر کے اُسے قتل کرادیا اُسکے ساتھیون کو اس امر کی خبر ملی تو وہ سب جمع ہوکر آگئے اور دربار کو گھیر لیا۔ عبدالملک اسکی انجام سے ڈر گیا اور اُس نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ عمرو بن سعید کا سر باغیون کے سامنے پھینکدے۔ ایک جانب یہ کارروائی کی اور دوسری جانب اُسکے بیٹے عبدالعزیز نے روپیون کا توڑا ایک مٹھی بھر بھر روپے اشرفیان باغیون کے اوپر پھینکنی شروع کین۔ باغی لوگون نے اپنے سرگروہ کا سر اور روپیون کا مینھہ برستا ہوا دیکھکر سر کو تو چھوڑ دیا اور روپیہ سمیٹنے پر جھک پڑے اور اسے لے لیکر چلتے بنے۔

بنو امیہ کے عہد سے بھی بڑھکر خلفائے عباسیہ کے ایام مین مال و دولت کا اثر ترقی پر رہا۔ انکی حکومت کا زور یا ضعف اُس انعام و اکرام کی کمی۔ زیادتی پر منحصر ہوتا تھا جو ہر ایک خلیفہ فوجی سپاہیون کو تقسیم کیا کرتا۔ خاصکر جس وقت کہ عباسی سلطنت مین ترکون کا زور بڑھا تو وہ لوگ اپنی امداد کا بڑی بڑی رقمون سے معاملہ کرنے لگے۔ انکی یہ عادت ہوگئی تھی کہ جب کوئی نیا خلیفہ تخت نشین ہوتا پہلے اُس سے اپنا حق بیعت مانگتے تھے اور ایک یا دو سال کی تنخواہین انعام مین نے لیتے تب اُسکی بیعت ہونے دیتے تھے۔

جن امور نے بنو امیہ کی حکومت کو مدد دی اون مین سے ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ لوگ اپنی سلطنت کو مضبوط بنانے

مین طرح طرح کے فریب کہیلتے اور قسم قسم کی چالین چلا کرتے تہے اور جو کام کرتے بہت ہی دور اندیشی اور حکمت عملی کے ساتہہ کرتے تہے چاہے ادن باتون کی وجہ سے مذہب کی توہین اور مذہب والون کی بیحرمتی ہی کیون نہ ہوتی ہو اسلیئے انہون نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے نواسے کو قتل کرا دیا۔ کعبہ پر آگ اور پتہر برسوائے۔ اور نبی صلعم کے چچیرے بہائی اور انکے داماد کو ممبرون پر کہڑے ہو کر لعنت کہی اور جس شخص نے انپر لعنت نہین کی اُسے جان سے مروا دیا۔+

بنو امیہ کے خلفا ہم یہ اوپر بیان کر آئے ہین کہ معاویہؓ نے اپنی نسل مین خلافت کا منصب وراثت کے طور پر مقرر کیا تہا لیکن یہ منصب صرف اُنکے بیٹے یزید کے سوا جسکی ولیعہدی کی بیعت انہون نے اپنی زندگی ہی مین کرا لی تہی انکی اولاد مین اور کسی کو نصیب نہین ہوا۔ یزید نے بہی محض چند سال تک حکومت کی جسکے اثنا مین بڑے بڑے خراب کام کئے۔ منجملہ اونکے ایک امر حسینؓ بن علیؓ کا شہید کرانا ہی تہا۔ یزید کے مرنے پر لوگون مین بیعت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا۔ اسکا ایک بیٹا معاویہ (ثانی) نام تہا۔ اگرچہ لوگون نے اُسے خلیفہ مقرر کیا لیکن وہ اپنے تئین منصب خلافت کا مستحق نہ سمجہتا تہا۔ آخر وہ تہوڑے ہی دنون کے بعد وفات پاگیا۔ معاویہ ثانی کے رحلت کرجانے پر بنو امیہ نے ایک اور اموی بزرگ خاندان شخص سے (جو معاویہ کے گہرانے مین سے نہ تہا) بیعت کی اس سردار کا نام مروان بن حکم تہا۔ سنہ ۶۵ھ مین چند مہینون تک خلافت کرکے یہ بہی وفات پاگیا۔ اور اسکے بعد خلافت اُسی کی نسل مین محدود ہوگئی اور جس قدر بنو امیہ کے خلفا اُسکے بعد ہوئے سب اُسی کی اولاد مین تہے۔ جن مین سب سے زیادہ مشہور حکمران عبد الملک بن مروان تہا جسکا ذکر اوپر آچکا ہے اُس نے سنہ ۶۵ھ سے سنہ ۸۶ھ تک (۲۱) سال حکومت کی۔

تمدن اسلام کی تاریخ مین عبد الملک کا ذکر عمدہ پیرائے مین ہوتا ہے اسلیئے کہ اُس نے ممالک اسلامی کے دفاتر مین عربی زبان کو عام طور پر رائج کیا تہا حالانکہ اُسکی حکومت کے زمانہ تک وہ دفاتر اہل ملک کی ہی زبانون مین لکہے جاتے تہے۔ اور وہین کے باشندے اُنکے اہلکار ہوتے تہے۔ مصری دفترون مین قبطی زبان کا رواج تہا اور اُسکے کارکن مصر کے رہنے والے قبطیون ہی مین سے تہے۔ شامی دفاتر یونانی زبان مین تحریر ہوتے تہے اور اُنکا کاروبار شامی نصاریٰ ہی مین سے کچہہ اہلکارون کے ہاتہون مین تہا۔ اور عراق کا دفتر فارسی زبان مین تہا۔ جسکی خدمتین عراق ہی کے بعض باشندے سرانجام دیتے تہے۔ عبد الملک نے عام حکم دیدیا کہ تمام دفترون مین عربی زبان جاری کردیجائے اور اونکا کاروبار بہی مسلمانون ہی کے ہاتہون مین دیدیا۔ اس حکمت عملی سے اسلامی حکومت کو جس قسم کا استحکام حاصل ہوسکتا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہین رہسکتا ہے کیونکہ اس طرز عمل نے سلطنت کے تمام ممالک مین عربی زبان کو

عام زبان بنادیا جسکی وجہ سے وہان کے رہنے والے رفتہ رفتہ کئی صدیون کے گزر جانے پر اپنی جنسیتون ہی کو بھول گئے اور اپنے تئین عربون مین شمار کرنے لگے۔ ایسا کرنے مین عبد الملک کو اس وجہ سے اور بھی امداد ملی کہ عربی زبان مذہبی زبان بھی تھی اور لوگون نے اسے شوق سے حاصل کرنیکے علاوہ بابرکت اور قابل تعظیم زبان سمجھہ رکھا تھا۔

عبد الملک کے کارنامون مین سے اُسکا عربی خط مین سونے کے سکے بنوانا اور رومانی طراز (مارکہ) کو عربی مین منتقل کرنا بھی شمار ہوتا ہے جسکی تفصیل آگے چلکر آئے گی۔ ملک عراق مین عبد الملک کیجانب سے حجاج بن یوسف عامل مقرر تہا جو اپنی انتظامی قابلیت اور تندمزاجی کے لحاظ سے مشہور ہے۔ حجاج عبد الملک کا بڑا بھاری مددگار اور اوسکی سلطنت کا رکن اعظم تھا۔ یہی حجاج ہے جس نے عبد اللہ بن زبیرؓ سے جنگ کی جو بنو امیہ کے مقابلہ مین اپنے لئے لوگون سے بیعت لے رہے تھے۔ حجاج نے مکہ مین اُنکا محاصرہ کیا اور کعبہ پر منجنیق چلاکر اُنہین قتل کرڈالا اور عبد الملک کو بے غل وغش خلیفہ بنادیا۔

بنو امیہ کے مشہور خلفاء مین سے ایک خلیفہ عمرؓ بن عبد العزیز بن مروان اموی بھی ہین۔ انہون نے ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک حکمرانی کی۔ یہ خلیفہ تمام اموی خلفاء مین اپنے چالچلن کے اعتبار سے خلفاے راشدین کے ساتھ مشابہت رکھتے تہے اور ہوسکتا ہے کہ اس نیک اطواری کی وجہ اُنکی وہ قرابت رہی ہو جو اُنہین عمر بن الخطابؓ سے تھی کیونکہ یہ عمرؓ کی نواسی کے بیٹے تہے۔ جس وقت یہ مسند نشین خلافت ہوئے تو انہون نے نیک صفات مین اپنے بزرگ نانا عمرؓ کے زہد اور انصاف کی پیروی کی۔ بنو امیہ نے جس وقت سے کہلم کہلا خلافت کا مرتبہ لیا تہا اُس وقت سے ابتک برابر اُنکا یہ شیوہ رہا کہ علیؓ کو برسر ممبر بُرا بھلا کہا کرین۔ عمر بن عبد العزیزؓ نے خیال کیا کہ یہ فعل قبیح اور اسلام کی تعلیم سے بعید ہے لہٰذا اُنہون نے اس بدنما کارروائی کو بند کردیا لیکن اونکے یہ کام بنو امیہ کے نزدیک قبولیت کی نگاہون سے دیکھے جانیکے قابل نہ ٹھہرے خصوصًا اسلئے وہ اور بھی اُنکی نگاہون مین خار گزرے کہ اُنہون نے بنو اُمیہ کو املاک کے خریدنے سے روکدیا۔ عمر بن الخطابؓ نے اپنے عہد خلافت مین بنو امیہ کو اس فعل سے روکا تہا جسکی اونہون نے تعمیل نہین کی اب عمر بن عبد العزیزؓ نے پہر اُس قاعدہ کو جاری کیا تو بنو امیہ کے دلون مین یہ ڈر سما گیا کہ اس شخص کی حکومت زیادہ دنون رہیگی تو غالبًا یہ سلطنت ہمارے ہاتہون سے نکل جائیگی۔ اسی خیال سے اُنہون نے اس نیک خصلت حکمران کا چراغ زندگی بہت جلد گل کردیا۔

عمر بن عبد العزیزؒ کے بعد اُنکا چچا یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا یہ شخص عیش پسند اور شرابی تہا گانے بجانے کا

بھی بہت شوق رکھتا تھا۔ سلطنت کے کاروبار کو بالائے طاق رکھکر صرف دو لونڈیوں کی صحبت مین رہنے لگا جن
مین سے ایک کا نام "سلامہ" اور دوسری کا نام "حبابہ" تھا۔ حبابہ نے اُسکے دل و دماغ پر قابو پالیا تھا اور تمام حکومت
اُسکے زیر حکم ہوگئی تھی۔ وہ جسے چاہتی برطرف کرتی اور جسکو چاہتی ملازم رکھتی تھی۔ یزید کو دنیا کے کسی دہندے سے
غرض نہ رہی تھی۔ آخرکار یزید کے بھائی "مسلمہ" نے ایک دن اُسے بہت لعنت ملامت کی اور اُس سے کہا
"تم عمر بن عبدالعزیز جیسے عادل حکمران کے بعد خلیفہ ہوئے اور اب حالت یہ ہے کہ ایک لونڈی کے عشق مین مبتلا
ہوکر سلطنت کے کاروبار کو تج بیٹھے ہو۔ لوگ تم سے ملنے آتے ہین اور تمکو خبر بھی نہین ہوتی۔ فریادی لوگ چیختے
رہتے ہین اور تم ہو کہ غفلت کی گہری نیند مین سو رہے ہو۔" بھائی کی ملامت آمیز گفتگو سے متاثر ہوکر یزید بن عبدالملک
نے کہا "تم سچ کہتے ہو۔" اور اُس نے ارادہ کیا کہ اب نہ تو شراب پئے گا اور نہ عیش و عشرت مین مدہوش رہیگا
چنانچہ کچھہ دنون تک وہ "حبابہ" سے علیحدہ رہا۔ مگر اس جدائی کی وجہ سے خود "حبابہ" کی آتش شوق بھڑک
اُٹھی اور وہ اس فکر مین پڑگئی کہ کسی طرح خلیفہ سے دوچار ہو چنانچہ ایک روز جمعہ کے دن اُس نے اپنی کسی لونڈی سے
کہا کہ "امیرالمومنین نماز کے لئے نکلین تو مجھے خبر دینا" لونڈی نے اُسکے حکم کی تعمیل کی۔ اور جس وقت خلیفہ نماز جمعہ کے
لئے ایوان خلافت سے باہر جانے کو تیار ہوا اُس نے اپنی مالکہ "حبابہ" کو اطلاع کردی۔ حبابہ عود ہاتھہ مین لئے
ہوئے اپنے محل سے نکل کر خلیفہ کے سامنے آکھڑی ہوئی اور یہہ شعر بہت ہی دلکش آواز سے گانے لگی:۔

"الا لا تلمه الیوم ان یتبلدا ——— فقد غلب المحزون ان یتجلدا"[1]

یزید نے اس شعر کو سُنکر اور حبابہ کی دلفریب صورت دیکھکر اپنا منہہ ڈہانک لیا اور اُس سے کہا:۔
"ٹھہر تو جا۔ کیا کرتی ہے" مگر حبابہ نے اُسکی خفگی کی کوئی پروا نہ کرکے دوبارہ ایک عجیب دلفریبی کے ساتھہ یہ
شعر گایا:۔ "فما العیش الا ما تلذ وتشتہی[2] ——— وان لام فیه ذوالشنان وفندا"
نتیجہ یہ ہوا کہ یزید اپنے آپے سے باہر ہوکر دیوانہ وار اُسے لپٹ گیا اور کہنے لگا "واللہ تو نے سچ کہا۔ جس نے
مجھے تجھسے الفت رکھنے کی بابت ملامت کی خدا اُسکا برا کرے۔ ارے لڑکے مسلمہ کو میرا حکم سنادے کہ وہ لوگونکو نماز
پڑہلائے" اسکے بعد حبابہ کے پاس بیٹھکر شراب ارغوانی کے جام پینے مین مصروف ہوگیا اور حبابہ برابر سُریلی دلکش
تانین اُڑاتی جاتی تھی۔ غرضکہ یزید پھر اُسی اپنی اگلی سی سرخوشی مین مستغرق ہوگیا۔+

---

[1] خبردار آج اسے اسکے تجاہل پر ملامت نہ کیجو کیونکہ غمگین پر اسکا بتکلف صبر کرنا غالب آرہا ہے۔+

[2] عیش تو صرف وہی ہے جو تجھے لذیذ معلوم ہو اور جسکی تو خواہش کرے۔ اگرچہ کینہ ور اسکے بارہ مین ملامت کرے اور بیوقوف بنادے۔+

اس واقعہ کے بعد سے یزید برابر انہین لذایذ مین مصروف رہا یہانتک کہ آخر کار حبابہ کے مرنے پر اسی کے رنج وغم مین خود بھی گھل گھل کر مرگیا۔ ان دونون کی وفات کا قصہ یون بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ ملک شام کے ایک سردار کے گھر مین وارد تہا اور حبابہ اوسکے ہمراہ تہی۔ یزید نے دل مین خیال کیا کہ "لوگ کہتے ہین کہ کوئی شخص پورے ایک دن صبح سے لیکر رات ہونے تک داد عیش نہین دیسکتا۔ اس عرصہ مین اُسے کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ جس سے تمام مزہ کرکرا ہوجاتا ہے مین بہی اس قول کا امتحان کرونگا" یہ سوچکر اُسنے اپنے ہمراہیون سے کہا۔ "کل صبح سے مجہے کسی بات کی اطلاع نہ دینا۔ اور نہ کوئی خط میرے پاس لانا خواہ وہ کتنا ہی ضروری ہو" یہ حکم دیکر حبابہ کے ساتھ خلوت مین جا بیٹھا اور مصروف عیش وتنعم رہا۔ خادمون نے دسترخوان چُن دیا تہا جسپر طرح طرح کے لذیذ کہانے اور انواع واقسام کے میوے موجود تہے۔ حبابہ نے ایک انار اوٹھا کر کہانا شروع کیا جس وقت کہ وہ انار کے دانون کا پہنکا لگا رہی تہی اتفاق سے ایک سالم دانہ حلق مین جا پہنسا۔ اور اُسی وقت وہ مرگئی۔ یزید مجنون کی طرح تین دن تک اُسکی لاش کے پاس بیٹہا رہا۔ اُسے دفن نہین کرنے دیتا تہا۔ آخر کو اُسکی لاش بگڑ گئی اور اُس مین سے بو آنے لگی۔ یزید بار بار اُسکی میت کو سونگھتا اور چومتا تہا۔ مگر اُسکے پاس سے نہین ہٹتا تہا۔ اُسکے عزیزون نے یہ حالت دیکھکر لعنت ملامت کی اور اُسے اس حرکت سے باز آجانے پر مجبور کیا۔ بہت ہی ردوکد کے بعد یزید نے دفن کرنیکی اجازت دی۔ اور اوسکے مرنیکے بعد خود بھی صرف پندرہ دن زندہ رہکر آخر کار ۱۰۵ھ مین مرگیا اور حبابہ کے پہلو مین مدفون ہوا۔ +

یزید کے بعد اُسکا بھائی ہشام ۱۰۵ھ سے لیکر ۱۲۵ھ تک بیس سال حکمران رہا۔ یہ خلیفہ نہایت عقلمند اور منتظم تہا لیکن بخیل تہا۔ اور جو سلطنت سخاوکرم کے ذریعہ سے قایم ہوئی ہو اُسمین کنجوسی کی وجہ سے جس قدر نقصان آسکتا ہے ظاہر ہے۔ ہشام کے بعد یزید کا بیٹا ولید خلیفہ ہوا۔ یہ خلافت کے قبل ہی سے اپنے باپ کی طرح عیش پرستی شرابخواری۔ اور گانے بجانے کا بیحد شایق اور عادی تہا۔ چنانچہ ان باتون کی تعریف مین اُسکے بہت سے اشعار بھی ہین۔ خلافت ہاتھ آئی تو کھل کھیلا۔ لذایذ نفسانی اور ارتکاب معاصی کی کثرت تو تہی ہی خیر سے آپنے اپنے خاندان والون سے بھی بگاڑ کرلیا۔ اور اونکے ساتھہ ایسی بدسلوکیان کین کہ آخر انہون نے برہم ہوکر رعایا مین سے بڑے بڑے سرغنون کو اپنے ساتھہ ملالیا۔ اور اُسپر حملہ کرکے اُسے قتل کرڈالنے کے بعد ولید بن عبدالملک کے بیٹے یزید سے بیعت کرلی۔ یزید کا پختہ ارادہ تہا کہ جس قدر خرابیان حکومت مین پیدا ہوگئی ہین انکی اصلاح کریگا۔ لیکن اب معاملہ بہت بڑھ گیا تہا۔ بنوامیہ کی قوت پراگندہ ہوچکی تہی۔ اور عباسی دعوت شروع ہوچکی تہی۔ ان وجوہ سے وہ اپنے ارادون مین ناکام رہا۔ اصل انجام کار یہ ہوا کہ اُسکے

جانشین مروان بن محمد بن مروان کے عہد یعنی ۱۳۲ھ مین بنو امیہ کے ہاتہون سے خلافت بالکل جاتی رہی۔

حکومت عباسیہ

عباسیون کی دعوت ہم نے ابی بکر صدیق رض کی خلافت کا حال بیان کرتے ہوئے کہا تہا کہ مسلمانون نے بنو ہاشم مین خلافت اور نبوت دونون منصبون کا اکٹہا کر دینا پسند نہین کیا تہا اسلئے اونکے علاوہ قریش کے دوسرے گہرانون مین بیعت کی۔ مگر بنو ہاشم مسلمانون کے اس فعل کو حق بات سے متجاوز ہونا سمجھتے تہے۔ اور خیال کرتے تہے کہ وہ (خود بنو ہاشم) اس منصب کے لئے تمام دوسرے لوگون سے بہتر ہین۔ اور اسکی کوشش کرتے رہتے تہے کہ خلافت پر قابض ہون۔ جن بنی ہاشم کو خلافت کی خواہش تہی انکی ہی کئی قسمین تہین :-

(۱) علوی علی بن ابی طالب رض کی اولاد۔ انکے ہی دو گروہ تہے۔ ایک گروہ کا منشاء تہا کہ خلافت فاطمہ زہرا رض کی نسل مین آئے۔ اور دوسرا گروہ محمد بن حنفیہ کو جو دوسری بیوی سے حضرت علی رض کے بیٹے تہے خلیفہ بنانیکی فکر مین کرہا تہا۔

(۲) عباسی۔ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا عباس رض کی اولاد۔ ان دونون جماعتون کے لوگ عام لوگون کو اپنی اپنی طرف بلاتے رہتے تہے۔ اور لوگ پردہ پردہ مین ان سے بیعت کرتے رہتے لیکن ظاہر کرنیکی نوبت اور جرأت نہ رکہتے تہے جس وقت بنو امیہ کی کمزوری اور اونکی قوت کی پراگندگی عیان ہو چلی تب لوگون کو ہی انکی اطاعت سے باہر نکلنے مین آسانی ہونے لگی خصوصاً اس وجہ سے کہ زیادہ تر لوگ طمع یا خوف کی وجہ سے اموی خلفاء کے مطیع بنے تہے۔ ورنہ دل سے یہی خیال رکہتے تہے کہ خلافت کے لئے بنو ہاشم سب سے بہتر ہین۔

انہین دنون مین عباسیون کو خراسان کا رہنے والا ایک فارسی شخص ایسا ملگیا جو بہت ہی دبنگ اور دلیر تہا۔ اس شخص کا نام ابو مسلم خراسانی تہا۔ عباسیون نے اسے اسکے وطن خراسان کی جانب بہیجا تاکہ وہان جاکر لوگون سے انکی بیعت لے۔ اسلئے کہ وہ مقام اموی خلافت کے مرکز سے دور واقع ہوا تہا۔ ابو مسلم کو اس عمل مین عجیب قسم کی کامیابی ہوئی۔ اس نے خوب خوب کوششین کرکے اور لوگون کو جنگ و پیکار سے دباکر آخر کار بنی عباس رض کے لئے خلافت کے ساز و سامان مہیا کر دیئے۔ اور ۱۳۲ھ مین زمام خلافت ان مین سے پہلے خلیفہ "سفاح" کے سپرد کر دی عباسی حکومت کی بنیاد قائم کرنے مین ابو مسلم خراسانی کے احسانات عمرو بن العاص رض کے اون احسانون سے بہت بڑہے ہوئے ہین جو اونہون نے معاویہ رض کو خلافت دلانے مین کئے تہے۔ اسلئے کہ عمرو بن العاص رض نے معاویہ رض کو صرف اپنی رائے سے مدد دی تہی

اور ابو مسلم نے عباسیوں کی امداد اپنی تلوار اور اپنی قوم دونوں سے کی۔ +

عباسی سلطنت حکومت بنوامیہ کے بارہ مین یون بجا ہے جو کچھہ کہا جائے لیکن بنوعباس کی سلطنت سے اوسکو یہ امتیاز بہر طور حاصل ہے کہ وہ اہل عربی حکومت تھی کیونکہ اُسکے عامل۔ قاضی۔ اور تمام ارکان سلطنت اہل عرب تھے۔ صرف چند منشی اور طبیب یا اور اسی قسم کے بعض پیشہ وریا اہل ہنر توبیشک غیر اقوام مین سے تھے ورنہ خلیفہ سے لیکر ادنے سپاہی تک تمام لوگ خالص عرب ہوتے تھے۔ مگر بنوعباس کی سلطنت مین فارسی عنصر غالب ہوگیا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ اہل فارس ہی نے حکومت اُنکو دلائی تھی جیساکہ معلوم ہوچکا ہے اسی لیے بنوعباس نے فارسیون مین سے سربرآوردہ لوگون کو اپنا وزیر بنایا عربی حکمرانون مین وزیر مقرر کرنے کی اولیت بنوعباس ہی کو حاصل ہے۔ اُنہون نے اس منصب کا تقرر بھی اہل فارس کی طرز حکومت سے اقتباس کیا تھا جیساکہ آگے چلکر کسی موقعہ پر اسکا ذکر آئیگا۔

بنوعباس کا سب سے پہلا خلیفہ ابوالعباس سفاح تھا۔ جسکے کئی بھائی اور چچا تھے اس نے انہین اپنی قوت بڑہانے مین اپنا بازو بنایا۔ سفاح کا پائے تخت انبار نام ایک مقام بغداد سے مغرب کیطرف دریائے فرات پر واقع تھا۔ سفاح مرتے وقت تک اسی مقام مین رہا۔ اور اُس نے صرف چند سال حکومت کی۔ سفاح کے بعد اُسکا بھائی ابوجعفر منصور ۱۳۶ھ سے ۱۵۸ھ تک خلیفہ رہا۔ ابوجعفر منصور چالبازی۔ مدبری اور ملکی نظم ونسق مین اسلام کے مشہور اور بڑے بڑے لوگون مین گزرا ہے۔ وہ دلیر بھی بیحد تھا۔ اُس نے کوفہ کے قریب ایک شہر آباد کرکے اُسکا نام ہاشمیہ رکھا تھا جس وقت یہ شہر خوب آباد ہوچکا اتفاق سے اُسے وہان ایک فرقہ سے لڑائی پیش آگئی۔ جسکو راوندیہ کہتے تھے۔ اس جنگ کی وجہ سے منصور نے اُس شہر کو ناپسند کیا۔ اور اوسکی ناپسندیدگی کی ایک اور علت بھی تھی یعنی "کوفہ" کا قرب۔ منصور کوفہ والون سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ وہان کے رہنے والون نے علیؓ اور حسینؓ کو شہید کردیا تھا۔ اسلیئے وہ اُسکی نظرون مین قابل اعتبار نہ تھے۔ پھر منصور "ہاشمیہ" سے نکل گیا اور اُسنے شہر بغداد تعمیر کرایا جو کہ اسلامی دارالسلطنتون مین سب سے زیادہ مشہور ہے۔ منصور کو معلوم ہوا کہ ابی مسلم کا زندہ رہنا اوسکے مرکز کو خطرہ کی حالت مین رکھیگا۔ کیونکہ اور لوگون کے مقابل مین اُسے بنوعباس کے ہاتھون سے خلافت کا نکالدینا ویسا ہی آسان تھا جیساکہ اُسکا اُنکے قابو مین دیدینا۔ لہذا منصور نے اُسے دہوکے سے قتل کرادیا۔ اور اس معاملہ مین لوگون سے یہ عذر پیش کیا کہ وہ میرا سنگ راہ تھا اسلیئے مینے اُسے دفع کردیا (ہٹادیا)۔ منصور کا یہ فعل اُسی قسم کا تھا جیساکہ اسوقت سے گیارہ سو برس بعد محمد علی پاشا خدیو مصر نے ممالیک کے امراء سے اور سلطان محمود دوم نے ینگچری یا ہیون

سے سلوک کیا۔ +

منصور کا زمانہ شروع سے اخیر تک لڑائیون اور فتوحات ہی مین بسر ہوا منصور کے بعد اُسکی اولاد مین سے پے درپے تین شخص اُسکے جانشین ہوئے۔ پہلے محمد مہدی۔ دوم موسیٰ ہادی۔ اور پھر تیسرے نمبر پر ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔ ہارون کے بعد اُسکا بیٹا امین اور پھر مامون الرشید ابن ہارون الرشید نے مسند خلافت کو زینت دی۔ رشید اور مامون کے عہد مین عباسی حکومت ترقی عظمت کے اعلےٰ زینہ پر پہونچ گئی۔ اور اوسکی قلمرو کا دایرہ بہت وسیع ہوگیا تھا۔ اسی مبارک عہد مین علوم وفنون کا نشو ونما ہوا۔ بہت سی کارآمد کتابون کا عربی زبان مین ترجمہ کیا گیا۔ اور دولت وثروت کے چشمے اس قدر جاری ہوئے جن سے تمام اقلیم سیراب ہوگئی چنانچہ اپنے اپنے موقع پر ہم ان تمام باتون کو مفصل بیان کرینگے۔ +

اگرچہ منصور نے ابومسلم خراسانی کو محض اس خوف سے قتل کرادیا کہ وہ فارس کا باشندہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ کسی وقت مین خود ہی حکمران بننے کا قصد کر بیٹھے تو اسکا تدارک ناممکن ہوجائیگا لیکن تماشہ یہ ہے کہ منصور ہی نے اپنے عہد مین فارس کے بہت سے لوگون کو اپنے حاشیہ مین معزز عہدہ پر رکھا تھا منصور کے بعد اوسکے جانشینون نے بھی اُسی کی طریق عمل پر قدم رکھا۔ اور فارس ہی کے رہنے والون کو اپنے یہان کے معزز عہدون پر مقرر کیا۔ جن مراتب مین سے ایک وزارت کا مرتبہ بھی تھا۔ اور بنو عباس کے عہد مین یہ سب سے بڑا منصب تھا۔ اس بات کا نتیجہ یہ ہوا کہ رشید کے زمانہ مین اہل فارس کا زور بہت کچھ بڑھگیا تھا اور وہ لوگ جو وزارت پر قابض ہوکر گویا سلطنت کررہے تھے "برامکہ" تھے۔ رشید نے یہ دیکھکر کہ وہ لوگ خلیفہ کے ہوتے ہوئے حکومت کا کاروبار بلا اُسکی رائے اور صوابدید کے خود ہی کرلینے لگے۔ اونکو بالکل نیست ونابود کرڈالا جسکا قصہ مشہور ہے۔

مامون الرشید کے بعد ۲۱۸ھ مین اُسکا جانشین "معتصم باللہ" خلافت پر قابض ہوا۔ اس خلیفہ نے ترکون کو اپنی سلطنت مین بڑے بڑے مناصب دیئے۔ اور اُنہین سلطنت کی بہت سی خدمتون پر بکثرت مامور کیا۔ عباسی حکومت کے شروع مین ملک ترکستان کے عاملون کی جانب سے ترکون کے چھوٹے چھوٹے لڑکے خلیفہ کے حضور مین نذر کے طور پر پیش ہوا کرتے تھے۔ اور ہر خلیفہ اون غلامون کی جماعت مین سے حسین اور گرانڈیل جوانون کو چن کر اپنے حاشیہ کے لوگون مین بھرتی کرتا رہتا تھا۔ جنکا نام "ممالیک" رکھا جاتا تھا۔ +

اُسکے بعد عباسی خلفا نے ایسے ترکی غلام بہت کثرت کے ساتھ خریدنے شروع کئے اور وہ لوگ ان غلامون کی کثرت کے لحاظ سے اپنے مقابل پر فخر کا اظہار کرنے لگے۔ یہانتک کہ معتصم کے زمانہ مین ترکی غلامون کی تعداد بیس ہزار

سے متجاوز ہوگئی۔ ان غلامون نے مذہب اسلام اختیار کرلیا تہا۔ اور علم ادب سے بہی بہرہ ور ہو چلے تہے جسکی وجہ سے انکی مخفی قوتین عیان ہونے لگی تہین۔ خلفار نے انکی قابلیت دیکھکر اُنہین حکومت کے بہت سے کاروبار بہی تفویض کرنے شروع کردیئے تہے۔ ترکی غلام اپنے اقتدار کے موافق برابر حکومت کے اعلےٰ عہدون پر ترقی پاتے چلے گئے حتیٰ کہ امارت اور فوجی خدمت کے بلند ترین منصبون تک جا پہونچے۔ جسکی وجہ سے حکمرانی کی کنجیان حاصل کرنے پر دو ہم پلہ قوتین یعنی فارسی اور ترکی باہم نزاع رکہنے لگین۔ اِن مین سے جسکا ہتہا چڑہ جاتا وہ کوئی نہ کوئی اعلےٰ عہدہ خلیفہ سے حاصل کرلیتا۔ خلیفہ معتصم باللہ عباسی نے ملک مصر مین حوف، (شرقیہ اور دقہلیہ) کے رہنے والون سے ایک جماعت بناکر اُنہین اپنی فوج مین بہرتی کیا تہا اور اُسکا نام مغربی رکہا تہا۔ انکے علاوہ سمرقند۔ اشروسنہ اور فرغانہ سے بہت سے آدمی اکٹہے کرکے اونکو بہی فوجی خدمت مین رکہا تہا اور اُن کا نام فراغنہ مقرر کیا تہا جو زیادہ تر اُسکے حاشیہ مین رہتے تہے۔ یہ دونون جماعتین اون گروہون کے علاوہ تہین جو اُسکے یہان خالص عربی فوجون سے موجود تھی معتصم کے بعد اَور خلفار نے بہی نئے نئے گروہ تیار کیئے۔ اور دوسری قومون کے لوگون کو اپنے یہان رسوخ واقتدار بخشا۔ جسکے سبب سے سلطنت مین بہت سے مختلف عنصر پیدا ہوگئے۔ اور کام مین رکاوٹ ڈالنے والے اجنبی ہاتہہ بکثرت ہوگئے۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ خلفار کمزور ہوتے گئے۔ اور عمال وحکام اپنے اپنے صوبون اور اقلیمون مین رفتہ رفتہ خودمختار بننے لگے۔ خلفار کی سلطنت اور حکمرانی کا دائرہ سمٹتے سمٹتے اس قدر تنگ ہوا کہ صرف دجلہ اور فرات کے مابین کا حصۂ ملک اونکی قلمرو مین داخل رہگیا۔ اور ابہی چوتہی صدی ہجری شروع بہی نہ ہوئی تہی کہ یہ قلمرو بہی اونکے قبضہ اقتدار سے باہر نکل گئی۔ اب محض شہر بغداد خلیفہ کے زیر حکومت تھا اور اُس مین بہی اسکی کامل حکومت نہ تہی۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر ہم اسلامی حکومت کے وہ ٹکڑے جو چوتہی صدی ہجری کے پہلے ربع حصہ مین راضی باللہ کے عہد مین ہوچکے تہے ذیل مین دکہاتے ہین:۔

ولایات	اُنکے حکام
بصرہ (عراق عرب)	ابن رائق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے قبضہ مین
خوزستان	بریدی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "
فارس	عماد الدین بن بویہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "
کرمان	ابی علی محمد بن الیاس .. .. .. "
رے ۔ اصفہان ۔ اور کوہستان	رکن الدولہ بن بویہ وغیرہ .. .. "

ولایات	اُنکے حکام
موصل۔ دیار بکر۔ مضر اور ربیعہ۔	بنی حمدان۔ . . . . . کے قبضہ مین
مصر اور شام	اخشید۔ . . . . ”
خراسان اور ما وراء النہر۔	ساما نی خاندان والون . . . . . ”
طبرستان اور جرجان۔	دیلمیون۔ . . . . . . ”
بحرین اور یمامہ۔	قرامطہ۔ . . . . ”

اور جن امور کی وجہ سے معاملات حکمرانی کی صورت زیادہ نازک ہوگئی۔ اُن مین سے ایک بڑی بات یہ تہی کہ حریم خلافت کے خادمون اور فوجی لوگون کو قصر خلافت مین مطلق العنانی حاصل ہوگئی تہی اور وہ لوگ وہان بہت سخت درازدستیان اور گستاخیان کرنے لگے تہے۔ طرح طرح سے خلفا کی اہانت اور آبروریزی کرتے اُنہین سخت سخت ایذائین پہنچاتے جسکی ایک مثال ترکون اور مغربیون کی فوجون کا وہ سلوک ہے جو اونہون نے ۲۵۵ھ مین خلیفہ معتز باللہ عباسی کے ساتہہ کیا اور اُسے عہدہ خلافت سے علیحدہ کر دیا تہا۔ اسکی وجہ یہہ ہوئی کہ اُس نے اُنکے انعام واکرام مین کمی کی تہی یہ بیباک سپاہی خلیفہ کے کمرہ مین گھس گئے اور اوسکے پیر پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔ اُسے گرزون سے خوب مارا۔ اور اوسکا کُرتا وغیرہ پہاڑ ڈالا۔ پہر اُسے چلچلاتی دہوپ مین تپتی ہوئی زمین پر ننگے پیر اور ننگے بدن کہڑا کر دیا بیچارہ خلیفہ گرمی کی شدت سے زمین پر ایک پیر رکہتا تہا اور دوسرا اوٹہاتا تہا۔ پہر کچہہ سپاہی اُسے تہپڑ مارتے رہے جنکو وہ اپنے ہاتہون پر روکتا تہا۔ اس ظلم وستم کے بعد اُسے پہر اُسکے کمرہ مین داخل کیا۔ اور ابن ابی شوارب قاضی کو اور بہت سے معزز لوگون کے ساتہ بلا کر خلیفہ کی معزولی پر گواہ بنایا۔ اور پہر بہی خلیفہ کو رہا نہ کیا۔ بلکہ اُسے ایسے لوگون کے سپرد کر دیا جو اوسکو طرح طرحکی تکلیفین دیتے رہے تین دن تک اُسی کچہہ کہانے پینے کو نہین دیا۔ اور اسکے بعد اُسے ایک تہ خانہ مین ڈالکر اوپر سے پختہ گچ کی ڈاٹ لگادی۔ جسکے اندر اُس مظلوم وستم رسیدہ حکمران نے عالم بیکسی مین جان دی۔

اگرچہ خلفا کی حالت اس قدر ردی ہوگئی تہی کہ ادنے سپاہی تک اُنہین ہر طرحکے رنج والم پہنچا دیتا تہا۔ لیکن باینہمہ ضعف وخواری۔ فارس والون۔ ترکون۔ مغربیون۔ اور فرغانہ کے باشندون مین سے کسی کے دل مین یہ خیال تک نہ آسکا۔ کہ بنی عباس کے قابو سے خلافت کو نکال لین۔ خیر مذکورہ بالا لوگ تو عجمی الاصل تہے۔ انکو اسکی ہمت نہ ہوئی تو تعجب بہی نہین۔ لیکن خاص اون اہل عرب کو بہی جو خاندان قریش کے علاوہ تہے اس امر کی جرأت نہ پڑی۔

عباسی خلافت بغداد مین اُس وقت تک برابر قایم رہی جبوقت کہ چین کے صحراؤن سے تاتاری قوم نے

آکر اُسے فتح کیا ہے۔ اور اُسکے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ یہ واقعہ سنہ ۶۵۶ھ مین پیش آیا تھا۔ اُس وقت خاندان خلیفہ کے لوگ جو تاتاریون کی بے پناہ تلوارون سے بچے رہے تہے۔ ملک مصر کو بھاگ گئے اور اونہون نے وہان کے بادشاہون کے پاس جو امرا ممالیک کے سلسلہ سے تہے پناہ لی۔ سلاطین مصر نے انہین بہت اعزاز و اکرام سے اپنے یہان جگہہ دی اور اونکو بدستور خلیفہ سمجھتے اور ویسی ہی عزت و حرمت کرتے رہے۔ یہان تک کہ جس زمانہ (سنہ ۹۲۳ھ) مین سلطان سلیم عثمانی نے ملک مصر کو فتح کیا تو اُس نے عباسی لوگون سے خلافت بھی لے لی۔ عباسی خلفا کی تعداد پچاس سے بھی زائد کئی شخصون تک پہنچی تھی جن مین سے سینتیس نے خاص عراق مین حکومت کی۔ ان لوگون مین پہلا شخص سفاح بانی خلافت عباسیہ اور پچہلا شخص مستعصم باللہ تہا۔ اور باقیماندہ لوگ مصر مین گزرے لیکن خلفاء مصر محض نام کے خلیفہ ہوتے تہے۔ اور اونکا یہ عہدہ اب محض دینی حیثیت سے قابل احترام تھا۔ ورنہ دنیاوی حکومت سے انہین کچھ تعلق نہ رہا تھا۔

اُندلس مین اموی حکومت

مسلمانون مین سب سے پہلے جو شخص اُندلس مین داخل ہوئے وہ دو آدمی تہے۔ پہلا طارق بن زیاد۔ اور دوسرا موسیٰ بن نصیر۔ ان دونون نے سنہ ۹۲ھ کے زمانہ مین جبکہ ملک شام مین اموی حکومت اپنے پورے عروج پر تھی اُندلس کو فتح کیا تہا۔ اور اُس وقت سے سلطنت بنو امیہ کے قیام اور اُسکے کسی قدر بعد تک بہت سے امیرون نے خلفاء بنو امیہ کیجانب سے وہان حکومت کی تہی۔ بنو عباس کو خلافت ملی تو ابو العباس سفاح نے اموی لوگونکا اس قدر قتل عام کیا کہ توبہ ہی بہلی۔ جوان۔ بوڑھا۔ عورت۔ بچہ جو ملتا وہی بے محابا ہلاک کر دیا جاتا تہا۔ گویا اُس وقت بنو امیہ پر پناہ پانے کا دروازہ بند تہا۔ یونتو بظاہر تمام بنو امیہ قتل ہو چکے تہے۔ مگر ایک نوجوان عبد الرحمن نامی جو معاویہ بن ہشام بن عبد الملک کا بیٹا تہا کسی طرح بچکر ملک مغرب کو بھاگ گیا تہا۔ وہان سے دریا کو عبور کرکے اُندلس مین جا پہونچا۔ اون دنون اُندلس پر عبد الرحمن بن یوسف فہری نامی امیر حکمران تہا۔ اموی شہزادہ نے اُسے علیحدہ کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔ اور تہوڑے دنون تک سفاح کے نام کا خطبہ پڑہتا رہا۔ اسکے بعد عباسیون نے اُسے معزول کر دیا۔ جسکے جواب مین عبد الرحمن نے بھی اُنکا خطبہ پڑہنا بند کرکے سنہ ۱۳۸ھ مین خود ہی حکومت کا دعوے کر دیا۔ اور قرطبہ کو اُندلس کا پایہ تخت قرار دیکر نہایت پُر زور سلطنت قایم کر لی۔ عبد الرحمن مذکور کے

بعد ۳۰۰ھ تک بہت سے امیر اُسکے جانشین ہوئے جو اپنے تئین امیر ہی کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے مگر ۳۱۷ھ مین جبکہ اُندلس کی حکومت عبدالرحمن سوم کے قبضہ مین آئی۔ اُس نے اپنے تئین خلیفہ کے نام سے مشہور کیا۔ اور وہ اُن خلفاء بنو امیہ مین جو اُندلس مین گزرے ہین سب سے بڑا خلیفہ تہا۔ عبدالرحمن سوم نے کئی مرتبہ اہل فرنگ سے معرکہ آرائیان کین۔ اور انہین بڑی بڑی فاش شکستین دین۔ اُسکے مرنیکے بعد کئی اور خلیفہ ہوئے لیکن اُنمین ایک بھی اُسکا ہمسر نہ ہوسکا۔ پانچوین صدی مین ملک اندلس کئی گروہون مین منقسم ہوگیا۔ اور ہر گروہ پر ایک علیحدہ رئیس تھا۔ ان رئیسون مین سب سے بڑے رئیس عبادہ تہے جو اشبیلیہ کے عرب تہے۔ اسکے کچھہ عرصہ بعد انہین عبادہ کے ہاتہون مین اُندلس کی عام حکومت آگئی۔ اور چونکہ فرنگ والون سے جنگ و جدل رہا کرتی تہی اسلئے ان کو مغرب کی حکمران اقوام مرابطین سے مدد لینے کی ضرورت پیش آئی تاکہ اونکو اپنا شریک کرکے اہل فرنگ کو دفع کرسکین۔ مغربی لوگ اندلس مین آئے تو اُس ملک کی سرسبزی دیکھکر خود اُنکے مُنہہ مین پانی بہر آیا۔ اور کچھہ ہی عرصہ کے بعد اُنہون نے اسے فتح کرکے اپنی ماتحت ولایت (صوبہ) بنا لیا۔ اسکے بعد پے درپے اُندلس کے ملک پر مختلف حالتین گزرین جو اسکا زور گہٹاتی گئین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۴۹۲ع مین اُسپر اہل فرنگ کا پورا تسلط اور مسلمانون کی حکومت کا وہان سے کلیتہً خاتمہ ہوگیا۔ +

اسلامی تاریخ مین اُندلس کو بہت کچھہ شان و شوکت حاصل ہے۔ اسی کی خاک سے بڑے بڑے علماء اور اہل کمال شعرا پیدا ہوئے۔ جنکے علوم و فنون اور تصانیف سے آجکل کی متمدن دنیا مین بڑے بڑے فائدے حاصل کئے جاتے ہین۔ مسلمانون نے اس ملک مین بہت سے مدرسے اور کتب خانے قایم کئے۔ عظیم الشان محل اور عجیب و غریب عمارتین بنوائین جنکی تفصیل ہم دقعہ بموقعہ بیان کرینگے۔

مصر مین فاطمی حکومت کا دور

اِس حکومت کا نشو و نما بلاد مغرب مین ہوا۔ یہ خاندان حضرت جعفر صادق رض کے واسطے سے فاطمہ رض بنت نبی (صلے الله علیہ وسلم) کیجانب منسوب ہوتا ہے۔ اِس گہرانے کے خلفا مین سب سے اول جو شخص علانیہ دعوت کرنے اُٹھا۔ وہ عبید الله المہدی تہا۔ جس نے تیسری صدی ہجری کے آخری حصہ مین خلیفہ ہونیکا دعویٰ کیا اور اسی لحاظ سے اس سلطنت کو عبیدیہ بہی کہتے ہین۔ چوتہی صدی ہجری کے وسط مین سپہ سالار جوہر کے ہاتہون

مصر پر بہی اونکی حکومت کا سکہ جم گیا۔ اس سے پہلے ملک مصر عباسیون کے تصرف مین تہا۔ لیکن جوہر نے اُسے فتح کرنے کے بعد بنو فاطمہ کے قبضہ مین دیدیا۔ اور ۳۶۱ھ مین اُسپر کامل تسلط کرکے قاہرہ کا عظیم الشان شہر تعمیر کرایا جو آجتک قایم ہے۔ اسکا ابتدائی نام "قاہرہ معزیہ" رکھا گیا تہا جسکی نسبت خلفاء بنو فاطمہ مین سے سب سے اول ملک مصر مین آنیوالے خلیفہ "المعز لدین اللہ" کیجانب کیگئی تہی۔ معز لدین اللہ کے بعد اُسکے کئی جانشین حکمران ہوئے۔ اور سبہون نے نوبت بہ نوبت بہت استقلال کے ساتہ فرمانروائی کی۔ یہانتک کہ انکو بہی اُسی بلا مین مبتلا ہونا پڑا جس مین خلفائے بنی عباس غیر قومون مثلاً کردون اور ترکون کو دخیلکار بنانیسے مبتلا ہوچکے تہے۔ بنی فاطمہ کے بعد ۵۶۷ھ مین مصر کی حکومت مشہور سلطان صلاح الدین ایوبی کے قابو مین آگئی۔ حکومت بنی فاطمہ کی بہت بڑی بڑی یادگارین ابتک ملک مصر مین موجود ہین جو زبان حال سے اپنے بانیون کا جاہ وجلال ظاہر کر رہی ہین۔ ان یادگارون مین سے ایک تو خود قاہرہ کا شاندار شہر ہے۔ اور ازہر کی یونیورسٹی بہی بہت بڑی یادگار ہے۔ صلاح الدین کے بعد اُسکے بیٹون اور بہائیون نے بہی عرصہ تک مصر پر حکمرانی کی۔ اور اس خاندان کے زوال پذیر ہونے پر سلاطین ممالیک کا دور دورہ رہا۔ یہانتک کہ ۹۲۳ھ مین سلطان سلیم خان عثمانی نے مصر کو فتح کیا۔

جس قدر اسلامی حکومتین دنیا مین قایم ہوئین۔ اگر ہم اُن سب کو ایک ایک کرکے گنا وین تو بہت طوالت ہوجائیگی۔ لہٰذا اس وقت انکا مختصر ذکر کافی ہوگا۔ ہمنے سال چہارم کے الہلال نمبر ۲ مین ایک جدول شایع کی تہی جس مین تمام اسلامی سلطنتون کا بیان کردیا تہا۔ اُنکے دارالسلطنتون اور حکمرانون کی تعداد معہ مدت حکمرانی اور سنہ جلوس و وفات بہی ذکر کردی تہی۔ اُسکا خلاصہ یہہ ہے کہ آغاز اسلام سے اس وقت تک جتنی اسلامی حکومتین قایم ہوئین اُنکی کل تعداد (۱۰۴) ہے۔ اور اُنکے حکمرانون کی مجموعی تعداد (۱۱۹۵) جنمین خلفاء۔ سلاطین۔ ملوک۔ امراء اتابکہ۔ اخشیدیہ۔ خدیوی لوگ۔ شرفاء۔ بابیہ لوگ اور دایہ لوگ۔ وغیرہ سب شامل ہین۔ خواہ وہ اہل عرب سے ہوئے ہون یا فارسیون۔ ترکون۔ چرکسون۔ کردون۔ ہندیون۔ تاتاریون۔ مغلون اور افغانون وغیرہ مین سے۔ اور اونکے پایئہ تخت حسب ذیل مقامات رہچکے ہین:۔ مدینہ۔ کوفہ۔ شام۔ بغداد۔ مصر۔ قیروان۔ قرطبہ۔ آستانہ۔ صنعاء عمان۔ اور دہلی وغیرہ۔

اسلامی تمدن کی تاریخ جو آگے چلکر بیان ہوگی اُسکی تمہید مین اس مقام تک تاریخی مقدمات لکہے گئے جن سے اسلامی حکومت کی بنیاد پڑنے اور اسلامی تمدن کے نشو ونما پانے کا حال کہلیگا۔ یہ بات تو دیکہہ ہی لیگئی ہے کہ مسلمانون نے بہت سی حکومتین قایم کین جو مختلف زمانون تک تمدن کا رنگ دکہاتی رہین۔ مگر چونکہ عباسی حکومت

ان سبھون مین بہت مشہور اور اصول تمدن کے اختیار کرنے مین ان سبھون پر پیشدست تہی۔ لہٰذا اگلے بیان مین ہم اکثر و بیشتر وہی امور بیان کرینگے جو عباسی سلطنت کے ساتھہ مخصوص تہے۔ اور جنہین اسلامی تمدن مین وقعت خاص حاصل ہے۔

اسلامی حکومت اور اُسکی مردم شماری

پچھلے واقعات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جس وقت مین سلمانونکی تعداد دہائیون سے اوپر نہین ہوئی تہی۔ اور مدینہ کی شہر پناہون سے باہر کی زمینین بہی اُنکے ملک مین نہین تہین اور صحابہ کے علاوہ ہر شخص اونکا دشمن تھا۔ ایسی حالت اور سلہ مین "مدینہ" کے اندر اسلامی حکومت کی بُنیاد پڑی۔ اس سلطنت کی حدود "یثرب" اور اوسکے بعض مضافات سے گہری ہوئی تہین۔ اندنون دارالامارۃ۔ اور دارالقضا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تہی۔ یا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا حجرہ یا صحابہ کے مکانات۔ سکہ تک اُسکی یہی حالت رہی جسکے بعد مسلمانون نے بنی نضیر کی اراضیات بہی اُسپر اضافہ کردین۔ اور اوسکے بعد آنیوالے برس مین "خیبر" کی سرزمین اسلامی قلمرو مین داخل ہوگئی۔ اور زمانہ مابعد مین رفتہ رفتہ مقامات فدک۔ وادی القری۔ اور تیما بہی مملکت اسلام مین شامل ہوگئے۔ اسکے بعد مسلمانون نے "مکہ" کو فتح کیا۔ اور اُسی کے ضمن مین پے درپے مقامات۔ طائف تبالہ۔ اور جرش پر بھی قبضہ کرلیا۔ بعد ازان شمالی سمت مین تبوک۔ اور ایلہ تک۔ اور جنوبی جانب مین نجران۔ یمن۔ عمان۔ بحرین اور یمامہ تک پے درپے فتوحات حاصل کرتے ہوئے اسلامی حدود ملک کو ترقی دیتے گئے۔

سلہ مین جب نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے دنیا سے رحلت فرمائی ہے اُس وقت اسلام کی سطوت تمام جزیرۂ عرب پر سایہ ڈال چکی تہی۔ اور خود نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اپنی مملکت کو شمالی سمت مین تبوک اور ایلہ سے لیکر جنوب مین سواحل یمن تک۔ اور مشرق کیطرف خلیج فارس سے شروع ہوکر مغربی سمت مین بحر قلزم تک وسیع دیکھہ لیا تہا۔

ابوبکر رضہ حکمران ہوئے اور ردّت کے جھگڑے سے فراغت پائی۔ تو اونہون نے عراق اور شام کو فتح کرنیکے لیئے فوجین روانہ کین۔ اور عمر بن الخطاب رضہ نے ان دونون ملکون کی فتح کا تکملہ کیا۔ جسکے ساتہہ ہی مصر کو بہی قبضہ مین لے آئے۔ اسلامی فتوحات کا زیادہ تر حصہ صرف انہین خلیفہ دوم کے ہاتہون انجام پایا۔ عمر رضہ کے جانشین

عثمان رض ہوئے۔ اور اونہون نے بہی کئی جدید ممالک فتح کیے۔ لیکن اونکے شہید ہونیکے بعد مسلمان لوگ فتوحات سے غافل ہوکر آپس ہی مین فساد مین مبتلا ہوگئے۔ جو عثمان رض کے قتل کیے جانیکے بعد اون مین پہوٹ پڑا تہا۔ یہان تک کہ جس وقت خلفائے راشدین کا مبارک عہد ختم ہوگیا۔ تو معاویہ رض نے عنان خلافت اپنے ہاتھ مین لی اُس زمانہ مین مصر۔ شام۔ نوبہ۔ افریقہ۔ عراق۔ فارس۔ آذربائیجان۔ آرمینیہ۔ جرجان۔ طبرستان۔ اور اہواز وغیرہ ممالک پر اسلامی پہریرا اوڑ رہا تہا۔

خلیفہ کا قیام مدینہ (یا کوفہ) مین رہا کرتا تہا اور وہ اپنے عاملون کو ولایتون کی جانب بہیجا کرتا تہا۔ اس زمانہ مین اسلامی مملکت کا سب سے بڑا صوبہ ملک شام تھا جسکے ماتحت حمص۔ قنسرین۔ اردن۔ فلسطین اور سرحد وکے اجناد (چہاونیان) تہے۔ اسکے بعد عراق کا ملک تہا جسکا سب سے بڑا صوبہ سواد کا علاقہ تہا۔ یعنی وہ خطۂ زمین جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے۔ اور اوسکا پایہ تخت کوفہ تہا جو نہر فرات کے کنارہ پر ایک عظیم الشان شہر ہے۔ سواد کے علاوہ بصرہ۔ قرقیسیہ۔ رے۔ اصفہان۔ نہاوند۔ آذربائیجان۔ حلوان۔ ہمدان۔ اور ماذوان وغیرہ بہی علیحدہ علیحدہ صوبے تہے۔ عرب کے صوبے مکہ۔ طائف۔ بحرین۔ عمان اور صنعاء تہے۔ اور برِ اعظم افریقیہ مین مصر معہ اپنے ماتحت مقامات افریقیہ کے۔ مثلاً بلادِ مغرب۔ اور نوبہ جو وادی نیل کی بلندی مین ہین ایک جداگانہ ملک تہا۔ خلفاء کا قاعدہ تہا کہ ملک شام کے سوا اور مقامات پر اپنی طرف سے براہِ راست مدینہ ہی سے عامل مقرر کرکے بہیجا کرتے تہے۔ اور ملک شام کا عامل خود دمشق مین رہتا تہا۔ اور اپنی ماتحت ولایتون اور چہاونیون مین اپنی طرف سے عاملون کا تقرر کرتا تہا۔ مصر کے عامل کا بھی ایسا ہی دستور تھا کیونکہ اکثر حالتون مین وہ اپنے ہی حکم سے افریقیہ اور نوبہ مین عاملونکا تقرر کرتا تہا۔

عمر بن الخطاب رض کے زمانہ مین معاویہ بن سفیان رض ملک شام کے عامل بنائے گئے۔ انکی امارت خلفائے راشدین کے آخری زمانہ تک برابر قایم رہی۔ اسکے بعد اونہون نے اپنے آپ کو خلیفہ بناکر مرکز خلافت دمشق مین منتقل کرلیا۔ جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ عرب کے تمام ملک نے معاویہ رض کی بیعت سے علیحدگی اختیار کرلی تہی اور وہان کے رہنے والے علی رض اور اونکی اولاد کی بیعت پر قایم تہے۔ حسین رض کے شہید ہوجانیکے بعد یہ جزیرہ بنوامیہ کے قابو مین نہین آیا۔ بلکہ عبداللہ بن زبیر رض کے زیر اثر رہا۔ یہانتک کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے عبدالملک ابن مروان کے عہد خلافت یعنی سنہ ۷۳ھ مین اونکو قتل کرڈالا۔ جسکے بعد سے یہ جزیرہ بہی بنوامیہ کی سلطنت مین شامل ہوگیا۔

بنی امیہ کے زمانہ مین اسلامی قلمرو بہت کچھ وسیع ہوگئی۔ انہون نے مغرب کی جانب اُندلس اور تمام مغربی

ملک کو فتح کرلیا تھا۔ بنی امیہ سپین کی طرف سے یوروپ مین داخل ہوئے اور بڑھتے چلے گئے یہانتک کہ اونہون نے کوہ پیرینز کو عبور کر کے مملکت فرانس پر حملے کئے اور اُس مین جا داخل ہوئے۔ اہل عرب فرانس کے ملک مین بڑھتے بڑھتے سنہ ۱۱۴ھ مین دریائے "رون" تک پہونچ گئے تھے۔ اہل فرنگ غنیم کی چیرہ دستی دیکھکر کانپ اُٹھے۔ انہین یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا ہمکو بھی وہی روز بد دیکھنا نصیب ہو جو سپین کو دیکھنا پڑا ہے۔ لہذا اونہون نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اہل عرب کی مدافعت مین زور لگایا۔ اور فریقین مین۔ تورس۔ اور بواکتیہ کے مابین کئی سخت خونریز لڑائیان ہوئین اور کئی دنون تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصہ مین لڑائی کی صورت مذبذب رہی کبھی اہل عرب کا پلہ بھاری رہتا تھا اور کبھی فرانس والے غالب آجاتے تھے۔ اس جنگ کے حالات مین بجز چند مختصر اشارات کے اور کوئی تفصیلی اُمور نہین بیان کئے گئے ہین۔ ہان اہل فرنگ نے خود ان واقعات کا مفصل حال لکھا ہے جسمین موقعہ بموقعہ اہل عرب کی دلیری اور ہمت پر تعجب ظاہر کیا ہے اور اوسکے معترف ہوئے ہین۔ یہ جنگ مشہور فرانسیسی سپہ سالار "شارل مارٹل" کے عہد مین ہوئی تھی جو کہ امیر "شارلمین" کا دادا تھا۔ فرانس کے مؤرخون نے بہت سی ہولناک لڑائیون کا ذکر کیا ہے جو مذکورہ بالا "شارل" اور اہل عرب کے مابین سنہ ۷۳۲ء مین ہوئین۔ اور اہل عرب کے سپین کیجانب پسپا ہونے اور اُنکے سپہ سالار عبد الرحمن کے شہید ہونے پر بند ہوگئین۔ تاریخ ابن اثیر مین لکھا ہے کہ اُندلس کا امیر عبد الرحمن بن عبد اللہ غافقی سنہ ۱۱۴ھ (قریباً ۷۳۲ء سیحی) مین ممالک فرنگ کیطرف جہاد کرتا ہوا بڑھا تھا۔ مگر وہ مع اپنے ساتھی مجاہدین کے شہید ہوا۔ اسلئے زیادہ راجح خیال یہی ہوتا ہے کہ شارل مارٹل مذکور نے اسی فوج سے جنگ کی تھی۔

اِس بارہ مین جو باتین اعتبار اور تامل کی مقتضی ہین منجملہ اُن کے ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر اہل عرب اِس لڑائی مین کامیاب ہوجاتے تو اس مین کلام نہین ہوسکتا کہ فرانس مین اسلام پھیل گیا ہوتا۔ اور اوسکے بعد تمام یوروپ مین اوسکی اشاعت ہوکر رہتی۔ کیونکہ اون دنون اہل فرانس ہی یوروپ بھر مین سب سے زیادہ عربون کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔ اور نتیجہ یہ ہوتا کہ جس طرح تمام عالم اسلامی اور بر اعظم ایشیا و افریقیہ کے اکثر حصون کے باشندون کی زبان عربی سننے مین آتی ہے ویسے ہی آج بر اعظم یوروپ کے رہنے والونکی بھی زبان عربی ہی ہوتی لیکن خداوند پاک کی حکمتین جو اُس نے اپنی مخلوقات مین رکھی ہین ایسی ہین جنکو انسانی عقلین نہین پاسکتین۔ خدا جانے اہل عرب کی اس ناکامیابی مین کیا راز تھا؟

شارل مارٹل کی لڑائی عربوں کے ساتھہ تورس اور بواکیتہ کے مابین

اموی خلیفون کی فتوحات کا سلسلہ بلاد فارس۔ اُسکے بعد خراسان اور پہر دیگر ممالک مین جاری رہا یہان تک کہ وہ ہندوستان کی حدود تک پہونچکر رُک گیا۔ بنی امیہ کے زمانہ مین اسلامی قلمرو کی جو تقسیم تھی اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

۱- شام- اُسکے چار صوبے (یا کمشنریان) تہین-
۲- کوفہ-
۳- بصرہ- جوکہ فارس- سجستان- بحرین اور عمان پر مشتمل تہا۔
۴- آرمینیا-
۵- مکہ-
۶- مدینہ-
۷- افریقیہ
۸- مصر-
۹- یمن-
۱۰- خراسان-

اور جس وقت خلافت بنی عباس کے ہاتہون مین پہونچی ہے اُس وقت ولایات (صوبجات) کی ترتیب مندرجہ ذیل صورت پر ہوگئی تہی :-

۱- کوفہ اور سواد- ۲- بصرہ اور مہرجان قباد- کنارۂ دجلہ تک اور وہ حصہ ملک جو دجلہ کے اُس پار بحرین اور اُسکے بعد عمان تک چلا گیا ہے- ۳- حجاز اور یمامہ- ۴- یمن- ۵- اہواز (خوزستان اور سوزیانا)- ۶- فارس- ۷- خوزستان

۸- موصل- ۹- جزیرہ (مابین النہرین اور آذربائیجان وارمینیا)- ۱۰- شام- ۱۱- مصر اور افریقیہ-
۱۲- ملک سندہ- حدود ہند مین- ۱۳ اندلس-

عباسیون کے عہد مین ممالک اسلامی کا دایرہ بہت کچھہ وسیع ہوا یہانتک کہ عہد اسلام مین آجتک جتنی وسعت اسلامی قلمرو کو حاصل ہوئی ہے۔ وہ سب سے زیادہ اُنکے عہد مین تہی۔ اسکا کچھہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ بعض بعض صوبے عباسیون کی حکمرانی سے خارج ہوکر خودمختار بنگئے تہے۔ مثلاً اندلس جبکہ بنوامیہ اُسکے مالک بن بیٹھے۔ یا کچھہ دوسرے صوبے خودسر ہوگئے۔ مثلاً طاہری۔ سامانی۔ اغلبی۔ اور طولونی وغیرہ حکومتین۔ اگرچہ یہ خودسر حکمران تہے لیکن سب لوگ خطبہ عباسی خلیفہ کا ہی پڑہتے تہے۔ ایک اندلس تو ضرور اس کلیہ سے خارج تہا۔ مگر ہمارے خیال مین خواہ کتنی ہی خودمختار حکومتین کیون نہ رہی ہون۔ پہر بہی اسلامی سلطنت تو بہرحال تہی اور مسلمان لوگ اُسپر حکمران۔ عباسی مملکت کی حدود شمال مین ترکستان کے بالائی حصہ تک ایشیا مین۔ اور کوہستان پرینیز تک سپین مین۔ جنوب مین بحر عرب- بحر محیط ہندوستان اور صحرائے افریقیہ تک- مشرق مین ملک سندہ اور پنجاب تک ملک ہندوستان مین اور مغرب مین اطلانٹک اوشن تک پہیلی ہوئی تہین۔ اور اوسکا رقبہ یوروپ کے رقبہ سے دوگنا تہا۔

اس وسیع سلطنت کی عظمت کا بیان کرنیکے لیئے ہم پہلے اوسکے صوبون کے نام ذیل مین لکھتے ہین اور بعد ازان اُسکے مقدار بیان کرینگے:-

نمبر	نام	نمبر	نام	نمبر	نام	نمبر	نام
۱	سواد -	۱۲	ہمدان -	۲۳	طبرستان -	۳۴	طریق فرات -
۲	اہواز -	۱۳	ماسبذان -	۲۴	تکریت -	۳۵	قنسرین اور عواصم -
۳	فارس -	۱۴	مہرجان قذق -	۲۵	شہرزور -	۳۶	حمص -
۴	کرمان -	۱۵	الیغارین -	۲۶	صامغان -	۳۷	دمشق -
۵	مکران -	۱۶	قم اور کازان -	۲۷	موصل -	۳۸	اردن -
۶	اصفہان -	۱۷	آذربائیجان -	۲۸	دیار ربیعہ -	۳۹	فلسطین -
۷	سجستان -	۱۸	رے -	۲۹	ارزن اور میافارقین	۴۰	مصر -
۸	خراسان -	۱۹	قزوین -	۳۰	طرون -	۴۱	حرمین -
۹	حلوان -	۲۰	زنجان -	۳۱	ارمینیا -	۴۲	یمن -
۱۰	کوفہ -	۲۱	قومس -	۳۲	آمد -	۴۳	یمامہ اور بحرین -
۱۱	بصرہ -	۲۲	جرجان -	۳۳	دیار مضر -	۴۴	عمان -

عباسی مملکت اسلامیہ کے اتنے صوبے تھے اور یہ اندلس کی سلطنت سے علاوہ ہین جسکے حکمران بنی امیہ تھے۔ اندلس کی اموی حکومت عباسی سلطنت کی ہمعصر تھی اور اُس نے بحر متوسط کے کئی جزیرے مثلاً سسلی اور مالٹا۔ وغیرہ بھی فتح کر لئے تھے۔ مذکورہ بالا صوبجات مین سے ہرایک صوبہ کا ایک والی (گورنر) یا عامل (حاکم) ہوا کرتا جسے خلیفہ یا اُسکا وزیر یا نائب مقرر کیا کرتا تھا جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا۔ لہذا ان اعمال کی جنھین آجکل صوبے کہتے ہین۔ کل تعداد ۴۴ صوبے تک پہونچی تھی۔ اور ہرایک صوبہ کا ایک خزانہ (بیت المال)۔ ایک دیوان خراج اور ایک یا اس سے زاید قاضی ہوتا تھا۔ اس سلطنت کے رہنے والے لوگ اُس زمانہ کی متمدن قومون مین سب سے بڑھے ہوئے تھے جنمین عرب۔ اہل فارس۔ ترک۔ مغل۔ کرد۔ تاتاری۔ افغان۔ ہنود۔ ارمن۔ سُریان۔ کلدان۔ روم۔ گاتھ۔ قبطی۔ نوبی۔ اور بربری وغیرہ قومین شامل تھین اور عربی۔ فارسی۔ پہلوی۔ ہندی۔ رومی۔ سُریانی۔ ترکی۔ کردی۔ ارمنی۔ قبطی اور بربری وغیرہ زبانین بولی جاتی تھین۔ ان باشندون مین سے بعض اس قسم کے تھے کہ انکی اصل زبان بالکل نیست نابود ہوکر عربی انکی مادری زبان بنگئی تھی۔ جیسے شام۔ مصر اور مغرب وعراق کے رہنے والے لوگ۔ اور بعض ایسے تھے کہ انکی اصلی زبانون مین عربی زبان کے الفاظ کثرت کے ساتھ مل جل گئے تھے۔ مثلاً فارس والے ترکستانی۔ ہندوستانی اور افغان وغیرہ۔ اور آجتک ایشیا کی بہت سی قومین اسی عظیم الشان تمدن کے اثر سے اپنی زبانون کو عربی خط مین لکھتی ہین۔

اسلامی قلمرو کی مردم شماری

اس موقعہ پر ہمکو اس سلطنت کی اُن دنون کی مردم شماری پر غور کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ بات ہماری طاقت سے ہے ذرا بالاتر۔ کیونکہ اہل عرب کو اپنی مملکت کے رہنے والونکی مردم شماری کرنے کا خیال نہ تھا۔ البتہ ہم اون صوبون کی آجکل کی مردم شماری پر غور کرتے ہین۔ اور اون اعداد کو اون مقامات کے مقابل لکھکر اس بات کا ذکر کرتے ہین کہ وہ مقامات کس حکومت کے ماتحت ہین اسکے بعد ہم اُسکی آجکل کی حالت کا اُس زمانہ کی حالت سے مقابلہ کرینگے:۔

ملکون کے نام	آجکل کس حکومت کے ماتحت ہین	انکی آبادی حال۔
تمام ملک ایران۔	شاہ عجم	۹۰۰۰۰۰۰۔
افغانستان۔	خود مختار۔	۴۰۰۰۰۰۰۔
بلوچستان۔	انگلستان۔	۵۰۰۰۰۰
سندھ۔	"	۳۰۰۰۰۰۰

ملکون کے نام	آجکل کس حکومت کے ماتحت ہین۔	انکی آبادی حال
ترکستان۔	روس۔	۴۰۰۰۰۰۰
کاکیشیا (قوقاسیا)	"	۵۰۰۰۰۰۰
ارمینیا اور کردستان	ٹرکی	۲۵۰۰۰۰۰
عراق	"	۲۵۰۰۰۰۰
جزیرہ، شام، فلسطین	"	۲۷۱۱۰۰۰
جزیرہ عرب۔	"	۵۰۰۰۰۰۰
ممالک مصر	"	۱۰۰۰۰۰۰۰
نوبیہ اور کچھہ حصہ سوڈان کا۔	سوڈان[1]	۱۰۰۰۰۰۰؟
طرابلس الغرب۔	ٹرکی	۱۰۰۰۰۰۰
جزایر غرب۔	فرانس۔	۴۴۲۹۰۰۰
ٹیونس۔	"	۱۵۰۰۰۰۰
مراکو۔	خودمختار	۹۰۰۰۰۰۰
سپین	"	۱۷۰۰۰۰۰۰
قبرس	انگلستان۔	۲۰۹۰۰۰
کریٹ	ٹرکی۔	۲۹۴۰۰۰
میزان کل		۷۲۶۴۳۰۰۰۔

یہ تو آج اون ملکون کی مردم شماری ہے۔مگر بہت سے ایسے اسلامی شہر ہین جو اس وقت بمقابلہ اُس حالت کے جو نہین اسلامی عہد حکومت مین حاصل تہی۔گویا بالکل ویران اور تباہ ہو چکے ہین اور خاصکر ملک عراق یا وہ حصہ جو سواد کے نام سے مشہور ہے اور اس مین بہی مخصوص طور پر بغداد۔بصرہ۔کوفہ اور تمام ملک عراق کے شہر۔اصطخری نے شہر بصرہ کی ایسی حالت بیان کی ہے۔جسے مطالعہ کرنیسے عقل چکرا جاتی ہے۔ہم اُس زرین زمانہ مین ملک عراق کی حالت کا نقشہ کہینچنے کی غرض سے اُس عبارت کو ذیل مین درج کرتے ہین:۔

[1] جسکی ایک عظیم الشان اسلامی حکومت کا حال ہی مین خاتمہ ہوا ہے۔یعنی سلطان سکوٹو کے مقبوضات کو سرکار انگلشیہ نے فتح کر لیا۔+

"بصرہ ایک بہت بڑا شہر ہے جو اہل عجم کے زمانہ مین نہ تہا۔ اُسے صرف اہل عرب نے آباد کیا ہے۔ اُس مین کوئین وغیرہ کا پانی نہین ملتا۔ بلکہ نہرین ہی نہرین ہین بعض اہل اخبار نے لکہا ہے کہ بلال بن ابی بردہ کے زمانہ مین بصرہ کی نہرون کا شمار کیا گیا تہا تو ایک لاکہہ بیس ہزار نہرون سے زاید نکلی تہین جن سبہون مین چہوٹی چہوٹی کشتیان چلا کرتی تہین۔ مجہکو اس مذکورہ تعداد کے سچ ماننے مین کلام تہا۔ یہانتک کہ مین نے خود اُن مقامات کو جاکر دیکہا۔ پس بسا اوقات صرف ایک تیر پرتاب کی مسافت مین کئی چہوٹی چہوٹی نہرین دیکہین جنمین چہوٹی کشتیان چلتی تہین۔ اور ہر ایک نہر کا ایک نام تہا جسکے ساتہہ یا تو وہ اپنے کہدوانے والے کی طرف منسوب ہوتی تہی یا اُس سمت کی جانب جدہر کو بہ کر وہ گرتی تہی پہر مین نے اپنے دلمین تجویز کی کہ یہ نہر اس قدر مسافت کے طول و عرض مین رہی ہوگی" لہٰذا اب آپ اُس مسافت کا قیاس کرلین جس مین (۱۲۰۰۰۰) نہرین یا نالیان کہد سکتی ہین کہ وہ کس قدر ہوگی اور اوسکے اندر رہنے والون کی تعداد کتنی ہوسکتی ہے۔

یہ حالت تو بصرہ کی تہی۔ اب بغداد کی طرف توجہ کیجیے جو کہ دار الخلافت اور دار السلام تہا۔ اُسکی حالت کا بہی اصطخری نے ان الفاظ مین خاکہ کہینچا ہے جیسا کہ خود اُس نے اپنے زمانہ ہجری کی چوتہی صدی مین معاینہ کیا تہا۔ وہ لکہتا ہے:۔ "وتفترش[1] قصور الخلافة وبساتينها من بغداد الى نهر بين فرسخين على جد واحد حتى تتصل من نهر بين الى شط دجلة ثم يتصل البناء بدار الخلافة مرتفعاً على دجلة الى الشماسية نحو خمسة اميال وتحاذي الشماسية فى الجانب الغربي الحربية فيمتد نازلاً على دجلة الى آخر الكرخ الخ" پہر لکہتا ہے:۔ "وبين بغداد والكوفة (ا وبين دجلة والفرات) سواد مشتبك غير مميز تخترق اليه انهار من الفرات" اسکے بعد ان نہرون کی تعداد لکہی ہے جو دجلہ سے نکالکر فرات مین گرائی گئی تہین۔

پس خیال کرنا چاہیے کہ مذکورۂ بالا آبادی کا اُس حالت سے کب مقابلہ ہوسکتا ہے جو آجکل بغداد کی ہے اسلیے

---

[1] دار الخلافت کے محلات اور باغات بغداد سے نہربین کی طرف ایک قطار میں دو فرسنگ تک برابر چلے گئے ہیں حتی کہ نہربین پر جاکر وہاں سے دریائے دجلہ کے کنارے پہر یہ عمارتیں اوپر کو ہوتی ہوئی شماسیہ کیطرف جو قریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے دار الخلافت سے جاملتی ہیں۔ اور شماسیہ مغرب کیطرف مقام حربیہ کے محاذ میں واقع ہے۔ پہر یہ بستی دجلہ کیطرف اُترتی ہوئی کرخ کے پرلے سرے تک پہیلتی چلی گئی ہے۔" اسکے بعد وہ کہتا ہے کہ "اور بغداد و کوفہ (یا دجلہ و فرات) کے درمیان بڑی گنجان آبادی ہے جس میں کچہہ تمیز نہیں ہوتی۔ اور دریائے فرات سے پہوٹ کر بہت سی نہریں اسکی طرف آتی اور سیراب کرتی ہیں۔ ۱۲

کہ موجودہ حالت مین تمام ولایت بصرہ کی مردم شماری ۲۰۰۰۰۰ ہے۔ اور ولایت بغداد کی مردم شماری ۸۵۰۰۰۰-
ہمارا خیال ہے کہ ان دونون ولایتون کی موجودہ مردم شماری اُس تعداد سے کہین کم ہے جو اُس زمانہ مین اکیلے
شہر بغداد کی آبادی رہی ہوگی۔ اور اسی امر پر دمشق وغیرہ ممالک اسلام کے بڑے بڑے شہرون کا اندازہ کر لو۔ جو
ان دنون نہایت کمزور حالت مین ہین۔ اور اُس موقع پر چند اور شہر بھی تھے جو آج اسم بلا مسمی رہگئے ہین۔ جیسے
مصر مین فسطاط۔ عراق مین کوفہ۔ افریقیہ مین قیروان۔ اور حوران مین بصریٰ وغیرہ جنکے ذکر کا یہان پر موقع بھی
نہین ہے۔ باقی رہا ملک مصر اسکی بابت مؤرخین عرب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مسلمانون نے اُسے
فتح کیا ہے تو وہان کے رہنے والون مین سے صرف مردون کی تعداد نوجوانون سے لیکر ادھیڑ عمر والون تک (جنمین
کوئی عورت۔ بچہ اور بڈہا شامل نہ تھا) اسّی لاکھہ تھی۔ صرف اسکندریہ مین ۳۰۰۰۰۰ آدمی تھے۔ لہٰذا اگر ہم اسی تعداد پر
عورتون بچون اور بڈہون کی تعداد کا اضافہ کردین تو کل تعداد ۳۰۰۰۰۰۰۰ سے بڑھ جائیگی۔ اور یہ تعداد اُسی ملک کے
آجکل کے باشندون کی تعداد سے تگنی ہے۔ گو اس روایت کے صحیح ہونے مین کلام بھی کیا جاتا ہے لیکن مؤرخین عرب
کے اقوال کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اُس زمانہ مین مصر کی حالت بہت اچھی تھی اور وہان کی زرخیزی اور ارزانی قابل
تعجب۔ جسکی وجہ سے اُسکی آبادی بھی حد سے بڑہی ہوئی تھی۔ مقریزی کا بیان ہے کہ سنہ ۱۰۷ھ مین ہشام بن عبدالملک
نے اپنے عامل عبیداللہ بن الحبحاب کو جو مصر کا خراج وصول کرنے پر متعین تھا حکم دیا کہ ملک مصر کی پیمایش کرے اُس نے
بذات خاص اُسکی پیمایش کی تو اسکی صرف اس زمین مزروعہ کا رقبہ جو دریائے نیل سے سیراب ہوتی تھی ۳۰۰۰۰۰۰ فدان نکلا۔
یہ رقبہ آجکل کی زیر کاشت زمین کے رقبہ سے چوگنا ہے۔ باوجودیکہ حکومت مصر اس وقت مزروعہ اراضی کی سرسبزی
اور زرخیزی کے باب مین بہت کچھہ توجہ سے کام لے رہی ہے۔ اور جس قدر ممکن ہوتا ہے اُسکی آبادی مین کوشش
کرتی ہے۔ اسیطرح وادی نیل کی زیر کاشت زمین ساٹھہ لاکھہ فدان سے کہین کم ہے۔ اور تمام وادی نیل کی مساحت
یعنی وجہ بحری۔ اور صعید۔ دریائے نیل کے دونون سمت کی زمین چھہ بلین فدان سے کچھہ ہی زیادہ ہے۔ اسلئے یہ
امر محال معلوم ہوتا ہے کہ آغاز اسلام مین وادی نیل کی مساحت اس سے چوگنی رہی ہو۔ لیکن یہ بات خیال مین آتی ہے
کہ اہل عرب نے اُس خطہ کو بھی جو اس وادی کے جانب شرق بحر احمر کے قریب تک چلا گیا ہے اور وہ خطہ بھی جو اسی کی
غربی سمت مین وادی نطرون تک پھیلا ہوا ہے کاشت مین لے لیا ہو کیونکہ مع اُس زمین کی جس مین لوبین لگی
ہین۔ اور وہ صحرائی لیبیا مین واقع ہے۔ اور دریائے نیل اور بحر احمر کے مابین والی زمین اور بحر احمر سے لیکر بحر روم تک
کے مابین کا وہ حصہ اراضی جو عریش تک ہے اس تمام خطہ کی مساحت چار لاکھہ میل مربع سے بڑھ جائیگی اور چار لاکھہ میل

مربع ایک سو ستاسی ملین فدان کے برابر ہوتے ہین۔ اتنا معلوم ہو جانیکے بعد یہہ کچھہ تعجب خیز امر نہ ہوگا کہ اس قدر وسیع خطے مین سے تیس ملین فدان زمین زیر کاشت رہی ہو۔ اور یہ بھی مستبعد نہین کہ وہان کے باشندون کی تعداد تیس ملین سے کم نہ ہو۔

ہمارے اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ مؤرخین عرب ملک مصر کی مساحت قریب قریب اتنی ہی بیان کرتے ہین جتنی کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ مقریزی لکھتا ہے: "ملک مصر کی سرزمین کی آخری حالت جسکا اعتبار کیا گیا حسب ذیل تھی:- اُسکی مدت کاشت ساٹھہ دن تھی اور زمین کی مساحت ...... ۸۰ فدان جس مین ابن المدبر کے زیر نگرانی واہتمام تیسری صدی ہجری کے وسط مین ...... ۲۴ فدان زمین مزروعہ تھی۔ اور اس مین کلام نہین کہ جبتک اُس زمین مین .... ۸۰ہم کسان ہمیشہ تردد نکرتے رہین۔ اُسکا خراج پورا نہین ہوتا ۔۔ الخ"

اسی قسم کی آبادی اون بڑے بڑے اسلامی شہرون کی بھی سمجھنی چاہیے جو اپنے اپنے ملک کے صدر مقام تھے۔ جیسے اندلس مین قرطبہ۔ غرناطہ۔ اور طلیطلہ۔ اور عراق و شام کے بیشمار بلاد جو اُس زمانہ مین عظیم الشان شہر تھے۔ اور آج چھوٹے چھوٹے گانون رہگئے ہین۔

لہذا اگر ہم تمام اون باتون کو پیش نظر رکھین جنہین ہم اوپر بیان کر آئے ہین تو یہ امر کچھہ بعید از قیاس نہ ہوگا۔ کہ مملکت اسلامی کی مردم شماری اُسکے پورے عروج کی حالت مین بیس کروڑ سے لیکر تیس کروڑ تک رہی ہو۔ اور یہ تعداد تمام یوروپ کی آبادی کے قریب قریب برابر ہے۔ چنانچہ سلطنت اسلام کی دولتمندی کا بیان کرتے ہوئے ہم پھر کہین اسکا تذکرہ کرینگے۔

اسلامی سلطنت کے امور مملکت

اسلامی حکومت اسلامی حکومت کا سنہ ۱ ہجری مین مدینہ کے اندر آغاز ہوا۔ ان دنون مسلمان صرف صحابہؓ تھے جنکی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اُن مین سے کچھہ مہاجر تھے اور تھوڑے سے انصار۔ اسلئے انہون نے اسلامی حکومت کی بنیاد مساوات۔ برادرانہ برتاؤ اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہنے پر رکھی۔ ہم ذکر کر چکے ہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کے مابین بھائی چارے کی رسم قایم کی تھی۔ اور اس رشتۂ برادری کی مضبوطی یون فرمائی تھی کہ تمام مسلمانون کا مال اور اونکے کاروبار ایک کر دیئے تھے جیسا اون کے اس قول سے "من ترک کلاً"

ؔ جس نے کسی قسم کا بوجھ (یعنی قرضہ وغیرہ) چھوڑا وہ ہمارے ذمہ اور جس نے مال چھوڑا وہ اُسکے وارثون کا ہے۔

قالیناً و من ترک مالاً فلورثتہ" سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح پر تمام لوگون کے کاروبار کا ایک کردینا اتحاد کی زیادتی کا موجب تھا۔ اور ان دونون حکومت کے تمام کاروبار صرف نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذات پر منحصر تھے۔ حکومت۔ انتظام ملک اور دین صرف یہی تین اُسوقت حکومت اسلامی کے کاروبار تھے چنانچہ مسلمانون نے سب سے پہلے نماز۔ زکوٰۃ اور اسکے علاوہ اور اسی قسم کی باتین اپنے اوپر فرض قرار دین جو دینداری کی قسم سے شمار ہوتی ہین۔ ہم ان امور مین صرف اُسی ایک پہلو سے بحث کرنا چاہتے ہین جو ایک حکومت کے قیام مین دخل رکھتا ہو۔ باجماعت نماز ادا کرنے کا نفع دنیا مین باہمی اتحاد کا بڑہنا اور امام کی اطاعت کا عادی ہونا ہوسکتا ہے باقی رہی زکوٰۃ۔ وہ حکومت کی بیخ و بنیاد اور اوسکے کاروبار کی اصل ہے اسلئے کہ وہ بیت المال (خزانہ) کی جڑ ہے جسے ہم صیغہ مال سے تعبیر کرتے ہین۔

یہ امر مخفی نہین ہے کہ سلطنتون کے انتظامات مختلف طریقون پر ہوتے ہین جنمین ملکی جمہوری مطلق۔ اور مقید۔ چار قسم کی حکومتین پائی جاتی ہین اور ہر سلطنت کے قواعد وضوابط دوسری حکومت کے آئین و قوانین سے جدا ہوتے ہین جنکا بیان کرنا مشکل ہے۔ لیکن جس قدر حکومتین ہین وہ سب آخر کار دو بنیادی باتون مین شترک پائی جاتی ہین۔ وہ باتین یہ ہین:۔ (۱) مال۔ (۲) سپاہ۔ سلطنت خواہ کوئی سی ہو اور اسکے قواعد و قوانین چاہے کچھہ ہی کیون نہون لیکن اُس مین مال اور سپاہ کا وجود ضرور ہوگا۔ کیونکہ بغیر ان دونون چیزون کے سلطنت کا وجود قایم ہی نہین رہ سکتا اور اکثر صورتون مین تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ قیام حکومت کی ابتدائی حالت مین بہ نسبت حالت مابعد کے ان دونون باتون کا وجود زیادہ ضروری پایا جاتا ہے۔ اسلامی حکومت کے اوائل مین خود مسلمان لوگ سپاہی تھے۔ اور نماز کے ذریعہ سے اُن کا اتحاد اور اونکے باہمی برادرانہ تعلقات فوجی نظام تھے۔ اور زکوٰۃ سے وہ مال مراد ہے جو فوج کے قائم رکھنے کے لئے لازم ہوتا ہے۔ لہذا اسلامی سلطنت کے بنیادی امور صرف اس ایک آیت مین درج ہین "واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین" زکوٰۃ سے اُس رشتہ اتحاد کا مزید استحکام مقصود تھا جو اسلام کی بنیاد ہے۔ وہ اس طرح کہ مالدار مسلمانون سے کچھہ رقم اُنکے زاید مال مین سے لیکر غریب مسلمانون کو دیدی جاتی تھی۔ گویا کہ لینے مین زکوٰۃ اور دینے مین صدقہ کے طور پر مستعمل ہوتی تھی چنانچہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کیجانب روانہ کرتے ہوئے اون سے یہ بات فرمائی تھی کہ "تم عنقریب ایک صاحب کتاب قوم کے پاس پہنچو گے۔ اونکو اس بات کی گواہی دینے کی جانب بلانا کہ پرستش کے قابل کوئی معبود بجز اللہ پاک کے نہین ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہین۔ اگر وہ لوگ اسکو مان لین تو انہین بتادینا کہ خداوند پاک نے رات اور دن مین اُنپر پانچ نمازین فرض کی ہین۔ وہ

لوگ اسکو بھی تسلیم کرلین تو پہر کہنا کہ حق تعالیٰ نے اُنپر ایک صدقہ بھی فرض کیا ہے جو اونکے مالدارون سے لیکر اُنہین مین کے غربا کو دیا جاتا ہے جس وقت وہ لوگ اسکی بہی اطاعت کرین تو خبردار پہر اونکے عمدہ مالون کو ہاتہہ نہ لگانا (یعنے اونکے مال و دولت سے تعرض نہ کرنا) اور مظلوم کی آہ سے بچتے رہنا۔ اسلئے کہ اوسکی آہ اور جناب باری کے مابین کوئی حجاب نہین ہے"۔ اسی قول کو بنظر غور دیکہنے سے ہمارا دعوےٰ صاف صاف ثابت ہوجاتا ہے۔

زکوٰۃ کو مالدارونپر واجب قرار دینے اور فقیرون کے حوالہ کرنے مین ایک قابل قدر حکمت مخفی ہے۔ اسلئے کہ یہ بات غریبون کو رضی کرنیوالی ہے جنکی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے خاصکر ایام جاہلیت مین جوکہ ظلم اور خودنمائی کا زمانہ گزرا ہے۔ ایسا برتاؤ ہونا اور بھی مناسب تہا۔ اسلام کمزور کی امداد اور اُسے طاقتور کا ہم پلہ بنا دینے کے لئے آیا تہا اور اُس نے اپنا یہ عمل پورا کیا۔ اسی وجہ سے جو لوگ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دشمن تہے وہ سب سردار قوم تہے جنکو یہ بات بُری لگتی تہی کہ اپنی قوم کے غریب لوگون کو اپنے مال و دولت کا حصہ دار بنائین اور وہ مسکین اونکے بہائی بنین۔

اور واقعہ بدر کبریٰ کے بعد ۲ھ مین غنائم اور جزیہ (ٹکس) کی آمدنی اور بہی اضافہ ہوئی جسکا مفصل بیان آگے چلکر آئے گا۔ اُس وقت سے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکرؓ کے عہد مین سلطنت کے کاروبار کا انحصار ان امور پر رہا۔ زکوٰۃ جو مالدار مسلمانون سے لیکر غربا کو تقسیم کیجاتی تہی۔ جنگ و جہاد سے حاصل شدہ مال غنیمت جو مجاہدین کے مابین بانٹا جاتا تہا۔ اور ذمی یعنی یہود و نصاریٰ مین سے جو اہل عرب مسلمانون کی ذمہ داری مین آگئے تہے اُنپر جزیہ وغیرہ محاصل کا مقرر کرنا۔ ان تمام کامون کے والی اور افسر خود نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) یا اونکے خلیفہ ہوتے تہے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلیفۂ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جس قدر مال کہین سے آتا تہا وہ تمام مسلمانون پر برابر تقسیم کردیا جاتا تہا۔ چہوٹے۔ بڑے۔ آزاد۔ غلام اور مرد و عورت کا کوئی امتیاز و تفریق نہ تہی لیکن اگر مال غنیمت ہوتا تہا تو اُسمین سے خلفا بہی اپنا حصہ لے لیا کرتے تہے جو آگے چلکر بیان ہوگا۔ قاعدہ یہ تہا کہ جس وقت باہر کے ملکون سے مال متاع مدینہ مین آتا مسجد نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) مین لاکر رکھایا جاتا تہا۔ اور نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) یا خلیفہ اُسے بلا کسی قید اور ضبط کے اپنی مرضی کے موافق لوگون مین تقسیم کردیتے۔ یہان تک کہ اُس مین سے کچھ بھی باقی نہ رکھا جاتا تہا۔

جس وقت عمرؓ بن الخطاب کے عہد مین فتوحات کا دایرہ وسیع ہوا۔ نئے نئے ملک مسلمانون کے قبضے مین آنے لگے اور عرب والے رومیون اور فارسیون سے ملے جلے تو اُنکی آمدنیان بڑہ گیئن۔ اور یہ کیفیت ہوئی کہ چارون طرف سے مال و دولت پہٹ پڑا۔ اسلئے وہ مجبور ہوئے کہ اُسے ضبط و قید مین رکہین اور آمد و خرچ کی تعیین کرین۔ عمرؓ کو خیال گزرا کہ آمدنیون کو دفترون مین ضبط کیا جائے اور اُس مین سے ہر سال لوگون کو بقدر استحقاق۔ وظیفہ دینے کے بعد جو رقم باقی

بچے اُسے وقت ضرورت کیلئے محفوظ رکھا جائے۔ لہذا عمرؓ نے سنہ ھ مین (اور بقول بعض ۱۵ھ مین) یہ انتظام شروع کیا۔ اس عمل کو دیوان کے نام سے تعبیر کرتے ہین۔ اور ایسا کرنے مین رومیون اور فارسیون کی پیروی کی گئی تہی۔

عمرؓ نے اپنے گرد و پیش کے مسلمانون پر غور کی نظر ڈالی تو اون کے کئی طبقے اور درجے پائے جو حکومت اسلامی کے قیام و توسیع مین اونکے مؤثر ہونیکے لحاظ سے قایم ہوتے تہے۔ اسلیے اونکو مناسب معلوم ہوا کہ اون مین سے ہر شخص کا وظیفہ اُسکی خدمات کے لحاظ سے مقرر کرین مگر اسکے ساتہہ ہی اُنہون نے قرابت نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کا بھی خیال رکہا اور پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ دارون کو ایک خاص طرز پر ممتاز بنایا جیسے ہم آگے چلکر بیان کرینگے۔ دفترون کی درستی اور ترتیب مین ایک محرر خلیفہ کی جانب سے مقرر ہوا جو اونکی دیکھہ بہال اور حساب کتاب مین مشغول رہتا تہا۔

پہر جس زمانہ مین مدینہ کے اندر بکثرت مال آنے لگا۔ اس وقت عمرؓ نے ایک خزانہ یا گہر بھی تعمیر کرا دیا جسکا نام بیت المال رکہا گیا۔ بیت المال کا قایم کرنا عمرؓ کی اولیات مین سے ہے۔ اگرچہ ہم ابوبکرؓ کے عہد مین ہی بیت المال کا ذکر سُنتے ہین لیکن یہ صرف ایک قیاسی بات ہے، اسلیے کہ ابوبکرؓ کے پاس اس قدر مال کہان بچتا تہا جسے وہ کسی خزانہ یا مکان مین جمع کراتے۔

سنہ ھ مین خلفائے راشدین کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اُس وقت سلطنت کے عہدہ دار حسب ذیل تہے:-

(۱) خود خلیفہ (حاکم عام)۔ (۲) اُنکے عمال دیگر ممالک اور شہرون مین۔ (۳) کاتب جو اُنکے خطوط لکہتا تہا اور خزانہ کے مداخل و مخارج کا حساب بہی رکہتا۔ (۴) ایک خاص خادم جسے لوگ حاجب کہا کرتے تہے۔ (۵) خزانچی جو بیت المال کا نگران ہوتا تہا۔ (۶) قاضی جو مقدمات کا فیصلہ کیا کرتا۔

خلافت کا بنو امیہ کے ہاتہون مین جانا ہی اُسکا شاہانہ انتظام اور دنیوی حکمرانی کی صورت اختیار کرنا تہا۔ اب مسلمان لوگون کا میل جول عجمی لوگون سے بڑہ گیا تہا۔ اور حکومت کے کاروبار بہی اصل ترقی کے موافق بڑہنے اور وسعت پانے لگے تہے۔ بنو امیہ نے چند نئے صیغے جنکو اونہون نے رومیون اور فارس والون سے اقتباس کیا تہا اور بہی بڑہا دیئے تہے۔ پُرشکوہ سلطنت اور دولتمندی و ثروت کے اقتضا سے اُنکو حشم و خدم رکہنے، حاشیہ نشین اور حاجب و حارس مقرر کرنیکا بہی شوق ہوا۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ بنی امیہ کے عہد مین حارسون، دیوان خاتم، ڈاک اور دفتر خراج کی بنیاد پڑ گئی جنکا بیان آگے چل کر آئے گا۔

جس وقت حکومت کی باگ بنو عباس کے قبضہ مین پہونچی غیر قومون سے میل ملاپ کے باعث زیادہ ہونے لگے خلفا کو عیش پسندی اور آرام طلبی کی چاٹ پڑ گئی۔ لہذا اونہون نے ایسے عہدہ دارون کو بڑہایا جو سلطنت کے کاروبا

مین انکے قایم مقام اور نائب ہو سکین۔ انہون نے وزارت اور محاسبت وغیرہ کا عملہ بڑہایا اور اعلیٰ اعلیٰ منصبون کی ضرورت وحالات کے موافق مختلف شاخین ہو گئین۔ پہر اسکے بعد ہر ایک اسلامی حکومت نے اپنی اپنی ضرورت کے موافق نئے عہدون کو اپنے یہان داخل کرنا شروع کیا۔ جسکے سبب بغداد کے عہدے اور امور مملکت قرطبہ سے جدا اور ان دونون مقامون کے محکمے قاہرہ کے محکمون سے الگ تہے جنکی تفصیل کا یہان موقع نہین ہے۔

محکمون کی شاخین اسلامی حکومت کے دور اول مین جبکہ اسکے اندر ایک قسم کی دلپسند سادگی تہی۔ خود خلیفہ بذات خاص تمام کامون کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ اسکے عامل اس وقت تک متقی اور پرہیزگار لوگ ہوتے تہے۔ اور اس بات کی بالکل حاجت نہ پڑتی تھی کہ کوئی انکی کارگزاری کی نگرانی رکہے یا انکی پوشیدہ باتون کی تحقیق کرے۔ خلیفہ کے پاس کچہہ ذاتی مال وملک یا جاگیر تو ہوتی نہ تہی جسکے حساب کتاب کی ضرورت پڑے۔ بلکہ اس زمانہ مین تو یہ حالت تھی کہ جس وقت خلیفہ اپنے کسی عامل کو خط لکہتا تہا تو اپنے ہاتہون سے اسپر مہر لگاتا یا بسا اوقات خط بہی اپنے ہی دست خاص سے لکہا کرتا۔ مگر جس وقت کہ خلفا کا اقتدار بڑہا اور خلافت کا معاملہ دینی پہلو سے ہٹکر حکومت ملکی سے تبدیل ہوگیا۔ خلفائے کاہلی اور قیصر وکسریٰ کی پیروی کو اپنا شیوہ بنایا اور ان کامونپر اپنی جانب سے قایم مقام مقرر کئے۔ لہذا انہون نے ایک ایسا عہدہ رکہا جسکا عہدہ دار حکومت کے تمام کامون کا نگران رہے اس خدمت کے انجام دینے والے وزیر کہلائے۔ اور جو عہدہ دار عمال سوبجات کا نگران رہتا تہا اسکا نام "صاحب دیوان البرید" ہوا۔ اور جو شخص کہ خطوط اور فرمانون پر مہر لگاتے اور انہین لفافون مین بند کرنیکی خدمت پر متعین ہوتے۔ وہ صاحب دیوان توقیع دیا) خاتم کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور جن عہدہ دارون کو خلفار کے املاک واراضیات کی حفاظت سپرد ہوئی وہ لوگ عمال دیوان الضیاع کہے جاتے تہے۔ اور جو عہدیدار حاشیہ نشینون اور خدام خلفار کے حساب کی نگرانی رکہتے۔ وہ عمال دیوان خاص کہلاتے۔ نیز بعد کے زمانہ مین خلفار کی حضارت نے یہ ضرورت بہی پیدا کردی کہ سکے ڈہلوائین اور نشان (طراز) سلطنت منقوش کرائین۔ اسلئے انہون نے دار الضرب (ٹکسال) اور دیوان الطراز کی بنیاد رکہی۔ اسکے علاوہ چند عدالتین بہی قایم کین جن مین سے بعض درخواستین پیش کرنیکی غرض سے تہین اور کچہہ اسکے سوا دوسری باتون کے لئے مثلاً دیوان الترتیب" اور "دیوان العزیز"۔ یہ آخری عدالت بالعالی کے مشابہ تہی

خلفائے راشدین کے عہد مین جو شخص کاتب (میر منشی) ہوا کرتا تہا۔ وہی عمرؓ کے ترتیب دیئے ہوئے دفتر کا سارا کاروبار بہی سنبہالتا تھا۔ جس قدر خراج اور جزیہ وغیرہ کی رقمین آتین انکو آمدنی مین اور جو کچہہ فوجونکی تنخواہون اور عاملون اور قاضیون وغیرہ کے مشاہرون مین خرچ ہوتا اُسے مصارف مین درج کیا کرتا۔ اسی کے ساتہہ عاملون سے

خط کتابت رکہنے کی خدمت ہی انجام دیتا پہر جس زمانہ مین حکومت کے محکمے اور کاروبار وسیع ہوئے تو اسی ایک محکمہ کی مختلف شاخین ہوکر کئی محکمے بنگئے چنانچہ جتنا حصہ خراج اور جزیہ کے حسابات سے مخصوص تہا وہ عملہ الگ ہوکر دیوان خراج کے نام سے موسوم ہوگیا۔ اور جو حصہ فوجی اور ملکی اخراجات سے وابستہ تہا اُسکا عملہ جُدا ہوکر دیوان الزمام (النفقہ (بخشی گری) کے لقب سے ملقب کردیا گیا۔ اور جس کام کا تعلق فوجیون کے نامون کا رجسٹر مرتب رکہنے اور اونکے طبقون اور تنخواہون کو تلبند کرنیسے تہا اُسکے عملے کو دیوان الجند (فوجی دفتر) سے موسوم کیا گیا۔ پہر اور آگے بڑہکر اسی فوجی دفتر سے دیوان الاساطیل (بیڑہ جات جہاز کا دفتر) اور دیوان للثغور (سرحدی چہاونیون کا دفتر) وغیرہ کی نئی شاخین پیدا ہوئین۔ صوبجات کے حاکمون اور عاملون وغیرہ سے خط کتابت رکہنے کے لئے ایک جُداگانہ دفتر قایم کیا گیا جسکے لئے دیوان الرسائل یا دیوان الانشا کا نام تجویز ہوا۔

ابتدا مین بیت المال مسلمانون کے تمام مالون اور ہر قسم کی رقمون کا عام مخزن تہا۔ پہر اموی لوگون اور عباسیون کے زمانہ مین اُسکی بہی کئی شاخین ہوگئین جن مین سے کوئی شاخ صرف صدقہ کے مالون کے لئے ہتی اور کوئی جرمانون اور تاوانون کی آمدنیون کیلیئے اور کوئی اموال وراثت جمع رہنے کے واسطے۔ اور چند انکے علاوہ دیگر متفرق رقمون کی غرض سے۔ پس اسی طرح اور کامون مین بہی شاخین نکلتی چلی گیئن۔ جیسے کہ ایک قضا کے عہدہ سے بڑہکر دفتر فوجداری اور محاسبت اور پولیس کا عملہ مقرر ہوا۔ اور اسی کی مانند اور عملے۔ جنکا شمار ناممکن ہے۔

چونکہ ہم اس موقع پر اساسی (اصولی او بنیادی) دفترون اور اُنکی تواریخ پر غور کرنیکے خواہان ہین۔ اور اونکے تمام حالات سے بحث کرنا چاہتے ہین۔ اور یہ صورت اُس وقت تک صاف عیان نہ ہوگی۔ تاوقتیکہ ہم اُنکے اصول اور آغاز کی حالت۔ پہر اُنکے شاخ در شاخ ہوتی رہنے کی کیفیت پر غور نہین کرینگے۔ لہٰذا ہم پہلے خلافت اور اوسکے توابع اور ملحقات سے ابتدا کرکے بعد ازان صوبون کی گورنریون اور پہر وزارت کے عہدونکا بیان کرینگے۔ پہر فوج اور مال کے لئے ایک علیحدہ باب خاص کرینگے اور دوسرے کاروبار کو بہی اسی کے ساتہہ ملحق کردینگے۔

خلافت

اسکی ماہیت شرطین۔ اور حقوق

خلافت کی ماہیت | خلافت ایک قسم کی حکمرانی ہے جو اسلام کے ساتہہ خاص ہے اور اوسکے سوا کسی

قوم اور ملت مین بیشتر سے نہین تھی۔ اگرچہ خلافت خود مختارانہ شخصی حکومت کی قسم سے ہے۔ مگر وہ رومی قیصرون اور امپررون اور فارسی کسراون کی طرح حکومت سے یہ امتیاز بھی رکھتی ہے کہ دینی اور دنیوی دونون قسم کی حکومت پر مشتمل ہے۔ اسی لحاظ سے وہ عام مخلوق کو انکے دنیوی اور اخروی کاروبار مین شرعی احکام کے مطابق عملدرآمد کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اور قیصر وکسریٰ کی حکومتین صرف عقلی دلایل کی بنا پر عام خلقت کو محض دنیوی مفاد حاصل کرانا چاہتی تہین

اس مین کوئی کلام نہین ہوسکتا کہ ان دونون حکومتون (یعنی خلافت اور دنیوی سلطنت) کے درمیان ایک بین فرق ہے اور بہت بڑا تفاوت لیکن نتیجہ دونون کا ایک ہی ہے۔ اسلئے کہ جو شخص خلق خدا کا حاکم اور انکے کاروبار کا مطلق العنان نگران ہوتا ہے وہ یا تو کسی مفروض قانون کا پابند ہو کر لوگون سے اُسکے مطابق عملدرآمد کراتا ہے۔ اور یا اپنی خواہشون اور غرضون کے موافق اُن سے کام لیتا ہے۔ متمدن دنیا کے اکثر حاکم اور بادشاہ اپنی رعایا پر ایسے قوانین کے ذریعہ سے حکمرانی کرتے ہین جو انتظامی غرض کو مدنظر رکہکر سلطنت کے عالی مرتبہ مشیرون اور قوم کے دانشمند لوگون نے بنائے ہون انہین قوانین کی پیروی کرانی حکام ملک کا شیوہ ہوتا ہے۔ اسلام سے قبل رومیون اور فارسیون کی یہی حالت تھی اور آجکل یورپ کے خود مختار بادشاہون کا طرز عمل بھی اسی قسم کا ہے۔ باقی رہی خلافت تو وہ دینی اور شرعی قوانین سے جکڑی ہوئی ہوتی ہے جنکے ذریعے سے خلیفہ اپنی قوم پر حکمرانی کرتا اور اُس شریعت کے پیغمبر کا نایب بنکر عام مخلوق کو اُسکا پابند بناتا ہے۔ اسی قسم کی باتون مین سے خلافت کا امامت پر شامل ہونا بھی ہے اور مسلمانون نے خلیفہ کا نام امام بھی اسی مشابہت سے رکہا ہے کہ جیسے نماز کے امام کی پیروی کیجاتی ہے اُسی طور سے خلیفہ کے احکام واجب العمل ہوتے ہین۔

خلافت کی شرطین

خلافت کی شرطین چار ہین جنمین سے اکثر کا خلیفہ مین پایا جانا ضروری ہے۔ وہ شرطین حسب ذیل ہین:—

(۱) علم۔ (۲) عدالت۔ (۳) کفایۃ (نیک چلنی اور اعتبار کے قابل ہونا)۔ (۴) عقل وحواس کی صحت وسلامتی۔ انکے علاوہ ایک پانچوین شرط اور بھی ہے جسکے بارے مین مؤرخین کا اختلاف ہے۔ وہ شرط قریش کا نسب ہے یعنی قبیلۂ قریش کے سوا اور کسی خاندان کا شخص خلافت کا دعویدار نہین ہو سکتا۔ اس صورت مین یہ بات دشوار ہوگئی کہ کوئی عجمی شخص خلیفہ کے نام سے مسلمانون کے معاملات کا والی بنجائے۔ اس شرط کی اصل ایک حدیث نبوی ہے جو قریش والون نے انصار کے مقابلہ مین انکی طرف سے حصول خلافت کی خواہش ہونے پر بطور حجت پیش کی تہی جیسا کہ بیعت ابی بکرؓ کے ذکر مین بیان ہوچکا ہے۔ یہ شرط اسلامی حکومتون مین بہرحال پورے طور پر ملحوظ رہتی تھی

چنانچہ قریش والون کے علاوہ اور کسی شخص نے کبھی خلافت کا مطالبہ نہین کیا۔ اگرچہ عباسی خلفاء کے آخری زمانہ مین اونکی کمزوری بیحد بڑھ گئی تہی۔ اور والیان ملک کا زور بڑہتے بڑہتے اس حد تک پہنچگیا تہا کہ انہون نے خلیفہ کو تمام دنیوی قوتون سے الگ کر دیا تہا اور خلفاء کو بے قابو بناکر خود مختار حکومتین قایم کرنے کے بعد اپنے آپکو سلاطین کے لقب سے ملقب کرلیا تہا۔ باوجود ان تمام حالتون کے اُن سلاطین مین سے کسی کے دل مین یہ خیال نہ آیا کہ وہ خلافت کا دعوے کرین یا خلیفہ بن بیٹھین۔ یہی بنی بویہ۔ سلجوقی لوگ۔ غزنوی۔ اور طاہری وغیرہ سلاطین جنکی نہایت قوی اور خود مختار حکومتین قایم ہوئین انمین سے بعض تو ایسے تہے جو خود خلفاء پر بیحد حاوی ہوگئے تہے۔ اور اونکو اپنی مٹھی مین کرلیا تہا۔ لیکن انہون نے اپنے تئین سلطان کے سوا کسی اَور نام سے موسوم نہین کیا بلکہ اور خلفاء کی خوشامدین کرتے رہتے تہے۔ تاکہ وہ انہین مسند حکومت پر قایم رکہین۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر مین بھی یہی برتاؤ کیا۔ کیونکہ جس وقت اُس نے آخری فاطمی خلیفہ سے حکومت مصر کی باگ اپنے ہاتہہ مین لی اُس وقت کوئی شخص اُسکا روکنے والا نہین تہا۔ اور نہ اوسکے مقابلہ مین کوئی دعویدار ملک و حکومت ہوسکتا تہا انتظام ملک کی کُنجیان اُسکے قبضہ مین تہین۔ مگر جب اُس نے مستقل حکمران بننے کا ارادہ کیا تو عباسی خلیفہ کا نام خطبون مین پڑہوایا اور اپنے تئین خلیفہ نہین کہلایا۔ بلکہ صرف سلطان کے لقب پر اکتفا کی۔ خاندان قریش کے علاوہ اور قبیلہ کے جس شخص نے سب سے پہلے اسلامی خلافت حاصل کی وہ سلطان سلیم فاتح عثمانی تہا۔ اس نے سنہ ۹۲۳ھ مین منصب خلافت حاصل کیا۔ ائمہ مذہب حنفی کی دلیل دربارہ صحت خلافت بنی عثمان یہ ہے کہ خلیفہ مندرجہ ذیل چار حقوق کے پائے جانے پر متولی خلافت ہوسکتا ہے:۔

۱۔ تلوار کا استحقاق اسکے معنے یہ ہین کہ طالب خلافت کی دعوت پر اتنے مددگار رہو نے چاہئین کہ اُنکے مقابلہ مین روئے زمین پر کوئی دوسرا سر نہ اوٹہا سکے۔ اور اس مین کلام نہین کہ جس دن سلطان سلیم نے مصر کو فتح کرلینے کے بعد حصول خلافت کی خواہش کی ہے اُسکی یہی حالت تہی۔+

۲۔ انتخاب کا استحقاق یعنی اہل عقد کی تصدیق جو کہ امامون اور علماء کی ایک مجلس ہوتی ہے۔ اس بارہ مین اُنہون نے یہ حجت قایم کی ہے کہ یہ مجلس اسلام کے اول عہد مین مدینہ کے اندر تھی پھر وہان سے دمشق مین منتقل ہوئی بعدہٗ بغداد مین۔ اور اسکے بعد مصر کے دار السلطنت قاہرہ مین۔ لہذا اُسکا قاہرہ سے قسطنطنیہ مین منتقل ہونا بھی کچھ ناجایز نہین ہوسکتا۔ اسلیئے جس وقت سلطان سلیم نے مصر کو فتح کیا ہے وہ اپنے ہمراہ علماء ازہر کی ایک جماعت کو قسطنطنیہ لیگیا تہا۔ پھر اونکے حلقہ مین چند ترکی علماء کا اضافہ کرکے ایک باقاعدہ مجلس مرتب کرلی تہی جسنے اُسکے

انتخاب پر تصدیق کی۔ اور خلافت کی تلوار اُسکو سپرد کی۔ چنانچہ آجتک یہ رسم جاری ہے کہ عثمانی خلفار کو علما کے ہاتھون سے مسند نشینی کے وقت تلوار حمایل کرائی جاتی ہے۔ اور یہ رسم آجکل جامع ایوب مین ادا ہوتی ہے۔ +

۳۔ وصیت کرجانا یعنی خلیفہ وقت اپنے بعد جس شخص کو خلیفہ بنانے کی وصیت کرجائے۔ جس دن سلطان سلیم نے مصر کو فتح کیا ہے وہان کا آخری عباسی خلیفہ متوکل تھا جس نے سلطان ممدوح کے لئے خلافت کی وصیت کی تھی۔ +

۴۔ حرمین کی حمایت چنانچہ جس وقت سے عثمانی سلاطین خلافت کے متولی ہوے ہین سوا اون سات برسون کے جن مین صنعار کے اماموں نے دسوین صدی ہجری کے اندر ان متبرک مقامات پر حکمرانی کی۔ اور بجز اُن سات سالون کے جنمین ان امکنہ مقدسہ کی حکومت وہابیون کے قابو مین رہی یا ان چودہ برسون تک تو بیشک انہین اس خدمت کا موقعہ نہین ملا باقی آجتک وہی لوگ حرمین شریفین کے حامی اور نگران ہین +

۵۔ امانتونکی حفاظت یہ امانتین کیا ہین؟ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے تبرکات جو آستانہ علیہ مین محفوظ ہین۔ مسلمانون کا قول ہے کہ آثار نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) بغداد مین تاتاریون کی دستبرد سے محفوظ رہے تھے جنکو عباسی خلفار اپنے ہمراہ مصر لیگئے۔ اور اُس وقت سے برابر ملک مصر مین بحفاظت رہتے چلے آے یہانتک کہ سلطان سلیم اونکو قسطنطنیہ مین لے آیا۔ اور وہ اب تک ایک چاندی کے صندوق مین باسفرس کے کنارہ پر سرائے قدیمہ کے ایک کمرہ مین محفوظ ہین۔ +

خلفا کی بیعت کا طرز

بیعت لینے کی صورت خلفار راشدین کے عہد مین خلافت شورلے کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ یہان یہ سوال پیدا ہوگا کہ شورلے کیا چیز ہے؟ اسکی یہ صورت تھی کہ خلیفہ وقت جس شخص مین اس امر کی صلاحیت وقابلیت پاتا تھا کہ وہ خلافت کے کاروبار کو عمدگی سے نباہ سکیگا۔ اُسے اپنے بعد جانشینی کے لئے نامزد کردیتا تھا جیسا کہ ابوبکرؓ نے عمرؓ کی نامزدگی کے باب مین کیا تھا۔ لیکن ابوبکرؓ نے اونکو اسی وقت نامزد کیا جبکہ اپنے ساتھیون سے اس معاملہ مین رائے لے لی تھی۔ اور جس حالت مین خلیفہ کو یہ خوف ہوتا تھا کہ اونکا کسی خاص شخص کو نامزد کرنا قیل وقال کا باعث ہوگا تو وہ ایک گروہ کو متعین کردیتے تھے کہ انہی مین سے کسی کو خلیفہ

منتخب کرلیا جائے جسکی مثال عمرؓ کا طرز عمل ہے۔ خلفاء راشدین مین سے کسی کے دل مین یہ خیال نہین آیا کہ وہ خلافت کو اپنی نسل کیلئے بطور وراثت مخصوص کرین۔ یہان تک کہ جس وقت عمرؓ نے ایک جماعت کو شورے کے طور پر نامزد کیا۔ تاکہ اُن مین سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلین تو اپنے فرزند عبداللہؓ کو بھی اُسی جماعت مین نامزد کیا تھا۔ لیکن ساتھہ ہی اس امر کی ممانعت بھی کردی تھی کہ اُنہین خلافت کیلئے انتخاب نہ کرین چنانچہ آخرکار لوگون نے اُسی گروہ مین سے عثمانؓ بن عفان کو خلافت کے لئے چن لیا۔ یہ خلیفہ (عثمانؓ) شہید ہوئے اور کسی شخص کے لئے وصیت نہ کرسکے۔ لہٰذا لوگون نے بلاشورے کے علیؓ کو خلیفہ تسلیم کرلیا۔ علی رضؓ کا اسطرح پر بلا اُن سے دریافت کئے منتخب ہوجانا بہت سے بڑے بڑے صحابہ کو ناگوار گزرا۔ کیونکہ وہ لوگ عثمان رضؓ کی شہادت کے وقت اور ملکون مین منتشر تھے۔ اور علی رضؓ کی بیعت مین حاضر نہ ہوسکے اسی لئے اُن مین سے کسی نے تو بیعت کرلی۔ اور کوئی اس خیال سے رُک گیا کہ سب لوگ کسی شخص کی خلافت پر اجماع کرلین تو ہم بھی اُس سے بیعت کرین۔ ان لوگون نے خلافت کے معاملہ کو یونہین چھوڑ رکھا تاکہ وہ مسلمانون کے مابین شورے کے قاعدہ سے عمل مین آئے۔ اور اہل شورے جسے چاہین متولی خلافت بنائین۔ پھر اسکے بعد مشہور فساد کا واقعہ پیش آگیا اور جو کچھہ گزرا وہ سب پر ظاہر ہے۔

جس وقت حضرت علیؓ شہید ہوئے اُنکے شیعون نے قصد کیا کہ خلافت کو اُنہین کی نسل مین مخصوص کردین اور ان لوگون نے یہ خیال اس لحاظ سے کیا تھا کہ اولاد علیؓ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جگر گوشہ تھے۔ چنانچہ ان لوگون نے علیؓ سے اس امر کے متعلق اُس حالت مین جبکہ وہ بستر موت پر پڑے تھے دریافت بھی کیا کہ "کیا ہم حسن رضؓ سے بیعت کرین؟" جسکے جواب مین علیؓ نے فرمایا کہ :- "مین تمکو منع نہین کرتا اور نہ ایسا کرنیکا حکم دیتا ہون تم خود اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھہ سکتے ہو" مگر شیعیان علیؓ نے انکے فرزند حسن رضؓ سے بیعت کرہی لی لیکن یہ معاویہ رضؓ بن ابی سفیان رضؓ کے لئے خلافت سے دستکش ہوگئے اور عہدۂ خلافت معاویہؓ کے قابو مین آنیسے کار دبار خلافت بنوامیہ کے گھرانے مین چلا گیا۔

اس مین شک نہین کہ خلفائے راشدینؓ کا طریقہ جو اُن مقدس لوگون نے انتخاب خلفاء کے معاملہ مین برتا اُن تمام طریقون مین افضل تھا جو آجتک کی متمدن قومون نے بڑی کوششون اور کاوشون کے ساتھہ اختیار کئے ہین۔ خلفاء راشدینؓ کا طرز عمل جمہوری شاہی اور شوروی تینون طریقون کا جامع تھا۔ جمہوری اس طرح پر تھا کہ خلیفہ کا انتخاب عام اہل قریش مین سے بلاکسی حصر اور تعیین کے ہوتا تھا۔ اور شوروی اس طرح کہ انتخاب عام مشورہ

سے ہوتا تھا۔ اور مطلق العنان حکمرانی اسمین یون پائی جاتی ہی کہ جب کوئی خلیفہ منتخب ہوکر کاروبار مملکت کی باگ پر قابض ہو جاتا تھا تو وہ بلا قید و بندش جو چاہے کرسکتا تھا۔ لہٰذا جب اِن امور مذکورہ بالا پر وہ چارون شرطین بھی اضافہ کردی جائین جو ہم نے ابہی بیان کی ہین تو یہ حکومت بلاشبہ تمام اقسام حکومت سے افضل و اعلےٰ ہوجائیگی۔ اسلیئے کہ جب مطلق العنان ساکم منصف ہو اور اسی کے ساتھ علم۔ لیاقت انتظام اور سلامت حواس سے بھی بہرہ ور۔ تو پہر کاروبار سلطنت کے ترقی دینے اور اوسکا دایرہ وسیع کرنے اور اپنی رعایا کو موافق رکھنے مین اوس سے بڑھکر کوئی حاکم صاحب قدرت نہو سکیگا۔ یہ سب فائدے اُس خوبی و خصوصیت کے علاوہ ہین جو اُن خلفاء مین تقویٰ اور زاہدانہ زندگی کی قسم سے پائی جاتی تھی جیساکہ خلفاء راشدین کے حالات دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔

مگر جبکہ اسلامی حکومت بنوامیہ کے قابو مین آئی اور وہ لوگ ملک شام مین رومیون سے ملے جُلے اور حکومت کے اون طریقون سے واقف ہوئے جو اہل روم کے یہان زیر عمل تھے جن مین سے ایک طریقہ نسلاً بعد نسلٍ ایک شخص کے گہر مین حکومت کا قایم رہنا بھی تھا۔ تو معاویہ رضہ کو بہی رومیون کی دیکہا دیکھی یہہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اپنی نسل مین بھی موروثی طور پر حکومت کا سلسلہ قایم کرین لیکن ابتداءً وہ ایسا کرنے مین جہجہکے۔ اسلیئے کہ اونکو معلوم تھا کہ اس مین خلفاء راشدین کے طرز عمل کی مخالفت ہوگی۔ لہٰذا اونہون نے اپنے بعض خواص اور مقرب لوگون سے اس معاملہ مین مشورہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ رضہ نے اونکو ہمت دلائی۔ اور سب سے زیادہ جرأت اُنہین اِس خیال نے دلائی کہ اگر اپنے بعد خلافت کے معاملہ کو یونہین بلا کسی وصیت وغیرہ کے چھوڑ جائینگے تو باہم نفاق اور فساد بڑہیگا اِدہر بنوہاشم دعویدار خلافت ہونگے۔ اُدہر بنوامیہ اپنے سوا کسی غیر کی خلافت تسلیم نہین کرینگے۔ اسلیئے یہ صورت ایسی حالت مین کہ نبوت کی دہشت لوگون کے دلون سے نکل گئی ہے ملکی طبیعت غالب آچکی ہے۔ اور لوگ عصبیت کیجانب رجوع ہو گئے ہین۔ آخر کار فساد پہوٹنے کا باعث ہوگی۔ لہٰذا اس فتنہ سے بچنے کی خاطر اُنہون نے اپنے بیٹے یزید کیلیئے بیعت کا سرانجام کیا اور پیش بندی کے طور پر اس خیال سے کہ کہین اُنکے بعد پہر کوئی فتنہ نہ اُٹھہ کہڑا ہو اپنی زندگی ہی مین یزید کے واسطے لوگون سے بیعت طلب کی اور آہستگی کے ساتھ اس امر کو دیکھنا چاہا کہ لوگ کیا خیال ظاہر کرتے ہین۔ مگر کوئی خرابی اور دنگا نہین دیکھا۔ اسی قاعدہ پر اونکے بعد اونکے جانشینون نے بھی عملدرآمد رکھا۔ مگر عمر بن العزیز رضہ نے اس قاعدہ کو توڑ کر خلفاء راشدین کا طریقہ اختیار کرنا چاہا مگر عام لوگون کی شورش کے باعث نہ کرسکے۔ اور اونکی مدت خلافت بھی کچھہ طویل نہ تہی جسکے بعد بنوامیہ نے پہر وہی معاویہ رضہ والا طرز اختیار کرلیا۔

عباسی عہد حکومت مین مامون الرشید نے بھی ایسا ہی قصد کیا تھا چنانچہ اُس نے علی بن موسیٰ ابن جعفر صادق رض کو جو امام علی رض کی نسل سے تھے اپنا ولیعہد بناکر اُنکا نام "رضا" رکھا تھا۔ لیکن بنوعباس اُسکے اس فعل سے سخت ناراض ہو گئے۔ اور مامون الرشید کی بیعت توڑ کر اوسکے چچا ابراہیم بن المہدی سے بیعت کرلی۔ اور اگر مامون جھٹ پٹ اس معاملہ کی تلافی کرنے پر آمادہ نہ ہوجاتا تو خلافت اوسکے ہاتھ سے نکل ہی چکی تھی اسی لیئے اپنا ارادہ فسخ کرکے اس نے وراثت کے طور پر ہی خلافت قائم رکھی۔ اور اسی کے موافق عباسی اور فاطمی وغیرہ دیگر مسلمان خلفاء کا عملدرآمد رہا۔ +

بیعت اور اُسکی قسم بیعت سے مراد اطاعت کا اقرار ہوتا تھا۔ یعنی جب کسی شخص نے کسی امیر سے بیعت کی تو گویا اُس نے اُسکی فرمانبرداری کا اقرار کرلیا اور اپنی ذات کے تمام معاملات کا اُسے مختار بنادیا اور اب خلاف طبع ہو یا حسب منشاء غرض جس بات کا بھی حکم اُس امیر کی جانب سے ہوگا وہ اوسکے ماننے مین ہرگز انکار نہین کریگا اور کسی امر مین امیر کے حکم سے انحراف و سرتابی کا مرتکب نہوگا۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب وہ کسی امیر سے بیعت کرتے تھے تو اپنے ہاتھون کو اُسکے ہاتھ مین دیتے۔ اس طرز عمل سے اقرار کی مضبوطی کا اظہار مقصود ہوتا تھا۔ اور چونکہ یہ صورت مشتری و بائع کے فعل سے مشابہ ہوتی تھی۔ لہذا بیعت کے نام سے موسوم ہوئی۔ جو لفظ "باع" کا مصدر ہے بعد مین رفتہ رفتہ ہاتھون کا ملانا بیعت قرار پاگیا۔ اور عرف لغت کے اعتبار سے بھی بیعت کا مدلول یہی امر ہے۔

اسلام مین سب سے مقدم بیعت۔ بیعت عقبہ تھی۔ اور اسی بیعت کے اصول پر وہ قسمین بھی ہین جو خلفائے اسلام اقرار اطاعت کراتے وقت بطریق حلف لیا کرتے تھے۔ اور جتنے طریقون سے قسم کھائی جاتی ہے اُن سب طریقون سے قسم کہلواتے تھے۔

یمین (قسم) بیعت کی عبارت حکومتون اور حالتون کے ساتھ بدلتی گئی۔ گو اوسکا مقصود مدعا ایک ہی رہا۔ جس وقت انصار نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے مقام عقبہ مین بیعت کی ہے تو اونہون نے یون کہا تھا۔ "یارسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم لوگ آپ کو پناہ دہی سے اُس وقت تک بے تعلق ہین۔ جبتک کہ آپ ہمارے گھر کو تشریف لیچلین۔ لہذا جب آپ ہمارے وطن مین پہنچ جائینگے تو ہماری پناہ مین آجائینگے۔ اُس وقت جن باتون سے ہم خود اپنا اور اپنے بال بچون کا بچاؤ کرتے ہین آپ کو بھی اُن باتوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

اس مقام پر ایک اور عبارت بھی ہے جو مقام عقبہ میں بیعت کیلئے استعمال کیگئی تھی اور یہ بیعت بیعت النساء کے نام سے مشہور ہے۔ وہ عبارت حسب ذیل ہے: "ہمنے بیعت کی اس اقرار پر کہ خدا کے ساتھ کسی کو

شریک نہ بنائینگے ۔ چوری نہین کرینگے ۔ زنا نکرینگے ۔ اپنی اولاد کو (بیٹیوں کو) قتل نہ کرینگے ۔ اور کسی پر بہتان نہ باندہینگے ۔ نہ کسی امر معروف مین نافرمانی کرینگے ۔+

جس زمانہ سے ابومسلم خراسانی نے بنی عباس کیلیئے بیعت طلب کرنی شروع کی تو اوسکی عبارت یہ ہوتی تھی ”مین تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کیلیئے انکی اطاعت کرنے پر بیعت لیتا ہون ۔ اور تم پر اس قول کے نباہنے کیلیئے خداوند پاک کا عہد اور اوسکا میثاق ہے تم روزینہ کا مطالبہ نہ کروگے اور نہ کسی قسم کا لالچ کروگے جبتک کہ تمہارے حکام از خود تمہیں روزینہ دینا شروع نکرین اگر تم اسکے خلاف کرو تو تمہاری عورتون پر طلاق ۔ غلام کا آزاد کرنا ۔ اور پا پیادہ کعبۃ اللہ کا سفر کرنا لازم ہوگا ۔

جب کسی خلیفہ کی بیعت کرنی چاہتے تھے تو دستور یہ تھا کہ سب سے پہلے اکابر سلطنت بیعت کرتے تھے ۔ اور انکے بعد اصحاب مناصب مین سے جو ان سے دوسرے درجہ پر ہوتے ۔ عباسی عہد حکومت مین سب سے پہلے خلیفہ سے بیعت کرنیوالے فوجی لوگ اور سپہ سالار اور بغداد کے قاضی ہوا کرتے تھے ۔ اور اکثر اوقات ان لوگوں سے قسم لینے پر فوج کا میر منشی مقرر ہوتا تھا ۔ اور لوگون کا نام لیکر پکارتا جاتا تھا ۔ اسکے بعد وزیر یا اوسکا قائم مقام اوٹھکر خلیفہ کے سر پر اپنے ہاتھون سے عمامہ باندہتا اور اوسے چادر اڑھاتا تھا جس وقت بیعت کی کارروائی ختم ہوجاتی تو خلیفہ کے روبرو بہت سے القاب پیش کیئے جاتے تھے جن مین سے کسی ایک لقب کو پسند فرماکر وہ اپنے لیئے خاص کرلیتا ۔ اس قسم کے القاب صرف مسلمانون ہی کے زمانہ مین ایجاد ہوئے تھے ۔ عباسی حکومت کے پہلے دور مین یہ القاب بہت ہی سادے سادے ہوا کرتے تھے ۔ مثلاً امین ۔ مامون ۔ اور رشید ۔ مگر جب معتصم کا زمانہ آیا تو ایک بزرگی کا نام بھی اوسکے لقب پر بڑہایا گیا اور اوسکا نام ”المعتصم باللہ“ قرار پایا ۔ پھر اوسکے بعد خلفاء عباسیہ کی [illegible] ہی یہ ہوگئی ۔+

جب خلیفہ سے اوسکے محل مین بیعت کرلی جاتی تو پھر خلافت کا جلوس اسکے سامنے حاضر کیا جاتا ۔ یہ بہت سے گھوڑے ہوتے تھے ۔ جو ساز و سامان سے آراستہ اور اونکے سائیس بھی بہت ہی زرق برق وردیاں پہنے ہوا کرتے تھے ۔ پھر خلیفہ سوار ہوتا اور بڑے بڑے عماید سلطنت گھوڑون پر سوار اسکے گرداگرد حلقہ باندہ لیتے خلیفہ کے روبرو ایک شخص ننگی تلوار ہاتھ مین لیئے پیادہ پا چلتا اور فوجین سرراہ دو رویہ صف بستہ رہتین انہین صفون کے بیچ مین شاہراہ پر ہوکر موکب خلافت قصر خلافت تک جاتا جو کہ بغداد کا دیوان عام تھا خلیفہ کے دیوان عام مین جلوس کرنے کے بعد حسب حالت و موقع ممالک غیر اور صوبجات ماتحت سے تہنیت جلوس پیش

کرنیکے لئے آنیوالے وفد حاضر دربار ہوتے۔ اور لوگ تہنیت نامے پیش کرتے تھے۔

بیعت کی عبارت اور جشن جلوس خلافت کی کیفیت مین تغیر حکومت کے ساتھہ ساتھہ اختلاف پیدا ہوتا رہا۔ لیکن نتیجہ اور اصول سب کا ایک تہا۔ مدعاے اصلی یہ ہوتا تہا کہ کتاب و سنت کے حکم کے مطابق عمل کرنے پر خلیفہ اور اوسکی رعیت کے مابین باہمی عہد و پیمان لیا جائے۔ خلفاے راشدین کا طریقہ تہا کہ بیعت لینے کی عبارت مین اختصار مد نظر رکھتے تھے جیسا کہ آپ حکومتوں کی سیدہی سادی ابتدائی حالت کے بیان مین اونکے طرز عمل کی سادگی ملاحظہ کر چکے ہونگے۔ پہلے تو بیعت کی عبارت زبان سے کہی جایا کرتی تہی۔ بعد ازان لکہکر محفوظ رکہی جانے لگی۔ اور ابتداء چند کلمے ہوا کرتے تھے۔ پہر رفتہ رفتہ کئی سطرون تک نوبت پہونچی۔ کیونکہ اوسمین حشو الفاظ کی بہرتی اور طوالت کیجانے لگی تہی جسکا مقتضی حکومتونکا دولتمندی کے زعم میں مستغرق ہونا تہا اور عزت و عظمت کے ساتھہ یاد کیے جانیکی خواہش کا پیدا ہوجانا۔ اسلیے کہ جس وقت حکومت و سلطنت کا اقتدار جم جاتا ہے تو تمام حکمرانون کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی نمایش اور زیبایش کو بہت کچہہ ترقی دینے لگتے ہین چنانچہ آٹھوین صدی ہجری کے وسط میں بیعت کی جو عبارت خلیفہ حاکم بامر اللہ عباسی کے لئے لکہی گئی وہ اس قدر لمبی تہی کہ اس کتاب کے چار صفحے اوس سے بہری جاسکتے ہین۔

ولیعہد کی بیعت ہم نے خلافت کے موروثی ہوجانیکے بعد کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ ذکر کیا تہا کہ خلفاء اپنے بیٹوں کے واسطے ولیعہدی کی بیعت لیا کرتے تھے یا اولاد نہ ہونے یا اوسکے صغیر سن ہونے کی صورت مین اپنے اور قرابت دارون کو ولیعہد بنایا کرتے تھے۔ وہ لوگ اس بیعت لینے کے واسطے بہی ویسا ہی جشن ترتیب دیتے تھے جیسا کہ خلفاء کی بیعت لینے کے وقت ہوا کرتا تہا۔ نیز خلفاء کو جس وقت ایسا کرنا منظور ہوتا کہ کسی شخصون کو ولیعہدی کیلیے نامزد کرین تو اپنے ارادہ کو اہل الرائے لوگون سے ظاہر کرکے اون سے مشورہ لیتے جس طرح کہ خلیفہ منصور عباسی نے کیا کیونکہ اوس نے جس وقت اپنے فرزند مہدی کے لئے بیعت لینی چاہی اور جعفر اس معاملہ مین اوسپر معترض ہوا تو منصور نے لوگون کو حاضر ہونیکا حکم دیا۔ چنانچہ جلسہ ہوا اور مقرر لوگون نے کہڑے ہوکر تقریرین کین۔ شاعرون نے نظمین پڑہین چونکہ ان سبہون مین مہدی کی تعریف زیادہ کی گئی تہی۔ اسلیے مہدی کی بیعت غالب رہی۔

خلفاء کا یہ بھی دستور تہا کہ جب اپنے بیٹون یا بہائیون مین ایک سے زاید شخصون کو خلافت کے قابل دیکہتے تھے تو ایک بیٹے یا بہائی سے ولیعہدی کی بیعت لیتے اور شرط لگا دیتے کہ اسکا جانشین فلان یا فلان شخص ہو

جیساکہ یزید بن عبد الملک نے جبوقت اپنے ولیعہد کی بعیت لینی چاہی اور اوس وقت تک اوسکا بیٹا بہت ہی کم عمر تہا تو اوس نے اپنے بھائی ہشام سے اس شرط پر بعیت کی کہ اوسکے بعد میرا بیٹا ولید بن یزید جانشین ہو۔ اور اکثر صورتون مین جب کوئی ضروری اور لازمی بات خیال مین آجاتی تو وقتاً فوقتاً شرائط بعیت مین کچھہ تغیر و تبدل بھی کر دیا کرتے تہے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خلیفہ اپنے کسی بیٹے کی ولیعہدی کی بعیت لیتے ہوئے اوس شخص کو نامزد کر دیتا جو ولیعہد کا جانشین ہو سکے۔ اور ولیعہد کو اختیار دیدیتا تہا کہ وہ چاہے تو نامزد شدہ شخص کو خلیفہ بنائے اور چاہے نہ بنائے جیساکہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے مامون کیلئے ولیعہدی کا حکم لکھتے ہوئے اور اوسکے بعد اپنے دوسرے فرزند قاسم کو نامزد کرتے ہوئے مامون کو یہ اختیار دیدیا تہا کہ اگر اوسکی مرضی ہو تو قاسم کی ولیعہدی قایم رکھے ورنہ اوسے علیحدہ کر دے۔ +

عہد یا اقرارنامہ یہ ایک تحریر ہوتی تھی جسے خود خلیفہ یا اوسکا کاتب (میر منشی) لکھا کرتا تہا اور اوسپر خلیفہ اپنی اور اپنے خاندان والون کی مہرین ثبت کرکے ولیعہد کو یا اوسکے متولی کو سونپ دیتا تہا کہ اوسے وقت ضرورت کے لئے محفوظ رکھے۔ یہ اقرارنامہ کسی امانت دار کے مکان یا خزانہ یا مسجد یا کعبہ مین محفوظ رکہا جاتا تہا جیساکہ رشید نے اون دو تحریرون کو جو اوس نے اپنے دونون بیٹون امین اور مامون کے لئے لکہی تہین۔ اور جنمین بعد مامون کے قاسم کو نامزد کیا تہا خانہ کعبہ مین ودیعتہً رکہوا دیا تھا۔ +

خلافت کی علامتیں

خلافت کی تین علامتین تہین۔ چادر۔ انگوٹھی۔ اور عصا۔

چادر یہ چادر نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی چادر تہی۔ جسے وہ برابر اوڑہتے رہتے تہے اور آخر کار کعب بن زہیر ابن ابی سلمان نامی ایک مشہور عربی شاعر کو انعام مین دیدی تہی۔ کعب نے در اصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تہی اور مسلمانون کے مقابلہ سے بھاگ گئے تہے۔ جس زمانہ مین اہل اسلام نے مکہ کو فتح کیا ہے کعب کے بھائی بجیر ابن زہیر نے اونکو یہ لکھہ بھیجا کہ "رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے بہت سے ایسے لوگون کو مکہ مین قتل کر ڈالا ہے جنھون نے اونکی ہجو کی تہی یا اونھین اذیت دی تہی۔ اور قریش کے جتنے شاعر باقی بچے ہین وہ جہان تہان بھاگ گئے ہین۔ لہذا اگر تمہارے دلمین کچھہ خواہش ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاس

بہت جلد حاضر ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ کسی ایسے شخص کو جو توبہ کرتا ہوا اُن کے پاس آئے قتل نہین کرتے "کعب کو اسکے سوا اور کسی صورت مین بہتری نظر نہ آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کرکے توبہ کرین وہ مدینہ مین آئے اور اپنے آپ کو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حوالہ کر دیا۔ اور اپنے اُس مشہور قصیدہ کے ساتھ جسکا مطلع یہ ہے "بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ٭ متیم اثرھا لم یفد مکبول" نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ آنحضرت نے اونکی بہت کچھ خاطر مدارات فرمائی۔ بعض صحابہ نے کعب کو قتل کرنا چاہا تہا۔ آپنے انہین منع کر دیا اور اپنی چادر مبارک کعب کو عطا فرما دی۔ یہ چادر کعب کے گھرانے مین اُس وقت تک موجود رہی جبکہ معاویہ بن ابی سفیان رضؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ مین اُن سے چالیس ہزار درہم کے معاوضہ مین خرید لی۔ اسکے بعد سے اموی اور پہر عباسی خلفار مین ورثتاً منتقل ہوتی رہی۔ ابو الفدار نے ذکر کیا ہے کہ وہ چادر عباسیون کے ہاتھ سے نکلکر تاتاریون کے قبضہ مین چلی گئی تہی۔ مگر اب یہ چادر مبارک آستانہ (استنبول) مین سرائے قدیمہ کے اندر تبرکات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) مین موجود ہے شاید ابو الفدار یہ معلوم ہونے پر کہ تاتاریون نے بغداد کو بہت کچھ تاخت و تاراج کیا تھا۔ اور عباسی خلفائے بدحواسی مین مصر کیطرف بہاگ گئے تھے۔ اس وہم مین پڑگیا ہو کہ تاتاریون نے خلیفہ کے محل سے جو سامان لوٹا تھا اسی مین یہ چادر بھی چلی گئی۔ مگر در اصل عباسی لوگ چادر کو اپنے ساتھ مصر لیتے گئے تھے جب سلطان سلیم نے مصر کو فتح کرکے عباسیون سے خلافت لی تو چادر بہی اُسی کے ساتھ لیلی۔

انگوٹھی یا مہر خلفار نے مہر کا رکھنا محض نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مشابہت حاصل کرنیکی غرض سے اختیار کیا تہا۔ اسلئے کہ جس زمانہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر اور کسریٰ کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے چاہے تو اُن سے کہا گیا کہ اہل عجم کسی ایسی تحریر کو نہین مانتے جسپر اول یا آخر مین مہر نہو۔ لہذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی مہر بنوائی اور اوسپر "محمد رسول اللہ" کہدوایا۔ یہ مہر نوبت بہ نوبت ابو بکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ تک پہونچی۔ اور عثمانؓ کے ہاتھ سے چاہ اریس مین گرگئی۔ اسکے بعد باوجود بڑی تلاش کے جب اُسکا پتہ نہ لگا تو عثمانؓ نے اُسی کے مثل ایک اور مُہر بنوالی عثمانؓ کے بعد جتنے لوگ خلافت کے متولی ہوئے سب اپنے لئے مہرین بنواتے رہے جن سے خطوط کے شروع یا آخر مین گیرو مٹی یا سیاہی کے ذریعے سے مہر لگاتے تہے اسکے بعد خطوط بند کرنیکے بعد موم لگاکر اُن پر مُہر سے نشان دیتے تہے۔ موم سے مُہر کرنیکا عمل خلفار مین سب سے پہلے معاویہؓ نے فریب دہی سے بچنے کیلئے

اختیار کیا تھا۔ کیونکہ اُنہون نے ایکبار زیاد بن ابیہ کو جو کوفہ مین اونکا عامل تھا۔ یہ لکھا کہ عمر بن زبیرؓ کو ایک لاکھ درم دیدو۔ اور وہی خط عمر کو دیدیا۔ کہ اُسے زیاد کے پاس لیجائین۔ عمر بن زبیر نے سو کو دوسو بنادیا۔ زیاد نے اتنی ہی رقم اُنہین ادا کر دی۔ جب اس خرچ کا حساب معاویہؓ کے سامنے پیش ہوا تب یہ فریب کہلا۔ اسی وقت سے معاویہؓ نے خطوط اور شقون کی نگرانی اور اُنکے پیٹنے یا شکن ڈالنے کے بعد دونون کنارون پر مہر کرنیکا حکم دیدیا۔

بلاذری نے بیان کیا ہے کہ مسلمانون مین دیوان زمام و خاتم کی بنیاد سب سے پہلے زیاد بن ابیہ نے ولایت (گورنری) عراق کے زمانہ مین رکھی۔ اُس نے اس طریقہ کو اہل فارس سے حاصل کیا تھا۔ بلاذری ہی کا بیان ہے کہ اسلام سے قبل فارس کے حکمرانون کی کئی ایک مہرین ہوا کرتی تہین جنمین سے ہر ایک ایک خاص غرض کیلئے مستعمل ہوتی تھی۔ ایک مہر رازداری کی تھی۔ ایک خطوط اور مراسلات کی۔ ایک فرمانون اور جاگیرنامون کی۔ اور ایک مہر خراج کے لئے مخصوص تھی۔ جو شخص اُن مہرونکے لگانے پر مامور ہوتا تہا وہ صاحب زمام کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

معاویہؓ کے عہد سے بنی عباس کے زمانۂ حکومت کے وسط تک دیوان خاتم کا شمار بڑے اہم دفترون مین ہوتا رہا۔ اسکے بعد یہ سررشتہ بالکل نابود ہوگیا۔ کیونکہ اب اون تمام کامون کی انجام دہی خلیفہ کے قابو سے نکلکر امیرون وزیرون اور سلاطین وغیرہ کے ہاتھون مین پہونچ گئی تہی خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے بجائے فضل بن یحییٰ کے جعفر بن یحییٰ کو وزیر بنانا چاہا تو یحییٰ برمکی سے یون کہا تہا "یا ابت! مین چاہتا ہون کہ اپنی انگوٹھی کو داہنے ہاتھ سے نکالکر بائین مین پہن لون" گویا کہ انگوٹھی کے ساتھ وزارت کا کنایہ تھا۔ خلفا کی مہر بہت عزت اور عظمت کی چیز شمار ہوتی تہی جس وقت وزیر وغیرہ عہدہ داران حکومت اُسے کسی خط پر لگانے کیلئے اپنے ہاتھ مین لیتے تو خلافت کی تعظیم دینے کیلئے کہڑے ہوجاتے۔ جب کسی تحریر پر مہر کرنی ہوتی تو سیاہی یا رنگین مٹی اُسپر ملکر کاغذ پر چہاپ لیتے۔ یا کسی نرم شئے پر لگاتے تہے مثلاً موم پر تاکہ اُسکے نقش بخوبی اُبہر آئین۔ کبھی مُہر تحریر کے آخر مین کیجاتی تہی اور کبھی شروع مین۔ جسکے ساتھ تسبیح۔ تحمید۔ یا خلیفہ کے نام کے مسلسل او مسجع فقرون کی عبارت بھی ملائی جاتی تہی یا جو اُنکا جی چاہتا وہ عبارت ملادیتے یہ گویا تحریر کی صحت کی سند ہوتی تھی۔ اور بلا اُس عبارت اور مُہر کے تحریر نکمی اور غیر مستند سمجھی جاتی تھی۔ مہر کو علامت بھی کہتے تھے۔ +

جس زمانہ مین سلطنتین قایم ہونے لگین تو سلطانون نے بھی علامت خلافت کے انداز پر اپنی علامتین مقرر کین اور انکا نام طغرا رکھا۔ طغرا ایک قسم کی تحریر ہوتی تہی جو بقلم جلی لکھی جاتی۔ اور اُس مین پادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ سلاطین کے ہان طغرا خطوط اور فرمانون پر خود شاہی دستخط کے قایم مقام متصور ہوتا تہا اور پہر اسکی حاجت نہین رہتی تھی کہ سلطان اپنے دست خاص سے اُسپر کوئی چیز لکھے۔ یا کچہہ نشان کرے۔ سلجوقی حکومت مین دیوان انشا کا نام ہی دیوان طغرا رکہا گیا تہا۔

بعض لوگون کا قول ہے کہ اس تحریر کا نام طغرا اسلئے رکہا گیا کہ یہ حسین بن ابی اسمٰعیل طغرائی کی جانب منسوب ہے جو مشہور قصیدہ لامیۃ العجم کا مصنف ہے حسین بن ابی اسمٰعیل مذکور سلطان مسعود سلجوقی کا وزیر تھا۔ وہ بہت خوشنویس تہا اور اس طغرے کو نہایت عمدہ طور سے لکھا کرتا۔ لہذا یہ تحریر اُسی کے نام سے ملقب ہوگئی۔ کیونکہ وہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے ایسی تحریر لکہی تہی۔ (یہ شخص ۵۱۵ھ مین مقتول ہوا۔) گمان غالب اسبات کا ہے کہ عثمانی طغرا کی اصل بھی یہی ہے۔ اور وہ سلطان مراد کے کف دست کی صورت نہین جیساکہ الہلال نمبر ۱ جلد ۱ مین لامارٹین اور جوانین کی سند سے بیان ہوا ہے۔

خلفا مُہرونپر اپنے نام نہین کہدواتے تھے۔ بلکہ وہ اُسپر ایسی عبارتین منقوش کراتے جن مین کوئی پند و نصیحت ہوتی تہی۔ چنانچہ ابوبکر رضؓ کی مُہر پر "نعم القادر[۱] اللہ" منقوش تہا۔ اور عمر رضؓ کی مُہر پر یہ عبارت کندہ تہی "کفی بالموت[۲] واعظاً یا عمر"۔ عثمانؓ کی انگوٹھی پر کندہ تہا "لتصبرن[۳] اولتندمن"۔ اور علیؓ کی مہر پر "الملک[۴] للہ"

خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس بھی اسی طریق کے پابند رہے۔ اون مین سے ہر ایک کے واسطے ایک خاص فقرہ تہا جسے اُس نے اپنی مُہر پر کندہ کرایا تہا اور اکثر اُس مُہر کی عبارت مین اور خلیفہ کے نام مین کوئی معنوی مناسبت بھی ہوا کرتی تہی۔ اسلئے کہ مامون کی مُہر کا نقش تہا "عبد[۵] اللہ یؤمن باللہ مخلصاً" اور واثق کی مہر پر "اللہ ثقۃ[۶] الواثق" کندہ تہا۔ متوکل کی انگوٹھی پر "علی اللہ توکلت" اور معتمد کی خاتم پر "اعتمادی[۷] علی اللہ" وہو حسبی" منقوش تہا۔ علے ہذا القیاس۔

اندنون نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کو علامات خلافت سے تعبیر کیا جاتا ہے جو آستانہ علیہ کے محل موسومہ سرائے قدیمہ کے اندر جیساکہ اوپر ذکر ہوا ایک خاص کمرہ مین چاندی کے صندوق کے اندر محفوظ ہین۔

---

[۱] اللہ ہی سب سے بڑہکر قادر ہے۔ + [۲] اے عمر موت کافی واعظ ہے۔ + [۳] یا صبر یا ندامت۔ + [۴] ملک اللہ ہی کا ہے۔

[۵] بندہ خدا خدا پر اخلاص کے ساتہہ ایمان لاتا ہے۔ [۶] خدا واثق کا بہروسہ ہے۔ [۷] میرا بہروسہ اللہ پر ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔

یہ تبرکات حسب ذیل ہین :- (۱) چادر - (۲) نبی (صلی اللہ علیہ سلم) کا ایک دندان مبارک - (۳) حضور اطہر کے چند موئے مبارک - (۴) آپ کی پاپوش مبارک - (۵) علم نبوی صلی اللہ علیہ سلم کا کچھہ باقی حصہ - (۶) دو لوہے کے برتن جنکی بابت کہا جاتا ہے کہ ان مین حضرت خلیل اللہ علیہ السلام زمزم کا پانی پیا کرتے تھے - (۷) امام ابی حنیفہ کا جبہ - (۸) سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذراع - ہر سال رمضان شریف کی ۱۸ تاریخ کو ان تبرکات کی زیارت ہوتی ہے جلالتمآب سلطان المعظم معہ اپنے جلوس سواری کے محل مو صوفہ بالا کی جانب تشریف لیجا کر وہان رسم زیارت ادا فرماتے - اور اون متبرک چیزون سے برکت حاصل کرتے ہین اس موقع پر سلطنت کے بڑے بڑے اراکین اور عہدہ دار بھی سلطان کے ہمرکاب ہوتے ہین -

عصا خلافت کی تیسری علامت تھی - جب کوئی نیا خلیفہ مسند نشین ہوتا تو چادر - انگوٹھی - اور عصا اوسکے سامنے پیش کیا جاتا تھا بنی امیہ اور بنی عباس مین یہ دستور ہمیشہ جاری رہا -

خلافت کی نشانیان

خلافت کی نشانیان بھی تین تھین - خطبہ - سکہ اور طراز (مارکہ) -

خطبہ خلافت کے نشانات مین سے ایک یہ تھا کہ نماز مین منبر و پر خلیفہ کیلیئے دعا مانگی جائے - اسکی اصلیت یون ہی کہ خلفاء بذات خاص نماز پڑہانے کا کام انجام دیتے تھے - وہ لوگ نماز کے فرائض کو نبی (صلی اللہ علیہ سلم) کے لئے دعا اور صحابہؓ کے واسطے رضائے خدا کی استدعا پر تمام کیا کرتے تھے جس زمانہ مین خلفاء نے ممالک فتح کئے اور اونپر عامل اور والیون کا تقرر کیا تو یہ حکام اپنی ولایتون مین امامت کے متولی ہونے لگے - انکا یہ دستور ہوگیا کہ جب نماز پڑہاتے تو اوسے خلفاء کے لئے دعا کرنے پر ختم کرتے - سب سے پہلے جس والی نے یہ کام کیا وہ عبداللہ بن عباسؓ تھے - جب یہ حضرت علیؓ کے عہد مین حاکم بصرہ مقرر ہوئے تو منبر پر ایستادہ ہو کر کہا "اللھم انصر علیًا" پھر انکے بعد بھی یہ طرز برابر جاری رہا - رفتہ رفتہ کسی ملک مین خلیفہ کیلیئے دعا کا مانگا جانا وہان اوسکی حکومت ہونیکی علامت قرار پاگیا - بغداد مین خلفاء کی حالت کمزور ہونے لگی تو وہ امیر اور سلطان جو خلیفہ پر قابو کر لیا کرتے تھے اس دعا مین خلفاء کے شریک بن گئے - اور خلفاء کے نامون کے بعد اپنے نامونکو ذکر کرنے لگے - اسکے اور بعد والے زمانہ مین خود سلاطین خاص اپنے ہی واسطے مستقل طور پر دعا منگوانے لگے - مگر خلفائے راشدین

کے حق مین دعا کرنا آجتک جاری ہے۔ اور تمام اسلامی ملکون اور اسلامی آبادیون مین ہر ایک جماعت جمعہ کے وقت اُن کے لئے منبر پر دعا کیجاتی ہے۔ ✤

سِکّہ خلافت یا علی الاطلاق شاہی کی نشانیون مین سے ایک نشانی یہ بہی ہے کہ نقود (روپیہ پیسہ اور اشرفی) پر ایک لوہے کے ٹھپّہ سے نقش اُبہارے جاتے ہین جسمین خلیفہ یا سلطان کا نام کہدا ہوتا ہے۔ اوسکو سکّہ کہتے ہین۔ اور سکہ حکومت کے لئے نہایت ضروری چیز ہے۔ ✤

اسلام سے پیشتر اہل عرب کے نقود اسلام سے قبل اہل عرب کسریٰ اور قیصر کے سکّوں سے کام چلاتے تہے جو درہم اور دینار کہلاتے تہے۔ دینار سنہری اور درہم روپہلی سکّے ہوتے تہے ایسے جیسے آجکل ہمارے ہان گنی اور ریال ہوتے ہین۔ اہل عرب سونے کو "عین" اور چاندی کو "ورق" سے تعبیر کرتے تھے۔ اونکے یہان کچھہ سکّے تانبے کے بھی رائج تہے جنمین سے "حبہ" اور "دانق" کا نام مشہور ہے۔ لیکن ان تمام نقدیات کا مرجع وزن تہا۔ کیونکہ دینار سے وہ سونے کا ٹکڑا مراد تھی جسکا وزن ایک مثقال ہو اور اُسپر اُس بادشاہ یا شاہنشاہ کا سکہ ہو جس نے اُسے ضرب کیا ہو۔ درہم سے ایک درہم کے ہموزن چاندی کا سکہ مراد ہوتا تھا جسکو "دانی" بھی کہتے تہے۔ آجکل دینار اندازاً دس فرانک کے برابر ہوتا ہے اہل عرب کے یہان دینار دس درم کا ہوتا تہا۔ اور ربسا اوقات اُسکی قیمت ۱۲ تک دس اور پندرہ کے مابین بدلتی رہتی تھی۔ یا حالات کے موافق کبہی اس سے بھی بڑہ جاتی۔ گویا درہم فرانک کے برابر ہوتا تھا۔ یا بالفاظ دیگر یون کہا جائے کہ ایک چاندی کا درم تقریباً چار غروش مصری کے مساوی ہوتا تھا۔

احکام السلطانیہ کے مصنف نے بیان کیا ہے کہ فارسی درہم تین وزنون کے ہوا کرتے تہے:۔

(۱) مثقال کے وزن سے بیس قیراط بہر۔ اسی کو دراہم بغلیہ کہتے تہے۔ (۲) جسکا وزن ۱۲ قیراط ہوتا تہا۔ (۳) وہ درم جو وزن مین دس قیراط ہوتا۔ مصنف مذکور کے علاوہ اور لوگون نے ایسے درمون کا ہونا بھی بیان کیا ہے جن مین سے صرف ایک درم کا وزن چہہ مثقال ہوتا تہا اور اونکو "بھاری سمری درہم" کہتے تہے۔ اور ایک درم پانچ مثقال کے برابر ہوتا جسے "ہلکا سمری"
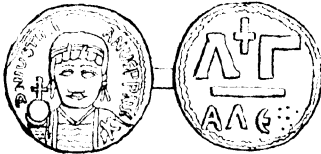
(دینار رومی)

درہم" کہتے تھے - یہ سب درہم ملک فارس کے سکّے تھے -+

اسلام سے قبل عرب والون کے یہان دو طرح کے دینار پائے جاتے تھے - (۱) ہرقلی یا رومی - (۲) کسروی یعنی فارسی - درم بھی ایسے ہی تھے لیکن گمان غالب یہ ہو کہ اونکے لین دین مین رومی دینار اور فارسی درہمون کا استعمال ہوتا تھا - اسی وجہ سے ہرقلی دینار انہین بہت عزیز اور پسند تھے یہانتک کہ اونکی خوبصورتی اور چمک دمک کو اونہون نے ضرب المثل بنا رکھا تھا -+
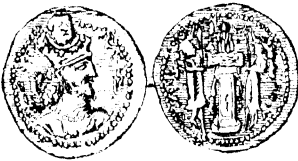
(دینار فارسی)

دینار لاطینی زبان کا لفظ ہے - اسکی اصل ایک ایسے چاندی کے ٹکڑے پر دلالت کرتا ہے جو دس "آس" کے مساوی ہو "آس" رومی درہمون مین ایک قسم کا درہم ہوتا تھا - اسی لئے پہلے پہل دینا مضروب ہوا تھا - دینار کا لفظ لاطینی زبان والون کے یہان لفظ (Deni) سے مشتق ہے جسکے معنے ہین دس - اس دینار کا وزن سات رومانی اوقیہ یا ایک رطل (لیبرہ) کے سوین حصے کے برابر ہوتا تھا - یعنی وہ لوگ ایک لیبرہ چاندی کو سو دینارون پر تقسیم کرتے تھے - اسکے بعد اُن لوگون نے طلائی دینار مضروب کیا - اس وجہ سے اونکے یہان دو قسم کے دینار ہو گئے - ایک چاندی کا اور دوسرا سونے کا - لاطینی لوگون سے اہل فارس نے سیکھہ کر اپنے یہان بھی ویسے ہی سکّے مضروب کئے - اور اُنہین نامون سے موسوم -+

اسلامی سکّے اہل عرب ظہور اسلام اور ملکون کو فتح کرنیکے بعد حکومت اسلامی کے زمانہ قیام تک رومی اور فارسی سکّون سے لین دین کرتے رہے - مگر قیام سلطنت کے بعد اُنکو اپنا تمدن قایم کرنا منظور ہوا - اس تمدن کی ضروریات مین سکہ بھی داخل تھا - لہذا اونہون نے پہلے پہل اپنے اور اہل روم و فارس کے مابین مشترک وضع کے درم و دینار مضروب کئے -

(نقود خالد بن ولید)

اِن سکّون مین سے ایک سکہ وہ تھا جسکو ۱۵ھ مین خالد بن الولیدؓ نے بمقام طبریہ مضروب کرایا - یہ سکہ بالکل رومی دینار کے ہمشکل تھا - اس مین ایک طرف صلیب - تاج - اور چوگان وغیرہ کا نقش تھا اور دوسری طرف یونانی حروف مین خالد کا نام (XAAEΔ)

اور یہ حروف (B O n) منقوش تھے اِس شکل کا ناقل ڈاکٹر مولر مشہور جرمن مؤرخ گمان کرتا ہے کہ یہ حروف "ابو سلیمان" کے مقطع ہین۔ جو خالد کی کنیت تھی۔+

ایک اور دوسرا قطعہ بھی تہا جو معاویہؓ کے نام پر مضروب ہوا تہا۔ لیکن اُسکی شکل فارس کے ایک دینار سے نقش و نگار وغیرہ مین ملتی ہوئی تھی۔ صرف اتنا فرق تہا کہ اسپر معاویہؓ کا نام تہا اور فارسی دینار پر نہین اسکی شکل بھی ہم نے ڈاکٹر مولر مذکور سے نقل کی ہے

(نقود معاویہ بن ابی سفیان)

دمیری نے ایک قسم کے نقود کا ذکر کیا ہے۔ جن کو "بغلیہ" کہتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ "راس البغل" نے اُسے عمر بن الخطابؓ کے لئے ایک کسروی سکہ سے مضروب کیا تہا جسپر بادشاہ کی تصویر تھی۔ اور کرسی کے نیچے فارسی عبارت مین "نوش خور" لکھا تھا جسکے معنے ہین آرام سے کہاؤ۔ +

جودت پاشا مرحوم کا بیان ہے کہ مین نے ایسے نقود بھی دیکھے جنکو امیرون اور والیون نے خلفائے راشدین کے عہد مین مضروب کرایا تہا۔ ان سکون مین سب سے قدیم سکہ طبرستان کے قصبہ ہزنک مین سنہ ۲۸ھ کے اندر مضروب ہوا تہا جسکے دایرہ پر خط کوفی مین "بسم اللہ ربی" لکھا ہوا تہا۔ اور ایک قسم کا سکہ سنہ ۳۸ھ کا ضرب کیا ہوا دیکہا۔ جسکے دایرہ پر بھی یہی عبارت موجود پائی۔ اور ایک سکہ سنہ ۶۱ھ مین بمقام یزد مضروب ہوا تہا۔ جسکے دایرہ پر پہلوی خط مین "عبداللہ بن زبیر امیر المومنین" منقوش تھا۔ مگر یہ سکے اسلامی حکومتون مین رواجًا معتبر نہ تہے۔ بلکہ اکثر لین دین رومی اور فارسی نقود سے ہوتے تہے (سنہ ۶۵ھ تا سنہ ۸۶ھ) عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت مین یہ صورت پیش آئی کہ اس خلیفہ نے طراز (مارکہ) کو رومی سے عربی مین بدلنا چاہا جسکا بیان آگے آئیگا۔ شاہنشاہ روم کو یہ بات ناگوار گذری اُس نے خلیفہ عبدالملک کو دہمکی دی کہ تم طراز کو بدلوگے تو مین اپنے دینارون پر نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلاف شان الفاظ منقوش کراونگا۔ عبدالملک کو اس بات کے سُننے سے سخت صدمہ گذرا۔ اُسنے مسلمانون مین کے بڑے بڑے ذی وجاہت اور اہل الراے لوگون کو جمع کرکے اُن سے اسبارہ مین راے لی۔ اُنہین لوگون مین سے کسی نے اُسے بتایا کہ اس معاملہ مین امام محمد باقرؒ سے (جو اہل تشیع کے بارہ امامون مین سے ایک امام ہین) اور

اس وقت مدینہ مین رہتے تھے) مشورہ لو۔ اگرچہ عبد الملک کو گوارا تو نہ تھا کہ بنو ہاشم کے کسی امام سے کچھ مدد مانگے۔ اسلئے کہ وہ حکومت اور ملکداری مین اُسکے مدمقابل بنتے تھے۔ لیکن مجبوری تھی اُنسے مدد لئے بغیر کام بھی نہ چل سکتا تھا۔ اسلئے اُنہین بلوانا ہی پڑا۔ عبد الملک نے اپنے عامل کو جو اُسکی طرف سے مدینہ مین مقرر تھا لکھا "محمد بن علی بن حسین رضؓ کو بہت عزت کے ساتھہ میرے پاس بھیجدو۔ اور اونہین ایک لاکھہ درم سفر خرچ کے لئے اور تیس ہزار درم خرچ خانگی کیواسطے نذر کرو۔ اسکے علاوہ خود وہ یا جو لوگ اونکے ہمرکاب سفر کرنے پر آمادہ ہون سب کے لئے سفر کے سامان مین آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرو"۔ چنانچہ جب امام محمد باقرؓ دمشق مین آگئے تو عبد الملک نے اُن سے شاہنشاہ روم کی نیت کا حال بیان کرکے اونسے اسبارہ مین مشورہ چاہا۔ کیونکہ رومی شاہنشاہ اسلام کے ساتھہ بدسلوکی کرنے پر آمادہ تھا۔ امام موصوف نے فرمایا" تم اسبات سے پریشان نہو۔ اسی وقت کاریگرون کو بلاؤ وہ تمہارے سامنے ہی بیٹھکر درم اور دینار کے سکے تیار کرین۔ اُنپر توحید باری اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منقوش کراؤ۔ درم اور دینار کے ایک طرف ذکر خدا ہو۔ اور دوسری جانب ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور درم و دینار کی گولائی مین اُس شہر کا نام ہو جہان وہ مضروب ہوا۔ اور سنہ جسمین ضرب کیا گیا۔ علاوہ برین تیس درہمون کو تینون قسم کے درمون مین سے منگا کر وزن کرو۔ دس وہ جنکا وزن دس مثقال فی درہم ہوتا ہے۔ اور دس چھہ مثقال فی درہم وزن والے۔ اور دس درہم پانچ پانچ مثقال کے ان تینون کا وزن ۲۱ مثقال ہوگا مجموعی وزن کو تیس پر تقسیم کرنیسے فی درہم سات مثقال کا وزن پڑیگا کانچ کے باٹ ڈہلوائے جائین جو سات مثقال سے کم یا بیش نہ ہون۔ اسکے بعد دینار دس مثقال وزن کے اور درہم سات مثقال کے مضروب کئے جائین"۔

عبد الملک نے اس رائے پر عمل کرکے اپنے سکے تمام اسلامی ممالک مین بھجوا دیئے۔ اور لوگون کو انہین کا لین دین کرنیکی ہدایت کی۔ ان درہمون اور دینارون کے علاوہ اور سکون سے معاملہ کرنیوالون کو قتل کی دہمکی دی اور ہدایت کی کہ اس سے پہلے کے رائج سکے بیکار کرکے ٹکسالون مین داخل کردیئے جائین۔ تاکہ وہ دوبارہ اسلامی سکون کی شکل مین مضروب کئے جائین۔

یہان تک جو کچھہ بیان ہوا وہ دمیری کا قول تھا لیکن ابن اثیر نے یہ رائے خالد بن یزید بن معاویہؓ کی جانب منسوب کی ہے۔ اور ابن اثیر کے علاوہ اور لوگون نے اسے بعض دوسرے شخصون کیجانب ہی منسوب کیا ہے عبد الملک کے ضرب کرائے ہوئے دینار "دینار دمشقی" کے نام سے موسوم ہین۔ عبد الملک کے عامل "حجاج" نے

جو ملک عراق کا گورنر تہا یہ حکم دیا۔ کہ دینار کی قیراطون سے پندرہ قیراط کا درم مضروب ہو اسکے بعد عراق کے امرار (حکام) اکثر حالتون مین بنی اُمیہ کے لئے سکّے ضرب کرتے رہے ۔

بنو امیہ کے سکون کا نقش ایک جانب بیچ مین " لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ " اور اوسکے گرد " بسم اللہ ضرب ہذا الدرہم فی بلد کذا سنتہ کذا " ہوتا تھا۔ اور دوسری طرف وسط مین " اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد " جسکے گرد " محمد رسول اللہ ارسلہ بالہدےٰ ودین الحق لیظہرہٗ علے الدین کلہ۔ ولو کرہ المشرکون " منقوش ہوتا تہا۔ یہ عبارت دینار اور درم دونون پر یکسان نقش کیجاتی تہی۔ +

(نقود عبد الملک بن مروان)

اُسی وقت سے مسلمانون نے رومی اور فارسی سکون کا استعمال ترک کردیا۔ بنی امیہ کے نقود مین سب سے زیادہ جیّد سکّے وہ تہے جنکو عمر بن ہبیرہ نے مسکوک کرایا تہا۔ اور وہ " ہبیریہ " کے نام سے مشہور تہے۔ انکے علاوہ دو سکے اور بہی تہے۔ (۱) " خالدی " منسوب بہ خالد بن عبد اللہ البجلی۔ (۲) " یوسفیہ " یوسف بن عمرو کے مضروب کئے ہوئے ۔ یہ سب لوگ اموی خلفار کی جانب سے ملک عراق پر عامل تہے۔ چنانچہ جسوقت عنان خلافت بنو عباس کے ہاتھ مین گئی ہے تو خلیفہ منصور عباسی وصول خراج کے وقت سوائے ان تین سکون کے زمانہ بنی امیہ کے دوسرے سکّے ہرگز نہین لیا کرتا تہا۔ +

اسلامی نقود کی تاریخ نہایت طویل ہے جسکے بیان کا یہ موقعہ ہی نہین۔ ہماری کتاب " تاریخ مصر الحدیث " مین اکثر نقود اسلامی کی شکلین اور اونکے مضروب کرانیوالون کے نام مذکور ہوئے ہین۔ مگر مختصراً اس قدر کہنا ضروری ہے کہ اسلامی مسکوکات مسلمانون کی تمام دار السلطنتون اور اونکے مشہور شہرون مین جو ممالک عراق شام اُندلس۔ خراسان اور ہندوستان۔ وغیرہ مین واقع ہین مضروب ہوئے تہے اور وہ سب سکے شکل۔ جسامت اور عبارت مین ایک دوسرے سے ویسے ہی جدا ہوتے تہے جیسے زمانہ اور حکومتین جدا جدا ہوتی تہین۔ پہلے انکی تحریر خط کوفی مین تحریر ہوا کرتی تہی۔ بعد ازان مروجہ خط نسخ مین لکہی جانے لگی۔ یہ تغیر ۶۲۱ھ مین العزیز محمد بن صلاح الدین الایوبی حاکم مصر کے عہد مین ہوا۔ +

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام اوائل میں دوسری صدی ہجری کے آغاز تک سکون کی عبارت مین اُس شہر کا ذکر نہین کیا کرتے تھے جسمین وہ مضروب ہوا ہو۔ بلکہ جس وقت ضرب کی تاریخ کا ذکر کرتے تو اسکے پہلے سنہ کا لفظ لکھتے تھے۔ بعد مین اُس لفظ کو بھی

(نقود العزیز بن صلاح الدین)

لفظ "عام" سے بدلدیا۔ اور اکثر حالتون مین یون لکھتے تھے "فلان سنہ کے مہینون یا فلان سال کے مہینون مین یا فلان شخص کے عہد حکومت مین" تاریخ ابتداءً تعداد جمل کے حساب سے حرفون مین لکھی جایا کرتی تھی۔ بعدہٗ رقمون مین لکھی جانے لگی۔ سب سے پہلے جو سکے ایسے پائے گئے کہ اُنپر رقمون مین تاریخ لکھی تھی وہ سلئلہ کے ڈہلے ہوئے تھے۔

دار الضرب یا ٹکسال سلطنت کے لئے اُس وقت بھی دار الضرب کا وجود ویسا ہی ضروری تھا جیسا کہ ہم آجکل دیکھتے ہین۔ اور اسلامی حکومتون کی اُنکے ہر ایک دور مین یہی حالت تھی چنانچہ کوئی پائے تخت یا صدر مقام ٹکسالون سے خالی نہ ہوتا تھا۔ بغداد۔ قاہرہ۔ دمشق۔ بصرہ اور قرطبہ وغیرہ مین تو بہت بڑی بڑی ٹکسالین تھین دار الضرب مین اون نقود پر جو وہان مضروب ہوتے تھے ایک قسم کا محصول ٹکس لیا جاتا تھا۔ جسے لکڑی کی قیمت اور سکہ ڈھالنے والونکی اُجرت سے موسوم کرتے تھے۔ اس ٹکس کی مقدار ایک درہم فیصدی تھی۔ بسا اوقات باختلاف مقامات یہ ٹکس بھی مختلف ہوتا تھا۔ اور حکومت کو اس مد سے معقول آمدنی ہو رہتی تھی۔

جس مقدار کے سکے کوئی سلطنت مضروب کراتی تھی اُسکی حالت مختلف ہوتی تھی۔ لہذا اسبات کا صحیح اندازہ کرنا کہ ہر سلطنت مین اتنے سکے مضروب ہوئے ایک دشوار امر ہے۔ کیونکہ مسلمانون کے یہاں سکے کی حالتین بہت کچھ بدلتی رہی تھین کبھی تو ایک حکومت کے قیام کو کئی کئی سال گذرجاتے تھے۔ مگر وہ اپنا سکہ مضروب نکراتی تھی بلکہ کسی دوسری سلطنت کے سکون سے کام چلاتی رہتی تھی کبھی ایسا ہوتا کہ اپنے یہاں بھی نقود ڈھلواتی اور دوسری حکومتون کے نقود سے بھی معاملت کرتی تھی۔ ان سب باتون کا مفصل بیان تو محال ہے۔ لیکن ہم مثال کے طور پر جو کچھ اس بات کے متعلق ہمین ملسکا یہان لکھے دیتے ہین۔

"نفح الطیب" مین آیا ہے کہ چوتھی صدی ہجری مین جبکہ اُندلس کی حکومت بنی مروان کے قبضہ مین تھی وہان کے عملہ ٹکسال کی آمدنی جو صرف درہمون اور دینار دن کے ڈھلنے سے حاصل ہوتی تھی ۲۰۰۰۰ دینار تک

پہونچ گئی تہی ۔دینار کا تبادلہ سترہ درہمون سے ہوتا تہا ۔ ہم اس آمدنی کو ایک فیصدی مال مضروب کے اعتبار سے دیکھین تو محض اُن نقدیات کی مقدار جو اندلس مین مضروب ہوتے تہے ...... ۲۰ دینار ہوتی ہے جو ایک کروڑ گنی کے مساوی ہے اور اُس تعداد سے دو حصے بڑہکر جو آجکل دولت انگلشیہ مضروب کراتی ہے ۔ حالانکہ اوسکی عظمت و جبروت تمام عالم مین آشکار ہے اور وہ اس وقت پورے عروج پر ہے ۔ اگر نقود مضروبۂ اندلس پر اون سکون کی تعداد کا بہی اضافہ کیا جائے جو دولت فاطمیہ کے پائے تخت قاہرہ اور حکومت عباسیہ کی دار السلطنت بغداد اور اسکے ماسوا اُن دیگر بڑے بڑے اسلامی شہرون مین جو اُن دونون حکمرانی کے مرجع بن رہے تہے مضروب ہوتے تہے ۔ تو اُن سب مسکوکات کی مقدار بڑی بہاری ہو جائیگی ۔

اُس زمانہ مین نقود کی ضرب نہایت سادہ حالت مین تہی یعنی ایک لوہے کا سانچہ لیکر اُس مین وہ عبارت جسکا درہم یا دینار پر اُبہارنا مقصود ہوتا اُلٹی نقش کیجاتی ۔ پہر سونے یا چاندی کے ٹکڑے جنکا وزن درہم اور دینار کے برابر ہوتا تہا ۔ لیکر سانچہ (ٹہپہ) کو اُس پر رکہتے اور اوپر سے ایک بہاری گہن لیکر چوٹین لگاتے یہانتک کہ ٹہپہ کے حروف اُس طلائی یا نقرئی ٹکڑے پر نمایان ہوجاتے ۔ پہلے اسی لوہے کے ٹہپے کا نام سکہ رکہا گیا تہا ۔ اسکے بعد اُس نشان کو سکہ کہنے لگے ۔ جو نقدیات پر بن جاتا تہا ۔ پہر اس سے بہی بعد کے زمانہ مین یہ معنی منتقل ہوکر اس کام کے انتظام اور انجام دہی کیلیے مستعمل ہونے لگے جو کہ ایک عہدہ تہا ۔ لہذا یہ لفظ اُس منصب کا علم (مخصوص نام) ہوگیا ۔ دار الضرب مین بہت سے چہوٹے بڑے عہدی ہوتے تہے ۔ اور انکے علاوہ بہت سے کاریگر تولنے ناپنے ضرب لگانے اور پرکہنے والے وغیرہ ۔

طراز طراز (مارکہ) بہی علامات خلافت مین داخل تہا ۔ مارکہ کا وجود سلطنتون مین قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے ۔ اہل روم و فارس کے یہان بہی اسکا استعمال جاری تہا ۔ مارکہ کی صورت یہ تہی ۔ کہ شاہنشاہ لوگ یا سلاطین اپنے نامون یا مخصوص علامتون کو اپنے لباس کے کپڑون پر جو دیبا یا حریر یا ریشمی قسم کے ہوتے تہے منقوش کراتے ۔ مگر اس طور سے کہ گویا وہ کوئی تحریر ہے جو بناوٹ ہی مین کپڑون پر لکہدی گئی ہے ۔ یہ تحریر کلابتون یا کپڑے کی رنگت سے کسی مختلف رنگ کے دہاگون سے بُنی جاتی تہی ۔ اسکی وجہ سے اعیان دولت کے یا شاہی لباس مین ایک خاص قسم کا امتیازی فرق پیدا ہوجاتا تہا ۔ اور دیکہنے والا سمجہ سکتا تہا کہ اُس لباس کا پہننے والا خود بادشاہ ہے یا اوسکا کوئی عزیز و قریب جیسا کہ آجکل فوجی لوگون کے لباس مین طرح طرح کی علامتین ہوتی ہین کسی کی وردی پر سنہری روپہلی فیتے لگے ہوتے ہین اور کسی مین زرد تکمے وغیرہ مختلف علامتین

کا امتیاز رکھا جاتا ہے۔ مثلاً تاج کی تصویرین تلوارون کے نقش یا ستارے وغیرہ بنے ہوتے ہین۔ اور اُنہ
عہدون اور مراتب کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

روم اور فارس کے حکمران اپنے یہان کے نامور بادشاہون یا خود اپنی ہی تصویرون کو طراز مذ
کرتے تھے۔ یا اور اسی وضع کے دیگر نشانات جو حکمرانی پر دلالت کرتے ہوتے تھے مسلمانون نے قیصر و کسر
کے تخت پر جلوس کرنیکے بعد عظمت و اقتدار کے زمانہ مین اُنکی پیروی پسند کی لیکن اُنہون نے بعض حدیث
کی عبارت مین تصویرونکی حرمت پائے جانیکا خیال کر کے تصویرون کو ترک کر دیا۔ اور اونکے بدلے اپنے نا
لکھنا یا بعض ایسے کلمون کا منقوش کرانا مناسب سمجھا جو فال یا دعا کے قائم مقام ہون۔

مسلمان شاہنشاہون مین سب سے پہلے جس شخص نے طراز کو عربی زبان مین نقل کیا وہ عبد الملک
مروان اموی تہا۔ خلفائے راشدین اپنی اُسی بدویانہ سادگی کے دلدادہ رہے۔ اور اونہون نے اس قسم کی
وشکوہ دکھانیکا خیال تک نہین کیا تہا۔ کاروبار خلافت پر بنی امیہ کا قبضہ ہونا اور اونکا اہل روم سے میل جو
اس بات کا موجب ہوا کہ مسلمان حکمران بہی حکومت کے اکثر طرز و انداز مین اہل روم کے قدم بقدم چلین منجملہ
انہین تقلیدون کے ایک بات یہ بہی تہی کہ روم والون کے کپڑون، بار برداری اور سواری کے جانورون با
قرطاسون پر مارکہ بنا ہوتا تہا۔ (قرطاس۔ ایک قسم کی چادر ہوتی تہی جو ملک مصر مین بنا کرتی تہی اور او سمی
باندہکر ظروف اور کپڑے ملک عرب کو بہیجے جاتے تہے۔) مسلمانون نے طراز کو بالکل اُسی انداز سے استعمال
کرنا شروع کر دیا جیسا کہ اہل روم کے یہان مستعمل تہا۔ اور اُسپر کی عبارت بھی رومی زبان ہی مین تحریر ہوتی رہ
عبد الملک بن مروان کے عہد تک وہ اسی طریقہ پر عامل رہے جس نے اس طراز کو عربی زبان و خط مین
بدلدیا۔ اور اس جدید تغیر کی ابتدا قرطاسون ہی سے شروع کی۔ قرطاس ملک مصر مین بنی جاتی تہی مصر کے
اکثر باشندے اُس زمانہ مین اپنے اصلی مذہب عیسائیت ہی کے پابند ہونیکے لحاظ سے قرطاسون پر رومی
کا طراز بناتے تہے جسکی عبارت "بسم الاب والابن والروح القدس" ہوتی تہی۔ اسلام کا ظہور ہوا۔ ملک
اور شام فتح ہو کر اہل اسلام کے قبضہ مین آگئے۔ لیکن طراز اپنی اُسی اگلی حالت پر قایم رہا۔ عبد الملک اس
سے یون مطلع ہوا کہ ایک دن وہ اپنے دربار مین بیٹہا تھا کہ اُسکی نظر کسی قرطاس پر جا پڑی۔ اُس نے دیکھا
اُسپر رومی زبان اور خط مین طراز بنا ہے۔ اُسے خیال گذرا کہ اسکے مضمون سے آگاہی حاصل کرے۔ حکم دیا
اس عبارت کا عربی مین ترجمہ کیا جائے۔ ترجمہ ہوا اور مضمون سے مطلع ہو کر عبد الملک کو یہ بات نہایت شا

گزری اور اُس نے کہا " دین اور اسلام کے اندر یہ کیسی سخت اور نازیبا بات ہے کہ قرطاسون وغیرہ کا طراز جو ملک مصر مین جانورون وغیرہ کی شکل مین بنایا جاتا ہے ساری دنیا مین رائج ہے۔ اور اس مین اس قسم کی لغو صورتین اور باتین لکھی ہون " اسکے بعد اس نے اپنے بہائی عبدالعزیز بن مروان کو جو حاکم مصر تہا لکھا کہ اس طراز کو بند کردے جو قرطاس یا کپڑون پر بنایا جاتا ہے اور جو عبارت اُسپر تحریر ہوتی ہے اُسے توحید کے کلمہ " لا الٰہ الا ہو " سے بدلدے۔ عبدالعزیز نے اپنے حکمران بہائی کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اوسکے بعد تمام اسلامی حکومتون مین یہی طراز مستعمل رہا۔ اسکی اصل وصول مین کوئی تغیر نہین کیا گیا۔ نیز عبدالملک نے اپنے ملک کے تمام عاملون کو حکم بہیجا کہ اہل روم کے طراز سے آراستہ قرطاس جسقدر اُنکی حدود اثر مین دستیاب ہون اُن سب کو تلف کردین اور آیندہ جس شخص کو ایسے قرطاس کا استعمال کرتے دیکہین اُسے بڑی بہاری قید اور سخت ضرب کی سزا دیجایا کرے۔ +

اس امتناعی حکم کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جس قدر رومی طراز بنے ہوئے قرطاس اور دیگر سامان اسلامی ممالک مین فروخت کی غرض سے موجود تہے وہ سب بیکار ہوکر ممالک روم کو واپس گئے اور نیز نئی ساخت کے قرطاس بھی رواج پاکر ملک روم مین پہونچے۔ شاہنشاہ روم کو اس بڑے انقلاب کی اطلاع ملی۔ اور جب وہ اسلامی وضع کے قرطاسون پر لکہی ہوئی عبارت سے مطلع ہوا تو اُسے بہت غصہ آیا۔ جوش غضب مین اُس نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ: " ملک مصر مین قرطاسون کا بنانا اہل روم کے ہاتھ ہے اور وہان جتنی چیزون پر طراز بنایا جاتا ہے وہ سب رومی زبان مین بنتا ہے۔ یہ قاعدہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ پس اگر تمسے پہلے خلفا اس عمل کے جاری رکہنے مین حق پر تہے تو تم نے بڑی غلطی کی ہے کہ اسے باطل کردیا اور اگر تم نے امر حق کو رائج کیا ہے تو تمکو ماننا پڑے گا کہ تمہارے اگلے پیشوا غلطی پر تہے۔ اب تمکو اختیار ہے کہ ان دو الزامون مین سے جونسا پسند کرو اپنے اوپر لیلو! " اس اشتعال دلانیوالی تحریر کے ساتھ ہی کچھ دوستانہ تحفے بہی روانہ کئے جن سے مقصود یہ تہا کہ عبدالملک خوش ہوکر اگلے طراز کو رائج رکہے عبدالملک نے ہدیہ واپس کردیا اور سفیر روم کو صاف جواب دیدیا کہ " مین اپنے فرمان کی تردید نہین کرونگا " دوبارہ قیصر روم نے اور بہت سے عمدہ عمدہ تحائف نذر کرکے اُسی قدیم طراز کا رواج چاہا۔ اور اپنی تحریر کا مناسب جواب طلب کیا۔ عبدالملک نے کوئی جواب نہین لکہا۔ اسپر شاہنشاہ روم کو اور بھی جوش آیا۔ اور اُس نے عبدالملک کو یہ دہمکی دی کہ اگر میری بات نہ مانوگے تو مین قرطاسون پر تمہارے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے خلاف شان الفاظ

منقوش کرا ونکا یہ تحویل عبدالملک کو چونکا دینے اور اصلی اسلامی نقود بنوانے کی محرک ہوئی جیساکہ پہلے نہ
ہو چکا ہے۔ قرطاسون کا معاملہ تو یہ تہا جس سے ظاہر ہو گیا کہ اہل اسلام کپڑو نپر طراز بنانیکے لئے اُسی وقت
سے متنبہ ہو چکے تہے۔ اونہون نے فوجی سپاہیون کے اور عہدہ داران سلطنت کے لباسون پر حکومت کا
بنایا جو کہ خلیفہ کا نام یا اوسکا لقب ہوا کرتا تہا یا اسی کے مثل کوئی اور عبارت۔ اس طراز کا علامات حکومت یعنی
علمون جہنڈون اور دیوارون پر باقی رہنا اُسکے قیام اور بقاء پر دلالت کرتا ہے اسلئے جب کوئی والی یا حاکم صوبہ
خلیفہ کی اطاعت سے نکلنے کا قصد کرتا تو اُسکا خطبہ بند کر دیتا۔ اور طراز سے اُسکے نام کو خارج کر دیا کرتا تہا۔ جیسا
مامون الرشید نے اپنی گورنر خراسان ہونیکے زمانہ مین کیا تہا۔ جب اُسے یہ خبر لگی کہ اسکے بہائی امین نے
خلیفہ تہا اوسکی بیعت کا عہد توڑ ڈالا ہے تو وہ بہی باغی بن بیٹہا۔ اور اپنے حق کا مطالبہ کرنیکے لئے جنگ پر تیار
خلفاء نے اپنے قصرون مین طراز بنانیکے بڑے بڑے کارخانے کہولے تہے جن مین اُن کے تمام
لباس بُنے جاتے تہے۔ اور اونپر اس طراز کو منقوش کیا جاتا تہا۔ اس کارخانہ کا نگران اور منتظم صاحب الطراز
کے نام سے موسوم ہوتا تہا۔ صاحب الطراز۔ رنگ آوزار اور بُننے والون کے کام کا نگران ہوتا تہا اور
مزدوری اور تنخواہین تقسیم کراتا۔ اور اونکی کارگزاریون کو اپنے ذریعہ سے بارگاہ خلافت مین پیش کرتا خلفا
کا اصول تہا کہ اس کارخانہ کا کاروبار اپنے خاص الخاص اراکین دولت اور معتبر غلامون کے سپرد کیا کرتے تہ
اندلس مین دولت اموی اور مصر مین حکومت فاطمیہ نے بہی اسی طریقہ پر عمل کیا۔ اور اُس زمانہ مین جو اور شاہان
عجم حکمران تہے اُنکے یہان بہی یہی حالت تہی۔

حکومت بنی فاطمہ کے عہد مین جس مکان کو دار الکسوۃ کے نام سے نامزد کرتے تہے وہ بہی اسی قسم
ایک کارخانہ تہا۔ اُس مین طرح طرح کے پہننے کے کپڑے اور بُنے ہوئے دیگر پارچات تیار ہوا کرتے۔
چنانچہ اُس کارخانہ سے جس قدر کپڑے ایک سال مین بنکر نکلتے تہے اُنکی قیمت ۶۰۰۰۰ دینار ہوتی تہی
خلفائے بنو فاطمہ اپنے دربار کے امیرونکو دیبقی پوشاک اور سنہری طراز بنے ہوئے عمامے کا خلعت عطا کیا
کرتے تہے۔ اس طراز و عماد کی قیمت پانچسو دینار ہوتی تہی۔ مذکورہ بالا حکومت کے حکمران سال مین دو مرتبہ
تقسیم کرتے تہے۔ ایک دفعہ گرمی کا لباس اور دوسری دفعہ سردی کا۔ یہ کپڑے ادنی خادمون سے لیکر تا
بارگاہ خلافت تک سب کو حسب لیاقت ملتے تہے۔ اور عمامہ سے لیکر پاجامون تک پورا لباس ہر شخص کو ملتا
سنہ ۴۱۶ھ مین جتنے قطعات پارچہ کے اُس کارخانہ سے برآمد ہوئے اونکی تعداد ۱۴ ۳۰۵ تہی۔ اور مقریزی

مین ایک خاص فصل ہے جسمین صرف اُن لباسون کی قسمین بیان کیگئی ہین جو مذکورہ بالا کارخانہ سے تقسیم ہوتے تھے۔

اسلامی حکومتون مین طرازبافی کے کارخانے اُسی پیمانہ پر برابر قائم رہے جو اوپر بیان ہوچکا ہے لیکن جبکہ اس حکومت کا دایرہ آقتدار تنگ ہوکر اُسکی قوت کمزوری سے بدلگئی اور اوسکی بہت سے تودہ شاخین پہوٹ نکلنے سے طوایف الملوکی کی سی حالت پیدا ہوگئی تو اکثر حکومتون مین سے یہ کاربار ناپید ہوگیا۔ مگر طراز بذات خاص باقی رہا۔ اُسکا وجود اُن کے لباسون پر حسب معمول ضرور ہوتا تہا۔ لیکن اب وہ کارخانے قائم کرکے نہین بنوائے جاتے تہے بلکہ جس قدر درکار ہوتے ملک کے کاریگرون سے ریشم یا سنہری بچے کام کے بنوالیے جاتے تہے۔ اور وہ "مزرکش" کے نام سے موسوم ہوتے تہے جنپر سلطان یا امیر کا نام کاڑہا ہوا ہوتا تہا۔ سلاطین ممالیک (غلام سلاطین) نے مصر مین اسی طرح کام چلایا۔ دولت علیہ عثمانیہ کے عہد مین عثمانی طغرا کا نقش اور فوجی افسر ملکی وردیون کے سنہری فیتے اور دیگر منصبداران سلطنت کے نشانات اور علامتین دوسری حکومتون سے کچہہ کچہہ مشابہت رکہتی ہین۔

دولت عثمانیہ کے یہان کا ہلال ایک ایسی علامت ہے جسکے مقابل ہم خلفاء کے عہد مین کوئی چیز معلوم نہین کرسکے۔ ہان جہنڈون کا رنگ البتہ ہر ایک خاندان کے خلفاء نے جدا جدا رکہا تہا۔ اور وہ رنگ اُسی کے ساتہہ مخصوص رہا جسکا مفصل ذکر آگے چلکر آجائیگا۔ اور ظاہر ایہ قیاس مین آتا ہے کہ وہ لوگ اپنے جہنڈون اور نشانون پر خلفاء کا نام یا اونکے القاب لکہتے تہے۔ اور یہی نام ولقب جس طرح نقدیات پر منقوش ہوتا تہا اُسی انداز سے اُنکے فوجی نشانات اور اسلحہ پر بہی۔

ابن خلقان نے عزیز باللہ فاطمی کی سوانح عمری مین لکہا ہے کہ اُسکی مملکت بہت وسیع تہی۔ حمص۔ حماۃ۔ شیزر۔ اور حلب وغیرہ مقامات اُسکے مفتوحات مین داخل ہوگئے تہے اور مقلد بن مسیب فرمانروائے موصل نے اپنے دارالحکومت مین عزیز باللہ کا خطبہ پڑہا۔ اُسکا نام سکون اور دیگر نشانات حکومت پر کہدوایا۔

(اسم السلطان)

پر کہدوایا۔ یحکم کے بغداد پر قبضہ کرلینے کے بیان مین ابوالفدا لکہتا ہے کہ ... کی خدمات مین

حاضر ہوا۔ اور اوسکی نسبت سے اپنے فوجی نشان پر "رائتی" لکھوایا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ فوجی نشان اور دوسری علامتوں پر ناموں کا طراز بنوانا جو اوائل اسلام مین صرف خلفاء کے ساتھہ مخصوص تہا بعد ازان اُس کا تمام امیرون اور طاقتور لوگون مین رواج پڑ گیا۔

تخت سلطنت۔ منبر۔ سریر۔ اور کرسی کو بہی مؤرخین نے حکومت کی نشانیون مین شمار کیا ہے۔ اور یہ بہی ذکر کیا ہے کہ آلاتِ حرب یعنی جہنڈیان اور فوجی نشانات اور فوجی باجے بہی جنکا بیان فوج کے باب مین آئے گا شاراتِ خلافت مین سے شمار ہوتے تھے۔

ولایت اعمال

اسلام سے قبل ولایت کی حالت کیا تھی؟ ولایت صوبون کی گورنری کو کہتے ہین۔ سلطان یا بادشاہ ملکون کے انتظام کیلیئے کسی کو اپنا قایم مقام مقرر کرتا ہے۔ ایسے قایم مقام کو اہل عرب کی اصطلاح مین عامل اور اوراس عہدہ کو "عمل" بولتے ہین۔ یہ امر حکومت کا قدیم طرز ہے۔ جن دنون اہل اسلام نے ملک شام کو فتح کیا ہے۔ وہ رومی حکومت کا ایک صوبہ تہا جسکا نام اہل روم نے ولایت شرق رکہا تہا۔ اس صوبہ کی تقسیم گیارہ اقلیمون پر کی گئی تہی۔ جن مین سے ہر ایک اقلیم کے ماتحت متعدد شہر تہے۔ اور نیز ہر ایک کا ایک ایک صدر مقام بہی تہا۔ چنانچہ اس موقع پر ہم ایک جدول مین اُن اقلیمون کے نام۔ اُنکے ماتحت شہرون کی تعداد اور اون کے صدر مقامات کے نام درج کرتے ہین جو حسب ذیل ہین:۔

نمبر	اقلیم کا نام	ماتحت شہرون کی تعداد	صدر مقام
۱	سوریا اول	۹	انطاکیہ
۲	" دوم	۷	حماۃ
۳	" سوم	۱۳	منبج
۴	فینیقیہ اول یا بحریہ	۱۲	صور
۵	" دوم۔ یا لبنانیہ	۱۳	دمشق

نمبر	اقلیم کا نام	تخت شہر کی تعداد	صدر مقام
۶	عربیہ - حوران -	۱۴	بصری -
۷	الجزیرہ یا بین النہرین	۱۳	دیار بکر
۸	اسروانا -	۱۲	اورفا
۹	فلسطین اولی		قیساریہ
۱۰	" ثانیہ	۶	بیسان
۱۱	" ثالثہ		بطرا حجریہ

انہین سے ہر ایک اقلیم کا ایک حاکم یا عامل ہوتا تھا جو غالباً بطریق کے فرقہ سے ہوتا ہوگا - اہل روم کے یہا بطریک لوگون کے علاوہ ایک اور معزز فرقہ تھا جس نے شہر رومتہ الکبرے کے ساتھہ ساتھہ نشو و نما پایا تھی اور رومن امپائر کے دور مین اُسکا اقتدار و اثر بہت کچھہ بڑھا ہوا تھا - اس فرقہ کے لوگ بطارقہ کہلاتے تھے پکارے جاتے تھے جس وقت رومانی حکومت کے حصے بخرے ہو گئے - یہ شرفا کا گروہ بھی بادشاہ گردی کے پھیر مین آگیا اور اسکا جاہ و جلال چھن گیا حکومت کے تمام اہم کار و بار جو ان ہی بطریقون کے ہاتھہ مین ہوا کرتے تھے - انکے قابو سے نکل گئے - اور آیندہ کے لئے یہ لوگ ان سے محروم ہو گئے لیکن جس زمانہ میں روم امپائر کی فتوحات کا سلسلہ مشرقی ممالک مین شروع ہوا - اور گورنمنٹ روما کو ان جدید مفتوح ملکون مین گورنر کے مقرر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی - گروہ بطارقہ کا اختر بخت بھی چمکا - اور چونکہ اس گروہ کے لوگ فن جنگ منتظم اور لایق ہونیکی وجہ سے حکومت کے شایان تھے - لہذا اُن سے بڑھکر اور کسی گھرانے کے لوگ اس کام کے لئے موزون نہ پائے گئے - انکو جدید ممالک مقبوضہ مین بڑے بڑے عہدے ملنے لگے - انہی مقبوضہ مقامات مین ممالک مصر و شام بھی معہ اپنے قرب و جوار کے داخل تھے - ملک شام کی ہر ایک اقلیم کا ایک افسر اعلے ہوتا تھا جو صدر مقام مین مقیم اور فوج - سامان جنگ اور قلعہ پر متصرف رہتا تھا - ان سب اقلیم پر ایک اور اعلے حاکم ہوتا تھا - جیسے آجکل ملک ہندوستان مین ہز ایکسلنسی وایسرائے بہادر ہین اُسے صوبون کے گورنرون کی برطرفی و بحالی فوجی نقل و حرکت کا اختیار تھا - اور وصول خراج تقسیم تنخواہ وغیرہ ملکی و مالی پورا اختیار بھی اسی کو حاصل ہوتا تھا - اس اعلی حاکم کا قیام انطاکیہ مین رہتا تھا اور وہین سے وہ تمام ماتحت حکام کے نام احکام و ہدایات شایع کیا کرتا تھا - ملک مصر کی انتظامی حالت بھی اسی انداز پر تھی - اور وہان

افسر بالادست اسکندریہ مین قیام رکھتا تہا۔

ملک عراق اور ممالک فارس کے نظم ونسق کا بہی یہی ڈہنگ تہا۔ اور اکثر حالتون مین ان ملکون کے حکام بہ نسبت حکام مصر وشام کے زیادہ تر پابند قیود وضوابط ہوتے تہے۔ کیونکہ پایۂ تخت اونکی ولایت سے قریب تہا اور انہین براہ راست دربار شاہنشاہی سے حکم واحکام ملتے رہتے تہے۔

اسلامی دور مین والیوں کے تقرر کی صورت

اسلام کے ظہور اور مسلمانون کے فتوحات کیطرف متوجہ ہونیکے زمانے مین قاعدہ یہ تہا کہ جو سردار فوج کسی مقام کے فتح کرنیکے لئے بہیجا جاتا۔ روانگی سے پہلے ہی اسکو اُس مقام کا والی بہی مقرر کردیا جاتا تہا۔ یا مشروط کردیا جاتا کہ اس مقام کو فتح کرلیگا تو وہان کا حاکم ہو جائیگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین بہی اسی طرز پر عملدرآمد رہچکا تہا چنانچہ رسول کریم نے سنہ ہجری مین ابا زید انصاریؓ اور عمرو بن العاصؓ کو ایک تحریر دعوت اسلام سے متعلق حوالہ فرماکر سفر پر چلتے وقت حسب ذیل ہدایت فرمائی تہی:۔

"اگر لوگ حق کی شہادت دین اور خدا اور رسول کی اطاعت منظور کرلین تو عمرو بن العاصؓ امیر رہیں اور ابا زید انکو نماز پڑہانے اور سُنن وقرآن کی تعلیم دینے کی خدمت انجام دین"۔ چنانچہ اسی وصیت کے مطابق عمل کیاگیا۔

حضرت ابوبکر رضؓ کے عہد حکومت مین جب ممالک شام کے فتح کرنیکے لئے اسلامی فوجین روانہ ہوئین تو صدیق اکبرؓ کا بہی یہ دستور تہا کہ کسی شہر یا ملک کے فتح کرنیکے لئے جس شخص کے ہاتہ مین فوجی افسری کا نشان عطا فرماتے تہے اُسے پہلے ہی سے وہان کا حاکم بہی مقرر فرمادیا کرتے تہے۔ چنانچہ آپنے سب سے اول جو لشکر ملک شام کو روانہ کیا اُسکی روانگی کے وقت اسی طریق پر عمل کیا تہا۔ اس لشکر کے تین حصے تہے۔ اور ہر ایک حصہ پر ایک جداگانہ شخص افسر بنایا تہا جنکو ایک ایک ملک کے فتح کرنیکی ہدایت کیگئی تہی۔ ایک نشان عمرو بن العاصؓ کو دیکر انہین حکم دیا تہا کہ "ایلہ کے راستہ سے فلسطین پر حملہ آور ہون۔ دوسرا نشان یزید بن ابی سفیانؓ کو سپرد فرماکر ہدایت کی تہی کہ "تبوک" کی راہ سے دمشق پر چڑہو" اور تیسرا نشان شرجیل بن حسنہ کو حوالہ کرکے انکو یہ ارشاد فرمایا تہا کہ وہ بہی "تبوک" ہی کی راہ سے اردن پر دہاوا کرین ان تینون صاحبون مین سے ہر ایک کو اُسی ملک کا والی وحاکم بہی بنادیا گیا تہا جسکے فتح کرنے پر وہ مامور تہے۔ اور یہ حکم ملا تہا کہ "اگر ایک دوسرے سے جدا ہونے کے قبل کوئی جنگ کرنی پڑے تو اُس وقت وہ سب پر امیر ہوگا جسکے ملک مین تم موجود ہوگے"۔

عمر بن الخطابؓ نے مسند آرائے خلافت ہوکر ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو ملک شام کا حاکم مطلق اور بالادست افسر مقرر

اور حالت جنگ و امن دونون مین اورامیرون کی نسبت اُن کے احکام کی پابندی کرنے کا فرمان صادر کیا۔
کا یہ کام اُس حالت سے بالکل مشابہ تہا جو اسلامی فتوحات سے قبل ملک شام مین پائی جاتی تہی یعنی یہ کہ ہر اقلیم
ایک جُدا گانہ عامل ہونے کے علاوہ تمام اقلیمون کے حکام پر ایک اور بالادست حاکم ہوتا تہا جیساکہ پہلے
بیان ہوچکا ہے۔ فرق صرف اس قدر رکھا گیا کہ رومی حاکم بالادست انطاکیہ مین مقیم رہتا تہا۔ اور مسلمانون نے
دمشق کو ملک شام کا دارالسلطنت قرار دیا۔ اسلئے کہ یہ شہر ساحل بحر سے دور اور ممالک عرب سے نزدیک ہونے
علاوہ حضرت عمر رضؓ کی اس خواہش کے بہی مطابق تہا کہ مسلمان ایسے مقام پر قیام نہ کرین جسکی وجہ سے اُن
اور دیگر مسلمانون کے مابین دریا حائل ہو۔ اس بات کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

اسلامی حکومت کے پہلے دور مین ولایت اعمال (گورنری) بہ نسبت ملک پر قابض و متصرف بنجانے کے
محض فوجی مداخلت سے زیادہ ملتی جلتی تہی۔ عاملون یا والیون سے وہ فوجی افسر مراد ہوا کرتے تہے جو مفتوحہ ملکو
کے قرب و جوار مین قیام رکہتے تہے۔ اور جنکو رابطہ یا حامیہ کے لقب سے ملقب کرسکتے ہین۔ اسلامی فوجین بہت
سی جمعیتون پر منقسم تہین جو ایسے مقامات پر فوجی چہاونیون مین مقیم رہتی تہین کہ وہ بہ نسبت ساحلی مقامات اور
دریائی راستون کے صحرا اور لق ودق بیابانون سے زیادہ قریب ہون۔ اس طرز عمل کے اسباب ہم نے پہلے
ہی خوب مفصل بیان کردیئے ہین۔ لہذا اونکے اعادہ کرنے کی ضرورت نہین۔ شامی افواج کے چار دستے
تہے۔ یہ دستے۔ دمشق۔ اردن۔ حمص۔ اور فلسطین مین مقیم رہتے تہے۔ اسی وجہ سے اُن اقلیمون کا نام اجناد
رکہا گیا تہا۔ ملک عراق کی فوجی جمعیتون کا قیام کوفہ اور بصرہ مین رہتا تہا۔ اور مصری سپاہ فسطاط اور اسکندریہ
کے قرب و جوار مین۔ یہ فوجی جمعیتین بستیون اور شہرون مین نہین رہتی تہین اور نہ اہل ملک سے ملنے جلنے پاتی
تہین عمر بن الخطابؓ نے انکو کاشتکاری مین مصروف ہونے سے بہی نہایت سختی کے ساتھہ روکا تہا۔ وہ محض
اپنی چہاونیون مین مقیم رہتے اور بہار کا موسم آتے ہی اپنے گہوڑون کو سائیسون اور غلامون کے ہمراہ
دیہات مین چرانے چگانے کو بہیجدیتے۔ مزید نگرانی کے لئے احتیاطاً کچھہ سوار اور چند افسر بھی گلّون کے ہمراہ
جایا کرتے تہے۔ اونکو گہوڑون کی پرداخت کا خیال تمام باتون سے مقدم تہا۔ اونکی تیاری اور نگرانی کا کام بہت
سرگرمی سے کیا کرتے۔ ایکبار امیر عمرو بن العاصؓ نے ملک مصر مین اپنی فوج کے افسرون سے یون کہا کہ "مجھے
اس بات کا علم نہ ہونے پائے کہ تم نے کسی شخص کے گہوڑے کو دُبلا اور اُس شخص کو موٹا تازہ دیکھکر مجھے
اطلاع نہین کی ہے۔ مین گہوڑونکا معائینہ بہی اُسی طور پر کرونگا جس طرح فوجی جوانون کا معائینہ کرتا ہون"

جس شخص کے گھوڑے کو لاغر دیکھونگا۔ اُسکی تنخواہ گھٹا دونگا۔ اور اوسکا انعام کم کر دونگا۔

عمرو بن العاصؓ کا دستور تہا کہ موسم بہار شروع ہوتے ہی فوجی دستون کو اُن کے حسب دلخواہ مقامون پر بہار کے دن بسر کرنے اور درزشین کرنے اور دودہ پینے کے لیئے بہیجنے کا فرمان صادر کر دیا کرتے تہے اہل عرب اپنی اپنے قبیلون اور فوجی نشانون کے ماتحت ہوکر ملک مصر کے دیہات مین پہیل جاتے۔ اور منوف۔ سمنود۔ رہناس۔ اور "طحا"، وغیرہ موضعے اونکے رہنے کے لیئے اکثر مخصوص ہوا کرتے تہے اور ان مقامات پر بکثرت عربی قبائل بہار کا موسم گزارتے تہے۔ چونکہ اسلامی فوج کے جوان (اہل عرب) عام ملکی رعایا سے ملنے جلنے نہیں پاتے تہے۔ لہذا ملک مصر کی بستیان رومیون اور قبطیون سے آباد تہین۔ اور اون مین پہلی صدی ہجری تک اسلام کی اشاعت مطلقاً نہین ہوئی تہی۔ ہجرت کی ایک صدی گزر جانے کے بعد اسلامی حکومت کا ڈہنگ بدل چلا اور اسی وجہ سے ملک مصر کے دیہات مین مذہب اسلام کا پہیلنا شروع ہو گیا۔ اگرچہ دوسری صدی ہجری کے وسط مین دین اسلام کی اشاعت تقریباً دوگنی ہو گئی تہی۔ تاہم غیر مذہب ملکی رعایا کے مقابلہ مین اہل اسلام کی تعداد بہت کم تہی تیسری صدی کے آغاز مین پانسہ پلٹا۔ اور اہل اسلام کی تعداد غیر مذہب رعایا سے بڑہ گئی۔ ہمارے کلام کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ تیسری صدی ہجری سے پہلے ملک مصر کے دیہات مین مسلمانون نے مسجدین نہین بنائی تہین۔ اور نیز اس سے قبل جب کبہی قبطی لوگ عہد شکنی کر بیٹہتے تہے تو مسلمانون کو سخت دقت کا سامنا ہوتا۔ اور اُنہین بدقت تمام زیر کر سکتے تہے۔ یہ حالت ایک زمانہ تک قایم رہی۔ ۲۱۶ھ مین خلیفہ مامون الرشید عباسی نے ملک مصر پر حملہ کر کے اُسپر تسلط کر لیا۔ اُس وقت سے مصر کے دیہات مین اسلام کی اشاعت بہت تیزی کے ساتھہ ہونے لگی۔ اندلس کی حالت کو بہی اسی طرز پر قیاس کرنا چاہیئے مسلمانون نے اس ملک کو ۹۲ھ مین فتح کر کے وہان کے اصلی باشندون کو اونکی حالت پر چہوڑ دیا۔ ملکی انتظام۔ حکومت صنعت و حرفت۔ مراسم مذہبی و عبادت۔ غرضکہ اُنکے تمام رسم و رواج کو قایم رکھا اور کل کاروبار اُنہین کے ہاتہون مین تفویض کر کے خود فاتح ہونیکی حیثیت سے محض عام افسری اور فوجی طاقت پر متصرف رہنے پر ہی بس کیا۔

اوایل اسلام مین عاملون کی جو حالت تہی وہ ہم مفصل بیان کر چکے ہین۔ لیکن جو مقامات مرکز خلافت کے نزدیک واقع تہے اُن کی کیفیت مذکورہ بالا حالت سے جداگانہ تہی۔ شلاً بنوامیہ کے عہد مین شام کا ملک اور عباس کے دور مین عراق کا ملک مقبوضہ ممالک کی حیثیت رکہتے تہے۔

خلفاے راشدین کے مبارک زمانہ مین جو لوگ افسر فوج ہوتے وہی عامل بہی ہوا کرتے تہے۔ اور وہ خود

ہی اُس ملک کے فاتح بہی ہوتے تہے۔ اُن کے فرایض اکثر حالتون مین حسب ذیل ہوا کرتے تہے:۔
ممالک مفتوحہ کی نگرانی و انتظام۔ اقامت نماز۔ وصولی خراج۔

ہمنے تواریخ کے بعض اور موقعون پر یہ بات بھی دیکھی ہے کہ مصر شام۔ اور عراق کے ممالک مفتوحہ مین کاروبار سلطنت اسلامی فتوحات کے بعد بھی مدت تک اُسی نہج پر جاری رہے جیسے پہلے سے چلے آتے تہے چنانچہ عہد بنو امیہ کے وسط تک یہی کیفیت رہتی چلی آئی۔ یون تو خلفاے راشدین کے آخری زمانہ سے ولایت اعمال نے مقامی حکومتون کی صورت اختیار کر لی تھی۔ مگر عبد الملک بن مروان نے اپنے عہد مین ملکی دفاتر کو عربی زبان مین منتقل کرنے اور اوسکے کاروبار کو مسلمان عُمّال کے ہاتہہ مین دیدینے سے اسلامی تسلّط اور حکمرانی کو مکمل کر دیا۔ اسکے بعد ملکی عہدون کی قسمین مقرر ہوئین اور وقت و موقعے کے لحاظ سے رفتہ رفتہ اُن کے بہی مختلف درجے قائم ہوتے گئے۔ اِن سب مرتبون اور منصبون کی اصل صرف دو طرح کے عہدے یا حکومتین تہین (۱) امارت عامہ (۲) امارت خاصہ۔ اور امارت عامہ کی بہی دو صورتین تہین۔ (۱) امارت استکفاء۔ (۲) امارت استیلاء

امارت استکفاء امارت استکفاء یا امارت تفویض وہ عہدہ تہا جسے خلیفہ وقت کسی اپنے کنبہ والے کو سپرد فرما کر اُسے کسی اقلیم کے باشندون کے جان و مال کا حاکم مطلق مقرر کر دیتا تہا۔ ایسے حاکم کے اختیارات اُس ملک مین بطور خود سر حکمران کے نافذ رہتے۔ اور وہ سات ضروری امور ذیل کا عام نگران رہا کرتا تہا:۔

(۱) فوجی نظم و ترتیب۔ اُنکا نواحی بلاد مین اور سرحدون پر مناسب طریقہ سے رکہنا اور اگر خلیفہ نے خود نکی ہون تو اونکی تنخواہین مقرر کرنا۔ (۲) کاروبار حکومت کی نگرانی۔ ماتحت حاکمون اور قاضیون کا تقرر۔ (۳) وصولی خراج فراہمی صدقات (زکوٰۃ) اور ان دونون صیغون کے عامل مقرر کرنا نیز مستحق لوگون پر اُسکا تقسیم کرانا۔ (۴) دین کی حمایت کرنا اور خلافت کی عزت و عظمت قائم رکہنا۔ (۵) شرعی سزائین جاری کرنا۔ (۶) نماز کی امامت۔ (۷) حاجیون کی روانگی کا اہتمام اور اونکے سفر مین سہولت و حفاظت کا بندوبست کرنا۔ ان اُمور کے علاوہ اگر اُسکا ماتحت صوبہ غیر مذہب والے غنیم کے حملون سے پامال رہتا ہو تو اُسے ایک آٹھوین بات یعنی اُس غنیم سے جہاد کرنے کا بہی پابند ہونا پڑتا تہا۔ جہاد مین جس قدر لوٹ کا مال ہاتہہ لگتا اُسے اہل خُمس کیلئے پانچوان حصہ نکالنے کے بعد فوجون مین تقسیم کرنا ہوتا تہا جسکا مفصل بیان فوج اور مال کے باب مین دیکہنا چاہیے۔ اکثر اسلامی ولایتونپر اسی صورت سے حکمرانی ہوتی تہی۔ اور خصوصاً جبکہ وہ مقامات اور اقلیمین مرکز خلافت سے دور ہوتین جسکی مثال بنو امیہ کے عہد حکومت مین ملک عراق اور بنو عباس کے زمانہ مین ملک شام تھی۔ اور ان دونون حکومتون کے عہد مین

خراسان کا صوبہ۔ بنو امیہ کے عہد مین ملک عراق کے زیادہ تر مشہور عمال استکفاء نوبت بہ نوبت حسب ذیل ہین۔
زیاد بن ابیہ۔ عبید اللہ بن زیاد۔ بشر بن مروان۔ حجاج بن یوسف۔ یزید بن مہلب۔ مسلمہ بن عبد الملک۔ عمرو بن
ہبیرہ۔ خالد بن عبد اللہ قسری۔ یوسف بن عمر ثقفی۔ عبد اللہ بن عمرو بن عبد العزیز۔ و یزید ابن عمرو بن ہبیرہ۔ +

امارت عراق کا نام باین وجہ کہ وہ کوفہ اور بصرہ دونون ولایتون پر مشتمل تھی "امارت عراقین" بھی مشہور تھا۔
ان امیرون مین سے ہر ایک اپنے اپنے ملک پر خودسر اور مستقل حکمران کیطرح متصرف ہوتا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر
آچکا ہے۔ وہ ماتحت ملکون پر عامل مقرر کرتا۔ خراج وصول کرکے اپنی ماتحت فوجونکی تنخواہین بانٹتا۔ ملکی ضرورتون
مین صرف کرتا۔ تعمیر کے مصارف کرتا۔ پل بنواتا۔ نہرین کہدواتا۔ اور ایسی ہی دیگر مفید کامون مین خرچ کیا کرتا
تھا۔ اور سالتمام پر بچی کھچی رقم ملک شام کے بیت المال مین ارسال کردیتا۔ ملک مصر مین بھی یہی حالت تھی وہان
کا عامل عمال استکفاء کے گروہ مین سے ہوتا تھا۔ ملک مصر کے عامل کی ایسی حالت امیر عمرو بن العاص رض
کے عہد سے قایم ہوئی تھی اور اونکے بعد بھی برقرار رہی۔ بسا اوقات ملک مصر کا عامل دوسرے ملکون کے
عاملون کی نسبت مستقل حکمرانی کی حیثیت مین بڑہا ہوا ہوتا تھا۔ خصوصًا امیر عمرو بن العاص رض کو بذات خاص اُسوقت
بہت کچھہ اختیارات اور مطلق العنانی حاصل تھی جبکہ وہ دوسری مرتبہ امیر معاویہ رض کے حکم سے وہان کے حاکم
مقرر ہوے ہین۔ کیونکہ اونہون نے امیر مذکور کو بمقابلہ امام علی بن ابی طالب رض کے بڑی بھاری امداد دیکر
اونکو کامیابی سے ہم آغوش کیا تھا۔ نیز امیر معاویہ رض نے زیاد بن ابیہ کو گورنر خراسان اور مغیرہ بن شعبہ رض کو گورنر کوفہ
بناتے وقت ان دونون کو بھی بہت سی مراعات دی تہین۔ اسلئے کہ ملک عرب کے یہ تینون چیدہ مدبر اور بالتیز
اُن کے زبردست حواریون مین داخل تھے اور امیر موصوف اُنہین دنیاوی مال و جاہ کی طمع مین رکھکر اپنا طرفدار
بنائے رکہنا ضروری خیال کرتے تھے۔

بنو عباس کا دور شروع ہوا تو اونہون نے بھی ایسا ہی برتاو اختیار کیا۔ لیکن یہ لوگ ملک عراق کی
خودمختار حکومت عاملون کو نہین دیتے تھے۔ کیونکہ وہ مرکز خلافت سے قریب تھا۔ البتہ دور دراز ملکونمین
اونکو بھی خودسر حکمرانون کے تقرر سے چارہ نہ تھا۔ مثلًا ملک شام۔ مصر۔ خراسان اور ملک عراق کا مشرقی حصہ
ترکستان اور ماوراءالنہر کی حدود تک ان سب صوبون مین وہ بھی بااختیار عامل بھیجتے رہے۔ برامکہ کو عباسیہ
حکومت مین بہت کچھہ رسوخ اور اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ان مین سے ایک شخص جعفر
بن یحیی کو انبار سے لیکر افریقہ تک تمام مغربی صوبون کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اور اوسکے دوسرے بہائی فضل بن

یحییٰ کو شروان [illegible] ترکستان کی حدود تک کل مشرقی صوبجات کا عامل بنادیا تھا۔ یہ تقرر ۱۷۶ھ مین کیا گیا۔ جعفر [illegible] مین قیام کرنیکے بعد ممالک شام اور افریقیہ وغیرہ مین بطور خود عامل مقرر کئے۔ فضل نے اپنے پائے تخت خراسان مین جاکر وہان چند روز قیام کیا۔ اور وہان کے ضروری معاملات ٹہیک کرکے انتظامات ملکی ومالی کو درست کرتا رہا۔ اسکے بعد اپنے قایم مقام ماتحت حاکمون کا تقرر کرکے خود عراق کو پلٹ آیا۔ اور آستان خلافت پر حاضر رہنے لگا۔ عباسی حکومت کے دور مین اکثر ایسی صورتین پیش آیا کرتی تہین کہ خلیفۂ وقت اپنے کسی مقرب کو کہین کا والی مقرر کرتا۔ اور وہ شخص اون ممالک مین اپنا نائب بہیجکر خود دربار خلافت مین حاضر باش رہتا۔ یہی امارۂ استکفاء منجملہ اون اسباب کے ایک نہایت قوی سبب تہی جنہون نے آخر کار دولت عباسیہ کے پرخچے اڑا دیئے اور بہت سی مستقل حکومتین قایم ہوکر طوایف الملوکی کی صورت پیدا ہوگئی۔ اسکی وجہ یہ تہی کہ والی (گورنر) اپنی ولایت مین دراصل خود مختار اور مطلق العنان حاکم کی حیثیت سے رہتا تہا۔ چند محض نمایشی اور خفیف باتون کے سوا اُسپر خلیفہ کا کوئی دباؤ نہین پڑتا تہا مثلاً سالانہ مہم پر بچے کھچے خراج کا دربار خلافت مین بہیجدینا یا خطبہ و سکہ مین خلیفہ کا نام رکہنا یا ایسے ہی چند اور اُمور جو اُسکے بڑہتے ہوئے ارادون کو کسی طرح روک نہین سکتے تہے۔ اور جنکی وجہ سے وہ برائے نام خلیفہ کا ماتحت کہلا سکتا تہا۔ جب کوئی والی مدبّر اور چالباز ہوتا اور دیکھتا کہ خلیفۂ وقت کی حکومت مین کچہہ کمزوری پیدا ہو چلی ہے تو فوراً اپنے ملک کے عمایدکو جمع کرکے اپنی دوستی وطرفداری پرمستعد بنالیتا اور خودسر حکمران بن بیٹھتا۔ اُسکا یہ استقلال یا بہمہ وجوہ مکمل ہوجاتا اور یا کسی قدر مال پر جسے وہ سال بسال نذرانہ کے طور پر خلیفۂ بغداد کو دیتا رہے مشروط ہوجاتا اور کبہی بعض اَور ہی مناسب موقع شرطین طے ہوجاتی تہین۔ چنانچہ اسی طرح افریقہ مین بنو غالب خراسان مین ابن طاہر۔ اور مصر مین ابن طولون مستقل حکمران بنگئے لیکن یہ تمام صوبے یا ملک حکومت عباسیہ کے ماتحت ہی شمار ہوتے تہے۔ فرق صرف اتنا تہا کہ بجائے "امارت استکفاء" کے اِن حکومتون کو امارت استیلاء کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ +

امارت استیلاء اس امارت سے وہ امارت مراد تہی جسکا والی خلیفہ کے حکم سے مقرر ہونیکے بعد خودسر حاکم بن بیٹھے یا بزور شمشیر کسی ملک [illegible] اور خلیفۂ وقت اُسکے استیصال سے مجبور ہوکر اُسکو وہان کا حاکم تسلیم کرلے۔ ایسے امیر کو برائے نام خلیفہ کا ماتحت رہنا پڑتا تہا۔ اور خلیفہ اُسے اُسکے ملک مین مطلق العنان حکمران بنادیتا تہا۔ بجائے اسکے کہ وہ خلیفہ کے سامنے سرنیاز جہکائے خود خلیفہ اُسکی مرضی دیکہتے رہنے کی فکر مین

بڑہجاتا تہا اور اگر اُس ملک مین دینی احکام یا مذہبی امور کا نفاذ کرنا مدنظر ہوتا تو خلیفہ کو استیلا سے اجازت لینی ضروری ہوتی تہی - با اینہمہ اس امارت کی بہی چند شرطین تہین جو اس امر کے مقابل ہین کہ خلیفۂ وقت نے اُس شخص کو خود مختار حکمران تسلیم کرلیا ہے - اُس امیر پر فرض ہوتی تہین - وہ شرائط حسب ذیل ہین :-

(۱) دینی معاملات اور خلافت نبوی کے انتظامات مین منصب امامت کی حفاظت - (۲) دینی اطاعت کا اظہار کرنا - (۳) باہمی الفت اور ایک دوسرے کی مدد کرنے پر دل سے آمادہ رہنا اور زبان سے اسکے مقر بنے رہنا - تاکہ اغیار کے مقابل مین مسلمانون کی مجموعی قوت قایم رہے - (۴) دینی ولایت کے احکام اور اوسکے عہد وپیمان جاری رہین - (۵) شرعی مال (زکوٰۃ وغیرہ) پوری طرح وصول کیا جائے - یعنی ادا کرنیوالے سے کم وبیش نہ لیا جائے - (۶) شرعی سزائین ٹہیک ٹہیک قایم رہین اور جو اونکے مستوجب ہون اونپر قایم رہین - (۷) امیر حفاظت دین کا خیال ضرور رکہے -

امیر استیلا کو وزیرون اور دیگر عہدہ دارون کو مقرر کرنیکا حق حاصل ہوتا تہا - اِن ہی حکومتون نے دولت عباسیہ کے ٹکڑے اُڑا دیے اور عظیم الشان اسلامی خلافت کا خاتمہ کرکے طوائف الملوکی قایم کردی [illegible] حمدانیہ - بنی بویہ - غزنویہ - طولونیہ اور اخشیدیہ وغیرہ گورنمنٹین ایک ہی وقت مین مستقل حکمرانون کی حیثیت رکہتی تہین - بصرف خلیفہ کا خطبہ اور سکہ انکے ملک مین رائج تہا اور وہ ایک مقررہ رقم سالانہ بطور پیشکش کے خلیفہ کو نذر کردیتی تہین - خلیفہ کو انپر صرف اتنا اختیار تہا کہ وہ اُن حکومتون کے والیون کو اُن کے ممالک مین قایم رکہے اور اونکی حکومت کو تسلیم کرتا رہے - ایسی حکومتین موروثی طور پر اُن والیون کے خاندان مین نسلاً بعد نسل چلی جاتی تہ[illegible] مین پیش کیا جاسکتا ہے -

امارت خاصہ اِس قسم کی امارت تہی کہ اُسکا حکمران اپنی حدود اثر کے اندر فوجی نظم وترتیب ملکی کاروبار خلافت کی حمایت اور اُسکی عظمت واقتدار کی حفاظت کرتا رہتا معاملات اور مقدمات فیصل کرنے اور خراج وصول کرنے اور تحصیل زکوٰۃ کا اختیار اُسے نہین ملتا تہا - اور بسا اوقات نماز کی امامت بہی اُسکے ذمہ نہین ہوتی تہی - بلکہ یہ منصب قاضی کو حاصل ہوتا تہا - ایسی امارت مین قاضیون اور خراج وزکوٰۃ وصول کرنیوالون کا عملہ خود خلیفۂ وقت مقرر کیا کرتا جو کہ بعد از وصولیابی تمام آمدنی کو معہ حسابات سنٹرل بیت المال (صدر خزانہ) مین بہیجتے رہتے - اور انہی محاصلات مین سے اُس ملک کی فوجون کی اور عہدہ دارون کی تنخواہون اور دیگر ضروری

مصارف پرخرچ کرتے تھے۔ ایسی خاص امارتین بنوعباس کے عہد خلافت مین بہت کم تھین۔ +

عاملون کی تنخواہین خلیفہ عمر بن الخطابؓ نے دفترون کی درستی اور فوج والون کی تنخواہین مقرر کرنیسے فراغت پائی تو آپ کو عاملون کے وظائف متعین کرنیکی جانب توجہ ہوئی۔ سب سے پہلے عامل کا تقرر جو خلیفہ مدوح کے زمانہ مین ہوا۔ عمار بن یاسرؓ کا "کوفہ" کیطرف وہان کا افسر فوج اور امام نماز بناکر بھیجا جانا تھا۔ عمارؓ کا وظیفہ دونون خدمتون کی انجام دہی کے لحاظ سے (۶۰۰) درہم ماہوار مقرر ہوا۔ علاوہ اسکے اُن کے ماتحت محررون اور مؤذنون وغیرہ کی جُدا جُدا تنخواہین مقرر ہوئین۔ عثمان بن حنیفؓ زمین کی پیمایش کے افسر بنائے گئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ کے قاضی اور شریحؒ بصرہ کی قضا پر متعین ہوئے۔ عثمان بن حنیفؓ کا وظیفہ پانچ درہم نقد یومیہ اور پانچہزار درہم سالانہ قرار پایا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کو سو درہم ماہوار اور چوتھے دن ایک بکری ملتی تھی۔ اور قاضی شریحؒ کو سو درہم ماہوار نقد کے علاوہ ہرماہ مین دس جراب پوری غلہ بھی ملتا تھا۔ اس بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ خلیفہ عمر بن الخطابؓ نے عمارؓ کو اور لوگون کے مقابل مین افضل قرار دیکر اونکی تنخواہ بھی زاید مقرر کی۔ اسلئے کہ وہ نماز پڑہانے اور فوجکی سپہ سالاری کی اہم خدمتون کو انجام دینے پر متعین ہوئے تھے۔ اور اُس زمانہ مین امارت (گورنری) سے اسی خدمت کا انجام دینا مراد ہوتا تھا۔ +

عمرؓ نے امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کو والی شام مقرر کرتے وقت اُنکا وظیفہ ہزار درہم سالانہ مقرر کیا تھا۔ خلیفہ موصوف عاملون کا محاسبہ کرنے اور اُنکے حالات کی جانچ کرنے مین بہت سختی اور بیدار مغزی سے کام لیا کرتے تھے۔ جب آپ دیکھتے کہ ممالک اسلامیہ کے عاملون نے کسی طرح بہت سا نفع کمایا اور دولت کا بڑا ذخیرہ جمع کرلیا ہے تو فوراً اُن کے مال کا حصہ بانٹ لیتے۔ اور آدہا مال اُن سے لیکر بیت المال مین داخل کردیتے۔

بنوامیہ کے عہد مین عاملون کے حقوق اور اختیارات زیادہ وسیع ہونے لگے۔ معاویہؓ نے عاملون کو اپنا طرفدار بنائے رکھنے کے خیال سے اُنکو بہت سی رعائتین ابتداءً دی تہین جو مابعد کے زمانہ مین بھی قائم رہتی چلی گئین۔ امیر مذکور نے زیاد بن ابیہ کو بصرہ خراسان اور سجستان کا گورنر مقرر کرکے اُسے وہان کا حاکم مطلق بنادیا اور سیاہ وسفید کا اختیار کامل دیدیا تھا۔ تنخواہ کی بھی کچھہ تعیین نہ تھی۔ بلکہ محاصل ملکی مین سے ضروری مصارف اداکر نیکے بعد جس قدر اُسکا دل چاہتا خود لے لیتا۔ اور جو چاہتا امیر معاویہؓ کو بھیجدیتا۔ امیر عمرو بن العاص کے والی مصر بنائے جانے مین بھی ایسی ہی رعائتین ملحوظ رہی تہین۔ بنوعباس نے بھی اپنے عہد حکومت مین اسی طرز کی پیروی کی۔ چنانچہ مامون الرشید عباسی نے فضل بن سہل کو مشرقی ممالک پر والی مقرر کرکے اُسکا وظیفہ

تیس لاکھ درہم سالانہ مقرر کیا تہا۔ اور اسکے علاوہ کام کی اقسام اور منصبون کی وسعت و اہمیت کے لحاظ سے بہی عمال کے وظیفے مختلف ہوا کرتے تہے۔

وزارت

اور امیر الامرا اور سلطان

بادشاہی عہدون مین وزارت کا عہدہ سب سے بڑہا ہوا اور معزز ہے۔ اور یہ عہدہ اسلام کی ایجاد نہین بلکہ اسکی اصل فارس سے ہے۔ عباسی حکومت کے ایام مین مسلمانون نے انہین سے اخذ کر کے اپنے یہان بہی اس منصب کو قایم کیا۔ لیکن اگر وزیر کے لفظ سے وہ شخص مراد لیا جائے جو خلیفہ کی مدد کرتا ہے یا حکومت مین اُسکا دست و بازو بنتا ہے تو اس حالت مین یہ عہدہ صدر اسلام تک متواتر پایا جائیگا۔ کیونکہ خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم عام اور خاص معاملات مین اپنے اصحاب سے صلاح و مشورہ لیتے اور اون سے ہر امر کے متعلق بحث فرمایا کرتے تہے اور ابو بکر رضہ بہی چند اور خصوصیتون کے ساتہہ مخصوص پائے جاتے ہین عرب کے وہ باشندے جو اسلام کے قبل روم اور فارس والون سے ملتے جلتے رہے تہے۔ ابو بکر رضہ کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وزیر کہتے تہے۔ ابو بکر رضہ کے عہد خلافت مین عمر رضہ کی اور عمر رضہ کے زمانۂ خلافت مین عثمان رضہ اور علی رضہ کی حالت بہی اسی طرز پر رہی۔ مگر اسلام کے بے تکلف اور سادگی پسند دَور مین مسلمانون کے یہان وزیر کا لفظ مشہور نہین ہوا تہا۔

اگرچہ جس زمانہ مین بنی امیہ نے خلافت کو ملکداری بنا دیا۔ اور بقائے مملکت کے لئے مدبرانہ چالین چلنا اور لوگون کی تالیف قلوب کرنا انہین ضروری معلوم ہوا تو یہ حاجت پیش آئی کہ قبیلون اور جتہون کی تالیف قلوب کرنے اور اون کے حلقون مین اپنا اثر پہیلا کر اُن سے اپنی طرفداری کے لئے گروہ بنانے مین چند معاملہ فہم اور مدبر لوگ اُن کے مشیر رہون۔ لہذا اونہون نے کئی شخصون کو اسی غرض سے اپنی خدمت مین لیا جنکا تقرر وزارت کے معنون مین استعمال ہو سکتا ہے۔ مگر یہ امر ظاہر ہے کہ وہ لوگ (بنو امیہ) اس عہدہ کو وزارت کے نام سے موسوم نہین کرتے تہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ بہی ہو گیا۔ اور وزارت صرف ایسے ہی معاملات پر غور کرنے پر مشتمل رہی جنکا بیان اوپر کیا گیا ہے۔

خلافت کا بنی عباس کے ہاتہہ مین پہونچنا تہا کہ ملک کی عظمت و شان کا ستارہ چمک اُٹہا۔ اُس کے

مراتب اور مناصب بہی شاندار ہوئے وزیر کا درجہ بہی بڑہا۔ اور ملکی انتظامات کی عنان اُسکے قابو مین دیدی گئی۔ تمام بندوبست بحیثیت نائب خلیفہ ہونیکے وزرا کے ہاتہون انجام پانے لگے۔ پہر اسپر اتنا اور بہی اضافہ ہوا کہ حسابات کا دفتر اور خلافت کے خطوط۔ رازداری کا سررشتہ بہی وزیر ہی کے اختیارات مین شامل ہوگیا جسکی وجہ سے وزارت قلم و شمشیر دونون پر تفویض ہوگئی۔

بنوعباس کا سب سے پہلا وزیر ابوسلمہ حفص بن سلیمان ہمدانی ابوالعباس سفاح کا وزیر تھا۔ اور اسلام مین یہی پہلا شخص ہے جو وزیر کے نام سے موسوم ہوا۔ ابن خلقان کا قول ہے "ابوسلمہ سے پہلے اس خاص تعریف کے ساتہہ کوئی شخص مشہور نہین ہوا تہا۔ نہ بنوامیہ کی حکومت مین نہ کسی اور عہد سلطنت مین۔ وہ ابوسلمہ وزیر آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے پکارا جاتا تہا جس طرح کہ ابومسلم خراسانی امیر آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لقب سے موسوم تہا۔ اور یہ دونون شخص فارسی نسل کے تہے" سب سے پہلے جن حکمرانون نے سلطنت کے کاروبار کو وزیرون کے اعتبار پر چہوڑا اور اونپر پورا بہروسا کیا ہے وہ بنوعباس ہی تہے اور ان کے تمام وزیر فارس کے باشندے تہے۔ بنوعباس کے سب سے زیادہ مشہور وزیر برامکہ کے خاندان سے تہے۔ اور حکومت مین انکی دست درازی اور خودسری کا معاملہ اس حد تک بڑہگیا تہا کہ آخر کار ہارون الرشید نے مجبور ہوکر انکو بالکل تباہ و برباد کر ڈالا۔ جسکا قصہ مشہور ہے۔

بنوعباس کے عہد مین وزارت نے کئی قالب بدلے۔ اور کئی مرتبہ اوسکی حالت مین عظیم الشان انقلابات واقع ہوئے۔ چوتہی صدی ہجری کے اندر وزیر کے نام کے ساتہہ "صاحب" کا لقب اضافہ ہوا۔ اور سب سے پہلے جسکو یہ لقب دیا گیا وہ ابوالقاسم اسماعیل ابن ابی الحسن عباد بن العباس تہا۔ جو ابتدا مؤید الدولہ بن بویہ کا وزیر اور "صاحب" کے ساتہہ مشہور تہا۔ اُسکے بعد جس شخص کو وزارت کا عہدہ حاصل ہوتا وہ صاحب ہی کہلاتا تہا۔ +

بنی عباس کے گہرانے مین خلفا کا دایرہ اختیارات تنگ ہونیکے ساتہہ ہی وزارت کا اثر بہی کم ہوتا گیا یہانتک کہ جس زمانہ مین عاملون نے اپنی اپنی ولایتون مین خودسر ہوکر خلافت عباسیہ مین بہت سی آزاد خودمختار حکومتین قایم کرلین۔ اُن دنون وزارت بہی خلافت کیطرح نام ہی کو باقی رہگئی تہی۔ لہذا خلفا نے اُسے توڑکر امیر الامرائی کے لقب سے بدلدیا۔ +

امیر الامرا | ایک لقب تہا جو خلفائے بنوعباس نے بعض ایسی چہوٹی چہوٹی حکومتون کے والیون کو عطا کیا تہا۔

جواسی کے ٹکڑے ہوکر خود مختار بنگئی تہین۔ یہ صورت چوتھی صدی ہجری مین واقع ہوئی تہی۔ اور بعد ہی قایم ہی جیسے بنو حمدان۔ اور بنو بویہ کی گورنمنٹین۔ کبہی ایسا ہی ہوتا تہا کہ امیر الامرا مستقل بادشاہ یا اوسکے مشابہ ہوا کرتا تہا سب سے پہلے یہ لقب ابن رائق کو دیا گیا۔ جو بنی حمدان مین سے تہا۔ اور ولایت بصرہ اور واسط کا حاکم تہا۔

سنہ ۳۲۴ھ مین خلیفہ راضی باللہ عباسی نے اُسے امیر الامرا بناکر انتظام ملک کی باگ اُسکے ہاتہہ مین دیدی۔ اور حکم دیدیا کہ منبرون پر اُسکے نام کا خطبہ پڑہا جائے۔ اسے خلعت اور نشان (ماہی مراتب) بہی عطا کیا گیا اسی ابن رائق کو شاہ بغداد یا سلطان بغداد بہی کہتے تہے۔ سنہ ۳۴۹ھ تک یہ لقب بنی بویہ مین قایم رہا۔ اسکے بعد ترکی قوم کے سلجوقی بادشاہون مین منتقل ہوگیا۔ جنکا پہلا حکمران طغرل بک تہا۔ طغرل کے بعد اوسکا بیٹا الپ ارسلان دنیا کے نامور عظیم الشان بادشاہون مین گزرا ہے۔ یہ لقب سنہ ۴۷۰ھ تک سلجوقی گہرانے مین قایم رہکر بغداد سے اونکی حکومت کے ناپید ہونے پر جاتا رہا۔ بنو بویہ اپنے اقتدار اور اثر کے زمانہ مین امیر الامراء بہی اپنی جانب سے مقرر کرتے تہے۔ انہون نے خلفاء کے ہاتہہ مین ہوا ایک نائب کے تقرر کے جسکو رئیس الرؤساء کہتے تہے۔ اور کوئی اختیار باقی نہ چہوڑا تہا۔ مگر سلجوقی خاندان کے عہد مین خلفاء کو پہر دوبارہ امیر الامراء کا منصب عطا کرنیکا حق حاصل ہوگیا۔

سلطنت عباسیہ کے منصب وزارت کی تاریخ کو نظر غایر سے دیکہنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ منصب اس حکومت کی شکست اور کمزوری کے اسباب مین سے ایک قوی سبب تہا۔ اسلئے کہ خلفا نے کاروبار حکومت کی کُنجیان وزیرون کے ہاتہون مین دیکر اپنے تئین بیکار بنالیا تہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی صدیان اسی حالت مین بسر کرنیکے بعد حکمرانی کا ملکہ اُنکی طبیعت سے زایل ہوگیا۔ اور وہ حکومت کرنیکے بارہ مین عاجز ہوگئے۔

دوسری اسلامی گورنمنٹون مین بہی وزارت کا منصب کسی نہ کسی حیثیت سے پایا ضرور جاتا تہا چنانچہ ملک مصر کی فاطمی حکومت کا پہلا وزیر یعقوب بن کلس عزیز باللہ کا وزیر تہا جسکا تقرر سنہ ۳۶۳ھ مین ہوا تہا۔ اُندلس مین جو اموی حکومت تہی اُس مین وزارت کی وہی شان تہی جو ملک شام کی اموی حکومت مین قایم رہچکی تہی۔ یعنی منصب وزارت ایک ایسی جماعت مین مشترک رہتا تہا جنکو خلیفۂ وقت اپنی امداد اور مشورت کے لئے مقرر فرماکر اُنہین اپنی ہمنشینی کے ساتہہ مخصوص کرتا تہا۔ اور اُن ہی مشیرون مین سے کسی ایک سربرآوردہ شخص کو منصب نایب السلطنت کیلئے چُن لیتا اور اُسے حاجب کے نام سے موسوم کرتا۔ اسی عہدہ دار کو عباسی حکومت نے وزیر کے نام سے موسوم کیا تہا۔ اور آخر مین اُندلس کی حکومت نے بہی حاجب کا لقب ترک کرکے اُسے وزیر کے لقب سے بدلدیا۔

خلفائے اُندلس کے ہان یہ رتبہ وراثت کے طور پر چند خاص گھرانون کے لئے مخصوص تہا۔ جیساکہ بنی عباس کے ہان (بغداد مین) برامکہ کا خاندان وزارت کے لئے مخصوص ہوگیا تہا۔

اِسلامی حکومتون مین وزارت کی دو قسمین تہین۔ (۱) وزارت تفویض۔ (۲) وزارت تنفیذ مثل گورنری کے۔

وزارت تفویض | ایسی وزارت ہوتی تہی کہ خلیفہ کسی شخص کو وزیر مقرر کرکے تمام کاروبار کی نگرانی اور انجام دہی اُسکی رائے اور سمجھہ پر چھوڑ دیتا تہا۔ یہ وزیر تین باتون کے سوا اور تمام اس قسم کے معاملات انجام دیتا تہا۔ جنہین خلیفہ انجام دیا کرتا۔ جو تین باتین اُسکے اختیار سے باہر تہین وہ حسب ذیل ہین:-

(۱) ولیعہدی۔ اس معاملہ مین جس شخص کو خلیفہ مناسب سمجہتا ولیعہد بنا دیتا تہا وزیر کو اسمین مداخلت کا کوئی حق نہ تہا۔

(۲) جس شخص کو وزیر نے کوئی عہدہ دیا ہو یا کہین کا حاکم بنایا ہو خلیفہ اُسے معزول کرسکتا تہا لیکن وزیر خلیفہ کے مقرر کردہ شخص کو برخاست کرنیکا مجاز نہ تہا۔

(۳) خلیفہ کو یہ حق حاصل تہا کہ وہ قوم سے امامت کی معافی طلب کرلے مگر وزیر کو نہین۔

عباسی حکومت کے دور مین خاندان برامکہ یحیٰی بن اکثم اور ابن الفرات وغیرہ وزرا تفویض رہے۔ اور بنو فاطمہ کے ہان سپہ سالار افواج کو یہ منصب حاصل رہا۔ بنو عباس کے ہان وزیرون کو تمام معاملات مین مختار بنانے کی انتہا ہوگئی تہی۔ بسا اوقات خاتم خلافت بہی وزیرون ہی کو دیدیا کرتے تہے تاکہ وہ فرامین اور تحریرون پر مُہر لگانے کے لئے بہی خلفا کے دست نگر نہ رہین۔ رشید کے اُس قصہ مین جسمین مذکور ہے کہ ایک دن جعفر سے خلافت کی انگوٹہی لیکر فضل کو سپرد کی ہے۔ اِس امر کی پختہ دلیل موجود ہے کہ وزیرون کا اثر کسقدر بڑہا ہوا تہا اسکے علاوہ جعفر بن یحیٰی برمکی کا واقعہ جو اُسے عبدالملک بن صالح کے ساتھہ پیش آیا ہمارے اس دعوے کی کافی دلیل ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔ جعفر مجلس نشاط مین بیٹہا ہوا تہا۔ کہ عبدالملک بن صالح (رشید کا چچیرا بہائی) اُسکے پاس آیا۔ جب دونو نشہ مین چور ہوئے۔ تو جعفر نے عبدالملک کی طرف متوجہ ہوکر کہا "کیا آپکی کوئی ایسی غرض ہے جو میرے اختیار مین ہو؟ اگر ہے تو فرمایئے۔ تاکہ مین آپ کی اس تشریف آوری کے شکریہ مین اُسکی تعمیل کی کوشش کرون"۔ عبدالملک نے کہا "ہان ہے" "امیرالمؤمنین مجھہ سے کسیقدر رنجیدہ ہین لہذا مین چاہتا ہون کہ وہ مجھہپر مہربان ہوجائین"۔

جعفر "چلئے امیرالمؤمنین آپ سے خوش ہوگئے۔ اور کچھہ؟"

عبدالملک "اور مجھہپر دس ہزار دینار قرض ہین"

جعفر۔ "وہ میرے خاص مال مین سے آپکے لئے حاضر ہین۔ اور امیر المومنین کے مال مین سے بہی آپکو اسی قدر ملینگے۔ کچہہ اور؟"

عبد الملک۔ "مین چاہتا ہون کہ امیر المومنین مجہے اپنا سمدھی بنا کر میرے فرزند ابراہیم کو اپنی دامادی مین قبول فرمائین۔"

جعفر۔ "اچہا امیر المومنین نے اپنی بیٹی غالیہ کو اُسکے ساتہہ منسوب کر دیا۔ کچہہ اور ہے؟"

عبد الملک۔ "ہان اور مین اسکا بہی خواہشمند ہون کہ میرے لخت جگر ابراہیم کے سر پر نشانِ حکومت کا سایہ ہو اور اوسکو ماہی مراتب کے ساتہہ کسی ملک کی گورنری ملے۔"

جعفر۔ "بہتر ہے۔ امیر المومنین نے اُسے ملک مصر کا والی مقرر فرمادیا۔"

اتنی گفتگو کے بعد عبد الملک بن صالح خوش و خورم اپنے گہر چلا گیا۔ اور جعفر نے بلا اسکے کہ خلیفہ سے اجازت لے ان تمام باتون کی تکمیل کر دی۔ دوسرے دن صبح کو جس وقت جعفر خلیفہ ہارون الرشید کے حضور مین حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اُس سے پوچہا۔ "جعفر! کل کی رات تم نے کیونکر بسر کی؟" جعفر نے ادب کے ساتہہ پہلی رات کا واقعہ عرض کرنا شروع کیا چنانچہ جس وقت جعفر نے عبد الملک بن صالح کا اپنے پاس آنا بیان کیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید جو تکیہ کے سہارے بیٹہا ہوا تہا سنبہل بیٹہا۔ اور بولا "جعفر! تجہے خدا کی قسم ہے سچ کہنا اُس نے تجہہ سے کیا مانگا تہا؟"

جعفر۔ "امیر المومنین اُنہون نے مجہہ سے آپ کی رضامندی کی خواہش کی تہی"

رشید۔ "پہر تو نے کیا جواب دیا؟"

جعفر۔ "مین نے عرض کی کہ امیر المومنین تم سے خوش ہو گئے"

رشید۔ "بیشک مین اُس سے راضی ہو گیا۔ پہر کیا چاہا؟"

جعفر۔ "اُنہون نے بیان کیا کہ مین دس ہزار دینار کا مقروض ہون"

رشید۔ "پہر تو نے کیا کہا؟"

جعفر۔ "مین نے عرض کی کہ امیر المومنین نے آپکی جانب سے یہ قرض بہی ادا کر دیا"

رشید۔ "بہتر ہے مین نے ادا کیا۔ پہر کیا ہوا؟"

جعفر۔ "اور اونہون نے یہ خواہش ظاہر کی کہ امیر المومنین اُنکے بیٹے ابراہیم کو اپنی فرزندی مین قبول فرمائیں"

رشید۔ "اور تونے کیا جواب دیا؟"

جعفر۔ "مین نے عرض کی کہ امیرالمومنین نے اپنی لڑکی غالیہ آپکے صاحبزادہ سے منسوب کر دی"

رشید۔ "اچھا مین نے اسے بہی منظور کیا۔ پہر آگے؟"

جعفر۔ "اور حضور اُنہون نے آرزو کی کہ اُنکے فرزند کے سر پر ماہی مراتب کا سایہ ہو۔ مین نے کہدیا کہ امیرالمومنین نے اونکو ملک مصر کا گورنر مقرر کر دیا"

رشید۔ "مینے یہ بھی بخوشی منظور کیا"

اسکے بعد فوراً ہی خلیفہ نے ان تمام باتون کا سر انجام فرمادیا۔

اکثر حالتون مین خلفا اپنے وزیرون کو عہدۂ وزارت کے ساتہہ ہی ایک اور بڑا منصب بہی حوالہ فرماتے تہے۔ جیساکہ فضل بن سہل نے وزارت کے ساتہہ تلوار کی ریاست یعنی سپہ سالاری بہی پائی تہی۔ اسی لئے اُنکا نام ذوالریاستین رکہا گیا (یعنی دو افسری والا) +

وزارت تنفیذ اس وزارت مین محض خلیفہ کے احکام اور قوانین کا جاری کرنا مدنظر رہتا تہا۔ گویا وزیر خلیفہ اور رعایا کے مابین ایک واسطہ ہوتا تہا اور فوجونکی روانگی۔ امیرونکا تقرر خلیفہ کے حکم سے کیا کرتا۔ ملک کی ضروری خبرین جو پیشگاہ خلافت مین عرض کرنے کے قابل ہوتین سمع ہمایون تک پہنچاتا۔ اور تازہ واقعات و معاملات خلیفہ کے گوش گزار کرکے اُن کے متعلق مناسب احکام حاصل کرتا۔ غرضکہ یہ وزیر وزیر تفویض کے بالکل خلاف ہوتا تہا جیسے وزیر تفویض کو عزل و نصب اور بندوبست ملکی اختیارات بلاکسی حد وپایان کے حاصل ہوتے تہے ویسے ہی وزیر تنفیذ اختیارات سے معرا ہوتا تہا اور محض ایک ایلچی کی حیثیت سے خلیفہ کے احکام رعایا تک پہنچا دینے کا کام کرتا رہتا۔ خلیفہ کو اختیار ہوتا تہا کہ وہ ایک ہی زمانہ مین دو وزیر تنفیذ مقرر فرمائے۔ ایک سول انتظامات کے لئے۔ اور دوسرا ملٹری کاروبار کے واسطے۔ مگر وزیر تفویض ایک سے زاید نہین رکہہ سکتا تہا۔

وزیر کی تنخواہ وزیر کا وظیفہ زمانہ اور شخصون کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتا تہا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ وزیرونکا وظیفہ صرف اونکی ذاتی تنخواہون پر منحصر نہین رہتا تہا۔ اس لئے خلفا اُن کے بہائیون بیٹون اور ملازمون کے وظیفے علیحدہ مقرر کرتے تہے۔ ہم اس مقام پر صرف حکومت بنو فاطمہ کے ایک وزیر کی حالت دکہلاتے ہین جس سے معلوم ہوجائیگا کہ ایک وزیر کو معہ اُسکے گہرانے والون اور ماتحت ملازمون کے کیا ملا کرتا تہا۔ +

وزیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا ماہوار وظیفہ ۵۰۰۰ دینار تھا

وزیر کے ہر ایک بھائی اور بیٹے ۲۰۰ ۔۔ ۳۰۰ ۔۔

ہر ایک اُسکے خاص ملازم اور ماتحت ۳۰۰ ۔۔ ۵۰۰ ۔۔

یہ تمام اُن جاگیرون کے علاوہ تہا جو وزیر اور اوسکے کنبہ والون کو ملتی تہین ۔ نیز اون تحفون اور خلعتون کی قیمت بھی اسکے علاوہ ہوتی جو تہوارون یا خوشی کی اور تقریبون پر اُنکو ملا کرتے تہے ۔ چنانچہ بعض اوقات وزیر کا وظیفہ مع اپنے ماتحتون کے وظائف اور جاگیرونکی آمدنی کے مل ملاکر قریب ... ۱۰ دینار سالانہ کے ہوجاتا تہا ۔ +

سلطان ابتدا ً یہ منصب عباسی حکومت کے وزیرون کا لقب ہوا کرتا تہا جو بلحاظ تفخیم (تعظیم) اُنکو خلفا ر کے حکم سے ملا کرتا تہا جسکی صورت پہلے بیان ہوچکی ہے ۔ ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ جعفر بن یحییٰ سلطان کے نام سے یاد کیا جاتا تہا ۔ مؤرخین عرب کی کتابیں پڑہنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل عرب سلطان کا لفظ خاص بغداد یا ملک شام کے والی کی شان مین استعمال کیا کرتے تہے اور ممکن ہے کہ یہ والی جسکو سلطان کہا جاتا تہا پولیس کمشنر ہوتا رہا ہو ۔ یا وہ عہدہ دار جو اندلون کے محافظ کے مشابہ ہوا کرتا ہو ۔ بعض حالتون مین سلطان کے لفظ سے خاص خلیفہ کی ذات بھی مراد لیتے ہین لیکن یہ سب استعمالات مجاز یا تشبیہہ و استعارہ کی قسم سے ہین ۔ غرضیکہ سلطنت کا ایک رسمی رتبہ ہونا صرف محمود غزنوی ابن سبکتگین کے عہد سے شروع ہوا ۔ اور اسلام مین وہ پہلا سلطان تہا ۔ چوتہی صدی ہجری کے آخر مین امیر الامرا کے لقب کو بدلکر اُسے سلطان کا لقب دیا گیا ۔ یا یون کہئے کہ جس طرح اس سے قبل وزیر کا لفظ کم درجہ کا قرار پاگیا تہا ۔ اُسی طرح رفتہ رفتہ امیر الامرا کا لقب بھی بے حیثیت ہوگیا لہذا اُسے " سلطان " کے لقب سے بدلدیا ۔ اسکے بعد سے یہی لفظ ترکی ۔ کردی ۔ اور چرکس وغیرہ بادشاہون اور حکمرانون کا جو سلجوقی ۔ ایوبی ۔ ممالیک ۔ اور عثمانی خاندانون سے تہے (اور ہین) لقب قرار پاگیا ۔ وزارت مین وراثت کا قاعدہ مشروط نہ تہا ۔ لیکن جب وہ عہدہ سلطنت سے بدلگیا ۔ تو میراث بھی اوسکے ساتہہ مشروط ہوگئی ۔ اسی بنا پر سلطان اپنی موت سے پہلے کسی کو اپنا ولیعہد بنالیا کرتا تہا ۔ +

ابن خلکان نے مشہور اسلامی طبیب رازی کے حالات مین ذکر کیا ہے کہ سامانی بادشاہ اپنے حکمران کو " ملطان السلاطین " کے نام سے موسوم کرتے تہے ۔ سامانی خاندان کی حکومت غزنوی دور سے قبل تھی ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب پہلے ہی سے مشہور تہا۔ اور اگر اس بات کو صحیح مانا جائے تو غزنویون کا لقب سامانی گھرانے کی وراثت قرار پائیگا۔ لیکن ہم نے اس لقب کے بارہ مین بعض محققین کا ایسا قول دیکھا ہے جو ہمارے پہلے قول کو ترجیح دیتا ہے۔ اور نہین تو یہ بھی ممکن ہے کہ سامانی حکمرانون مین مذہب اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ لقب پایا جاتا ہو۔ اس لحاظ سے محمود غزنوی ہی اسلام کا پہلا سلطان قرار پائیگا واللہ اعلم

اگرچہ ملکی حکمرانی کی طاقت خود سلاطین کے قبضۂ قدرت مین ہوتی تہی لیکن بلحاظ عقیدت مذہبی کے انکو اپنا تقرر سلطان کے عہدہ پر خلفاء کے ہاتہون کرانا پڑتا تہا چنانچہ خلفاء کسی کو "سلطان" کا منصب عطا فرماتے وقت بہت شان وشوکت کا دربار مرتب کرلتے۔ سلطان کو اپنے ہاتہون سات پارچون کا خلعت پہناتے۔ طوق اور تاج اور کنگن سے آراستہ کرکے اپنے ہاتہون سے اُسکا نشان افسری درست کرتے اور اُسکے گلے مین تلوار حمایل کرتے۔ پہر اوسکے نام کا خطبہ پڑہواتے۔ اسکی مثالون مین سے ایک مثال وہ دربار ہے جو خلیفہ مستظہر باللہ عباسی نے محمد بن ملک شاہ کو متولی سلطنت بناتے وقت بغداد مین منعقد کیا تہا۔ اور اُس موقع پر ملک شاہ کا بہائی "سنجر" بہی موجود تہا۔ خلیفہ نے "قبہ تاج" کے اندر ان دونون بہائیون کو اپنے تخت کے پایہ پر بٹہایا۔ اُس وقت خلیفہ کے بازو ونیز چادر نبوی تہی۔ سر پر عمامہ۔ اور عصائے خلافت سامنے رکہا تہا خلیفہ نے محمد کو خلعت عطا فرمایا۔ اپنے ہاتہوں سے اُسکے گلے مین طوق۔ سر پر تاج اور ہاتہون مین کنگن پہنائے۔ اسکے واسطے نشان اپنے دست خاص سے مرتب کیا۔ تلوار اُسکے گلے مین حمایل کی اور اُسے پانچ گہوڑے بہی ساز وسامان سے آراستہ عطا فرمائے۔ اسکے بعد جامع بغداد مین محمد بن ملک شاہ کی سلطنت کا خطبہ پڑہا گیا۔ سلطان کو اُسی دربار مین جسمین اُنہین یہ منصب عطا ہوتا تہا اس قسم کے لقب بہی دیئے جاتے تہے جنکی عبارتون سے اُنکی وجہ سے خلافت کی تائید ظاہر ہوا کرتی تہی۔ مثلاً ناصر الدولہ۔ سیف الدولہ۔ اور عضد الدولہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

فوج اور اُسکے متعلقات

فوج کی تاریخ

فوج کی اصل و بنیاد دورِ تمدن کی ابتدا مین انسانون کی جرگہ بندیان ہوا کرتی تہین۔ اور انکی فوجین وہی خاندان کے لوگ۔ جس وقت لڑائی کی ضرورت پیش آتی۔ ہر ایک قبیلہ کے لوگ بلا کسی نظام وترتیب کے

جمع ہو جاتے تھے۔ اور جنگ کے بعد ہر شخص کو مال غنیمت میں سے نسبتاً اُسی قدر حصہ حاصل ہوتا تھا جسکو وہ اپنی جوانمردی اور قوت بازو سے حاصل کر سکتا۔ مگر جس زمانہ مین لوگون نے حضریت (شہری زندگی) اختیار کی۔ اور کاروبار کو باہم تقسیم کر لیا۔ اور حکومتین قایم ہوئین۔ تو سب سے پہلے جو پیشے اختیار کیے وہ کہانت اور فوجی ملازمت تھی۔ سب سے پہلے جس حکومت نے فوج کو تیار کیا وہ مصر کی فرعونی حکومت تھی۔ اُس نے بیسوین صدی قبل میلاد کے قریب زنگیون اور حبشیون سے ایک فوج بھرتی کی۔ اور اونکی مدد سے بحر احمر کے ساحلون پر بسنے والی قومون کو زیر کیا۔ اسکے بعد اشور۔ بابل اور فینیقیہ اور یونان کی قدیم حکومتون نے اسی کا تتبع کیا۔ اُن سے رومانیون نے اور اُن سے مسلمانون نے اخذ کیا۔

فراعنہ مصر کے یہان فوجی نظام اس شکل سے قایم ہوتا تھا کہ میدان جنگ مین پے در پے گنجان اور سیدھی صفین ایستادہ ہوتی تھین۔ چنانچہ اُنکے وقتون کی شکستہ عمارتون کے کھنڈر ونپر اُن صفوف کی بہت سی تصویرین پائی جاتی ہین۔ فراعنہ مصر سے اہل یونان نے اس نظام کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ لیا۔ اُنہون نے پلٹنین تیار کین جنہین وہ اپنی زبان مین لفظ (Phalanx) سے تعبیر کرتے تھے۔ اور انکے نظم و ترتیب کی صورت یہ تھی کہ فوجی سپاہی پے در پے صفون میں سیدہ باندھکر کھڑے ہو جاتے۔ ایک پلٹن ...۴ آدمیون سے مرتب ہوتی تھی۔ جسکے سپاہی ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چند قدمون کے فاصلہ سے استادہ ہوتے اور صفین ایک دوسرے کے پیچھے برابر چلی جاتی تھین۔ ”فیلیس“ والی مقدونیہ نے پلٹن کے جوانون کی تعداد مذکورہ بالا شمار سے دُگنی کر دی۔ اور ”فیلیس“ کے بعد اُسکے بیٹے اسکندر نے جو گنی۔ اسکندر نے سپاہیون کو اس قدر پاس پاس کھڑا کرنا شروع کیا۔ کہ اُنکے کندہے باہم قریباً ملے رہتے تھے۔ اور اونکی ڈہالین ایکدوسری سے لڑ جاتی تھین۔ نیز اسی اسکندر نے اپنے سپاہیون کے لیے نیزے بنوائے تھے جنمین سے بعض نیزے ۲۴ فیٹ لنبے ہوتے تھے۔ اگلی صف کے نیزے چھوٹے ہوا کرتے۔ اور اوسکی مابعد کی صفون مین درجہ بدرجہ بڑے ہوتے چلے جاتے۔ یہانتک کہ پانچوین صف کے نیزے تقریباً تین قدم آگے کو نکلے رہتے تھے ”فلیس“ نے سوارون کی بھی ایک جماعت مرتب کی تھی۔ اُسکے بیٹے نے اس جماعت کے ہتھیارون مین اضافہ کیا منجملہ انہین جدید اسلحہ کے ایک ہتھیار منجنیق بھی تھا۔ چنانچہ چوتھی صدی قبل ولادت مسیح مین اسکندر نے اسی نظام کے ذریعہ سے تمام دنیا پر غلبہ حاصل کیا تھا۔

رومی فوج رومانی حکومت قایم ہوئی تو اُس نے یونانی صف بندی کے نظام کو اپنی فوج مین رواج دیا۔

رومانی لشکر آغاز حکومت مین ایک ایسی گروہ سے مرکب ہوتا تہا جسکے آدمیونکی تعداد ۶۰۰۰ ہوا کرتی تہی۔ اور اس تعداد کو تین طبقہ کے آدمیون سے ترتیب دیتے تہے۔ (۱) نوجوان لوگ جنکی صف لڑائی مین سب سے آگے ہوتی تہی (۲) ادھیڑ لوگ جو دوسری صف مین رہتے تہے۔ (۳) تجربہ کار اور جنگ آزمودہ لوگ سب سے پیچھے تیسری صف مین۔ علاوہ ان تینون کے آگے ایک جماعت سوارونکی موجود رہتی جو تلوارین حمایل کئے جھنڈیان وغیرہ لئے اس خدمت پر مامور ہوا کرتے تہے کہ پیادہ فوجکو بچانیکے کام آئین اور دشمنونکو اپنی جنگ مین الجہائے رہین۔

اس کے کچھہ دنون بعد رومانیون نے فوجکی اس فرقہ بندی کو بلا ترتیب صفت کے متعدد ٹکڑیونمین تقسیم کردیا۔ ہر ایک ٹکڑی کی تین قسمین اور ہر قسم کے دو حصے۔ اور ہر حصے مین سو سپاہی ہوتے تہے۔ یہ نظام اگلے انتظام مذکور سے بہ مراتب بہتر تہا کیونکہ اس مین سپاہیونکی صرف ایک ہی صف یا ایک ہی پلٹن نہوتی تہی۔ بلکہ متعدد ٹکڑیان ہوتی تہین اور ہر ایک ٹکڑی بجائے خود ایک فوج ہوا کرتی تہی۔ چنانچہ آگے چلکر اسکی پوری تفصیل بیان کیجائیگی اسلامی فتوحات شروع ہونے تک رومانی فوج کا نظام اسی صورت سے قایم رہا۔ پہر اوس مین کوئی تغیر نہین کیا گیا۔

جسوقت اسلام کا ظہور ہوا ہے رومی افواج کی تعداد ۱۲۰۰۰۰ تہی۔ جسمین ہر دس ہزار سپاہیونکا ایک جنرل ہوا کرتا تہا جو بظن غالب بطریق ہوتا ہے۔ اس بطریق کے ماتحت دو کپتان ہوتے تہے جنکو "طرخان" کہتے تہے۔ ان مین ہر ایک ۵۰۰۰ سپاہیون پر کمان کرتا تہا اور ہر ایک "طرخان" کے ماتحت پانچ "طرخاریہ" ہوتے تہے جنمین ہر ایک ہزار آدمیونکا افسر ہوتا۔ پہر ہر ایک طرخاریہ کی ماتحت پانچ "قومس" ہوتے جنمین ہر ایک قومس ۲۰۰ سپاہیونکا افسر بنایا جاتا۔ قومس سے نیچے "قمطرخ" اور اسکے بھی ماتحت "دامرخ" ہوتا۔ جسکے ماتحت دس سپاہی ہوتے۔ اس نظام مین اندنون کے فوجی نظام کے ساتھہ پوری مشابہت نظر آتی ہے۔

اہل فارس کے ہان لشکر کے چار طبقے ہوتے تہے۔ پہلا طبقہ بڑے بڑے سردارونکا جن مین سے ہر ایک
کو "پیران" کہا جاتا تہا۔ اُسکے ماتحت چار اور افسر ہوتے تہے جن مین سے ہر ایک کو "اسپہبد" کہتے۔ اور ہر اسپہبد
کے نیچے چار مرزبان پہر ہر مرزبان کے نیچے چار سالار۔ اور ہر سالار کے نیچے دس سوار۔ اور پانچ پیدل ہوا
کرتے جنہین پیادہ کہتے تہے۔

عربی فوج

اسلام سے قبل اہل عرب بالکل بدوی زندگی رکہتے تہے۔ انکے ہان کوئی فوجی نظام نہ تہا۔ بلکہ
قبیلے قبیلے جدا تہے۔ اُنکی حالت یہ تہی کہ جب کوئی قبیلہ جنگ کے لئے تیار ہوتا تو اپنے ہان کے مردونکو چہانٹ
کر انہین سے فوج مرتب کرلیتا جن مین سوار اور پیدل دونون قسم کے لوگ ہوتے تہے۔ اور انکے پاس زمانہ
جاہلیت کے مشہور اسلحہ مثلاً کمان۔ نیزہ۔ اور تلوار موجود ہوتے۔ ہان اُن عربی سلطنتون مین جنہون نے اسلام
سے قبل تمدن کا عروج دیکہا فوجی نظام ضرور موجود پایا جاتا تہا جیسے شاہان تبع۔ اور حکمرانان حمیر اور منذری
[illegible] کے فرمانروا جنکا دار الملک "حیرہ" کا مشہور شہر تہا۔ مؤرخین نے نعمان کے ہان دو فوجی دستونکا
ہونا بیان کیا ہے جن مین سے ایک کو "دوسر" اور دوسرے کو "شہبا" کے نام سے موسوم کرتے تہے
باقی رہے حجاز کے عرب وہ اسلام سے پہلے اُسی بدوی فطرت پر قایم تہے جسکا اوپر ذکر کر چکے ہین۔

اسلام کا ظہور ہوا تو اہل اسلام باقی تمام اہل عرب سے علیحدہ ہو گئے۔ اور دین کی اجتماعی قوت نے انہین یکدست
بنا کر دشمنون کے ساتہہ جنگ کرنیکے لئے متفق اور متحد کردیا۔ اس وجہ سے وہ چہوٹے بڑے سب کے سب
سپاہی تہے۔ مسلمانون کے پہلے سپاہی مہاجرین تہے۔ مگر وہ مدینہ مین آئے تو انصار سے ملکر سب ایک ہی
لوگ بنگئے۔ جن کے کمان افسر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہے۔ اور انکا باہمی رابطہ معاہدۂ دوستی اور اسلامی بہائی چارہ
کی قوت تہی۔ اون دنون مسلمانون کی تعداد بہت تہوڑی تہی۔

اسکے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابی بکر رض کے زمانون مین غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مسلمانون
کی تعداد بڑہتی گئی۔ کیونکہ اب روز بروز عربی قبائل کے چہوٹے بڑے سب لوگ نجد۔ یمامہ۔ یمن اور حجاز سے
اُن مین ملتے جلتے تہے اور اسلامی اجتماع اُنکو یکجا کرتا جاتا تہا۔ آخر کار وہ تہوڑے سے بہت ہوگئے۔ اور
اونہون نے ہمدوش ہوکر شام۔ عراق۔ اور مصر کے ملکون پر حملے کرکے ان سب کو فتح کرلیا۔ نئے نئے شہر آباد کئے
اور مختلف حصون مین منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ مقامات مین رہنے لگے۔ چنانچہ کچہہ مصر مین کچہہ شام مین اور بعض
عراق مین مقیم ہوئے اور باقیون نے خاص خاص چہاونیون مین ڈیرے ڈالدیئے۔ ہر ایک چہاونی کی فوج قبائل

اور گہرانون کے اعتبار سے منقسم ہوا کرتی تھی۔ مثلاً "عساکر" "بصرہ" کے پانچ حصے تھے جنکو "اخماس" کہتے تھے
ہر ایک حصہ (خُمس) مین ایک قبیلہ حسب ذیل قبائل مین سے رہتا تھا:۔

ازد۔ تمیم۔ بکر۔ عبدالقیس اور اہل عالیہ (قریش۔ کنانہ۔ ازد۔ بجیلہ۔ خثعم۔ تمام گہرانا قیس عیلان کا اور مزینہ)
یہ سب مسلمان عربون کے قبیلے تھے اور اہل عالیہ اور کوفہ کے رہنے والون کو اہل مدینہ کے نام سے موسوم کرتے
تھے۔ ہر ایک خُمس پر انہین قبایل کے امرا مین سے ایک شخص امیر ہوا کرتا تھا۔ اسی اندازہ پر مسلمانون کی تمام فوجی
طاقتون کو قیاس کرنا چاہیے خواہ وہ کوفہ مین رہتے ہون یا فسطاط وغیرہ شہرون مین جنکو مسلمانون ہی نے
آباد کیا تھا۔ یا انکے علاوہ عراق۔ شام۔ اور مصر کے دوسرے ایسی شہرون مین قیام رکھتے ہون۔ گویا کہ مسلمانون کی فوجین
ہر ایک ملک مین تھین۔ اور اونکی تقسیم اسی ڈھنگ سے ہوتی تھی۔

باوجود اسکے کہ تمام مسلمان جنگجو سپاہی تھے اُنہین سے کوئی شخص سوائے شمشیر زنی کے دوسرا کوئی پیشہ یا کام
نہین کرتا تھا۔ عمر بن الخطابؓ نے انہین کھیتی باڑی کے دہندون مین پڑنے سے بھی منع فرما دیا تھا۔ گویا کہ خلیفہ
ممدوح نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ مسلمانون نے ممالک کو فتح کرنے اور سرسبز زمینون پر قابض ہونے کے بعد
آرام طلبی اور جنگ سے دست کشی کرنی چاہی تھی۔ لہذا آپنے تمام ملکون مین منادی کرادی کہ امیر افواج (جنرل)
اپنی رعیت (سپاہ) سے کہدین کہ انکا وظیفہ کر دیا گیا ہے۔ اور اونکے بال بچون کے لیئے بھی وظائف مقرر ہوچکے
ہین۔ اسلیئے وہ لوگ کھیتی کرنے کی جانب مایل نہ ہون۔ شاید حضرت عمرؓ نے اس قسم کے حکم مین یہ مصلحت بھی
رکھی ہو کہ جنگجو مسلمان کسی ملک مین وطن نہ بنالین۔ تاکہ انہین اپنے اُن بہائیون کی کمک کے لئے جو کہین اور مصروف
جنگ ہون۔ یا کسی علاقہ کی حفاظت کی غرض سے جاتے وقت جسکا اکثر اتفاق پڑتا رہتا تھا نقل و حرکت
شاق نہ گذرے۔+

مسلمانون کی عام جماعتون کے علاوہ فوجکی ایک علیحدہ جماعت کا منتظم کرنا حضرت عمرؓ کے عہد مین فتوحات
کہلنے کے وقت سے شروع ہو کر بنی امیہ کے عہد مین مکمل ہوا۔ جسکا بیان آگے آئیگا۔ تواریخ کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ جنگی خدمت کا لزوم اور باقاعدہ فوجی ملازمت کا دستور زمانہ بنی امیہ کے وسط مین شروع ہوا۔
اس سے پہلے لوگ دینی جہاد کے طور پر لڑائیون مین شریک ہو کر مال غنیمت اور اپنے ہاتھون سے قتل کیے
ہوئے دشمن کے سامان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت (سنہ ۳۵ھ) کے بعد اہل اسلام
بیرونی دشمنون کو چھوڑ کر آپس مین کٹنے مرنے اور خانہ جنگیان کرنے لگے۔ ایک مدت تک انکا یہی وتیرہ رہا اور اونکا

ہر ایک گروہ اپنے خیال اور اعتقاد کو محفوظ رکھنے کے لئے - اس لحاظ سے کہ وہ حق پر ہے اور حق کو باطل کے صدمہ سے بچا رہا ہے - اپنے مخالف اعتقاد والے فرقہ کے ساتھہ مصروف جنگ رہا - مگر جس وقت کاروبار حکومت بنی امیہ کے قابو مین آگیا - اور مسلمانون کی حکومت متحد ہوگئی - اور اموی عنصر کے غالب آجانیسے گروہ بندیونکا زور گھٹ چلا - اُس وقت لوگون کے خیالات کسی ایسے معاملہ کیجانب مایل ہونیسے رُک گئے جو انہین جنگ پر آمادہ کرے اور لڑتے رہنے کا شوق دلائے - اس وجہ سے لوگون نے خانہ نشینی اور آرام طلبی اختیار کرلی شروع کی - اس حالت کو دیکھکر خلفا مجبور ہوئے کہ فوجی ملازمت کا سلسلہ شروع کرین - سب سے پہلے جس شخص نے فوجی ملازمت کی بنیاد ڈالی وہ شاید حجاج بن یوسف ثقفی تھا اور اُس نے عبدالملک بن مروان کے عہد مین یہ سلسلہ قایم کیا - اُس زمانہ مین اموی حکومت اپنی ترقی کے بلند ترین زینہ پر پہونچ چکی تھی مسلمانون کی کثرت ہوگئی تھی - اور وہ لوگ دنیا مین ہر قسم کے کاروبار خصوصًا کھیتی باڑی کرنے کی جانب مائل ہو چلے تھے - نیز جنگی مشغلون کے باقی نہ رہنے سے وہ ایک طرح مطلق العنان بھی ہو چکے تھے - اگرچہ اکثر اہل اسلام نے امیر معاویہؓ ہی کے زمانہ مین جنگ اور فوجی خدمت سے الگ رہکر گوشہ نشینی اختیار کرنے یا دیگر مشاغل کیطرف متوجہ ہونیکا قصد کیا تھا لیکن امیر ممدوح نے انکو اپنی حکمت عملی سے قابو کرلیا - اور اس ارادہ سے باز رکھا - اور سب کو بذریعہ انعامات و عطیات سے اونکو اپنا گرویدہ بنا لیا - جس وقت معاویہؓ کے بعد اونکا بیٹا یزید اور اوسکے بعد معاویہ دوم پھر اُسکے بعد مروان بن حکم ؓ حکمران ہوئے تو چونکہ ان لوگون مین سے ایک بھی اس ڈھنگ کا آدمی نہ تھا کہ لوگون کے دل اپنی جانب مائل رکھتا اور مسلمانون کو اپنی اطاعت سے باہر نہ ہونے دیتا - اسلئے فوجی لوگون کو بیٹھہ رہنے اور آرام طلبی کی جراٴت پیدا ہوگئی - چنانچہ جب عبدالملک خلافت کا والی ہوا ہے اُس وقت بھی فوجکی یہی حالت تھی - نہ تو سپاہی لوگ اُسکے ساتھہ کوچ کرتے اور نہ اُسکے مقام کے ساتھہ مقام کرتے تھے - عبدالملک نے اس حالت کی شکایت اپنے "صاحب شرطہ" (پولیس کمشنر) "روح بن زنباع" سے کی - وہ خلیفہ سے کہنے لگا کہ :- امیر المؤمنین! میری ماتحتی مین ایک شخص ہے - اگر آپ اُسے اپنی فوج کا افسر بناوین تو وہ سب کو سیدھا کردیگا اور آپکے ساتھہ ہی ساتھہ کوچ و مقام کرائیگا - اُس شخص کا نام حجاج بن یوسف ہے " عبدالملک نے اُسکی بات مان لی اور حجاج کو فوجکا افسر بنا دیا - حجاج نہایت تندمزاج اور ظالم شخص تھا - اسلئے کسی سپاہی کو اُسکے حکم سے سرتابی کرنیکا یارا نہ تھا - اُس وقت سے فوج برابر خلیفہ کے ساتھہ ہی ساتھہ کوچ و مقام کرتی جاتی تھی - مگر روح بن زنباع کے ماتحت پھر بھی اس قاعدہ کی پابندی یا حجاج کے حکم کی ذرا بھی پروا نہ کرتے تھے - ایک دن حجاج نے اون لوگون کو دیکھا کہ اور سب تو کوچ

کر گئے ہین لیکن وہ ابھی کہانا کہا رہے ہین۔ حجاج نے یہ حالت دیکھکر اُن سے دریافت کیا "تم لوگ امیر المومنین کے ساتھہ کوچ کرنیسے کیون رُک گئے؟" روح بن زنباغ کے ملازمون نے بجائے اسکے کہ کوئی عذر یا اپنی خطا کا اقرار کرتے۔ حجاج کو مخاطب کرکے یہ بات کہی "ابے بہتنی کے تو بھی گھوڑے سے اتر کے ہمارے ساتھہ کہانا کہالے"۔ حجاج نے اُنکی یہ گستاخی دیکھکر کہا۔ افسوس اب تو مجھے جوکچھہ اُنکی پاسداری تھی وہ بھی جاتی رہی۔ یہہ کہکر اپنے ماتحتون کو حکم دیدیا کہ ان لوگون کو کوڑون سے پیٹ کر تمام فوجمین پھراؤ اور تشہیر کرو۔ تاکہ اور دونکو عبرت حاصل ہو۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ روح بن زنباغ کے خیمون کو آگ لگاکر جلادو۔ حجاج کے ماتحتون نے اس حکم کی فوراً تعمیل کردی۔ روح بن زنباغ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ روتا پیٹتا عبد الملک بن مروان کی خدمت مین پہونچا۔ عبد الملک نے دریافت کیا کہ تمہین کیا ہوگیا ہے روتے کیون آئے ہو؟ ابن زنباغ نے عرض کی۔ "امیر المومنین! حجاج بن یوسف جو کل میری ماتحتی مین ایک ادنی خادم کی حیثیت رکھتا تھا آج اُس نے میرے غلامون کو کوڑے لگوائے اور میرے خیمے جلوائے ہین"۔ عبد الملک نے جہلاکر حکم دیا۔ اُسے ابھی میرے روبرو حاضر کرو۔" حجاج خلیفہ کے حضور مین پیش ہوا تو خلیفہ نے بگڑکر اس سے پوچھا "تو نے کیون اس قسم کی نامناسب حرکت کی۔ اسکی وجہ کیا تھی؟"

حجاج "امیر المومنین! مینے کیا کیا؟"

عبد الملک "اونہین تو کس نے کیا ہ؟"

حجاج "واللہ! اے امیر المومنین یہ کام آپنے کیا۔ میرا کوڑا آپ کا کوڑا اور میرا ہاتھہ آپکا ہاتھہ ہے امیر المومنین کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہین ہے کہ وہ بن زنباغ کو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے بدلے دو خیمے عطا فرمادین۔ اور مجھے جو مرتبہ امیر المومنین نے عطا فرمایا ہے روح بن زنباغ کے خیال سے اوسکو بھی نہ گہٹائین"۔ خلیفہ نے یہ حاضر جوابی اور معقول گفتگو سنکر روح بن زنباغ کو اوسکے ضائع شدہ سامان کا معاوضہ دلوادیا۔ اور حجاج کے منصب مین ترقی کردی۔ یہ پہلا موقع تہا کہ خلیفہ کو حجاج بن یوسف کی لیاقت اور کارگزاری کا علم حاصل ہوا۔

یہ بیان پڑہنے کے بعد شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید اسی زمانہ سے لازمی فوجی خدمات کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اسکے بعد پھر تو یہ ایک قابل عمل طریقہ بنگیا۔ اور اسلامی فوج کے دو گروہ ہوگئے۔ (۱) تنخواہ دار۔ (۲) خوشی خاطر سے فوجی خدمت انجام دینے والے (والنٹیر) یہ دونون جماعتین اہل عرب ہی کی ہوتی تہین جو اپنے نسب کے لحاظ سے یا تو قحطان کی جانب راجع ہوتے تہے اور وہ لوگ یمن کے باشندے تہے۔ یا عدنان سے منسوب

اور یہ لوگ "مضری" گھرانے سے تھے۔ فوجکے اِن دونون گروہون مین آزاد شدہ غلامون اور ایسے لوگون کی جو غلامی کی حالت مین ہوتے ایک کافی تعداد ہوا کرتی تہی۔ +

عہد اسلام مین اہل عجم کی فوجین بنو عباس کا زمانہ آیا اور انکو اپنی حکومت کے پُرزور بنانیکے لئے غیر ملکی لوگون سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو خالص عربی فوجون مین غیر اقوام کی بہی متعدد جماعتین داخل ہوگئین عجمیون مین سے اول اول جن کا قدم لشکر اسلام مین آیا وہ اہل خراسان تھے۔ کیونکہ اسی قسم کے لوگون نے ابی مسلم خراسانی کی ماتحتی مین بنو عباس کی دعوت پہیلانے مین امداد دیکر انکو عنان خلافت پر قابض کردیا تہا چنانچہ خلیفہ منصور کے زمانہ مین فوجی سپاہی تین گروہ پر منقسم تہے۔ (۱) یمن کے عرب۔ (۲) مُضری گھرانے کے عرب۔ (۳) خراسانی اہل عجم۔ پہر ان کے علاوہ ایک اور چوتھے فرقہ کا بہی اضافہ کیا گیا جو محافظ خاص کا دستہ تھا۔ خلفا نے اس فوج کو اپنی جان کی حفاظت کے لئے مرتب کیا تہا کیونکہ اُس زمانہ مین حکمرانون کے واسطے طرح طرح کے جال بچہائے جاتے تہے۔ ملک مین عام طور پر خفیہ منصوبے اور سازشین کیجاتی تہین اور خلفا پر حملے ہوتے رہتے تہے لیکن یہ عجیب واقعہ ہے کہ جس طریقہ سے خلفا نے اپنی حکومت کا تحفظ کرنا چاہا تہا۔ وہی آخر کار حکومت کو اُنکے ہاتہون سے نکالدینے کا سبب بنگیا۔ +

سنہ ۲۱۸ھ مین جبکہ خلافت کا دور معتصم باللہ تک پُہنچا ہے اُس زمانہ مین غیر ملکی لوگون کا عنصر حکومت پر غالب آچکا تہا۔ اور خلفا اپنی جانون سے بہت خائف رہا کرتے تہے معتصم بہی اسی لئے اپنی فوجکی جانب سے ڈر کر مجبور ہوگیا کہ مصر کے (شرقیہ و دقہلیہ) باشندگان اہل حوف سے ایک فوج اپنی حفاظت کے لئے تیار کرے چنانچہ اس نے انہین اپنے باڈی گارڈ مین رکہا اُنکا نام "مغاربہ" رکہا۔ اور ممکن ہے کہ اُن لوگون مین کچہہ ملک مغرب کے رہنے والے بہی تب ہون۔ نیز معتصم باللہ نے اشروسنہ۔ سمرقند اور فرغانہ کے رہنے والون کی بہی ایک بڑی تعداد بغداد کے بازارون سے وقتاً فوقتاً خرید کر جمع کی تہی۔ اور ان غلامون کی بہی ایک خاص فوج مرتب کر کے اون کا نام پہلے "فراغنہ" رکھا تھا۔ پہر "ترکون" کے نام سے موسوم کیا۔ یہ سپاہی عباسی حکومت کے لئے اور تمام فوجی لوگون سے بڑکر خطرناک نکلے۔ یعنی آخر کار ان کے ہاتہون امرار سلطنت پر بڑے بڑے ستم ٹوٹنے لگے اور نیز یہ لوگ اصل عربی فوج کی تحقیر اور تمام اہل بغداد کی ایذا رسانی کے بہی مرتکب ہوئے۔ یہان تک کہ اکثر بغداد کی سڑکون پر سوار ہوکر نکلتے اور گہوڑون کو ایڑ لگا دیتے جسکی وجہ سے مرد۔ عورت اور بچے انکی چپیٹ مین آکر بیچارے زخمی ہوتے یا مرجاتے۔ لوگون نے دق ہوکر معتصم باللہ سے فریاد کی معتصم باللہ کو اس آفت کے انسداد

کی اسکے سوا اور کوئی ترکیب نہ سوجھی کہ اپنی فوجکو بغداد سے باہر نکالدے۔ لہٰذا اُس نے ۲۲۱ھ مین قلعہ "سامرہ" بنوایا اور معہ اپنی فوج کے اُس مین قیام کیا۔

معتصم باللہ کی خلافت اہل عرب کیلئے اپنے خلفا سے بیزار ہونے اور انکی شکایت کرنیکا مقدمہ تہی فوج کے لفظ سے اندنون ترک وغیرہ عجمی قومون کے سپاہی مراد ہوتے اور "حربیہ" (جنگی سپاہ) سے عربی النسل مردان نبرد جنگی پیادہ جمعیت تہی۔ ان دو فرقون کے علاوہ ایک فرقہ "متطوعہ" کا اور بھی تھا۔ یہ لوگ اپنی مرضی سے جنگ مین شریک ہوتے اور غالباً مملکت اسلامی کی حدود سے باہر ملکون مین جہاد کرتے رہتے تہے۔ افواج خلافت مین کچھہ اور گروہ بہی ہوتے تہے جو حسب مندرجہ ذیل ہین:۔

(۱) نُشّاب۔ (تیرانداز)۔ (۲) نفط (ایک مشتعل ہوجانیوالا تیل جس سے دشمن کے قلعون وغیرہ کو آگ لگاتے تہے) پہینکنے والے۔ (۳) منجنیق چلانیوالے جو اس زمانہ کے توپچیون کے قایم مقام ہوتے تہے۔ (۴) عیار۔ گوپہن کے ذریعے سے پتہرون اور ڈہیلون کی مار کرنیوالے۔ نیز فوج کے لئے طبیبون اور جراحون کا بھی عملہ رہتا تہا جو امن اور جنگ ہر حالت مین موجود رہتا جس طرح آجکل کی متمدن اقوام مین فوجی ہسپتال ضرور ہوتے ہین۔

اسکے بعد ترکی فوج مین سے کئی ایک اور گروہ تیار ہوتے گئے جنہون نے حکومت مین اپنا اپنا اثر اور اقتدار بڑہانے کی فکرین اور کوششین شروع کین۔ ان فرقون مین سے ایک "شاکریہ" نامی گروہ تہا جو مہتدی باللہ کے عہد حکومت مین پیدا ہوا تہا اور مستعین باللہ کے دور مین پروان چڑہا۔ اسی اثنا مین خلفاء کے بلاط مین ایک قسم کا خاص محافظ دستہ مقرر ہوگیا جسکا نام "غلمان حجریہ" رکہا گیا۔ بنی فاطمہ کے عہد مین بہی ان لوگون کا ایک فرقہ تہا۔ عرب پیدل فوج کا ایک بڑا حصہ لیکر اُس سے جدا ایک گروہ تیار ہوا جو "مردان نبرد" کے نام سے مشہور ہوا اسکے بعد ایک اور فرقہ پیدا ہوا جو مقتدر باللہ عباسی کے ایک عامل ابن الساج کی نسبت سے "فرقہ ساجیہ" کہلاتا تہا اس موقع پر ہم عباسی حکومت کی تاریخ کا مطالعہ کرنے مین اور بہی کئی گروہون کے نام پاتے ہین مثلاً "بابالیہ" اور "سعدیہ" وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام گروہ اپنی اپنی جگہہ اسبات کی پوری کوشش کرتے رہتے تہے کہ سلطنت مین اونہین کا اثر غالب رہے۔ اسی وجہ سے اکثر اوقات خود اونکے مابین یا اونکے اور خلفاء کی محافظ فوج کے مابین فساد اور دنگہ ہوجایا کرتے جنکا انجام یہ ہوا کہ حکمرانی کا سلسلہ اہل عرب کے ہاتہون سے نکل گیا۔ اور قریش اور اہل عرب کا معاملہ بالکل بہول بسر گیا جسکا بیان آگے چلکر آجائیگا۔ اور حکومت کے کاروبار ترکون وغیرہ عجمی النسل اقوام کے قابو مین چلے گئے جنکی کئی مشہور حکومتین قایم ہوئین اور مدت تک بڑی شان وشکوہ کے ساتھہ حکمران رہین۔ +

فوجی دفتر

فوجی دفتر کی بنیاد مدینہ میں اول اول عمر بن الخطابؓ کے ہاتھوں پڑی۔ اس دفتر میں مسلمان مردوں کے نام لکھے گئے اور اونکے وظیفوں کی شرح قرار پائی۔ ابتداءً یہ دفتر فوجی دفتر نہیں کہلاتا تھا بلکہ صرف " دیوان" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ اُس میں تمام مہاجرین۔ انصار۔ اور اُن کے تابعین کے نام بشرح تنخواہ درج کئے گئے تھے۔ اور وظیفہ کی مقدار کا کم و بیش ہونا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی قرابت اور اسلام قبول کرنے میں سبقت کے لحاظ سے ہوا کرتا تھا۔ ہر ایک مسلمان مرد اپنی تنخواہ خود پاتا تہا اور اوسکے بیوی بچوں کا وظیفہ علیحدہ مقرر ہوتا تھا۔ اس بات کو ملحوظ رکھکر یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ وہ دفتر مسلمانوں کا تھا۔ کیونکہ اُن دنوں جملہ اہل اسلام فوجی سپاہی تھے جس زمانہ تک سابق الاسلام لوگ موجود رہے وظائف کی کمی بیشی میں اون کا اور نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ داروں کا لحاظ کیا جاتا رہا۔ مگر اُن کے رفتہ رفتہ نابود ہوجانے پر جبکہ اسلامی فوج مسلمانوں کی ایک خود بخود قایم رہنے والی جماعت بنگئی اُس وقت اُسکی ترتیب شجاعت اور جنگ میں استقلال و پامردی ظاہر کرنے پر منحصر ہوگئی اور جوہر ذاتی کی بنا پر عہدے اور مرتبے ملنے لگے۔

عام لوگوں میں سے فوج کے لئے سپاہیوں کے بہرتی کرنیکا ایک خاص طریقہ تہا اور جنگی خدمت کے خواہشمند کے واسطے چند شرطیں مقرر تہیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جو شخص فوج میں بہرتی ہونا چاہتا وہ طلب ہونے پر " افسر دیوان فوج " کے پاس پیش ہوتا جو یہ دیکھتا تھا کہ آیا امید وار فوج میں رکھنے کے قابل ہے یا نہیں اگر وہ آزاد بالغ مسلمان تندرست صحیح الحواس اور دلیر نہ ہوتا تو فوجی خدمت انجام دینے کے ناقابل سمجھا جاتا اور جو وہ تمام شرطوں میں پورا اُترتا تو اوسکا نام معہ نسب اور حُلیہ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا۔ نام لکھتے وقت اُس شخص کے تمام امتیازی اوصاف و علامات کو بڑی احتیاط سے قلمبند کرتے تاکہ اگر ایک نام کے کئی آدمی ہوں تو گڑبڑ نہ پڑے۔

دفتر میں سپاہیوں کی ترتیب کے وقت ہمیشہ انہیں قواعد کا لحاظ ہوتا تھا جنکو عمر بن الخطابؓ نے سابقہ اور نسب کے اعتبار سے قرار دیا تھا۔ اولاً فوج کی ترتیب جنسوں اور قبیلوں سے شروع ہوتی۔ جس وقت ہر ایک قبیلہ اور جنس دوسری سے متمیز ہوجاتی تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوتی یعنی عربی یا عجمی۔ پس اگر سپاہی عربی النسل ہوتے

تو اونکے قبیلوں کی ترتیب باعتبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت مندوں کے ہوتی۔ ترتیب کی ابتدا خاندان نبوی کی اصل سے کیجاتی۔ اسکے بعد اُسکی شاخوں کی نوبت آتی۔ مثلاً اہل عرب کی دو قسمیں ہیں عدنانی۔ اور قحطانی۔ عدنانی عرب قحطانیوں پر مقدم کیئے جاتے تھے۔ کیونکہ نبوت اُنہی کے گھرانے میں تہی۔ عدنان مجموعہ ہے ربیعہ اور مُضر کا۔ ان میں سے مُضر کو فوقیت ہے اسلیئے کہ نبوت اُن ہیں تھی۔ مُضر کی شاخیں ہیں قریش۔ اور قریش کی علاوہ دوسرے کُنبے۔ اُن میں قریش کو فضیلت دیجاتی تہی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی خاندان سے تہے۔ قریش کے گھرانے میں بنو ہاشم اور بنو اُمیہ وغیرہ ہیں۔ مگر تقدم بنو ہاشم کو تہا اس وجہ سے کہ نبوت اُنکے گھرانے مین تھی۔ گویا کہ بنو ہاشم اِس ترتیب کے قطب اور مرکز تہے۔ اور انکے بعد وہ لوگ تہے جو انکے ساتہہ نسبی قرابت مین درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہوتے۔ اور اگر فوجی سپاہی عجمی ہوتے اور کسی نسب پر مجتمع نہ ہو سکتے تہے تو اونکو جنس پر مجتمع کیا جاتا جیسے ترکی۔ ہندی۔ یا ملک اور سکونت پر مثلاً خراسانی۔ فراعنہ۔ اور مغربی۔ پہر اگر ان عجمی لوگون کو کسی قسم کا سابقہ حاصل ہوتا تو دیوان میں اُسکے مطابق ترتیب پاتے تہے۔ ورنہ قربِ حاکم کے اعتبار سے۔ اور اگر اس معاملہ میں بہی برابر ہوتے تو اس بات کا خیال کیا جاتا کہ کس فرقہ نے پہلے اُس حاکم کی اطاعت اختیار کی ہے۔

فوجی دفتر کی کئی شاخیں تہین۔ کوئی مراسلت (پیغام رسانی) کے لئے۔ کوئی عطا (تقسیم تنخواہ اور انعامات) کی غرض سے۔ اور کوئی شاخ فوجی اور جنگی مصارف یا دیگر مختلف ضروریات وقت کے لئے۔

فوجکی تنخواہین

فوجی عطیات سے اُنکے وظیفے یا تنخواہیں مراد ہیں جو سال کے اندر مقررہ اوقات میں اُنکو ملتی تہیں۔ یہ عطیات نبی رسول اللہ علیہ سلم کے زمانہ میں غیر محدود تہے۔ اُن دنوں میں جس قدر مال غنیمت آتا اُسکا ایک خمس (پانچواں حصہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علیحدہ نکالنے کے بعد باقی چار حصے تمام صحابہ میں بلا کسی امتیاز و تفریق کے بانٹ دیئے جاتے۔ ابوبکر رضہ نے بہی اسی دستور کی پابندی رکھی۔ حضرت عمر رضہ کا دور شروع ہوا تو اُنہوں نے دفتر ترتیب دیا اور لوگوں کے وظائف میں باعتبار نسب اور سابقہ کے تمیز کی۔ اس لحاظ سے اُنکی ترتیب طبقوں کے اعتبار سے رکھی اور ہر ایک کا راتب بلحاظ قرابت نبوی یا سابق الاسلام ہونیکی حیثیت سے مقرر کیا۔ یا اسکے علاوہ اور حیثیتوں سے جیسا کہ فہرست ذیل سے واضح ہوگا۔ یہاں پر یہ بتا دینا بہی ضروری ہے کہ اس جدول مین ظائف

کی جو مقدار درج کیجاتی ہے یہ صدر اسلام میں سالانہ وظائف ہوتے تھے :۔

	درہم
ہر ایک ایسے مہاجر اور انصاری کیلیئے جس نے بدر کبریٰ کے جنگ میں شمولیت کا شرف حاصل کیا ہو۔	۵۰۰۰
ہر ایک ایسے مہاجر اور انصاری کے واسطے جو اس میں شریک نہ ہو سکا	۴۰۰۰
ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم	۱۲۰۰۰
عباسؓ بن عبدالمطلب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا	۱۲۰۰۰
حسنؓ اور حسینؓ	۵۰۰۰
عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ (خلیفہ کے بیٹے)	۳۰۰۰
مہاجرین اور انصار کی ہر ایک لڑکی کو۔	۲۰۰۰
ہر ایک اہل مکہ کو۔	۸۰۰
ہر ایک مسلمان کے لئے جو مختلف طبقوں میں سے ہوں۔	۳۰۰-۵۰۰
مہاجرین اور انصار کی عورتیں۔	۲۰۰-۶۰۰

بعض روایتوں کے خفیف اختلاف کے ساتھہ عمرؓ کے زمانہ مین فوج کی تنخواہین یا مسلمانون کے وظیفے حسب مندرجہ بالا ہی تھے۔ اگر ان وظیفون کی مقدار پر غور اور پھر انکا آجکل کے وظائف سے مقابلہ کریں تو بہت بڑا فرق نظر آئیگا۔ اگر ہم درم کو ایک فرانک کے مساوی سمجھین جو قیمت مین قریباً اتنا ہی ہوتا ہے تو اسلام کے بڑے سے بڑے لوگون کا وظیفہ بھی پانچ ہزار فرانک سے زیادہ نہیں قرار پاتا۔ جو قریباً دو سو گینی" سالانہ ہوتا ہے۔ اور اگر ہم مسلمانون کو سپاہی مان لیں تو مہاجرین اور انصار انکے افسر ہوئے جن مین خود عمرؓ بھی تھے۔ اور جنکو ہم نے عام مسلمان لکھا ہے وہ نفر خیال کئے جا سکینگے۔ خواہ وہ کسی طبقے کے ہون۔ اور انکے وظیفے اُن لوگون (مہاجرین و انصار) سے کہین کمتر تھے۔ کیونکہ وہ تین سو درم سے پانچسو درم تک قبیلہ جہاد اور فضیلت اسلامی کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتے تھے۔ تو گویا عمر بن الخطابؓ کے عہد میں اسلامی فوجکے افسروں کی تنخواہین چار ہزار سے پانچہزار درم سالانہ تک اور سپاہیون کی تین سو درم سے پانچسو درم سالانہ تک ہوتی تہیں۔ یہ تنخواہین اُن نقد وظایف کے جو اُنکی بیوی بچون کو ملا کرتے تھے اور اِس غلہ گندم کے علاوہ تہین جو ہر ایک شخص کو دو جریب ماہوار کے حساب سے ملا کرتا تھا۔ ایک جریب ۳۶۰۰ گز مربع ہوتی تھی اور اِس سے یہ مراد تھی کہ اس قطعہ مین جتنا غلہ پیدا ہو وہ سب اُنکو ملتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اوائل اسلام میں چھوٹے چھوٹے فوجی

سپاہیوں کی تنخواہین بہی اس زمانہ کے سپاہیون کی تنخواہون سے زیادہ ہوتی تہین۔ مگر اُن کے افسرون کا معاملہ اسکے بالکل برعکس تھا۔

خلفائے راشدین کے عہدمین فوجی وظائف کی مقدار اسی قدر رہتی چلی گئی۔ مگر جبکہ بنوامیہ نے حکومت کی طمع کی اور معاویہؓ کو اہل عرب سے کمک لینے کی ضرورت پیش آئی تو اُنہون نے جن باتون کی عربی قبائل سے کمک لی اُن مین ایک بڑی چیز مال تہی۔ اور اس سے انہون نے فوجکے وظائف بڑہا دیئے۔ اُنکی فوج مین ساٹھ ہزار سپاہی تہے جنپر وہ سالانہ ساٹھ ملین درم صرف کرتے تہے۔ اور یہ تعداد اُس خرچ کے مقابلہ مین جو عمرؓ اپنی فوج پر کیا کرتے تہے دُگنی سے بہی زیادہ تہی۔ +

جن قبایل نے معاویہؓ کی دستگیری کی اور اُنکی طرف سے جنگ کرکے اُنکی دعوت کو مدد پہنچائی۔ اُن مین قبائل یمن کا قدم سب سے آگے تہا۔ اور انہون نے محض بطمع مال و زر ایسا کیا۔ کیونکہ صرف جہاد کی غرض سے لڑنیکا شوق اور ولولہ خلفائے راشدین ہی کے زمانہ تک تہا۔ اور نبوت کی دہشت زائل ہوجانے سے اب وہ لوگون کے دلون مین کچہہ بھی باقی نہ رہا تہا۔ معاویہؓ نے یمن کے لوگون کا ایک مستقل دستہ اپنی فوج مین بہرتی کیا جنکی تعداد دو ہزار سوار تھی ان کے وظیفے دُگنے مقرر کیئے۔ اور اونکو تمام فوج سے الگ اور سب سے ممتاز بنا دیا تہا۔ اُن کے امیرون سے اپنے اہم معاملات مین رائے لیتے اور اپنا مقرب بنائے رکہتے جس سے اہل یمن کا اس قدر زور ہوگیا اور اونکی عظمت و اقتدار کو اتنی ترقی حاصل ہوئی کہ آخر کار وہ بنوامیہ کی حکومت کو اپنا زیر بار احسان سمجہنے اور جا بجا اسکے چرچے کرنے لگے کہ اگر ہم چاہین تو بنو مُضر کو جن مین بنوامیہ بھی داخل تھے ملک شام سے بالکل نکال باہر کرین۔ اس وجہ سے معاویہؓ اون لوگون کو اپنا مقرب منظور نظر بناکر نادم ہوئے۔ اور اس قدر امتیاز دیکر بڑے پچہتائے۔ اور انکا غرور توڑنے کے لئے ایک اور فرقہ کو جسکا لقب "قیسیہ" تہا اپنا مقرب بنالیا اور انکو بھی ویسے ہی عطیات دینے لگے جیسے یمنیہ کو ملتے تہے۔ اسکے بعد سے اُنہون نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ بحری جنگون مین یمنیہ فرقے کو اور خشکی مین "قیسیہ" گروہ کو مصروف پیکار رکہتے۔ یمن والون کو یہ امر شاق گزرا۔ کیونکہ "قیسیہ" فرقہ کے لوگ مُضر کے خاندان سے تہے۔ اور اُنہون نے معاویہؓ پر اپنی خفگی اسباب مین ظاہر کی۔ جسکے سبب سے معاویہؓ نے دونون کو اکٹھا کردیا اور اونکے واسطے دونون قسم کی لڑائیون میں شرکت کا دروازہ کہولدیا۔

معاویہؓ صرف فوجکے رضامند رکہنے ہی مین مال نہین خرچ کرتے تہے بلکہ اپنے ساتہہ مخالفت اور عداوت

سے کہنے والون کی شورشین کم کرنے اور اپنے موافق لوگون کی جماعتین تیار کرتے رہنے مین بہی دل کہولکر روپیہ لگاتے تہے۔ چنانچہ اکثر اوقات وہ اپنے عاملون کو ایسے لوگون کے عطیات مین اضافہ کی ہدائتین کرتے رہتے جن کو سمجہتے کہ وہ علی رضی سے کوئی غرض رکہتے ہین۔ اور انکے عمال اُن اغراض کو سمجہہ نہ سکنے کی وجہ سے نفاذ احکام نہین کرتے تہے اس قسم کی باتون مین سے ایک بات یہ بہی تہی کہ اہل کوفہ کو علی رضی کے ساتہہ بہت اُلفت تھی لہذا معاویہ رضی نے وہان کے عامل نعمان بن بشیر کو اسبات کا حکم بہیجا کہ کوفہ کے باشندون کے عطیات مین دس دینار کا اضافہ کر دے۔ نعمان نے گو اس حکم کے ماننے سے انکار کیا لیکن اسے کچہہ فایدہ نہ ہوا۔

یزید۔ مروان اور عبدالملک کے زمانہ مین بہی عطیات کی یہی حالت برابر قایم رہی۔ عبدالملک کو چونکہ ایک اور سخت دقت یہ بہی درپیش تہی کہ اُسکے عہد مین خلافت کے بہت سے دعویدار پیدا ہوگئے تہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے دعویدارون کی دلجوئی کرتے رہنے کی غرض سے اور بہی زیادہ انعام واکرام دیتا رہتا تہا۔ حجاج نے عبدالملک کے حکم سے "رتبیل" کیجانب جو فوج روانہ کی تہی اُسکی تعداد چالیس ہزار تہی۔ اس لشکر کی روانگی کے مصارف دو ملین درم تک پہنچ گئے تہے۔ یہ اخراجات اُنکے عطیات اور اُن رقمون کے علاوہ تہے جو اُس فوج کے افسرون کو بطور انعام دیگئی تہین۔ ولید بن یزید نے متولی خلافت ہوکر اپنے خلیفہ ہونیکے دن فوج کے عطیات مین دس درم کا اور بہی اضافہ کردیا۔ ممکن ہے کہ اُس نے اپنی کمزوری حکومت اور عیش پرستی کی خرابی کو دباکر فوجکے رضامند کرنے کی نیت سے ایسا کیا ہو۔ دولت بنو اُمیہ کے آخر زمانہ مین فوج کے وظیفے گہٹ گئے۔ یہانتک کہ آخری خلیفہ کے عہد مین صرف پانچسو درم سالانہ فی سپاہی باقی رہگئے تہے۔ +

بنو عباس کو خلافت حاصل ہوئی تو سفاح نے سپاہی کی تنخواہ اَسّی درم ماہوار (۹۶۰ درم سالانہ) کردی گویا اُس نے فوجکا مشاہرہ اُلٹ کر پہر وہی مقرر کردیا جو بنو اُمیہ کے ابتدائی دور خلافت مین رہ چکا تہا۔ سوار کو اس سے دوگنا وظیفہ ملتا تہا۔ تاکہ نصف تنخواہ وہ اپنے گہوڑے کے مصارف مین اُٹہائے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت عباسیہ کی ترقی کے ساتہہ فوجکے وظایف مین کسی قسم کی زیادتی نہین ہوئی۔ بلکہ اس کے برعکس وہ روز بروز کم ہوتے گئے۔ چنانچہ عہد مامون الرشید مین پیدل کی ماہوار تنخواہ صرف بیس درم اور سوار کی چالیس درم رکہی۔ سنہ ۲۰۱ھ مین عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کا لشکر چالیس ہزار سپاہیون کا تہا۔ اور اُس نے سوار کی تنخواہ چالیس درم ماہوار کر رکہی تہی۔ اور پیدل کی بیس درم اس بات پر تنا اور بہی اضافہ کردینا چاہیئے کہ اُس زمانہ مین بہ نسبت ابتدائے اسلام کے سونے کی قیمت چڑہ گئی تہی اور جو دینار عمر رضی کے عہد مین

دس درہم کے مساوی ہوتا تہا وہ مامون کے زمانہ مین ۱۵ درہم کے مساوی ہوگیا تہا۔

بیان بالا سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ فوجکی تنخواہین بنوامیہ کے عہد خلافت مین خلفائے راشدین کے زمانہ کی نسبت سے بڑہکر پہر بنو عباس کی حکومت مین کم ہوگئین اسکا سبب یہ تہا کہ بنی اُمیہ نے عربی قبیلون کو اپنی خدمت کی رغبت دلانے اور اپنی حکومت کو تائید پہنچانیکی خواہش سے فوج کے عطیات بڑہا دیئے تھے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ لیکن بنو عباس کے دور مین اہل عرب اسلامی ملکون مین ہر چہار طرف منتشر ہوگئے اور اہل عجم سے مل جل گئے تہے۔ عباسی خلفا نے اہل عجم کی تعداد اپنی فوجمین بہت بڑہا دی تہی جسکی ایک وجہ یہ بہی تہی کہ انہین لوگون نے انکی قیام حکومت مین پوری پوری مدد دی تہی۔ ان وجوہ سے عباسی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہوگیا تہا کہ وہ ان دو گروہون مین سے جس سے چاہے فوجی خدمت لے۔ اہل عجم تہوڑی تنخواہون کو قبول کرلیتے تہے۔ اور باوجود اسکے پہر بہی وہ تنخواہین اُن وظایف سے کہین زیادہ تہین جو روم والے اپنے سپاہیونکو دیا کرتے تہے۔ ابن خرداذبہ ناقل ہے کہ رومیون کے ہان سپاہیون کی تنخواہ ۱۸ سے ۱۲ دینار سالانہ تک ہوا کرتی تہی۔ اور اسکے ساتہہ ہی وہ لوگ تیسرے چوتہے برس صرف ایکبار اپنے وظیفے حاصل کرسکتے تہے۔ بخلاف اسکے عربی فوجون کی تنخواہین سالانہ، ماہوار، یا سہ ماہی اور ششماہی جیسا دستور ہوتا ٹہیک وقت پر ملاکرتی تہین لیکن عباسی حکومت کے آخری دور مین یہ بات نہ رہی تہی۔ ان دنون تنخواہون کے ملنے مین دیر ہوتی اور اکٹہے کئی کئی مہینے چڑہ جاتے اور اسکی وجہ سے جو شخص فوجکو راضی کرنے کی قدرت پاتا وہی خلافت حاصل کرنے مین کامیاب ہوتا تہا جیسا کہ انحطاط اور کمزوری کے ایام مین تمام حکومتون کا انتظام بگڑ جایا کرتا ہے۔

سلجوقی خاندان کی حکومت تک فوجکی تنخواہین برابر نقد ملاکرتی تہین لیکن جس وقت اس خاندان کی حکومت کو عروج ہوا تو بجائے نقد تنخواہ کے سپاہیون کو جاگیرین ملنے لگین۔ فوج والون کو جاگیرین دینے کا طریقہ سب سے پہلے نظام الملک طوسی نے نکالا۔ یہ نامور شخص جس نے ۴۸۵ھ مین وفات پائی ہے آل سلجوق کا وزیر اور بڑا فاضل شخص تہا۔ اس نے سلجوقی حکومت مین بحالت وزارت بہت سی مفید اصلاحین کین۔ یہی سب سے پہلا مسلمان تہا جس نے بغداد مین مدرسون کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ شہر بغداد کا مشہور مدرسہ نظامیہ اسی کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نامی گرامی شخص الپ ارسلان کا وزیر تہا۔ اور پہر اُسکے نامور بیٹے ملک شاہ کا بہی وزیر رہا۔ اسکی قابلیت اور مدبرانہ پالیسی کا اس قدر گہرا اثر پڑا تہا کہ حکومت کے تمام کاروبار اسی کے قابو مین ہوگئے تہے۔ سلطان کو صرف تخت نشینی اور سیر و شکار سے سروکار رہگیا تہا۔ نظام الملک نے بیس برس تک اسی شان و شکوہ کے ساتہہ وزارت کے

نام سے حکمرانی کی۔ وہ ایک دانشمند اور نیکدل خیر خواہ ملک و ملت تھا۔ اُس نے خیال کیا کہ سلجوقی حکومت کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے۔ ایسا نہ ہو اسپر زوال آکر بہت جلد یہ ملک قابو سے نکل جائے۔ لہذا اُس نے یہ ضروری سمجھا کہ جاگیروں کے طریق سے حفظ ممالک کا سلسلہ قائم کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کہ ملک کو مختلف چھوٹی بڑی جاگیرون مین تقسیم کرکے اہل فوج کے حوالہ کردیا۔ نظام الملک کا یہ خیال واقعی مناسب تھا کہ زمینون کو جاگیردارون کے سپرد کرنا اُنکی سرسبزی اور زرخیزی کی ضمانت ہے۔ کیونکہ وہ جاگیردار اپنے نفع کی خاطر اُسکی اچھی طرح دیکھہ بھال کرینگے اور ملک کو اس طرح سرسبزی و خوشحالی نصیب ہوگی بخلاف اسکے اگر صرف ایک دفتر (شاہی دفتر) ملک کے تمام معاملات اور کاروبار کا نگران رہا تو خرابیان بڑہتی جائینگی اور سلطنت مین خلل واقع ہوگا۔ اس خیال کی بنا پر نظام الملک نے جاگیرون کا انتظام جاری کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ممالک آباد ہوگئے اور ملکی پیداوار نہایت افراط سے ہونے لگی۔ چنانچہ گذشتہ صدی کے آغاز تک جس قدر حکمران اور سلاطین نظام الملک کے بعد گزرے ہین سبھون نے اس بارہ مین اُسی کی پیروی کی اور اپنے ملکون مین بھی جاگیرون کا انتظام رکھا۔ اس کا مفصل حال جاگیرون کے بیان مین آگے چلکر بیان کیا جائیگا۔

فوجکی تعداد

ہم نے یہ پہلے ہی بیان کردیا ہے کہ صدر اسلام میں تمام مسلمان فوجی خدمت کے انجام دینے والے تھے۔ اسلئے اُس زمانہ مین جس قدر اُنکی تعداد تھی بالکل وہی تعداد اسلامی فوجکی تھی۔ پہلے ہجری سال مین اسلامی فوجکی تعداد چند دہائیون سے زاید نہ تھی جو مدینہ منورہ مین رہتی تھی۔ بعد ازان دیگر قبائل عرب کے داخلِ اسلام ہونے سے اُنکی تعداد بڑہنے لگی۔ ایک صحیح حدیث بخاری مین ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جن لوگون نے کلمۂ اسلام اپنی زبان سے ادا کیا ہے اُنکی تعداد لکھی جائے" تو ہم نے ڈیڑھ ہزار نام قلمبند کرکے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کئے"

غزوہ تبوک مین جو سب سے آخری غزوہ تھا اور ہجرت سے نوین (۹) برس واقع ہوا مسلمانون کی تعداد تیس ہزار تک پہونچ گئی تھی جنکے ساتھ دس ہزار گھوڑے تھے۔ گویا یُون کہنا چاہئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت مین اسلامی فوج کی اتنی تعداد تھی۔ اسکے بعد ابی بکر رضہ اور عمر رضہ کے عہدون مین اُنکی تعداد زیادہ ہوتے ہوتے ڈیڑہ

لاکھ سے بڑھ گئی تھی۔ اور خلفائے راشدین کے آخری عہد میں اس تعداد کو دوچند ہوجانا نصیب ہوا تھا۔
بنوامیہ کے ابتدائی دور مین بصرہ اور کوفہ کے رہنے والے لوگون مین سے فقط مردون ہی کی تعداد ... ۱۴۴ ہو گئی تھی جن مین سے اسّی ہزار بصرہ مین اور ساٹھ ہزار کوفہ مین تھے۔ ان آدمیون کے ساتھ جو متعلقین تھے اُنکی تعداد ... ۲ تھی جسمین عورتین اور بچے سب شامل تھے۔ ملک مصر مین اہل عیال کے علاوہ چالیس ہزار مرد تھے۔ اور ملک شام کی فوج بھی اتنی ہی تھی۔ اسکے علاوہ فارس وغیرہ کے ملکون مین جو سپاہ تھی اُسکا شمار علیحدہ رکھنا چاہیئے۔
صدر اسلام میں خلفا رکو مسلمانون کی مردم شماری کرنے کی جانب بہت توجہ رہتی تھی انکا یہ طریقہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرنیکے خیال سے تہا۔ اُنہون نے عربی قبیلون مین سے ہر ایک قبیلہ پر ایک شخص کو مقرر کر رکھا تہا جو ہر روز صبح کو اُٹھکر تمام ایسی جگہون مین گہومتا پہرتا جہان لوگ جمع ہوکر باہم باتین چیتین کیا کرتے اور سبھون سے دریافت کرتا جاتا کہ کیا آج رات کو تمہارے ہان کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ اور کیا آج تمہارے ہان کوئی مہمان آیا ہے؟ لوگ بتا دیتے کہ ہان فلان فلان شخص کے لڑکی یا لڑکا پیدا ہوا ہے جسکے نام وہ لکھ لیتا۔ اور یہ بھی بتا دیتے کہ آج ہمارے قبیلے مین فلان شخص اپنے بال بچون سمیت آکر ٹہیرا ہے اُس نووارد کا اور اُسکے گہر والون کے نام بھی لکھ لئے جاتے۔ جس وقت وہ شخص اس پوچھ گچھ سے فراغت پاتا تو دفتر مین آکر اُن سب نوزائیدہ بچون اور آنے والون کے نام درج رجسٹر کر لیتا تہا۔
اسکے علاوہ ہر ولایت مین کچھ عرصہ بعد علیحدہ علیحدہ بھی مردم شماری ہوا کرتی تھی مثال کے طور پر ایک ملک مصر کو لیجئے۔ وہان سب سے پہلے جو رجسٹر مردم شماری کے تیار ہوئے وہ عمرو بن العاصؓ نے کرائے تھے۔ پھر عبدالعزیز بن مروان نے اس کام کی تجدید کی۔ اور نئی مردم شماری کے بعد رجسٹر از سر نو ترتیب دلائے۔ عبدالعزیز بن مروان نے یہ کام اپنی امارت مصر کے زمانہ مین سنہ ۶۵ھ سے سنہ ۸۶ھ تک کے عرصہ مین انجام دیا تہا۔ اسکے بعد سنہ ۹۰ھ سے سنہ ۹۶ھ تک قرۃ بن شریک نے اور سنہ ۱۰۱ھ مین بشر بن صفوان نے اسے تازہ کیا۔ سب سے آخری مردم شماری جسکے ذریعہ سے تمام ملکون اور شہرون کے عربی النسل لوگون کی تعداد جانچی گئی بسنہ ۱۰۵ھ سے سنہ ۱۲۷ھ تک ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت مین ہوئی تہی۔ مگر افسوس کہ اُن مردم شماریون کی روئیداد ہمکو نہین ملی۔ کیونکہ وہ بہی بنوامیہ کے آثار کے اندر ضائع ہو گئین۔ بنوعباس والے خلافت ہوئے تو اُنہون نے اہل عرب کیجانب توجہ کرنی لاحاصل سمجھی۔ بلکہ انکے بجائے اپنی تمام توجہ فارسیون اور ترکون وغیرہ عجمی قومونکے

گروہ تیار کرنے اور اُنکو اپنے کام کا بناتے رہنے مین صرف کی جسکی کیفیت ہم پہلے بیان کر آئے ہین خلاصہ یہ ہے کہ جس زمانہ مین (سنہ ۲۱۸ھ) معتصم باللہ کی بیعت ہوئی تو اُس نے اپنے تمام عاملین کے نام جو ممالک محروسہ مین مقرر تھے۔ یہ فرمان بھیجدیا کہ جتنے عرب دفتر دفتر ذنکی اندراج باقی رہے ہیں اُنکو نکالدیا جائے اور اُنکے وظیفے بند ہوجائین اہل عرب کو یہ بات نہایت شاق گذری۔ اُنہون نے بہت کچھ شور و غل بپا کیا۔ لڑے بغاوت کی لیکن عبث۔ اُسی وقت سے عربی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور حکومت اسلامی کی سپاہ عجمی قومون اور غلامون سے مامور ہوگئی یہی باعث تہا کہ جس وقت معتصم کا انتقال ہوا اور اوسکے بعد واثق باللہ کو خلافت پہونچی تو بنی خزاعہ کے مشہور شاعر دعبل نے جو اُس وقت مقام صُمیرہ میں تہا اور وہان اوسکو معتصم کے مرنے اور واثق کے تخت نشین ہونے کی خبر لگی۔ اُس نے فی البدیہہ یہ دو بیتین کہین

الحمد للہ لا صبرٌ ولا جلدُ	(ترجمہ) خدا کا شکر ہے صبر و شکیب کا موقع نہیں۔
ولا عزاءٌ اذا اهل البلاء رقدوا	اور ماتم پرسی کی اُس وقت کوئی حاجت نہین ہوتی
خليفةٌ مات لم يحزن له احدٌ	جبکہ اہل بلا سورہیں (مرجائیں) ایک خلیفہ مرگیا تو
وآخرُ قام لم يفرح به احدُ	کسی نے اُسکا غم نہ کیا اور دوسرا قایم ہوا تو کسی کو اُسکی خوشی نہوئی

بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتون مین فوجکی کیا تعداد رہی؟ یہ ایک ایسی بات ہے جسکا پتہ نہین چل سکتا مگر ہم اُس تعداد پر غور کرکے جو خلفا رجنگ کے وقت میدان مین لاتے۔ تھے یہ استدلال کر سکتے ہین کہ بیشک اُن کے یہان کی فوج بہت زیادہ تہی چنانچہ یزید بن مہلب نے صرف جرجان اور طبرستان پر حملہ کرنے کے لئے ۱۲۰۰۰۰ ایسی سپاہ روانہ کی تہی جنکو باقاعدہ تنخواہین ملتی تہین اور غلامون اور رالطور والنٹیر) خوشی خوان لڑنے والون کی تعداد اسکے علاوہ تہی۔ رشید نے ہرقلہ پر ۱۳۵۰۰۰ تنخواہ دار فوج کے ساتھ حملہ کیا تہا غلام اور متطوعہ (فالوور) اس سے علاوہ تہے۔ محمد بن طغج اخشیدی بانی حکومت کی فوج جو ملک مصر مین تہا سنہ ۳۲۳ھ سے سنہ ۳۳۴ھ تک ۴۰۰۰۰۰ سپاہی رہے۔ اور آٹھ ہزار غلام تہے جن مین سے باری باری ہر رات مین دو ہزار اُسکا پہرہ دینے پر مقرر رہتے۔ ابن خلدون نے روایت کی ہے کہ معتصم باللہ عموریہ پر ۹۰۰۰۰۰ سپاہ لیکر اُترا تہا۔ اس مین کوئی تعجب کی بات نہین ہے۔ کیونکہ ہم جس وقت تمام ملک کے نزدیک اور دور سرحدونکی محافظ فوجونکی تعداد کا لحاظ کرین تو یہ مقدار کچھ زیادہ نہین معلوم ہوتی۔ کار باری لوگ۔ غلام اور خاص سپاہ اُسکے علاوہ شمار کرنی چاہیئے۔ کیونکہ خلفائے بنی عباس مین مامون الرشید کے ایسے صرف مخصوص لوگوں کا شمار ۳۲ ہزار تہا

تک پہونچا تھا جو محض عباسی خاندان کے لوگ تھے۔+

فوجی رتبے اور انکی قسمین۔ چونکہ زمانہ جاہلیت مین اہل عرب کے ہان کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی اسلئے اُن کے ہان فوجی رتبے اور عہدے بھی مقرر نہ تھے۔ لیکن وہ قبیلہ کے اوپر ایک امیر مقرر کردیا کرتے تھے۔ اس امیر کو کسی غزوہ وغیرہ مین کوئی فوجی جماعت بھیجنے کی حاجت پڑتی تو وہ اُس جماعت پر ایک شخص کو سردار مقرر کرکے روانہ کیا کرتا۔ اِس سردار کو "منکب" کہتے تھے۔ اور ہر ایک منکب کے ماتحت پانچ "عریف" ہوتے۔ ایک عریف بہت سے نفرون پر افسر ہوا کرتا تھا۔+

ابتدائے اسلام مین عرب کے لوگ برابر اُسی اصول پر قایم رہے جو اُنکے ہان عہد جاہلیت سے رائج تھا۔ اسی لحاظ سے اُنہون نے فوجی سپاہیون کو بہت سے عریفون پر تقسیم کردیا تھا۔ ہر عریف کے ماتحت دس سپاہی تھے۔ اور فوجکی کمان افسری ایسے لوگون کو دی تہی جو سابق الاسلام تھے۔ چنانچہ اسلامی فتوحات کے زمانہ مین اُن کے فوجی نظام کی یہی صورت تہی۔ اسکے بعد عریف لوگونکی تعداد سات کردی گئی اور ہر عریف کے ماتحت تیس چالیس سپاہی رہنے لگے۔ کسی عریف کے ماتحت صرف بیس ہزار جوان بھی ہوتے تھے۔ اسکی وجہ سابقہ وغیرہ کی سبب سے فوجی طبقون کا لحاظ رکھنا تہی۔ اِن عریف لوگونپر جو افسر ہوتے اُنکو "امراء اسباع" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اُنکے ذمہ یہ خدمت بھی ہوتی تہی کہ فوجکی تنخواہین صدر دفتر سے برآمد کرکے عریف لوگون کو بانٹ دیتے اور عریف لوگ اپنے ماتحت سپاہیون مین تقسیم کرتے تھے۔

بنی اُمیہ کے عہد مین فوجی رتبون کے اندر بہت کم تغیر و تبدل واقع ہوا۔ مگر عباسی حکومت کے دور مین اُسکی صورت بدلکر یون ہوگئی۔ ہر دس جوانون پر ایک "عریف"۔ ہر پچاس پر ایک "خلیفہ"۔ اور ہر سو پر ایک "قائد" (جنرل) اسکے بعد ترتیب کی صورت پھر بدلگئی۔ اور یہ شکل قایم ہوئی:- دس جوانون پر ایک عریف دس عریفون (یا سو جوانون) پر ایک "نقیب"۔ اور ہر دس نقیبون (یا ... جوانون) پر ایک قائد (جنرل) اور ہر دس قائدون پر ایک امیر (کمانڈر انچیف)۔ نیز دیگر مختلف حکومتون کے حالات پر غور کی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نظام مین تغیر و تبدل کو جگہ ملتی رہی تہی۔+

اگرچہ یہ امر ضروری ہے کہ ہر ایک رتبہ کیواسطے ایک علامت اس قسم کی مقرر ہو جسکی وجہ سے وہ عہدہ دار دوسرے عہدہ والے سے متمایز ہوسکے۔ جیسا کہ آجکل فوجی افسرون مین دیکھا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے متمائز اور عام فوجی سپاہیون سے نمایان ہوتے ہین۔ لیکن افسوس ہمین اس امر کے متعلق کوئی صریح چیز اسلامی

فوجون مین نہین ملی۔ البتہ جو کچھہ ہم نے طراز کے بیان مین لکھدیا ہے اُس سے کوئی سُراغ چل جائے تو ممکن ہے
گھوڑون کا داغ دیا جانا بھی اسی قبیل سے تھا تاکہ حکومت کے گھوڑے اور گھوڑون سے ممتاز رہین اس کام کے
لیئے ہر ایک بادشاہت کا ایک خاص نشان تھا۔ بنی اُمیہ کے عہد مین فوجی اور شاہی گھوڑونکی علامت "عدۃ"
کا لفظ تھا جسے گرم کر کے گھوڑونپر داغ لگاتے تھے۔ اہل عرب ایام جاہلیت مین اپنی اونٹون کے ساتھہ بھی
کرتے تھے۔ اُن کے ہان ہر ایک قبیلے کا ایک جُداگانہ "وسم" (ٹھپہ) تھا جس سے اُس قبیلہ کے اونٹ
دوسرے گھرانون کے اونٹون سے پہچانے جاتے تھے۔ یہ بات کچھہ اُسی زمانہ کے ساتھہ مخصوص نہ تھی
بلکہ آجکل کی مہذب حکومتین بھی ایسا ہی کرتی ہین۔ +

فوجی معائینہ

اسلام سے پہلے جتنی متمدن حکومتین گزری ہین اُن مین بھی فوجی معائینہ یا ریویو کا
دستور قدیم سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ سکندر اعظم خود بذات خاص فوجکا معائینہ کیا کرتا اور اُنکی اور اُن کے
ہتھیارون کی حالت کی دیکھہ بھال رکھتا تھا۔ اور گھوڑون کا بھی جائزہ لیتا رہتا تھا۔ جس زمانہ مین اسلام کا ظہور ہوا
ہے اُن دنون اہل فارس کا دستور تھا کہ سال کے اندر مقررہ وقتون مین فوج کا معائینہ کیا کرتے تھے۔ اس معاملہ
مین اُنکا طریقہ یہ تھا کہ سب سے اعلےٰ طبقہ کا سوار گھوڑے پر چڑھکر اعلےٰ حکام اور بادشاہ کے سامنے گزرتا تھا اس
سوار کے ہمراہ پہلو بہ پہلو ایک غلام ہوتا تھا وہ زرہ۔ خود۔ دستانے۔ چار آئینے۔ جوشن پہنے ہوتا۔ گھوڑے
پر آہنی پاکھر پڑی ہوتی جسکو برگستوان کہتے تھے۔ ڈھال۔ نیزہ۔ تلوار۔ گرز۔ خنجر۔ رسّی۔ توبرہ۔ آہنی چھریان
باگ ڈورین۔ تاگون کی تھیلی۔ سوتالی قینچی۔ ہتھوڑی۔ سکاز۔ لنبا سوا۔ چھوٹی سوئیان۔ تلگے۔ زناد۔ طرطور۔
باران کوٹ۔ دو چلہ چڑھی ہوئی کمانین معہ دو زائد چلّون کے جو ٹوٹنے پھوٹنے پر بوقت ضرورت کام آسکین
دو تیرون کے ترکش ایک خود سوار کے پاس اور دوسرا اُسکے غلام کے پاس۔ غرض سوار اس تمام سامان سے
لیس ہوتا تھا۔ +

تمدن اہل عرب کا آغاز ہوا اور اُنہون نے فوجی حالت کو درست کیا تو اس معاملہ مین انہون نے بھی اہل
فارس کی ہی پیروی کی لیکن اس بات کا بھی سُراغ ملتا ہے کہ عرب والون نے شہرون کے بسانے اور فوجونکو
باقاعدہ مرتب کرنے سے پہلے بھی فوجی معائینہ کا دستور اختیار کر رکھا تھا۔ کیونکہ خود نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) بنفس
نفیس اپنے اصحاب کا جنگ کے وقت معائینہ فرماتے تھے چنانچہ کتب سیر مین آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
بدر کبریٰ کے دن ۲ھ مین اُنکا معائینہ کیا تھا اور اُنکو کئی صفون مین کھڑا کر کے صفون کو درست اور سیدھی

بنانے کی کوشش کی تہی جس وقت آپ صفون کو درست فرما رہے تہے۔ آپکے ہاتہہ مین ایک سادہ تیر تہا۔ آپ سواد نام ایک شخص کے پاس ہوکر گزرے جو صف کی سیدہ سے ہٹا ہوا کہڑا تھا۔ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اُس تیر کو جو آپکے ہاتہون مین تہا اُس شخص کے پیٹ مین چبہو کر فرمایا "استو یا سواد بن غزیۃ" (اے غزیہ کے بیٹے "سواد" سیدہا اور برابر ہو جا) آخر کار آپ صفوف کی ترتیب اور درستی سے فارغ ہوکر اُس خیمہ مین واپس تشریف لے آئے جو صحابہ رضنے آپکے لئے وہین میدان جنگ مین نصب کر رکھا تہا۔

خلفاء راشدین بہی اسی طرز پر فوجکا جایزہ لیتے رہے۔ اور اُنکے بعد بنو امیہ نے بہی اس وضع کو قائم رکھا۔ حجاج بن یوسف فوجکا جایزہ لیتے وقت ایک اک شخص سے دریافت کیا کرتا تہا کہ تو کون ہے اور تیرا قبیلہ کونسا ہے۔ اور ہتہیارون کی حالت بہت غور کے ساتہہ دیکہنے کے علاوہ سپاہی کی کیفیت پر بہی پوری طرح نظر کیا کرتا تہا۔

عباسی عہد حکومت مین فوجکا جایزہ اہل فارس کی وضع پر لیا جاتا تہا جسکی وجہ یہ بہی تہی کہ بنو عباس نے اس معاملہ مین فارسیون کی شاگردی کی تہی۔ اُن کے ہان یہ دستور تہا کہ خلیفہ یا خلیفہ کا وزیر فوج کے معائنہ کے لئے ایک منظر عام مین جاکر بیٹہتا۔ اکثر اوقات خود خلیفہ جلوس فرما ہوتا۔ اور اُس وقت وہ خود اور زرہ پہنے ہوا کرتا گویا کہ آمادہ پیکار ہے۔ خلیفہ کے جلوس فرما چکنے کے بعد "منادی" افسرونکو نام بنام پکارتا اور وہ سامنے سے ہوکر گزرتے جاتے۔ پہر جب خلیفہ اُن کے گہوڑون اور ہتہیارون کا جایزہ لیکر سب سامان سے لیس پاتا تو اُنکے وظیفے اور انعام عطا کیے جانیکا حکم صادر کردیتا۔ یہ وظیفے خاص جایزہ کے دن کے لئے مقرر تہے۔ کبہی کبہی بلکہ اکثر ایسا ہوتا تہا کہ اعلےٰ افسر فوج اپنا انعام ماتحتون مین سے کسی کو بخش دیتا تہا۔ اس کارروائی کی مثال خلیفہ معتمد باللہ عباسی کے عہد (۲۷۱ھ) مین "عمرو بن اللیث" کا طرز عمل ہے۔ عمرو بن اللیث خلیفہ کے حضور مین نہایت مقرب اور سر چڑہا ہوا تہا۔ قوانین سلطنت مین دخیل ہوکر فوجی صیغہ کا منتظم اور افسر مقرر ہوگیا تہا۔ اُس نے یہ قاعدہ جاری کر رکھا تہا کہ ہر سہ ماہی مین ایکبار تمام فوجی افسرون اور سپاہیون کو علی قدر مراتب انعامات تقسیم کیا کرتا۔ اور اس تقسیم انعام کے موقعہ پر خود بہی حاضر ہوتا۔ اس وقت عارض یعنی فوجی افسر معائنہ روپے اشرفیون کے توڑے سامنے ڈہیر لگا کے بیٹہ جاتا۔ اور منادی سب سے پیشتر عمرو بن لیث کا نام لیکر آواز دیتا۔ عمرو بن لیث اپنے گہوڑے پر سوار اور ہتہیارون سے آراستہ اوچی بنا ہوا "عارض" کے مقابل جا کہڑا ہوتا اور "عارض" اُسکے ساز و سامان کا جایزہ لیکر حکم دیتا کہ عمرو کو تین سو درم عطا کیے جائین۔ درہمون کی تہیلی عمرو بن لیث کی طرف بڑہائی جاتی اور

وہ اُسے اپنے ہاتہون مین لیکر بوسہ دیتا اور کہتا "خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجہے امیرالمومنین کی ایسی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے جسکی وجہ سے مین انعام کا مستحق ہوا" یہ کہکر تہیلی کو اپنے موزہ مین رکھ لیتا اور وہ تہیلی اُس شخص کا حق ہوتی جو اُسکا موزہ اُتارتا تہا۔ اسکے بعد منادی ایک ایک کرکے تمام نامی لوگونکو ترتیب مدارج آوازین دیتا۔ وہ عارض کے سامنے آتے۔ اور عارض اُن کے پورے ہتہیارون کو دیکہتا۔ گہوڑون کا جائزہ لیتا اور پیدل و سوار دونون کے تمام ہتہیار ایک ایک کرکے ملاحظہ کرتا۔ اگر کوئی شخص کوئی چیز چہوڑ آیا ہوتا تو اُسکا انعام ضبط ہوجاتا۔ "عمرو بن لیث" نے ایک دن ایک سوار کا معائنہ کیا جسکا گہوڑا بیحد لاغر اور کمزور تہا۔ "عمرو" نے اُس سوار سے کہا "کیون جی! تم ہمارا روپیہ لیجاکر اپنی جورو کو کہلاتے اور اُسے موٹی تازی بناتے ہو۔ اور اپنی سواری کو ایسا لاغر کردیا ہے جسپر چڑہکر لڑتے اور جسکے ذریعہ سے انعام حاصل کرتے ہو؟ جاؤ تمہارے واسطے میرے پاس کچہہ بہی نہین ہے" سوار نے عمرو بن لیث کو جواب دیا "قربان جاؤن۔ اگر مین اپنی بیوی کا ملاحظہ کراتا تو اس مین شک نہین کہ اُسے دیکہکر آپ میرے گہوڑے کو خوب موٹا تازہ بتاتے" عمرو یہ سُنکر ہنس پڑا اور اُس سپاہی کو انعام دلواکر اُس سے کہا "اچہا اب اپنا جانور بدلوالے"۔

فوجی چہاونیاں صدر اسلام مین جبکہ مسلمان خود ہی فوجی سپاہی بہی ہوتے تہے۔ انکا دستور یہ تہا کہ کسی شہر کو فتح کرکے اُسکے آس پاس کسی مقام کو اپنا مسکن قرار دے لیتے۔ اور ایسی جگہہ قیام کرنے سے پرہیز کرتے تہے جسکے اور "مدینہ" کے مابین راہ مین کوئی نہر یا دریا حایل ہوتا ہو۔ اس طرز عمل کے اختیار کرنے مین انکو عمر بن الخطاب رض کی مذکورہ بالا وصیت پر چلنا ملحوظ تہا۔ اسی وجہ سے مصری سپاہ اسکندریہ مین نہین رہی جو مصر کا پایہ تخت تہا بلکہ بجائے اُسکے اس نے "حصن بابل" کے نزدیک خیمون مین سکونت اختیار کی اور پہر وہ مقام فسطاط کے نام سے مشہور ہوکر ایک آباد شہر بنگیا۔ عراق کی فوجین کسرے کے دارالسلطنت مداین مین نہین رہین بلکہ نہر فرات کے اُن کنارون پر جو بادیۂ شام سے متصل واقع تہے بصرہ اور کوفہ مین مقیم ہوئین۔ ان دونون فوجون کے علاوہ اور افواج نے بہی اسی طرح اُن تمام دیگر ملکون مین سکونت رکہی جو صدر اسلام سے فتح ہوتے رہے یا فتح ہوئے تہے۔ وہ لوگ مفتوحہ شہرون کے باہر اُن کے اطراف مین صرف اُن مقامات کی حفاظت کرنیکے لحاظ سے قیام کرتے تہے جنکا ہم ولایت اعمال کے بیان مین ذکر کر آئے ہین۔ لیکن یہ ضرور تہا کہ اُس زمانہ مین اہل عرب لڑائی پر جاتے ہوئے اپنی بیوی بچون کو بہی ساتہہ لیجاتے تہے۔ اور جب کسی شہر کو فتح کرتے تہے تو سب کے سب وہین مقیم ہوجاتے۔ اسی لئے شدہ شدہ وہ فوجی چہاونیان مرور زمانہ سے خاصے

آباد شہر بنگئین۔

عرب والون نے تمدن اختیار کیا تو جنگ پر جاتے وقت عورتون کو ہمراہ لینے کا دستور ترک کر دیا۔ مگر اس قاعدہ پر برابر عامل رہے کہ فوجی چھاؤنیان شہرون کے باہر رکھین۔ اکثر حالتون مین یہی چھاؤنیان بڑے بڑے شہر بنجاتی تہین جو صدیون تک بہت آباد اور پر رونق رہتے۔ جیسا کہ فسطاط۔ بصرہ۔ اور کوفہ مین واقع ہوا۔ "فسطاط" کیا تہا؟ صرف امیر عمرو بن العاصؓ کے خیمہ کے گرد چہوٹے چہوٹے خیمون کا اک پڑاؤ تہا جو بعد مین بڑا بارونق شہر ہو گیا۔ اُسکے آباد ہونیکے ایک صدی سے کچہہ زیادہ بعد جس زمانہ مین عباسی خاندان والون نے مطالبہ خلافت پر قیام کیا ہے مروان بن محمد بنو امیہ کا آخری خلیفہ وہان آکر پناہ گزین ہوا عباسیون نے صالح بن علیؓ کی ماتحتی مین اُسکا تعاقب کیا اور مصر مین آپہونچے۔ انہون نے فسطاط کے قرب وجوار مین اپنا کمپ قایم کیا اور اُس مقام کا نام "عسکر" یعنی چھاؤنی رکھا۔ بعدہ لوگون نے وہان مکانات بنائے اور وہ جگہہ جو پہلے ایک میدان تہی اب مثل فسطاط کے ایک شہر بنگئی جسکا نام "عسکر" مشہور ہوا۔ اس کے ایک صدی سے کچہہ زائد عرصہ کے بعد ۲۵۶ھ مین "احمد بن طولون" مصر کا فرمانروا ہوا۔ اُس نے افواج آلات حرب۔ اور حاشیہ نشین لوگون کا اضافہ کیا تو فسطاط مین اُنکی سمائی نہوسکی۔ اسلئے ابن طولون نے "جبل مقطم" کے پاس ایک جدید کمپ قایم کیا جس مین خود اپنے واسطے ایک قصر تعمیر کرایا اور میدان بنوایا۔ نیز اُس نے اپنے غلامون اور خاص لوگون کو حکم دیا کہ وہ لوگ بہی وہان مکانات بنوائین۔ ان سب عمارتون کی تعمیر کے بعد وہ مقام بہی ایک عظیم الشان شہر ہو گیا۔ اور عمارتون کا سلسلہ بڑہتے بڑہتے فسطاط سے مل گیا۔ اس نئے شہر کا نام "قطائع" رکھا گیا۔ فاطمی خلفار کے نامور سپہ سالار "جوہر" نے بہی اسی طرح ایک جدید آبادی بڑہائی جس زمانہ مین وہ ملک مصر کو فتح کرنے آیا۔ اُس نے اپنی فوجین "مقطم" کے دامن مین قطائع سے باہر ٹہرائین۔ جب ملک کی فتح سے فارغ ہولیا تو اُسی کمپ کے میدان مین مشہور شہر "قاہرہ" کی بنیاد ڈلوائی جو آجتک باقی ہے انہی واقعات سے ملتی جلتی روائتین تمام اسلامی شہرون کے بارہ مین بیان کی جاتی ہیں۔ خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کو اپنی فوج کے اور اپنے واسطے ایک قلعہ کی صورت پر تعمیر کرایا تہا اور اسی طرح اُسکے بیٹے "مہدی" نے بغداد سے باہر چھاؤنی ڈالی تہی۔ اسی طرز پر تمام اسلامی چھاؤنیون کو قیاس کرنا چاہیے۔ کیونکہ سلمان حکمران یا اُمرا ان (چھاؤنیون) کو شہر سے باہر بہت دور عام رعایا کے مکانات سے الگ بنوایا کرتے تہے۔ یہی باعث تہا کہ جب حجاج بن یوسف ثقفی نے واقعہ "جماجم" کے بعد اپنی سپاہ کو اہل کوفہ کے گہرون مین لا اُتارا تو وہان کے

باشندے اُس سے بہت ناخوش ہوئے۔ اور اُس کے اس فعل کو ظلم وستم مین شمار کرنے لگے۔ حجاج کا یہ طریقہ خصوصًا اسلیئے اور بہی ناپسند ہوا کہ اُسکے بعد آنے والے امیرون نے اکثر اسی طریق کو اپنا معمول بنایا اور بالخصوص عجم کے ملک مین تو اس طرز نے پوری طرح رواج پالیا۔ اور اس مین عام رعایا کی حق تلفی ہوتی تھی۔

لِواء - یا - رایت

فوجی نشانونکی تاریخ لوار اور رایت ایک ہی شے ہے۔ اکثر اوقات لوار رایت سے چھوٹا ہوتا تہا۔ یا دیکن ہوتا کہ جس وقت رایت کسی جنگ کے لئے معقود ہوتا تو اُسی کو لوار کہا کرتے تہے۔ زمانہ حال کی اصطلاح مین اسکو علم۔ بنود اور بیرقین کہتے ہین۔ رایت کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ زمانہ قدیم کے مصری فرمانرا اون اور اُنکے معاصرین نے اسکے استعمال کی بنیاد ڈالی یا انہین لوگون سے اخذ کی گئی۔ اسلام سے قبل عرب جاہلیت مین بہی اسکا استعمال عام تہا ہر قبیلہ کا ایک نشان ہوتا تہا جسکے نیچے میدان جنگ مین وہ جمع ہوکر تا جنگ وپیکار کے وقت نشان کی بہت بڑی عظمت ہوتی ہے۔ اسلئے کہ لوگ اپنے نشان ہی کے برقرار رہنے سے لڑتے رہتے ہین جس وقت نشان گرا وہ بھی ہزیمت کہاکر بہاگ نکلتے ہین جس موقع پر ہم نے زمانہ جاہلیت کی حکومت کا انداز بیان کیا ہے وہان یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ اہل قریش کے منصبون مین ایک منصب علم برداری کا بھی تہا۔ اور وہ اس عہدہ کا نام اپنے اس زمانہ کے علم کے نام پر "عقاب" رکہتے تہے۔ جس وقت اہل قریش کسی جنگ کے لئے نکلتے تو اُس نشان کو بھی نکالتے اور مشورہ کرکے اگر کسی خاص شخص پر رائے قایم ہوتی تو وہ نشان اُسکے حوالہ کردیتے ورنہ اُس شخص کے سپرد کرتے جو اس خدمت کے لئے ہمیشہ سے نامزد چلا آتا تہا۔ یہ علم بردار کسی موقع پر بنو اُمیہ کے گہرانے سے ہوتا تہا اور کبھی کبھی بنو عبد الدار سے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب والون نے اپنے نشان کا نام "عقاب" اہل روم سے اقتباس کرکے رکھا تہا کیونکہ "عقاب" اور "نسر" رومانیون کا نشان حکومت (مارکہ) تہا۔ جسکو وہ لوگ اپنے علمون پر اور مکانات پر نقش کرتے تہے۔ اہل عرب نے اُن سے اقتباس کرلیا۔

"سیرۃ حلبیہ" مین لکھا ہے کہ غزوۂ بدر کبریٰ مین مسلمانون کے پاس تین نشان تہے ایک سفید تہا جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے "مصعب بن عمیرؓ" کے حوالہ فرمایا تھا اور باقی دو سیاہ تہے جن مین سے ایک کو (حضرت)

علی بن ابی طالب اُٹھائے ہوئے تھے اور یہ نشان "عقاب" کہلاتا تھا جو کہ (بی بی) عائشہ کے ایک "مرط" (صوف یا سیاہ ریشم کا کپڑا جسکو عورتین اوڑہنی یا تہ بند کے کام مین لاتی تہین) سے بنایا گیا تہا۔ اور دوسرا سیاہ عَلَم ایک انصاری شخص کے پاس تہا۔ اسی واقعہ مین ابو سفیان سردارون کا نشان لئے ہوئے تہے۔ اسکا نام بھی "عقاب" ہی تہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "عقاب" ایک خاص قسم کے نشانون کا نام تھا جو رومانیون کے ہان استعمال ہوا کرتے تھے وہ کسی ایک ہی نشان خاص کا نام نہ تھا۔ مذہب اسلام کا ظہور ہوا۔ اور اہل عرب شام۔ فارس اور مصر کے اطراف مین پہیلے۔ اُنکی متعدد حکومتین قایم ہوئین اور بہت سے قبیلے ہوگئے تو نشانون کی قسمین بہی اُن کے ہان بکثرت ہوگئین۔ اُنکی شکلین طرح طرح کی ہونے لگین۔ اور رنگ برنگ کے فوجی نشانات نظر آنے لگے۔ اب اُنکے دامن بہی وسیع ہوتے اور وہ بہت لنبے لنبے بنائے جانے لگے تھے۔ اور اون نشانون کے نام بھی جُدا جُدا رکہے جاتے۔ "ابو مسلم خراسانی" نے عباسی دعوت پر قایم ہوتے وقت جو نشان نکالا تہا۔ وہ "ابراہیم" امام نے بنا کر اسے بہیجا تہا۔ اس نشان کا نام "ظل" تہا اور وہ ایک چودہ ہاتہہ لمبی چہڑ پر بندہا ہوا تہا۔ نیز اسی ابو مسلم نے ایک اور نشان بہی کہڑا کیا تہا جسکا نام "سحاب" تہا جسکی چہڑ تیرہ گز لمبی تہی۔ یہ نشان بہی امام ابراہیم نے ابو مسلم کو بہیجا تہا۔ اتنے بڑے بڑے نشانون کے استعمال سے مقصود یہ تہا کہ لوگون کے دلون پر رعب چہا جائے اور وہ بلا جنگ و جدل اطاعت پر آمادہ ہوجائین۔ ۲۳۵ھ مین متوکل نے اپنے بیٹون کیلئے ولیعہدی کی بیعت لی تو اُن مین سے ہر ایک کے واسطے دو نشان بنائے۔ ایک سیاہ ولیعہدی کا نشان اور دوسرا سفید گورنری کا نشان۔ خلیفہ مامون الرشید نے فضل بن سہل کو تمام مشرقی صوبون کا گورنر مقرر کرکے اُسے وہان کی فوجی اور ملکی افسری عطا کی۔ اور اُسکا نام "ذی الریاستین" قرار دیکر اُسکے واسطے ایک دو شاخہ نیزہ پر نشان حکومت بنوایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شدہ شدہ مرور زمانہ سے فوجی نشانون کی متعدد شکلین پیدا ہوگئین۔ اور خلفاء و سلاطین نے نشانون کی کثرت کے ساتہہ تفاخر کرنا شروع کیا جس وقت خلیفہ عزیز باللہ فاطمی نے ملک شام پر فوجین روانہ کی ہین اور اُسے فتح کرنے کی نیت سے نکلا ہے تو اُسکے ہمراہ ۵۰۰ نشانات اور ۵۰۰ بوق تہے۔ اکثر اوقات نشانون پر اُن سلاطین و امراء کے نام بہی نقش کئے جاتے تہے جو فوج کے سپہ سالار ہوتے۔ جس طرح کہ "ابن بجکم" نے اپنے نشان پر ابن رائق کی جانب نسبت رکہنے کی وجہ سے "رایقی" کا لفظ کڑہوایا تھا۔ +

نشانون کے رنگ سوا نشان "عقاب" کے جسکی بابت پہلے بیان ہوچکا ہے کہ وہ سیاہ رنگ تھا اور ہمکو نہین معلوم ہوسکا - کہ جاہلیت کے زمانہ مین نشانون کے رنگ کیسے کیسے تھے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان بھی "عقاب" ہی کی مانند سیاہ تہا - "آثار الاول" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند سفید نشانات بھی تھے - اسلامی نشانات کی رنگتین اختلاف حکومت کے ساتھ بدلتی رہین - بنی اُمیہ کا نشان گہرا سرخ ہوتا تہا - علوی حکومت کے داعیون کا سفید - اور بنی عباس کا سیاہ - اور عباسیون کی تو ساری وردی ہی سیاہ ہوتی تھی - جسے اُن لوگون نے اپنے شہیدون کے رنج والم مین جو بنی ہاشم کے گھرانے سے تھے پہننا شروع کیا تہا - اور اس لئے بھی کہ بنی امیہ کو اُن کے قتل کی خبر پہونچائین - اسی سیاہ پوشی کی وجہ سے اُنکا نام "مسودہ" مشہور ہوگیا - ہاشمی لوگون مین بھی پھوٹ پڑگئی اور بنی طالب ہر سمت سے اور ہر وقت مین عباسیون کے مقابلہ کو تیار اور اُن سے آمادہ پیکار رہے تو اُنہون نے عباسی لوگون کی مخالفت کے خیال سے سفید نشانون کا استعمال شروع کیا - ان لوگون کا نام "مبیضہ" مشہور ہوا - اور ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کے جو دعاۃ اہل تشیع سے تھے اُنکا خاص لباس سبز تہا کیونکہ جس وقت مامون الرشید نے "امام علی بن موسی" کو اپنا ولیعہد بنایا ہے اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ تمام سیاہ رنگ کے لباسون کو علیحدہ کرکے اُنکی جگہ سبز کپڑے استعمال کرین - یہان تک کہ جب مامون الرشید اس بیعت سے پھر گیا تو دوبارہ اس نے وہی سیاہ لباس اختیار کرلیا - +

صنہاجہ وغیرہ مغربی ممالک کے بربری بادشاہون نے اپنے لئے نشانات کا کوئی خاص رنگ نہ رکھا تہا بلکہ اُنہون نے رنگ برنگ خالص حریر کے کپڑون پر زری کا کام بنوا کر اُنہین علمون مین لگا لیا - مشرقی ممالک کی ترکی حکومتین صرف بادشاہ (سلطان) کے واسطے ایک علم رکھتی تھین جسکے سرے پر بالونکا بڑا بھاری گچھا لگایا جاتا اور اسکو "شالش" اور "چتر" کے نام سے موسوم کرتے تھے - اُن کے ہان یہ خاص سلطان کا شعار ہوتا تھا - اسکے بعد رایات کی تعداد زیادہ ہوتی رہی جنکو "سناجق" کہتے تھے - اسکا واحد لفظ "سنجق" ہے جسکے معنے اُنکی زبان (ترکی) مین عَلم کے ہین - +

عقد لواء صدر اسلام مین خلفا کا دستور تھا کہ کسی فوج کو میدان جنگ مین بھیجتے ہوئے اُسکے واسطے نشانات اپنے ہاتھ سے مرتب کردیا کرتے تھے اور وہ نشانات امرائے فوج کے سپرد کردیتے - ہر ایک امیر کو اُس کے قبیلہ کا نشان عطا ہوتا تھا اور خلیفہ وقت نشان افسری سپرد کرتے وقت اُنکے

واسطے فتح وظفر کی دعا اور صبر و مردانگی کی وصیت کیا کرتا۔ عمر بن الخطاب کسی امیر کو افسری کا نشان حوالہ کرتے وقت اسے ترتیب دیتے ہوئے کہتے جاتے تہے "خدا کے نام اُسکی امداد اور اعانت کے ساتہہ (مین نے اسکو مرتب کیا) خدا کی تائید ہمراہ لیکر روانہ ہو۔ اُسی کی قدرت سے فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ اور فتح وظفر کے لئے امر حق اور صبر کا لزوم ضروری ہے۔ جو شخص خدا کے ساتھ کفر کرتا ہے خدا کی راہ مین اُس سے لڑو۔ حد سے نہ بڑہنا۔ کیونکہ خداوند پاک حد سے بڑہجانے والون کو پسند نہین کرتا۔ دشمنون سے مڈبھیڑ ہوجانے پر نامردی اور بزدلی نہ دکھانا۔ قدرت پاکر مُثلہ (ناک، کان، ہاتہہ، پیر کاٹنا) نہ کرنا فتحیابی کے وقت فضول خرچی نہ کرنا۔ بڈھے مرد اور کسی عورت اور کسی معصوم بچہ کی جان نہ لینا۔ جب افواج غنیم تم سے مل جائین اور بازار جنگ گرم ہو اُس وقت خوب جی کھولکر قتل کرنا۔ اور چہاپے مارتے وقت بہی ایسا ہی کرنا۔" اگرچہ دعا دینے اور وصیت کرنے مین ہر ایک خلیفہ کا ایک جداگانہ طرز تہا۔ لیکن اصل سب کی ایک ہی تہی۔ اسلامی حکمران عاملون کو کسی شہر کا والی بناتے وقت اُنکے لئے بھی نشان افسری تیار کرتے تہے۔ خصوصًا صدر اسلام مین جبکہ عامل بھی وہی شخص ہوتا جو سپہ سالار فوج ہو۔ نیز نجوم کے قاعدہ سے گہڑی ساعت دیکھکر بھی نشان بنواتے تہے اور اسکے لئے نیک قرانات مین سے اپنے خیال کے مطابق کوئی ایک قران پسند کر لیا کرتے تہے۔ عباسی خلفاء کا دستور تہا کہ کسی سردار فوج یا صاحب ثغر (حاکم ممالک سرحدی) کو نشان حکومت عطا کرتے تو وہ شخص خلیفہ کے محل سے یا اپنے مکان سے بہت سے علم بردار لوگونکو جلوس مین لیکر نکلتا تہا۔ اُسکے ساتھ طبل بجتے جاتے تہے اور بہت شان و شکوہ کے ساتہہ شہر کے بازارون مین ہوکر نکلتا تہا۔ یہانتک کہ عامل اور خلیفہ کے سامان جلوس مین صرف نشانون کی کمی بیشی کا فرق رہجاتا تھا۔ یا نشانون کی وہ خاص رنگتین وجہ امتیاز ہوتی تہین جو محض خلیفہ کے ساتھ مخصوص تہین۔

مصر مین فاطمی حکومت کا ایک خاص مکان تہا جسے "خزانۃ البنود" کہتے تہے۔ اُس مین علم نشان اور ورق جمع رہتے۔ اس خزانہ پر ۸۰۰۰۰ دینار سالانہ خرچ پڑتا تہا۔ وہ خلفاء کامل ایک صدی اسی حالت پر قایم رہے۔ اس عرصہ مین جس قدر علم وغیرہ بنائے گئے۔ سب اُسی مکان مین جمع پڑے رہے اور نیز اُسی کے اندر قسم قسم کے ہتہیار اور سنہری رپہلی زین ولگام کا انبار لگا رہا۔ آخرش اس خزانہ مین آگ لگ گئی اور جو کچہہ اُس مین اندوختہ تہا سوائے اُس ذرا ظہور کے جو بچایا جا سکا سب جلکر خاکستر ہوگیا اسی جلے ہوئے سامان مین ایک خاص نشان بہی شامل تہا جسکو بنو فاطمہ بہت عزیز رکہتے تہے۔ اور اُسکا

نام اُنہون نے " لوائے حمد " رکھ چھوڑا تھا۔ +

جنگی یا فوجی باجے

فوج مین باجے کا رکھنا قدیمی دستور ہے۔ اسکی اصل غرض یہ ہی کہ جنگ کی حالت مین سپاہیونکی ہمت بندھالی جائے اور تقویت و جرأت دلائی جائے۔ تاکہ اُن خطرات کی فکر مین جن کا یقینی خدشہ ہوتا ہے اُن کے پاس نہ بھٹکنے پائین۔ فوج کے آگے آگے گانا یا گنگنانا بھی اسی لئے ہوتا تھا۔ ایام جاہلیت مین عرب والے " طبل " کے سوا اور کسی باجے سے واقف نہ تھے۔ اور مسلمان لوگ صدر اسلام مین طبل و بوق کے استعمال سے بدین خیال باز رہتے اور پہلو تہی کرتے تھے کہ وہ حکومت کے گھمنڈ اور اوسکی شان و شکوہ سے بچنا چاہتے اور اوسکو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن جب کہ خلافت ملک اور حکومت دنیاوی سے تبدیل ہوگئی۔ مسلمان خلفا (حکمرانون) نے دنیاوی زیب و زینت کے ساتھ دلبستگی اختیار کی۔ روم۔ فارس اور دیگر گذشتہ سلطنتون کے لوگ اونکے غلامون کی جماعت مین داخل ہوکر مقرب ہوئے اور انہون نے انکو بھی وہ طریق سجھائے جن کے سالک بنکر خود عیش و عشرت کے بحر ناپیداکنار مین کود ے اور آخرش اُس مین غرق ہو چکے تھے۔ تو مسلمان فرمانرواؤن نے منجملہ اُن چیزون کے جنکو رومیون اور فارسیون سے اخذ کیا تھا فوجی باجون کو بھی اقتباس کیا۔ خلفائے اپنے عاملون کو جنگی باجے رکھنے کا حکم ابتداءً محض اس غرض سے دیا تھا کہ اُسکے ذریعہ سے بادشاہ اور حکام کی عظمتِ شان کا پتہ ملتا رہے۔ مگر آخر کار یہ طریقہ بہت رائج ہوتا گیا۔ اور روز بروز ان باجونکو ترقی ہوتی گئی۔ تاہم عہد اسلام مین فوجی باجون کے اندر طبل اور بوق کے سوا کسی اور قسم کا باجہ داخل نہ ہوا۔ اور بسا اوقات صرف ایک فوج مین کئی سو طبل اور بوقین ہوتی تہین۔ +

سلاح

ایام جاہلیت مین اہل عرب کے ہان تلوار۔ نیزہ۔ کمان۔ اور ڈھال کے علاوہ اور کسی قسم کے اسلحہ نہین پائے جاتے تھے۔ انہین اسلحہ کے استعمال کرنے پر اُن کی تمام کوششون کا دار و مدار رہتا خصوصًا کمان کا استعمال بہت مشق کے بعد کیا جاتا تہا۔ عرب والون کے لئے روٹی کمانے کا ذریعہ اور اپنی عزت و آبرو بچائے رکھنے کا وسیلہ صرف یہی ہتیار رہتے تھے۔

قوس | چونکہ جنگلی زندگی بسر کرنیکی وجہ سے عرب والون کی بصارت بہت قوی اور اُنکی نظرین تیز ہوتی تہین

اسلئے اُن کو کمان کے استعمال مین بہت بڑی مہارت حاصل ہوتی تھی۔ اور اس مہارت کی ایک وجہ یہ بہی تہی کہ اُن کو بہ نسبت اور ہتہیارون کے کمان کی حاجت زیادہ تہی۔ علاوہ حالت جنگ و جدال کے وہ لوگ اُس سے ہرنون کے شکار مین بہی کام لیا کرتے تہے۔ اُنکی تیراندازی کی مہارت اس حد کو پہونچ گئی تہی جسکے سچ سمجہنے مین تامل ہوسکتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی عرب تیرانداز اس بات کا ارادہ کرتا کہ ہرن کی صرف ایک آنکھہ کو نشانہ بنائے تو وہ نہایت آسانی سے اس قصد مین کامیاب ہوجاتا۔ اسی لحاظ سے اعلیٰ درجہ کے قادر اندازون کو "رماۃ الحدق" کے نام سے موسوم کرتے تہے۔ ایک اچھا قادر انداز عرب "گوہ" (جانور) کو باندھکر درخت سے لٹکا دیتا اور اُسپر تیر چلاکر اُسکے جس عضو کو چاہتا نشانہ بناتا۔ یہان تک کہ پُشت کی ہڈی (ریڑہ) کے ایک ایک جوڑ کو تیرون سے چہیدتا جاتا اور کبہی اسکا نشانہ خطا نہ کرتا۔

اسلام کا عہد آیا تو اہل عرب کی یہی مہارت منجملہ اُن اُمور کے ایک نہایت قوی چیز ثابت ہوئی جنہون نے اہل روم کو مغلوب کرنے مین عرب والون کی امداد کی تہی اسلئے کہ رومی لوگ تیراندازی مین بہت خام تہے۔ اور اس بات کو ہم نے فتوح اسلامیہ کے بیان مین ظاہر بہی کردیا ہے۔ مسلمان جنرل اپنی فتحیابی مین تیراندازی کے فوائد اور اسکے احسانات سے غافل نہ تہے۔ بدین لحاظ وہ اپنے سپاہیون کو اس فن کی مشق و مہارت کی برابر تاکید کرتے رہتے تہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے "سوار ہو اور تیراندازی کرو۔ اور اگر صرف تیراندازی کرنا چاہو تو مجھکو یہ بات سواری سیکھنے سے زیادہ پسند ہے" اور یہ بہی آپ ہی کا قول ہے "مرد مومن کے تمام کھیل صرف تین باتون مین منحصر ہین۔ اپنے گھوڑے کو چال ڈھال سکھائے۔ اپنی کمان کو خوب زہ کرکے تیراندازی کرے۔ اور اپنی بیوی سے ہنسی بولے۔ اس مین شک نہین کہ یہ امر حق ہے۔ بیشک اللہ پاک محض خدا کے لئے ایسے کام کرنیوالے اور خدا کی راہ مین تیراندازی کرنیوالے کو جنت مین داخل فرمائیگا" ایک بار منبر پر استادہ تہے اُسی حالت مین فرمایا "تم سے جس قدر قوت بہم پہونچائی جاسکے بہم پہنچاؤ۔ ہوشیار ہوجاؤ اس مین کوئی شک نہین کہ تیراندازی ہی قوت ہے۔ تیراندازی ہی قوت ہے۔ تیراندازی ہی قوت ہے" ✦

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفا اور امرا سپاہ۔ اپنے سپاہیون کو مشق تیراندازی کی ویسی ہی تاکید کرتے رہتے تہے جس طرح گھوڑون کی خبرگیری کرتے رہنے کی۔ کیونکہ اہل عرب بڑے شہسوار ہوتے ہین۔ وہانکے گھوڑے تیزی و چالاکی مین اور سوار کے قابو مین بآسانی آجانیکے بارہ مین مشہور و معروف ہین۔ فوجی (سپہ سالار) افسر اپنے ماتحت لوگون کو ہمیشہ ہدایت کرتے رہتے تھے کہ اپنے گھوڑونکی بھی اسیطرح خبر لیتے رہا کرین جسطرح اپنی بیویونکی غور و پرداخت

کرتے ہین۔

زمانۂ وسطیٰ مین مسلمانون نے تیر اندازی کے اندر تفنن دکھایا اور کمانون کے ذریعہ سے کئی ایک مرکب آلات تیار کئے۔ ممکن ہے کہ ان آلات مین سے کوئی آلہ اُنہون نے فارس والون سے اخذ کیا ہو جس طرح عجمی لوگون نے تاتاریون سے جنگ کرنیکے وقت ایک آلہ ستنبط کیا تھا جسکا نام "مجراۃ" ہے۔ یہ ایک لوہے یا لکڑی کا نلکہ ہوتا تھا۔ اور اوسکے اندر ایک شق (ریزہ) اوربھی ہوتی تہی۔ اس نلکہ مین تیر ڈالکر دوسرے پُرزہ کے زور سے اُسے پہینکتے تہے اور بہ نسبت کمان سے چلانیکے اس آلہ کے ذریعہ تیر اندازی کرنا تیر کے زور سے چلنے کا فایدہ دیتا تہا۔ جس طرح آجکل بندوق کے ذریعہ سے گولی پہینکی جاتی ہے۔ جو تیر اس آلہ کے ذریعہ سے پہینکے جلاتے وہ بہت چہوٹے ہوا کرتے تھے۔ مگر اہل عرب نے "مجراۃ" کو بہت کم استعمال کیا۔

تلوار عرب والے تلوار کو تمام اسلحہ سے افضل و اشرف خیال کرتے تہے اور باہر کے ملکون سے منگوا کر استعمال مین لاتے۔ غیر ممالک کی بنی ہوئی جو تلوارین عرب والون مین بکثرت استعمال ہوتین اُن مین سب سے زیادہ مشہور حسب ذیل تلوارین تہین:۔ یمنی۔ ہندی۔ سلیمانی۔ شامی اور خراسانی۔ یہ سب تلوارین "سیوف عتیقہ" کے نام سے مشہور تہین۔ نیز ان مین سے ہر ایک قسم کے لئے ایک مخصوص شکل یا علامت ایسی ہوتی تھی جسکی وجہ سے وہ بہ نسبت دیگر اقسام کے متمایز ہو۔ مثلاً خالص یمانی تلوار جو زمانہ جاہلیت مین بنی ہو۔ دو سوراخون سے پہچانی جاتی تھی جو "سیلان" کے "سنبل" میں ہوا کرتے تھے (سیلان اُس حصہ کا نام ہے جو قبضۂ شمشیر کی اصل جگہ ہے) یہ سوراخ ایک طرف سے زیادہ چوڑا ہوتا اور دوسری طرف سے تنگ۔ یا ہر دو رخ سے برابر یکسان اور بیچ مین بہت تنگ ہوتا۔ یمنی تلوارون مین سے ایک قسم کی تلوار کا نام "معغورہ" تہا۔ اُسکے اندر کی نالیان نہرون کی صورت پر بنی ہوتی تہین جو مدوّر سوہان کے ذریعہ کہودی جاتی تہین بعض اوقات ان مین مربع کہدے ہوئے نشانات بنے ہوئے تہے۔ اور چند تلوارین ایسی بھی ہوتی تہین جن مین متعدد نالیان بنی ہوتین۔ مگر یمن کی تلوار رگون سے بہرحال بہت کم خالی ہوتی تہی۔ کبھی کبھی ان تلوارون پر تصویرین بنائی جاتین۔ یا کچھہ عبارت لکھی جاتی یا پھول بوٹے بنے ہوتے تہے۔ مگر یہ تلوارین زیادہ تر نرم اور گداز ہوتی تہین کہ کاٹ سکتی تہین۔ خشک و سخت چیز یا لوہے پر پڑنے سے کرجاتی تہین۔ اور رومی تلوارین ان سے زیادہ مضبوط و سخت ہوتین۔ کیونکہ اہل روم اونکی آب بہت اچھی رکھتے تھے۔ وہ تلوارین لوہے کو بلا تامل کاٹ دیتی تہین اسی وجہ سے جب کبھی اہل عرب کو کوئی عمدہ کاٹ کی تلوار دستیاب ہوتی تو وہ اُسکے قبضے باہم نقل کرتے ہتے

اور اُسے بہت دور دور شہرون مین مشہور کر دیتے تھے۔ اوائل اسلام مین علی بن ابی طالب کی تلوار "ذو الفقار" اور عمرو بن معدی کرب زبیدی کی شمشیر "صمصامہ" وغیرہ بہت نامی تلوارین تھین۔ ذی الفقار کی شان اسلامی تاریخ مین بہت بڑہی ہوئی ہے وہ آل ابی طالب مین مدت تک وراثۃً چلی آئی۔ اسکے بعد اُسے مہدی عباسی نے لے لیا اور "مہدی" کے پاس سے یکے بعد دیگرے "ہادی" اور رشید کے قبضہ مین رہی۔ اُسکی بابت کہا جاتا ہے کہ چونکہ اُس مین اٹھارہ "فقرے" (ریڑہ کی ہڈیون کے ایسے جوڑ) تھے اسلئے اُسکا نام "ذو الفقار" رکھا گیا۔

نیزے نیزے کا استعمال اکثر گھوڑون پر سواری کی حالت مین ہوتا تھا لیکن اسکے ساتھ ہی اہل عرب اُسکے ٹوٹ جانیکے خوف سے اُسپر کچھ اطمینان نہ رکھتے تھے۔ حالتِ جنگ مین نیزہ کے استعمال سے متعلق اہل عرب کی جو ہدایتین اور قواعد ہین منجملہ اُن کے اُسکے جنبش دینے کے طریقون اور اُسکے پہرانے اور لگانے کے قاعدون مین صاحب آثار الدول نے مندرجہ ذیل عبارت لکہی ہے:۔ میدانون (اکھاڑون) مین اور بادشاہون کے سامنے نیزہ بازی کے کرتب دکھانا اور چیز ہے۔ اور حالتِ جنگ مین اوسکے استعمال کا اور ہی ڈہنگ ہے۔ جنگ کے وقت نیزہ چلانیکے طریقون مین سے ایک طریقہ "مواجہہ" ہے۔ اسکی صورت یون ہے کہ حریف پر حملہ کرتے ہوئے نیزہ کو بغل کے نیچے دباکر اُسے اپنے گھوڑے کی دونون کنوتیون کے مابین رکھو اور اُسی طرح سیدہا باندھے مقابل کیجانب بڑھو یہان تک کہ اُسکے قریب پہنچ جاؤ۔ پہر اگر دیکھو کہ حریف نے اپنا نیزہ داہنی جانب ڈالدیا ہے تو تم اپنا نیزہ بائین جانب کرلو۔ یا بصورتِ خلاف نیزہ کا رخ دوسری طرف کردو۔ اور کوشش کرو کہ پہلے تم ہی حملہ کرو اور خوب ہوشیار اور مستعد رہو۔ نیزہ کو داہنے بائین جنبش دیتے جاؤ تاکہ دشمن پر رعب چھایا رہے۔ اگر تمکو کسی طرف سے چوٹ کرنیکا موقع نہ ملتا ہو تو دشمن سے قریب ہوتے وقت جس مقام کو اُسکے نیزہ کی گردش سے خالی پاؤ۔ فوراً اُسی طرف سے گھس کر حملہ کردو۔ اور جس حالت مین تم دشمن کے مقابلہ سے نکلنا چاہو اور اسکی ابتدا کرنیکا ارادہ کرو تو اپنے نیزہ کو پیچھے کی طرف سے بائین ہاتہہ مین تھام کر اُسکے سرے کو اوپر ہوا مین اُٹھائے رہو اور اُسے اپنے داہنے کندھے پر رکھکر اپنی پوری طاقت کے ساتھ حملہ کردو۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر دو سوارون کے مقابلہ کے لئے نکلنا ہو تو سب سے پہلے پاس والے سوار پر حملہ کرنا چاہئے۔ اور جب دونون قریب ہی ہون تو اُس حالت مین ایک کو دکھانا چاہئے کہ اُسپر چوٹ کیجاتی ہے اور حملہ اوسکے دوسرے ساتھی پر کرنا چاہئے لیکن پوری طرح حملہ کو تمام نہ کرکے فوراً دوسری شخص پر ہاتہہ چلاؤ۔ اور سیدہا اور تُلا ہوا ہاتھ لگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ۔

اہل عرب کے یہان نیزون کی انیان مختلف شکلون کی ہوتی تہین - کمرکھی - چوڑی لمبی - ترچھی - اور سیدھی وغیرہ -

ڈھال - عرب والون کے ہان ڈھال کئی قسم کی ہوتی تھی اور ہر ایک قسم ایک امر کیلئے مناسب تھی - کوئی ڈھال سطح - کوئی مستطیل - وسط مین کہدی ہوئی اور کوئی قبہ نما جسکے کنارے جھکے ہوئے ہوتے تھے - ہر ایک قسم کی ڈھال کا ایک جدا گانہ فایدہ تھا - قبہ دار خمیدہ کگر والی ڈھال سے نیزہ کا وار نہین رک جا سکتا تہا - کیونکہ جہان نیزہ لگا اور اس مین پیوست ہوا البتہ پتھرون اور تیرون کی بوچھاڑ مین وہ خوب کام دیتی تہی - اور حریف کی تلوار بھی اسپر سے روک جاتی تہی مستطیل ڈھال تیرون سے بچانیکے کام آتی - اسکا سر اسوار کے سر کو اور اوسکی لنبائی اُسکے جسم کو محفوظ رکھنے مین کار آمد ہوتی - اور اوسکی آڑ مین سوار سر کھولے بغیر ہی اپنی ایک آنکھ سے سامنے کی چیزون کو بہی دیکھہ سکتا تھا - اور مسطح ڈھال نیزہ سے بچانے مین مفید ہوتی - کبھی دو شخص ساتھ ساتھ نیزہ بازی مین شریک ہوتے اور ایک شخص دوسرے کو ڈھال کا کام دے جاتا تھا -

(غرناطہ کی ڈھال)

(ابی عبداللہ بن سلمان بادشاہ اُندلس کی زرہ)

مسلمانون نے ڈھال بنانے کے کام
مین تفنن طبع کے جوہر بھی دکھائے
تھے۔ اُنپر آیتین اور پند ونصیحت کے
جملے اور اشعار وغیرہ نقش کیے
تھے۔ نیز ہر ایک ملک کی ڈھال
دوسرے ملک کی ڈھال سے شکل
مین جدا ہوتی جن مین دمشقی۔ عراقی

(ابی عبداللہ اخیر بادشاہ اندلس کا خود)

اور غرناطہ کی بنی ہوئی ڈھالین اور دیگر مقامات کی ساختہ بھی داخل ہین۔

زرہ

اہل عرب کے ہان زرہین بہت سی قسمون کی ہوتی تھین۔ ان مین اسپات۔ فولاد۔ اور کتان کی زرہین عمدہ ہوتی تھین۔ کتان کی زرہ کو "دلاص" کہتے تھے۔ اہل عرب مین غالباً صرف سوار زرہین پہنتے تھے
جو روم وفارس کی بنی ہوئی ہوتی
تھین۔ نیز اُن کے پاس چند
زرہین مقررہ نامون سے مشہور
تھین جیسے خالد بن جعفر کی زرہ
جسکو "ذات الازمۃ" کہتے تھے۔
اور اسکی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اُسمین
چند کڑیان یا ہک اس طرح کے
لگے ہوئے تھے کہ جب اسکا پہننے
والا اُسے سمیٹنا چاہتا تو انہین
کھونٹیون مین دامن کے سرے لٹکا لیا
کرتا۔ زرہ اُس پرزے سے مرکب
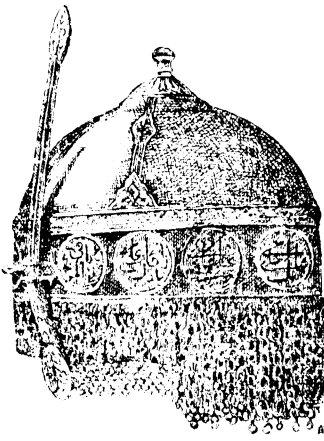
(ایک بادشاہ مصر کا خود)

ہوتی جو سینہ کو محفوظ رکھتا اس پرزہ کا نام "جوشن" ہوتا۔ اور "بیضہ" "خود" اور مغفر سر کی حفاظت کیلیے ہوتے۔ زرہ کے نیچے چند پرزے کلائیون پنڈلیون اور ہاتھون کے پنجون کی حفاظت کے واسطے بھی ہوتے تھے۔

اوائل اسلام مین اہل عرب کے اسلحہ صرف اسی قدر تھے بعد ازان اہل عجم سے کچھہ اسلحہ اُن کے استعمال مین اضافہ ہوئے مثلاً خنجر، تبر، اور فاس وغیرہ اور انکی بناوٹ مین موقع اور وقت کے مطابق تفنن بہی کیا گیا دیکھنے مین دمشق کی بنی ہوئی تلوار ملک عراق کی ساختہ تلوار سے جدا لگاتی اور مصر کی بنی ہوئی زرہ اندلس کی بنی ہوئی زرہ سے علیحدہ نظر آئیگی اسکا فرق اشکال (۱۸) اور (۱۹) کے معائنہ سے سمجھہ مین آسکتا ہے جن مین پہلی شکل اندلس کے بنے ہوئے خود کی ہے اور دوسری مصر کے بنے ہوئے خود کی۔ اسی پر تمام اسلحہ کی شکلون کو قیاس کرلینا چاہئے جنکی تفصیل سے یہان بخوف طوالت قطع نظر کرتے ہین۔

محاصرہ کے آلات

اہل عرب کے ہان محاصرہ کے آلات بالکل نہ تھے کیونکہ وہ اسکے عادی نہ تھے کہ قلعون کا محاصرہ کرین۔ ان کے رہنے کے گھر کہلے میدان مین استادہ کئے ہوئے خیمے ہوتے تھے جنکی حفاظت بجائے خندقون اور شہر پناہون کی تعمیر کے وہ اپنی ہمت و شجاعت سے کیا کرتے تھے اہل عرب نے سب سے اول جس خندق کی بنیاد ڈالی وہ وہ خندق تھی جو جنگ احزاب کے دن ۵ھ مین مدینہ کے گرد سلمان فارسی کی رائے و مشورہ سے تیار کیگئی تھی۔ مگر جب اہل عرب کا میل جول عجمی لوگون سے بڑہا تو جن چیزون کا اقتباس انہون نے اہل عجم سے کیا منجملہ اُن کے آلات محاصرہ بہی تہے۔ ان مین بہی اہم آلات حسب ذیل تہے: منجنیق۔ دبابہ۔ کبش۔ اور یونانی آگ۔

منجنیق ایک قدیم آلہ تھا قدیم زمانہ مین فینیقیہ والون نے اسے استعمال کیا اور ان سے یونانیون و اسرائیلی لوگون نے اخذ کیا۔ اسکا ذکر کتاب یبین کے سفر مین کئی جگہہ آیا ہے یہ صنعت یونانیون کے ذریعہ سے تمام دنیا کی سلطنتون میں پہیلی اور اسکو اہل فارس نے بہی استعمال کیا جن سے اسلام کے بعد اہل عرب نے اخذ کیا۔

(۲۰) رومانی منجنیق [illegible]

مشہور یہ ہے کہ قرن اول کے وسط میں روم و فارس والون سے لیکر اہل اسلام نے اس آلہ کا استعمال نہین کیا
مگر ہم نے سیرۃ حلبیہ مین دیکھا ہے کہ عرب والون نے اس آلہ کو محاصرہ طائف مین استعمال کیا اور اس سے کام لینے
کی ترکیب ان کو سلمان فارسی نے اسی طرح بتائی تہی جس طرح انہون نے اہل فارس کے دیگر فنون حرب سکھلائے۔
اور کہا جاتا ہے کہ منجنیق تو خود سلمان نے اپنے ہاتھون سے تیار کر دیا تہا۔ سیرۃ حلبیہ کے مصنف نے یہی لکہا ہے
کہ جس زمانہ مین مسلمانون نے خیبر کا ایک دشوار گزار قلعہ فتح کیا ہے تو انہین وہان سے کئی منجنیقین اور دبابے
دستیاب ہوئے تہے۔

منجنیق کی بہت سی قسمین تہین جن مین بری چہوٹی اور بلبلیون اور رسانیون کے ذریعے سے کہنچنے والی
یا گوپھن کی طرح چکر سے چلنے والی ہوتی تہین۔ انکا استعمال تیر پتہر یا نفط کی شیشیان پہینکنے کی غرض سے
ہوتا تہا۔ اور کبھی کبھی بچھو وغیرہ موذی جانور بہی ان کے ذریعے سے پہینکے جاتے تہے۔ اگر وہ چیزین جنکو پہینکنا
منظور ہوتا وزن مین ہلکی ہوتین تو سیسہ کے ڈلے رکہکر ان کو بہاری کر دیتے۔ اور اگر سیال ہوتین جیسے نفط وغیرہ
تو اسکے لئے ایک پیالہ نما برتن ترازو کے پلے کی طرح زنجیرون سے لٹکا ہوا استعمال مین لایا جاتا تہا۔

بیسوین شکل مین ایک رومانی منجنیق کی تصویر دکھائی گئی ہے جسکے ذریعے سے تیر اندازی کیجاتی تھی۔ اس تصویر سے
معلوم ہوگا کہ (ب اور ج) دو قائمون کے اندر بہت سے تیر لگے ہین جنکے سرے دشمن کیجانب ہین۔ دو شخص (د)
چرخی کو گہما رہے ہین۔ اور (د) چرخی (ن) دندانہ دار چرخی کو چکر دیتی ہے جسپر ایک قایمہ کے کنارہ سے ممتد ہونے
والی رسی (ا) لپٹی جاتی ہے جو رسی اچکر سے اور (ف) آنکڑے قائمہ (ا) کے کنارہ کو پیچھے کیجانب موڑتی ہے۔ یہ
قائمہ ایک لوہے کے ٹکڑے سے بنا ہے اور اس مین تسمے لگے ہین جس وقت وہ کمان کیطرح کہنچ چکتا ہے اور اسکی
قوت اتنی ہوجاتی ہے کہ اگر اسکی زہ کو چہوڑا جائے
تو تیرون کے سرون پر زور سے گریگا اور انہین دور
تک پہینک دیگا۔ +

(شکل ۲۱)

(پتہر پہینکنے کی منجنیق)
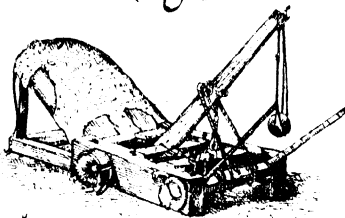
۲۱ وین شکل مین پتہرون کے پہینکنے کی
منجنیق دکھائی گئی ہے۔ یہ ایک لکڑی کا سیدھا
پٹہا ہے جسکے سرے پر ایک گوپھن نما چیز لٹک
رہی ہے۔ اس مین پتہر رکہکر پہر تسمون کے ذریعہ

پیچھے کی جانب کھینچتے ہین پتھر کے نیچے ایک شہتیر لگا ہوا ہے جس کے تحت کمانی پوری طرح دب جاتی ہے یکایک اُسے چھوڑ دیتے ہین اور وہ پتھر زور کے ساتھ آگے کو جھکے ہوئے ایک ڈھلے تختہ پر جا لگتا ہے۔ اور پتھر نکل کر دور جا پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ منجنیق کی چند اور وضعین بھی ہین جو اسی شکل کے تحت مین آجاتی ہین۔

منجنیق کا استعمال بڑے بڑے پتھرون کے ذریعہ سے قلعون کے منہدم کرنے۔ دشمنون پر تیر برسانے۔ دشمنونکے مکانات کو نفط کے ذریعہ سے جلانے وغیرہ ضرورتون مین کیا جاتا تھا۔ آگ سے جلا کر شعلہ زن نفط کو تیل کے پارون مین رکھکر اور ہانڈی وغیرہ کے مشکل ظروف مین بھر کر پھینکا جاتا تھا۔

منجنیقین قد و قامت کی چھوٹائی بڑائی مین مختلف ہوا کرتی تھین۔ اکثر اوقات بعض صنفون کے لحاظ سے منجنیقون کے بھی ویسے ہی نام رکھدیئے جاتے تھے۔ جیسے آجکل جہازون اور توپون کے نام ہوتے ہین۔ حجاج ابن یوسف کے پاس جو منجنیق تھی اسکا نام عروس تھا اور اسکے استعمال کے لیے پانچسو آدمیون کا عملہ مقرر تھا۔ اس منجنیق کو [illegible] مین محمد بن قاسم نے ہندوستان کی جنگ پر بھیجا تھا اور اسکے ذریعہ سے اہل ہند کا ایک بہت بڑا بت خانہ توڑ ڈالا تھا۔

(ایک اشوری دبابہ جسکے ذریعہ سے شہر پناہ منہدم کی جارہی ہے۔)
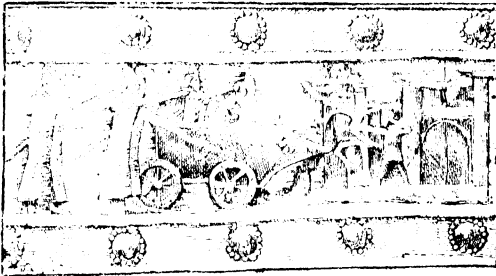
(شکل نمبر ۲۲)

دبابہ | ایک چلانے کا آلہ ہوتا تھا جو بھاری بھاری لچکدار لکڑی کے تختون سے بنا کر سر کہ مین تر کیے ہوئے نمدون اور کھالون سے منڈھا جاتا تھا تاکہ اُسپر آگ کوئی اثر نہ کر سکے۔ اسکے بعد پہیون پر چڑھا کر اسے چلاتے۔ کبھی اسی تدبیر سے ایک لکڑی کا برج تیار کیا جاتا۔ اسکو بہت سے لوگ گول پہیون کے ذریعہ سے دھکیلتے لے چلتے تھے۔ کچھ لوگ اوسکے اندر چڑھتے اور اُسپر سے شہر پناہ کی فصیلون پر چڑھ جاتے جسکا بیان آگے چلکر آئے گا۔ یہ آلہ بہ نسبت منجنیق کے زیادہ قدیم ہے

ابتدا اسکو قدیم اہل مصر نے اور اشوریوں نے استعمال کیا۔ اُن سے یونانی پھر رومانی اور پھر فارسیون نے اخذ کیا سب سے آخر مین مسلمانون نے بھی اسکا استعمال سیکھا۔ یہ آلہ کیا تہا گویا پہیون پر چلنے والا ایک قلعہ ہوتا تہا جس کے وسیلہ سے فصیلون پر دہاوا کیا جاتا اور محاصرین سے اُنپر جم کر جنگ کیجاتی تھی۔

(کبش رومانی)

کبھی قلعہ کی دیوارین منہدم کرنے کے لیئے دبابہ کو کام مین لاتے۔ اُسے چلاکر دیوار کے نیچے پہونچا دیتے اور اُس کا سر نوکدار بنایا کرتے تھے۔ تاکہ اُس سے دیوارون کو ٹکرا کر کہود ڈالین۔ اس طرح بالآخر بڑی بڑی فصیلون کو منہدم کر دیتے۔

کبش یہ بہی دبابہ کی شکل کا ہوتا تہا۔ لیکن اتنا فرق تہا کہ اُسکا سر آگے کو مینڈہے کے سر سے مشابہ اور نکلا ہوا کرتا تہا جس کے اندر لوگ پناہ لیکر بیٹہتے۔ اور کبش کو بہی قلعہ یا شہر پناہ کی دیوارین منہدم کرنیکے کام مین لاتے تہے۔ مذکورہ بالا مینڈہے کا سر لکڑی یا لوہے کی ایک موٹی سی بلی مین لگا ہوتا۔ اور وہ بلی دو رسیون مین جو دبابہ کی چہت سے لگی ہوئی چرخیون پر کہنچا کرتی تہین لٹکا کرتی تہی۔ تاکہ اُسکے کہینچنے مین آسانی ہو۔ اس طریقہ پر صرف ایک آدمی دبابہ کے اندر اُسکے پیچہے سے اُس سر کو دیوار مین مارتے رہنے کے لئے کافی ہوتا یہانتک کہ اُسے کہود کر سوراخ بنا لیتا۔
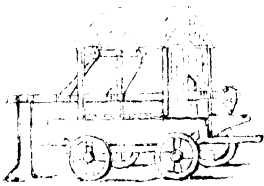
۴۳ وین شکل مین ایک رومانی کبش کی تصویر دکہی گئی ہے جسکے ذریعہ سے برطانیہ والون کی شہر پناہ پر حملہ ہو رہا ہے اور برطانی لوگ اس نئے آلہ کو دیکہکر خوف کہاتے ہین اور نشان صلح دکہاتے ہوئے اطاعت قبول کرنے کو نکلے ہین۔

(کبش دوسرا)

مسلمانون نے اپنی بہت سی جنگون مین فصیلون پر چڑہنے کے لئے دبابہ اور کبش سے کام لیا ہے۔ اور انکے منہدم کرنے یا توڑکر راستہ بنانے کا بہی فائدہ اُٹہایا ہے۔ مسلمانون کا دستور تہا کہ ایک فوج مین متعدد دبابے رکہا کرتے تہے جن مین زیادہ تر چہوٹے اور مختصر اس قسم کے ہوتے کہ اُن مین صرف چند شخص سما سکین جو موقع بموقع ڈہب لگا کر فصیلون پر چڑہ جائین۔ خلیفہ معتصم باللہ نے "عموریہ" کو فتح کرنیکے لئے بہت سے دبابے بنوائے تہے جنمین کسی ایک اتنے بڑے بنے تہے کہ اُن کے اندر دس دس آدمی بخوبی سما سکتے تہے۔

فصیلون پر چڑہنے کیلئے دبابون کے استعمال مین لانے کی یہ صورت تہی کہ کچھ لوگ اُن مین سوار ہوکر اُنہین لڑہکاتے ہوئے شہر پناہ کی دیوارون تک لیجاتے۔ اگر کوئی خندق دیوار تک پہونچنے مین حائل ہوتی تو اُسپر پُلون کی طرح تختے اور شہتیر ڈالدیتے۔ اور اگر خندق چوڑی ہوتی تو اسے لکڑیون اور ریت سے بہرے ہوئے بورون اور مٹی وغیرہ سے جو انکے ساتہ رہتی پاٹ لیتے۔ جو لوگ خندق پاٹنے کے کام مین مصروف رہتے تہے۔ دبابہ کے اندر بیٹہنے والے لوگ انکی حفاظت ڈہالون اور بڑی بڑی تہالیوں سے کرتے تہے تاکہ اُن پر اُن تیرون پتہرون اور نفط کے شعلون کا اثر نہ ہونے پائے جنکی بارش محاصرین کی طرف سے فصیلون پر سے ہوا کرتی تہی۔ خندق پاٹ کر دبابہ کو دیوار کے متصل لیجاتے اور اُسے ستونون کے ذریعہ قایم کرنیکے بعد چیر کر اُس مین سے نکل پڑتے اور دیوار سے چمٹ جاتے۔ اگر اس طریقہ سے فصیل کی سطح ہاتہ آتی تو اوپر چڑہنے کیواسطے سیڑہیان لگا لیتے اور اوپر چڑہ کر اندر شہر مین اُتر جاتے بشرطیکہ اس کارروائی کا موقعہ ملتا۔ ورنہ فصیلون کے اوپر ہی لڑتے رہتے تہے۔

یونانی آگ کا برتاؤ

یونانی آگ اہل عرب نے روم والون سے جن چیزون کا اقتباس کیا منجملہ اُن کے ایک چیز یونانی آگ

بھی تھی یہ آگ اصل مین مشرق والون کی اختراع ہے کیونکہ ایشیائی لوگ اپنی لڑائیون مین ایک قسم کا جلد بھڑ
اٹھنے والا مرکب استعمال کیا کرتے تھے جسکی خبر یورپ والون کو ساتوین صدی عیسوی سے پہلے نہ ہوئی تھی
گمان یہ ہے کہ ”کالینکس“ نامی ایک شامی شخص نے اس مشتعل ہونیوالے مادہ کو اہل یورپ تک پہونچایا اور انہین
اسکے استعمال اور بنانیکا طریقہ سکھایا۔ روم والے اس زمانہ مین اس کے سخت محتاج تھے تاکہ اسکے ذریعہ سے
قسطنطنیہ وغیرہ اپنے ان شہرون سے جو یورپ اور ایشیا مین باقی رہ گئے تھے اہل عرب کو پسپا رکھہ سکین اور
اور اس مرکب مشتعل ہونیوالے مصالحہ کے دستیاب ہونیسے وہ اپنے اس مقصد مین کامیاب ہوگئے۔ اہل عرب نے
قسطنطنیہ کا محاصرہ کئی مرتبہ کیا مگر اسی آگ کی وجہ سے اُسے فتح نہ کر سکے۔ رومیون نے ان چیزون کے نام چھپانے
مین بہت کوشش کی جن سے یہ مرکب بنتا تھا یہان تک کہ اہل عرب خود ہی اس سے واقف ہوگئے اور اُنہین معلوم
ہو گیا کہ یہ روغن گندہک اور بعض روغنی اشیا اور نباتون کے میل سے بنتا ہے جو سیال ہونیکی وجہ سے ایک تانبے
کے نل کے ذریعہ سے جسکو جہاز یا کشتی کے اگلے حصہ پر باندہ رکھتے تھے مخالفون پر پھینکا جاتا ہے۔ اس سیال مادہ کو
جلاکر پھینکتے تھے یا جلتے ہوئے بانون کی شکل مین اُسے پھینکتے تھے۔ یا کتان کے چیتھڑے اُس مین تر کرکے اور آگ لگاکر
جہازون اور مکانون پر پھینک مارتے تھے جس سے وہ جلکر خاک ہو جاتے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس آگ سے عبداللہ بن زبیر رض
کو محاصرہ مین لیتے ہوئے حصین بن نمیر نے خانہ کعبہ کو جلا دیا تھا وہ اسی قسم کے مشتعل مادہ سے لگی تھی۔

پیرس کے مکتبہ اہلیہ مین ایک قلمی مسودہ رکھا ہوا ہے جسپر کچھہ عربون کی تصویرین بنی ہین کوئی اُن مین گھوڑے
پر سوار ہے اور کوئی پیادہ۔ اُن کے ہاتہون مین چیتھڑے گدڑے یونانی آگ سے جلتے ہوئے موجود ہین جنکو وہ
اپنے دشمنون پر پھینک رہے ہین (دیکھو شکل ۲۵) اور اہل عرب یونانی آگ کو پھینکا جانیوالا نفط کہا کرتے تھے۔

بارود کی ایجاد

اس مقام پر ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی اختراع پائی جاتی ہے جس کے موجد ہونیکا فخر فرنگی لوگون
کی جانب منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ وہ چیز عرب کی ایجاد ہے۔ اس سے ہماری مراد بارود کا اختراع ہے۔ اہل فرنگ
کے ہان یہ بات مشہور ہے کہ بارود کا موجد ایک شخص ”شوارتز“ نام گزرا ہے جس نے ۱۳۲۰ء مین اس مصالحہ کو ایجاد کیا
مگر ایک انگریز پادری مسمی ”روجر بیکن“ نے جو تیرہوین صدی عیسوی مین گزرا ہے ایک ایسے مرکب مصالحہ کا ذکر کیا ہے جو
بارود کی قسم سے اُسکے زمانہ مین رائج تھا۔ اور صحیح یہی بیان ہے کہ بارود کے استعمال کرنے مین اہل عرب تمام لوگون سے
سبقت لیگئے ہین اور اگر انہون نے وہ ایجاد نہین کی تو کم از کم اس مین تو کوئی کلام ہی نہین ہو سکتا کہ انہون نے اس مادہ
کو اسی [illegible] پہونچایا تھا کہ وہ قرون وسطی مین اچھی طرح رائج و مشہور ہوگیا۔ سپین کے نامور مشرقی مورخ ”کانڈی“

(المتوفی سنہ ۸۲۲ھ) نے بیان کیا ہے کہ مراکش والون نے ۱۱۸۰ع مین "سرقوسہ" کے باشندون سے جنگ کرتے وقت آتشبار اسلحہ کا استعمال کیا تہا۔

اسپر اتنی بات اور مستزاد کرنی چاہیئے کہ عربی تواریخ اس امر کی جانب اشارہ کرہی ہی کہ بلاد مغرب مین جنگ کرتے وقت تیرہوین صدی عیسوی مین مسلمانون نے اس قسم کے آتشبار اسلحہ استعمال کئے۔ اس کیفیت کا صریح ذکر ہمین "ابن خلدون" کے اس بیان مین ملتا ہے جو اُس نے ابی یوسف سلطان مراکش کے "سجلماسہ" کو فتح کرلینے اور اسکو "بنی عبد الواد" کے ہاتہون سے نکال لینے کیلیے سنہ ۶۷۲ھ (۱۲۷۳ع) مین چڑہائی کرنیکے متعلق لکہا ہے۔ وہ کہتا ہے: "جس وقت سلطان ابو یوسف نے مغربی ممالک کو فتح کرکے وہان کے شہر اپنے مطیع و منقاد بنا لئے۔ اور بنی عبد المومن کے دار الخلافت پر تسلط کرکے انکو نیست و نابود کرڈالا۔ طنجہ کو فتح کرلیا۔ مغربی سرحد اور شمالی ۔۔۔ وقت انگریزی کے بندرگاہ "سبتہ" کو مطیع کرلیا تو اُس وقت اُسے قبلہ رخ والے ملکون کیطرف خیال کرنے کی نوبت آئی۔ اور اُسنے قصد کیا کہ "سجلماسہ" کو فتح کرکے "بنی عبد الواد" کو جو اُس ملک پر قابض و متصرف تہے وہان سے نکالدے۔ اور وہان انکی حکومت کے اپنا اثر و اقتدار قایم کرے۔ سلطان ابو یوسف تمام فوجون اور بہیر و بنگاہ کے ساتھ رجب ۶۷۲ھ مین اُسپر فوجکشی کرنیکو اُٹہا اور اُسے جا گہیرا۔ تمام اہل مغرب زناتہ۔ عرب۔ اور بربر کے لوگ اور اپنی ساری فوجین کیا پیدل اور کیا سوار سب وہان جمع کردین۔ ہر قسم کے آلات حصار لگا دئے منجنیقین گردون۔ اور نفط اندازی کے آلات۔ انکے علاوہ ایسے آلات جو بارود سے مشتعل ہونیوالی آگ کے ذریعہ سے لوہے کے ٹکڑے برسانے اور قارورے باری کا تماشا دکہلاتے تہے۔ نصب کرکے کامل ایک سال تک صبح و شام اُسپر دہاوے کئے۔ مگر کوئی صورت کامیابی کی نہ نکلتی تہی۔ آخرکار پتہرون کی بوچہاڑ سے شہر پناہ کا ایک مختصر حصہ ٹوٹ گیا۔ اور ایسی بے خبری مین ٹوٹا کہ شہر "سجلماسہ" کے لوگ اوسکے درست کرنے کی تدبیر بہی نہ کرسکے اور ابی یوسف کے سپاہی لپک کر شہر مین گہس گئے جسے انہون نے بزور بازو فتح کرلیا" +

ابن خلدون کے مندرجہ بالا قول سے اس بات کی صریح شہادت ملتی ہے کہ بارود اہل عرب کے یہان ایک مشہور چیز تھی اور وہ لوگ اُس زمانہ سے نصف صدی قبل ہی اسکا استعمال اپنی لڑائیون مین کرتے رہے تہے جس زمانہ مین کہ اہل فرنگ "شوارٹس" کو اسکا موجد بتاتے ہین۔ اور یہ بات بہی ہے کہ تیرہوین صدی عیسوی کے آخر مین اہل عرب نے بارود بنانے کی ویسی ہی ترکیب بیان کی ہے جیسی کہ آجکل پائی جاتی ہے۔

سینٹ پیٹرسبرگ دار الخلافہ روس کے کتب خانہ مین ایک قدیم عربی مسودہ موجود ہے جس مین دو عربون کی تصویرین
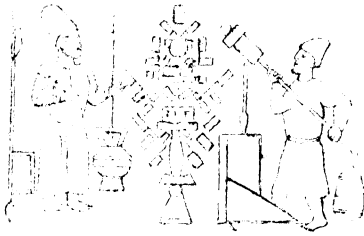
بنی ہین جو آتشبار اسلحہ بنانے مین مصروف ہین۔ ایک شخص داہنی جانب ہے اور ہاتھہ مین بندوق کی شکل کا ایک آلہ لئے ہے اُس آلہ مین توڑا لگا ہے اور توڑے کے اندر بارود بہری ہے۔ اُس شخص نے اُس توڑے کو ایک شعلہ سے جو اُسکے سامنے ہے قریب کر دیا ہے تاکہ بارود مشتعل ہوکر گولی کو دور پہینکدے۔

(شکل ۲۶- اسلحۂ آتشبار مین عرب کی ایجاد)

اسی مقام کے مناسب ایک سوار کی تصویر بنی ہے جو روئین دار کپڑے مین لپٹا ہوا ایک نیزہ لئے ہے تاکہ ضرورت کے وقت انہین روئون کو نوچکر اور نفط مین تر کرکے دشمن پر پہینکا جا سکے۔ اس سوار کے دونون جانب دو پیدل آدمی ہین۔ ان دونون شخصون اور سوار کے گہوڑے کے جسم پر بھی ویسا ہی روئین دار لباس ہے جو وقت حاجت نفط کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔

(شکل ۲۷- ادوات النفط)

حالت جنگ مین فوجی نظام

تاریخ فوج کے بیان مین ہم اس بات کا ذکر کر چکے ہین کہ متمدن قومون کے یہان فوجی نظام کی دو صورتین تہین یعنی سیدہی صفین بنانا یا علیحدہ علیحدہ حصے کرنا۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت مین کسی قاعدہ اور نظام کے پابند نہ تہے اُنکی جنگ اسی قسم کی ہوتی تہی جسے وہ "کر" اور "فر" سے تعبیر کیا کرتے ہین۔ اور اس طریقہ کا نام خود ہی اپنے معنون کو بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ جس وقت وہ لڑنے کے لئے تیار ہوتے تو یکایک اپنے دشمنون پر لوٹ پڑتے تہے۔ اور

جب دیکھتے کہ انہین کسی قسم کی کمزوری لاحق ہو رہی ہے تو فوراً بھاگ نکلتے۔ اور پھر پلٹ کر حملہ کر دیتے۔ اسی طرح بلا کسی نظام اور قاعدہ کے لڑتے رہے۔ اسلام کا ظہور ہوا تو منجملہ اُسکے احکام کے ایک حکم جنگ مین صفین مرتب کرنے کا بھی ہوا جو اس آیت مین مذکور ہے " ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص " بیشک اللہ پاک اُن لوگون کو دوست رکھتا ہے جو اُسکی راہ مین " بنیان مرصوص " کی طرح صف باندھکر لڑتے ہین یعنی جس طرح دیوار مین ایک اینٹ دوسری اینٹ کی مدد ہوکر باہمی استقامت کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ لوگ ایک دوسرے کے استقلال و پامردی کا وسیلہ ہوجاتے ہیں جو قریب ملکر سیدھی صف مین استادہ ہون اور حدیث مین آیا ہے " المومن للمومن کالبنیان المرصوص یشد بعضہ بعضاً " اسی بنا پر نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد مین مسلمانون کی لڑائیان صف بندی کے ساتھ ہوا کرتی تہین اور اسی طریقہ کو " زحف " کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین۔ وہ لوگ اس طرح سیدھی صفین مرتب کرتے تھے جس طرح نماز کے لئے صفین سیدھی بناتے ہین۔ اور اسی انداز سے صفین باندھے اور قدم ملائے ہوئے دشمن پر بڑھتے تھے۔

مسلمانون کا بدوی قبائل کے ساتھ ایک ایسے نظام سے جنگ کرنا بھی جس سے وہ لوگ محض ناآشنا تھے منجملہ اُن امور کے تہا جنکی وجہ سے مسلمانون نے کر و فر والے عربی قبیلون کو نیچا دکھایا۔ اس بات کا بڑے بڑے نامور فاتحون کے حالات پر نظر غائر ڈالکر اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہین مثلاً اسکندر۔ سلطان سلیم عثمانی۔ اور نپولین بونا پارٹ وغیرہ کی سوانح عمریان دیکھنے کے بعد صاف طور سے عیان ہوجاتا ہے کہ ان لوگون نے دنیا کو محض اُس نئے نظام کے ذریعہ سے فتح کیا جسے انہون نے اپنی فوجون مین جاری کیا تہا۔ یا اُن جدید اسلحہ کے ذریعہ سے غلبہ حاصل کیا جو اُن کے دشمنونکو نصیب نہ تھے۔

اہل کر و فر اپنے جنگجو لوگون کو بذریعہ اپنے اونٹون اور اُن باربرداری کے جانورون کے جنپر وہ سامان رسد اور خیمہ و خرگاہ بار کیا کرتے تھے شکست کہانے اور پیٹھ دکہانے سے روکا کرتے تھے۔ ان چیزون کو لڑنے والون کے پیچھے صف بستہ کہڑا کر دیا کرتے تاکہ اُنکے واسطے دم لینے اور آرام پانے کا موقع بنجائے۔ اس صف کو مجبوذہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اور یہی ایک ایسی چیز تہی جو میدان جنگ مین اُنکو ثابت قدم رکھتی تہی۔ مگر مسلمانون نے باوجودیکہ " زحف " (صف بندی) کے ساتھ انکو ثبات کا فائدہ حاصل ہوتا تہا۔ پہر بھی اپنے پیچھے عورتون۔ بچون۔ اونٹون۔ اور سامان رسد وغیرہ کا رکہنا اختیار کیا تہا۔ اسلئے وہ جنگ مین بڑے مستعد اور لڑنے مرنے پر بہت صابر رہتے تھے۔

زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین فوج اگر قلیل ہوتی تو ایک ہی ورنہ دو صفون مین مرتب ہوا کرتی تہی۔ خلفائے راشدین کے عہد مین مسلمانون کی کثرت ہوگئی تو پہر اُن کی کئی صفین بننے لگین۔ اس صف بندی مین سپاہیون کے اسلحہ اور اُن کے

خاص حالات پر لحاظ کر کے مقدم اور موخر صفین بنائی جاتی تہین۔ یہان ہم نمونہ کے طور پر اُس وصیت کا ذکر کرتے ہین جو علی رضہ نے مشہور جنگ "صفین" کے دن ۳۷ھ مین اپنے فوجی لوگون کو فرمائی تہی۔ اس وصیت کے مختصر ہی لفظون سے یہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ مین جنگ کے وقت فوجی نظام کی کیا حالت ہوتی تہی۔ علی رضہ نے فرمایا تھا:-

"اپنی صفین سیدہی کرو۔ انہین مضبوط دیوار کی مانند بنالو۔ زرہ پوشون کو آگے رکہو۔ اور بے زرہ والے لوگونکو پیچھے رکھو۔ دانتون کو بہیچ لو کیونکہ یہ صورت "ہام" سے زیادہ تلوارون کی ضرب مین قوت پیدا کرنے والی ہے۔ نیزہ کی سنانین باہم ملالو۔ اُس سے سنانون کی حفاظت خوب ہوتی ہے۔ آنکہین نیچی کرو۔ اس سے دل خوب مضبوط رہتا ہے اور قلوب کو تسکین ہوتی ہے۔ آوازین پست رکہو اسلئے کہ یہ صورت ہزیمت اُٹھانیکو دور رہیگا نیوالی ہے اور وقار کیلئے اولی ہے اپنی نشانون کو قایم رکہو۔ انہین جہکنے نہ دو۔ اور جو لوگ تم مین بہت بہادر ہین اُن کے سوا نشانون کو کسی اور کے حوالہ نہ کرو۔ صدق و صبر سے مدد لو اسلئے کہ صبر ہی کے اندازہ سے فتح و نصرت نازل ہوتی ہے۔"

کرادیس اسکے بعد بنی امیہ کے زمانہ مین عربی فوجون کی اور ہی کثرت ہوئی اور وہ اہل عجم سے ملے جلے تو اُن کا خیال "تعبیہ" کی جانب رجوع ہوا یعنی فوجی جماعتون کو کرادیس کی شکل مین مرتب کرنیکا طریقہ اختیار کیا جسکی حالت ہم فوج کی تاریخ مین بیان کر آئے ہین۔ کرادیس کی ترتیب یون ہوتی تہی کہ اہل روم جنگ کے وقت اپنی فوجون کے کئی حصے کر دیا کرتے تہے جنہین یونانی زبان مین "کورتیس" کہتے تہے۔ اِس لفظ کے معنی ٹکڑہ یا فوجی جماعت کے ایک حصہ کے ہین۔ ہر ایک کردوس کی کئی صفین کر کے اُسے فوجی مربع کی شکل مین بنالیتے تہے۔ بادشاہ یا کمانڈر انچیف یا اعلی سپہ سالار اور اسکے حاشیہ کے لوگون کو معہ نشانون اور شعار وغیرہ کے ایک کتیبہ مقرر کرکے بیچ مین استادہ کرتے اور اُسے قلب کے نام سے موسوم کرتے تہے۔ اس کتیبہ کے مقابل سامنے کیطرف ایک اور کتیبہ ہوتا جو کہ غالب صرف سوارون سے مرتب و قایم کیا جاتا۔ اُسکا نام مقدمہ ہوتا۔ بادشاہی کتیبہ کے داہنے طرف ایک کتیبہ "میمنہ" نامی اور اسی طرح بائیں طرف ایک کتیبہ "میسرہ" نام کا متعین ہوتا۔ اور ایک ٹکڑا فوجکا سب سے پیچھے رہتا۔ اسکو فوجکا ساقہ کہتے تہے جسکی صورت حسب ذیل ہوتی:-

۴	۱	۲
	مقدمہ	
میسرہ	۳ قلب الجیش	میمنہ
	۵ ساقہ	

فوجون کو اس طرح جمانے مین اُس کے پانچ ٹکڑے ہوتے ہین اسی وجہ سے فوجکو "خمیس" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ غرضکہ اس صورت پر فوج مرتب ہو کے قدم ملائے صفین درست کئے دشمن کیطرف چلا کرتی تھی۔ اور اکثر اوقات اپنے پیچھے کوئی اس قسم کا سامان کر لیا کرتے جو انکی پیشقدمی مین ثبات و استقلال پیدا کر سکے جس طرح کہ اہل فارس جنگ کے میدانون مین بہت سے ہاتھیون پر ہودج اور عماریان بندھوا کر ان مین طرح طرح کی ہتھیار اور لڑنے والے لوگون کو بھر دیتے او نشانات بھی اسی جماعت کے ساتھہ ہوتے۔ اس گروہ کو وہ لوگ میدان جنگ مین اپنے پیچھے اس طرح رکھا کرتے تھے جیسے بہت سے قلعے ہون۔ اور ان کے ذریعہ سے اُن کے دلون کو تقویت رہتی تھی۔ بعض اوقات اہل فارس شاہی تختون کو اپنا جائے پناہ مقرر کر لیا کرتے۔ اسکی یہ صورت ہوتی کہ لڑنے والون کے پس پشت میدان جنگ ہی مین بادشاہ کا تخت نصب کیا جاتا۔ شاہی خدم و حشم اور اوسکے حاشیہ کے لوگ اور بعض وہ فوجی افسر جو علاوہ بادشاہ کے فوج کا دل بڑھانے کا کام دیتے تھے۔ یہ سب لوگ شاہی تخت کو اپنے حلقہ مین لئے رہتے۔ اس شکل سے شاہی تخت کی ہیکل مین ایک عجیب قسم کی عظمت پیدا ہو جاتی۔ اور وہ مقام لڑنے مرنے والون کے لئے پناہ لینے اور سستانے کا ایک عمدہ موقعہ بنجاتا۔ اکثر حالتون مین عجمی باشندے بھی کر و فر کے ساتھہ لڑا کرتے تھے۔ اور اپنی سپاہ کے پیچھے اسی طرح کی جائے پناہ بنا لیا کرتے۔ جسکے اقسام کا شمار کرنا دشوار ہے۔ رومیون اور فارس والون سے جنگ چھیڑ کر اہل عرب کو اکثر میدانون مین اس بات پر مجبور ہونا پڑا کہ وہ بھی "کرادیس" کے طریقہ سے جنگ کرین۔ اسکی ایک مثال یہ ہے۔ کہ خالد بن ولیدؓ نے ۱۳ھ مین مشہور واقعۂ یرموک کے وقت یہ طرز اختیار کیا۔ اور انہون نے اہل عرب کی فوجون کو اس شکل سے میدان مین جمایا کہ وہ اس سے پہلے کبھی اُس طرح مرتب نہ ہوئی تھین۔ خالدؓ نے اپنی فوج کے (۳۶) سے (۴۰) تک کردوس بنائے۔ قلب کو کئی حصون مین بانٹ کر اسکا افسر ابا عبیدہؓ کو بنایا۔ میمنہ کے کئی ٹکڑے کر کے اُسپر عمرو بن العاصؓ اور شرجبیل بن حسنہؓ کو سردار کیا۔ اور میسرہ کے کئی اجزا کر کے اُسپر یزید بن ابی سفیان کو افسر بنا دیا۔ الخ۔ اور ۱۴ھ کی جنگ قادسیہ مین سعد بن ابی وقاصؓ نے بھی اسی ترتیب سے کام لیا تھا۔

مگر بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب نے اس ترتیب کا برتاؤ رومیون سے لڑنیکے لئے اُن کے بالمقابل مجبوراً کیا تھا۔ اور دراصل اپنی جنگون کا اصول تعبیہ کے ساتھہ فوجون کا مرتب کرنا مروان بن محمد بنی اُمیہ کے آخر خلیفہ کے وقت ۱۲۸ھ مین قرار دیا۔ کیونکہ اسی خلیفہ نے صفون کو توڑ کر "کرادیس" کو منتظم کیا۔ اور یہ اصول اختیار کرنیکے بعد پہلے "ضحاک" خارجی اور بعدہٗ "خبیری" سے لڑا۔ صفوف کے اصول کو باطل کر دینے کے بعد رفتہ رفتہ "زحف" کا

قاعدہ لوگون کو بھول گیا۔ اور اسکے بعد لڑنے والون کے پس پشت کسی زائد صف کا رکھنا بھی اسلامی حکومت مین عیش پسندی کا دخل ہونے کی وجہ سے مٹ گیا۔ شدہ شدہ اہل عرب میدان جنگ مین عورتون اور بچون کو اپنے ساتھ لیجانا بھی ترک کرنے لگے۔ یہان تک کہ آخر کار بالکل چھوڑ بیٹھے۔

علاوہ ازین بعض اُن دعویداران خلافت نے جو اہلبیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے صف بندی کے اصول کو ترک کرکے "کرادیس" کا نظام اختیار کرنا اسلام مین بدعت پھیلانا سمجھا۔ وہ صفون کے ساتھ "زحف" کو اچھا سمجھکر اُسی پر قایم رہے۔ گو اسکا نتیجہ اُنکے حق مین خطرناک ہی کیون نہ ثابت ہوا۔ اس امر کا شاہد وہ قصہ ہے جو ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کیجانب منسوب ہے جس وقت خلیفہ منصور عباسی نے عیسیٰ بن موسیٰ کو اُن کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اور یہ دونو جماعتین کوفہ سے ۱۶ فرسخ کے فاصلہ پر بمقام "باخمرا" مین مقابل ہوئین تو امام ابراہیم کو انکے کسی دوست نے صلاح دی کہ وہ اپنی فوجکو کرادیس مین مرتب کرین۔ کیونکہ کرادیس بحالت جنگ زیادہ ثابت قدم رہتے ہین۔ اگر ایک کردوس کو شکست ہوجاتی تو اوسکی جگہ پر دوسرا کردوس جم سکتا ہے لیکن صفون مین یہ بات حاصل نہین ہوسکتی۔ اگر اسکا ایک حصہ بھی منہزم ہو تو سب کی سب پامال ہوجاتی ہے۔ اس نیک صلاح کے جواب مین خود ابراہیم اور اوسکے تمام رفقا نے کہا "ہم اہل اسلام کی صف بندی کے علاوہ کسی اور صف بندی کو اختیار نہین کرینگے" اس سے اونکی مراد اس آیت کا حکم تھا "ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ ..... الآیہ" مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو زک ملی۔ اور وہ تباہ و برباد ہوگئے۔

مسلمانون نے "مدنیت" مین عروج حاصل کرنیکے بعد قدما کے فنون جنگ مین تفنن بھی کیا۔ اور اونکی کتابونکا ترجمہ کرتے اور انہین پڑھنے کے بعد اس صیغہ مین بہت سے جدید طرز اور اصول رائج کیے۔ مسلمانون کے یہان فوجی تعبیہ کی قسمین متعدد ہوگئین۔ یہانتک کہ سات شکلین قایم ہوئین۔ اگرچہ وہ ان تمام صورتون کو ایک ساتھ نہین برتتے تھے۔ تاہم انہون نے انکو اپنے فنون جنگ مین داخل ضرور رکھا پہلا تعبیہ یہ تھا کہ فوجکی ترتیب ہلال کی شکل پر کیجاتی۔ کہتے ہین کہ قدیم اہل فارس نے ہلالی ترتیب کی دو قسمین بیان کی ہین ایک سیدھا ہلال یا نوکدار ہلال۔ یہ صورت بہت آسان اور سادہ ہے۔ جیسے آسمان کا چاند ہوتا ہے

دوسری ترتیب ہلال مرکب کی اسکی یہ صورت تھی کہ ہلال کے دونون طرف بھی دو ہلال نما صفین بنائی جاتین گویا کہ اسکے دو بازو ہین۔ تیسرا تعبیہ مربع مستطیل ہوتا۔ اور چوتھا اُلٹے ہلال کی وضع کا ۔ پانچوان تعبیہ یہ تھا کہ فوج کو معین یا ترچھے مربع کی شکل مین منتظم کیا جاتا۔ چھٹا تعبیہ مثلث △ ۔ اور ساتوان "دائرہ مزدوجہ" کی شکل پر یعنی دو دائرے اس طرح ہوتے کہ ایک دوسرے کے اندر بنایا جاتا۔ یہ آخری قسم کا تعبیہ اُس وقت اختیار کیا جاتا جبکہ اُنکی فوج قلیل اور غنیم کی سپاہ بہت زاید ہوتی۔ اور یہ تعبیہ اُس تعبیہ سے ملتا جلتا ہے جو متمدن لوگون نے تفنن کرتے

کرتے سب سے آخری اور مکمل تعبیہ دریافت کیا ہے۔ اس سے ہم وہ تعبیہ مراد لیتے ہین جوکہ بونا پارٹ نے قایم کیا تھا اور جس کے ذریعہ سے اس نے تمام ملکون کو پامال کر ڈالا۔ اور جو آجتک کی تمام منتظم فوجون کا بہترین نظم ہے۔

مسلمان لوگ فوج کو جنگ کیلئے مرتب کرتے تو اُسے کرادیس۔ یا مربعون۔ یا مثلثون کی صورت مین ترتیب دیتے اور یا فوج کا کچھہ حصہ کرادیس کی شکل مین رکہتے اور کچھہ حصہ کو مربعے یا ہلالی یا معین یا مثلث کی صورت پر مرتب کرتے جیسا موقع ہوتا۔ یا جیسی حالت پیش آتی۔[۵۱]

فوجی کمپ اوایل اسلام مین نظم و ترتیب لشکر کا کوئی خاص علم نہ تہا۔ بلکہ اہل عرب اپنے خیمون کے نصب کرنے مین اور اُنکو ترتیب دینے مین اُسی ڈہنگ پر چلتے تہے جسپر وہ زمانہ جاہلیت مین چلتے آئے تہے۔ امیر کا بڑا خیمہ وسط مین ہوتا تھا۔ اور اوسکے گرد ماتحت افسرون اور خاص لوگون کے خیمے نصب ہوتے تہے۔ اگر اونکے ساتھہ عورتین اور بچے ہوتے تہے تو اونکو پڑاو کے پیچھے ٹہراتے۔ مگر جب اونہون نے بال بچون کا ساتھہ رکہنا ترک کیا۔ جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے تو اونہون نے کمپ قایم کرنے مین روم اور فارس والونکی پیروی اختیار کی۔ اور حسب اقتضائے حالات اس مین تفنن بہی کیا۔ اور جس زمانہ مین فوجی فرقون کی تعداد بڑہ گئی حاشیہ کے لوگون اور غلامون کی کثرت ہوئی تو فوجی کمپ نے ایک خاصے بارونق و آباد شہر کی صورت حاصل کرلی جسمین فوجی سپاہیون کی اقسام کے علاوہ منشی۔ عالم۔ طبیب۔ کحّال۔ اور طبل بجانے والے (نقارہ نواز) اور اتباع وغیرہ بہی ہوا کرتے تہے۔ جیسا شکل ۲۸ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور یہ نقشہ اسلامی عہد مین فوجی کمپ کا سب سے بڑہیا ترقی یافتہ نظام کا ہے۔

فوجی قواعد اور شعار

فوجی قواعد اوایل اسلام مین جس وقت فوج جنگ پر آمادہ ہونیکو ہوتی تو اوسکے سردار "النفیر النفیر" کی آواز دیتے تہے۔ یہ صدا اُنکے محاورہ مین حملہ کرنے کی علامت تہی جسطرح آجکل مصر کے فوجی افسر ایسے موقعہ پر پہلے "ہجوم حاضر اُل" اور پہر صرف لفظ "ہجوم" کی صدا لگاتے ہین۔ اور اگر سپاہ کو جنگ سے باز رکہنے کی خواہش ہوتی تو اہل عرب "الرجعۃ الرجعۃ" کہتے تہے۔ جسکی جگہہ اندنون ملک مصر مین "جریہ" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ سوار دن

[۵۱] اسلامی کمپ کے لئے دیکھو نقشہ منسلکہ۔

لڑنے پر تیار ہونے کا اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو "الخیل الخیل" کی ندا دیجاتی تھی۔ اس غرض کیلئے مصری فوجون مین پہلے "این مایہ حاضر اِل" اور اسکے بعد صرف لفظ "این" کا استعمال ہوتا ہے جب یہ منظور ہوتا کہ سوار لوگ گھوڑون سے اُتر آئین تو "الارض الارض" کہتے۔ اسکی مثال مصری افواج مین "این مایہ حاضر اِل" اور اسکے بعد تنہا لفظ "این" کا استعمال کرنا ہے۔ جب اہل اسلام متمدن قوم کی حیثیت مین آئے۔ اور اونکی فوج کی مختلف حصے اور قسمین بن گئین۔ اور فوجی حرکتون کی جداجدا شکلین قایم ہوئین تو انہون نے ہر ایک حرکت کے لئے ایک خاص ندا مقرر کی جسکا لفظ اپنے معنے اور مراد پر دلالت کرتا تھا۔ اُن صداؤن کے نام حسب مندرجہ ذیل ہین:۔

(۱) المیل۔ (۲) الانقلاب۔ (۳) الانفتال۔ (۴) تسویۃ الانفتال۔ (۵) استدارۃ صغری۔ (۶) استدارۃ کبریٰ۔ (۷) تقاطر۔ (۸) اقتران۔ (۹) رجوع الی الاستقبال۔ (۱۰) استدارہ مطلقۃ۔ (۱۱) انعطاف۔ (۱۲) اتباع المیمنۃ۔ (۱۳) اتباع المیسرۃ۔ (۱۴) جیش منحرف۔ (۱۵) جیش مستقیم۔ (۱۶) جیش مورب (۱۷) رض (۱۸) تقدم۔ (۱۹) حشو۔ (۲۰) رادفہ۔ (۲۱) ترتیب بعد ترتیب۔

جس وقت فوجی افسر کا ارادہ ہوتا کہ اپنی فوج کو کسی طرف مایل کرے۔ یا اوسے کوئی خاص صورت ان صورتون مین سے اختیار کرائے وہ انہین کلمات مین سے ایک کلمہ پکار دیتا۔ اور فوجی سپاہی جو ان کلمات کے معنی اور مراد سے واقف ہو چکے ہوتے تھے فوراً وہی حرکت اور شکل اختیار کر لیتے۔ جس طرح آجکل کی فوجین کرتی ہین اسکے کچھہ مدت بعد ان سب کلمون کو صرف دو کلمون مین مختصر کر دیا جو حسب ذیل ہین:۔

"ہوجو آ" اور "ہوبرا" اور اپنی مراد کے پورا کرنے مین اشارون سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس لئے فوجی سپاہیون پر لازم ہوتا تھا کہ وہ اپنے افسر کی حرکات و سکنات کو غور سے دیکھتے رہین جس وقت وہ کسی طرف پھرے خود بھی اُسی کے ساتھہ پھر جائین۔ ان دونون لفظون کی تشریح یون کی گئی ہے "ہوجو آ" سے یہ مراد ہے کہ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو جاؤ۔ اور "ہوبرا" سے اسکے برعکس۔

فوجی شعار

ایام جاہلیت مین عرب نے چند خاص لفظ مقرر کر رکھے تھے جن کے ذریعہ سے وہ حالت جنگ و پیکار مین اپنے موافق اور طرفدار شخص کو شناخت کیا کرتے۔ ان الفاظ کا نام "شعار" تھا۔ وہ الفاظ معین نہین تھے۔ بلکہ حالت اور ضرورت کے مطابق ایک لفظ کو اپنی اصطلاح ٹھہرا لیا کرتے۔ جنگ "اُحد" کے دن کفار عرب کے قبایل کا شعار "یا للعزّٰی یا لِھُبَل" کا کلمہ تھا۔ حیرہ مین تنوخ کے قبیلہ والون کا شعار "یا آل عباد اللہ" مقرر ہوا تھا۔ اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مہاجرین اور انصار مین سے ہر ایک کے واسطے ایک علیحدہ شعار مقرر فرما دیا تھا۔

مہاجرین کا شعار تہا۔ "یا بنی عبد الرحمن" قبیلہ اوس (انصار کا ایک قبیلہ) کا شعار تھا "یا بنی عبید اللہ" اور "خزرج" (انصار کا دوسرا خاندان) کا شعار "یا بنی عبد اللہ" تہا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیل کو "خیل اللہ" کے اسم سے موسوم فرمایا تہا۔ اسکے بعد اہل اسلام اپنی فوجون کے مختلف شعار مقرر کرتے رہے جن کے ذریعہ سے وہ اپنے لوگون کو باہم پہچانتے تھے۔ اور یہ شعار اُسی انداز پر مقرر کئے جاتے جس طرح اوپر بیان ہو چکے ہین۔ +

ثغور اور عواصم

اِس سے اسلامی مملکت کی بری اور بحری حدود مراد ہین۔ بیانات مندرجہ بالا مین دیکھا گیا ہے کہ اہل عرب ملک شام کی فتح کے لئے بڑہے تو اُنہون نے پہلے ملک شام کے اُس خشکی کے حصہ کی طرف پیش قدمی کی جو صحرا سے متصل "حوران" کی سمت مین واقع ہے چونکہ رومیون کی بڑی بڑی قوتین زیادہ تر ساحلی شہرون مین ہتی تہین اسلئے اہل عرب نے اپنی فتوحات کو بر سے بحر کی جانب بڑہانا اور پہیلانا شروع کیا۔ اور ملک کے اصلی باشندون پر غلبہ حاصل کرنیکے بعد رومیون کو بہی زیر کرلیا دمشق کو فتح کرلینے کے بعد وہ لوگ سواحل کیجانب بڑہے۔ جو اسلامی فوجین ساحلی مقامات کی طرف بڑہی تہین اُنکے افسر "یزید بن ابو سفیان" اور اُنکے بھائی "معاویہ" تہے یہ فوجکشی اُس زمانہ مین ہوئی جبکہ دمشق پر "ابو عبیدہ" حکمران تہے۔ "یزید بن ابی سفیان" نے حملہ کرکے "بیروت" "صیدا" اور "جبیل" کو فتح کرلیا۔ مگر چند روز کے بعد اہل روم نے پلٹ کر پہر ان مقامات کو مسلمانون سے واپس لیلیا۔ جسکی وجہ یہ تہی کہ روم والون کی بحری قوت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہ مقامات زمانۂ دراز تک برابر رومیون ہی کے قابو مین رہے۔ جبکہ حضرت "عثمان" خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور امیر "معاویہ" اُنکی طرف سے ملک شام کے عامل تہے تو اُنہون نے "طرابلس" وغیرہ مقامات کو فتح کیا معاویہ بحری جنگ کے بہت شائق تہے۔ اور "عثمان" اس جنگ سے اُسی طرح ڈرتے تہے جس طرح خلیفہ "عمر بن الخطاب" "معاویہ" نے "عثمان" سے بہت کچھہ الحاح و اصرار کے بعد آخر کار بحری جنگ چہیڑنے کی اجازت حاصل کرلی۔ اور اُس وقت ملک شام کی سرحدین (دریا کے ساحلی شہر) مسلمانون کے قابو مین آئے۔ عرب لوگ چارون سمت سے آن آن کر ان شہرون مین آباد ہونے لگے اور بہت سے مسلمان وہان مقیم ہوگئے۔ +

خلفائے راشدین کے عہد مین ثغور (سرحدین) شام۔ انطاکیہ وغیرہ وہ ساحلی مقامات تہے۔ جنکو خلیفہ رشید عباسی نے "عواصم" کے نام سے موسوم کیا۔ اہل اسلام عواصم سے پرلی طرف کے مقامات پر حملے کرتے رہتے تہے۔

"اسکندرونہ" اور "طرطوس" کے مابین چند قلعون مین تھوڑے بہت اہل روم باقی رہ گئے تھے۔ بنو امیہ نے اپنی حکمرانی کے زمانہ مین ان مقامات کو بھی فتح کرلیا۔ سرحدی مقامات کی آبادی اور رونق عباسی خاندان کے دور مین بہت بڑھ گئی۔ اور وہان بہت بڑی تعداد محافظ سپاہ کی مع سامان جنگ کے اس غرض سے رکھی جانے لگی کہ رومیون کی لوٹ مار کو روک سکے۔ کیونکہ وہ لوگ عرب والون سے چھیڑ چھاڑ رکھنے پر آمادہ رہتے۔ اور موقع پاکر نہایت سخت قتل و غارت کرجاتے تھے۔ اہل عرب نے ان مقامات پر بہت سے پائیدار جدید قلعے بنائے اور ان قلعون کی بھی مرمت کرلی جو رومیون کے بنائے ہوئے تھے۔ اور وہان کے باشندون کے وظائف مین بڑی بڑی رقمین مقرر کرکے اُنکو جہاد کا حکم دیا۔

اسلامی مملکت کی سرحدون پر بھی جو خشکی مین واقع تھین انہون نے ایسا ہی کیا۔ کئی ایک مضبوط شہر چن کر انہین سرحدی شہر بنادیا۔ ان مین فوجین رکھین اور اسلحہ خانے بھی متعین کئے تاکہ وہ سپاہ غنیم کے حملون کو روکنے مین کام آئین۔ اور وقتاً فوقتاً دشمنون پر خود بھی جہاد کیا کرین۔

بنا برین اسلامی ممالک کی سرحدین بعض اہل روم کے محاذی اور کچھ اہل فارس کے برابر مین واقع تھین۔ اور جو سرحدین رومیون کے مقابل واقع تھین۔ اُن مین سے کوئی مقام سمندر کیطرف رومی ممالک سے متصل ہوتا تھا اور کوئی خشکی کیجانب۔ اور بعض مقامات ایسے تھے جہان خشکی اور تری دونون سمتون سے اہل روم کے حملہ کا خطرہ تھا بحری حدود مطلق طور پر مصر اور شام کے سرحدی مقامات تھے۔ اس لئے اگر ہم شمال کیطرف سے شامی سرحدون کو گننا شروع کرین تو سب سے پہلے طرطوس اُسکے بعد اذنہ پھر مصیصہ عین زربہ۔ کنیسہ۔ ہارونیہ۔ بیاس۔ اور نقابلس۔ وغیرہ مقامات واقع ہوتے ہین۔ ان تمام مقامات کی آمدنی ۱۰۰۰۰۰ دینار ہوتی تھی جو انہین کی ضرورتون اور کامون۔ مثلاً فوجکی تنخواہون قلعون اور شہر پناہون کی مرمت۔ اونٹون اور گھوڑون کے رمنے بنوانے اور جدید قلعون کی تیاری وغیرہ اُمور مین یہ سب رقم خرچ کردیجاتی تھی۔ اُس مین سے بچاکر بیت المال مین کچھ بھی نہین داخل ہوتا تھا۔ بلکہ کبھی کبھی فوج کی تنخواہین بیت المال سے ادا کرنی پڑتی تھین۔ مصری سرحدی مقامات مین بلاد رفح۔ عریش دمیاط۔ اور اسکندریہ شمار ہوتے تھے۔

شمالی سمت کی شامی سرحدون سے وہ سرحدی مقامات بھی متصل تھے جنکو جزیرہ عراق کیجانب منسوب ہونیکی وجہ سے "جزری" کہتے تھے۔ ان مین سب سے پہلا مقام "مرعش" تھا۔ اسکے بعد "الحدث" اور الحدث کے بعد "شمیشاط" کی ثغور تک مسلسل بہت سے قلعے چلے گئے تھے۔ اور شمیشاط کے بعد "ملطیہ" (مالٹا) واقع تھا۔ ان

سرحدی ممالک کی سالانہ آمدنی "مالطیہ" کی آمدنی سمیت ۰۰۰،۷۰ دینار ہوتی تھی جس مین سے ۰۰۰،۴۰ دینار سالانہ انہین مقامات کی ضرورتون مین صرف ہوجاتا اور ۰۰۰،۳۰ دینار باقی بچتے جن مین ۰۰۰،۱۷۰ دینار اور ملاکر یعنی پورے دو لاکھ دینار کی رقم ان اولیاءاللہ اور گداگرون کے مصارف مین اٹھتی تھی جو وہان رہتے تھے جہاد کے لئے جو فوجین روانہ ہوتین اُن کے اخراجات اسکے علاوہ تھے۔ مذکورہ بالا سرحدین ہی جہادون کے واقع ہونیکا ذریعہ تھین۔ ان ثغور کے "عواصم" (صدر مقامات) "دلوک" "رعبان" اور "منبج" تھے۔ اور جو سرحدین مشرقی سمت مین ممالک ہند سے ملتی تہین اُن کے بیان سے ہم بخوف طوالت قطع نظر کرتے ہین۔

غزوات

سرحدات متذکرہ بالا اسلامی ممالک کی حد ہوتہین۔ انہین کو سنہ ۱۷۰ھ مین ہارون الرشید عباسی نے جزیرہ اور قنسرین سے توڑ کر انکا نام "عواصم" رکہدیا تھا۔ اہل اسلام ہر سال ان مقامات سے خشکی اور تری مین جہاد کرنے کو نکلا کرتے اور اشاعت اسلام کیلیے سعی کیا کرتے تھے۔ جہاد مسلمانون پر فرض تھا اور خلفاء انکو اسکا خیال دلاتے رہتے تہے جسکی مثال ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول ہے:۔

"لایدع احد منکم الجہاد فانہ لایدعہ قوم الا ضربہم اللہ بالذل" یعنی اے اہل اسلام تم لوگون مین سے کوئی شخص جہاد کو ترک نہ کرے کیونکہ کوئی قوم ایسی نہین جو جہاد کو چھوڑ دیتی ہو اور اللہ پاک اُسے ذلیل وخوار نہ کر دیتا ہو" یہ فقرہ خلیفہ ممدوح نے اپنے خلیفہ مقرر ہونیکے دن فرمایا تہا۔ بحری غزوات کی یہ صورت تہی کہ مسلمانون کے جہاز سواحل مصر وشام پر اکٹھے ہوکر جزیرہ "قبرس" مین باہم ملجاتے۔ ان جہازون کی تعداد ۸۰ اور ۱۰۰ کے مابین ہوتی تھی جس قدر جہاز "قبرس" مین مجتمع ہوتے اُنکو "اسطول" (بیڑہ) کہتے تہے۔ اور "اسطول" کی کمان ثغور شام کے جہازی افسر کے حوالہ ہوتی۔ جس زمانہ مین یہ بیڑہ مصر اور شام کے سواحل پر جنگ مین مصروف رہتا تہا۔ اس وقت اسکے مصارف مین ایک لاکھ دینار خرچ ہوتے تہے۔ +

اہل عرب کے غزوات فصلون اور موسمون کے اعتبار سے معین ہوتے تہے کوئی غزوہ "صیفی" ہوتا (موسم گرما کا) توکوئی "شتوی" (ایام سرما کا) اور کسی کو "ربیعی" (موسم بہار کا) کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ربیعی غزوہ ماہ "ایار" (مئی) کی دسوین تاریخ کو واقع ہوتا تہا یعنی جبکہ مسلمان اپنے چارپائون کو موسم بہار مین خوب چرا چکتے اور اون کے گھوڑون کی حالت عمدہ ہوجاتی تہی۔ اسکے بعد وہ لوگ جہاد پر نکلتے تہے۔ پورے تیس دن یعنی دس "یونیو" (جون) تک وہ لوگ جہاد مین مصروف رہتے۔ گویا اُس زمانہ مین اُن کو رومی ممالک کے اندر عمدہ چارہ ملسکتا تہا جسکی وجہ سے اُن کے گہوڑے دوسری بار موسم بہار کا لطف اٹہا لیتے تہے اور خوب چرائی کر لیتے تہے۔ بعد ازین

اہل اسلام جنگ و جہاد بند کر دیتے۔ اور ۲۵ دن یعنی ۵ "تموز" (جولائی) تک مقیم رہتے۔ پھر اس عرصہ مین اون کے گھوڑے تروتازہ اور قوی ہوجاتے تو "صیفی" غزوہ کے لئے مجتمع ہوکر دسوین تموز (جولائی) کے بعد سے جہاد مین مصروف رہتے۔ اور اسکے بعد سے اپنے تقفول (جہاد سے رُکے رہنے) کے وقت تک پورے ساٹھ دن اسی حالت پر قایم رہتے۔ بعض ساون مین موسم گرما کے اندر دوبار غزوہ کرتے۔ اور اون حملون کا نام "صائفۃ الیمنی" اور "صائفۃ الیسرٰے" رکھتے تھے۔

جاڑون کے موسم مین وہ لوگ بہت کم جہاد کیا کرتے۔ اور بیس راتون (دن) سے زیادہ اُس مین مصروف نہین رہتے اور زیادہ دور بھی نہ جاتے تھے۔ یہ حملہ شباط (فروری) کے آخر مین ہوا کرتا اور غازی لوگ شروع اذار (مارچ) تک دشمنون کے ملک مین پڑے رہکر اپنے ملک مین واپس آجاتے اور اپنے گھوڑون کو موسم بہار مین آرام دیتے۔

اس بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ مسلمان خلفا نے صرف اپنی قلمرو کی حفاظت ہی پر اکتفا نہین کی۔ بلکہ وہ ممالک متصلہ پر حملہ آور ہوتے رہنا بھی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اور یہ صورت خدا کی راہ مین جہاد کرنے کی قسم سے تھی۔ جیسے کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ اس (جہاد کے) معاملہ مین بنو عباس کا شوق تمام خلفا سے بڑھکر دیکھا جاتا ہے اون کو اطمینان کے ساتھ حکومت کرنا نصیب ہوا۔ اور اسلامی مملکت پوری طرح اونکے تابع فرمان ہوگئی تو اونھون نے معاً غزا (جہاد) کیجانب توجہ کی۔ اپنی حکومت کے اوائل مین ہر سال اپنے یہان کے ایک یا چند سپہ سالارون کو اہل روم سے جہاد کرنیکے لئے اوسی طرح بھیجتے رہتے جس طرح کہ حاجیون کی جماعت حج کے لئے روانہ کیا کرتے تھے۔ اسکے بعد بذات خاص رومیون پر حملہ کرنے مین شریک ہونے لگے۔ ۱۶۳ھ مین خود خلیفہ مہدی عباسی نے رومیون کے ملک پر حملہ کیا اور ۱۶۵ھ مین اپنے بیٹے رشید کو ۹۵۰۹۳ سپاہیون کے ساتھ روم والون سے جہاد کرنیکے لئے روانہ کیا۔ رشید اپنی جرار فوجون کو لئے ہوئے رومی ممالک مین گھستا ہوا اور راستہ مین رومی لوگون کے "مسالح" پر گذرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ راہ مین جس قدر قلعے رومیون کے ملے وہ سب پامال ہوکر مسلمانون کے قابو مین آ گئے مگر اُن مقامات کے سردارون نے ۱۹۳۴۵۰ دینار اور ۲۱۴۰۸۰۰ درہم نذر کرکے مسلمانون کو صلح پر رضامند کرلیا۔ اور اپنی بستیون کو بچالیا۔ رشید بڑھتا ہوا جب قسطنطنیہ کے قریب پہونچگیا تو وہان کے باشندے سخت خائف ہوئے۔ اُس زمانہ مین امپرس "ایرینی" قسطنطنیہ کے تخت پر جلوس فرما تھی۔ اُس نے رشید سے ستر ہزار دینار سالانہ فدیہ ادا کرتے رہنے کی شرط پر صلح کرلی۔ اور یہ بھی شرط قرار پائی کہ رشید کی واپسی مین راہبر دیئے جائینگے اور راہ مین قیام کرنیکے مقامات پر بازار کھلوا دیئے جائینگے۔ تاکہ اسلامی فوج اور مسلمان خلیفہ کو کسی چیز کی تکلیف نہ ہو۔ اس صلح کی میعاد تین

سال تھی۔ اس حملہ مین مسلمانون کو علاوہ رقوم متذکرہ بالا کے ۳۳۴۵۶ نفر اسیران جنگ بیس ہزار راس چارپائے اور ایک لاکھ راس گائین اور بکریان بھی غنیمت مین ملین۔ اور صرف اسی ایک غزوہ مین ۴۸ ہزار رومی علاوہ قیدیون کے انکے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اسی قدر بیان کردینا اس امر کی توضیح کیلئے کافی ہے کہ مسلمانون کو جہاد کی رغبت کیونکر زیادہ ہوتی تھی۔

جنگی جہازونکے بیڑے

دریائی سفر اہل عرب اسلام سے قبل دریائی سفر کے عادی نہ تھے۔ البتہ "تبابعہ" بادشاہون کے عہد مین جو حمیر اور سبا کے گہرانے سے تھے۔ کچھہ کشتیان اُن کے یہان تہین۔ وہ بھی محض اس وجہ سے کہ یہ لوگ خشکی اور تری دونون مین کاروبار تجارت کیا کرتے تھے۔ حجازی عرب ہمیشہ سے دریائی سفر کرنے مین خائف رہتے چلے آئے تھے۔ اور انکو اس سفر مین قدم رکھنے کی جراَت نہین پڑتی تھی چنانچہ بدوی لوگون کی آجتک یہی حالت ہے۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمانون کے نشانات حکومت مصر اور شام کے سواحل پر لہرانے لگے۔ اور انہون نے اہل روم کے جنگی جہازون اور اُنکی دریائی جنگ کا مشاہدہ کیا تو اُن کے دل بھی دریا مین جہاد کرنیکے لئے گدگدائے مسلمانون مین سب سے اول جس شخص نے دریا کا سفر کیا وہ "علاء بن الحضرمی" تھے۔ جو عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت مین بحرین کے عامل تھے اُنہون نے سواحل فارس کو فتح کرنے کی خواہش کی لیکن چونکہ خلیج فارس کے بیچ مین حایل ہونیکی وجہ سے انکو سواحل مذکورہ تک پہونچنا بغیر دریائی سفر کے ناممکن تہا۔ لہذا وہ جہازون کے ذریعہ سے اس خلیج کو عبور کر گئے۔ اُنہون نے عمرؓ سے اس امر کی اجازت نہین لی تہی۔ اور اونکو اپنے حملہ مین فتح بھی نصیب نہ ہوئی۔ اسلئے عمرؓ کو انکا خود مختارانہ حیثیت سے یہ کام کرنا ناپسند ہوا۔ اور خلیفہ ممدوح نے اُنکی سزا یہ تجویز فرمائی کہ وہ امیر کوفہ "سعد بن ابی وقاصؓ" کے ماتحت دیئے۔ عمرؓ نے مسلمانون کو دریائی سفر سے روکنے مین نہایت سختی سے کام لیا تہا۔ معاویہ بن ابی سفیانؓ "دمشق" اور "اردن" کی فواج کے کمان افسر جنرل بہت عالی حوصلہ اور بلند خیال شخص تھے۔ اُنکو "بحر روم" کے اُس پار والے ملکون پر حملہ آور ہونے کے شوق نے عمرؓ سے دریائی سفر کی اجازت لینے پر آمادہ کیا۔ خلیفہ ممدوح نے اونکی درخواست کی منظوری سے انکار کیا۔ امیر معاویہؓ نے اصرار کے ساتھہ خلیفہ کی خدمت مین سود مند امیدون کا طومار لکھہ بہیجا۔ خلیفہ ممدوح نے "عمرو بن العاصؓ" مالک مصر کے امیر سے یہ خواہش کی کہ وہ دریائی سفر کی صحیح حالت کا خاکہ تحریر کرین

اور ایک خط بھیجکر اُن سے اِس سفر کی ٹھیک ٹھیک حالت کا اندازہ لینا چاہا۔ جسکے جواب مین امیر مذکور نے حسب ذیل تحریر بھیجی :- امیر المومنین! مین نے دریا کی یہ حالت دیکھی ہے۔ کہ وہ گویا ایک بہت بڑی مخلوق ہے جسپر چھوٹی مخلوق (انسان) سوار ہوتا ہے۔ وہان آسمان اور پانی کے سوا کچھہ نظر نہین آتا۔ اگر پانی گدلا ہوتا ہے تو دلون کو غمگین بنادیتا ہے اور تلاطم مین آتا ہے تو ہوش اُڑا دیتا ہے اُس مین یقین کی کمی اور شک کی زیادتی بڑھ جاتی ہے۔ انسان کی دریائی سفر مین ایسی حالت ہوتی ہے جیسے ایک لکڑی پر کیڑا بیٹھا ہو۔ اگر وہ لکڑی اُلٹ پلٹ جائے تو کیڑا ڈوب جائیگا۔ اور وہ لکڑی سلامتی کے ساتھہ کنارے جالگے تو کیڑا خوشی سے چمک کر اُڑ جائیگا۔" عمرؓ کے پاس یہ تحریر پہونچی تو اُنہون نے معاویہؓ کو لکھہ بھیجا۔ "اُس ذات پاک کی قسم ہے جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھہ مبعوث کیا ہے۔ مین ہرگز دریائی سفر مین ایک مسلمان کو بھی نہ بھیجونگا" مگر عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا۔ تو اُنہون نے معاویہؓ کا اصرار دیکھکر اُنکی درخواست منظور کرلی لیکن ساتھہ ہی یہ شرط لگادی کہ دریائی سفر مین جہاد کرنیکے لیے جانا اختیاری فعل ہے۔ جسکا دل چاہے جائے جسکا نہ چاہے نہ جائے۔ اِس اجازت کے بعد ۲۸ھ مین معاویہؓ دریا کی راہ سے "قبرس" پر حملہ آور ہوئے۔ جزیرہ مذکور کے باشندون نے ۷۰۰۰ دینار سالانہ ادا کرتے رہنے کے اقرار پر امیر مذکور سے صلح کرلی۔ یہ سب سے پہلا حملہ تھا جو مسلمانون نے دریائی سفر کے ذریعہ سے کیا۔ اور چونکہ اِس مین اُنکو فتح مندی نصیب ہوئی۔ اسلیے اُنکے شوق کی آگ زیادہ بھڑک اُٹھی اور اسکے بعد سے وہ دریائی جنگون مین بخوبی حصہ لینے لگے۔ اسکے واسطے بھی اُنہون نے گرمی اور سردی کے موسم مین خاص خاص اوقات اُسی طرح مقرر کرلیے جیسے کہ خشکی مین حملہ کرنیکے معین کر رکھے تھے جنکا بیان اوپر آچکا ہے۔ +

اسلام مین جہازون کے بیڑے

اہل عرب کو فن ملاحی مین کچھہ دخل نہ تھا۔ اسلیے پہلے اُنہون نے اون رومی لوگون کو جو اُنکے قبضہ مین آچکے تھے۔ اس کام پر لگایا۔ جن مین جہاز بنانے والے کاریگر اور ناخدا لوگ بکثرت موجود تھے۔ ان لوگون نے مسلمانون کے لیے جہاز وغیرہ تیار کیے اُن کو فوجی جوانون اور اسلحہ جنگ سے آراستہ کیا۔ اور اُنپر فوجین اور جنگی سپاہیون کو سوار کراکے دریا کے اُس پار والے مقامات پر حملہ کی تیاریان کین جہازون کے مجموعے کا نام اہل عرب نے "اسطول" مقرر کیا جو دراصل ایک یونانی زبان کا لفظ (STOLOS) ہے جسے اہل عرب نے معرب کرلیا تھا۔ اہل عرب نے اپنے اسطولون کی خاص قیام گاہ بحر روم کو ٹھیرایا۔ دریائی سفر (ملاحت) مین شام۔ افریقیہ اور اندلس کے مسلمان شریک ہوئے اور ان سبھون نے جہاز سازی کے کارخانے (ترسانہ) قایم کیے۔ جوان ممالک مین ہر ایک جگہہ جہازون کی ساخت اور اونکے ضروری

سامان کی تیاری و بہم رسانی کا کام دیتے تھے۔ عہد اسلام مین سب سے پہلا دار الصناعۃ عبد الملک بن مروان کے دور مین بمقام "ٹیونس" بنایا گیا خلیفہ مذکور نے اپنے عامل "حسان بن نعمان" کو جو افریقیہ پر حکمران تھا اسکی ہدایت کی تھی جس نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل مین کارخانہ کھولا جہاز بنوائے اور ان کو سامان رسد۔ اسلحۂ جنگ اور جنگی سپاہی بھر کر "صقلیہ" (سسلی) پر حملہ کرنیکے لئے روانہ کیا۔ مگر اس حملہ والے لوگون کو جزیرہ مذکور کا فتح کرنا نصیب نہ ہوا۔ بلکہ یہ کام خاندان بنو غالب کے حکمرانون کے عہد مین مکمل ہوا۔ اور "زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب" کے زمانہ مین اس جزیرہ کی فتح کا "اسد بن فرات" کے سر سہرا بندھا۔ بلکہ اسکے ساتھ ہی اُس نے "قوصرہ" کو بھی فتح کرلیا۔ اسکے بعد سے مسلمانون کو دریائی جنگون کا شوق بڑھتا گیا اور انہون نے افریقیہ اور اُندلس مین اسطولون کی تیاری کا کام بڑھا دیا۔ چنانچہ "عبد الرحمٰن ناصر" کے عہد مین صرف اُندلس کے اندر جنگی جہازون کی تعداد دو سو تک پہونچگئی تھی۔ اور اسیطرح افریقیہ مین بھی جہازون کی کثیر تعداد پائی جاتی تھی۔ یہ واقعہ چوتھی صدی ہجری کے وسط کا ہے۔ اُندلس کے سب سے زیادہ مشہور بندرگاہون مین "بجایہ" اور "مریہ" کا نام لیا جاتا ہے۔ اندلس مین متعدد دار الصناعۃ بنگئے تھے۔ اور ہر ایک کارخانہ ایک اسطول تیار رکھتا تھا جسپر ایک کمان افسر اور رئیس مقرر ہوا کرتا تھا۔ کمان افسر بیڑہ کے اسلحہ جنگ اور سپاہیون کے معاملات کا انتظام کیا کرتا تھا۔ اور رئیس اسکو بادبانون یا چپوؤن سے چلانے کا اہتمام کرتا۔ جب بہت سے جنگی جہازون کے بیڑے کسی جگہہ حملہ کرنے یا اور کسی غرض سے ایک ہی مقام پر مجتمع ہوجاتے تو وہ اپنی خاص بندرگاہ مین صف باندھکر کھڑے ہوتے۔ اور اُن سبھون پر سلطنت کے اعلیٰ طبقون مین سے کسی امیر کو منتظم اور مہتمم بنادیا جاتا تھا۔

ملک مصر مین ان ترسانون کی بنیاد پہلی صدی ہجری کے اواخر ہی مین پڑگئی تھی جسکا بیان آگے چلکر آئیگا اور سب سے پہلے جس شخص نے مصر مین اسطول کو قائم کیا وہ "عنبۃ بن اسحٰق" مصر کا امیر تھا جو منجانب خلیفہ متوکل علے اللہ عباسی وہان کا حکمران مقرر تھا۔ اس جنگی بیڑے کے قائم ہونیکا باعث یہ امر تھا کہ اہل روم ۲۳۸ھ مین "دمیاط" پر حملہ کرکے اُسپر قابض ہوگئے اور دل کھولکر قتل و غارت کیا۔ امیر مصر کو اس بات کا سخت صدمہ ہوا اُس نے اسطول کے واسطے جہازون کے تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور دریائی مجاہدون کی بھی اُسی طرز پر ایک جماعت مرتب کی جس طرح بری فوجونکی جماعتین مرتب تھین اور انکے روزینے خود انکی پیدا کی ہوئی آمدنیون مین سے مقرر کردیئے۔ لوگون نے یہ صورت دیکھکر اپنی اپنی اولاد کو تیر اندازی اور اصول جنگ کے سکھانے مین بہت کوشش شروع کردی۔ اس کام کرنے کے لئے امیر "مصر" نے تجربہ کار اور ہوشیار افسر منتخب کرکے اُن جہازون پر فوجین سوار کین۔ اور اسلحہ وغیرہ سامان جنگ و رسد سے

اُن کو لیس کر کے۔ اُن جہازی بیڑون کے زمرہ مین شامل کر دیا جو افریقیہ۔ اُندلس اور شام کیطرف سے رومیون کے مقابلے پر جا رہے تھے۔ مسلمانون اور اہل روم کی دریائی لڑائی مذبذب حالت مین رہتی تھی کبھی رومی غلبہ پاتے اور کبھی دن مسلمان۔ چونکہ غالب فریق مغلوب لوگون کو گرفتار کر لیجاتا تہا۔ اسلئے خلفائے اسلام کو ایک نئی ضرورت "فدیہ" دیکر اپنے ہم قوم اسیرون کو آزادی دلانے کے متعلق پیش آئی۔ اور اس زرتاوان کا نام اُنہون نے "فدا" رکھا۔

(شکل ۲۹) عربی جنگی جہازون کا ایک بیڑہ رومی والون کے ساتھ مصروف جنگ ہے اور اہل روم اُنپر یونانی آگ برسا رہے ہین۔

شکل نمبر ۲۹

عربی بیڑہ رومیون سے لڑ رہا ہے اور وہ یونانی آگ پھینک رہے ہین

مسلمان اسیران جنگ کو زرفدیہ دیکر سب سے اول ہارون الرشید عباسی نے ۱۸۹ھ مین آزادی دلائی تھی۔ اِس واقعہ سے قبل فدیہ کی صورت یہ تھی کہ آدمی سے آدمی بدل لیا جاتا تہا۔ جتنے مشہور "فدے" مسلمانون نے ادا کیے اُنکی تعداد تیرہ ہے اور وہ سب بنی عباس کے عہد مین دیے گئے تھے جن مین سب سے آخری فدیہ ۳۳۵ھ مین مطیع اللہ عباسی کے عہد کے اندر ادا کیا گیا۔ اور جن لوگون کو خلفا نے اس تمام مدت کے اندر فدیہ دیکر آزادی دلائی اُنکی تعداد پچاس ہزار کے قریب پہونچی تھی۔ "زر فدیہ" ادا کرنے یا اسکے متعلق گفتگو کرنیکا کام اکثر اوقات "لامِس" کے مقام پر انجام پاتا تہا جو بحر روم کے ساحل مین طرطوس کے قریب ایک جگہہ ہے۔ "فداء" کے موقعہ پر مسلمانون اور رومیون دونون کی بڑی بڑی جماعتین موجود ہوکر اسکے تصفیہ اور تبادلہ وغیرہ مین دو تین ہفتے بلکہ

اس سے زیادہ عرصہ تک مصروف رہتے تھے۔ پہلی فداء کے موقعہ پر مسلمانون کے قریب ۵۰۰۰ آدمیون کا بہت بڑا مجمع تہا۔ اور وہ ہر طرح کے عمدہ سامان۔ اسلحہ اور گہوڑون اور زرق برق سامانون سے آراستہ تہے۔ انہون نے تمام کوہستان اور ہموار زمینون کو بہر دیا تہا۔ اور اپنے زور قوت کو پوری طمطراق سے دکھایا تہا۔ اسی کے مقابلہ مین رومی لوگون کے جنگی جہاز دوسری طرف بہت ہی آراستہ ہوکر اپنا جاہ وجلال دکہانے ہوئے آئے ہتے۔ اور مسلمان قیدی اُن کے پاس تہے۔ اس فداء مین جتنے آدمیون کا فدیہ ادا کیا گیا انکی تعداد ۳۷۰۰ تھی۔ چنانچہ اسی کے بابت مروان بن ابی حفصہ (شاعر) خلیفہ ہارون الرشید کو مخاطب کرکے کہتا ہے:-

وفکت بك الاسری التی شیدت لھا محابس ما فیھا حمیم یزورھا علی حین اعیی المسلمین فکاکھا وقالوا سجون للمشرکین قبورھا	اے خلیفہ تیری وجہ سے وہ قیدی اسیری سے چہوٹے۔ جنکے واسطے اس قسم کے مضبوط قید خانے بنے تہے جنمین کوئی رشتہ دار ہی نہین نظر آتا تہا جو انکو ملنے کو آتا ہو۔ جس وقت مسلمانونکو ان قید خانون سے آزادی پانیکی طرف سے یاس ہوچکی تہی اور قید نے انکو تہکا دیا تہا اور وہ کہہ رہے تہے کہ مشرکونکے بندیخانے انکی قبرین ہین۔

جب مصر کا ملک عبیدیین (فاطمی لوگون) کے قبضہ اقتدار مین آیا جو افریقیہ کے فرمانروا تہے۔ ان لوگون نے اسکندریہ و دمیاط اور مصر کے اندر جنگی بیڑون کے بنانے مین بڑی سرگرمی سے کام لیا اور ان کے زمانہ مین بحری فوجون کی تعداد پانچ ہزار تک پہونچگئی تہی جنکی تنخواہین مقرر تہین۔ ان تنخواہ پانیوالے فوجی ملازمون مین دس جاکی افسر تہے جنکو تیس سے بیس دینار تک ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ اور ایسے سپاہی بہی تہے جو اس سے کم تنخواہین پاتے۔ یہان تک کہ بہت سے لوگون کی تنخواہ صرف دو درم ماہوار تہی اور یہ سب سے کم درجہ کی تنخواہ تہی۔ بحری فوج کے ملازمون کو جاگیرین بہی دیجاتی تہین اور ان جاگیرون کا نام "غازیون کے ابواب" مقرر تہا۔ یہ جاگیرین نقد تنخواہ کے علاوہ ہوتی تہین۔ جنگ کے وقت "جاکی" افسرون کے حلقہ مین سے کسی ایک افسر کو بیڑہ کا کمانڈر بنا دیا جاتا تہا۔ اور جہاد پر جانے کی حالت مین وہی کمان افسر انکو حکم احکام دیتا رہتا تہا۔ اس رئیس کے ساتہہ سلطنت کے امراء مین سے کوئی بڑا امیر بھی ہوتا تہا۔ جنگی جہازون کے بیڑون پر جو مجاہدین رہتے تہے انکی تنخواہ خود خلیفہ بذات خاص وزیر کے مواجہہ مین اپنے ہاتہہ سے تقسیم کیا کرتا۔ اور اس کارروائی سے بحری مجاہدین کی عزت وتکریم مقصود ہوتی تھی۔ فاطمی خلفاء کے سب سے اول خلیفہ معز الدین اللہ کے عہد مین جہازون کی تعداد ۶۰۰ ہوگئی تہی۔ اور اسکے بعد گہٹتے گہٹتے صرف سو تک رہگئی۔

جنگی بیڑہ کو لڑنے کیلئے روانہ کرتے وقت بہت دہوم دہام کا جلسہ اور خوب شان وشکوہ کا اظہار کیا کرتے خود خلیفہ بھی جہازات کی روانگی اپنی نظر سے دیکھنے مین شریک ہوتا۔ اور وہ ایک جہروکے مین جو مقام "مقس" نیل کے

ساحل پر اُسکی نشست اور سیر کے واسطے مخصوص تہا (قاہرہ کے بیرونی جانب) جلوس فرماہوتا۔ اور جہازی بیڑی کے افسر اُس مکان کے نیچے جہازون کو لاتے۔ جہاز اسلحہ اور سامان جنگ سے خوب سجے ہوئے اور جہنڈیان اُڑاتے سامنے سے گزرتے۔ جہازونپر منجنیقین نصب کی ہوتی تہین اور وہ انکے ذریعہ سے سنگ باری کرتے جاتے تہے دوسرے جہاز پتہرون کی مار بچاتے اور جنگی کرتب کہاتے۔ باری باری سے سلامی اُتارتے ہوئے نکل جاتے غرضکہ جہازات اُس وقت مین تمام وہ حرکتین کرتے تہے جو اُنکو حالت جنگ مین کرنی پڑتی تہین اور جسے آجکل مصنوعی جنگ کہتے ہین۔ اسکے بعد رئیس اور مقدم خلیفہ کے روبرو حاضر ہوتے او خلیفہ انکو رخصت کرتے ہوئے مقدم کو ۱۰۰ دینار اور رئیس کو ۲۰ دینار عطا فرماتا۔ اور اسی طرح کا جلسہ اسوقت بھی کیا جاتا جبکہ جنگی بیڑے لڑائی سے فارغ ہوکر واپس آتے تہے۔ سلطان صلاح الدین کے زمانہ مین جنگی بیڑون کا ایک خاص دفتر بھی قایم ہوگیا تہا جسکا نام "دیوان الاسطول" تہا۔ اور اس کام مین جس قدر اخراجات پڑتے تہے وہ اسی دفتر سے ادا کیئے جاتے تہے۔

اسلامی مملکت کو وسعت دینے مین اسطولون کو بہت بڑا اثر حاصل تہا اس لیئے کہ مسلمانون نے اسکے ذریعہ سے بحر روم کے مشہور جزیرے فتح کر لیئے تہے جن مین سے ردینیا، سسلی، مالٹا، کریٹ، اور قبرس وغیرہ سب شامل تہے۔ ان جزائر کے علاوہ اہل اسلام نے بحر روم کے اکثر ساحلی مقامات بھی جو یورپین ممالک سے متصل تہے فتح کیئے تہے اور اس دریا کے اندر اُنکے جہازات آمد ورفت رکہتے ہوئے اسلامی فوجون کو لیکر سسلی سے شمال کی سمت مین براعظم یورپ کے اُس حصہ کو جو اٹلی کے مقبوضات مین داخل تہا پامال کرتے تہے۔ اور اسلامی فوجین ممالک فرنگ کے بادشاہون پر حملہ کرکے اُن کے ملکون مین بڑہتی چلی جاتی تہین۔ ایسے حملے یون تو عموماً ہوتے رہتے لیکن شاہان بنو الحسن کے عہد مین جو سسلی کے حکمران اور فاطمی خلفاء کی دعوت کے مؤید تہے۔ بہت زور شور کے حملے مسلمانون کی طرف سے ممالک فرنگ پر ہوئے اور اُن سے تمام یورپ مین ایک تہلکہ مچ گیا۔ فرنگی لوگ اپنے جنگی بیڑون کو بحر روم کے شمالی مشرقی گوشہ کی جانب ہٹا لیگئے اور اہل اسلام اپنے بیڑون اور جہازون کے ذریعہ سے تمام سمندر کے مالک ہوگئے۔ اور بحری دنیا مین بہی ویسے ہی بادشاہ بن گئے جیسے کہ خشکی کے سلطان تہے۔ اس وقت یورپین اقوام کی کمزوری حد کو پہونچ چکی تہی۔ اور یہ حالت ایک مدت تک قایم رہی تا آنکہ ناموس تاریخ کے مقتضاء سے مصر مین عبیدی حکومت اور اندلس کی اموی سلطنت مین کمزوری اور ادبار کے آثار نمایان ہوئے۔ اور اہل یورپ غفلت کی گہری نیند سے چونک کر سنبھلے اور اپنے قبضہ سے نکلے

ہوئے ملکون کو اہل اسلام سے واپس لینے پر آمادہ ہوکر اُنہین پہر فتح کرنے لگے۔ یورپ کی قومون نے خاص اسلامی ممالک پر حملے کئے اور اسکے بعد سے صلیبی لڑائیون کے جو واقعات گزرے وہ نہایت مشہور و معروف ہین۔

مسلمانون نے جنگی جہازون کا معاملہ مہمل کر دیا تہا اور بحری فوجکو گہٹا دیا۔ اس صیغہ کا خاص دفتر بھی اُنکی حکومت سے نیست و نابود ہوگیا تہا۔ ایک وہ زمانہ تہا کہ دریائی فوجون کے سپاہی "مجاہدین فی سبیل اللہ اور غزاۃ فی اعداء اللہ" کے معزز لقب سے یاد کئے جلاتے تہے۔ اور لوگ اونکی دعاؤن سے برکت حاصل کرنیکے متمنی رہتے تہے۔ یا ایک وقت ایسا آیا کہ "اسطولی" کا لفظ ملک مصر مین ایک اہانت کا لفظ خیال کیا جانے لگا اور جنگی جہازون کی خدمت اُنکی یہان شرم و ذلت کا کام سمجھی جانے لگی۔ مصر والون کی یہ کیفیت اُس زمانہ تک برابر قایم رہی جبکہ ملک ظاہر بیبرس بندقداری کا ظہور ہوا ہے۔ جو ممالیک (غلامون) کے خاندان کا مشہور بادشاہ تہا۔ اس فرمانروا نے جنگی بیڑون کی حالت دوبارہ کچھہ درست کی۔ مگر اب وہ بات کہان حاصل ہوسکتی تہی جو عروج اسلام کے عہد مین تہی۔

مصر اور شام مین اسطولون کی شان بہت گر گئی تہی۔ مگر اُندلس اور افریقیہ مین اسکی قوت قایم تھی یعنی مغربی حکومت دریائی طاقت کے لئے مخصوص تہی۔ اور اونکی یہ حالت اُن کے عہد حکومت کے آخر زمانہ تک قایم رہی۔ مغربی مسلمان حکمرانون کے اسطولون کی تعداد یورپ اور افریقیہ کے دونون خطون مین صرف ایک سو اسطول رہگئی تہی۔ یہ روایت ابن خلدون کی ہے۔ اسی اثنا مین ملک مغرب کے اسطولون کا مشہور امیر البحر احمد صنقلی پیدا ہوا جو چہٹی صدی ہجری مین گزرا ہے۔ اسکے عہد مین مسلمانون کے اسطولون نے اس قدر ترقی کی کہ نہ کبھی اُس سے قبل اتنی زیادتی ہوئی تہی اور نہ بعد مین رہی۔ اور اسکے بعد سلطنت کی کمزوری کے ساتھ ساتھ اسطولون کی قوت بہی کم ہوتی گئی۔ یہان تک کہ اُندلس کے ملک مین اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوتے ہی مسلمانون کی بحری طاقت کا وجود بہی گم ہوگیا۔

دار الصناعۃ

اہل عرب کے نزدیک دار الصناعت سے وہ کارخانہ مراد ہے جسکو ہم آجکل "ترسانہ" یا "ترسخانہ" کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ اور یہ دونون لفظ اُسی دار الصناعۃ سے منقول ہین ما سلئے کہ اہل یورپ نے ممالک عرب کو فتح کرنیکے بعد جن باتون کو اُن سے حاصل کیا منجملہ اُن کے ایک جہاز سازی کا فن بھی تہا جس طرح اہل عرب نے اس فن کو اپنے اسلاف سے سیکھا تھا۔ اسی طرح یورپین اقوام نے اس فن مین اہل عرب کی شاگردی کی۔ ہسپین والون نے دار الصناعۃ کا نام (Atarazana) رکہا تہا۔ اور دیگر یورپین زبانون نے اس لفظ کو ہسپانی زبان سے لیا جسکی وجہ سے تلفظ کا فرق ہوتے ہوتے یہ لفظ (Arsenal)

بنگیا اور عرب کے لوگون نے اس لفظ کو سپین والون کی زبان سے لیا جسمین اسکا تلفظ ترکی طرز پر ... تھا اسلیئے انہون نے اسے ترکی لفظ سمجھکر اسکا معرب "ترسخانہ" یا "ترسانہ" بنالیا۔ مگر بہتر یہ تھا کہ اسکا نام دار الصناعۃ رکھا جاتا۔ اسی طرح کی وجہ یورپین زبان کے لفظ (Admiral) (امیرال) کے عربی لفظ "امیر البحر" سے بدلجانے کے بارہ مین بیان کی جاتی ہین۔

منجملہ اسلامی ممالک کے اندلس۔ افریقیہ۔ شام اور مصر مین بکثرت دار الصناعۃ واقع تھے۔ اسی لیئے سب سے پہلے جو کارخانہ مصر مین بنایا گیا وہ فسطاط کے مقابل جزیرہ روضہ مین پہلی صدی ہجری کے اندر تعمیر ہوا تھا اسکے بعد احمد بن طولون نے اسے بڑہانے اور اعلے درجہ کا بنانے پر توجہ کی۔ اور بعد ازان وہ کارخانہ اخشید کے عہد مین جو چوتھی صدی ہجری کے شروع مین گذرا ہے خاص فسطاط مین منتقل کردیا گیا تاکہ اُس کارخانہ اور فسطاط کے مابین دریا نہ حایل ہے۔ اسکے بعد آنیوالے زمانہ مین فاطمی خلفا نے ایک دار الصناعۃ بمقام "مقس" اپنے آباد کیئے ہوئے شہر قاہرہ کے قریب بنوایا۔ ان کارخانون مین طرح طرح کے جہاز بنائے جاتے تھے جن مین جنگی مصرف کے بھی ہوتے اور معمولی کاروبار کے اغراض مین کام دینے والے بھی۔ اور بعض باربرداری کے لیئے بھی استعمال ہوتے مگر جس قدر جہاز یہ کارخانہ تیار کرتا انکی بالعموم دو قسمین ہوتی تہین۔ ایک جنگی دوم "نیلی"۔ نیلی جہاز وہ کہلاتے تھے جو صرف دریائے نیل مین اسکے سبب اعلے بڑہاو سے وہان تک آمد و رفت رکھتے۔ اور غلہ وغیرہ سامان تجارت لاتے اور لیجاتے تھے۔ اور جنگی جہاز وہ ہوتے تھے جو جنگ مین استعمال ہوا کرتے اور لڑنے والون کو جہاد مین لیجاتے۔ انہین جہازون کے مجموعہ کا نام اسطول ہوتا تھا۔ +

کشتیون کی صورتین اور اُن کے اسباب

جنگی جہاز کئی قسم کے ہوتے تھے جو شکل مین متفاوت۔ قد وقامت اور زور وقوت مین کم و بیش ہوتے تھے۔ ایک قسم کے جہاز کو "شونہ" کہتے تھے یہ بڑے بڑے جہاز ہوا کرتے تھے جن مین دشمنون کے حملہ سے اپنی مدافعت کرنیکے لیئے قلعے اور برج بنائے جاتے تھے۔ دوسری قسم کا نام "حراقہ" تھا۔ اس مین منجنیقین رہتی تہین جن کے ذریعہ سے دشمنون پر جلتا ہوا نفط پھینکا جاتا تھا۔ اور منجنیق کو "عرادہ" کہا کرتے تھے۔ تیسری قسم "طرادہ" یہ ایک چھوٹی سی تیز رو کشتی ہوتی تھی۔ چوتھی قسم کے جہاز جنکے ذریعہ سے نیل مین گشت لگایا جاتا تھا "عشاریات" کہلاتی تھے۔ نیز چند اور خاص قسمون کی کشتیان بھی اور کامون کے لیئے پائی جاتی تہین مثلاً "شلندات" اور "مسطحات" وغیرہ اہل عرب اپنے یہان کے جہازون کو یونانی اور رومانی اقوام کے جہازون کی مانند بنایا کرتے تھے جسکی وجہ تھی

اُنہوں نے اس فن مین مذکورہ بالا قوموں کی شاگردی کی تہی۔

اہل عرب کے ہان جنگی جہازون کے ضروری سامان مین حسب ذیل اشیا داخل تہین: زرہ۔ خود۔ درق۔ ڈہالین۔ نیزے۔ کمانین۔ کلالیب۔ اور باسلیقات جو لوہے کی زنجیرین ہوتی تہین۔ اور اونکے سرون پر آنکڑے لگے ہوتے تہے۔ اور صرادات آہنی تہین۔ اور عرب والون نے ایک اور طریقہ بہی نکالا تہا۔ وہ یہ تہاکہ مستولون کے بالائی حصہ پر اوپر کی طرف سے کہلے ہوئے منہ کے بہت سے صندوق لگا دیتے تہے۔ اور دشمن کے آنیسے قبل اون صندوقون مین کچہہ لوگ جا بیٹہتے۔ جس وقت غنیم قریب آجاتا اور جنگ چہڑ جاتی تو ان تہیلیون مین سے جو صندوقون کے برابر لٹکتی رہتی تہین پتہرون کی بوچہار کرتے تہے اور خود بخوبی تمام صندوقون کے اندر محفوظ بیٹہے رہتے۔ اور کبہی کچہہ لوگون کے پاس ڈہیلون اور پتہرون کی جگہہ پر جلتے ہوئے نفط کے قارورے ہوا کرتے جنکے ذریعے سے وہ دشمنون پر آتش باری کرتے تھے۔ یا بن بجہے چونہ کا سفوف ہوتا تہا جو خام چونہ اور ہرتال کو باہم ملاکر اور باریک پیس کے رکہہ لیا جاتا تہا۔ اُس کو دشمنون پر پہینکتے تہے اسکے غبار سے غنیم اندہے ہوجایا کرتے تہے۔ اور بعض اوقات جب یہ غبار کثرت سے جسم پر پڑجاتا تو بدن مین سوزش پیدا کر دیتا تہا۔ یا دشمنونپر سانپون اور بچہودن سے بہرے ہوئے ظروف پہینکا کرتے تہے۔ یا گہوالے صابون ڈالتے تہے تاکہ دشمنون کے قدم پہسل جائین اور وہ جمکر لڑ نہ سکین۔ اہل اسلام جہازون کے بیرونی طرف باہر کی طرف کہالین اور نمدے سرکہ۔ پانی۔ پہٹکری وغیرہ مین تر کرکے لٹکا دیا کرتے تہے تاکہ وہ نفط کی بلا سے محفوظ رہین اور اونپر آگ اپنا اثر نہ کرنے پائے۔ اور بعض اوقات احتیاطًا بورق اور نطرون مین ملی ہوئی مٹی یا سرکہ مین گندہی ہوئی خطمی استعمال کرتے تہے۔ کیونکہ یہ چیزین بھی نفط کے اثر کو باطل کرنے والی ہین۔

اثنائے جنگ مین اہل عرب جس قسم کی احتیاطین کرتے تہے منجملہ اون کے ایک یہ امر بہی تہاکہ وہ رات کی تاریکی غالب ہونے پر اپنے جہازون مین آگ نہ جلاتے تہے اور نہ اُس مین کسی مرغ کو رکہتے تہے۔ اور جب احتیاط مین زیادہ مبالغہ منظور ہوتا تو جہاز پر بالین بہی نیلے رنگ کی چڑہا دیتے تہے تاکہ وہ دور سے نمایان نہونے پائے۔

مسلمان اپنے جہازون کے نکڑ پر ایک آلہ تبر کی شکل کا لگاتے اور اسکو "لجام" کہا کرتے تہے۔ یہ ایک لوہے کا لنبا اور نہایت تیز نوکدار ٹکڑا ہوتا تہا۔ اُسکا پچہلا حصہ نیزہ کی انی کی طرح پولا (تہوتھا) بنایا جاتا تہا اور اُسے پچہلے حصہ کیطرف سے ایک لکڑی مین لگایا جاتا تہا جو جہاز کے اگلے سرے پر برچھی کیطرح نکلی رہتی تہی اور اوسے "اسطام" کے نام سے نامزد کرتے تہے۔ اس طرح "لگام" کی صورت جہاز کے اگلے سرے پر ایک نکلے ہوئے

نیزہ کیطرح ہوجایا کرتی تہی اور اس سے دوسرے جہازون کو صدمہ پہنچانے مین کام لیتے تہے جسوقت یہ آلہ کسی جہاز کے پہلو مین زور سے لگتا تہا اُسے پھاڑ دیتا تہا۔ اور اُس مین پانی بھر جانے سے ڈوبنے کا خطرہ پیش نظر ہوجاتا تہا جس سے اُس جہاز کے لوگ امان کے طالب ہوتے اور اطاعت قبول کرلینے پر مجبور ہوجاتے تہے۔ کلالیب (یعنی آنکڑے دار زنجیرون) کا فایدہ یہ تہا کہ جس وقت دشمن کے جہازون مین سے کسی جہاز کے قریب جا پہونچتے تو ان زنجیرون کو اُس پر ڈالکر اُسے پہنسا لیتے اور روک کر اُن زنجیرونکو تان دیتے۔ پھر جلد جلد اُنپر تختے بچہا کر پل باندہ لیتے اور غنیم کے جہاز مین گہس جاتے تہے۔ مگر جب دشمن زور آور ہوتا تو وہ انکے آنکڑون کو فولادی بھاری تبرون کے ذریعہ سے کاٹ کر بیکار کر دیتا تہا۔ +

بیت المال

بیت المال سے بحث کرتے وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ حکومت کے مالی صیغہ سے متعلق ... خراج۔ صدقہ۔ عُشر۔ خُمس۔ اور جزیہ وغیرہ شاخہائے آمدنی پر بھی نظر ڈالی جائے اور اُن سب کے حالات بیان کیے جائین۔ بیت المال کی تعریف یہ ہے کہ " جس چیز کے مسلمان لوگ مستحق ہون اور اُسکا کوئی خاص مالک متعین نہو سکے وہ بیت المال کا حق ہے۔ اور ہر ایک ایسا خرچ جو مسلمانون کی ضروریات اور اسباب بہبود سے متعلق واجب ہو اُسکا برداشت کرنا بیت المال کے ذمہ ہے۔ جن مالون کے مسلمان لوگ حقدار قرار پا سکتے ہین وہ تین قسم کے ہین۔ صدقہ۔ غنیمت۔ اور فیَ۔ ان اموال مین سے ہر ایک کے واسطے خاص احکام بھی ہین جنکا بیان آگے چلکر آیگا۔ اور جو مصارف بیت المال کے ذمہ ہوتے ہین وہ حسب ذیل ہین:۔ فوجکی تنخواہین اور روزینے دینا ہتھیارون یا دیگر سامان حرب کی قیمتین ادا کرنا اور اسکے علاوہ امور رفاہ عام پر صرف کرنا۔ +

صدقہ

صدقہ کیا ہے؟ زکاۃ ہے۔ اُس مین اور زکاۃ مین نام کا فرق ہے اور معنی ایک ہی سے ہے۔ وہ مالدار مسلمانون سے لیکر اُن کے محتاج لوگون مین تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور اُسکی حقیقت ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ صدقہ کا ایک صدر دفتر مرکز خلافت مین رہتا۔ اور ماتحت ولایتون یا شہرون مین اُسکی شاخین ہوتی تہین۔ ہر ایک مقام پر صدقہ کا والی (حاکم محصّل) مستقل طور پر وہان کے مالدارون سے

صدقہ کو وصول کرکے وہین کے غربا پر تقسیم کرنیکا مجاز ہوتا تہا۔ زکاۃ کے مصادر چار تہے۔ چوپایون کی زکاۃ۔ سونے چاندی کی زکاۃ۔ پہلون میوون کی زکاۃ۔ اور کہیتی کی زکاۃ۔

چوپایون کی زکاۃ اونٹ۔ گائے اور بہیڑ بکریون پر ہوتی تہی اُسکے چند احکام تہے جنکو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع فرمایا تہا[ا] اسبات پر ایک خط سے استدلال کیا جاسکتا ہے جو ابو بکر رضہ نے انس بن مالک رضہ کے نام اُسوقت لکہا تہا جبکہ اونکو بحرین کا عامل بناکر بہیجا تہا جسکا خلاصہ یہ ہے :-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ صدقہ فریضہ ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون پر لازمی مقرر فرمایا اور جسکا خداوند پاک نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے۔ اسلئے جس مسلمان سے اس صدقہ کا واجبی حق مانگا جائے اُسے فوراً ادا کرنا چاہیئے۔ اور اگر کسی سے زیادہ طلب کیا جائے تو وہ نہ ادا کرے۔ چوبیس اونٹون یا اس سے کم کی زکاۃ بکریون کے ساتھ ادا کیجائے گی اس طرح پر کہ ہر پانچ اونٹون پر ایک بکری زکاۃ کے طور پر دیجائے جب اونٹون کی تعداد پچیس تک پہونچ جائے تو پینتیس اونٹون تک زکاۃ مین ایک مادہ "بنت مخاض" (ایک سالہ کامل اونٹ کا بچہ) دیجائیگی۔ ۳۵ سے ۴۵ اونٹون تک ایک مادہ "بنت لبون" (دوسالہ کامل اونٹ) ۴۶ سے ۶۰ اونٹون تک ایک "حقہ" (پورے تین سال کی اونٹنی جو بلوغ کو پہونچ گئی ہو) ۶۱ سے ۷۵ تک ایک مادہ "جذعہ" (پانچ برس کی پوری اونٹنی) ۷۶ سے ۹۰ اونٹون تک دو بنت لبون۔ ۹۱ سے ۱۲۰ تک دو حقے جسکے پاس صرف چار اونٹ ہون اُسپر کچھ زکاۃ نہین ہے تاوقتیکہ خداوند پاک اُسے اس قابل بنادے کہ وہ زکاۃ ادا کرسکے۔ مگر جس وقت پانچ اونٹ ہوجائین تو اونپر ایک بکری دیجائے۔ چرائی پر چھوٹی رہنے والی بکریون پر جبکہ وہ چالیس یا اس سے اوپر ہون۔ ایک سو بیس تک ایک بکری زکاۃ دینی چاہیئے۔ ۱۲۰ بکریون سے زاید دوسو تک دو بکریان۔ اور دوسو کے اوپر تین سو تک تین بکریان زکاۃ مین نکالی جائینگی لیکن اگر بکریون کا ریوڑ جو محض چرائی پر بسر کرتا ہے چالیس سے ایک بہی کم ہو تو اُسپر زکاۃ نہین ہے لیکن اُس وقت جبکہ خدا کو منظور ہو اور وہ شخص قابل ادائے زکاۃ یعنے صاحب نصاب ہوجائے۔

[ا] فاضل مؤلف کا یہ بیان اُنکے پندار کے مطابق خواہ کیسا ہی کیون نہو لیکن ہمارے زعم و اعتقاد مین باطل ہے۔ کیونکہ ہمارا صحیح عقیدہ یہ ہے کہ حضور انور روحی فداہ کا قول کلام اللہ کی تفسیر ہوتا ہے۔ اور احکام مین جمہور علمائے اسلام اسی کے قایل ہین۔ لہذا در اصل قوانین زکوۃ حضرت خداوندی کے وضع کردہ ہین۔ اور اُن کا اعلان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہوا ہے۔ قرآن مجمل ہے اور حدیث اُسکی تفصیل۔ * مترجم عفی عنہ۔

مسکوک چاندی (روپیہ درہم وغیرہ) پر ۱/۴۰ حصہ زکوٰۃ دینی واجب ہے لیکن اگر ۱۹۹ درہم سے زایدہ ہوں تو زکوٰۃ واجب نہوگی۔ البتہ اگر خداوند کریم اُسے مالک نصاب کامل یعنی (۲۰۰) درہم کا مالک بنادے تو اُوس وقت اُوس لوگوں نے اس بارہ مین بہت سی تفصیل بیان کی ہے جسکے ذکر کا یہ موقع نہین ہے۔ گھوڑوں۔ گدھوں اور خچروں پر زکوٰۃ نہین ہوتی۔ اور چاندی کی زکوٰۃ ۲۰۰ درم سے کم پر واجب نہین ہوتی (۲۰۰) درم پر سالانہ ۵ درم زکوٰۃ ہے یعنی ۲½ فی صدی یا ۱/۴۰ حصہ۔ اسی حساب سے سونے کی زکوٰۃ بھی لیجاتی ہے یعنی ۲۰ مثقال سونے پر نصف مثقال۔ سونے کے بیس مثقال سے کم پر زکوٰۃ نہین ہے اور جب بیس مثقال سے زاید ہو تو اسی نسبت سے زکوٰۃ کی مقدار بڑہتی جائیگی۔ تجارتی مال یا اوسکے مثل چیزین سونے چاندی کی قسم سے سمجھی جاتی ہین۔

پھلونکی زکوٰۃ انکی آب رسانی کی مختلف اقسام کے لحاظ سے جدا جدا ہوتی تھی۔ اگر اس قسم کے پھل ہوتے کہ انہین پانی دینے مین صاحب مال کو زیادہ دقت یا صرف برداشت کرنا نہ پڑتا تھا یعنی بارانی یا نہری پانی سے انکو سیراب کرتے تھے تو انکی زکوٰۃ پیداوار کا دسوان حصہ نکلتی تھی۔ اور اگر اس قسم کے پھل ہوتے جنکی آب رسانی مین محنت اور صرف کثیر اٹھانا پڑتا تو انکی زکوٰۃ بیسوان حصہ نکالی جاتی۔ اور ہر حالت مین پھلون پر اُس وقت تک زکوٰۃ واجب نہوتی تھی جبتک کہ وہ پانچ وسق یا اس سے زاید نہ ہون۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع عراق کی تول سے ۵⅓ رطل (۵ پونڈ) کا ہوتا تھا۔ انگور کی بیل اور کھجور یا اسی قسم کے دیگر پھلدار درخت میوہ جات کی قسم مین داخل تھے۔

کاشت کی اجناس پر بھی جن سے تمام قسمون کے غلے مراد ہین مثلاً گیہون۔ چاول۔ لوبیا اور چنا وغیرہ اُسوقت تک زکوٰۃ نہ لیجاتی تھی جبتک کہ یہ پانچ وسق تک نہ پہونچ جائین اور انکا حکم بھی مثل پھلونکی زکوٰۃ کے ہے۔

جہان جہان زکوٰۃ کے مال کا صرف کرنا مناسب ہے اُسکا قرآن پاک مین صریح ذکر آچکا ہے۔ اور وہ یہ ہے :-

"انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل"[۱]۔ اسی بنیاد پر زکوٰۃ کی آمدنی آٹھ برابر حصوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک حصہ فقیرون کو دیتے تھے۔ فقیر وہ لوگ جنکے پاس کچھہ بھی نہ ہو۔ دوسرا حصہ مسکینون کو دیا جاتا۔ یہ ایسے لوگ ہوتے جنکے پاس تھوڑا بہت مال ہوتا تو سہی لیکن اُن کے بسر اوقات کے لئے کافی نہین۔ یہ لوگ فقیرونکی نسبت ذرا خوشحال

---

[۱] خیرات کا مال تو بس فقیرون کا حق ہے اور محتاجونکا۔ اور اُن کارکنون کا جو مال خیرات کے وصول کرنے پر تعینات ہین اور اُن لوگونکا جنکے دلونکا پرچانا منظور ہے۔ اور نیز یہ مال قید غلامی سے غلامون کی گردنین چھڑانے مین اور قرضدارونکے قرضہ مین۔ مجاہدین کے ساز و سامان مین اور مسافرون کے زاد راہ مین صرف ہونا چاہیئے

ہوتے تھے۔ ان مین سے ہر ایک کا حصہ اُسکی حالت کے لحاظ سے اتنا مقرر کرتے جو اُسکی گزران کو کافی ہوتا۔
یا جیسا ولی الصدقہ (صیغہ زکوۃ کا افسر) کو مناسب معلوم ہوتا اُسی کے موافق وہ تقسیم کر دیتا۔ مگر شرط یہ تھی کہ اُن مین سے
کسی ایک شخص کو اتنا مال نہ دیا جائے جو ۲۰۰ درم سے زاید ہو۔ کیونکہ جب اُسے اس قدر مال ملجائیگا تو اُسپر خود بھی
زکوۃ دینی واجب ہو جائیگی۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج مین جو روایت لکھی ہے اُسکے مطالعہ سے واضح ہوتا
ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اس بارہ مین یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ "المساکین" کا لفظ اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ) کے
فقرا کو بھی شامل ہے لیکن "فقراء" کا لفظ صرف مسلمان حاجتمندون پر بولا جاتا ہے۔ تیسرا حصہ اُن لوگون کو ملتا
تھا جو زکوۃ کے وصول کرنے پر اور بانٹنے پر عامل مقرر ہوتے جنمین امین اور مباشر (وصول کرنے والے) افسر اور
ماتحت ہر قسم کے عملے ہوتے اور وہ اپنی اپنی اُجرتین لیتے تھے جب اُن کے حصہ کا مال فاضل بچ رہتا یا اُنکے حقوق
سے بڑھ جاتا تو موجودہ رقم باقیماندہ حقدارون پر حصہ رسدی تقسیم کر دی جاتی تھی۔ چوتھا حصہ مؤلفۃ القلوب پر خرچ
کیا جاتا تھا۔ یہ وہ لوگ ہوتے تھے جنکو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اور اونکے خلفا دیا کرتے تھے تاکہ ان کو اُنکے شر سے بچانے
کے لیئے اور یا انہین انکی قوم اور قبیلہ کو اسلام کی طرف رغبت دلانیکی غرض سے مالی امداد دیکر اُنکو اپنی جانب
مائل کرتے تھے جسکا بیان اوپر آچکا ہے۔ مگر جبکہ مؤلفۃ القلوب۔ لوگون مین سے کوئی شخص مسلمان نہ ہوتا تھا تو اُسے
مال زکوۃ مین سے کوئی رقم نہین دیجاتی تھی بلکہ مال غنیمت یا فیٔ مین سے اُسکو ملجاتا۔ پانچوان حصہ غلامون کو
خرید کر آزاد کرنے مین خرچ کر دیا جاتا تھا۔ چھٹا حصہ قرضدارون کو دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ ادائے قرض سے سبکدوش ہون
ساتوان حصہ راہ خدا مین جہاد کرنے والون کیلئے سامان جنگ بہم پہنچانے پر خرچ ہوتا۔ اور آٹھوان اُن مسافرون
کو ملتا جنکے پاس سفر خرچ نہین ہوتا تھا۔

صدقات کا عامل دیگر صیغہ مال کے عاملون سے یون ممتاز ہوا کرتا تھا کہ اُسے اپنی تحصیل کردہ آمدنی مین سے
بلا اجازت غیرے خرچ کرنیکا حق حاصل ہوتا تھا بجز اُس صورت کے جبکہ اسے اسکی کسی وجہ سے ممانعت کر دیگئی ہو۔
بخلاف اموال فیٔ و غنیمت کے جنکے عاملون کو بجز خلیفہ یا اُسکے قایم مقام والی یا وزیر کا حکم حاصل کرنیکے کسی طرح اُن
مالون کو خرچ کرنیکا اختیار نہین ہوتا تھا۔ +

غنیمت

غنیمت اُس آمدنی کا نام ہے جسکو مسلمان جنگ کر کے حاصل کرین۔ اور اسکی چار قسمین ہین۔
جنگی قیدی۔ لونڈی غلام جو جنگ مین پکڑے گئے ہون۔ اراضیان۔ اور نقد مال و دولت۔
اسیر وہ مرد ہوتے تھے جو حالت جنگ مین پکڑے جاتے۔ اسبارہ مین اسلامی شریعت کے بہت سے احکام و شرائط ہین۔

اور ماموں نے اسکی حد مقرر کرنے میں اختلاف کیا ہے جسکے بیان کا یہ موقع نہیں منجملہ اُن شرطوں اور حکموں کے فدیہ کا قبول کرنا بھی ہے یعنی وہ مال جو گرفتار شدہ دشمن اپنی آزادی کے معاوضہ میں دے اُسے لے لینا۔ جو مال اس طرح لیا جاتا وہ باقی مال غنیمت پر اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ "سبی" وہ عورتیں اور بچے جو حالت جنگ میں مفتوحہ ملکوں سے گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آتے اُنکا قتل کرنا ناجائز تھا۔ مگر وہ مال غنیمت میں شامل کر کے فاتح لوگوں پر تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ ہاں فدیہ کا لینا ان لوگوں کی بابت بھی درست تھا۔

زمین جو حالت جنگ میں لیجاتی تھی اُسکی یا تو یہ صورت ہوتی کہ بزور شمشیر اُسپر قبضہ کیا جاتا تھا اور وہاں کے باشندے زبردستی نکال دیے جاتے تھے۔ یا یہ کہ وہاں کے لوگ بلا کسی جنگ کے محض خوف کی وجہ سے خود ہی اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے ہوتے تھے۔ اور یا یہ صورت ہوتی تھی کہ وہ زمین چند شرطوں کے ساتھ مسلمانوں کی صلح میں داخل ہو جاتی تھی یہ آخری شق فئی کی قسم سے تھی۔ انہیں حالات و اختلافات کی وجہ سے اُن اراضیوں پر مختلف قسم کے لگان مقرر ہوتے تھے مثلاً عشر وغیرہ۔

منقولہ جائدادوں کو جنکا منتقل کرنا آسان ہوتا تھا مثلاً چوپائے اور مال وغیرہ لڑنے والے لوگوں پر تقسیم کر دیتے تھے ابتدائے اسلام میں یہ تقسیم بیقاعدہ طور پر ہوتی تھی۔ خود نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے خیال کے مطابق اُسے تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کو سب سے پہلے جو مال غنیمت ہاتھ لگا وہ سنہ ۲ھ کے اندر واقعہ "بدر" کے موقع پر ملا تھا۔ مہاجرین اور انصار اُسکے بانٹ لینے میں جھگڑنے لگے تو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) بھی مثل ایک مسلمان کے تھے آپنے اپنا حصہ بھی سب کے برابر ہی لگایا۔ اسکے بعد آیۃ "واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل" کے حکم سے خمس کا قاعدہ مقرر ہوا۔ اور سب سے پہلی غنیمت جس میں سے خمس (دولہ حصہ) نکالا گیا غزوہ بنی قینقاع کی غنیمت تھی جو اسی سال حاصل ہوئی۔ اُسکے مال کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا جسمیں سے چار حصے لڑنیوالونکو برابر برابر بانٹ دیے گئے۔ اور ایک پانچواں حصہ جو کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خمس تھا پانچ حصوں میں بانٹا گیا۔ پہلا حصہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ذات خاص اور اپنی ازواج مطہرات پر صرف فرماتے تھے اور اُس میں سے مسلمانوں کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتے تھے۔ دوسرا حصہ قرابتمندوں پر صرف کرتے تھے جو خاصکر بنو ہاشم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم قوم اور گھرانے کے لوگ اور بنو عبد المطلب اور بنو عبد مناف ہوتے۔ ان کے سوا قریشی لوگوں میں سے اور کسی گھرانے والے کو یہ حق حاصل نہ تھا۔ تیسرا حصہ حاجتمند یتیموں پر خرچ کیا جاتا اور اس حصہ میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے یکساں حکم تھا۔ چوتھا حصہ اُن مسکینوں

پر تقسیم کر دیا جاتا۔ جنکے پاس بقدر ضرورت خرچ نہ ہوتا۔ اور پانچوان حصہ اُن مسافرون کے لیے مخصوص تہا جنکے پاس سفر خرچ وغیرہ نہ ہوتا تہا۔

اسلاب یعنی مقتول لوگون کے کپڑے اور اُن کے ہتہیار بہی مال کی قسم سے شمار ہوتے تہے اور اونکو قاتل لوگون پر تقسیم کر دیتے تہے۔ اور ہر ایک شخص اپنے مقتول دشمن کا "سلب" پاتا تہا۔

جو ارضیان مسلمانون کے قبضہ مین آئی تہین خواہ وہ بزور شمشیر لی گئی ہون یا صلح کے ذریعہ سے اُنکی بابت صدر اسلام مین چند شخصون نے یہ چاہا تہا کہ اُنہین بہی مال غنیمت مین داخل کر کے فاتح لوگون پر اُسی طرح تقسیم کر دیا جائے جس طرح اور مالون کو بانٹ دیا جاتا ہے۔ مگر عمر بن الخطابؓ نے انکو اس امر کی اجازت نہین دی جیسا کہ اونکی ایک تحریر سے عیان ہوتا ہے۔ جو اُنہون نے فتح عراق کے بعد وہان کے عامل سعد بن ابی وقاصؓ کو ارسال فرمائی تہی۔ خلیفہ ممدوح اس مین رقم فرماتے ہین:۔ "حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ میرے پاس تمہاری وہ تحریر پہونچی جس مین تم نے یہ ذکر کیا ہے کہ لوگون (مسلمانون) نے تمسے درخواست کی ہے کہ مفتوحہ اراضیان بہی اونکو اُسی طرح تقسیم کر دی جائین جس طرح اور اموال غنیمت بانٹ دیے جاتے ہین اسلیے جس وقت تمکو میری یہ تحریر ملے۔ تم دیکہو کہ فوجی لوگ مال اور اسباب کی قسم سے تمہارے پاس کیا کیا لائے ہین۔ اُس سب کو موجودہ لوگون مین تقسیم کر دو۔ اور ارضیون اور نہرون کو اُنکے کاروبار کرنے والون کے ہاتہون مین رہنے دو۔ تاکہ مسلمانون کے عطیات مین کام آئین کیونکہ اگر تم ارضیون کو بہی موجودہ لوگون مین تقسیم کر دوگے تو جو لوگ اُنکے بعد ہونگے اُنکے واسطے کچہ بہی باقی نہ رہیگا"

عمر بن الخطابؓ کی تحریر پر بعض لوگون نے یہ اعتراض کیا کہ ارضیان بہی ہمارا حق ہے کیونکہ ہم نے انکو اپنی تلوارون کے ذریعہ سے فتح کیا ہے۔ مگر سعد بن ابی وقاصؓ نے اُن سے بحث کر کے اُنکو بند کر دیا۔ اور کہا کہ اسپر خراج مقرر کیا جائیگا۔ اور وہان کے باشندون پر جزیہ متعین ہوگا۔ اور یہ دونون آمدنیان بہت عرصہ تک مسلمانون کے لیے مال غنیمت رہین گی۔ اسی بنیاد پر عمرؓ نے جزیہ اور خراج مقرر کیا اور عراق اور اوسکے علاوہ دیگر ملکونکی سب زمینون پر جو فتح ہوئی تہین یہ لگان مقرر کر دیا گیا۔ اسکی تفصیل کتابون مین لکہی گئی جس طرح اہل فارس اور رومیون کے ہان اندراج کا قاعدہ تہا۔ اور اسی صورت کو ترتیب دفاتر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

فئی — فئی بیت المال کے اموال مین سے تمام باقی حصہ کا نام ہے۔ اور شرع مین "فئی" ہر ایسے مال کو کہتے

ہین جو مشرک لوگون سے بغیر جنگ اور نوجکشی کے ہاتھ آیا ہو۔ اس مین جزیہ۔ خراج اور عُشر وغیرہ سب داخل ہین۔ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو فیئ کے مال مین سے بھی ویسا ہی خُمس ملتا تہا جس طرح مال غنیمت مین سے۔ مگر اونکے دنیا سے رحلت فرما جانیکے بعد اُنکا وہ حصہ بہی جو فیئ مین سے مقرر تھا بیت المال کا حق ہوگیا۔ صدر اسلام مین فیئ کے چار باقی حصے فوج والون پر تقسیم ہوجاتے تھے۔ جو مہاجرین اور انصار کا گروہ تھا اور سب کو برابر حصہ ملتا تہا۔ یہانتک کہ عمر رضی اللہ نے دفتر مرتب کیا اور جنگی لوگون کی تنخواہین مقرر کین جنکا ہم اوپر ذکر کرآئے ہین اُس وقت سے فیئ کی آمدنی بیت المال مین جمع ہونے لگی۔ اور اُس مین سے فوجی سپاہیون اور دوسرے لوگون کو اُنکے مقررہ حقوق دینے مین خرچ کیا جانے لگا۔

اس سے قبل جو اُمور بیان ہوچکے ہین اُن مین دکھا دیا گیا ہے کہ اہل صدقات فیئ اور غنیمت پانیوالون کے علاوہ ہوتے تہے۔ اس لئے صدقے فیئ کے مستحقون مین اور فیئ کا مال صدقون کے حقدارون مین تقسیم نہین ہوتا تہا۔ مال غنیمت ہجرت کرنے والون اور اون جنگی لوگون کا حق تہا جو اشاعت اسلام مین سعی کرتے تہے۔ اور صدقہ کے مستحق لوگ نہ تو جنگی لوگون مین سے تھے اور نہ مہاجرین۔ کیونکہ صدر اول مین مہاجر کا اطلاق اُن لوگونپر ہوتا تہا جنھون نے اسلام کی طلب کے لئے اپنے وطن سے مدینہ کیجانب ہجرت کی تہی جس گھرانے کے تمام لوگون نے اسلام قبول کرکے ترک وطن کردیا تہا وہ "بررۃ" کہلاتے تہے۔ اور جس خاندان کے چند لوگون نے ترک وطن کیا تہا اُنکو "خیرۃ" کے نام سے موسوم کیا جاتا تہا۔ گویا اس لحاظ سے تمام مہاجر لوگ دو قسم کے تہے ایک "بررۃ" دوسرے "خیرۃ"۔ اسکے بعد ایک وہ زمانہ آیا کہ ہجرت کا حکم منسوخ ہوگیا اور جزیرۂ عرب کے اسلامی مفتوحات مین داخل ہونیکے بعد مسلمانون کی صرف دو قسمین رہگئین۔ ایک قسم کے لوگ "مہاجر" کہلاتے تہے۔ اور دوسرے "اعراب"۔ کیونکہ صدقہ پانے والے لوگ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے عہد مین "اعراب" کے نام سے موسوم ہوتے تہے۔ اور فیئ کا حصہ پانے والے "مہاجرین" کہلاتے تہے۔ اسی بارہ مین ایک شاعر یون کہتا ہے:۔

قد لفہا اللیل بعصلبی اروع خراج من الدّوی[1]
مہاجر لیس باعرابی

صدر اسلام مین خلیفہ لوگ مہاجرین اور "اعراب" کے مابین فرق کرنے مین نہایت چھان بین کیا

---

[1] جسے رات نے سونے کے لئے ایسا بستر دیا ہو جو قیمتی مسند سے زیادہ خوش وضع اور گرانبہا ہو تو وہ مہاجر ہے نہ اعرابی۔ +

کرتے تھے۔ اسلیئے جس وقت خلیفہ یہ ارادہ کرتا کہ کسی طالب کو کچھہ مال عطا کرے تو اوسکو فئی کے مال مین سے اُسوقت تک نہ دیتا تھا۔ جبتک کہ اُس عطیہ کا نفع عام مسلمین کے رفاہ تک نہ پہونچتا ہو۔ ورنہ وہ اُس شخص کو صدقہ کے مال مین سے دیتا۔ اور عمر بن الخطابؓ کی نسبت اس قسم کے بہت سے قصے روایت کیئے جاتے ہین جو اسبات پر دلالت کرتے ہین کہ وہ اس قاعدہ پر نہایت سختی کے ساتھ قایم تہے۔ منجملہ ان قصون کے ایک حکایت یہ بھی ہے:۔

عمرؓ کی خدمت مین ایک اعرابی نے حاضر ہوکر عرض کی:۔

"یا عمر الخیر جزیت الجنۃ ــــــ اکس بنیاتی وامھنہ
وکن لنا من الزمان جنۃ ــــــ اقسم باللہ لتفعلنہ"[۵۱]

عمرؓ نے فرمایا "اگر مین اس بات کو نہ کرون تو کیا ہوگا؟"

اعرابی نے کہا "اذن[۵۲] اباحفص لاذھبنہ"

عمرؓ "اگر تمنے بسر کرلیا تو پہر کیا ہوگا؟"

اعرابی۔ "یکون[۵۳] عن حالی لتسألنہ ــــــ یوم یکون الاعطایا ھنہ
والموقف المسئول یبھینہ ــــــ اما الی نار واما جنہ"

اعرابی کے برجستہ جوابات سنکر عمرؓ اس قدر روئے کہ انکی ریش مبارک آنسوؤن سے تر ہوگئی۔ اور اونہون نے اپنے غلام سے کہا "اے غلام! میرا یہ کرتہ اس شخص کو اُس دن کے واسطے دیدے۔ مین کچھہ اسکی شاعری کے صلہ مین نہین دیتا۔ بلکہ اُس دن کے ڈر سے دیتا ہون اور خدا تعالی کی قسم ہے کہ اس کرتہ کے سوا مین کسی اَور چیز کا مالک بھی نہین ہون"۔ اسکے بعد اعرابی کو جو کچھہ انعام وغیرہ دیا صرف اپنے ذاتی مال مین سے عطا فرمایا مسلمانون کے مال مین سے نہین۔ اسلیئے کہ اوسکی نغز گوئی کا صلہ انکی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر نہین پڑتا تھا۔ لہذا وہ عام مصالح کی حد سے خارج ہوگیا تھا۔

جن باتون نے لوگون کو عثمانؓ کا دشمن بنا دیا منجملہ اونکے ایک بات یہ بھی تہی کہ اونہون نے فئی کے مال مین سے

۵۱۔ اے نیک عمرؓ تمکو جنت ملے تم میری لڑکیون اور اونکی مان کو کپڑے پہنا دو۔ تم میرے واسطے زمانہ کے صدمات کو روکنے والی ڈہال بنجاؤ۔ مین خدا کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ تم ایسا ضرور کروگے۔ ۵۲۔ تو ایسی حالت مین بھی اے ابا حفص ہم سب اسکو (زمانہ کو) جون تون بسر کر ہی لینگے۔ ۵۳۔ وہ ایسی جگہہ ہوگی جہان تم سے انکا حال دریافت کیا جائیگا۔ اور ایسا دن ہوگا کہ وہان عطیات نہین دیئے جاسکینگے۔ وہ ایسی بازپرس کی جگہہ ہوگی جسکو یا دوزخ تک منتہی کرینگے اور یا جنت تک۔

لوگون کو انعامات بانٹنے شروع کر دیئے تھے۔ اور متذکرہ بالا دونون باتون کے مابین کسی فرق کا لحاظ نہین رکھا تھا ہجرت کا زمانہ گزر کر اسلامی دولت (حکومت) کا دور شروع ہوا۔ تو مسلمان حکمرانون نے دونون قسم کی آمدنیون (زکوٰۃ و صدقات) اور فیٔ) کو دونون مذکورہ بالا فریقون کے مابین حسب ضرورت اور حسب حال صرف کرنا جائز رکھا۔ جون جون اسلامی مملکت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اُسی قدر فیٔ کی آمدنی بڑھتی گئی اور اوسکے ابواب متعدد ہوتے گئے۔ اور آخرکار یہان تک نوبت پہونچگئی کہ ملکی دکامکی وصول کردہ قیمین جو اموال کی مختلف اقسام مثلاً زکوٰۃ۔ جزیہ۔ خراج۔ عُشر۔ جہازون کی آمدنی کا دسوان حصہ و خمس کی آمدنیان جو کانون کی پیداوار اور چراگاہون کے محاصل سے ہاتھ آتی تہین۔ یا ٹکسال کی آمدنی۔ رسد خانون۔ جاگیرون اور مسقوط و نماز غلہ کے محاصل وغیرہ وغیرہ ان سب کا نام صرف فیٔ رہ گیا۔ صدقات کے متعلق اوپر بہت تفصیل کیجاچکی ہے۔ مگر اب آگے چلکر ہم اُن آمدنیونکا ذکر کرینگے جو فیٔ کی آمدنیون مین سب سے زیادہ ضروری اور اہم تہین۔

جزیہ

جزیہ اور خراج اس طرح تو باہم بہت ملتے ہوئے ہین کہ وہ دونون مال غیر مُسلم لوگون سے وصول کیے جاتے ہین اور فیٔ کی آمدنیون مین داخل ہین جو ہر سال مقررہ اوقات مین واجب الادا ہوتی ہین مگر اس حیثیت سے اُن دونون مین فرق ہے کہ جزیہ ہر آدمی پر مقرر ہوتا ہے اور اسلام قبول کر لینے سے وہ ساقط ہوجاتا ہے لیکن خراج اسلام لانے سے بہی ساقط نہین ہوتا بلکہ اُسکا ادا کرنا مسلم اور غیر مسلم دونون کیلئے ضروری ہے۔

جزیہ کی تاریخ

جزیہ کچھ اسلام کے محدثات (نئی پیدا کی ہوئی باتون) مین سے نہین ہے۔ بلکہ یہ تمدن قدیم کے زمانہ سے رائج چلا آیا ہے۔ ایتھنز کے رہنے والے یونانیون نے پانچوین صدی قبل مسیح مین سواحل ایشیائے کوچک کے رہنے والون پر جزیہ مقرر کیا تہا اور اونہون نے اس جزیہ کا تقرر اُس ذمہ داری کے مقابلہ مین کیا تہا جو انہون نے اُن مقامات کے باشندون کو اہل فینیقیہ کے حملون سے محفوظ رکھنے کی بابت اُٹھائی تہی۔ اور فینیقیہ اُس زمانہ مین اہل فارس کا مقبوضہ ملک تہا۔ اُن سواحل کے باشندون کو اپنی جانون کی حفاظت کے مقابلہ مین مال کا دیدینا آسان معلوم ہوا۔ اور اونہون نے اسے خوشی کے ساتھہ منظور کر لیا تہا۔ رومانی لوگون نے جن قومون کو زیر کر کے اپنا تابع فرمان بنایا اُن پر اُنہون نے مسلمانون کی اُس مقدار جزیہ سے جسکو فاتحین اسلام نے اُس زمانہ کے بہت عرصہ بعد مقرر کیا تہا کہین اور کہی حصہ بڑہکر جزیہ مقرر کر دیا تہا۔ کیونکہ رومانی لوگون نے جس زمانہ مین گال (فرانس) کا ملک فتح کیا ہے تو انہون نے وہان کے ہر ایک باشندہ پر جزیہ مقرر کیا تہا جسکی مقدار نو (۹) سے پندرہ (۱۵) گنی سالانہ تک کے مابین ہوتی تہی۔ یا یون کہنا چاہیئے کہ مسلمانونکے مقرر کردہ جزیہ سے

ساتا گنی تھی۔ رومانی لوگون نے جن ممالک کو فتح کیا تھا گچہ اُن سبھون مین جزیہ کی مقدار اتنی ہی بہاری نہین رکھی
تھی مگر وہ گال یا ایسے ہی بعض اور مفتوحہ ممالک مین اتنا بھاری جزیہ لگانے کی یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ ان جگہون مین
جزیہ کی رقم اشرافیت کے آنکی اپنی اور اونکے نوکر چاکرون اور غلامون کی بابت وصول کیجایا کرتی تہی۔ فارس والے
بھی اپنی رعایا سے جزیہ وصول کیا کرتے تہے۔ ہمارے مشہور ہندی علامہ دوست شیخ شبلی نعمانی کا یہ خیال ہے کہ جزیہ کا لفظ
اصل مین فارسی زبان کا ایک لفظ ہے جسکا اصلی تلفظ "گزیت" ہے چنانچہ علامہ موصوف نے اپنے اس قول کو ایک
رسالہ مین جو انہون نے سنہ ۱۹۰۴ء کے اندر شایع کیا ہے بہت تفصیل کے ساتھ نباہا بہی ہے۔ اور علامہ ابن اثیر نے کسرے
انوشیروان کے اس برتاؤ کا بیان کرتے ہوئے جو اُس نے خراج اور فوج کے بارہ مین برتا تھا لکھا ہے "اور فارس کے حکمرانون
نے محکوم لوگون پر جزیہ کا ادا کرنا لازم کر دیا تھا۔ سوائے بڑے بڑے لوگون اور شریف خاندان والون اور فوجی خدمت
انجام دینے والون اور مرزبانون اور منشیون اور اون لوگون کے جو بادشاہ کی خدمت مین رہتے تہے۔ ہر ایک انسان پر
اُسکے مرتبہ اور آمدنی کے انداز سے ۱۲-۸-۶-اور ۴ درہم سالانہ مقرر کئے گئے تہے" یہ قول بھی ہمارے فاضل دوست شیخ
شبلی نعمانی کے کلام کا موید ہے۔ اس لئے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اہل عرب نے جزیہ کے لفظ کو لفظاً اور معناً دونون اعتبارون
سے فارس والون سے لیا۔ اور اُسے معرّب کر لیا جسکی وجہ سے وہ لفظ (جزیہ) ہو گیا۔ اور مسلمانون نے اس آمدنی کے جمع
کرنیکی کیفیت مین عدل اختیار کیا۔ جیساکہ دیکھا جا چکا ہے۔ اور مسلمانون نے بہی اس رقم کو اہل اسلام کے ذمہ سے اُسی طرح
اُٹھا دیا جس طرح کسریٰ نے معزز لوگون اور بڑے گہرانے والون وغیرہ کو اس سے بری کر دیا تہا کیونکہ مسلمان حکام کے
ہان عام اہل اسلام کا وہی درجہ تہا جو کسریٰ کے ہان فوجی سپاہیون اور معزز لوگون وغیرہ کو حاصل تہا اور جنکو اُس نے
جزیہ سے بری کر دیا تھا۔

جزیہ کی مقدار

مسلمانون نے جزیہ کی جو مقدار مقرر کی تھی اُسکی صورت مختلف ہے۔ نبی (صلے اللہ علیہ سلم)
حالت اور موقع کے مطابق اور اُس باہمی رضامندی کا لحاظ کر کے جو مسلمانون اور اونکے
دشمنون کے مابین قرار پا جاتی تہی جزیہ مقرر فرماتے تہے۔ چنانچہ جس وقت اُنہون نے "نجران" کے رہنے والون سے
مصالحت کی ہے تو اونکے مابین رضامندی اس بات پر ہوئی تہی کہ نجران والے سال مین دو مرتبہ اس انداز سے جزیہ
ادا کیا کرین کہ ۱۰۰۰ حُلے صفر کے مہینہ مین اور ۱۰۰۰ حُلے رجب کے مہینے مین دین اور ہر حُلہ کی قیمت ایک اوقیہ (چاندی)
ہو اور اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہونا چاہیئے۔ "اذرح" والون سے ہر رجب کے مہینے مین سو دینار ادا کرنے پر مصالحت
کی۔ اور "مقناء" کے باشندون سے اُن کے ہان کی لکڑیون۔ بُنے ہوئے کپڑون۔ زرہون اور پھلون کا چہارم حصہ

سالانہ لیتے رہنے پر صلح کی۔ اور انکے علاوہ اسی طرح جزیرۂ عرب کے یہودیون سے بھی صلح کرلی تھی۔
ابی بکرؓ کے آخر عہد تک جزیہ کی کوئی مقدار معین نہین رہی۔ مگر جس وقت عمرؓ کا دور خلافت شروع ہوا اور اسلامی فتوح مین وسعت و کثرت ہوئی تو جزیہ کی بھی ایک مقدار مقرر کی گئی۔ عمرؓ نے فوجی افسرون کے نام یہ حکم صادر فرمایا کہ ہر ایسے شخص پر جسپر اُسترا چلگیا ہو (یعنی اوسکے ڈاڑھی مونچھین اگئی ہون) جزیہ مقرر کردو اور جنکے پاس صرف چاندی کے سکے ہین اُن سے چالیس درم اور سونے کے سکے رکھنے والو نسے چار دینار سالانہ لو۔ اسکے علاوہ اُن جزیہ ادا کرنے والون پر لازم ہے کہ وہ مسلمانون کی خوراک کیلئے ہر مہینہ مین دو "مُد" (ایک پیمانہ تھا) گیہون اور تین "اقساط" زیت (روغن زیتون) بھی ادا کیا کرین اور ہر انسان کیلئے جو شام اور جزیرہ مین ہے اتنا ہی ہوگا۔ اسکے بعد جزیہ کی شرح معتدل ہوکر لوگون کے درجون اور مقدرت کے اعتبار سے مقرر کی گئی۔ اب اسکا تعین یون ہوا کہ بظاہر اچھے مالدار شخص پر سالانہ ۴۸ درم واجب الادا کئے گئے جو ۴ درم ماہوار کے قسط سے ادا کرنے پڑتے تھے متوسط الحال آدمی پر ۲۴ درم سالانہ یعنے دو درم ماہوار کی قسط سے۔ اور فقیر پر ۱۲ درم سالانہ۔ اور بچون۔ عورتون۔ اہل عاہات اور اُن رہبانون سے جو گوشہ نشینی اختیار کرکے لوگون سے ملنا جلنا ترک کردیتے تھے۔ کچھہ بھی نہ لیا جاتا تھا۔ یہ مقدار جزیہ کی عام طور پر رائج تھی لیکن وہ ممالک اس قاعدہ سے خارج تھے جنکی فتح کے وقت کسی خاص اتفاق سے جزیہ کی شرطین قرار پائی تھین۔ جیسے کہ امیر عمرو بن العاصؓ کے ساتھہ مصر کی صلح قرار پاتے وقت یہ ٹھیرا تھا کہ قبطی لوگ شریف ہون یا وضیع جو اُن مین سمجھدار اور بالغ ہوچکے ہین وہ سب فی نفر دو دو دینار ادا کرینگے۔ شیخ فانی اور نابالغون اور عورتون پر کچھہ بھی نہین ہوگا۔ اور قبطیون پر لازم ہوگا کہ جو مسلمان لوگ اُن کے ملک مین آئین وہ انکی تین دن دعوت کرین اور اسکے سوا کئی اور باتین بھی طے پائی تھین۔ اکثر حالتون مین جزیہ کی مقدار اس لحاظ سے مقرر کیجاتی تھی کہ جو کچھہ لوگون کے پاس انکی آمدنی اور خرچ کا موازنہ کرنیکے بعد بچ رہے وہ مقدار جزیہ مین لیجائے۔ جیساکہ ملک عراق مین جزیرہ والون کے ساتھہ کیا گیا۔ کیونکہ جس افسر نے اس ملک کو فتح کیا اُس نے وہان کے ہر نفر پر ایک دینار جزیہ مقرر کردیا تھا۔ مگر جس زمانہ مین عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا تو اُس نے رقم مذکورہ کو بہت کم خیال کیا اور اپنے اُس عامل کو جو جزیرہ پر مقرر تھا اسکی بابت تحقیقات کرنیکا حکم بھیجا۔ اُس نے وہان کی مردم شماری کرائی اور تمام لوگون کو کاروباری اور پیشہ ور بنایا اور یہ حساب کیا کہ ایک پیشہ ور یا کاریگر تمام سال مین کس قدر کماتا ہے۔ اس آمدنی مین سے اُسکے کہانے پہننے کے اخراجات حسب حیثیت کم کئے اور تعطیلون کے دن مجرا دیکر حساب لگانے سے ان سب کا ماحصل یہ ہوا کہ فی کس چار دینار سالانہ بچتے ہین۔ اسلیے اُس نے اون لوگون پر چار دینار جزیہ لگادیا اور سب کو ایک ہی طبقہ

اور درجہ مین رکھا۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین جزیہ صرف غیر مسلم لوگون سے لیا جاتا ہے۔ اور جس وقت کوئی جزیہ دینے والا مسلمان ہو جائے تو اوسکے ذمہ سے وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر عبد الملک بن مروان کے عہد مین اس قاعدہ کی پابندی ترک کردی گئی تہی۔ کیونکہ حجاج نے اُن ذمیون پر بھی جزیہ مقرر کر رکھا تہا جو داخل اسلام ہو چکے تہے۔ عبد الملک نے اپنے بہائی عبد العزیز کو جو اُسکی طرف سے ملک مصر کا عامل تہا فرمان بہیجا کہ وہ بہی مصر مین نومسلم ذمیون کو جزیہ سے بری نہ کرے عبد العزیز بن مروان نے عبد العزیز بن حجیرۃ سے جو اُسکے خواص مین سے تہے اس بارہ مین رائے طلب کی۔ "ابن حجیرۃ" نے اس امر کو بہت برا خیال کیا اور کہا۔ "خدا کی پناہ! کیا تمہین کو ملک مصر مین اس بُرے قاعدہ کے رواج دینے مین سب سے اول نمبر لینا ہے؟ واللہ اہل جزیہ اپنے راہبون تک کا جزیہ تو برداشت کرتے ہی نہین۔ اب تم اُسے اُن لوگون پر کیونکر مقرر کر دوگے جو اُن مین سے مسلمان ہو گئے ہین؟" یہ بات سنکر عبد العزیز بن مروان اس خیال سے باز آگیا۔ مگر جب مشہور زاہد اور نیک طینت خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا عہد آیا تو اُنہون نے اس بُری قانون کو ملک عراق سے بھی اُٹہا دیا۔ اور اُسکے بعد سے پہر کبھی کسی مسلمان پر جزیہ نہین مقرر ہوا۔ غیر مسلم لوگون سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے کیون نہون جزیہ قبول کیا جاتا۔ مگر بت پرست عرب لوگون یا مرتد (دین اسلام سے پہر جانیوالے) لوگون سے نہین۔ بلکہ اُن کے لئے سوا اسلام یا تلوار کے اور کسی بات کی منظوری نہین ہوتی۔ باقی رہے نصاریٰ۔ یہود۔ مجوس (آتش پرست) اور عجمی بت پرست۔ اُن سے تین چیزون مین سے ایک قبول کیجاتی۔ اسلام۔ جزیہ۔ یا تلوار۔

اس خاص قید و بند لگانے سے مقصود یہ تہا کہ عربی قوم قوم واحد کی حیثیت سے تیار ہو۔ اسی لئے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی حیات ہی مین جزیرہ عرب سے بت پرستی کا نشان کہو دیا تہا۔ اور عمر رض خلیفہ ہوئے تو انہون نے اُن باقیماندہ یہود اور نصاریٰ کو بہی نکال دیا جو عہد نبوت مین کہین کہین پڑے رہگئے تہے۔

ہم اس بات کو بیان کر آئے ہین کہ جزیہ اون لوگون کے سوا اور کسی پر مقرر نہین ہوتا جو بالغ ہون اور تندرست۔ اور اسکے معنے یہ ہین کہ جزیہ قتل یا قتال (جنگ) کا بدلہ ہے۔ یعنی یہ کہ جزیہ کا ادا کرنے والا شخص نہ قتل کیا جائیگا اور نہ جنگ مین بُلایا جائیگا۔ چنانچہ سلطنت عثمانیہ کی بہی نصرانی رعایا "عسکریہ" کے نام سے مشہور ٹکس ادا کرتی ہے جو اس لحاظ سے جزیہ کے ساتھ بہت مشابہ ہے۔ کیونکہ یہ ٹکس ان سے فوجی خدمت سے معاف ہونے کے معاوضہ مین لیا جاتا ہے۔

خراج

خراج کی تاریخ

خراج اُسکو کہتے ہین جو لگان کی قسم سے زمین پر مقرر کیا جاتا ہے۔ یا اراضیات کا محصول جو تمام لگان مین سب سے قدیم ہے۔ اسکے وضع ہونیکی اصل یہہ ہے کہ لوگ زمین کو بادشاہ یا شاہنشاہ کی ملک خیال کرتے تھے۔ یہ اعتقاد بھی بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ توراۃ مین زمین کے فراعنہ مصر کی ملکیت مین داخل ہونیکی بابت صاف وصریح اقوال پائے جاتے ہین۔ سفر تکوین (پیدایش) کے سینتالیسوین باب مین مشہور قحط وگرانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس وقت قحط کے زمانہ مین مصر کے رہنے والون کو بھوک نے تنگ کیا تو انہون نے یوسف علیہ السلام کے پاس سے غلہ خریدنے مین اپنی تمام کمائی از قسم سونے۔ چاندی اور چارپایون کے بیچدی۔ اور جب انکے پاس زمین کے سوا اور کوئی چیز نہ بچی تو اُسے بھی روٹیون کے معاوضہ مین بیچدیا۔

دیگر قدیم ملکون مین بھی زمین کی یہی حالت تھی یعنی زمین بادشاہ کی ملک ہے اور اُسکے رہنے والے صرف اُسکی پیداوار سے نفع اٹھاتے ہین اس پیداوار مین حکومت کا بھی ایک حصہ مقرر ہوتا ہے اُسی کو خراج کہتے ہین تاتاری لوگونکی عادت مین داخل تھا کہ انسان جو اُنکی ملک سے مالدار ہوتا ہے۔ باقی رہی زمین۔ اُسکی ملکیت کا حق افراد کو حاصل ہونا وہ ناپسند کرتے تھے۔ قدیم جرمنی والے زمین کو صرف اپنے حکام اور قبیلون کی ملکیت خیال کرتے تھے۔ اسی لیے اُنکے ہان جو شخص قبیلہ کا سردار ہوتا تھا وہ اراضیون کو افراد قبیلہ پر تقسیم کر دیتا تھا اور آیندہ سالون مین پھر اونکو باری باری سے ادل بدل کر وہی اراضیان تقسیم کرتا رہتا غرضیکہ ایک قطعہ کو ایک شخص ایک برس دو برس تک ہی زیر کاشت رکھہ سکتا تھا۔ چنانچہ "صقالیہ" کے بعض گھرانون مین آجتک ایسی ہی عادت شایع ہے۔

انہی سے رومانی لوگ اپنی سلطنت کی اراضیون پر لگان باندہتے تھے اور مصر وشام وغیرہ بھی منجملہ انہین ممالک کے تھے جنکو مسلمانون نے اہل روم کے ہاتھون سے چھینا اور فتح کیا تھا۔ رومانی لوگون کے زمانہ مین ہر ایک صوبہ کے اندر خراج کا ایک خاص دفتر ہوتا تھا جس مین اس صیغہ کے اعمال اور اُسکی آمدنی وخرچ مرتب رکھا جاتا تھا۔ اس صیغہ ومحکمہ مین محرر۔ محصّل اور کارکن ملکی لوگون مین سے یا فرقہ حکام سے مقرر کیے جاتے تھے۔ اہل فارس کی بھی عراق وفارس مین یہی حالت تھی کیونکہ فارس والون نے رومان اور یونان کے قوانین مین سے اکثر کا اقتباس کیا تھا۔ +

مسلمانون نے ظاہر ہوکر شام۔ مصر۔ اور عراق وغیرہ ممالک فتح کرنیکے بعد اُن مین کسی قسم کا تغیر نہین کیا بلکہ

وہان خود بھی اسی طرح دفاتر اور محکمے قایم کئے۔ دفترون کے محرر خاص ملکی لوگون مین سے مقرر ہوتے تہے جو زیادہ تر نصاریٰ اور مجوس تہے۔ اور جس طرح اگلی حکومتون کے عہد مین ان خدمتون پر مامور رہتے چلے آئے تہے اسی طرح اس دور مین بھی جگہہ پاتے رہے۔ چنانچہ ملک مصر مین محکمہ خراج کے کارکن قبطی لوگ تہے اور ان کے دفاتر قبطی ہی زبان مین لکھے جاتے تہے۔ شام مین جو دفتر تہا اوسکے کارپرداز رومی تہے جو رومی ہی زبان مین لکھا پڑہا کرتے تہے۔ اور عراق کا دفتر فارسی زبان مین تحریر کیا جاتا تہا۔ اہل عرب صرف دفترون کے کام کو دیکھنے بہالنے اور انکی آمدنی کو اپنے قبضہ مین کر لینے سے مطلب رکھتے تہے۔ گویا کہ اونکو ملک کے فتح کرنیسے کچہہ وہان کا مالک بننا مقصود ہی نہین تھا اور اسکی اصلی وجہ اُن دنون مین انکا دینداری کیجانب مائل اور دنیا کی جانب سے متنفر ہونا تھی۔ مگر جس وقت حکومت کا سررشتہ بنوامیہ کے ہاتھون مین آیا اور مسلمان لوگ بدویانہ زندگی کی تاریکی سے نکلکر شہری زندگی کی روشنی مین آئے اور انکی جہلی سادہ لوحی لکھنے پڑہنے اور باخبر ہوجانے پر فہم و فراست سے بدلگئی۔ اور اہل عرب اور انکے آزاد شدہ غلامون مین بہت سے لایق لایق منشی اور حساب دان پیدا ہوگئے۔ تو انہون نے دفاتر کو اپنی زبان مین بدل لیا۔ اور وہان کے کاروبار پر مسلمانون مین سے کام کرنے والونکا تقرر کرنے لگے۔ اہل عرب مین سے جس شخص نے سب سے اول انقلاب کو رائج کیا وہ عبدالملک بن مروان تہا۔ اُس نے ۸۱ھ ہجری کے قریب یہ تغیر کیا۔ اُسی وقت سے تمام دفتر عربی زبان مین ہوگئے۔ اور در اصل عربی دفاتر کہلانیکے مستحق ہوئے۔ اور ایک خیال یہہ بھی ہے کہ عبدالملک اس تغیر کا صرف شروع کرنیوالا تہا۔ مگر پہر اسکی تکمیل اُسکے جانشینون نے کی۔ کیونکہ ملک مصر کے دفاتر ۸۷ھ کے قریب جاکر ولید بن عبدالملک کے زمانہ مین پوری طرح عربی مین منتقل ہو چکے تھے۔

باقی رہا حجاز کا صوبہ اُسکا دفتر مدینہ مین اُسی طرز اور انداز پر تھا جس طرح کہ عمر بن الخطابؓ نے اُسے مقرر کر دیا تہا اور جسے ہم اوسکی جگہہ پر بیان کر آئے ہین۔ اور وہ دفتر اس صورت سے بہت مشابہ تہا کہ اُسے فوجی یا اعمال اور محصول لگان کا دفتر کہین۔ اسلئے کہ اُس مین صحابہ کے نام مدوّن کیے گئے تھے اُنکے وظائف اور طبقے متعین ہوئے تہے اور مصر۔ شام اور عراق کے ممالک سے فوجکی تنخواہین اور روزینے کے بعد جس قدر بچتا یا حصہ خراج اور جزیہ کا مدینہ کو آتا تہا وہ بھی اسی دفتر مین منضبط کیا جاتا تہا۔

ابتدائے اسلام مین راشدین اور بنوامیہ کے عہد کی حالت یہ تہی کہ خود خلفا بنفس نفیس خراج کے کاروبار کی نگرانی اور اُسکی وصولیابی کا بندوبست کیا کرتے تھے۔ مگر جب عنان حکومت بنوعباس کے قبضہ مین آئی تو اُنہون نے خراج کا بھی ایک صدر دفتر دارالخلافت مین قایم کیا اور صوبجات کے دفتر دیگر کو اُسکا ماتحت بنادیا۔ اس دفتر کا افتتاح خلیفہ سفاح

نے کیا تھا اور اسکا کاروبار برامکہ کے جدّ خالد بن برمک کے سپرد فرمایا تھا۔ برامکہ کے معاملات حکومت مین خوب پھیلا زینہ تھا جسکی وجہ سے اونکو سلطنت کے خزانون مین تصرف حاصل ہوگیا جس قسم کے تصرفات برامکہ نے مالی صیغہ مین کیے منجملہ اُن کے ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ لوگ اپنے کنبہ والون اور بیٹون کو ممالک کے خراج کا ٹھیکہ دیدیتے تھے جسطرح پر کہ خلیفہ مہدی کے عہد مین برمک کے بیٹے یحییٰ نے ملک فارس کے خراج کی ضمانت کی اور اسمین اوسکو خسارہ اُٹھانا پڑا۔ اسکے بعد سے خراج کا دفتر بھی دیگر دفاتر کیطرح وزیرون کے قابو مین آگیا۔ یہانتک عباسی حکومت مین ضعف پیدا ہونے پر جبکہ امراء دولت حکومت کے منصبون پر مالک بن بیٹھے تو راضی ہو کے ایام مین تمام دفتر توڑ دیے گئے۔

خراج کا مقرر کرنا

ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ اہل عرب نے خراج اور اسکے دفاتر اُسی طرز پر قائم کیے تھے جیسے کہ وہ اگلی حکومتون (روم اور فارس) کے عہد مین ہوتے چلے آئے تھے۔ مقریزی کا بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اہل عرب خراج کی وصولیابی تعدیل یعنی بٹائی سے کیا کرتے تھے۔ جب دیہات اور بستیان آباد ہوتین اور وہان کے باشندے بکثرت ہوجاتے تو خراج بھی بڑھجاتا۔ اور اگر وہان کے باشندون کی تعداد کم ہوتی وہ بستیان اُجاڑ ہوجاتین تو خراج کو بھی گھٹا دیا کرتے تھے۔

ملک شام کی آمدنی بھی اسی انداز پر وصول کیجاتی تھی۔ مگر اہل فارس اپنی اراضیات کا خراج مقاسمۃً یا بٹوارے کے لیا کرتے تھے۔ یہانتک کہ اسلام سے قبل فیروز کے بیٹے قباد نے اُسکی پیمایش کرائی۔ اور رقبہ کے لحاظ سے خراج مقرر کیا کہ ایک جریب (۳۶۰۰ گز مربع) زمین پر ایک درم نقد اور ایک قفیز جنس پیداوار کی لگان میں وصول کیجائے اس لگان کے وصول کرنے مین اراضیات کی حالت کا کوئی لحاظ نہین رکھا گیا تھا۔ خواہ اُن مین پیداوار ہو یا نہو ادا کرنا ضروری ہوتا تھا۔ مسلمانون نے ان ممالک کو فتح کرنیکے بعد حسب ضرورت و حالت خراج مین تعدیل کی۔ اور تمام ملکے طرح طرح کی رعائتین جاری کر دین۔ اہل اسلام نے اراضیات کی بابت چند عام قانون اور قاعدے بھی بنا رکھے جو حسب مندرجہ ذیل ہین:-

اسلامی ممالک مین زمین کی چار قسمین ہین۔ (۱) وہ زمین جسکو مسلمانون نے نئے سر سے قابل کاشت کیا یہ زمین عُشر (دسوین حصہ) کی ہے۔ امام اس اراضی کی پیداوار کا دسوان حصّہ لیگا اور وہ اراضی احیاء اموات کی قسم سے شمار کیجائیگی۔ (۲) وہ زمین جسکے باشندون نے اُسی پر قابض ہونیکی حالت مین اسلام قبول کیا ہو اسمین وہی لوگ اُسکے پانیکے زیادہ مستحق ہین۔ اور وہ بھی عُشر ہی کی زمین ہے۔ (۳) وہ زمین جسے مسلمانون نے بزور شمشیر

کیا ہے اور وہ اونکے لیئے مال غنیمت ہے اور وہ بھی عشر کی زمین شمار کیجاتی ہے۔ (۴) وہ زمین جسکے باشندون نے وہان قابض ہونیکی حالت ہی مین مسلمانون سے صلح کر لی ہو۔ یہ زمین خراج کیلیئے مخصوص ہوتی تہی اور اُسکا خراج کسی حالت مین باطل نہین ہوتا تہا خواہ وہان کے رہنے والے اسلام ہی کیون نہ قبول کرلیوین۔ ایسی زمین پر اُسکے متحمل ہونیکے لحاظ سے خراج مقرر ہوتا تہا۔ یعنی اُسپر اتنا ہی خراج مقرر کیا جاتا تہا جتنا وہ برداشت کر سکے۔ پہر جب ملک عراق فتح ہوا تو عمرؓ نے سواد عراق پر وہی خراج مقرر کیا جو اہل فارس نے اُسپر لگا رکھا تہا یعنی فی جریب ایک قفیز اور ایک درم نقد قفیز جریب کا دسوان حصہ یعنی ۳۶۰ گز مربع ہوتا تہا۔ عمرؓ نے عراق کے دوسرے حصہ مین اور طریقہ سے خراج مقرر کیا یعنی اونہون نے خراج کی مقدار کو پیداوار کی قسم کے تابع کر دیا۔ اور عثمان بن حنیف کو وہان کی پیمایش کا حکم دیا جنہون نے اُن اراضیات کی پیمایش کرکے انگور کی ٹٹیون اور گہنے درختون کی ایک جریب پر دس درم اور کہجور کے درختون کے ایک جریب قبہ پر آٹھہ درم اور جَو کی زمینون کے ایک جریب قبہ پر دو درم لگان مقرر کیا۔ اور عمرؓ نے اس تشخیص جمع کو قبول فرمالیا۔

عراق کی زمین سے خلیفہ منصور کے عہد تک مساحت۔ توظیف یا وظیفہ کی صورتون مین خراج لیا جاتا رہا۔ مگر چونکہ منصور عباسی کے زمانہ مین نرخ گہٹ گیا تہا اور پیداوار زمین کا لگان ادا کرنیکے لیئے کافی نہوتی تہین۔ سواد کا حصہ بالکل ویران ہوگیا تہا اسلیئے خلیفہ مذکور نے مقاسمہ (بٹائی) کا طریقہ جاری کر دیا جسکی وجہ سے غلہ زیادہ ہوتا تو خراج بھی زیادہ ہوجاتا اور وہ کم تو یہہ بھی کم۔ بٹائی کے خراج کی مقدار متعین کرنا خلیفہ کے ذمّے تہا۔ مگر وہ نصف غلہ سے زیادہ اور پانچوین حصّہ سے کم نہ ہوتا تہا۔

زمین کی ملکیت زمین کی ملکیت اُسی حالت پر رہی جسپر آغاز اسلام مین قایم ہوئی تہی یعنی وہ امام کی ملکیت تہی۔ اور لوگ اُسے صرف استعمال مین لاتے تہے۔ حکومت کا ایک حق اُس زمین کی پیداوار مین ہوا کرتا تہا۔ اور اسکے علاوہ بعض اراضیان ممتاز حیثیت رکہتی تہین جنکو "اواسی" اور "رزقہ" وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے تہے اور اونکی تفصیل کا یہان موقع نہین ہے۔ اُنیسوین صدی عیسوی کا آغاز جو مملکت عثمانی مین سیاسی اصلاحون کے جاری ہونیکا زمانہ تہا بہت سے مفید تغیرات کا باعث ہوا منجملہ حکومت عثمانیہ کے صوبجات کے مصر بھی ایک صوبہ تہا جب وہ گذشتہ صدی کے اوایل مین محمد علی پاشا اعظم کے تصرف مین آیا تو اونہون نے دوراندیشی سے یہہ خیال کیا کہ جبتک کاشتکار اپنی زمین کا مالک نہوجائیگا اُس وقت تک وہ اُسکے تردد کا پورا اہتمام اور اُسکی حالت کو درست رکہنے کی فکر نہین کریگا جس وقت محمد علی پاشا مصر کے گورنر مقرر ہوئے ہین ملک مصر کی یہ حالت تہی کہ وہانکی

ارضیاں چند ذی مرتبہ اور با اثر امراء کے قبضہ میں تہیں۔ یہ لوگ کاشتکاروں کو زمینیں اٹھا دیا کرتے تھے۔ اور اون کی کاشت کرایا کرتے۔ پیداوار کی آمدنی سے حکومت کا مالیہ (جمع) ادا کرنے کے بعد باقی منافع سے خود فائدہ اٹھاتے اور عیش و عشرت کی داد دیتے رہتے تھے۔ محمد علی پاشا نے مصر کا ملک کئی مدیریات (کمشنریوں) میں مدیریات کو مرکزوں میں اور ان کو نواحی میں منقسم کیا اور ان میں انتظام قایم رکھنے کے لئے تنخواہ دار افسروں کا تقرر کیا اور تحصیلدار لوگ مقرر کئے تاکہ وہ لگان اور گورنمنٹ کی جمع کو وصول کریں۔ التزامات (تعلقہ داریوں) کو توڑ دیا اور ہر سمت کی ارضیاں خود وہیں کے باشندوں پر اس طرح سے تقسیم کر دیں کہ کاشتکار اس زمین کے حصہ پر جو اسے ملا تہا اور دوسرے شخص کے حصہ کے برابر ہو تا کہیتی باڑی کر سکتا تہا۔

مگر سعید پاشا خدیو ہوئے تو انہوں نے اپنی وہ مشہور یادداشت جو ۵ اگست ۱۸۵۸ء کو صادر کی تہی جاری کرنیکے بعد بہی باشندوں کے لئے زمین کو پورے طور پر شرعی ملکیت بنا دیا تاکہ وہ نسلاً بعد نسل ان کے خاندانوں میں منتقل ہوتی رہی۔ اسی وقت سے ملک مصر کی سرزمین مصری باشندوں کی ملک ہوگئی۔ اسی قانون کے مطابق سلطنت عثمانیہ کی بہی تمام ممالک محروسہ میں عمل کیا گیا۔ کیونکہ باب عالی نے سعید پاشا کی یادداشت پر جو اس بارہ میں لکہی گئی تہی دستخط ہمایونی کے ساتھ تصدیق فرمادی تہی۔

ارتفاع خراج

اس سے وہ رقم مراد ہے جو ہر سال ممالک کے خراج سے جمع ہوا کرتی ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا متعین کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ باختلاف اوقات و مقامات یہ بہی مختلف ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے بہی دقت ہے کہ عرب مؤرخین اکثر حالتوں میں خراج کی مقدار بیان کرتے ہوئے جزیہ اور خراج دونوں آمدنیوں کو اکٹھا کر لیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خراج کی آمدنی۔ مگر اس سے مراد خراج اور جزیہ دونوں کی آمدنی ہوتی ہے۔ جزیہ خراج سے بہت کم ہوتا تہا۔ اور اسکی ثبات میں بہی بہ نسبت خراج کے کمی ہوتی تہی کیونکہ ذمی لوگ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام بہی قبول کرتے رہتے تہے۔ اسلئے جزیہ کی مقدار گہٹتی رہتی تہی۔ عرب مؤرخوں نے خراج کی آمدنی میں عشر (دہ یک) وغیرہ کی آمدنیاں بہی داخل کر دی ہیں۔ اور ہم آگے چلکر جو مثالیں دینگے وہ بنو امیہ کے عہد میں وصول جمع کی مثالیں ہیں جو اندنوں اسلامی ممالک میں رائج تہیں۔

عمرؓ کے عہد میں سنہ ۲۰ھ کے اندر "سواد" کے خراج کی مجموعی آمدنی ۱۲۰۰۰۰۰۰۰ درہم تہی۔ اور سنہ ۶۲ھ کے قریب عبید اللہ بن زیاد کے زمانہ میں ۱۳۵۰۰۰۰۰۰ درہم ہو گئی۔ اسکے بعد سنہ ۸۵ھ میں حجاج بن یوسف کے عہد میں ۱۸۰۰۰۰۰۰ درہم تک پہنچ گئی۔ مگر سنہ ۱۰۱ ہجری کے اندر خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ نے وہاں کی تشخیص ۱۲۰۰۰۰۰۰۰ درہم کر دی۔ ان کے بعد ابن ہبیرہ نے فوجی خوراک اور جنگی لوگوں کے وظائف کے علاوہ ۱۰۰۰۰۰۰۰۰ درہم تک

تحصیل کئے۔ پہر یوسف ابن عمر کا زمانہ آیا یہ والی ......۶ درہم سے ......۷ درہم تک دارالخلافت کو بہیجا کرتا تہا۔ اور اپنے ساتھ والے ملک شام کی فوج کے اخراجات مین ......۱۶ درہم اور ڈاک پر ......۴ درہم طوارق پر......۲ درہم صرف کیا کرتا تہا۔ اسکے بعد بہی ......۱ درہم احداث اور عوانق کے گہرانون پر صرف کرنے کے لئے اوسکے پاس باقی رہجاتے تہے۔ اس حساب سے اُسکے عہد مین "سواد" کی تمام جمعبندی تقریباً ......۱ درہم تہی۔

ملک مصر سے عمرو بن العاص رضؓ نے ......۱۲ دینار وصول کئے تہے۔ مگر مقریزی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رقم صرف جزیہ کی آمدنی تہی جو فی کس دو دو دینار کے حساب سے واجب الادا سمجہی گئی تہی چنانچہ مقریزی کا قول ہے اور عمرو بن العاص کے بعد عبد اللہ بن ابی سرح نے ملک مصر کا مالیہ ۱۴ ملین دینار تحصیل کیا۔ بنو امیہ کے عہد مین مصر کا خراج کم ہوگیا تہا یہان تک کہ ہشام بن عبد الملک کا عہد (۱۰۵ھ لغایت ۱۲۵ھ) آیا تو اُسے اسکی طرف توجہ ہوئی اور اُس نے اپنے وہان کے عامل کو فرمان لکہا کہ ملک کی پیمایش کرے۔ والی مصر نے خود تمام آباد اور ویران زمینون کی پیمایش کی تو اُس سرزمین کو جسے دریائے نیل کا پانی سیراب کرتا ہے ......۳ فدان[1] پایا یہ اراضی بنجر اور شور زمینون کے علاوہ تہی۔ پہر اُس نے اُن اراضیات مین تعدیل کی جسکی وجہ سے اُسپر ......۴ دینار قایم ہوئے اور اسی کے ساتھ نرخ ارزان تہا۔ اور سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ خلافت مین اسامۃ بن زید نے ملک مصر کا لگان ......۱۲ درہم وصول کیا تہا۔ اسکے بعد سے مصر کی توفیر کم اور وہان کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی خصوصاً جس وقت خلافت بنی عباس کے ہاتہون مین آئی۔ اور مرکز خلافت وادی نیل سے بہت دور جا پڑا۔ یہانتک کہ مصر کا خراج گرتے گرتے ......۸ دینار پر آرہا۔ مگر جس زمانہ (۲۵۴ھ) مین ابن طولون والی مصر مقرر ہوا تو اُس نے وہانکی زیر کاشت زمینون کی پیمائش کرائی جسکی وجہ سے وہان کی مالگزاری نرخ غلہ کی ارزانی کے ساتھ ......۴۳ دینار تک پہنچ گئی۔ اُس زمانہ مین ایک دینار کو دس "اردب" گیہون آتے تہے۔ اسکے بعد سے برابر بنی عباس کی تمام عہد حکومت مین مصر کا خراج اسی کے قریب رہا۔

ملک شام کا خراج عبد الملک بن مروان کے ایام مین ......۱۷۲ دینار تک پہونچگیا تہا۔ اور اسی کے ساتھ نرخ بازار بہی بہت ہی ارزان تہا۔ مذکورہ بالا رقم مین ......۱۸ "اردن" کی آمدنی سے۔ اور ......۳۵ فلسطین کی توفیر سے اور ......۴ دمشق کے محاصل سے اور ......۸ حمص قنسرین اور عواصم کی مالگزاری سے آتے تہے۔

خراج کی ضمانت داری

خراج کی ضمانت لینے کی دو قسمین ہین:۔

(۱) عاملون (گورنرون) کو اُسکی کمی بیشی کا ضامن ٹہیرانا اسلامی شریعت مین نادرست ہے

(۱) ۱/۳ ۱۵ سالانہ مساحت کا مملکت الاسلامیہ کے باب مین ذکر آچکا ہے۔

اسلیئے کہ عامل محض ایک معتمد علیہ اور امانتدار ہوتا ہے جو واجب شدہ لگان جمع کرتا اور حاصل کیا ہوا خراج دربار خلافت مین نذر کرتا ہے۔ اس حیثیت سے وہ مثل ایک وکیل کے ہے جس وقت اُس نے اپنی امانت ادا کر دی پھر اُسکے ذمہ کسی امر کی ضمانت نہین۔ صدر اسلام مین صحابہؓ اس ضمانت داری کو بہت زور کے ساتھ منع کرتے تھے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اُنکے پاس آیا جس نے ”ابلہ“ کو ایک لاکھ درہم خراج اداکرنیکی ضمانت پر اُنسے لینا چاہا۔ ابن عباسؓ نے اس شخص کو سو کوڑے مارے۔ اور دوسرون کو عبرت دلانے کی غرض سے اُسے زندہ دار پر کھینچ دیا۔ مگر جس وقت اسلامی خلافت دنیاوی ملکداری کے لباس مین آگئی تو خلفا نے اس امر کی جانب سے چشم پوشی اختیار کی۔ وہ لوگ اکثر حالتون مین اپنے عاملون کو توفیر خراج کا ضامن بناتے تھے۔ اور اُنکا دستور یہ تھا کہ وہ اپنی ولایتون اور عمال کو ایک خراج کی مقدار مقررہ پر حکام اور والیون کے حوالہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ حکام ملک کی مالگزاری کو تحصیل کرکے زاید رقم خواہ وہ کتنی ہی کیون نہو خود لے لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ برمک کے بیٹے یحییٰ اور اُسکے سوا چند اور شخصون نے کیا۔ اور خلفاء اسلام نے اس تضمین کے رواج پا جانے کے بعد قاضیون محتسبون اور پولیس والون کی بھی ضمانتین لینی شروع کردین جسکا بیان آگے چل کر آئے گا۔ +

(۲) دوسری شکل خراج کی ضمانت لینے کی یہ تھی کہ التزام والون کو اسکا ضامن بنا دیا جاتا۔ اہل التزام وہ لوگ ہوتے تھے جو مالدار یا صاحب حکومت و مرتبہ ہوتے۔ وہ ارضیون کو قبول کرتے تھے یعنی اُنکی ضمانت لیتے تھے۔ اور متولی خراج سے معاہدہ کہ لیتے کہ اس قدر مال پر (جو باہم بڑھا کر بولیان بولنے سے طے پاجاتا) ہم یہ ارضیان لیتے ہین۔ اسطرح پر ایک شخص ایک گاؤن یا ایک شہر (ضلع) یا پرگنہ ضمانت پر لیتا اور اُس مین زراعت کرتا یا شکمی کاشتکارون کو اُٹھا دیتا اُسکی پیداوار زمین سے اُس زمین کا خراج اداکرنیکے بعد جو باقی بچتا اُسے اپنے تصرف مین لاتا۔ اس طرح پر ارضیات کی ضمانت لینی یا اُنکا التزام کرنا کچھ اسلام کی اختراعات مین سے نہین ہے۔ بلکہ یہ قاعدہ اہل یونان کے قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اور رومانی قلمرو مین پوری طرح اسکا رواج تھا۔ انہین سے اہل عرب نے بھی اس قاعدہ کو اخذ کیا۔

اسلامی قلمرو مین ارضی کی تضمین کا دستور اس وقت سے کچھ ہی قبل تک برابر قایم و رائج رہا اور اس طریقہ کے رواج پر کئی دَور گذر گئے۔ جنہین اُس نے مختلف انقلابات بھی دیکھے اور اوسکے انداز [illegible] بھی ہوا۔ اسی قسم کی بات تو نہین ہے عشر کی آمدنیون کی ضمانت کرانی ہے جو آجتک سلطنت عثمانیہ مین رائج ہے۔ +

خراج کے توابع

اسلامی عہد حکومت مین مالی آمدنیون کے اندر ارضی کے خراج اُسکے عشرون اور صدقات اور جزیہ کے علاوہ جہازون کے مال کا دسوان حصہ کانون کی پیداوار کا خمس

(پانچوان حصہ) دار الضرب (ٹکسال)، رصدخانون اور علاقون کا منافع۔ آبپاشی کی آمدنی اور چراگاہون اور جنگلون اور دریاؤن کے ٹکس وغیرہ بہت سی قسمون کی دوسری آمدنیان بہی تہین جو خراج ہی کی قسم سے شمار ہوتی ہین۔

جہازون کے عُشر اُن جہازون پر لئے جاتے تہے جو بعض سرحدی مقامون پر ہوکر گزرتے تہے ایسی جہازون کے مجموعی بارکردہ مال مین سے دسوان حصہ نقد یا اصل جنس کی صورت مین لیتے تہے۔ یمن کے عامل اس ٹکس کو اُن جہازون سے وصول کیا کرتے تہے جو ہندوستان سے آتے ہوئے اُنکے سواحل سے گزرتے تہے۔ ان جہازون پر طرح طرح کی خوشبودار لکڑیان مثلاً عود اور صندل اور مشک کافور۔ عنبر۔ اور دارچینی وغیرہ اشیا بار ہوتی تہین اسی لئے حکام یمن ایسے جہازون کا ٹکس اصل جنس کی صورت مین لیا کرتے تہے۔ چنانچہ واثق باللہ عباسی کے عہد مین جہازون کے عُشر کی آمدنی سے بڑی بیش قرار رقم حاصل ہوئی تہی۔

اُندلس کے مسلمان حکمران اُن جہازون سے ٹکس وصول کیا کرتے تہے جو آبنائے جبل طارق کی طرف سے ہوکر آمدرفت رکہتے تہے۔ اہل فرنگ وغیرہ جس وقت اس آبنائے مین ہوکر اپنے جہاز لیجاتے تو ایک شہر مین پہونچکر جو جنوبی سمت مین مملکت اُندلس کا آخری سرحدی مقام ہے اور اُس وقت مین اُس کا نام "طریف" تہا اس ٹکس کو ادا کیا کرتے تہے۔ آجکل اُس شہر کا نام طریفہ (Tarifa) ہے۔ اور اہل فرنگ لفظ (Tariff کے) دہین (جو اُنکے یہان درآمد و برآمد مال کے محصولون پر دلالت کرتا ہے یا اُس تحریر پر دال ہے جسمین وصول کردہ ٹکس کی تفصیل ہوتی ہے اور جسکو "ردتہ" کہتے ہین۔ یا مال کی بیچک پر دلالت کرتا ہے) یہ لیتے ہین کہ وہ اُسی مقام مذکورہ بالا (طریف) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ کیونکہ فرنگستان والے جہازون کی جن رسوم کو ادا کیا کرتے تہے اُنہین "رسوم الطریف" کے نام سے موسوم کرتے تہے۔ اسکے بعد پہلا لفظ (رسوم) ترک ہوکر صرف دوسرا لفظ باقی رہگیا۔ اسکے ساتہہ ہی یہ بات بہی ہے کہ عربی زبان مین "تعریفۃ" کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکہتا ہے جو یوروپین زبان مین "طریفہ" کے معنی لئے جاتے ہین۔ اسلئے ہوسکتا ہے کہ افرنجی لفظ عربی زبان کے لفظ "تعریفہ" سے منقول ہو۔ یا جیسا کہ لوگون کا بیان ہے لفظ "طریف" کی تحریف ہو۔

معادن کے خُمس مین وہ آمدنیان آتی تہین جنکو اہل اسلام زمین کے اندر سے نکلنے والی مَعدنی اشیا یا اُنکے مثل اور چیزون پر بطور ٹکس کے وصول کیا کرتے تہے۔ معدنی چیزون کی دو قسمین ہین۔ ظاہری معادن اور باطنی معادن۔ ظاہری معدنی پیداوارین مثلاً سرمہ۔ نمک۔ قیر۔ اور نفط ہین۔ یہ معادن وہی حکم رکہتی ہین جو دریاؤن کے بہتے ہوئے پانی کا ہے یعنی انکا استعمال اسلامی شریعت مین مباح ہے۔ ان چیزون کا احتکار

جائز نہیں۔ ان میں تمام آدمیوں کا حق یکساں ہے جو ان کے قریب پہنچ جائے وہ ان میں سے بے تامل حسب مرضی یہ چیزیں لیلے۔ باقی رہے وہ معادن جو اندرونی ہیں یعنی جنکا جوہر زمین کے اندر قرار پذیر ہے۔ اور وہ بلا کیمیائی عمل کے نکل نہیں سکتے۔ مثلاً چاندی۔ سونے۔ پیتل۔ لوہے۔ اور سیسے کی کانیں۔ ان معادن کا اجارہ ایسے لوگوں کو دیا جاتا تھا جو انکے نکالنے کا کام کیا کرتے تھے۔ اور انپر یہ شرط لگادی جاتی تھی کہ حاصل شدہ مال کا پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرتے رہیں۔

ٹکسال کی آمدنی اس قسم کی ہوتی تھی کہ وہاں بننے والے سکوں پر فیصدی کے حساب سے کچھ محصول لیا جاتا تھا جیسے ہم اسی کتاب میں ٹکسال کا ذکر کرتے ہوئے بیان کر آئے ہیں۔ اسی دار الضرب کی آمدنی اندلس کے حکمران بنی مروان کے عہد میں ایک سال کے اندر......۲ تک پہونچ گئی تھی۔

جس قسم کے ٹکس اسلامی عہد حکومت میں لئے جاتے تھے منجملہ انکے ایک قسم کا نام "مکوس" تھا جسکا واحد "مکس" ہے۔ یہ ٹکس اجناس تجارت پر لیا جاتا تھا جس طرح موجودہ زمانہ میں چنگی۔ یا "فردہ" وغیرہ طرح طرح کے محصول لئے جاتے ہیں۔ "مکس" یا "مقس" زمانہ جاہلیت میں بھی رائج تھا۔ اور "مدینہ" میں قبطی اور فارسی سوداگروں سے انکے مال تجارۃ کا دسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ اسلام کا ظہور ہوا تو عمر بن الخطابؓ نے اسکو برقرار رکھا یہ محصول تاجروں سے صرف اسی وقت لیا جاتا تھا جبکہ وہ اپنے ملک سے باہر کسی دوسرے ملک کو جانا چاہتے اس وجہ سے اگر ایک شامی تاجر تمام ملک شام میں اپنا مال لئے پھرتا تو اس سے کوئی عشر یا مکس کا طالب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ مصر یا عراق کو جانا چاہتا تو اس سے فوراً مکس وصول کر لیا جاتا۔ عمرؓ کے مقرر کرنیکے اعتبار پر مکس کے تین درجے تھے:۔ ذمی لوگوں (نصاریٰ اور یہود) سے عشر کا آدھا یعنی بیسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ اور مسلمانوں سے عشر کا چہارم یعنی چالیسواں حصہ (ہر چالیس درم میں سے ایک درم) لیا جاتا۔ مگر دو سو درہموں سے کم پر کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ اور ان عرب لوگوں سے جو رعایا میں داخل نہیں تھے پورا دسواں حصہ وصول کیا جاتا۔ مکس کا رواج عہد اسلام میں نہیں ہو سکا۔ کیونکہ پرہیزگار اور خدا ترس لوگ اسے برا سمجھتے تھے اسی اندازہ پر باقی ٹکسوں کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔

اقطاع

جاگیریں۔ جو اموال خراج کے ساتھ ملحق تھے منجملہ ان کے ایک قسم جاگیروں کی آمدنی سے بھی حاصل ہوتی تھی۔ جاگیروں کا دستور سلطنتوں میں قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ اسکی اصل یہ تھی کہ جس وقت بادشاہ کسی ملک کو فتح کرتا اور اسے یہ منظور ہوتا کہ اس مفتوحہ ملک کو اپنے قبضہ میں رہنے دے

یا اوسکی آمدنی سے نفع اُٹھائے تو وہ اسے اپنی سپہ سالاروں کے مابین اونکی سرفروشی وجانبازی کے صلہ مین تقسیم کردیا کرتا۔ گویا کہ یہ اونکی اُجرت ملتی تہی۔ اس امر کی تائیدیون اور بھی ہوتی ہے کہ افرنجی زبان مین اصل لفظ اقطاع کے معنے اُجرت ہی کے ہین۔ سپہ سالار لوگ اپنے حصہ کی ارضیون کو اپنے ماتحت افسرون مین تقسیم کردیتے اور وہ لوگ عام فوجی سپاہیون پر بانٹ دیا کرتے یا اونکے قایم مقامون کو دیدیتے جسوقت بادشاہ اپنے سپہ سالارونکو جاگیرین عطا فرماتا تو اونپر مشروط کردیتا کہ وہ لوگ امن اور جنگ دونون حالتون مین اُسکے مددگار رہین گے۔ اسی لئے جس وقت اُن سرداروں مین سے کوئی شخص بددیانتی اورعہدشکنی کرتا تو زمین اپنے ہبہ کرنیوالے کو واپس ملجاتی۔ (یعنی شاہی ملک ہوجاتی) اور اگر کوئی ادنی درجہ کا فوجی سپاہی بددیانتی کا مرتکب ہوتا تو اوسکی اراضی ضابطہ (کپتان) کو ملجاتی۔ اور ماتحت افسر بغاوت یا عہدشکنی کا مرتکب ہوتا تو اُسکی جاگیر سپہ سالار ضبط کرلیتا۔ اسی طرح سپہ سالارون کی جاگیر کو خلاف ورزی معاہدہ کی صورت مین شاہی ملکیت بنالیا جاتا تہا۔ بہرحال اس آغاز کا انجام یہ تہا کہ مختلف شرطون اور ڈہنگون سے جنہین اسی غرض کے لئے وضع کیا تہا۔ ملک کی زمین بادشاہ کے قبضہ مین رہے۔ مگر چونکہ اون قواعد اور قانون کا بیان کرنا اس موقع پر ضروری نہین اسلئے ہم انہین چھوڑے دیتے ہین۔ لیکن اس بات کا بیان کردینا ضروری ہے کہ انہین قوانین کا مقتضا تہا کہ بادشاہ اوسکی رعایا اور اُسکی فوج یہ سب لوگ متفق، یکدل اور ملک کو بیرونی دشمنون کے حملون سے بچانے پر تیار رہتے تہے کیونکہ اُس ملک مین اُن سبہون کی ضرورتین مشترک تہین اور نیز باولہ حالات کا سلسلہ اُن کے مابین قایم رہتا تہا۔ یہی جاگیرون کا طریقہ یورپ کے ملکون مین بہی پہیلا اور اسی نے وہان کے رہنے والون کو رومانی لوگون کے اپنے ملک سے نکال باہر کرنے پر قوی بنادیا۔

مگر اسلام مین جاگیرون کی کچہہ اور ہی کیفیت تہی۔ امام ابو یوسف رح نے اسکے متعلق جو کچہہ لکہا ہے اُس سے یہہ مطلب نکلتا ہے کہ جوار اضیان اس قسم کی تہین کہ انکا کوئی مالک یا طلبگار اور دعویدار نہ تہا۔ مثلاً وہ زمینین جو قبل مفتوح ہونے کے حاکم ملک یا ایسے شخص کی ملکیت تہین جو جنگ مین قتل کردیا گیا۔ یا ترائی وغیرہ کی ارضیان تہین۔ اور یہ سب اقسام اراضی مسلمانون کے ہاتہہ لگتین تو انکے مالک خلفائے راشدین ہوتے تہے اور وہ جسکو چاہتے بطور انعام کے ایسی ارضیون مین سے جاگیرین دیتے ہوئے انپر یہ شرط لگادیتے تہے کہ اُنکی آمدنی کا عشر یا کچہہ کم بیش جیسا خلیفہ کو مناسب معلوم ہوتا بیت المال کو ادا کرتے رہین۔ عمر رض کے ایام مین سواد کے ملک کی ایسی ارضیون کا خراج ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ے درہم تک پہنچ گیا تہا۔ اور ان سے بعد کے خلفا اور امرا بہی انہی اصول پر قایم رہے

عثمان رض کے عہد مین اُن ارضیون کی آمدنی ...... ۵۰ درہم ہوگئی تہی۔ اور ۸۲ھ مین جسے " جماجم " کا سال کہتے ہین۔ عبدالرحمن بن اشعث کے فتنہ کے دوران مین خراج کا دفتر باغیون کے ہاتہون جل گیا۔ اس وجہ سے ہر ایک گروہ اپنی اپنی مقبوضہ ارضیون پر مالکانہ قبضہ کر بیٹھا۔

بنو امیہ اور بنو عباس کا یہ بھی دستور تہا کہ وہ اپنے بعض کنبہ والون اور خاص لوگون کو بہت سی اراضیان جاگیر مین دیکر اُنکا خراج نہ لیتے تہے۔ فوجکی تنخواہین اور تمام اخراجات خراج کی آمدنی مین سے وضع ہونیکے بعد جس قدر رقم باقی بچتی وہ بیت المال مین داخل کر دیجاتی۔ اور جاگیرین اونکے مالکون کے ہی قبضے مین رہتین۔

مگر جب حکومت کی باگ خلفاء کے قابو سے نکلکر سلجوقی سلاطین کے قبضہ مین چلی گئی تو اُنہون نے جیسا کہ پہلے ہی فوج کی تنخواہون کے ذکر مین بیان ہوچکا ہے نظام الملک طوسی اپنے وزیر کے ہاتہون مین جاگیرین دینے کے تمام اختیارات دیدیئے۔ اور اونکے بعد مین آنیوالے سلاطین نے اسی نظام الملک کے قاعدہ کی پیروی کی جنہین کردی خاندان کے حکمران یعنی ملک مصر کے حکام بنی ایوب بھی داخل ہین۔ کیونکہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے تمام ممالک اپنے امراء اور اہل فوجکو جاگیرون مین دیڈالے تہے۔ خاصکر مصر کا ملک تو بالکل جاگیرون ہی مین تقسیم ہوگیا تہا۔ اس کے بعد جاگیرون مین تعدیل کی گئی اور اس قاعدہ کو تبدیل کر دیا گیا یعنی ملکی ارضیان تین قسمون پر تقسیم ہوگئین۔ کچھ ارضیان جاگیرون مین دیجاتی تہین اور کچھ فروخت ہوجاتی تہین اور بعض موقوف ہوتی تہین۔ مقریزی نے اپنے زمانہ (نوین صدی ہجری) مین سرزمین مصر کا حال یون بیان کیا ہے :-

" مصر کی ارضی سات قسمون پر منقسم تہی۔ (۱) جو شاہی دیوان مین اجرا پاتی تہی یعنی نزول کی ارضی۔ (۲) جو امراء اور فوجی لوگون کو جاگیرون مین دیدی گئی تہی۔ (۳) جو جامع مسجدون۔ مدرسون۔ خانقاہون اور وقف کرنے والون کی ذریات کیلئے وقف تہی۔ (۴) اس قسم کی ارضی تہی کہ کچھ لوگ جو کسی مسجد وغیرہ کے کاروبار کو انجام دیتے تہے وہ اسکی آمدنی سے متمتع ہوتے رہتے۔ اس قسم کی ارضیون کا نام " احباس " تہا۔ (۵) ایسی ارضی جو ملک خاص ہوکر خرید۔ فروخت میراث اور ہبہ کی قابل ہوگئی ہو۔ کیونکہ وہ بیت المال سے بقیمت خرید لیجاتی تہی۔ (۶) ارضی ناقابل زراعت۔ (۷) وہ ارضی جو دریائے نیل سے سیراب نہ ہوتی تہی۔ یہ زمین غیر آباد (اوسر) کہلاتی تہی "

جاگیرونکی بہی دو قسمین تہین۔ (۱) اقطاع استغلال[ف] - (۲) اقطاع تملیک[ف] -

(۱) ف ایسی جاگیرین جنکی آمدنی سے جاگیردار نفع اُٹہاتے اور شاہی مالگزاری ادا کرتے تہے گو یا کہ وہ زمینین بادشاہ کی ملک ہوتی تہین۔ جاگیردار کو ان ارضیون کے انتقال کا حق نہین ہوتا تہا۔

(۲) ف وہ جاگیرین جو جاگیردار کی کامل ملکیت ہوتی تہین اور اُسے اونکے انتقال و بیع وغیرہ کے بہی حقوق حاصل ہوتے۔

ان ہر دو اقسام جاگیر کی نوعیت۔ آبادی۔ سرسبزی زمین۔ اور حالت جنگ و صلح کے تغیر و تبدل کے ساتھ بدلتی رہتی تھی اور ان تمام امور کا خلیفہ کی رائے پر دار و مدار تہا۔+

اسلامی دولت کی تحصیل ملکی خراج و محاصل کی مقدار جو عباسیون کے زمانہ مین تھی۔ نیز اس آمدنی کا وہ علاقہ جو اسی سلطنت کی ثروت کے ساتھہ تہا۔ ہم انشاء اللہ کتاب ہذا کے حصہ دوم مین سلطنت اسلامی کی دولتمندی کا بیان کرتے ہوئے مفصل لکھینگے۔+

ڈاک برید

اسلامی عہد حکومت مین "برید" کے جو معنے لئے جاتے تہے وہ آجکل کے استعمال و محاورہ سے بالکل جداگانہ تہے۔ اُس زمانہ مین "صاحب البرید" یا "صاحب الخبر" خفیہ پولیس یا حکام ملک کے خفیہ نگران اور پرچہ نویس لوگون کے افسر سے ملتا جلتا ہوا کرتا تہا۔ یا اُس سے وہ شخص مراد ہوتا جو خلیفہ یا امیر کا جاسوس یا اسکی وہ دوربین آنکھہ اور تیز سننے والا کان ہوتا جو اُسکے عاملون کی خبرین اور اوسکے دشمنون کی چالین اُس سے بیان کرتا رہتا۔ اسطرح کا "برید" آجکل کے صیغہ جنگ کے محکمہ خبر رسانی سے بہت کچھہ مشابہ کہا جا سکتا ہے۔

خلیفہ لوگ برید کی خدمت اُن لوگون کے سوائے اور کسی کو نہین دیتے تہے جو بہت سمجھدار اور معاملہ فہم ہونیکے علاوہ اونکے معتمد الیہ بہی ہوتے۔ کیونکہ جیسی خبرین وہ لوگ پہونچاتے اُنہین پر خلفاء کے اپنے عاملون اور ہم عصر حکمرانون سے تعلقات قایم رکہنے کا دار و مدار ہوتا تہا۔ اور کسریٰ شاہ فارس تو برید کی خدمت پر اپنے بیٹون کے سوا کسی اور کو مقرر ہی نہ کرتا تہا۔+

برید کی مصلحت (ضرورت) خبر رسانی کی ضرورت قدیم الایام سے تمام حکومتون مین پائی جاتی ہے رومی اور فارسی سلطنتون مین اسکا پورا محکمہ قایم تہا۔ مسلمانون مین سب سے پہلے جس حکمران نے اس صیغہ کو اخذ کیا۔ وہ معاویہ بن سفیانؓ تہے۔ اس بارہ مین اُنہون نے اپنے سے قبل گذرے ہوئے فرمانروایان شام کی پیروی کی تہی یا اُنکے اُن عاملون نے جو ملک عراق مین متعین تہے۔ اونکو یہ صیغہ قایم کرنے کا مشورہ دیا تہا۔ پہلے پہل اس محکمہ کے وضع کرنیکا مقصد یہ تہا کہ خلیفہ اور اوسکے اُن عاملون کے مابین جو ممالک

مصر عراق اور فارس پر متعین تھے ۔ تیزی کے ساتھہ خبر رسانی کا سلسلہ قایم رہ سکے ۔ اسکے بعد اس صیغہ مین توسیع کرتے کرتے اُسے اس حد تک پہونچا دیا گیا کہ وہ خلیفہ کے عاملون اور اوسکے رازدار لوگون پر خفیہ نگرانی کا صیغہ بنگیا ۔ کیونکہ " طاہر ذی الیمینین " گورنر خراسان نے جس وقت اپنے صوبہ مین خلیفہ مامون الرشید کا خطبہ ممبرون پر پڑھا جانا بند کردیا تو صیغہ خبر رسانی کے افسر نے اُسے اس بات سے متنبہ کیا اور ملامت کی پہلے تو طاہر نے یہ عذر پیش کیا کہ مینے بہولکر خلیفہ کا خطبہ نہین پڑہا تم اسکی اطلاع دربار خلافت مین نکر دینا ۔ مگر جب تین دفعہ ایسا ہی ہوا ۔ اور ہربار طاہر صیغہ خبر رسانی (پرچہ نویس) کے افسر سے یہی درخواست کرتا رہا کہ خلیفہ کو اس بات کی اطلاع ندے تو آخر کار پرچہ نویس نے اُس سے کہا ۔ " تاجرون کے خطوط بغداد آتے جاتے رہتے ہین اسلئے اگر کسی غیر نے یہ خبر امیر المومنین کو پہونچادی تو مجھکو اپنی ملازمت سے برطرف ہوجانے اور جان سے ہاتھہ دہونے کا خوف ہے " طاہر نے اس بات کو سُنکر جواب دیا کہ " اچھا لکھدے " اُس وقت پرچہ نویس نے دربار خلافت کو تمام واقعہ لکھہ بہیجا ۔

برید (پرچہ نویسی کا محکمہ) خلیفہ اور اُسکے ملکی حکام کے مابین تعلق قایم رکھنے کا ذریعہ تھا ۔ خلفاء کے احکام گورنرونکو اور گورنرونکی خبرین خلفاء کے دربار مین پہونچانا اسی محکمہ کا فرض تہا ۔ پرچہ نویس لوگ گورنمنٹ کیجانب سے خبرون کی تفتیش اور حکام کے چال چلن کی نگرانی کا کام بھی انجام دیتے تہے ۔ وہ لوگ فوج اور مال وغیرہ امور مملکت کے حالات مفصل لکھہ لکھکر دربار خلافت مین ارسال کرتے رہتے تہے ۔ اسلئے جس وقت خلیفہ اور اُسکے کسی عامل (گورنر) کے مابین تعلقات مین کدورت پیدا ہوتی اور عامل اسبات کا ارادہ کرتا کہ سرکشی کرکے خودمختار حکمران بنجائے تو وہ خلیفہ کے پاس خبر رسانی کا انتظام بند کردیتا تھا ۔ جسکی نظیر مامون عباسی کا فعل ہے ۔ کیونکہ جس وقت مامون خراسان کا گورنر تہا اور اُسے یہ خبر ملی کہ اُسکے بہائی " امین " نے اُسکی بیعت توڑدی ہے اور بجائے اُسکے اپنے بیٹے " موسیٰ " کو ولیعہد بنالیا ہے تو مامون نے طراز مین سے " امین " کا نام نکالڈالا اور خبر رسانی کا سلسلہ بند کردیا ۔

صیغہ خبر رسانی (برید) کے معاملہ مین بنی عباس کی توجہ سب سے زیادہ تہی ۔ اُنہون نے اس محکمہ سے بہت بڑا کام لیا ۔ یہانتک کہ اُن مین سے بعض حکمرانون کی نسبت یہ بہی سُنا جاتا ہے کہ اُنہون نے خاص اپنی ذات سے یہ کام کیا تاکہ اپنے عاملون ۔ نوابون اور رعایا کے حالات سے پوری واقفیت بہم پہونچائین ۔ اور بسا اوقات اس طریقہ سے اونکو عوام اور خاص شخصون کے خفیہ حالات سے آگاہی مل ہی گئی ۔ بعض خلفاء نے علانیہ اس قسم کے لوگ ہر ایک حاکم کے ساتھہ مقرر کردیئے تہے ۔ ایک معتبر مخبر وزیر کے ساتھہ مقرر کیا جو دربار وزارت کے تمام حالات پوست کندہ خلیفہ کے حضور مین پہونچایا کرتا تہا ۔ اور وزیر بغیر اس شخص کی موجودگی کے کسی کے ساتھہ کوئی سلوک نہین کرسکتا تہا ۔ اور

نہ دربار کرسکتا۔ اسی طرح سے قاضی، نائب اور دوسرے حاکمون کے ساتہہ بہی ایک ایک نگران تعینات کیئے
رہتے تہے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کہا کرتا تہا کہ "مجہکو اس بات سے زیادہ کسی چیز کی احتیاج نہین ہے کہ میری دردولت
پر چار شخص اس طرح کے ہون جنکے بالمقابل میرے درباریون مین کوئی شخص زیادہ پرہیزگار و پاکباز نہو اور وہی
چار شخص ارکان دولت ہین کہ اُنکے بغیر ملک کی صلاح نہین ہوسکتی۔ ان چار شخصون مین ایک شخص ایسا قاضی ہو
جسپر خدا کے حکم جاری کرنے مین کسی کی ملامت یا بدگوئی کا اثر نہ ہو۔ دوسرا پولیس کا افسر جو کمزور کو زور آور کے مقابلہ
مین اپنے انصاف سے قوی بنادے۔ اور تیسرا وہ خراج وصول کرنیوالا افسر جو تشخیص جمع مین ملک کی اصلی آمدنی کا
سراغ لگائے اور رعایا پر ظلم نہ کرے۔ اسکے بعد منصور نے اپنی کلمہ کی انگلی کو تین مرتبہ دانتون سے کاٹا اور ہر بار
وہ " آہ! آہ! " کا لفظ کہتا تہا۔ لوگون نے دریافت کیا "اے امیر المومنین وہ کون ہے جسکے وجود سے آپ
مایوس ہو رہے ہین؟" منصور نے کہا "ایسا پرچہ نویس جو ان (مذکورۂ بالا) حکام کی خبرین سچائی کے ساتہہ مجہکو لکہے"
لہذا اس موقع پر خبر دینے والے لوگون سے آجکل کے جاسوس مراد ہین۔ اور صاحب برید (پرچہ نویس افسر)
اور خلیفہ یا سلطان کے مابین کوئی واسطہ نہ ہوتا تہا۔ بلکہ یہ بلا واسطہ مل سکتے تہے۔ چنانچہ جس وقت پرچہ نویسون
کا افسر کوئی خبر لاتا تو خلیفہ سے پہلے کسی شخص کو اُسپر مطلع نہین کرتا تہا۔ تاکہ خود خلیفہ ہی اُس خبر کو یا تو عام طور پر فاش
کردے یا مخفی رکہے جیسا چاہے کرے۔ اکثر حالتون مین بادشاہون اور امیرونکا قاعدہ تہا کہ وہ اپنے اور اپنے
پرچہ نویس کے مابین کوئی خاص علامت رازداری کے لئے قرار دیدیتے تہے۔ اسلیئے جبتک وہ علامت موجود نہوتی
اونکو پرچہ نویس کی اُس تحریر پر اعتماد نہین ہوتا تہا۔ اگرچہ وہ خاص اُس پرچہ نویس ہی کے ہاتہہ کی لکہی اور اُسکی مہر سے
مختوم کیون نہ ہو اسلیئے کہ ممکن تہا کہ وہ کسی مجبوری یا دباؤ مین آکر ایسا کرنے پر آمادہ ہوگیا ہو۔ اسکی ایک مثال ابومسلم
خراسانی کا یہ قصہ ہے کہ جس وقت خلیفہ منصور نے اوسکو اپنے حضور مین طلب کیا تو وہ انجام بینی کے لحاظ سے اپنی
جان کا خوف کرکے ابا نصر مالک بن الہیثم کو اپنی فوج کا افسر بناکر اُسے حسب ذیل ہدایت کرگیا تہا "تم اُسوقت تک
ٹھہرے رہنا جبتک کہ تمہارے پاس میرا خط آئے۔ اگر وہ خط آدہی مُہر سے مختوم ہو تو سمجہنا کہ میری خاص تحریر ہے
اور مین نے اوسپر مُہر لگائی ہے۔ لیکن اگر پوری مُہر چسپان دیکہو تو جاننا کہ مین نے اُسے مختوم نہین کیا اور تم اُسکی
تعمیل ہرگز نہ کرنا" یہ حکم دیکر ابومسلم بغداد کی جانب روانہ ہوگیا اور جس وقت وہ "مدائن" مین پہونچا تو اُسکے قتل کا
جو واقعہ پیش آیا اُس سے تمام لوگ واقف ہین۔ ابومسلم کو قتل کرادینے کے بعد منصور نے اُسکی طرف سے "ابی نصر"
کو ایک تحریر لکہوائی جس مین یہ حکم تہا کہ جس قدر مال واسباب اُس نے تمہارے پاس چہوڑا ہے اُسے ہمراہ لیکر دربار

خلافت مین حاضر ہو۔ پہر اس تحریر کو ابی مسلم کی مُہر سے مختوم کرایا اور روانہ کردیا۔ ابوالفضل نے پوری مُہر پہچان دیکہکر معلوم کرلیا کہ اس تحریر کا لکہنے والا خود ابومسلم نہین ہے۔

خبر رسانی کا صیغہ ایک بہاری عہدہ ہے! اسکا افسر بہت سی ماتحتون اور بیش قرار اخراجات کا حاجتمند ہوتا ہے تاکہ اپنے ماتحتون کو بہاری بہاری تنخواہین اور انعام دے کر اونہین راضی اور امانت داری پر قایم رکہہ سکے "صاحب البرید" کے فرایض مین یہ بات بہی داخل تہی کہ وہ راستونکی حفاظت کرے۔ اور اونکو چورون۔ لٹیرون اور دشمنون کے حملون سے بچائے۔ اور خشکی و تری مین مخالفین کے جاسوسون کا آنا بند کرے۔ سرحدی مقامات کے افسرون اور اطراف ممالک کے حاکمون کے تمام خطوط "صاحب البرید" ہی کے پاس آیا کرتے اور وہ اُن خطون کو جس قدر جلد ممکن ہوتا قریب ترین راستون اور تیز رو سواریون کے ذریعہ خلیفہ کے حضور مین پہنچاتا تہا۔

برید (ڈاک) کے راستے

ڈاک کے چند خاص راستے تہے جو مرکز خلافت سے اطراف سلطنت تک ہر چار جانب پہیلے ہوئے تہے جہان تک کہ وہ غیر ملکون کے راستون سے جاملتے تہے ان مین سے ہر ایک راستہ چند منزلون پر اور ہر منزل چند دم لینے کی جگہون یعنی چوکیون پر منقسم ہوتی تہی اور ہر ایک چوکی پر تازہ دم گہوڑے یا اونٹ تیار رہا کرتے تہے۔ ڈاک کے ہلکارے ان چوکیون پر اپنے تہکے ہوئے گہوڑونکو تازہ دم گہوڑون سے بدل لیا کرتے تہے۔ تاکہ راستہ تیزی کے ساتہہ طے ہوسکے۔ اہل عرب کے یہان تو گمان غالب یہ ہے کہ ڈاک کی سواریون مین اونٹ مستعمل ہوتے رہے ہون۔ مگر فارس والے اپنے یہان گہوڑون کا استعمال کرتے تہے۔ عباسی حکومت کی ترقی کے زمانہ مین ڈاک کے راستون کی تعداد ترانوے تک پہنچ گئی تہی اور جانورون کی قیمتین۔ انکا خرچ خوراک اور ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کے تمام مصارف سال مین (۱۵۹۱۰۰) دینار تک ہوجاتے تہے۔

ہم نے جس مقام پر ملک "سواد" کے اُس خراج کی حالت بیان کی ہے جو بنو امیہ کے زمانہ مین وہان سے حاصل ہوتا تہا اُسی جگہہ یہ بہی دکہایا ہے کہ بنی امیہ ڈاک کے انتظام پر چار ملین درم یعنی قریب قریب بنو عباس کے اخراجات سے دگنی رقم صرف کرتے تہے۔ اور یہ بات ہماری اُس قول کی تائید کرتی ہے جو ہم بنو امیہ کے اپنی حکومت کو زور آور بنانے کی غرض سے بیدریغ مال و دولت صرف کرنیکے بارہ مین کئی بار لکہہ آئے ہین۔

ڈاک کا ہر ایک راستہ ایک گہوڑے سے بڑہتے بڑہتے چالیس پچاس جانورون تک ترتیب پایا اور اکثر حالتون مین ڈاک کے گہوڑون کو بعض لوگون کے جلد لانیکے واسطے اور اُنہین خلیفہ یا امیر کے روبرو عجلت کے ساتھہ حاضر کرنیکے لئے بہی استعمال کرتے تہے۔ ڈاک کی تیز روی راستون اور سواری کی قسمون کے اختلاف کے ساتہہ مختلف

ہوا کرتی تہی۔ یہ سواریان اونٹ اور گہوڑون ہی کی ہوتی تہین۔ اور ان جانورون کے گلون مین زنجیرین یا گہنٹیان لٹکا دیجاتی تہین۔ جب چلنے سے انکو جنبش ہوتی تو دور تک آواز سنائی دیتی اور اس آواز کو اُنکے محاورہ مین "بقبقعۃ البرید" کہتے تہے۔ اور کبہی ایسا بہی ہوتا کہ ڈاک کی روانگی دریائی راہ سے کشتیون پر عمل مین آتی۔

ڈاک کے ذریعہ خبر بہیجنے مین علاوہ اسکے کہ جانورون یا کشتیون پر خطوط کے تہیلے روانہ ہون ایک طریقہ یہ بہی تہا کہ پیدل ہرکارون کی معرفت جنکو "سعاۃ" کہتے تہے۔ ڈاک روانہ کی جاتی تہی۔ یہ ہرکارے ایسے لوگ ہوتے تہے جو چہریرے بدن والے اور تین تین منزلون کی ایک ہی منزل کرنیکے عادی ہوجاتے تہے۔ عموماً جنگلون کے رہنے والے اس کام کیلیے زیادہ مستعد پائے جاتے تہے۔ سب سے پہلے جس شخص نے "سعاۃ" کا گروہ قایم کیا وہ معزالدولہ تہا اس نے عباسی عہد حکومت مین بغداد کے اندر اس جماعت کو تیار کیا اور اُسکی غرض یہ تہی کہ اپنے بہائی رکن الدولہ کو بہت جلد جلد حالات کی اطلاع دیتا رہے۔ معزالدولہ کے عہد مین دو "ساعی" بہت نامور نکلے جن مین سے ایک کا نام "فضل" تہا۔ اور دوسرے کا "مرعوش"۔ یہ دونون تمام دوسرے "سعاۃ" پر سبقت لیگئے تہے۔ ان دونون مین سے ہر شخص ایک دن مین چالیس سے بہی کچہہ زیادہ "فرسخ" یعنی تقریباً (۱۴۰) میل راہ طے کرلیتا تہا۔

ایک صورت خبر رسانی کی نامہ بر کبوتر دنکا استعمال بہی تہا۔ اہل عرب اس صیغہ کو بہت کارآمد خیال کرتے۔ اور اسکا اہتمام بڑی توجہ سے کیا کرتے تہے۔ کبوترون کے ذریعے سے پیغام رسانی کا کام نکالنا قدیم اقوام مین بہت دنون سے رائج چلا آتا تہا۔ مگر مسلمان لوگ اس بارہ مین اور تمام لوگون سے زیادہ سرگرم پائے گئے۔ اور ہم نے سال دوم کے الہلال نمبر سات مین اسکا مفصل ذکر کیا ہے۔

مسلمانون کے یہان مراسلت کے جو طریقے مستعمل تہے منجملہ اونکے ایک طریقہ یہ بہی تہا کہ کاغذ کا ورق لکہکر ایک بانس کے پہرے مین لٹکا دیا جاتا اور وہ ایک گہاس کے گٹہے مین گاڑکر گٹہے کو پانی مین ڈالدیا جاتا۔ گہاس بہتی ہوئی نہر کے بہاؤ پر چلی جاتی۔ یہان تک کہ وہ شخص جسکے پاس پیام بہیجا جاتا وہ اُسے دیکہتا اور نکال لیتا۔ ایک قاعدہ یہ بہی تہا کہ تیرون کی پیکان پر خبرین لکہکر انہین مقام مقصود کیجانب پہینکا جاتا تہا۔ مگر اس صورت کی بابت گمان غالب یہ ہے کہ حصار اور راستون کے بند ہوجانیکی حالت مین مستعمل ہوتی تہی۔

ڈاک کے ملازمون مین "سعاۃ" کے علاوہ ایک قسم کے ملازم "شعوذی" ہوا کرتے تہے۔ یہ امیرون کے قاصد ہوتے تہے جو ڈاک پر روانہ کیئے جاتے تہے۔ اور ایک دوسری قسم کے ملازم نگہبانی ہوتے تہے۔ یہ ایسے مخبر ہوتے تہے جو تجسس حالات کی غرض سے روانہ کیئے جاتے تہے۔ بعض وہ ملازم تہے جو خلفاء کے روبرو ڈاک کی تہیلی

کھولتے تھے۔ یہ تھیلے عمدہ کپڑون یا چمڑے کے بنے ہوئے ہوتے تھے جن مین خطوط رکھکر اوپر بھیجنے والے کی مہر لگا دی جاتی تھی۔ اور مرسل الیہ کے پاس پہونچنے پر وہ خود اپنے ہاتھوں سے اسکی مہر کھولتا تھا یا جو اس خدمت پر مامور ہوتا اُسکے حکم سے وہ کھولا کرتا۔

قضاء

قضا کی تاریخ

اسلام سے قبل قضا کی کیا حالت تھی؟

قضاء (جس سے لوگون کے مابین واقع ہونیوالے جھگڑونکا فیصلہ کرنا مراد ہے) نہایت قدیم صیغہ ہے کیونکہ انسان اپنے وجود مین آنیکے اوّل زمانہ سے ہی اس بات کا محتاج پایا گیا ہے کہ اوسکے قضایا کوئی شخص فیصل کرے۔ تمام قبیلون اور گھرانون کے قاضی اُن مین کے معزز اور عقلمند لوگ ہوا کرتے تھے۔ اور وہی لوگ اُن قبائل کے حکمران اور امیر بھی ہوتے تھے۔ جب کوئی شخص جسمانی اور دماغی قوتون مین نامور ہوتا تو وہی اپنے قبیلہ کی امارات اور اُسکے قضایا فیصل کرنیکا ذمہ وار ٹھیرتا۔ فطرت انسانی کے مطابق زمانہ ''بدو'' (وحشت) کی یہی حالت تھی۔ اہل عرب بھی ایام جاہلیت مین اسی طریقہ پر قائم تھے۔ اُنکا دستور تھا کہ اپنی قوم کے دجیہ اور عقلمند لوگون سے اپنے معاملات کا فیصلہ کرایا کرتے۔ اسلام سے قبل کے قاضیون کی ایک بڑی جماعت مشہور ہے جن مین سے ہر شخص اپنے قبیلہ مین فیصلہ معاملات کا کام انجام دیا کرتا تھا چنانچہ قبیلۂ تمیم مین سے ''حاجب بن زرارہ'' اور ''اقرع بن حابس'' اور ''ربیعة بن مخاشن'' اور قبیلۂ ثقیف مین سے ''غیلان بن سلمة'' اور خاندان قریش مین سے ''ہاشم بن عبد مناف'' ''عبد المطلب بن ہاشم'' اور ابو طالب بن عبد المطلب نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا اور ''عاص بن وائل'' بنی اسد مین سے ''ربیعة بن حذار'' اور کنانہ مین سے ''سلمی بن نوفل'' وغیرہ اشخاص تمام قبائل مین مشہور ہو گزرے ہین قضاء کا کام کرتے تھے جیسے اکثم بن صیفی اور عامر بن الظرب وغیرہ۔ اور اہل عرب کاہنون اور عرافون سے بھی اپنے معاملات فیصل کراتے تھے۔

قضا کا عہدہ اسلام مین

اسلام مین سب سے پہلے قضاء کے اختیارات خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم صاحب

شریعت اسلامیہ کو بنفس نفیس حاصل رہی۔ اور انکے بعد خلفائے راشدین اس منصب پر قائم رہے۔ کیونکہ قضا کا عہدہ بھی کاردبار خلافت کے تحت مین داخل ہے۔ صدر اسلام مین خود خلفائے راشدین بذات خاص اس فرض کو انجام دیا کرتے تھے۔ اور اپنے سوا کسی کو یہ کام سپرد نہ فرماتے تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا کہ اسلامی قلمرو کا دایرہ وسیع ہوا نئے نئے ممالک فتح ہوئے اور خلفا کے فرائض منصبی روز بروز بڑھنے لگے تو وہ اسباب پر مجبور ہوئے کہ خاص دار الخلافت اور بیرونی ممالک مین اپنے قایم مقام قاضی مقرر کرین۔ خلفائے راشدین مین سے سب سے اول جنہون نے اس کام کو کیا وہ عمر بن الخطابؓ خلیفہ دوم تھے۔ اونہون نے مدینہ مین اپنے ساتھ "ابی الدرداءؓ" کو قاضی بنایا اور "شریحؒ" کو "بصرہ" مین۔ اور "ابو موسی اشعریؓ" کو "کوفہ" کا قاضی مقرر فرمایا اور انہین ابی موسی کے نام ایک فرمان لکھا جو اسلامی فقہ کا دستور العمل ہے اور اُسی کے محور پر آجتک قاضیون کے احکام دورہ کرتے ہین۔ اُس فرمان کی عبارت مشہور ہے۔

عمر بن الخطابؓ کا قصد یہ تہا کہ جس طرح اُنہون نے مدینہ اور بصرہ مین قاضی مقرر کیے۔ ویسے ہی ملک مصر مین بہی قاضی کا تقرر کرین۔ کیونکہ ملک مصر مین منصب قضا پر کسی شخص کا تقرر وہین کے والی (گورنر) کے قبضہ مین تہا اسکی وجہ یہ ہوئی کہ عمر بن الخطابؓ نے مصر کے امیر عمرو بن العاصؓ کو لکہا کہ وہ "کعب بن یسار بن ضنۃ" کو مصر کا قاضی مقرر کردین۔ شخص مذکور اُن لوگون مین سے تہا جنہون نے جاہلیت کے عہد مین قضا کا کام انجام دیا تہا "کعب" نے اس عہدہ کے قبول سے انکار کرتے ہوئے کہا "مین نے جاہلیت کے زمانہ مین قضا کا فرض انجام دیا ہے۔ اور اسلام مین اب پہر دوبارہ اُس کام کو نہ کرونگا" امیر عمرو بن العاصؓ نے اسکو منکر پاکر "عثمان بن قیس بن ابی العاصی" کو قاضی مصر مقرر کردیا۔ اسکے بعد سے اُس وقت تک مصر کے امیرون ہی کو قاضیون کے تقرر کا اختیار حاصل رہا۔ اور جب بنی عباس کی حکومت کا دور شروع ہوا تو اونہون نے ملک مصر پر اپنا پورا قبضہ جمانے کی نیت سے وہانکی قضا کا منصب کسی کے حوالے کرنا اپنے اختیار مین لے لیا۔ سب سے پہلا ملک مصر کا قاضی جو خلفا کی جانب سے مقرر ہوا۔ وہ "عبد اللہ بن لہیعۃ حضرمی" تہا اسکو ابو جعفر منصور عباسی نے ۱۵۵ھ ہجری مین مصر کا قاضی بنایا۔ اور اسکے بعد سے قاضی مصر کا تقرر خلفا کے اختیار مین چلا گیا اور آجتک برابر یہی دستور جاری ہے۔

ابتدا ہر ایک اقلیم مین ایک ہی قاضی ہوا کرتا تہا۔ مگر جبکہ اسلامی مملکت کی آبادی اور وسعت کا دایرہ بڑہ گیا۔ تو قاضیون کی تعداد بہی بڑہنے لگی۔ یہانتک کہ یہ نوبت آپہونچی کہ بڑے بڑے شہرون مین کئی کئی قاضی مقرر کیے جاتے تہے۔ یعنی شہر کی ہر ایک جانب (حصہ) مین ایک قاضی ہوتا تہا اور خود خلیفہ بذات خاص اُنکا تقرر کیا

کرتا۔ خلیفہ رشید عباسی کے عہد سے قبل تک یہی طریقہ رائج رہا۔ مگر رشید کے عہد مین بغداد کی وسعت ترقی پذیر ہوئی اور مشہور قاضی ابو یوسفؒ اُن دنون مین بہت نامور اور متبحر قاضی ہوئے۔ رشید انکی بہت عزت اور تکریم کیا کرتا تہا۔ اسلیئے اُس نے انکو "قاضی القضاۃ" کا لقب عطا کیا اور یہ پہلے قاضی القضاۃ ہین۔ قاضی ابو یوسفؒ بڑے عالی ہمت شخص تہے۔ انہون نے اس منصب کے فرائض نمایان کامیابی کے ساتہہ ادا کیئے اور علمار کے گروہ کو ایک خاص لباس سے امتیاز بخشا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ بھی عام آدمیونکا سا لباس پہنتے تہے قاضی ابو یوسفؒ کے بعد قاضی القضاۃ کو شہر بغداد کے ماتحت قاضیون کے تقرر کا اختیار حاصل ہوگیا۔ اور اسکے بعد اقلیمون کے قاضیون کا عزل و نصب بھی اُنہی کے قبضہ تصرف مین آگیا۔ مصر اور اندلس کے اُن خلفاء نے جو عباسی خلفار کے معاصر تہے انہین کی پیروی کی۔ اور وہ بھی قاضی القضاۃ کو مقرر کرکے اُسے ماتحت قاضیون کے تقرر کا اختیار دینے لگے۔

صدر اسلام مین قاضی کا فرض منصبی صرف لوگون کی خصومتون کا فیصلہ کرنا تہا۔ مگر بعد مین مقتضیات احوال کے مطابق یا خلفار کے دیگر اشغال سیاسی مین مصروف رہنے کی وجہ سے بعض اَور امور بھی اُن لوگون کے ہاتہون مین آنے لگے۔ چنانچہ قاضی کے اصلی فرائض منصبی کے علاوہ مسلمانون کے بعض عام حقوق کا ادا کرنا بھی انکے ذمہ آپڑا۔ مثلاً دیوانون۔ یتیمون۔ مفلسون اور اہل سفاہت کے مال جو حکومت کی زیر نگرانی (بطور کورٹ آف وارڈس) رہتے تہے اُنکی نگرانی۔ مسلمانون کی وصیتون اور اوقاف کا جاری کرنا۔ اور جب کوئی ولی نہو تو یتیمون کا نکاح بیاہ کرا دینا۔ اسکے بعد انکے اختیارات کا دائرہ۔ راستون کے مصالح۔ تعمیرات کی ضرورتون۔ گواہون امینون کے اور نائبون کے تصفیہ (یعنی جستجوئے حالات اور انکے چال چلن کی دیکہہ بہال) تک وسیع ہوگیا اور انکو حق ملگیا کہ عدالت اور جرح کے ساتہہ انکا علم و تجربہ حاصل کرین۔ بعض خلفاء نے ان اختیارات کو اَور بھی وسعت دی یہانتک کہ "صوائف" کی فوجون مین جہاد کی افسری بھی اُنہی کے حوالہ کر دی۔ چنانچہ ایسے قاضیون کے ایک قاضی "یحییٰ بن اکثم" بھی تہے جو "مامون" کے عہد مین "صیفی" مجاہدون کے ہمراہ ممالک روم پر حملہ آور ہوا کرتے تہے۔ اسی طرح عبد الرحمن الناصر اموی حکمران اندلس کے قاضی منذر بن سعید کو بھی اختیارات وسیع حاصل تہے "عزیز باللہ فاطمی" (خلیفہ) نے "علی بن نعمان" کو مصر کا قاضی مقرر کرکے شام۔ مغرب۔ حرمین۔ اور تمام مملکت کا عہدۂ قضا اسپر اضافہ کر دیا۔ نیز خطابت۔ امامت۔ اور سونے چاندی کے کہوٹے کہرے کی پرکہ۔ ترازوون اور پیمانون کی کمی و بیشی کا اندازہ اور بانچ یہ سب امور بھی اُسی کے حوالہ کر دیئے۔ حاکم بامر اللہ کا عہد آیا تو سنہ ۳۹۶ھ مین "ابو محمد

بازوری؁ قاضی کے منصب پر مامور ہوا اور اُسپر عہدہ وزارت کا بھی اضافہ کیا گیا۔ وہ پہلا قاضی تھا جسے حکومت کے دو جلیل مناصب کا باہم جمع کرنا نصیب ہوا اگرچہ اُسکے بعد اور دن کو بھی ایسے موقعے ملے۔

پس بیانات بالا سے صاف عیان ہے کہ قضاء کا منصب بیحد وسیع ہے۔ مگر وہ ہر ایک زمانہ مین اتنا ہی وسیع نہین رہا بلکہ حکومتون کے اختلاف اور تغیر و تبدل کے ساتھہ اولتا بدلتا رہا۔ اور اوسکے اختیارات مین رفتہ رفتہ وسعت پیدا ہوتی گئی جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اوائل اسلام مین خلفائے راشدین محض اُنہین لوگون کو قاضی کے منصب پر مامور کیا کرتے تھے جو اُنکے عصبہ (ہم خاندان) اہل عرب مین سے ہون یا حلف یا رق (غلامی سے آزاد ہونیکے بعد) یا دیگر وجوہ سے اون کے گہرے دوست ہون اور وہ اُنپر کفایت اور رشوت لینے سے بے پرواہ ہونیکی بابت کامل اعتبار رکھتے ہون لیکن جب اسلامی خلافت دینی رنگ سے بدلکر سیاسی رنگ مین رنگی گئی اور حکومت کا معاملہ شاہی حالت مین آگیا تو یہ شرط کمزور ہو گئی۔ اسلئے یہ حکمرانی کی باگین عجمی النسل لوگون کے ہاتھون مین پہونچ گئین۔ اور رفتہ رفتہ قاضی کے فرائض کم ہوتے ہوتے محض مقدمات کے فیصل کرنے اور شخصی حالات کا فیصلہ کرنے تک ہی محدود رہ گئے۔ اور بعد ازان محض شرعی امور مین شخصی حالات کی بنا پر حکم دینا ہی اُنکا کام باقی رہگیا جس طرح آجکل کے زمانہ مین دیکھا جاتا ہے۔

قاضی لوگ مسجدون مین بیٹھکر لوگونکے معاملات فیصل کیا کرتے تھے۔ اگر تنخواہین اُن کے پاس آتے تو وہ وہین بیٹھے ہوئے فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ علمائے اسلام اور دیگر پرہیزگار مسلمان علم و فہم والے لوگ قضاء کے منصب کو دینی پہلو کے لحاظ سے ایک امر دشوار و خطیر سمجھا کرتے تھے۔ کیونکہ اس مین قاضی کے خطا کرنیکی صورت مین جبکہ وہ غلطی سے کسی حقدار پر ظلم کر بیٹھے یا خلاف حق فیصلہ کر دے تو مستوجب مواخذہ ہونیکا ڈر لگا رہتا تھا۔ اسی لئے بہت سے علماء اور متقی لوگون نے اس منصب کے قبول کرنیسے انکار کیا تھا جیسا کہ کعب بن یسار؁ کے معاملہ مین دیکھا جا چکا ہے کہ اُنہون نے عمر بن الخطاب؄ کے حکم سے مصر کا قاضی ہونا منظور نہ کیا۔ اور امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ؁ نے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے فرمان سے جبکہ اُس نے انکو قاضی مقرر کرنا چاہا انکار کر دیا اور کہا "خدا سے ڈر اور اپنی امانت مین اُسی شخص کو حصہ دے جو خدا سے خوف کھانیوالا ہو۔ واللہ مین خداوند پاک کی رضامندی سے بھی بےخطر نہین ہون۔ پھر یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اُسکے غضب سے بےخوف بنجاؤن؟ اگر کوئی موقعہ ایسا آپڑا کہ خود تمپر حکم دینے کی نوبت آئی پھر تمنے مجھکو یہ دہمکی دی کہ یا تو اپنا حکم بدلدو۔ ورنہ مین تجکو دریائے فرات مین غرق کرادونگا۔ تو یقین مان لو کہ مین دریا مین ڈوب مرنیکو پسند کرونگا۔ اور تمہارے حاشیہ کے لوگ اس امر کے محتاج ہین کہ

قاضی اُنکی عزت و حرمت کرے مین بیچارہ اس کام کے قابل نہین ہون لہذا مجھے معاف ہی رکہو"۔ سلاطین کا قاعدہ تہا کہ جس وقت کوئی قاضی مقرر کرتے تو اسکو جامع مسجد مین لیجا کر وہان بہت بڑے مجمع کے سامنے وہ فرمان پڑہکر سناتے جو اُس شخص کے تقرر کی نسبت دربار خلافت یا بارگاہ سلطانی سے صادر ہوتا۔

مصر کے قاضی امام شافعیؒ کا مذہب ظاہر ہونیکے وقت سے اسی مذہب کے پابند ہوا کرتے تہے۔ مگر وہان کے قاضی کو یہ اختیار حاصل ہوتا تہا کہ اپنی رائے کے موافق دوسرے مذہبون کے قاضی بطور نائب کے مقرر کرلے۔ چنانچہ ۳۷۶ھ مین قاضی ابواحمد بن فضل نے چار قاضی اپنی نیابت مین متعین کئے تہے۔ اور یہ سب قاضی چارون مذہبون (حنفیؒ۔ مالکیؒ۔ حنبلیؒ۔ شافعیؒ) کے مطابق علیحدہ علیحدہ فیصلے کیا کرتے تہے۔ اسکے بعد سے یہ قاعدہ "ممالیک" (غلام خاندان حکمران مصر) کے ایام مین بھی برتا جاتا رہا۔

قاضی کا وظیفہ (تنخواہ) حکومتون اور زمانون کے اختلاف کے ساتہہ مختلف ہوتا رہا۔ اس مقام کے علاوہ کسی موقع پر ہم دکہا چکے ہین کہ عمر بن الخطابؓ نے شریحؒ کو بصرہ کا قاضی مقرر کرکے اُنکا وظیفہ سو درہم ماہوار نقد اور خرچ خوراک کے لئے کچہہ مقدار گیہون کے بورون کی قرار دیا تہا۔ خلفائے راشدین کے عہد مین قاضیون کے وظائف اتنے ہی رہے۔ مگر بنی امیہ کے زمانہ مین اُنکی تنخواہون مین ترقی ہوئی اور صرف انہین کے وظائف نہین بڑھے بلکہ فوجی اور ملکی عہدہ دارونکی تنخواہون مین بہی اضافہ کیا گیا۔ عباسیون کا زمانہ آیا تو قاضی مصر کا مشاہرہ تیس دینار قرار پایا۔ سب سے پہلے جس شخص کو اس قدر تنخواہ ملی وہ قاضی "ابن لہیعہ" تھے جنکو خلیفہ منصور نے مقرر کیا تہا اور جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ پہر خلیفہ مامون الرشید کے عہد مین قاضیونکی تنخواہین بہت بڑہ گئین۔ اُن دنون مصر کے قاضی "عطا بن منکدر" کی تنخواہ ۴ ہزار درم یا تقریباً ۲۷۰ دینار تھی جو ایک بیش قرار مشاہرہ ہے۔ شاید خلیفہ مذکور نے اتنی زائد تنخواہ کسی خاص غرض سے مقرر کی ہو۔ کیونکہ اسکے علاوہ خلیفہ نے قاضی مذکور کو ہزار دینار اور بھی بطور انعام دیئے تہے۔ اسکے بیس سال سے کچہہ عرصہ بعد قاضی مصر کا وظیفہ پہر دوبارہ ایک ہزار دینار سالانہ تک گہٹ گیا۔ اور جس شخص نے سب سے پہلے اس وظیفہ کو منظور کیا وہ "بکار بن قتیبہ" تہا جو احمد بن طولون کے عہد (۲۴۵ھ) مین قاضی مصر مقرر ہوا۔ فاطمی حکومت کے دور مین پہر قاضیون کی تنخواہین بڑہنے لگین۔ اُن دنون مین جو شخص قاضی القضاۃ ہوتا تہا اُسکو علاوہ مصارف خانگی سامانِ خورونوش اور تحفہ تحائف کے بارہ سو دینار سالانہ ملا کرتے تہے۔ اور یون معلوم ہوتا ہے کہ ایوبی خاندان کے حکمرانون اور اُنکے بعد آنیوالے حکام کے عہد مین یہ وظیفہ اسی حالت پر قائم رہا۔ +

بغداد کے قاضیون کے وظائف ہمکو معلوم نہین ہوسکے کہ عباسیون کے زمانہ مین کسقدر ملتے تہے۔ مگر ہم نے یہ ضرور دیکھا کہ قضاء کا عہدہ التزام مین داخل ہوگیا تہا جسکی وجہ سے قاضی لوگ قضاء کی آمدنی کو خلیفہ یا سلطان وقت سے ایک مقدار مال کے معاوضہ مین جو وہ ادا کرتے رہتے تہے ضمانت لیتے تہے۔ پہلا شخص جس نے منصب قضاء کی ضمانت کی وہ "عبداللہ بن حسن بن ابی الشوارب" تہا۔ اُس نے معزالدولہ بن بویہ کے عہد ۳۵۰ھ مین اسبات کی ضمانت کی تہی کہ بغداد کا قاضی القضاۃ ہونیکی حیثیت سے وہ ہر سال ۲۰۰۰۰۰ درہم سلطان کو نذر کرتا رہیگا۔ اسکے بعد سے منصب قضاء کی ضمانت کرنا ایک عام بات ہوگئی اور محتسب اور شرطی (پولیس افسر) کی جگہین بھی ضمانت مین دیجانے لگین۔ +

دیوان المظالم

یہ عدالت بھی منصب قضاء کے ماتحت تہی اور جسکو ہم آجکل "مجلس استئناف" (عدالت اپیل) کہتے ہین اُسکے ساتہہ بہت مشابہ تھی۔ اس محکمہ سے اصل غرض یہ تھی کہ لوگون کی جو فریادین قاضیون وغیرہ کے فیصلہ سے ناراضی مین کیجائین۔ اُنکو سنکر داد رسی کیجاسکے۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت مین اسبات کی جانب بہت التفات رکہتے تہے اور لوگون کی فریادین سُننے کیلئے باہم مخالفت کر لیتے تہے۔ جیسا کہ اسلام سے پہلے قریش نے کہا نے لئے کیا تہا۔ یہ واقعہ اسطرح پر ہوا تھا کہ جس وقت قریش کے گہرانے مین سردارونکی کثرت اور باہم کشمکش اور ایک دوسرے پر غالب آ جانیکی کوشش مین زیادتی ہوئی تو اُنکے ظلمون (گہرانون) نے باہم جمع ہوکر اسبات پر ایک حلف اُٹہایا کہ ظلمون کو رد کرین اور ظالم سے مظلوم کا انصاف دلائین۔ اسی حلف کا نام "حلف الفضول" مشہور ہے۔ جو مکہ مین کیا گیا تہا اور اُس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال کی تہی اس اقرار کا موضوع یہ تہا کہ شہر مکہ مین جس شخص پر ظلم ہو اُسکا انصاف کردین اور حق دلادین۔ خلفائے اربعہ مین سے کسی نے مظالم (فریادین) سُننے کیلئے کبھی اجلاس نہین کیا۔ اسلئے کہ اسلام کے صدر اول مین لوگونکی یہ حالت تہی کہ خود اُنکو انصاف پسندی حق بات کی جانب کھینچتی تہی یا وعظ و نصیحت اُنکو ظلم سے مانع آتا تہا۔ مگر علی رض کو اس قسم کا اجلاس کرنے کی ضرورت پیش آئی تہی۔ کہ وہ زبردست لوگون کے ظلمون پر خیال کرین۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی تہی کہ اس کام کی نوعیت اُس زمانہ مین ایسی نہ تھی جیسی اُنکے بعد ہوگئی۔ علاوہ اسکے یہ بات بھی تہی کہ اُنہون نے فریادین سُننے کیلئے کوئی دن یا گھنٹہ مقرر نہین کیا تہا۔ بلکہ جس وقت کوئی شخص فریاد لیکر آجاتا فوراً اُسکا انصاف کردیتے تہے۔ مگر زمانہ مابعد مین فریادیون کی باتین سُننے اور اُنکے قصون کا تصفیہ کرنیکے لئے ایک خاص دن مقرر کردیا گیا جس شخص نے سب سے پہلے اس قسم کا تعین کیا وہ عبدالملک بن مروان اموی تہا۔ لیکن اُسکی حالت

یہ تھی کہ جس وقت اس کام مین اُسے کوئی مشکل پیش آجاتی اور یہ ضرورت پڑتی کہ کسی کو اُس معاملہ مین حکم بنائے تو وہ مقدمہ اپنے قاضی "ابن ادریس ازدی" کے سپرد کر دیا کرتا تھا گویا کہ ابن ادریس کام کرتا تھا اور عبد الملک صرف حکم سنا دیا کرتا۔ اور جس شخص نے پہلے پہل بذات خاص لوگون کی فریادین سُننے کا کام انجام دیا وہ مشہور عادل خلیفہ عمر بن عبد العزیز اموی تھے۔ اُنکے بعد سے عباسی حکومت کے آغاز تک پھر یہ دستور متروک رہا۔ البتہ فرمانروایان بنو عباس نے اسکو دوبارہ جاری کیا چنانچہ عباسیون مین سے ابتداءً خلیفہ مہدی۔ پھر خلیفہ ہادی پھر رشید اور اسکے بعد مامون نے سماعت مظالم کیلئے اجلاس کیئے اور عباسی خاندان مین سب سے آخر مین جس حکمران نے یہ فرض انجام دیا وہ مہتدی بالله محمد بن الواثق تھا۔ خلفاء اس اجلاس مین بڑے بڑے معزز لوگون مثلاً گورنرون اور عاملون اور خراج وصول کرنیوالون کے ہاتھ سے عام رعایا پر جو زیادتیان ہوجاتی تھین اُنکی شکایتین سُنکر انصاف کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگون مین جنکی شکایت خلفاء کے پاس کیجاتی تھی۔ دفتر دیکھنے والے اور خود خلفاء کی اولاد بھی داخل تھی۔ یہ لوگ عام رعایا کے وظایف جاری کرنے مین اُنکو دق کرتے یا زبردستی کسی کا مال اڑا لیتے۔ زمین غصب کر لیتے۔ تو وہ مظلوم شخص خلیفہ کے پاس جاکر فریادی ہوتا تھا۔ قاضی لوگ معاملات کا فیصلہ کرنے مین کسی قسم کی زیادتی یا کمی سے کام لیتے تو اسکا مرافعہ بھی خلفاء کے حضور مین کیا جاتا۔ یا جو شخص خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا کسی پر ظلم کرتا تو ان سبھون کی فریادین دربار خلافت مین پیش ہوتی تھین اور اُنپر مناسب منصفانہ احکام صادر ہونے تھے۔ اس بات پر نظر کر نیسے خیال کیا جاسکتا ہے کہ دیوان المظالم کا دائرہ عدالت اپیل کی حدود سے بہت زیادہ وسیع تھا اور اس عدالت کی طاقت و قوت سب سے بالاتر تھی۔ نیز اسکے احکام بہت جلد نافذ ہوجاتے تھے۔ اس طرح سے جن استغاثون کو سُنا گیا ہے اور لوگون کی دادرسی کیگئی ہے اُسکی ایک مثال خلیفہ عمر بن عبد العزیز اموی کا یہ قصہ ہے کہ وہ ایک دن نماز پڑھنے کو جارہے تھے یکایک راہ مین ایک یمن کا رہنے والا شخص اُنکے روبرو آکر فریادی ہوا۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ "تجھکو کیا شکایت ہے؟" اُس نے عرض کی "ولید بن عبد الملک نے میری اراضی غصب کر لی ہے"۔ عمر بن عبد العزیز نے یہ سُنتے ہی حکم دیا۔ "مزاحم سے کہو کہ وہ صوافی کا رجسٹر میرے پاس لے آئے"۔ رجسٹر مین دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُس مین لکھا ہے "عبد الله بن ولید بن عبد الملک نے فلان شخص کی زمین ضبط کر لی ہے"۔ یہ بات معلوم کر کے خلیفہ نے حکم دیا کہ "اس ضبطی کو دفتر سے نکالدو اور ولید بن عبد الملک کو فرمان لکھدو کہ اسکی اراضی اسے واپس دینے کے علاوہ جو اسکا وظیفہ مقرر تھا اُسے دُگنا کر دے"۔ +

مامون کا ذکر ہے کہ وہ شنبہ کے دن دربار عدالت منعقد کیا کرتا تہا۔ ایک دن وہ اسی دربار سے اُٹھکر چلا ہی تہا کہ ایک عورت میلے کچیلے کپڑے پہنے اُسکو ملی اور فریاد کرنے لگی کہ آپکے فرزند عباس نے مجھپر ظلم کیا ہے۔ خلیفہ نے اپنے بیٹے کو اُسکے برابر کہڑا کرکے اُسکا انصاف کر دیا اور اوسکی شکایت دور کردی۔ خلیفہ مہتدی کے بعد عباسی خلفاء مین سے پہر کسی خلیفہ نے بذات خاص مظالم کا فیصلہ کرنیکے لئے اجلاس نہین کیا بلکہ اکثر یہ خدمت اپنے وزراء کے حوالے کر دیا کرتے تہے جس طرح مامون نے اپنے وزیر یحیی بن اکثم کو اور معتصم نے احمد بن ابی داؤد کو یہ خدمت سپرد کر دی تہی۔ اور اسکے بعد جب کہ عباسی خلفاء پر سلاطین کا غلبہ ہوگیا تو وہ لوگ اس کام کو انجام دینے لگے۔

ملک مصر مین جس شخص نے سب سے پہلے مظالم کے بارہ مین نظر کی وہ احمد بن طولون تہا۔ جبکہ وہ ۲۵۵ھ مین مصر کا مستقل حکمران بنگیا تو ہفتہ مین دو دن اس غرض کیلئے دربار کیا کرتا تہا۔ احمد بن طولون کے بعد اُسکے جانشین حکمرانون نے اس فرض کے ادا کرنیوالے عہدہ دار مامور کئے یہانتک کہ فاطمی خاندان کے حکمرانون نے ملک مصر کو فتح کرلیا اور شہر "قاہرہ" تعمیر کرایا۔ "قاہرہ" کی تعمیر کے بعد فاطمی خاندان کے حکام بہت سرگرمی سے اس صیغہ کیجانب متوجہ رہے۔ اُن مین سے پہلا حاکم جس نے یہ کام انجام دیا وہ فاطمیون کا مشہور جنرل "جوہر" فاتح مصر تہا۔ وہ فریادیون کی درخواستون پر خاص اپنے ہاتہہ سے حکم لکہتا اور دستخط کیا کرتا تہا۔ مگر جوہر کے بعد والے خلفاء نے یہ خدمت قاضی القضاۃ یا بعض اور بڑے بڑے ملکی عہدہ دارون کے سپرد کرنی شروع کردی۔ فاطمین کی حکومت کمزور ہونیسے جب اُن کے وزیر لوگ حکومت کے کاروبار مین خودسری برتنے لگے۔ تو مظالم کا صیغہ بھی اُنہین کے قابو مین آگیا۔ چنانچہ اس بارہ مین فاطمی خاندان کے وزیرون مین سے "امیر الجیوش" بہت مشہور گزرا ہے۔ وہ بذات خاص مستغاثون کی سماعت کے لئے اجلاس کرتا تہا اور اُسکے بعد آنیوالے جانشینون نے بہی اُسی کی پیروی کی۔ اُن وزیرونکا دستور تہا کہ دربار کے دروازہ پر ایک منادی مقرر کردیتے جو آواز دیا کرتا تہا کہ "فریادیو! چلو اور اپنی درخواستین گزرانو"۔ یہ صدا سنکر وہ لوگ حاضر ہو جاتے اور وزیر اُنکے ساتہہ انصاف کئے جانیکا حکم دیدیتا۔

دار العدل

حکومت مصر جب ایوبی سلاطین کے گہرانے مین آئی تو اُنہون نے سماعت مظالم کے لئے ایک خاص مکان بنوادیا۔ اور اُسکا نام "دار العدل" رکہا۔ ایوبی سلاطین سے پہلے دمشق کے حکمران ملک عادل نور الدین زنگی نے بہی ایک اسی قسم کا دار العدل بنوایا تہا اور یہ سلطان بہی ایوبیون کی طرح کردی نژاد تہا۔ ایوبی سلاطین دار العدل مین صرف مظلومون کی دادرسی کی غرض سے اجلاس کیا کرتے تہے۔

غلام سلاطین بھی ایوبیون کے بعد اسی طریقہ پر چلتے رہے۔ ایوبی خاندان کے حکمرانون اور غلام خاندان کے سلطانون کو لوگون کا انصاف کرنے مین بہت بڑی توجہ تھی وہ لوگ اپنے اُس اجلاس کا بھی بہت احترام کرتے تھے جسمین دادرسی کے لئے جلوس فرماتے۔ تخت سلطنت کو خالی چھوڑکر اُسی کے برابر ایک کرسی پر جلوس فرما ہوتے تاکہ اُن کے پیر زمین سے ملے رہین، چار دن مذہبون کے قاضی القضاۃ اُنکے داہنے ہاتھ کی جانب بیٹھتے اور بیت المال کا وکیل یا اَور لوگ جو دوسرے عہدون پر مامور ہوتے اور حرس (سنتریون کا دستہ) اور خاص درباری لوگ سلطان کے روبرو ایستادہ ہوتے۔ انہین لوگون مین ایک شخص بھی ہوتا جو دادخواہون کی عرضیان پڑھکر سلطان کو سُناتا جاتا۔ اور سلطان قاضیون اور فوجی سردارون سے جس چیز مین کچھہ کہنا سُننا ہوتا۔ کہتا سُنتا۔ اور آخر مین اپنی رائے سے فیصلہ کر دیتا۔

مسلمان سلاطین او امرا اپنی رعایا کے مظالم سُننے مین نہایت توجہ کیا کرتے تھے اور انکی شکایتون کے رفع کرنے مین پوری کوشش سے کام لیتے خواہ انکے اپنے ہی بیٹون نے لوگون پر ظلم کیا ہو۔ اسلامی تاریخ مین ایسے واقعات کی بہت سی مثالین موجود ہین۔ رعایا کو بھی اس بات کی عادت پڑگئی تھی کہ مقررہ دنون مین اپنی شکایتین اپنے خلفاء اور سلاطین کے حضور مین گذرانین۔ وہ لوگ اسے ایک ضروری فرض خیال کرتے تھے۔ اسی لئے اگر ایک دن یا کئی دن تک خلیفہ اجلاس عدالت نہ کرتا تو وہ رنجیدہ اور بددل ہوجاتے تھے۔ بعض خلفاء کا یہ طریقہ تھا کہ وہ شکایتون کی سماعت کو کئی حصون مین تقسیم کر دیتے تھے۔ کوئی فوجی لوگون کی شکایتین سُننے کے لئے مخصوص ہوتا۔ اور کوئی عاملون کی بداطواریان معلوم کرنیکے لئے۔ علیٰ ہذا ہر صیغہ کے افسرون کی شکایتین باری باری سُنی جاتی تھین۔

حسبہ

یہ بھی ایک دینی خدمت اور قضاء کی اقسام مین سے ہے۔ صیغہ حسبہ کا عہدہ دار یعنی محتسب نامشروع باتون اور حرام چیزون کا سُراغ لگایا کرتا تھا اور انکے مرتکبون اور استعمال کرنے والون کو واجبی سزا اور تنبیہہ کیا کرتا تھا۔ محتسب کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ اہل شہر کو عام مصلحتون کا پابند بنائے مثلاً راستون کے تنگ کرنیسے لوگون کو روکے اور جہازون اور مزدورون پر زیادہ بوجھہ لادنے سے منع کرے۔ جن لوگون کے مکانات گرنے کے قریب ہوگئے ہون اُنکو ہدایت کرے کہ وہ بنظر حفظ ماتقدم اُن مکانونکو منہدم کردین تاکہ راستہ چلنے والونکو اُنکے اچانک گرنے سے کوئی ضرر نہ پہونچے۔ اگر مکتبون کے معلم شاگردونکو بہت مارین تو اُنکے ہاتہون پر لکڑیان لگائے۔ محتسب کو کھوٹی چیزون کے پرکھنے اور ضروریات زندگی کے

اور بنادٹ کرنیوالون یا نقص شدہ پیشہ وارون کو سزا دینے کا بھی اختیار تھا۔ وہ باٹون اور پیمانون کو بھی جانچتا رہتا تھا۔ غرضکہ جو امور آجکل (میونسپلٹی) کے فرائض مین داخل ہین وہ سب محتسب کو حاصل تھے۔ جن باتون کا ہم نے ذکر کیا ہے درحقیقت وہ قاضی کے فرائض مین داخل ہونی چاہیئن تہین لیکن اُنہون نے قاضی کو بذات خاص ایسی باتون کی تلاش و جستجو سے بچانیکے لیئے یہ ایک مستقل عہدہ نکال دیا تھا۔ اسکے علاوہ اکثر حالتون مین جبکہ ملک مصر مین بنی فاطمہ کی سلطنت تھی تو یہ عہدہ بھی قضا کے اعمال مین داخل ہوچکا تھا۔ اور اندلس کے اموی حکمرانون نے بھی یہی طریقہ برتا تھا۔ مگر جبکہ سلطان کا منصب خلافت سے علیحدہ ہوگیا اور انتظامی معاملات کی عام نگرانی اُسکے قابو مین آگئی تو یہ محتسب کا وظیفہ ولایت (گورنری) کی خدمات مین داخل ہوگیا۔

محتسب کا عہدہ کسی مسلمان وجیہہ شخص کے سوا اور کو نہ ملتا تھا کیونکہ یہ ایک دینی خدمت تھی۔ صیغہ احتساب کا افسر تمام اطراف ملک مین اور صوبون مین اپنی جانب سے نائبون کا تقرر کیا کرتا تھا اور اسکا اجلاس جامع مسجد مین ہر روز ہوا کرتا تھا۔ اُسکے نائب پیشہ ورون اور تاجرون کے ہان گشت لگایا کرتے تھے۔ جو محتسب کہ ملک مصر مین تھا وہ ایک ایک دن باری باری قاہرہ اور فسطاط کی جامع مسجدون مین اجلاس کرتا اور اپنے نائبون کو ہر گلی کوچے مین اس غرض سے بھیجا کرتا تھا کہ وہ گوشت۔ اور پکی ہوئی چیزونکی جانچ کرین۔ باربرداری کے جانور رکھنے والونکی نگرانی رکھین کہ وہ اپنے لیے زیادہ نقصان دہ نہ ہون۔ یا انکی طاقت سے زیادہ بوجھہ نہ لادنے پائین۔ سقون کو حکم دین کہ وہ اپنی مشکون کو تھیلون سے ڈہانک کر رکھین۔ نیز سقون کے واسطے ایک پیمانہ بھی مقرر تھا جسکی مقدار (۲۴) ڈول تھی۔ اور ہر ڈول چالیس رطل کا ہوتا تھا۔ انکو یہ بھی حکم تھا کہ نیلے رنگ کے چھوٹے چھوٹے پاجامے پہنا کرین جو انکے ستر عورت کو بخوبی چھپائے رہین۔ یہی محتسب کے نائب مکاتب کے اُستادون کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ بچون کو سخت سزائے جسمانی نہ دین۔ اور انہین اس طرح نہ مارین کہ کہین بیجا چوٹ لگنے سے وہ مرجانیکے قریب ہوجائین۔ اسی طرح عام معلمون کو بھی حکم سنا دیا جاتا تھا کہ وہ بچون کو ذرا احتیاط سے سزا دیا کرین۔ جو شخص بدمعاملہ ہوتا اُسکو بدی سے روکتے اور باٹون اور پیمانون کو جانچتے۔ محتسب کو کسوٹی گھر مین بھی جانچ کرنیکا اختیار ہوتا تھا۔

اُندلس مین اس عہدہ کا نام "خطۃ الاحتساب" تھا۔ اور اسکا متولی ایک قاضی ہوتا تھا۔ اس ملک مین دستور تھا کہ جو قاضی محتسب ہوتا وہ خود سوار ہوکر بازارون مین گزرتا اُسکے ماتحت سپاہی ہمراہ ہوتے اور ایک سپاہی کے ہاتھ مین وہ ترازو رہتی جس سے بازاری روٹیون کا کم و بیش وزن جانچا جاتا تھا۔ اسی طرح گوشت کا بہاؤ بھی ایک کاغذ پر لکھا رہتا تھا۔ قصاب کی مجال کیا تھی کہ مقررہ نرخ سے کم و بیش دے سکے

اگر وہ بددیانتی کرتا تو چھپ نہ سکتی تھی۔ کیونکہ محتسب کسی چھوٹے بچہ کو قصاب کے پاس گوشت خریدنے بھیجتا اور جب وہ گوشت لے آتا تو اُسے تولکر دیکھتا کہ کم تو نہیں دیا۔ اگر کم نکلتا تو اسی پر اندازہ کر لیتا کہ گاہکون سے یہ ایسا ہی معاملہ کرتا ہوگا۔ محتسب لوگونکے احتساب کے اوضاع مین کچھہ خاص قوانین ہی تھے جنکو وہ اُسی طرح پڑہتے اور مشق کرتے تھے جس طرح فقہا راحکام فقہ کا درس دیتے ہین۔

شرطہ یعنی (پولیس) شرطہ کا محکمہ بھی اصل مین فقہا کے تابع تہا کیونکہ اس شرطہ سے مراد یہ تھی کہ قاضیون کے احکام نافذ کئے جائین۔ ثبوت جرایم سے پہلے عبرت کے لیئے سزاؤن کا تقرر۔ اور جو شخص جرایم کے ارتکاب سے باز نہ رہے اُسے سزا دینا یا تادیب کرنا وغیرہ بھی اسی صیغہ کے ذریعہ سے عمل مین آسکے۔ اس لحاظ سے شرطہ کا محکمہ قضاء کا خادم تہا اور ملزمون پر جرم ثابت کرنے مین قاضی کی امداد کیا کرتا اور حکومت کو اُسکے احکام نافذ کرنے مین مدد دیتا تہا۔ شرطہ کا افسر زنا۔ اور استعمال مسکرات پر حد شرعی بھی قایم کیا کرتا تہا اور اسکے علاوہ بہت سے ایسے امور شرعی کو بھی انجام دیا کرتا تہا جنکے لیئے قاضی کا اجلاس کہلا رہتا تہا۔ اسکے بعد عباسی۔ اُندلس کی اموی۔ اور مصر کی فاطمی حکومتون مین جرایم کی سماعت اور اُنکا فیصلہ اور حدود شرعی کا اجراء محکمہ شرطہ کے افسر کا فرض قرار پاکر قاضی کے حدود اختیارات سے نکال لیا گیا۔ اور اس منصب کو بڑے بڑے سردارون اور خاصہ کے لوگون مین سے ذی عزت اشخاص کیلئے مخصوص کردیا گیا۔ اُندلس مین شرطہ کی دو شاخین کردی گئی تہین۔ شرطہ صغریٰ۔ اور شرطہ کبریٰ۔ شرطہ کبریٰ کا محکمہ خاص لوگون۔ سرداران قوم اور اہل مراتب سلطانی کے حلقہ مین اپنے اختیارات برتتا تہا۔ اور استغاثون مین شاہی خاندان کے لوگون اور ذی مرتبہ نوابون اور امیرون کو گرفتار کرنا۔ سزا دینا اسی محکمہ کے سپرد تہا۔ شرطہ صغریٰ۔ عام رعایا اور معمولی لوگون کے معاملات کا نگران رہتا تہا۔ شرطہ کبریٰ کے اعلیٰ افسر کے لئے سلطانی دربار کے دروازہ پر کرسی بچھتی تہی۔ اور اوسکے ماتحت لوگ بھی وہین اُسکے روبرو اپنے اپنے قرینہ سے بیٹھتے تھے۔ اور بلا اُسکے حکم کے کوئی کام نہ کرتے تہے۔ اس افسر کی ولائیت (عہدہ) وزارت یا حجابت کا ایک زیور خیال کیجاتی تھی۔

مملکت اُندلس مین صاحب الشرطہ کا نام حاکم شہر یا صاحب اللیل بھی تہا۔ سلاطین کے عہد حکومت مین صاحب شرطہ کو "والی" اور افریقیہ کی گورنمنٹون مین "حاکم" کہتے تہے۔ اصل یہ ہے کہ شرطہ کا وجود عہدہ قضاء کے ساتھ ساتھ تہا۔ مگر بنی امیہ کے عہد حکومت مین وہ ایک علیحدہ صیغہ یا ممتاز عہدہ بنگیا۔ اس سے قبل وہ قضاء کے ماتحت تہا۔

دیوان الانشار

کتابت ایامِ جاہلیت مین بہت تہوڑے اہل عرب لکہنے سے واقفیت رکہتے تہے۔ اُنکی کتابت عربی حروف مین نہ ہوتی تہی جو اندنون مروج ہین۔ بلکہ وہ عبرانی خط مین لکہتے تہے۔ جسے اُنہون نے آداب معاشرت وغیرہ کے سلسلہ مین اہل یہود سے اقتباس کرلیا تہا جس شخص نے عبرانی خط مین عربی عبارت تحریر کی۔ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زوجہ بی بی خدیجہؓ کا مامون زاد بہائی ورقہ بن نوفل تہا۔ یا بعض اہل عرب نبطی خط مین لکہتے تہے۔ جسے اُنہون نے اُن نبطیون سے سیکہا تہا جو پہلی دوسری عیسوی صدیوں مین رومن قوم کے ظلم سے دق ہوکر ملک عرب مین بہاگ آئے اور آباد ہوگئے تہے۔ ہمارے خیال مین یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ عربی خط اُس نبطی خط سے نکلا ہے جسکی نقل ہمنے اس کتاب کے شروع مین دی ہے اُس خط اور عربی خطِ نسخ کی طرز و انداز مین ایک قسم کا تشابہ بہی پایا جاتا ہے۔ کوفی خط کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ وہ "اسطرنجیلی" طرز تحریر سے نکلا ہے جو سریانی اور کلدانی اقوام عراق اپنی تحریر مین استعمال کیا کرتی تہین۔ اہل عرب نے جس وقت شروع مین اُس خط کو اپنی لغت کی تحریر مین استعمال کیا تو اُسکی کشش اور روش مین کچہہ تبدیلی پیدا ہوگئی اور رفتہ رفتہ اُسکی یہ صورت ہوگئی جو آج موجود ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید یون اور بہی ہوجائیگی کہ وہ ملک عراق کا خط ہے اور اُسکا یہ نام اسلام کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ کوفہ اُن شہرون مین سے ایک مشہور شہر ہے جنکو مسلمانون نے ملک عراق مین بسایا ہے۔ جب مذہب اسلام کا ظہور ہوا ہے اُن دنون عربی خط مین لکہنے والے بہت تہوڑے آدمی تہے اور وہ سب نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے صحابی تہے۔ اُن مین عمرؓ بن الخطاب علی بن ابی طالبؓ۔ طلحہؓ۔ عثمانؓ۔ ابوسفیانؓ اور اُنکے دونون بیٹے معاویہؓ اور یزید وغیرہ سب شامل ہین۔ علیؓ عثمانؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ اور عبداللہ بن ارقم اُن لوگون مین سے تہے جنہون نے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی خدمت مین محرری کا کام انجام دیا ہے کیونکہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے لکہا پڑہا کچہہ نہ تہا۔ اِن ہی لوگون نے اُن کے حکم سے قرآن شریف کی سورتین اور وہ خطوط تحریر کئے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہانِ روے زمین کے نام دعوت اسلام کی غرض سے ارسال فرمائے تہے۔ بعض وہ اصحاب جو لکہنے سے واقف تہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی ضرورتون مین محرری کا کام کرتے تہے۔ اور بعض لوگ اہل مدینہ کے خطوط و حسابات تحریر کیا کرتے تہے

کچھہ لوگ اس قسم کے تھے جو قوم کے بانیون اور قبیلون اور انصار کے گھرانون کے مردون اور عورتون مین کتابت کرتے رہتے۔ ابوبکر رضہ کی خلافت ہوئی تو عثمان بن عفان رضہ اُنکے منشی تھے۔ اور عاملون اور فوج کے سردارون کو خطوط لکھا کرتے تھے اُسی وقت سے محرری بھی مناصب حکومت مین سے ایک ایسا منصب ہوگیا جو کسی حالت مین بغیر ہوئے نہ رہتا تھا۔ عمر رضہ کے دور خلافت کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے اُنکے کاتب (میر منشی) زید بن ثابت رضہ تھے۔ اور انکے بعد اور لوگ۔ پھر جب بہت سے شہر فتح اور دفاتر مرتب ہوگئے تو عمر رضہ نے ہر ایک ولایت مین ایک ایک محرر مقرر فرما دیا جو اُس ولایت کے دفتر مین تحریر کا کام کیا کرتا تھا۔ ابتدا مین یہہ محرر فوجی دفتر اور بیت المال کا حساب لکھا کرتے تھے۔ عثمان رضہ اور علی رضہ کے عہد تک جنکے بعد سے خلفاء راشدین کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا ایک ہی محرر ہوا کرتا تھا جو فوجی عطیات کا حساب دفترون مین درج کرتا اور انکے نام رجسٹرون مین مرتب کرتا اور اسکے ساتھہ ہی خطوط و فرامین بھی لکھا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات دو بھی ہوگئے جن مین سے ایک شخص بیت المال کا حساب لکھنے پر مامور ہوتا تھا۔ خلافت کا عہدہ بنو امیہ کے قابو مین آیا اور کاروبار حکومت بڑہے تو کاتبون کی تعداد مین بھی اضافہ ہوا۔ اور کتابت کی پانچ قسمین بنگئین۔ ۱۔ عاملون۔ امیرون اور بادشاہون وغیرہ کے نام خطوط اور فرمان لکھنے والا منشی۔ ۲۔ محرر خراج جو خراج کے دخل خارج کا حساب مرتب کرتا تھا۔ ۳۔ فوجی دفتر کا محرر۔ اسکا فرض یہ تھا کہ فوجی سپاہیون کے نام۔ اُنکے چہرے مہرے (حلیئے)۔ اُنکے درجے اور اُنکی تنخواہین یا وظیفے اور اسلحہ وغیرہ کے اخراجات سب لکھا کرتا تھا۔ ۴۔ محکمہ شرطہ کا محرر۔ یہ عقود (اقرارنامون) اور خون بہاؤن وغیرہ کے معاہدات اور بیانات لکھتا تھا۔ ۵۔ قاضی کا محرر جو شرطون اور احکام کو قلمبند کیا کرتا تھا۔

دیوان الانشار

جسکو ہم آجکل کے سکریٹریٹ آفس سے مشابہ کہہ سکتے ہین۔ اس دفتر مین متعدد اقسام کے انشا پرداز (منشی) ملازم رہتے تھے۔ شاہی خطوط اور فرمانون کا لکھنے والا سب سے مقدم ہوتا تھا اور اسکو کاتب السر (رازنویس) بھی کہتے تھے۔ یہ شخص خلیفہ کا دست و بازو اسکا پرائیویٹ سکریٹری اور اسکے اہم رازون کا امانتدار رہتا تھا جس طرح ابی بکر صدیق رضہ کے میر منشی عمر رضہ۔ اور عمر رضہ کے "کاتب السر" عثمان رضہ تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور مین خلفاء نے اس منصب کے نازک فرایض کو ملحوظ رکھکر اسے سوا اپنے مخصوص لوگون یا نہایت قریبی عزیزون کے کسی اور شخص کے حوالہ نہین کیا۔ اور بنی عباس کے عہد تک اس امر کا خیال برابر قایم رہا۔ ابتدائی حکومت بنی عباس کے کاتب خلیفہ سے اجازت لینی یا اُسکے احکام کو مناسب طرز سے لکھنے مین خیانت برتنے لگے تھے۔ اسلئے آگے چلکر خلفاء عباسیہ نے یہ خدمت بھی وزیرون کے سپرد کردی مگر

وزیر اپنے ہاتھ سے رقعے اور خطوط نہین لکھتا تھا۔ بلکہ وہ اُنپر صرف دستخط کر دیا کرتا تھا جس طرح آجکل پرائیویٹ سکریٹری کیا کرتا ہے اور وزیر دستخط کر دیتا ہے۔ عباسی خلفا ان کے وزیرون مین سب سے پہلے جس شخص نے فرمانون اور خطوط پر دستخط کیے وہ جعفر بن یحیی برمکی تھا جب خلیفہ رشید نے تمام کاروبار حکومت اسکے قبضہ اختیار مین دیدیئے تو جس وقت کوئی شخص کوئی درخواست یا عرضی پیش کرتا تو یحیی اپنے ہاتھ سے حکم لکھدیتا اور یحیی کے بعد جس قدر وزیر ہوئے وہ سب رقعون اور درخواستون پر حکم لکھتے تھے۔ اور یہ بہت کم ہوا ہے کہ کوئی وزیر علیحدہ طور پر صرف "دیوان السر" یا "دیوان الرسائل" یا "الانشاء" کی خدمت پر مامور ہوا ہو۔

بنی عباس کے آخر عہد خلافت مین کتابت ایک مستقل عہدہ ہو گیا۔ اور وزیرون کے علاوہ اس صیغہ کا ایک جداگانہ افسر متعین ہونے لگا۔ یہ عہدہ دار زیادہ تر مصر مین رہتے اور دار الانشاء کے محرر کہلاتے تھے۔ انکا افسر دیوان الانشاء یا صاحب دیوان الانشاء یا کاتب السر کہلاتا تھا۔ اور اُسے "دیوان العزیز" بھی کہتے تھے یہی افسر خلفاء کی جانب سے ہمعصر شاہان ممالک غیر کے نام خطوط لکھا کرتا تھا جسکی نظیر اندنون مین "نظارت خارجیہ" یا "باب العالی" ہے

توقیع

دوائر حکومت اسلامیہ مین آجکل توقیع سے دستخط مراد لیجاتی ہے۔ مگر خلفاء کے عہد مین اس سے وہ عبارت مفہوم ہوتی تھی جو خلفاء درخواستون یا استغاثون پر اپنے قلم سے لکھا کرتے تھے جو کسی امر کی طلب یا شکایت سے متعلق انکے حضور مین پیش ہوا کرتے تھے خلیفہ اُن کاغذون پر کوئی ایسی عبارت لکھدیا کرتا جسکا اجراء لازم ہوتا یا جو مضمون درخواست کا جواب ہوتی جسکی مثال مین ہم مصری حکومت کی "تاشیر" یا "تسلیم" کو پیش کر سکتے ہین۔ توقیع دیوان الانشاء کے افسر کا خاص فرض تھا۔ یا وہ شخص اس کام کو انجام دیتا تھا جو مخصوص طور پر اسکے لئے مامور ہوتا۔ فصل مقدمات کے وقت اور مجالس فرمانروائی مین کاتب (منشی) ہمیشہ خلیفہ یا سلطان کے روبرو حاضر رہتا تھا۔ اور خلیفہ عرضداشتون اور رقعون کو دیکھہ دیکھکر اُسے اس غرض سے دیتا جاتا تھا کہ وہ انپر توقیع یعنی حکم تحریر کرتا جائے۔ اور منشی اپنے امکان بھر نہایت بلیغ عبارتون مین اُنپر احکام لکھتا جاتا تھا۔ توقیع کے واسطے اہل بلاغت اور اُستادان سخن کی کوئی عمدہ کتاب بطور نمونہ مقرر ہوتی تھی جس سے عبارت کا مقابلہ اور اُسکی درستی یا نادرستی کا اندازہ کیا جاتا تھا جعفر بن یحیی کا قاعدہ تھا کہ وہ خلیفہ رشید عباسی کے حضور مین بیٹھکر تمام درخواستون پر توقیع کرتا۔ اور اونکو انکے پیش کرنیوالون کی طرف پھینکتا جاتا تھا۔ اور باوجود اس قدر عجلت سے جواب دینے کے اُسکی توقیع کی عبارتین اسالیب بلاغت اور تحصیل فنون مین بڑے بڑے بلیغ لوگون کو نیچا دکھاتی تھین یہانتک کہ اُن عبارتون کی وجہ سے لوگون کا بیان ہے کہ جعفر کی توقیع کی ہوئی درخواستین ایک ایک دینار کو بکا کرتی تھین۔

صدر اسلام مین خلفاء بذات خاص درخواستون اور استغاثون پر توقیع کیا کرتے تھے، یا اپنے منشیون کو اُن کے
مکمل اور مرتب کرنیکا حکم دیتے تھے۔ اُنکی توقیعات مین اکثر کوئی آیت، حدیث، یا مشہور حکمت کا اقتباس ہوتا تھا
ورنہ کوئی ایسا شعر جسکے معانی حکمت آمیز ہوتے تھے۔ اسکی ایک مثال یہ ہے کہ "سعید بن ابی وقاص" عراق کے عامل نے
عمر بن الخطاب رض کو ایک تحریر اس غرض سے بھیجی کہ اُن سے ایک مکان بنوانیکی اجازت لیے۔ عمر رض نے اُسی تحریر کے نیچے
یون جواب لکھدیا "ابن ما یکنك من الهواجر واذی المطر" یعنی ایسا مکان بنالو جو تمکو مینہ اور آندھی
وغیرہ کی تکلیفون سے پناہ دیسکے۔ نیز عمر رض نے اپنے عامل عمرو بن العاص کو جو حاکم مصر تھے اُن کے ایک خط کے جواب
مین یون لکھا تھا "کن لرعیتك کما تحب ان یکون لك امیرك" یعنی اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو
جیسا کہ اپنے امیر سے اپنے واسطے چاہتے ہو۔ کچھ لوگون نے عثمان بن عفان رض سے مروان بن حکم کے کسی حکم پر
شکایت کی۔ عثمان رض نے اس درخواست پر تحریر فرمایا "فان عصوك فقل انی بریء مما تعملون" یعنی پھر
بھی اگر وہ لوگ تیری بات نہ مانین تو اُنسے کہدے کہ مین تمہارے معاملہ سے الگ ہون۔ اور اسکے بعد وہ درخواست
مروان کے پاس بھیجوا دی۔ حضرت علی بن ابیطالب رض کی توقیعین مشہور ہین جن مین سے ایک عبارت یہ ہے جو اُنہون
نے اپنے فرزند "حسن" کے خط کے جواب مین لکھی تھی "رای شیخ خیر من جلد غلام" یعنی ایک بڈھے
کی رائے نوجوان لڑکے کی جوانمردی سے بہتر ہے۔ ایکبار سلمان فارسی رض نے علی رض کو لکھکر دریافت کیا کہ قیامت
مین لوگون سے حساب کیونکر لیا جائیگا؟ علی رض نے اُسی رقعہ پر لکھدیا "یحاسبون کما یرزقون" (جیسے رزق دیا
جاتا ہے ایسے ہی حساب لیا جائیگا) معاویہ بن ابی سفیان رض کی توقیعین حسب ذیل ہین۔ عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہ رض
سے بذریعہ تحریر درخواست کی کہ وہ اُنکے لئے "طائف" کی آمدنی مین سے کچھ مال مدخرچ کو مقرر کردین۔ معاویہ رض نے
اُسی کاغذ پر یہ حکم لکھدیا "عش رجبا تر عجبا" (یعنی رجب تک زندہ رہو تو پھر نتیجہ دیکھ لوگے)۔ زیاد بن ابیہ نے
معاویہ رض کو اس امر کی اطلاع دی کہ "عبداللہ بن عباس" تمہاری خلافت مین طعنہ زنی کرتے ہین اور اسکو برا
سمجھتے ہین۔ اسکے جواب مین معاویہ رض نے یون لکھا "ان ابا سفیان وابا الفضل کانا فی الجاهلیة فی مسلاخ
واحد وذلك حلف لا یحله سوء رایك" (یعنی ابوسفیان اور ابوالفضل زمانہ جاہلیت مین ہم مشرب تھے
اور یہ ایک ایسی قسم ہے جسے تمہاری بدخیالی نہین توڑسکتی۔) عبدالملک بن مروان نے اُس تحریر پر جو حجاج بن یوسف
عامل عراق نے اُسے بھیجی تھی اور اُس مین یہ لکھا تھا کہ اہل عراق بہت سرکشی کرتے ہین اگر اجازت ہو تو اُن کے
چند اشراف کو قتل کردیا جائے۔ یہ جواب لکھا تھا "ان من یمن السائس ان یتألف به المختلفون ومن شوم

ان مختلف المؤتلفون" (سیاست والے کی برکت یہ ہے کہ وہ پراگندہ (جماعت) کو اکٹھا کردے - اور اسکی بدقسمتی یہ ہے کہ اکٹھون کو علیحدہ علیحدہ کردے) - اور ایک خط مین جو "اشعث" کے نام آیا تھا (اشعث وہ شخص تھا جو عبدالملک سے بغاوت پر آمادہ تھا) یہ لکھا -

"فمابال من اسعی لاجبر عظمه + حفاظاً وینوی من سفاهته کسری"

(یعنی اُس شخص کا کیا حال ہے جو جبراً اپنی عظمت و عزت کا خواہان ہو - حالانکہ کسریٰ شاہ فارس اپنی سفاہت کے باعث اوس سے دم دباتا ہو) +

قتیبہ بن مسلم نے سلیمان بن عبدالملک کو خلافت سے معزول کردینے کی دہمکی لکہی - تو سلیمان نے اُسی تحریر پر یون لکھدیا - "زعم الفرزدق ان سیقتل مربعاً + فابشر بطول سلامة یا مربع"

(یعنی کیا فرزدق نے یہ گمان کیا ہے کہ مربع قتل کیا جائیگا لیکن تو مربع کی سلامتی کی خوشخبری دے کہ اوسکی نیک عادت کے باعث کوئی اوسے قتل نہین کرسکتا -) اور جبکہ قتیبہ نے دوبارہ اُسے دہمکی آمیز تحریر بھیجی تو اوسکے اوپر یہ عبارت لکھدی - "وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدهم شیئاً" (یعنی اگر تم صبر و تقوی سے کام لو تو انکے فریب تمہین کچھ نقصان نہین پہنچاسکتے -) عمر بن عبدالعزیز کے کسی عامل نے انکو ایک عرضداشت بھیجی جس مین ایک شہر کی مرمت کے لیے اجازت طلب کی تہی - اُس درخواست کے آخر مین عمر بن عبدالعزیز نے حسب ذیل توقیع لکہی - "ابنها بالعدل ونق طرقها من الظلم" (یعنی شہر کی مرمت عدل سے کرو اور اسکے رستون کو ظلم سے پاک صاف کردو -) عمر بن عبدالعزیز کے عامل نے جو ملک عراق پر مامور تہا انکو اس بات کی شکایت لکہی کہ میرے ملک کے باشندے سرکشی کرتے ہین - اسکا جواب یہ دیا - "ارض لهم ما ترضی لنفسك وخذ بجرائمهم بعد ذلك" (یعنی تو انکے لیے انہین باتون مین راضی ہو جن باتون مین تو اپنے لیے راضی ہوتا ہے اور اسکے بعد بدجرائم انکی گرفت کر -) عمر بن عبدالعزیز کی توقیعین بکثرت تہین - یزید بن عبدالملک نے ایک شخص کے رقعہ پر جس نے اُسکے کسی عامل کی شکایت کی تہی لکہا تہا - :-

"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" (یعنی جن لوگون نے ظلم کیے ہین انہین عنقریب معلوم ہوجائیگا کہ کیسی جگہہ انکو لوٹ کر جانا ہے -) +

بنو عباس کی توقیعات کے نمونے ہم ذیل مین دکہاتے ہین :-

شہر "انبار" کے کچھہ لوگون نے خلیفہ سفاح عباسی کی خدمت مین اس بات کی شکایت لکہی کہ انکے مکانات چھینکر اُس عمارت مین داخل کردیئے گئے ہین جسکی تعمیر کا حکم خلیفہ نے دیا ہے - اور انکو اون مکانون کی قیمتین ابہی تک نہین دیگئی ہین

اس درخواست پر سفاح نے حسب ذیل توقیع لکھی تھی:۔ "ھذا بناء اسس علی غیر تقوی" (یعنی یہ ایسی عمارت ہے جسکی بنیاد پرہیزگاری پر نہیں رکھی گئی ہے۔ اور حکم دیا کہ اون لوگون کے مکانات کی قیمتیں دیدی جائین۔ کوفہ کے لوگون نے ابوجعفر منصور خلیفہ عباسی سے اپنے عامل کی بدعالمگی کا شکوہ کیا منصور نے اونکی عرضداشت پر لکھدیا "کما تکونوا یؤمر علیکم" (جیسے تم ہوگے ویسی ہی تم پر حکومت ہوگی) اور ایک شخص کی درخواست پر جس نے ناداری وافلاس کی شکایت کی تھی یہ لکھا "سل اللہ من رزقہ" (خدا سے رزق مانگ) منصور کے پاس اوس کے ایک عامل کا خط آیا جو ٹمس کا متعین تھا اس خط مین کچھ لکھنے مین غلطی ہوگئی تھی منصور نے اوسکے نیچے یہ عبارت لکھدی "استبدل بکاتبک الا استبدل بک" (اپنے محرر کو بدلدو ورنہ مین تجھ بدلدونگا) آرمینیا کے حاکم نے خلیفہ مہدی کو اپنی رعایا کی سرکشی کی شکایت لکھی مہدی نے اسی عرضداشت پر لکھدیا "خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین" (عفو کو اختیار کر امر بالمعروف کرتا رہ اور جاہلون سے روگردانی کر) کچھ لوگون نے مہدی سے اس بات کی شکایت کی کہ اسکا وہ عامل جو خراسان مین ہے کام مین سستی کیا کرتا ہے مہدی نے ان لوگون کے شکایت نامہ پر لکھدیا۔ "انا ساھر وانت نائم" (یعنی مین جاگتا ہون اور تو سوتا ہے)۔ اور اسے اس عامل کے پاس بھیجدیا۔ ہارون الرشید عباسی نے اپنے عامل خراسان کو لکھا تھا "داو جرحک لا یتسع" (اپنے زخم کی دوا کر کہ بڑھنے نہ پائے)۔ اور عامل مصر کو لکھا "احذر ان تخرب خزانتی وخزانۃ اخی یوسف فیاتیک منہ مالا قبل لک بہ ومن اللہ اکثر منہ" (خبردار کہ میرا اور میرے بھائی یوسف کا خزانہ برباد نکر ڈالیو ورنہ پہر اس طرح سمجھ اس سے وہ کچھ ملیگا جو اب تک نہین ملا تھا۔ اور اللہ تعالی سے اور بھی زیادہ ملیگا) ابن ہشام نے مامون الرشید خلیفہ کو کسی معاملہ کی شکایت لکھی جسپر مامون نے تحریر کیا "من علامۃ الشریف ان یظلم من فوقہ ویظلمہ من فوقہ فای الرجلین انت؟" (شریف کی ایک علامت یہ ہے کہ ظالم بنے اس طرح پر کہ زبردست پر ظلم کرے۔ یا مظلوم بنے اس طرح پر کہ زبردست کا ظلم سہے) پس تو ان دونون شخصون مین سے کونسا ہے؟) اسی نمونہ پر خلفا کی تمام توقیعات کو قیاس کرلینا چاہیئے۔

اسکے علاوہ توقیع کا دستور صرف خلفار کے واسطے مخصوص نہ تھا۔ بلکہ امیرون اور بڑے بڑے لوگون مین بھی اسکا رواج تھا جیسے زیاد بن ابیہ۔ ابی سلمہ خراسانی۔ اور جعفر بن یحیی برمکی۔ آخر الذکر کی توقیعات بلاغت کے اعتبار سے بہت مشہور اور مقبول ہوتی تھین جسکا اوپر بیان ہوچکا ہے۔ اوس نے ایک قیدی کی درخواست پر لکھا تھا "ولکل اجل کتاب"۔

اور ایک عرضداشت پر جو کسی عامل کی شکایت مین گذری لکھا تھا " لقد کثر شاکوک وقل شاکروک فاما اعتدلت واما اعتزلت " (تیرے شاکی بہت ہین اور شکر گذار کم پس یا تو تو اعتدال اختیار کر ورنہ معزول کر دیا جائیگا) ۔ اور ایک شخص کے رقعہ پر جس نے سفر حج کی اجازت مانگی تھی یہ لکھا " من سافر الی اللہ انجح " (جو اللہ کیطرف سفر کرے وہ نجات پائیگا) اور ایک شخص کی درخواست پر جو کسی ولایت (گورنری) کا خواہشمند تھا لکھا " لا اولی بعض الظالمین بعضاً " (مین ظالمون کو ظالمون پر ولی نہین بنانا چاہتا) اور ایک شخص کو یہ جواب لکھا تھا جبکہ وہ بار ہا اُس سے بہت کچھ انعام و عطیات لے چکا تھا اور پھر اُس نے طلب کیا " دع الضرع یدر لغیرك کما در لك " (جب تو نے فایدہ اُٹھایا ہے دوسرون کو بھی اُٹھانے دے) اور بھی بہت سی قابل قدر عبارتین ہین جنکا بیان علاوہ طوالت کے مناسب مقام بھی نہین ہے ۔ اور فضل بن سہل اور طاہر بن حسین وغیرہ کی بھی اسی طرح کی توقیعات موجود ہین ۔

اہل عرب (مسلمانون) کو مراسلات لکھتے وقت اختصار کرنیکے بارہ مین عجیب قسم کا شوق تھا جو بلاغت کے لیے ایک قابل تقلید امر ہے ۔ اسکی مثال عمر بن الخطابؓ کی وہ تحریر ہے جو انہون نے اہل مدینہ کے قحط سے تنگ آجانے پر گیہون اور غلہ کی امداد طلب کرنے کے واسطے عمرو بن العاص عامل مصر کو لکھی تہی ۔ انہون نے لکھا " من عبد اللہ امیر المومنین الی العاصی بن العاصی سلام اما بعد فلعمری یا عمرو ما تبالی اذا شبعت انت ومن معك ان اهلك انا ومن معی فیا غوثاه ثم یا غوثاه " (عبد اللہ امیر المومنین کیجانب سے عاصی بن عاصی کو بعد سلام واضح ہو کہ مجھے قسم ہے اپنی زندگی کی اے عمرو کہ تو اور تیرے ساتھی تو شکم سیر ہون اور مین اور میرے ساتھی جو تیرے اہل ہین بھوکے رہین ! فریاد ! فریاد !) ۔ عمرو بن العاص نے اسکا جواب یون دیا " لعبد اللہ امیر المومنین من عبد اللہ عمرو بن العاص اما بعد فیا لبیك ثم یا لبیك قد بعثت الیك بعیر اولها عندك وآخرها عندی والسلام " (خدا کے بندے امیر المومنین عمرو بن عاص کیجانب سے ہم نے تیری فریاد سنی اور تیری طرف ایک قافلہ اونٹون کا بھیجا ہے جسکا ایک سرا تیرے پاس ہے اور دوسرا ہمارے پاس) اسکی بہت سی مثالین اُن کے مراسلات مین پائی جاتی ہین جو ادب کی کتابون مین تلاش کرنے سے ملین گی ۔

اختصار کا یہ طریقہ صرف اُنکے اور اُنکے عاملون کے مابین ہونے والی خط و کتابت ہی پر منحصر نہ تھا بلکہ تمام لوگون سے مراسلت رکھنے مین وہ اسی انداز کے پابند رہتے تھے ۔ اسکی مثال مین ہارون الرشید خلیفہ کا وہ جواب پیش کرنا

کافی ہے جو اُس نے نقفور (نیسوفورس) رومی شاہنشاہ کو دیا تہا۔ قیصر مذکور نے خلیفہ موصوف کے نام ایک نامہ بھیجکر اُسے دہمکی دی تہی اور مطالبہ کیا تہا کہ مجھہ سے پہلے جو ملکہ (ایرین) روم کی حکمران تہی اُس سے جس قدر خراج تمنے وصول کیا ہے وہ مجھکو واپس بھیجدو۔ ورنہ تمہاری خیر نہین۔ خلیفہ رشید اس خط کو پڑہتے ہی غصہ سے کانپنے لگا۔ اور جوش غضب مین آپے سے باہر ہوکر قلم دوات اُٹہا اوسی خط کی پُشت پر لکہا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم من هرون امیر المومنین الی نقفور کلب الروم قد قرأت کتابک یا ابن الکافرۃ والجواب ما تراہ لا ما تسمعہ" (بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین ہارون کیجانب سے روم کے کُتے نقفور کے نام۔ اے کافرہ کے بچے مینے تیرے خط کو پڑہا۔ اور تیری باتون کا جواب یہی ہے جو تو دیکھتا ہے۔ نہ کہ وہ جو تو نے سنا ہوگا۔) ایسا ہی بلکہ اس سے بھی مختصر جواب مراکش کے حکمران یوسف بن تاشفین نے افریخ تاجدار "اذ فونش" کو دیا تہا کیونکہ اُس نے ایک طویل تحریر مین اُسے بہت کچھہ ڈرایا دہمکایا تہا۔ ملک یوسف نے خط پڑہنے کے بعد اُسکی پُشت پر لکہدیا "الذی یکون ستراہ" یعنی جو کچھہ ہونیوالا ہے وہ خود تم بہت جلد دیکھہ لوگے۔

خلفار کی مکاتبت

خلفار کی خط و کتابت مین جن قواعد کا لحاظ رکہا جاتا تہا اُن مین سے ایک اہم امر یہ تہا کہ وہ لوگ اپنے مخاطب کا ذکر کرنے سے قبل ابتدار اپنے ذکر کے ساتھ کرتے تہے۔ اور جو لوگ اُن کے کاتب ہوتے اُنپر فرض ہوتا تہا کہ اس بات کا خوب خیال رکہین۔ اسکا نمونہ اُن تحریرون مین دکہایا جا چکا ہے جو خلیفہ عمر بن الخطاب رضی اور عمرو بن العاص عامل مصر کے مابین ہوئین۔ گویا کہ اس قاعدہ سے خلاف ورزی ناقابل معافی گناہ تہا۔ جن اسباب نے منصور عباسی کو ابی مسلم خراسانی کے قتل پر آمادہ کیا۔ بحالیکہ عباسی حکومت جس قدر اُسکی زیر بار احسان تھی وہ لوگون سے مخفی نہین۔ پہر بھی منجملہ اُور اُمور کے ایک یہ بات بھی تھی کہ ایک مرتبہ اُس نے خلیفہ منصور کو عرضداشت لکھتے ہوئے پہلے اپنا ذکر کر دیا تہا۔ اسیلئے اگر بعض مراسلون مین اس قاعدے کے خلاف صورت نظر آتی ہو تو اُسے کتاب لکہنے والون کا سہو سمجھنا چاہیئے۔

بنو بویہ کے اختیارات بڑہنے کے زمانہ تک یہی حالت قایم رہی۔ مگر جب ان لوگون کی قوت زیادہ ہوجانے سے یہ لوگ خلافت کے کاروبار مین دخیل ہو چلے اور خلفار کو دبانے اور مسلوب الاختیارات بنانے لگے تو اُس وقت سے خلفار نے حجاب مین رہنا شروع کر دیا۔ اور اب اُن کی طرف سے سوا فرمان حکومت اور سند سلطنت کے جو دیگر ممالک کے فاتح لوگون اور حکمرانون کے نام دربار خلافت سے عطا ہوتی تھی اور کوئی چیز نہ لکھی جاتی تھی خط و کتابت کے اکثر شعبے وزیرون کے حوالہ ہو گئے۔ اور اب یہ صورت قایم ہوگئی کہ جس وقت خلیفہ کے ذکر کی

ضرورت پڑتی تو "مواقف المقدسہ۔ مقامات الشریفہ۔ سُدۃ النبویہ۔ دار العزیزۃ۔ اور المحل الممجد وغیرہ الفاظ سے کنایۃً انکا ذکر کو دیا جاتا تہا۔ مواقف کے لفظ سے وہ جگہین مراد ہوتی تہین جن مین خلیفہ ٹہرتا تہا یا کہڑا ہوتا۔ اسکے بعد امیرون اور وزیرون کے لئے مجلس عالی الحضرۃ السامیہ۔ ایسے ہی اور تعظیمی الفاظ کا رواج ہو گیا۔

اشارہ یا رمز

مسلمانون نے مکاتبات مین جو تفنن کئے ہین منجملہ اُن کے ایک بات یہ تھی کہ صرف ایک حرف کے ذریعہ سے کسی بڑی عبارت کیجانب اشارہ کیا کرتے تھے۔ جیسا واقعہ کہ سلطان محمود ابن سبکتگین غزنوی کو پیش آیا۔ اس سلطان نے مستقل سلطنت قایم کرنے کے بعد خلیفہ بغداد کو ایک نامہ لکھا جس مین اسبات کی آرزو ظاہر کی کہ خلیفہ اُسکے نام کو خطبہ مین داخل کرکے پڑہے۔ اور سکون پر بہی اُسکا نام مضروب کرائے۔ خلیفہ اس بات سے منکر ہوا تو محمود نے طیش مین آکر اُسکو ایک خط لکھا جسمین بہت دہمکیان دی تہین منجملہ اور باتون کے ایک یہ بات بہی لکھی تہی کہ "اگر مین ارادہ کرون کہ بغداد کے پتہرون کو ہاتہیون پر لاد کر غزنی مین لے آؤن تو یہ کام کرسکتا ہون" خلیفہ نے اس طویل الذیل تحریر کے جواب مین جو خط بہیجا وہ محمود کے سامنے آکر کہولا گیا۔ محمود اسبات کو دیکہکر سخت حیرت زدہ رہگیا کہ خط مین کوئی عبارت نہین لکہی۔ صرف شروع مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اُسکے بعد ایک الف ممدودہ (آ) اور خط کے بیچون بیچ مین لام (ل) اور آخر مین میم (م) تحریر ہے۔ اور اسکے بعد صلوٰۃ و حمد خدا ہے۔ سلطان اور اُسکی مجلس کے لوگ بہت حیران ہوئے۔ اور اس تحریر کا کچہہ مطلب نہ سمجہہ سکے۔ یہان تک کہ علامہ ابو بکر قہستانی جو اُس زمانہ کا بڑا ذیعلم شخص تھا اور محمود کے دربار کی زینت دربار مین داخل ہوا اور اُس نے دیر تک خط کو غور سے دیکہہ کر آخر کار اُسکا مطلب پا لیا۔ ابوبکر نے سلطان سے کہا "مین اسکا مطلب جانتا ہون" سلطان نے حکم دیا "بیان کرو اور اسکے صلے مین تم جو مانگو گے ملیگا"۔ ابوبکر نے کہا "تمنے خلیفہ کو جو تحریر لکہی تہی اُس مین اُس کو دہمکی دی تہی کہ مین تمپر ہاتہی لے کر فوجکشی کردونگا۔ اُسکے جواب مین خلیفہ نے یہ خط لکہا ہے۔ اور اُس مین الف لام میم تحریر ہے ان حروف مقطعات۔ سے اُس نے خداوند پاک کے ارشاد "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ۔ الایۃ" کی جانب اشارہ کیا ہے۔ سلطان اس بات کو سنکر کانپ گیا اور اسے بدفالی خیال کرکے اپنی حرکت پر نادم ہو گیا۔ اور اسکے بعد حسن سلوک کے سوا کبہی کوئی بدخیال خلیفہ کی بابت دل مین نہ لایا۔

اسی قبیل کی ایک اور حکایت بھی ہے جو "سدید الملک علی بن مقلد" حاکم قلعہ شیزر کو پیش آئی تہی۔ یہ شخص نہایت دلیر جنگجو۔ اور فطانت مین مشہور۔ پانچوین صدی ہجری کے وسط مین گزرا ہے۔ شخص مذکور قلعہ شیزر کا

ہلاک ہونے سے قبل حلب کو بہت آیا جایا کرتا تھا۔ اُن دنون حلب کا والی تاج الملوک محمد بن صالح تھا۔ اتفاقاً سدید الملک اور تاج الملوک کے مابین کوئی ایسی بات آپڑی جسکی وجہ سے اول الذکر آخر الذکر کی جانب سے خائف ہوگیا اور اسی خوف مین طرابلس شام کی جانب نکل گیا۔ اُس زمانہ مین طرابلس کا حکمران جلال الملک بن عمار تھا۔ سدید الملک اُسکے یہان مقیم ہوگیا۔ تاج الملوک کو یہ خبر ملی تو اُس نے کسی حیلہ سے سدید الملک کو اپنے ہان بلانے اور اُسکے ساتھہ فریب کرنے کا قصد دل مین کرکے اپنے کاتب ابی النصر محمد بن الحسین کو اشارہ کیا کہ سدید الملک کو ایک شوقیہ خط جس مین اُس سے ملنے اور اُسکے اپنی جانب مائل کرنے پر زور دیا گیا ہو لکھہ کر اُسے یہان بُلائے۔ ابوالنصر اصل غرض کو سمجھہ گیا اور اُسے معلوم ہوگیا کہ یہ خط کیون لکھا جاتا ہے۔ چونکہ وہ سدید الملک کا دلی دوست تھا اسلئے وہ دل سے تو خواہان تھا کہ سدید الملک یہان نہ آئے مگر حکم سے انکار بھی نہ کرسکتا تھا خط لکھنا ضروری تھا۔ بہرحال اُس نے تاج الملوک کے حکم کی تعمیل کی۔ اور جیسا مضمون اُس نے بتایا تھا ویسا ہی خط لکھکر تیار کردیا۔ یہانتک کہ جب وہ لکھتے لکھتے ایک مقام پر ''انشاءاللہ تعالیٰ'' کے فقرہ تک پہنچا۔ تو اُس نے نون کو تشدید اور فتحہ دیکر ''انَّ'' بنا دیا۔ اور خط روانہ کردیا۔ سدید الملک کو خط پہنچا تو اُس نے پڑھکر اُسے ابن عمار حاکم طرابلس کی خدمت مین پیش کیا۔ اُس وقت دربار لگا ہوا تھا۔ ابن عمار اور اُسکے خواص نے خط کی عبارت بہت پسند کی اور تاج الملوک کا وہ شوق جو اُس نے سدید الملک سے ملنے اور اُسے تقرب سے سرفراز کرنے کی بابت ظاہر کیا تھا عظمت کی نگاہ سے دیکھا۔ سدید الملک نے اُن لوگون کی بات سنکر کہا۔ مین تو اس خط مین ایک ایسی بات دیکھتا ہون جو تمکو ہرگز نظر نہین آتی'' اسکے بعد سدید الملک نے موقع اور مناسبت کا لحاظ کرکے خط کا جواب لکھدیا۔ اور جہان اور باتین لکھی تہین ایک فقرہ یہ بھی تحریر کیا'' انا الخادم المقر بالانعام'' اور ''انا'' کے ہمزہ کو کسرہ اور نون کو تشدید و فتحہ دیدیا جسکی وجہ سے یہ لفظ ''اِنَّا'' ہوگیا۔ جب یہ خط تاج الملوک کے پاس پہونچا اور ابونصر کاتب اُسپر واقف ہوگیا تو اُسے بہت مسرت ہوئی۔ اُس نے اپنے دوستون سے تذکرہ کیا۔ کہ ''مجھکو یہ بات معلوم ہوگئی کہ میری تحریر سدید الملک کی سمجھہ مین آگئی'' ابونصر نے ''انّ'' کے نون کو مشدد بنا کر اُس آیۃ ''اِنَّ الملأ یاتمرون بک لیقتلوک'' کی جانب اشارہ کرنے کا قصد کیا تھا جسکو جواب مین سدید الملک نے اُسے نون ''انا'' کو مشدد اور ہمزہ کو مکسور کرکے ''اِنَّا'' لکھا اور اس سے اس آیۃ ''اِنَّا لن ندخلھا ابداً ما داموا فیھا'' کی طرف اشارت کردی۔

ادبی تفنن کی ایک اور مثال وہ تحریر ہے جو عضد الدولہ بن بویہ نے ''ابی منصور افتکین'' والی

دمشق کو بھیجی تھی۔ افتکین نے عضد الدولہ کو لکھ بھیجا تھا کہ "شام کا ملک دشمنون سے صاف ہو چکا۔ اور میرے قبضہ مین آگیا۔ حکمران مصر کا اب یہان کوئی اثر باقی نہین رہا ہے۔ اور اگر تم مال اور سامان سے مجھکو مدد دوگے تو مین دشمنون سے خاص اُن کے ملک مین جا کر لڑنے کے لیے مستعد ہونگا" عضد الدولہ نے اس خط کا جواب ایسے متشابہ الخط کلمون مین لکھا جو بلا نقطہ دینے اور منضبط کرنے کے پڑھے نہ جا سکتے تھے۔ اور اُس تحریر کا نمونہ یہ ہے۔ "غرك عزك فصار قصار ذلك ذلك فاخش فاحش فعلك فعلك بهذا تهذا۔ الخ" عضد الدولہ کی اس قسم کی تحریر سے مراد یہ تھی کہ مبادا یہ خط کسی غیر کے ہاتھ مین جا پڑے اور وہ اصل مدعا پر واقف ہو جائے۔ افتکین اُسکے مدعا کو سمجھکر اُسپر عمل پیرا ہوا۔ +

تحریر کے آلات اور سامان

اہل عرب قلم [illegible] ہین۔ [illegible] کو باریک پیسکر کاجل سا بنا لیتے تھے جس مین کوئی چپکنے والی شے مثل گوند وغیرہ کے ملا دیتے تھے۔

کاغذ کے متعلق سب سے قدیم چیز جسکو اہل عرب نے آغاز اسلام سے لکھنے مین استعمال کیا وہ "رق" یعنی پتلی کھالون کے ٹکڑے تھے۔ اور اسکے علاوہ کپڑو نپر بھی لکھا ہے جن مین سب سے زیادہ مشہور ایک مصری بناوٹ کا "قباطی" نام ایک کپڑا تھا۔ اور اسی کپڑے پر اسلام سے قبل "معلقات سبعہ" لکھے گئے تھے۔ اور جب مذکورہ بالا چیزون کا ملنا دشوار ہوتا تھا تو وہ لوگ لکڑی کے تختون، چوڑی ہڈیون، ٹھیکریون یا پتھرون وغیرہ پر بھی لکھدیا کرتے تھے۔

جب مسلمانون نے ملک مصر کو فتح کیا تو اُنہون نے "بردی" (پاپیروس) کو تحریر کے مصرف مین لیا

ل۵ اہل عرب کی زبان آوری مشہور ہے۔ اسلام سے قبل اُن کے نزدیک فخر و مباہات کی صرف دو چیزین تھین: تلوار اور زبان۔ شعراے عرب جو قصاید نظم کرتے تھے اور اُن کے بے مثل ہونے کا فیصلہ ہوتا تھا وہ قصیدے لکھکر خانہ کعبہ مین آویزان کر دیے جاتے تھے۔ ظہور اسلام کے وقت تک سات قصیدے مشہور شاعرون کے لٹکائے جا چکے تھے۔ اور یہی قصائد معلقات سبعہ کے نام سے مشہور ہین۔ +

چنانچہ اموی خاندان والون کی اکثر تحریرین بابیروس اور قباطی پر لکھی گئی ہین - قاہرہ مین خدیوی کتب خانہ کے اندر کچھہ آثار عربی خط مین لکھے ہوئے موجود ہین جو قطر مصری کے بعض اطراف مین دستیاب ہوئے ہین اُن مین ہم نے ایک صفحہ بابیرس کا اور ایک قطعہ قباطی کا دیکھا ہے - اگرچہ یہ پرچے پُرانے ہونیکے باعث جا بجا سے گل گئے ہین تاہم لکھائی اُنپر صاف ظاہر ہے - اسکے علاوہ ہمنے "رَفار" کا بھی ایک قطعہ دیکھا جسپر عربی کتابہ موجود ہے - ان سب کتابون مین قدیم سے قدیم تحریر بھی پہلی صدی ہجری کے آخری زمانہ سے قبل کی نہین ہے - اور یہ سب خدیوی کتبخانہ کے بڑے ہال مین لوگون کے دیکھنے کے لیے لگی ہوئی ہین -

(عربی تحریر کپڑے پر دوسری صدی ہجری کے اوائل مین لکھی ہوئی)

چنانچہ اکتیسوین شکل مین ایک عربی خط دکھایا گیا ہے جسکی بابت گمان ہے کہ دوسری صدی ہجری کے آغاز مین لکھا گیا تھا - یہ عبارت کپڑے پر لکھی گئی ہے اور لندن کے برطانی عجائب خانہ مین محفوظ رکھی ہے -

عباسی حکومت کا دور شروع ہونے کے بعد اہل عرب نے کاغذ کا استعمال شروع کیا - فضل بن یحیی برمکی نے اسکی جانب رہنمائی کی اور مسلمانون نے کاغذ سازی کو رواج دیا - گمان غالب یہ ہے کہ اہل عرب نے کاغذ بنانے مین چینیون کی شاگردی کی ہے - کیونکہ چینی لوگ ولادت مسیح سے قبل کاغذ کی ساخت مین اُستادی کے پایہ پر پہنچ گئے اور مشہور ہو چکے تھے - اور یہ صناعت اُن کے ملک مین پھیلی ہوئی تھی مسلمانون نے سمرقند کا شہر فتح کیا تو وہان کے لوگون سے یہ ہنر سیکھا - لیکن اسکے فروغ دینے اور کام مین لانے کی طرف عباسی عہد حکومت

مین متوجہ ہوئے - اور وہ بھی اُس وقت جبکہ خطوط مراسلات - اور اقرار ناموں وغیرہ کے لکھنے کی کثرت سے کہانونکا
دستیاب ہونا مشکل ہوگیا۔ ایسے وقت مین فضل برمکی نے کاغذ بنانے کا حکم نافذ کیا اور مسلمانون نے بغداد اور
شام وغیرہ مقامات پر اسکے کارخانے کہولدیئے جوکہ اُن دنون اسلامی حکومت کے پایہ تخت تھے - کاغذ بنانے کی
صناعت کو دنیا مین پہیلانے کے متعلق مسلمان لوگ اگر یکتائی کا دعوی کرین تو زیبا ہے - اسلئے کہ ان کے
سوا اور کوئی ذریعہ ایسا نہین معلوم ہوتا جس نے اس دستکاری کو رواج دیا ہو - اور نیز اس بات سے بہی
اسکا پتہ چلتا ہے کہ جس وقت وسطی صدیون مین اہل یورپ غفلت کی گہری نیند سے بیدار ہوئے - تو
اُنہون نے ملک شام کا بنا ہوا کاغذ استعمال کیا جسکا نام اُنکی زبان مین (Charta Damascena) تہا
کاغذ بنانے کی صنعت یورپ مین اندلس (سپین) کے راستہ سے داخل ہوئی - کیونکہ شاطبہ بلنسیہ اور طلیطلہ
وغیرہ مقامات مین کاغذ سازی کے بڑے بڑے اسلامی کارخانے موجود تہے - چنانچہ جب اندلس کا ملک
افرنجی لوگون کے قبضہ تصرف مین آیا تو اُنہون نے اُن کارخانون کو قایم رکہا اور اسکے بعد یہ صنعت سپین سے
تمام یوروپین ملکون مین پہیلتی گئی - عربی خط مین کاغذ پر لکہی ہوئی چیزون کا سب سے قدیم نمونہ کتاب "غریب الحدیث"
کا ایک نسخہ ہے جو لیڈن کے "مکتبہ جامعہ" مین محفوظ ہے - اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ تیسری صدی ہجری
کے آغاز مین لکہا گیا تہا - اور ایک کتاب "دیوان الادب" برٹش میوزیم لنڈن کے کتب خانہ مین پائی جاتی
ہے جو چوتھی صدی ہجری کے شروع مین لکہی گئی ہے -

حجابت -

اسلامی حکومتون کے حاجب سے وہ عہدہ دار مراد ہے جسکو آجکل "تشریفاتی" سے تعبیر کرتے ہین اور
تشریفاتی اُسے کہتے ہین جو امراء - بادشاہ - یا شاہنشاہ و سلطانون کے حضور مین لوگون کی حاضری کی اجازت حاصل
کرتا - اور بعد اجازت اُنہین دربار مین لاکر پیش کرتا ہے - شاہی ہیبت کو محفوظ رکہنے کے لئے اس عہدہ دار کا
ہونا لازمی ہے - جس جس طرح سے حکومت مدنیت اور عیش و عشرت مین ڈوبتی جاتی ہے - اُسی طرح رفتہ رفتہ
اُسکے بادشاہ اور رعایا کے مابین گہرے پردے قایم ہوتے جاتے ہین - خلفائے راشدین کا دستور تہا کہ
اُن کے دروازے ہر شخص کے لئے کہلے رہتے تہے - وہ فقیر اور مالدار سے کمزور اور زبردست سے یکسان بلاکسی

حجاب یا وقت کے گفتگو کیا کرتے تھے۔

مگر جبکہ خلافت کا پیشہ ملکداری سے بدل گیا تو جو جو نئی باتین آئین حکومت مین داخل ہوئین منجملہ اُن کے ایک بات حجابت مین دقتین پیدا کرنا اور لوگون کو خلفاء کے حضور مین درجون مرتبون اور خاندانون اور نسبون کے اعتبار سے بار ملنا بھی تھا۔ سب سے پہلے جس خلیفہ نے اس بات کا خیال قایم کیا وہ امیر معاویہ بن ابی سفیان رضہ تھے انکو زیاد بن ابیہ اُنکے مشیر خاص نے اس طرف توجہ دلائی تھی اُنکے وقت مین صرف اس قدر امتیاز قایم ہوا تھا کہ خلیفہ کے دربار مین سب سے پہلے اہل بیوتات یعنی بڑے عالی نسب لوگون کو بار ملتا تھا۔ اور جب باریاب ہونے والونکے نسب برابر ہوتے تو عمر کو فضیلت دیا کرتے تھے۔ اور سن وسال کی برابری مین علم وادب کو ما بہ الامتیاز ٹھیراتے تھے۔ مگر اسکے ساتھ ہی چار شخصون کو عام حکم تھا کہ وہ جس وقت چاہین خلیفہ کے پاس چلے آئین۔ وہ چار شخص حسب ذیل تھے:۔

(۱) موذن۔ (۲) رات کو گشت کرنے والا افسر جو کہ عام محافظت کا ذمہ دار تھا۔ (۳) سرحدی افسر کا قاصد اور (۴) خوان سالار (کھانا کھلانیوالا شخص جو خلیفہ کو کھانا دیتا تھا)۔ چنانچہ اسی امر کی تشریح زیاد کے اُس قول سے بھی ہوتی ہے جو اُس نے اپنے حاجب سے کہا تھا۔ اور وہ یہ ہے "مینے تجکو اپنے حاجب کی خدمت حوالہ کی ہے۔ مگر چار شخصون پر تجھے کوئی اختیار نہین۔ ایک تو نماز اور فلاح مین خدا کی طرف پکارنے والا اسکو میرے پاس آنے سے نہ روکنا تجھکو اُسپر کوئی حق نہین۔ اور دوسرے رات کے گشت کرنیوالے کو بھی نہ روکنا۔ کیونکہ ضرور وہ کوئی بری خبر لیکر آیا ہوگا۔ اگر اچھی خبر ہوتی تو ایسے وقت مین نہ آتا۔ اور تیسرے سرحدی قاصد کو نہ روکنا کیونکہ اُسکو مجھہ تک آنے مین ایک ساعت کی دیر لگنے سے ایک سال کا کام بگڑ جائے گا۔ لہذا اگر مین اپنے لحاف مین بھی ہون تو اُسے میرے پاس بھیجدینا۔ اور چوتھے داروغہ مطبخ کو نہ روکنا۔ کیونکہ جس وقت کھانے کو دوبارہ گرم کیا جاتا ہے تو وہ بگڑ جاتا ہے"

بنی عباس کی حکومت آئی اور اُسکو ترقی ہوتے ہوتے مشہور عظمت وکامرانی کا دور نصیب ہوا تو اُن لوگون نے عام رعایا کے خلیفہ سے ملنے جلنے مین اور بھی زیادہ روک ٹوک کی۔ البتہ جب کوئی سخت حاجت یا ضروری کام ہوتا تو اسکی دوسری بات تھی۔ ابن خلدون نے اس حجاب کا نام "حجاب ثانی" رکھا ہے۔ بنو عباس کے عہد مین رعایا اور خلیفہ کے مابین دو دربار قایم ہو گئے۔ ایک تو دربار خاص اور دوسرا دربار عام ہر ایک گروہ حاجب کی رائے اور تجویز کے مطابق ایک دربار مین خلیفہ کی حضوری کا شرف پاتا تھا۔ بنو عباس نے اپنی حکومت

کمزور ہونیکی حالت مین ایک تیسرا حجاب بھی اختیار کیا تہا جو پہلے دونون حجابون کی نسبت کہین زیادہ پائدار اور گہرا تھا۔ یہ حجاب صرف اُسی صورت مین ہوتا تھا جبکہ خلیفہ پر وزیرون (سلطانون) کی جانب سے دباؤ زیادہ پڑنے لگتا تہا اور وہ گویا ایک طرح سے قیدی یا نظر بند کر دیئے جاتے تہے۔ اسکی صورت یہ تھی کہ جس وقت ارکان دولت خاندان خلافت کے چہوٹے چہوٹے بچون کو خلیفہ بنا کر اُنپر دباؤ ڈالے رکھنا چاہتے تہے تو سب سے پہلے اِس بات کا انتظام کرتے تہے کہ اُن کے خاندان والے اور اُن کے اولیا اُن سے ملنے نہ پائین اور یہی اس غرض کو مخفی رکھنے کے لیئے اِن کم فہم خلفا کو یہ پٹی پڑہا دیتے تہے کہ اُن لوگون سے ملنے جلنے مین ہیبت خلافت زایل ہوجائیگی اور اُن کے مؤدب رہنے کی عادت جاتی رہے گی۔ یہ حالت عباسی دور حکومت کے اخیر مین پیدا ہوگئی تھی اور قاعدہ کی بات ہی کہ ہر سلطنت کے آخری زمانہ مین جب اُسکے قوی کمزور ہو جاتے ہین تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔

نقابت

نقابت جو اشراف کی نقابت ہوتی تہی اُسکا نام نقابت اشراف اسلیئے رکھا تہا کہ اسکو اشراف مسلمانون کے ساتھ تعلق تہا جو کہ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اہلبیت سے تہے۔ یہ بات یون تہی کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کنبہ اوائل اسلام مین اسوجہ سے کہ اُنکا زمانہ نبوت سے بہت قریب تہا قابل تعظیم و تکریم مانا جاتا تہا۔ مسلمانون کا دستور تہا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گہرانے پر اُنہین کے افراد مین سے ایک شخص کو رئیس یا سردار بنا دیتے جو اپنے کنبہ کے معاملات کو درست اون کے نسب نامون کو منضبط اُنکی ولادتون اور فوتیون کو مرتب رکہتا۔ اور ادنے پیشون مین مصروف ہونے سے اُنکو الگ رکہتا تہا۔ بدعادتون کے اختیار کرنے اور گناہون کے ارتکاب سے روکتا رہتا اور اُن کے حقوق کا مطالبہ کیا کرتا۔ خود اون لوگون کو دوسرون کے حقوق ادا کرنے کی ہدایت کرتا رہتا اور مال غنیمت اور فئی کی آمدنی مین سے ذوی القربیٰ کا جو حصہ نکلا کرتا تہا حکومت سے اُسکا مطالبہ کر کے حاصل کرنے کے بعد اُنکے مابین تقسیم کر دیا کرتا۔ اون کی لڑکیون کو اِس بات سے باز رکہتا کہ وہ ہم کفو کے سوا غیر کفو سے نکاح کرین۔ اسی طرح کی اور باتین جو ولایت عامہ سے مشابہ ہوتی تہین اُسکے ذمہ واجب تہین گویا کہ اشراف کا نقیب اُنکا "وصی" ہوا کرتا تہا۔

اشراف کی نقابت نہایت معزز منصب تہا۔ اور بلحاظ شرف کے اُسکی شان بعد از خلیفہ سب سے اول تہی۔ اسی وجہ سے اشراف کے نقیب شریف "رضی" نے ایک قصیدہ مین خلیفہ قادر باللہ عباسی کو مخاطب کر کے یون کہا ہے:-

عطفاً امیر المؤمنین فاننا	امیر المومنین ہمپر مہربانی کی نظر رکھیے۔ اسلیے کہ ہم اور آپ عالی خاندانی
فی دوحة العلیاء لا نتفرق	مین جُدا جُدا نہین ہین۔
ما بیننا یوم الفخار تفاوت	فخر کرنیکے دن ہم مین اور آپ مین ہرگز کوئی تفاوت نہین ہی۔ ہم دونو
ابدا کلانا فی المعالی معرق	معالی رتبہ مرتبون امین اعلیٰ درجہ رکھتے ہین۔
الا الخلافة میزتک فاننی	مگر خلافت نے تمکو ممتاز بنادیا ہے اسلیے کہ بیشک مین اُس سے عاری
انا عاطل منها وانت مطوق	ہون اور تمکو خلافت کا طوق نصیب ہے۔

خلفار اشراف کے نقیبون کے لیے ایسے عہدنامے اور فرمان سرداری لکھا کرتے تھے جن کے حرف حرف سے اُنکی جلالت وعظمتِ مرتبہ کا اظہار ہوا کرتا تھا۔ اور اکثر حج کے زمانہ مین آب زمزم پلانے کی خدمت اور دیوان المظالم (عدالت مرافعہ) کے مثل اعلےٰ مناصب ان کے حوالہ کرتے تھے۔ اسلامی حکومتین اپنی تواریخ کے تمام دورون مین نقابہ اشراف کی تعظیم وتکریم کرتی رہین۔ یہان تک کہ موجودہ عثمانی (ٹرکی) حکومت بھی اس بات کا پورا لحاظ رکھتی ہے۔ اس حکومت مین نقیب اشراف ہی وہ شخص ہے جو تمام رسمی اعزازون مین دولت علیہ کے سارے عہدہ دارون پر فوقیت رکھتا ہے یہان تک کہ اسکا رتبہ وزیر اعظم اور شیخ الاسلام سے بھی بڑھکر ہے۔+

صوفیہ طریقون کے مشائخ

یہ ایک دینی منصب ہے جو وجود صوفیہ کے بعد رائج ہوا ہے۔ اس منصب کا پانے والا صوفیہ کے تمام طریقون پر کلام کرسکتا ہے۔ صوفیہ کرام کے طریقون مین یہ دستور ہے کہ ہر طریقہ کا ایک شیخ ہوتا ہے۔ اور دیگر گانوون اور بستیون مین اُسکے خلفار ہوتے ہین جن مین سے ہر ایک خلیفہ کے بہت سے مرید ہوا کرتے ہین۔ شیخ خلیفہ لوگون کے معاملات کا انتظام کرتا ہے اور خلفار عام مریدون کی دیکھہ بھال رکھتے ہین یعنی انکو ہدایت اور انشاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ مراقبہ اور تربیت کرتے رہتے ہین۔ شیخ المشائخ جو شخص ہوتا ہے وہ سب کے اوپر والی عام ہونیکا حق رکھتا ہے۔ جس وقت تک صوفیون مین عام شیخیت کا دستور نہ تھا اُس وقت تک انکا ہر ایک گروہ مستقل بالذات اور اپنی افراد کا حاکم تھا۔ مگر اسکی وجہ سے یہ قباحت آپڑتی تھی کہ اُن کے مختلف گروہون مین باہم آتش فتنہ وفساد برپا رہتی تھی۔ کیونکہ کوئی عام شیخ تو تھا نہین جسکے زیر حکم سب فرقون کے لوگ ہون اور گو مختلف طریقون سے

ایک کام کو کرتے ہون لیکن اصل سب کی ایک ہو جسکے سبب سے کوئی معاملہ متنازعہ فیہ پیش آجانے کے وقت ایک حکم کی جانب رجوع کر کے باہمی جنگ وجدل سے باز رہین - لہذا اسکی ضرورت تھی کہ کوئی اعلےٰ پایہ اس طریق مین قایم ہو جسکے سامنے سب کی گردنین خم رہین - چنانچہ جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے سعید السعداء کی خانقاہ قایم کی اور اوسکا " دویرۃ الصوفیہ " نام رکھا تو وہان کے شیخ کو دوسرے مشایخ پر مقدم اور افسری کی امتیازی حیثیت دیدی -

سلطان صلاح الدین کا دستور تھا کہ سوائے سلطنت کے بڑی بڑے رکنون کے اور کسی کو اس عہدہ پر مامور نہ کیا کرتا تھا - مثلاً شیخ الشیوخ ابن حمویہ کی اولاد کو جنکو وزارت - امارت - انتظام سلطنت اور فوجی افسری کے اہم کامون کی ذمہ داری بھی سپرد تھی - چنانچہ " ذوالریاستین وزیر صاحب تقی الدین عبد الرحمن بن بنت الاعز وغیرہ کے مثل لوگ اس عہدہ شیخ الشیوخ پر مقرر کیئے گئے - اور یہ حالت برابر اُس وقت تک قایم رہی - جبکہ نوین صدی ہجری کے اندر ملک مصر مین صوفیہ کرام کی واحد ریاست قایم ہو گئی اور اسکی ولایت سید محمد شمس الدین بکری کے حوالہ ہوئی جو اپنے زمانہ مین علم اور دین دونون کے اعتبار سے بڑے کامل فرد تھے - شعرانی اُن کے بارہ مین یون لکھتے ہین - کہ " اگر مین انکو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم کہون تو کچھ خلاف نہ کہونگا " شیخ موصوف کے بعد اُن کے بیٹے " امام شیخ الاسلام مشہور مفسر ابوالسرور البکری " جانشین ہوئے - اور اُن کے بعد یہ منصب اُنہین کے گھرانے اور اولاد مین منتقل ہوتا رہا - اور آجتک برابر یہ منصب " بکری صدیقی " کے ہی گھرانے مین قایم ہے جو ملک مصر کا مشہور خاندان ہے - +

تمام شد

روز بازار
در مطبع نامی ——— امرتسر مطبوع شد
جنرل لائبریری ایجنسی

مضامین شایستگی اور آزادی سی بحث
اخبار وکیل
یہ اخبار ہفتہ مین تین بار یکشنبہ دوشنبہ اور چہارشنبہ کے دن روز بازار پریس امرتسر سے شایع ہوتا ہے اسکے پُرزور آرٹکلون
نے ملک کے نامی گرامی قدردانون اور مشہور معاملہ فہم ناظرین کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔ دنیا بھر کی ضروری اور دلچسپ خبرون
کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہنچانے مین اپنا نظیر نہین رکھتا اسلامی دنیا کے حالات معلوم کرنیکے لئے اس سے
بہتر کوئی ذریعہ نہین۔ اسکی طرز تحریر آزادی سچی ہمدردی۔ اعلے درجہ کے لٹریچر نے ثابت کردیا ہے کہ یہی ایک اخبار
ہے جسکو اخباری دنیا مین لاثانی ہونیکا دعوے ہے۔ اسکی اشاعت کے مقاصد یہ ہین :۔ جو امور ملک اور قوم کی پولیٹکل
سوشل اور مارل حالت کی اصلاح کے واسطے مفید ہون۔ انکو اہل ملک کی خدمت مین پیش کرے۔ اور حاکم و محکوم
کے ان تعلقات کو بیان کرے جو رعایا کی جان نثاری اور حکام کی رعایا پروری کے اصل الاصول ہین۔ اس کے ضمن
مین رعایا کے واجب مطالبات اور جایز حقوق گورنمنٹ کے حضور مین عرض کرے۔ اور گورنمنٹ کی حکمت عملی جو انتظام ملک کے
متعلق ہے اس سے رعایا کو آگاہ کرے اور جو غلط فہمیان کسی فریق کیطرف سے عمل مین آئین انکے اظہار مین متانت شایستگی اور
آزادی کے ساتھ ایسا طریق عمل اختیار کرے۔ جو بدظنیون کے دفعیہ اور استحکام سلطنت کا باعث ہو۔ علاوہ برین
جیسا کہ متوقع ہے مسلمانون کی درماندہ قوم کی علمی حالت کی ترقی کیواسطے وقتاً فوقتاً اپنے کالمون کو نذر کرے۔ اور یہ
بالخصوص اس کا فرض اہم ہوگا کہ ہندو مسلمانون مین برادرانہ اتفاق قایم کرنے اور آئے دن کے باہمی نزاع سے جو
نقصان ایک دوسرے کو پہونچتے ہین ان کے دور کرنے مین کوشش کرے۔
پیشگی ... سالانہ ... ششماھی
ممالک غیر سے ... ۱۲ شلنگ ... ۷ شلنگ
روسا و امرا و عزیزین سے ... ۵ ... ۳
پیشگی ... سالانہ ... ششماھی
عام خریدارون سے ... ۴ ... ۲
طلبا اور کم استطاعت اصحاب سے ... ۳ ... ۲
المشتھر
منیجر اخبار وکیل امرتسر

لاثانی اوستانی جس مین مسلمان مستورات اور لڑکیون کے لئے تاریخ جغرافیہ۔ اخلاق۔ حفظان صحت۔ تربیت اولاد وغیرہ کے متعلق تمام ضروری معلومات قصے کے پیرایہ مین بیان کئے گئے ہین۔ اس کتاب کو ملک وقوم کے بڑے بڑے مسلم الثبوت مصنفون اڈیٹرون اور برگزیدہ افراد نے مستورات کے لئے نہایت مفید اور دلچسپ اور قابل قدر تسلیم کیا ہے۔ طرز بیان لکھائی چھپائی اور کاغذ غرض ہر ایک لحاظ سے قابل داد اور لایق دید ہے حجم ۲۹۰ صفحے قیمت صرف عہ

الصدیق اس کتاب مین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی زندگی کے حالات تاریخی طور پر ابتداء سے تا وفات تک درج کئے گئے ہین۔ زمانہ جاہلیت کا فضل وکمال۔ زمانہ اسلام کی مالی اور جانی خدمات ہجرت مدینہ۔ شمول غزوات۔ بیعت خلافت مہارت فوجی وملکی انتظام ہر ایک مضمون کو ترتیب وار علیحدہ علیحدہ بابون مین لکھا ہے۔ اور واقعات پر حسب موقعہ آزادانہ رائے بھی دی ہے مضامین متنازعہ اہل تسنن اور اہل تشیع خصوصا مسئلہ خلافت کو نہایت متانت اور وسیع خیالی سے لکھا ہے۔ جمع قرآن پر طرز جدید سے استدلال کیا ہے۔ لڑائی پر پیشتر افسران فوج اور باغیون کے نام جو فرامین جنگ کے متعلق خلیفہ وقت نے جاری کئے تھے انکا پورا ترجمہ بغیر کمی بیشی کے درج کیا ہے۔ تاریخی مقامات کا پتہ لگانیکے واسطے عرب کا ایک صحیح اور عمدہ نقشہ شامل کر دیا ہے۔ قیمت عہ

المرتضی اس کتاب مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کے حالات تاریخی طور پر ابتداء پیدایش سے زمانہ وفات تک درج ہین۔ قبول اسلام۔ ہجرت مدینہ۔ غزوات۔ خلافت کی تاریخ۔ تذکرہ امامت۔ محاربات فوجی اور ملکی انتظام۔ نصایح۔ فیصلہ جات۔ غرض ہر مضمون علیحدہ علیحدہ بابون مین لکھا گیا ہے۔ حدیث۔ تفسیر اور تاریخ کی معتبر اور متعدد کتابین اسکا ماخذ ہین۔ اور اہلبیت اطہار کے مناقب آیات قرآنی واحادیث صحیحہ سے درج ہین۔ مضامین متنازعہ خصوصا مسئلہ خلافت کے بیان کرنے مین بہت کچھہ وسیع خیالی دکھلائی ہے۔ اور طرز بیان ایسا رکھا ہے کہ جسکو شیعہ لوگ دلی رغبت سے پڑھ سکتے ہین۔ چند مواقع پر بنظر احتیاط حدیث اور تاریخ کی اصل عبارتین مع ترجمہ کے لکھدی ہین اور واقعات پر حسب موقعہ آزادانہ رائے بھی دی ہے۔ تاریخی مقامات پتہ لگانیکے واسطے عرب کا ایک صحیح اور مکمل نقشہ آخر مین شامل کر دیا ہے۔ قیمت عہ

سفر نامہ ابن بطوطہ جلد اول و دوم۔ ابن بطوطہ اسلامی سیاحون مین بہت بڑا مستند اور معتبر سیاح گذرا ہے۔ اسی زمانہ مین جبکہ وسایل سفر اس قدر آسان نہ تہے جیسے آجکل ہین۔ اس فاضل سیاح کا تمام بلاد مشرقیہ مین سفر کرنا اسکو علو ہمت کی بین دلیل ہے یہ کتاب عبرت وبصیرت کا خزینہ ہے۔ جسکے ملاحظہ سے زمانہ کے انقلاب کا فوٹو۔ قومون کے عروج وزوال کا نقشہ اور نوعمر تشنہ رو منزل من تشاء کا جلوہ آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے ترجمہ بالکل اصل عربی کتاب کے موافق ہے۔ قیمت ہر دو حصہ علاوہ محصولڈاک ۱۲ عہ

مضامین نہایت شائستگی اور آزادی

وکیل

یہ اخبار ہفتہ مین تین بار شنبہ۔ دوشنبہ اور چہارشنبہ کو روز بازار پریس امرتسر سے شایع ہوتا ہے اسکے پرزور آرٹیکلون نے ملک کے نامی گرامی قدردانون اور مشہور معاملہ فہم ناظرین کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے دنیا بھر کی ضروری اور دلچسپ خبرون کے نہایت جلد اور سب سے پہلے بہم پہونچانے مین اپنا نظیر نہین رکھتا۔ قومی انجمنون تعلیم گاہون اور کارخانون پر آزادی سے ریویو کرتا اور انکی ہمت بندھاتا ہے۔ اسلامی دنیا کی حالات معلوم کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہین۔ اسکی طرز تحریر آزادی سچی ہمدردی اعلےٰ درجہ کے لٹریچر نے ثابت کردیا ہے کہ یہی ایک اخبار ہے جسکو اردو اخباری دنیا مین لاثانی ہونیکا فخر حاصل ہے۔ پیشگی قیمت وصول ہوئے بغیر جاری نہین کیا جاتا۔ نمونہ کا پرچہ آدھ آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

شرح قیمت حسب ذیل ہے:-

پیشگی	سالانہ	ششماہی
ممالک بیرون سے	۱۲۔ شلنگ	۷۔ شلنگ .. ..
رؤسا۔ امرا۔ معززین سے	تیرہ روپئے (عہ)	آٹھ روپئے (للعہ)
عام خریدارون سے	آٹھ روپئے (للعہ)	پانچ روپئے (صر)
طلبا و کم استطاعت اصحاب سے	چھ روپئے (ﷲ)	چار روپئے (للعہ)

المشتہر

منیجر اخبار وکیل امرتسر

۷۸۶

تمدن اسلام

حصہ دوم

مصر کے نامور عیسائی عالم "جرجی زیدان" اڈیٹر رسالہ "الہلال" کی کتاب "تاریخ التمدن الاسلامی" کے حصہ دوم کا ترجمہ

جس میں

اسلامی حکومت کی ثروت، عہدہ داران حکومت و خلفاء کی دولتمندی، اس ثروت کے فراہمی کے اسباب پھر اس کے انحطاط کے وجوہ، عام ملک کی ثروت اور خاص شہروں اور دیہاتوں کی مالداری سے بالترتیب تفصیلی بحث کی گئی ہے اور مملکت اسلام کی مالی آمدنی کے قدیم گوشوارے درج کر کے ان پر تنقیدی بحث کی ہے

مولوی محمد حلیم انصاری صاحب ردولوی نے سلیس اردو میں ترجمہ کیا

روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں
شیخ عبد العزیز پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

فہرست مضامین تمدن اسلام حصہ دوم

تمدّن اسلام حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمدّن کے ظاہری نتائج اور اسکی اصل ماہیّت

ہمنے اس کتاب کے پہلے حصہ میں مختصر طور پر اسلامی حکومت کے قیام اور اُسکی ملکی مالی اور انتظامی کاروبار کی تاریخ بیان کی ہے مگر وہ باتیں اسلامی تمدن کی حالتوں پر غور کرنے کے لئے صرف تمہید کے طور پر ہیں کیونکہ ہر ایک تمدن کی چند نمائشی حالتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے ناظرین کو دلچسپی اور توجہ پیدا ہوتی ہے مگر اس کی اصل حقیقت پر غور کرنے سے ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جنپر مورخین کو بحث کرنے اور زور قلم دکھانے کا موقعہ ملتا ہے۔

تمدن کے نمائشی حالات اس کے کھلے ہوئے نتیجے ہیں۔ مثلاً دولتمندی۔ شان وشوکت علم ادب صناعت وتجارت اور سوسائیٹی کی ترتیب اور اداب معاشرت مگر تمدن کی حقیقت اور ماہیت اسکے سایہ میں رہنے والوں کی اچھی یا بری حالت ہے جسکو خوشحالی فارغ البالی یا ادبار اور پریشان روزگاری کے نام سے بھی موسوم کرسکتے ہیں۔

اسلامی تمدن کا نمائشی رخ یوں تو دولتمندی۔ علم۔ ادب۔ صناعت تجارت اور اہل ملک کی طرز معاشرت کو شامل ہے لیکن ہم ان میں سے اس حصہ میں صرف مملکت اسلامی کی دولتمندی سے بحث کرینگے اور باقی چیزوں کو ان کے موقعہ پر ذکر کرنے کے لئے چھوڑیں گے۔

کسی ملک کی دولتمندی کا بیان کرنیکے لئے اس بات کا علم درکار ہے کہ اسوقت کی سلطنتوں اور مقتضیات زمانہ کے لحاظ سے اسکے حصول کے ذریعے اور اسباب کیا تھے اور ان حکومتوں اور زمانوں کے تغیر وتبدل کا اثر ملک کی عام حالت پر کیا پڑتا تھا ہر زمانہ کی دولتمندی عام ملکی باشندوں میں ہوتی تھی یا کسی خاص طبقہ میں محصور رہتی تھی اور یا دولت کے خزانے صرف ارباب حکومت اور اصحاب حل وعقد کے ہاتھوں میں رہا کرتے تھے اسی کے ساتھ ملک کے مشہور شہروں کی دولتمندی اور قابل ذکر

عمارتوں کا حال بھی بیان کرنے کے لائق ہوتا ہے۔
یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسلامی مملکت کی انتہائی دولتمندی کا عہد بنو عباس کا دور حکومت تہا اور اگر ہمیں صرف اوسی دولتمندی کا بیان کرنا مدنظر ہوتا تو ہمارے واسطے اسقدر لکھدینا کافی تہا کہ بیت المال کی آمدنی خرچ کیا تہا۔ خلفا کے شاہانہ مصارف کس قدر تہے اون کے درباری امیروں اور اہل مناصب کی ثروت و آسودہ حالی کے کیا ذرائع تہے لیکن اس کتاب کی تالیف شروع کرنیکے وقت سے اب تک جس خیال کو ہمنے مرعی رکہا ہے وہ یہہ ہے کہ ہر ایک واقعہ کو اس کے اسباب کی طرف منسوب کر کے اصلی وجوہات کا پتہ لگایا جائے اور اسکے بعد ان تمام امور کے تعلقات بیان کئے جائیں جو مجموعی طور پر حالت عامہ سے متعلق ہوسکتے ہیں اور نیز وہ حالات درج کئے جائیں جو ہر زمانہ کے تغیر و تبدل کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں
غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ مملکت اسلامی اور دولت اسلامی دو جداگانہ چیزیں ہیں کیونکہ دولت (حکومت) کا مصداق حکمرانوں کی ذات اور ارکان سلطنت ہیں اور مملکت سے مراد ممالک اور اس کے باشندے ہیں اس صورت میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم مضمون زیر بحث کو دو حصوں میں تقسیم کریں پہلے حصہ میں حکومت اسلامی کی ثروت ہو اور دوسرے حصہ میں مملکت اسلامی کے تمول کی تشریح اور ان دونوں کو ایسے طریق سے بیان کریں کہ ازمنہ متقدم الذکر کے لحاظ سے اون کا امتیازی فرق معلوم ہوسکے۔
اس تمہید کے بعد حکومت اسلامی کی دولتمندی کا تفصیلی بیان اس کے ازمنہ کے اعتبار سے کیا جاتا ہے یہ عہد چار زمانوں پر منقسم ہے :-

(۱) دور نبوت (۲) دور خلافت راشدہ (۳) دور بنو امیہ (۴) دور بنو عباس۔

ہر زمانہ کی حالت چند بابوں پر منقسم ہوگی کسی میں خاص حکومت کے تمول یا بیت المال کی ثروت کا تذکرہ ہوگا اور کسی میں ملکی عہدہ داروں اور ارباب حل وعقد کی ثروت کا بیان کیا جائیگا اسی کے ساتھ اس دولتمندی کے سببوں پر نظر غائر ڈالی جائیگی اور اسکی کمی اور زیادتی کے اسباب سے بحث ہوگی خراج اور جزیہ وغیرہ کی تاریخ۔ مصارف کے ابواب اور اس کے علاوہ دوسری قابل ذکر باتوں کا بھی بیان ہوگا
ایک مبصر کی رائے میں اسلامی حکومت کی دولتمندی کا انقسام پانچ زمانوں پر حسب ذیل ہوسکتا ہے

(۱) دور نبوت (۲) دور خلفائے راشدین (۳) دور بنو امیہ (۴) بنو عباس کا پہلا دور یا انکی حکومت کا روز افزوں ترقی کرنیوالا زمانہ (۵) عباسیوں کا آخری دور یا ان کے تنزل اور انحطاط کا عہد۔

انکے علاوہ مصر اور اندلس وغیرہ میں جو دوسری اسلامی سلطنتیں موجود تہیں اونکی ثروت کا بیان بھی استشہاداً یا تمثیل کے طور پر اثنائے کلام میں آتا رہیگا کیونکہ اسلامی تمدن سے ہمارا مراد صرف عباسی تمدن ہے اور وہی مقصود اصلی ہے

اسلامی حکومت کی دولتمندی

۱۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا عہد سنہ ہجری سے ۱۱ھ تک

اگر حکومت کی دولتمندی کے یہ معنی سمجھے جائیں کہ اوس کی آمدنی اخراجات سے زائد ہو یا اس کے ضروری مصارف پورے کرنے کے بعد محاصل کی جو رقم بچ رہے وہ خزانہ میں داخل کیجاتی ہو تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اسلامی حکومت کو فی الحقیقت کوئی تمول یا ثروت حاصل نہ تھی اس لئے کہ اون دنوں کوئی رقم خزانہ میں جمع نہیں ہوتی تھی اور نہ اُسوقت تک مسلمانوں کے ہاں بیت المال کا وجود تہا بلکہ اون کی حالت یہ تھی کہ جب کبھی غنیمت کا مال ہاتھ آتا اوسے فوراً آپس میں بانٹ لیا کرتے تھے اسی طرح صدقات زکواۃ کی آمدنی مستحق لوگوں پر تقسیم کردیجاتی تھی اور اگر اس قسم مال میں کچھ باقی رہ جاتا تو اُسے وقتی ضرورتوں کے لئے محفوظ رکہا جاتا تہا اوسکی حفاظت اور نگرانی خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تہے اور چونکہ اس مد میں زیادہ تر بہیڑ۔ بکریاں۔ اونٹ اور گہوڑے ہوا کرتے تہے اس لئے ان کو ایک خاص نشان سے داغ دے کر دوسرے اُسی قسم جانوروں سے ممتاز بنایا جاتا تہا۔

غرضیکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حکومت کا تمول زکواۃ کے باقیماندہ اونٹ گہوڑوں بہیڑ اور بکریوں کے گلوں سے مراد تہا جو مخصوص چراگاہوں میں رکہے جانے کی وجہ سے عام لوگوں کے مملوکہ جانوروں سے متغائر ہوتے تہے ایسی چراگاہیں "مدینہ" کے قریب "بقیع" میں واقع تہیں اور انکو "حمٰی" کے نام سے موسوم کیا جاتا تہا (۱) اور اُس خاص داغ کے سبب سے جو ان جانوروں پر لگایا جاتا تہا یہ اپنی جنس کے دوسرے جانوروں میں ممتاز ہوتے تہے (۲)۔ حضور انور کے زمانہ میں اونٹوں اور گہوڑوں وغیرہ کی تعداد ملا کر چالیس ہزار راس تک پہنچ گئی تہی (۳)۔ یہ مال اور جو نقد آمدنی صدقات سے ہوتی تہی غزوات کے وقت سامان جنگ کی درستی پر صرف کیجاتی تحصیل زکواۃ کے محکمہ کا خرچ اور فقیروں اور یتیموں کی مدد خرچ بہی اس مال سے کی جاتی تھی۔

۲۔ خلفائے راشدین کا زمانہ ۱۱ھ سے سنہ ۴۱ھ تک

خلفائے راشدین کا عہد اسلامی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ مبارک زمانہ حقیقی انصاف اور خدا ترسی کا دور تہا۔ اس دور

(۱) ماوردی۔ صفحہ ۱۷۶۔ (۲) صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۹۔ (۳) شرح مؤطا۔

ہیں حکومت حق پسندی۔ راستبازی اور سچی غیر تمندی کے قابل قدر اصول پر قائم تھی اسوقت کے
مسلمان دین پروری میں نہائت راسخ تھے اور دنیا کو حقیر سمجھنا ان کا شیوہ تہا یہ وہ زمانہ ہے جس کو اسکے
مابعد کے مسلمانوں نے اپنی طرز عمل کا رہنما بنایا اور اسکی پیروی کو اپنا فخر سمجھا اور جس وقت کسی اسلامی
حکومت نے اون اصول کی خلاف ورزی کی تمام مسلمان پبلک برافروختہ ہوجاتی تھی اور حکومت کے شاہ
راہ حق کیطرف رجوع کرنے اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی خواہش کرتے تھے اون
برگزیدہ حکمرانوں کے بعد اسلامی حکومت کا طرز عمل بدل گیا اور دینی خلافت کی جگہ دنیوی ملکداری کے
قانون قائم ہوگئے خلفا اور انکے عاملوں (گورنروں) کے دلوں میں حرص وطمع نے گہر کیا اور وہ ہر ایک
جائز اور ناجائز وسیلہ سے صرف مال ودولت کا جمع کرنا اپنا اصلی مقصد خیال کرنے لگے۔

بیت المال حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اس دار فانی سے رحلت فرمانے کے بعد مسلمانو
کی یہ حالت تہی کہ خود ہی ارکان سلطنت تہے اور خود ہی عام فوجی سپاہی ان کے پاس قلت مداخل
کے باعث کوئی بیت المال (خزانہ عامرہ) نہیں تہا اور نہ ضروری مصارف کے علاوہ ان کو مال وزر کی
خواہش ہوتی تہی ان کے پاس جس قدر مال زکوٰۃ اور مال غنیمت کے آتا تہا وہ زیادہ تر بہیڑ بکریوں اونٹ
اور گہوڑوں یا غلات کی قسم ہوتا تہا نقد روپیہ ان کے پاس بہت کم ہوتا تہا البتہ جس وقت شام
فارس اور مصر کے ممالک انہوں نے فتح کرلئے تو زر سرخ وسفید کے ڈہیر ان کو نظر آئے اور انکی
آنکھیں کہل گئیں کہتے ہیں کہ صوبہ "بحرین" کے گورنر "ابوہریرۃ رض" ایک بار وہاں کے محاصل کا
بہت سا روپیہ لیکر خلیفہ عمر بن الخطاب کے حضور میں آئے تہے جس وقت خلیفہ ممدوح نے ان سے دریافت کیا
"کہ کیا لائے ہو؟" تو ابوہریرہ رض نے کہا پانچ لاکہہ درہم۔ عمر رض نے یہ رقم کثیر التعداد سمجہہ کر پہر کہا۔
تم سمجہتے ہو کیا کہہ رہے ہو۔ ابوہریرہ رض نے لاکہہ لاکہہ درہم پانچ دفعہ کہا۔ اس جواب کو سنکر عمر رض فوراً
منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کرکے ارشاد کیا۔ صاحبو! آج ہمارے پاس بے شمار مال
آیا ہے جس کے تقسیم کرنے کے لئے تمہاری رائے دریافت کی جاتی ہے کہ آیا پیمانوں سے ناپ کر تقسیم کیا جائے
یا شمار کرکے بانٹا جائے (۱)؟ زر ومال کی یہی فراوانی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ عمر رض کو مالی دفتر قائم کرنے
اور تمام مسلمانوں کی تنخواہیں سبقت فی الاسلام اور قرابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے مقرر کرنی
ضروری معلوم ہوئیں (۲) مگر انہوں نے مسلمانوں کو روپیہ جمع کرنے سے روکا اسی اثنا میں ایک شخص نے
یہ مشورہ دیا کہ اگر آپ حوادث آئندہ کے واسطے کچھہ روپیہ بیت المال میں جمع رہنے دیں تو مناسب ہوگا

(۱) مقریزی جلد ۱۔ صفحہ ۹۲۔ (۲) دیکھو حصہ اول تاریخ تمدن اسلام صفحہ ۱۲۵۔

آپ نے سختی کے ساتھ جھڑک کر اسکو جواب دیا یہ ایک وسوسہ ہے جو شیطان نے تمہارے دلمیں ڈالا ہے۔ خداوند پاک مجھکو اس کے شر سے محفوظ رکھے میرے بعد آنے والے لوگوں کے حق میں یہی امر فتنہ ہو گا میں ہر ایک مصیبت اور حادثہ کیلئے بجز اطاعت خدا اور رسول کے کوئی دوسرے قسم کا ذخیرہ نہیں رکھنا چاہتا اور یہی ہمارا وہ سودمند ذخیرہ ہے جس نے ہمیں ایسے اعلےٰ مرتبہ پر فائز کیا ہے (۱) عمر رضی اللہ کے عہد میں جب مال کی آمد بکثرت شروع ہوئی تو آپ نے دفتر مال قائم کر کے عاملوں (گورنروں) اور قاضیوں (ججوں) کی تنخواہیں مقرر کیں مسلمانوں کو روپیہ جمع کرنے سے روکا۔ اراضی خریدنے۔ خود کھیتی کرنے۔ یا نقد لگان پر دوسروں سے کاشتکاری کرانے سے منع کیا۔ (۲) اور ان کی ضرورتوں کے لئے خود ان کے اور ان کی بیویوں اور بچوں کے علی قدر مراتب روزینے اور وظیفے مقرر کر دیئے جو ان کو بیت المال سے برابر ملا کرتے تھے یہانتک کہ مسلمانوں کے غلاموں اور ان کے موالی (آزاد شدہ غلاموں) کی بھی تنخواہیں مقرر کر دیں اس طرز عمل سے آپ کا مدعا یہ تہا کہ مسلمان ہر حالت اور موقع پر فوجی خدمت کے لئے مستعد رہیں زمینداری اور کاشتکاری کے مشاغل اون کے مانع نہوں نہ ایک جگہہ کی بودوباش نقل وحرکت کی مزاحم ہو خاص ملکی باشندوں میں سے جو اہل ذمہ کہلاتے تہے جب کوئی شخص مشرف باسلام ہو جاتا تو اس کی مقبوضہ اراضی اور مکان اس کے ہموطن اور قرابتداروں میں تقسیم کر دیجاتی تھی اور وہ اپنے حقوں کا مقررہ لگان ادا کرتے رہتے تہے البتہ لونڈی غلام اور مویشی اس کے قبضہ میں باقی رہتے تہے اور دفتر مال مے دیگر مسلمانوں کی طرح اس کی تنخواہ مقرر ہو جاتی تھی (۳)

اس قاعدہ کے اجراء سے حضرت عمرؓ کا مدعا یہ تہا کہ ذمی لوگوں کی ذات اور ان کی اراضیاں آمدنی کا چشمہ بنی رہیں اور ان کے محاصل مسلمانوں کو غیر قوموں سے پولیٹکل جنگ کا سامان فراہم کرنے اور ان کی ضرورتوں کے پورا کرنے میں ہمیشہ کام دیں کیونکہ موجودہ مسلمانوں کو زمینیں خریدنے کی اجازت ہوتی تو یہی لوگ اس کے فوائد سے متمتع ہوتے اور دیگر لوگ محروم رہ جاتے اور کچھہ مدت کے بعد یہ اراضیات ان کی ذاتی جائداد بن جاتی (۴) حالانکہ عمرؓ کا خیال یہ تہا کہ مفتوحہ ملکوں کی اراضیاں مسلمان مجاہدین کے لئے نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ سودمند رہیں اور غیر مفتوح مشرک قوموں پر جہاد کرنے میں تقویت کا باعث ہوں اسی غرض سے اونہوں نے اُن زمینوں کو وراثت اور بیع سے روک کر ناقابل انتقال اور محفوظ بنا دیا تہا اور اہل اسلام کو جنگی خدمت ادا کرنے پر مجبور کر دیا تہا۔ (۵)

(۱) ابن اثیر صفحہ ۴۸ ج ۲ اور فخری صفحہ ۷۵۔ (۲) مقریزی جلد ۲ صفحہ ۲۵۹۔ (۳) ابن عساکر (کبیر کا نسخہ)۔ (۴) کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صفحہ ۱۴۔ (۵) ابن عساکر۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی جو عمر بن الخطاب کے نقش قدم پر چلنا ضروری خیال کرتے تھے انہوں نے بھی اپنے عہد حکومت میں اس قاعدہ کو جو مردہ ہو چکا تھا از سر نو زندہ کیا اور ایک فرمان اس مضمون کا صادر کیا۔ "جو ذمی اسلام قبول کرے اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہو جائیگی مگر اُس کے قبضہ کی زمین مُسلمانوں کے لئے خداداد عطیہ شمار ہوگی اور جو لوگ ادائے جزیہ کے اقرار پر مُسلمانوں سے صلح کرلیں گے ان میں سے جب کوئی شخص مشرف باسلام ہو اس کی متبوضہ اراضی اور مکان اس کی برادری کے لوگوں کا حق ہوگا (۱)" ان احکام کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اسلام صنعت حرفت اور تجارت وغیرہ سے محض بے تعلق اور جنگی خدمت کے لئے مخصوص رہے۔

خلفاء اور اون کے عاملوں کی دولتمندی

اس سے پیشتر جو کچھ لکھا جاچکا اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کو مال و زر کی ذرا بھی خواہش نہ تھی جس وقت حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہوا تو ان کے پاس سلطنت کے مال کا صرف ایک دینار نکلا تھا جو نادانستگی میں کسی تھیلی کے اندر رہ گیا تھا اور اس کو جھاڑنے کے وقت نکل آیا (۲) کیونکہ ان کا دستور تھا کہ جس قدر مال ان کے پاس جمع ہوتا اس کو سب مُسلمانوں میں بحصہ مساوی تقسیم کر دیتے تھے اور اپنی ذاتی ضرورتوں کا مطلق خیال نہیں کرتے تھے قبول اسلام سے پیشتر چالیس ہزار درہم جو ان کے پاس تھے اونہوں نے صرف کر ڈالے اور اپنی گذر اوقات کیواسطے تجارت کا شغل کیا کرتے تھے مگر جب خلافت کا بار ان پر ڈالا گیا تو انکی ذات اور ان کے متعلقین کی بسر اوقات کیواسطے ایک مقدار وظیفہ کی مقرر کردیگئی تاکہ کسب معاش سے بے فکر ہو کر مسلمانوں کے انتظام میں مصروف رہیں اور اپنی پوری توجہ کاروبار حکومت پر رکھیں اس وظیفہ کی بابت بھی انتقال کے قریب اونہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے قبضہ کی ایک زمین فروخت کرکے اس کی قیمت اس مال کے بدلہ میں دیدیجائے جو اُنہوں نے مسلمانوں کے مال سے لیکر اپنی ذات پر صرف کیا تھا (۳) اور رحلت کے وقت یہ بھی وصیت کی کہ دو کپڑے جو ان کے پاس ہیں اونہیں میں وہ کفنائے جائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب کے حالات زہد اور پاکیزگی نفس کے بارہ میں اس قدر مشہور ہیں کہ محتاج بیان نہیں صرف مجمل طور پر اس بات کا بیان کردینا کافی ہے کہ درحقیقت اسلامی سلطنت کے بانی مبانی اونہیں کی ذات والاصفات تھی اور اُنہوں نے حکومت اسلامی کی عمارت ملکداری کے نہایت مستحکم ستونوں پر قائم کی تھی اونہوں نے اسلامی حکومت کی بنیاد عدل۔ خداترسی۔ پرہیزگاری اور نصرت حق میں جان فدا کر دینے کے اعلےٰ اصول پر رکھی تھی جن صفتوں کا تنہا ایک شخص کی ذات میں جمع ہونا شاذ

(۱) مقریزی جلد ا۔ صفحہ ۷۷۔ (۲) ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ (۳) ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۷

اور نادر بات ہے اور اسی غرابت کیوجہ سے بعض اوقات میں اون کی صفتوں کی نسبت مبالغہ اور رنگ آمیزی سے کام لئے جانے کا وہم پیدا ہوتا ہے مگر جب ہم اون نتیجوں پر غور کرتے ہیں جو ان بیشل اوصاف پر مترتب ہوتے ہیں تو ہمیں انکے حالات کو سچ اور راست تسلیم کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں پیش آتی اور اس کے شواہد میں صرف اون بے شمار فتوحات کا خیال کر لینا کافی ہوتا ہے جن کی وجہ سے "مدینہ" کے بیت المال میں زرد جواہر کے انبار لگے رہتے تھے اور باوجود اس قدر کثیر دولت قبضہ میں موجود ہونے کے عمرؓ اس کیطرف مطلق التفات نہیں کرتے تھے بلکہ اُسی وظیفہ پر بسر کرتے تھے جسے مثل دوسرے صحابہ اولین کے مساوی طور پر اُنہوں نے اپنے لئے مقرر کر رکھا تھا کبھی ایک حبہ اس سے زائد نہیں لیا اور ضرورت ہوئی تو بیت المال کے نگران سے قرض لے لیا جسے فوراً دوسری تنخواہ کے برآمد ہونے پر مجرا دیدیا (۱) جب وقت اُن کی عمر زیادہ ہوگئی اور اُنہیں اپنی وفات کا زمانہ قریب آتا نظر آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا تھا کہ "میں نے مُسلمانوں کے بیت المال سے اسی ہزار درہم تلف کرڈالے ہیں وہ میری اولاد کے مال سے واپس کئے جائیں۔ اور اگر میری اولاد کا مال اس کیلئے کفائت نہ کرسکے تو تمام آل خطاب کے مال سے اوسکی کمی کو پورا کیا جائے" (۲) غذا اور لباس کے بارہ میں اونکی احتیاط مشہور ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام علی کے حالات بھی قریب قریب اسی طرح کے بیان کئے جاتے ہیں وہ بھی زہد اور عدل کے اعلےٰ صفتوں سے متصف تھے اور نہایت سختی کے ساتھ اس کے پابند۔ ان کا ایک قول ہے کہ "میں نے جس وقت بی بی فاطمہؓ کے ساتھ عقد کیا ہے اُسوقت میرے پاس صرف ایک دنبہ کی کھال تھی جس پر رات کے وقت بستر بنا کر سویا کرتا تھا اور دن کو اوسی پر دھوئے ہوئے کپڑے پھیلایا کرتا تھا اور میرے پاس سوا بی بی صاحبہ کے کوئی خادم تک نہ تھا" اُن کے عہد خلافت میں اصفہان سے ایک بار کچھ مال اور سامان آیا جسے انہوں نے سات برابر حصوں میں تقسیم کیا اتفاقاً اُسی سامان میں ایک روٹی بھی تھی اُس کے بھی سات ٹکڑے کئے اور امرائے اسباع کو بلا کر پہلے قرعہ ڈالا تاکہ جس کے نام قرعہ اُٹھے ابتدا تقسیم کی اوسی کے حصہ سے کی جائے حضرت علی نے کوئی پختہ یا خام عمارت تعمیر نہیں کی اپنے رہنے کے واسطے بھی مکان نہیں بنوایا اور ان کے کھانے کے واسطے غلہ "مدینہ" سے آیا کرتا تھا جسے وہ خود ایک تھیلے میں رکھ کر اپنے ساتھ لایا کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امام ممدوح نے اپنی تلوار اس بات کو ارشاد فرما کر فروخت کے لئے بازار میں بھیجی کہ اگر میرے پاس ایک تہبند کے واسطے چار درم ہوتے تو میں اس کو فروخت نہ کرتا اس کے علاوہ ان کے اور بھی صدہا مناقب ہیں جن کا حصر اور شمار نہیں ہوسکتا۔ (۳)

(۱) ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۹۔ (۲) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۸۳۔ (۳) ابن اثیر جلد ۳۔ صفحہ ۲۰۲ +

خلفائے راشدین کو عدل و حق کی تائید میں اس بات سے اور بھی زیادہ مدد ملی کہ ان کے عامل (گورنر) زیادہ تر خدا ترس اور سچے خوش اعتقاد مسلمان تھے عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ جہاں انہوں نے اس بات کو دیکھا کہ ان کے عامل نے تجارت یا کسی دوسرے شغل سے اپنی مقررہ تنخواہ کے علاوہ کچھ اور دولت جمع کرلی ہے تو فوراً اس کا آدھا مال بٹوا کر بیت المال میں داخل کر دیتے تھے اور اس کو بد دیانتی یا ظلم نہیں تصور کرتے تھے چنانچہ سعد بن وقاص عامل کوفہ۔ عمرو بن العاص عامل مصر اور ابی ہریرہؓ عامل بحرین اور ان کے سوا کئی اور شخصوں کے ساتھ انہوں نے یہی برتاؤ کیا تھا (۱) اور یہ امر ذرا بھی حیرت انگیز نہیں ہے اسلئے کہ جب عامل اپنے حکمران کو خدا ترس اور بے لوث دیکھیے گا اور اس کے پاکدامن اور خیر خواہ قوم ہونے کا ثبوت پائیگا تو باوجود اس بات کے کہ وہ امر اس کی طبیعت کے خلاف واقع ہوتا ہو پھر بھی وہ ضرور اپنے حاکم اور افسر کی پیروی کرے گا اور اس کو بھی جانے دیجئے سب کے مقدم تو یہ بات ہے کہ خود خلیفہ کسی ایسے شخص کو ملکی کاروبار کا ذمہ دار نہیں بنائیگا جو اس کے طرز عمل اور خیالات سے مخالفت رکھتا ہو خصوصاً عمرؓ تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے تھے جن کی عاملوں پر سخت گیری مشہور ہے ہر سال تمام کے موقع پر وہ اپنے عاملوں کی حالت با نچا کرتے تھے اور معمولی سی بداعمالی پر بھی ان کو برطرف کر دیا کرتے تھے۔

حمص کی ولائت میں عمرؓ کی طرف سے "عمیر بن سعد" نامی ایک شخص عامل مقرر ہوئے سال تمام کے موقعہ پر خلیفہ نے محاسبہ کیواسطے ان کو "مدینہ" میں طلب فرمایا کچھ دنوں کے بعد ایک دن عمرؓ کیا دیکھتے ہیں کہ عمیر بن سعد عامل حمص ننگے پیر پا پیادہ اس حالت سے چلے آرہے ہیں کہ ہاتھ میں ایک لاٹھی ہے اور چمڑے کا توشہ دان۔ اور کاٹھ کا ایک پیالہ اور ایک طباق پشت پر پڑا ہے گورنر حمص کی یہ ہیئت کذائی دیکھ کر عمرؓ نے ان سے دریافت کیا "عمیرؓ! تمہاری یہ حالت ہماری حکم کی تعمیل میں ہوئی ہے یا وہ ملک برا ہے جہاں کے تم حاکم کئے گئے ہو؟"

عمیرؓ۔ امیر المومنین!۔ بدزبانی اور بدگمانی خدائے پاک کے نزدیک دونوں باتیں ناپسند ہیں تو آپ کے پاس دنیا کے تمام ضروری سامانوں سے لیس ہو کر آیا ہوں کسی چیز کی خدا کی عنائت سے کمی نہیں"

عمرؓ "آخر میں بھی تو معلوم کروں کہ تمہارے پاس دنیاوی سامانوں سے کیا کیا چیزیں ہیں؟"

عمیرؓ ایک تو یہ عصا ہے جس میں ٹیک لگاتا ہوں اور دشمن سے مقابلہ ہو تو اس کے ذریعہ سے اپنا بچاؤ کرتا ہوں دوسرا یہ توشہ دان ہے جس میں خوراک کا سامان رکھتا ہوں؎

(۱) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱۔

عمرؓ۔ اور تم نے اپنے ملک کا کیا انتظام کیا ہے؟

عمیرؓ۔ اونٹوں کے مالکوں سے زکوٰۃ میں اونٹ وصول کئے۔ ذمی رعایا سے جزیہ لیا اور پھر اس تمام محاصل کو فقیروں، مسکینوں اور مسافروں پر تقسیم کردیا۔ خدا کی قسم! اے امیرالمومنین اگر میرے پاس اس آمدنی میں سے کچھ باقی ہوتا تو میں اُسے ضرور آپ کی خدمت میں حاضر کرتا۔

عمرؓ۔ اچھا تم اپنے ملک کو واپس جاؤ اور اپنا کام کرو۔ (۱)

یہاں پر اس بات کی تشریح کردینی ضروری ہے کہ پہلے ہم بیان کرچکے ہیں کہ عمرؓ دولت کے جمع رکھنے کو ناپسند کرتے تھے اور عام مسلمانوں کو بھی اس بات سے باز رکھتے تھے لہذا اگر وہ دولت جو بیت المال میں جمع ہونے کے لئے آتی تھی وہ مثل عہد نبوت اور زمانہ ابوبکرؓ کے فوراً مسلمانوں پر بحصہ مساوی تقسیم کردیجاتی تو ان کو اپنے خیال کی پابندی آسان ہوتی لیکن چونکہ انہوں نے لوگوں کے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کردی تھیں جو وقت مقررہ پر باقاعدہ تقسیم ہوتی تھیں اس لئے روپیہ کا خزانہ میں جمع رہنا ایک لازمی امر ہوگیا تھا اور اس کے علاوہ اُن کے عہد میں فتوحات ملکی اس کثرت سے ہوئی تھیں کہ اونکے جزیہ اور خراج کی آمدنیوں کے سوا مال غنیمت کے خمس کی بےشمار مقدار بھی آتی رہتی تھی اور باوجود اسکے کہ لوگوں کے وظائف برابر تقسیم ہوتے رہتے تھے پھر بھی کافی تعداد مال وزر کی باقی رہ جاتی ہوگی، اس بقیہ دولت کو وہ کیا کرتے تھے اگر فقرا اور مساکین پر بانٹ دیتے تھے تو کچھ مضائقہ نہیں لیکن جس وقت وہ کچھ روپیہ متفرق تقسیم کے لئے جمع رکھنے پر مجبور ہوتے ہوں تو اس کو ہم کیا تصور کریں بظاہر اس اعتراض کا دفع کرنا مشکل نظر آئیگا لیکن ہمارے خیال میں اسکا جواب بہت آسانی کےساتھ یوں دیا جاسکتا ہے کہ خلیفہ ممدوح کی ممانعت کا مقصد صرف اسقدر تھا کہ وہ جنگی مصارف کی ضرورت کیلئے روپیہ جمع رکھنے کو ناپسند کرتے تھے اور صرف اسی کی انہوں نے ممانعت کی تھی اسلئے جو روپیہ تاوقت تقسیم تنخواہ کی غرض سے خزانہ میں باقی رہتا تھا وہ جمع کرنے کی تعریف سے خارج تھا۔

مسلمانوں کا مال و دولت جمع کرنے کی طرف متوجہ ہونا

یہ بات تسلیم کرنی پڑیگی کہ عمر رضی اللہ کا یہ خیال اس مسلمہ اصول کے سراسر خلاف تھا جو استحکام و قیام سلطنت کی بنیاد ہے خزانہ کا معمور رکھنا ملکداری کا جزو اعظم ہے اور حکومت کا بقا اسی پر منحصر۔ لیکن چونکہ ابتدائی زمانہ کے مسلمان خلافت کو سیاسی (پولیٹیکل) حکومت نہیں تصور کرتے تھے اس لئے ان ہیں اس بات کی طرف توجہ نہیں ہوئی مگر کچھ عرصہ کے بعد جبکہ لوگوں کے

(۱) مستطرف جلد ۱ صفحہ ۹۱۔

دلوں سے عہد نبوت کا رعب وجلال گھٹ چلا تو انسانی فطرت نے ان کو مغلوب کر لیا اور وہی مسلمان جو دولتمندی سے نفرت کرتے تھے مال و زر جمع کرنیکے شائق بن گئے اور بعض ان میں بڑے بڑے مالدار ہو گئے دولتمندی کیطرف مسلمانوں کا رجحان حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں آغاز ہوا جو ۲۳ھ سے ۳۵ھ تک تیرہ سال کا زمانہ ہوتا ہے اس خواہش کی پیدا ہونیکی وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ موصوف حضرت عمرؓ کی طرح سخت گیر نہیں تھے اور اس کے سوا ایک اور بات بھی تھی وہ یہ کہ عثمان بن عفان اموی خاندان کے ایک ممبر تھے اور اموی لوگوں نے ان کی خلافت سے تازہ عزت حاصل کر کے اس بات پر کمر باندھی تھی کہ وہ اپنی گذشتہ عظمت و شوکت جو ان کو زمانہ جاہلیت میں حاصل تھی دوبارہ از سر نو حاصل کریں اور بنو ہاشم کو جنہوں نے عہد اسلام میں ان کے تمام مناصب چھین لئے تھے اور اپنے گھر میں نبوت کا شرف ہونے سے اونہیں دبا رہے تھے زک دیں (۱) حضرت عثمانؓ نے اپنے قرابت مندوں کو ممالک اسلام کا گورنر مقرر کرنا شروع کیا جن میں بعض لوگ ایسے تھے جو اسلام کے مقابلہ میں فروغ پانے سے مایوس ہو کر مجبوراً مشرف باسلام ہو گئے تھے حضرت عثمان رضؓ نے ایک اور بے اعتدالی کی وہ یہ کہ فتوحات میں مال غنیمت کا خمس بیت المال کے لئے نکالا جاتا تھا اور وہ عام مسلمانوں کو تقسیم کیا جاتا تھا اس میں انہوں نے اپنے عزیزوں کو اور لوگوں سے زائد حصہ دینا شروع کیا مثلاً ایک بار ۲۷ھ میں اسلامی افواج نے بماتحتی عبداللہؓ بن سعد کے جو حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے افریقیہ کا ملک فتح کیا تو ۲۵۰۰۰۰۰ دینار مال غنیمت میں حاصل ہوئے عبداللہ بن سعدؓ نے اس کا خمس بجائے بیت المال میں داخل کرنے کے مروان بن حکم کو بخش دیا اور اپنی لڑکی اس کے عقد میں دیدی (۲) اس کے علاوہ عثمانؓ نے عاملوں سے حساب فہمی کا قاعدہ توڑ دیا اسلئے اکثر عاملوں کو جو ان کے رشتہ دار بھی تھے دل کھول کر زر و مال جمع کرنیکا موقع مل گیا خاصکر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے جو ملک شام کے عامل اور بڑے بلند نظر اور عالی حوصلہ شخص تھے بیشمار دولت فراہم کر لی اور سب سے پہلے عمرؓ کے اس قاعدہ کو جو مسلمانوں کو اراضیات خریدنے اور زراعت کرنے سے باز رکھنے کے بارہ میں تھا انہیں نے توڑا ۔

اس کی صورت یوں ہوئی کہ جسوقت اہل اسلام نے شام کا ملک فتح کیا تھا تو وہاں کی اراضیات خاص ملکی باشندوں کے قبضہ میں بحال رکھیں چونکہ زمین کا بڑا حصہ رومی فوج کے افسروں یعنے بطریقوں کی جاگیروں میں تھا اور اسلامی فتح کے بعد وہ یا تو بھاگ گئے یا قتل ہوئے لہذا انکی جائدادیں اور

(۱) دیکھو حصہ اول تاریخ تمدن صفحہ ۵۹ ۔ (۲) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ ۔

زمینیں لاوارث رہیں اور فاتح لوگوں کی ملکیت بنگئیں یہ اراضیاں بیت المال پر وقف نہیں اور قاعدۃً تہا کہ ہر صوبہ کے گورنر اون زمینوں کو لگان پر لے لیا کرتے تہے اور ان کی آمدنی بیت المال میں داخل کرتے رہتے تہے معاویہ رضہ کو ملک شام کی حکومت پر استقرار ہوا تو اُنہوں نے شان حکومت اور نمائش جاہ وجلال میں رومیوں کی پیروی کی اپنے حشم وخدم میں بہت سے لوگ بہرتی کئے اور اسقدر سامان ریاست درست کیا کہ ان کی آمدنی صرف کیلئے ناکافی ہوگئی اور مقررہ تنخواہ میں بسر کرنا مشکل پڑگیا عثمان رضہ کو کمزور حکمران پاکر معاویہ رضہ نے انہیں لکہا کہ " میری تنخواہ مصارف کے لئے ناکافی ہے کیونکہ فوجوں کے وفد سپہ سالاروں کے قاصد اور دولت روم کے سفیروں کے آتے رہنے سے اونکی مہمانداری کا خرچ مجہہ کو برداشت کرنا پڑتا ہے اس تمہید سے حسن طلب کا موقع ثابت کرکے اون اراضیوں کی نسبت جو بیت المال پر وقف نہیں یہ لکھا کہ ان کا کوئی خاص مالک نہیں ہے اور نہ وہ ذمی لوگوں کی ملک ہیں نہ انپر کسی قسم کا خراج مقرر ہے اس قدر تفصیل کے بعد اپنا مدعا یوں لکہا تہا کہ " اگر آپ حکم دیں تو میں انہیں اپنی جاگیر میں لے لوں "۔ (۱)۔

حضرت عمر رضہ نے معاویہ رضہ کو ملک شام کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا تہا اور ان کی تنخواہ سالانہ ہزار دینار قرار دی تہی (۲) جو اسوقت کے دوسرے عاملوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تہی اب حضرت عثمان رضہ کے عہد میں انہوں نے موقوفہ اراضیوں کو اپنی جاگیر بنانے کی خواہش کی جسے خلیفہ ممدوح نے منظور کرلیا اس طرح پر معاویہ رضہ نے ان زمینوں پر قبضہ کرکے اپنے کنبہ کے نادار لوگوں کو بلا حق انتقال تقسیم کردیں اس بات سے ان کو یہ جرأت بہی پیدا ہوگئی کہ وہ جائداد اور علاقہ خریدیں۔ چنانچہ اونہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں کہا بلکہ خلافت پر مستقل ہونے کے زمانہ میں مسلمانوں کو عام طور پر اس کی اجازت دیدی کہ وہ آزادی کے ساتھ اراضیاں خریدیں۔

امیر معاویہ کی پیروی میں دوسرے صوبجات کے عاملوں نے بہی علاقے خرید کرنے شروع کئے اور تمام صحابہ نے املاکین اور جائدادیں مول لے لیں جن میں حضرات طلحہ رضہ۔ زبیر رضہ۔ سعد رضہ اور یعلیٰ رضہ وغیرہ کے ایسے اعلےٰ درجہ کے صحابی بہی شامل تہے اور ان کی دولتمندی روز افزوں ترقی کرتی گئی یہانتک کہ خود خلیفہ عثمان بن عفان رضہ نے بہی بہت بڑا حصہ زمینوں کا خرید فرمایا اور بے شمار مال وزر جمع کیا چنانچہ ان کی شہادت کے بعد ان کے خزانچی کی تحویل میں ۱۵۰۰۰۰ دینار اور ۱۰۰۰۰۰۰ درہم نقد موجود نکلے اور وادی القریٰ اور حنین وغیرہ میں انکی جو اراضیاں تہیں ان زمینوں کی قیمت ۱۰۰۰۰۰ دینار تک تخمینہ

(۱) ابن عساکر (خط)۔ (۲) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۱۔

کی گئی اثاثہ البتہ اور اونٹ گھوڑے اس کے علاوہ تھے (۱) اس بات سے قیاس قائم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ خود بہت بڑا مالدار شخص تھے لہذا انہوں نے اس بارہ میں مسلمانوں کی کوئی روک تھام نہیں کی اور اس کے سوا ان کے عزیزوں خاصکر امیر معاویہ بن ابی سفیان رض نے اونہی اور بھی دولت کے جمع کرنے پر امادہ کیا اور اس کے بعد سے مسلمانوں کے یہاں زمینداریاں خریدنا معمولی اور رواجی امر ہو گیا۔

مسلمانوں میں زمینداری کا شوق ایک وجہ سے اور بھی شایع ہوا جو حسب ذیل ہے۔

حضرت عثمان اور اُن کے عاملوں نے چند ایسی زمینیں جن کا کوئی مالک نہیں ٹھہرا اس شرط پر اپنی جاگیر بنالی تہیں کہ ان کے معاوضہ میں ٹھیکہ یا لگان کے طور پر ایک مقررہ رقم بیت المال میں داخل کرتے رہینگے جسکا بیان پہلے ہو چکا ہے مگر جسوقت ۸۲ھ میں اشعث کا فتنہ برپا ہوا تو اس میں سرکاری دفتر جل گیا۔ اور تمام حسابات تلف ہو گئے اس موقعہ سے اُن ٹھیکداروں کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ لوگ اپنی اپنی متبوضہ زمینوں کے غصب کر لینے میں کامیاب ہو گئے اور اُن کے مالک بن گئے (۲)۔

اگرچہ معاویہ رض اور اون کے ہمخیال چند دوسرے لوگ اس طریقے سے دولت کی فراہمی میں مصروف ہوئے تھے تاہم عام مُسلمان اونکے اس طرز عمل کے مخالف تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اونہوں نے مساوات کا لحاظ نہیں کیا تہا اور فقیہوں اور پرہیزگار لوگوں کی ناراضی کی تو کوئی حد نہیں تھی۔ حضرت ابی ذر غفاری رض جو ایک جلیل القدر صحابی تھے اون کی رائے میں عمر رض کے قاعدہ کا ٹوٹنا بڑا ستم تہا اور وہ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ایک مُسلمان کی ملک میں رات اور دن کی خوراک سے زائد سامان رہنا ناجائز ہے اور ہو تو اسے راہ خدا میں غربا پر ایثار کر دینا واجب یا جہانداری میں صرف کرنا لازم ہے (۳) وہ ملک شام کے دولتمندوں کو کہا کرتے تہے کہ "فقرا کی خدمت اور مسکینوں کی امداد کرو۔ بیشک جو لوگ سونے چاندی کو جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اوسے صرف نہیں کرتے اون کو معلوم رہے کہ اونہیں سکوں کو گرم کر کے ان کی پیشانیاں پہلو۔ اور پشت داغی جائے گی" ابی ذر رض نے اپنے اس خیال کا اس قدر اعلان کیا تہا کہ فقیروں کو ایک سند ہاتھ آگئی اور انہوں نے امرا اور اہل دولت کو امداد دینے پر مجبور بنا لیا وہ سوال نہیں کرتے تہے بلکہ گویا اپنا واجبی حق طلب کیا کرتے تہے یہانتک کہ دولتمند لوگوں نے تنگ ہو کر امیر معاویہ رض سے اس بات کی شکایت کی امیر معاویہ رض خود بھی ابی ذر رض سے بہت ناراض تھے کیونکہ وہ ان کو بھی کئی بار مال و زر جمع کرنے کی نسبت لعنت ملامت کر چکے تہے چنانچہ جس وقت امیر معاویہ رض نے شہر دمشق میں "قصر خضرا" کا شاندار محل بنایا تو اس کی تیاری کے بعد ابی ذر رض سے بطور داد چاہنے کے دریافت کیا کہ "آپ کے خیال

(۱) مسعودی جلد ا صفحہ ۳۰۱۔ (۲) ماوردی صفحہ ۱۸۳۔ (۳) ابن اثیر جلد ۳۔ صفحہ ۵۵۔

ہیں یہ عمارت کیسی بنی ہے؟" جس کے جواب میں ابی ذر رضؓ نے کہا۔ اگر تمنے اس کو خدا کے مال سے بنوایا ہے تو تم بد دیانتی کے مرتکب ہوئے ہو اور اپنی ذاتی دولت اسپر صرف کی ہے تو فضول خرچی کے مرتکب ہوئے" (۱)
امیر معاویہ رضؓ ان کی اس ناگوار تقریظ سے دل میں بہت رنجیدہ ہوئے۔ بظاہر تو کچھ نہیں کہا لیکن اندرونی طور پر ان کے قانونی شکنجہ میں لانے کی فکر رہنے لگے اس لئے انہوں نے ابی ذر رضؓ کے پاس ایک مرتبہ ہزار دینار رات کے وقت اس خیال سے بھیجے کہ وہ اسوقت ان کو صرف نہیں کرسکیں گے اور صبح کو میں انہیں الزام دونگا۔ مگر ابی ذر رضؓ نے اپنی عادت کے موافق وہ سب روپیہ اُسیوقت غریبوں اور مستحق لوگوں کو بانٹ دیا۔
صبح کو امیر معاویہؓ کے قاصد نے آکر اُن سے کہا۔ جناب میں غلطی سے وہ دینار آپ کے پاس لے آیا تھا۔ اب امیر معاویہ رضؓ انہیں واپس مانگتے ہیں"۔ ابی ذر رضؓ نے جوابدیا "میں نے تو وہ سب روپیہ اسی وقت تقسیم بھی کردیا"
قاصد یہ جواب لیکر پلٹ گیا اور امیر معاویہؓ اپنے ارادہ میں ناکام رہنے سے بہت شرمندہ ہوئے اب انہوں نے الزام کا موقع نہیں پایا تو ابی ذر رضؓ پر نقض امن کا الزام قائم کیا اور خلیفہ عثمان بن عفانؓ کو ان کی شکائت میں لکھا کہ "ابی ذرؓ کیوجہ سے تمام ملک شام کے لوگ آپ کے دشمن ہو رہے ہیں"۔ اس شکائت نامہ کو پڑھکر خلیفہ ممدوح نے فوراً یہ حکم تحریر کردیا کہ "ابی ذرؓ کو ننگی کاٹھی پر سوار کرکے مدینہ منورہ میں بھیجدو" (۲)
غرضیکہ جب وہ اس حالت سے مدینہ پہنچے تو خلیفہ نے اُن سے جواب طلب کیا۔ مگر ابوذرؓ نے اپنی سچائی کے زعم میں ان کے حکمران ہونے کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور صاف صاف لفظوں میں بنو اُمیہ کے ظلم و ستم اور دائرہ حق سے خارج ہونیکی حالت بیان کردی۔ عثمان رضؓ نے ان کی باتوں پر بھی خیال نہیں کیا اور اُنہیں "مدینہ" سے نکلوادیا اور حکم دیا کہ وہ "ربذہ" نامی ایک مقام کو جلاوطن کر دیئے جائیں چنانچہ وہ اپنے آخر وقت تک وہیں رہے۔ ابی ذر رضؓ کے ساتھ اس قسم کا سلوک ہونا عام مسلمانوں کو بہت گران گذرا۔ اور ان کے دلوں میں عثمانؓ کی طرف سے بغض پیدا ہوگیا۔

۳۵ھ میں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور ان کے بعد خلافت کے بارہ میں فساد برپا ہوا۔ امیر معاویہؓ کو حصول خلافت کی بڑی تمنا تھی۔ مگر وہ اس بات کو جانتے تھے کہ موجودہ حالت میں خلافت کے ایسے دعویدار موجود ہیں جو قرابت نبوی اور سبقت ایمانی کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں گے لہذا انہوں نے روپیہ کی امداد سے اپنے طرفداروں کی ایک قومی جماعت فراہم کرنے کی سعی کی اور اس کے لئے انہی بافراط زر و مال خرچ کرنا اور اس کی فراہمی میں ان کو کئی قسم کی تدبیروں سے کام لینا پڑا اس میں کوئی شک نہیں کہ مال کی قوت کے سامنے تمام قوتیں ہیچ ہو جاتی ہیں ابتدائے آفرینش عالم سے اسوقت

(۱) ابن الفقیہ صفحہ ۱۵۶۔ (۲) یعنی جس کاٹھی پر نمدہ وغیرہ نہ چڑھایا گیا ہو۔ مقصد یہ تھا کہ تکلیف پہنچے۔ ابن الفقیہہ صفحہ ۱۵۶

تک دنیا کے تمام بڑے بڑے کاموں کی بنیاد یہی مالی قوت رہتی آئی ہے اور اسی محور پر تمدن دنیا گردش کرتی رہتی ہے کوئی جنگ یا صلح یا مخالفہ۔ یا معاہدہ اور فتح یا محاصرہ ایسا نہیں ہوتا جس کی تحریک پیدا کرنے والا "مال" کے علاوہ کوئی دوسرا امر ہو۔ امیر معاویہ رضؓ نے بھی اسی قاعدہ پر عمل کیا اور بیدریغ زر صرف کرکے عرب کے نامور پولیٹکل لوگوں کی ایک عمدہ جماعت اپنے قابو میں کرلی اور ان سے اپنے منشاء کے مطابق کام لیا ان لوگوں نے اپنی مدبرانہ قوت اور تلواروں سے معاویہ رضؓ کی پوری مدد کی اور جنگ صفین کے بعد انہیں خلیفہ بنا ہی دیا۔ گو بالآخر خشہ یہ منصب معاویہ رضؓ کو اس وقت ملا جبکہ امام علیؓ سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوگئے اور ان کے خلف اکبر حضرت امام حسنؓ نے منصب خلافت سے کنارہ کشی کرکے اس بار کو امیر معاویہ کے سپرد کردیا۔ اگرچہ یہ سب مرحلے طے ہوگئے لیکن عام مسلمانوں کا خیال یہی رہا کہ معاویہ رضؓ نے روپیہ کی طاقت سے خلافت حاصل کی ہے چنانچہ امام زین العابدینؓ جو امام علی کے پوتے تھے اونہوں نے ایک بار صریح لفظوں میں اس بات کو کہا۔ کہ امیر معاویہ رضؓ علی رضؓ کے ساتھ روپیہ کے ذریعہ سے لڑتے تھے"۔ (۱)۔ خاندان بنو امیہ کے دوسرے حکمرانوں نے بھی معاویہؓ کی پیروی کی اور خاندان بنو ہاشم کے ان لوگوں سے مقابلہ کرنے میں جن کو خلافت کا دعوےٰ تھا یا خارجی لوگوں سے جنگ کرنے میں مال و دولت ہی کو اپنا آلہ اور سپر بنایا۔ اسی لئے ان کو دولت جمع کرنے بلکہ اس کے ہر ایک مناسب اور نامناسب طریقہ سے ہاتھ میں لانے کی فکر پیدا ہوئی جیسا کہ آئندہ بیان سے معلوم ہوگا وہ یہی کرتے رہے۔

خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں پر دولت جمع کرنا حرام تھا۔ مگر یہ حرمت زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی اور نفس الواقع رہ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ اس قاعدہ کا بقا حضرت عمر بن الخطابؓ کے وجود کا پابند تھا یا کسی ایسے شخص کا طالب تھا جو عادات اور اطوار میں اونہیں کا نظیر ہو نا اسی کے ساتھ یہ بات بھی شرط تھی کہ اہل عرب کی بدوی فطرت بھی برقرار رہتی جو اصول عمران کے منافی ہے اسی لیئے اہل عرب کا رومیوں اور فارسیوں سے میل جول ہونا ان کے دلوں میں دولتمندی اور عیش و عشرت کا تخم بو گیا اور بنو امیہ کو دولت کے ذریعہ سے اپنی کامیابی کا منہ دیکھنا ان کے دلوں میں بیشمار دولت فراہم کرنے کی خواہش کا پیش خیمہ بن گیا اور وہ اس خیال سے بہت جلد متاثر ہوئے خلفائے راشدین کا مبارک اور پرامن زمانہ گذر رہنے کے بعد مسلمانوں نے پھر ویسا عہد نہیں دیکھا اور کئی صدیوں تک ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ کا نام لوگوں کے نزدیک ضرب المثل رہا۔ خاصکر حضرت عمر رضؓ جن کے عدل دوراندیشی اور مردم شناسی کے اعلےٰ صفات مشہور تھے۔ اکثر لوگوں نے اون کی پیروی کرنی چاہی مگر کسی سے بن

(۱) یعقوبی جلد ۲۔ صفحہ ۱۹۹۔

آئی بنو امیہ کے بعض عمال جن کے ظلم وستم اور پولیٹیکل چالوں کی ایک زمانہ میں دھوم مچی تھی دراصل وہ عمرؓ کی پیروی کے شائق تھے لیکن ان سے لغزش ہوگئی اور وہ بجائے عادل وحق شناس بننے کے ظالم وناخدا ترس ہوگئے بعض مورخین کی رائے ہے کہ زیاد بن ابیہ نے انتظامی قابلیت۔ دوراندیشی اور حسن سیاست میں عمرؓ کی اقتدار کرنی چاہی مگر وہ حد سے باہر نکل گیا اور حجاج بن یوسف نے زیاد کی پیروی کرنے کا قصد کیا۔ لیکن وہ بھی اعتدال کے دائرہ سے خارج ہو گیا اور بجائے عادل وحق پسند ہونیکے ظالم وسفاک بن گیا (۱)

۳۔ عہد بنی امیہ ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک

بنو امیہ کا دور عہد راشدین اور عہد عباسیہ دونوں سے کسی نہ کسی حیثیت میں ممتاز نظر آتا ہے خلفائے راشدین کے زمانہ سے اوسے اسلئے امتیاز ہے کہ دینی خلافت کے اصول مٹ کر دنیاوی حکومت کی بنیاد اوس میں پڑی اور عہد عباسی سے یوں ممتاز ہے کہ اموی حکومت خالص اور متعصب عربی نسل کی حکومت تھی جو غیر اقوام سے طبعی نفرت رکھتی تھی اسیوجہ سے امویوں کے زمانہ میں ملک کے اصلی باشندے جو ذمی کہلاتے تھے خلفا، اور ان کے عاملوں کے ہاتھوں بیحد ظلم وستم اٹھاتے تھے اور دین اسلام قبول کرلینے پر بھی اُنکے ساتھ نفرت کے قابل برتاؤ ہوا کرتا تھا ان نومسلموں کا نام اہل عرب نے اپنی اصطلاح میں "موالی" رکھ چھوڑا تھا اور ان سے بالکل غلاموں کی طرح کا برتاؤ برتتے تھے اور اپنے تئیں اونکا محسن ومربی اور آقائے نعمت سمجھتے تھے اہل عرب کا خیال تھا کہ ہمنے ان کو کفر اور گمراہی کی تاریک غار سے نکالکر مذہب اسلام کے صاف وروشن شاہ راہ پر کھڑا کردیا ہے اس لیئے انہیں ہمیشہ ہمارا ممنون رہنا چاہیئے۔ اونہیں وہ اسقدر حقیر جانتے تھے کہ اگر کبھی ان کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی تو اس کو محض اس خیال سے گوارا کرتے کہ ہم تواب کے واسطے عاجزی کا برتاؤ کرتے ہیں بعض لوگوں کا یہ دستور تھا کہ ان کے سامنے سے کوئی جنازہ گزرتا تو وہ پہلے دریافت کرتے کہ کس کا جنازہ ہے اگر معلوم ہوتا کہ کسی "قرشی" کا جنازہ ہے۔ تو "واقوماہ" کہتے اور عربی کا جنازہ ہوتا تو "وابلداہ" کے لفظ سے اوسپر افسوس ظاہر کرتے۔ لیکن جب یہ معلوم ہوتا کہ "مولی" یعنے نومسلم کا جنازہ ہے تو حقارت اور لاپروائی سے کہدیا کرتے "ہومال اللہ یاخذ ماشاء ویدع ماشاء" یعنے خدا کی امانت ہیں کس کو اختیار ہے اوس کی مرضی چاہے واپس لے یا چھوڑ دے "موالی" اپنے لئے کنیت نہیں مقرر کر سکتے تھے اور اہل عرب ان کو صرف ان کے اصلی ناموں یا لقبوں کے ذریعہ سے پکارتے تھے وہ لوگ جنگ کے میدان میں اہل عرب کی صفوں کے برابر نہیں چل سکتے تھے (۲) اور ان کا تحقیراً "علوج" نام

(۱) ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۲۴۔ (۲) عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۷۳۔

رکھ چھوڑا تھا۔ ان لوگوں کے حالات میں "جاحظ" نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "کتاب الموالی" ہے وہ لکھتا ہے کہ "جن موالی" نے "ابن اشعث" کا ساتھ دیکر بنو امیہ کے ساتھ جنگ کی تھی حجاج بن یوسف ثقفی ملک عراق کے گورنر نے اونپر قبضہ پانے کے بعد ان کا جتھا توڑنا چاہا لہذا اس نے ہر شخص کے ہاتھ پر اس شہر کا نام نیل سے گدوا دیا جہاں اوسے بھیجنا منظور تھا اس گدنا گدانے کی خدمت "بنی عجل" کے ایک آدمی کو سپرد ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس بارہ میں کہا ہے۔

وانت من نقش العجلی راحتہ	اور تو وہ شخص ہے جسکی ہتھیلی پر عجلی نے گدنا گودا ہے اور تیرا سردار
وفر شیخك حتی عاد بالحکم (۱)	بھاگ گیا تھا یہاں تک کہ پھر اس کی حکومت نہ ہوئی۔

اس مبحث کی تفصیل ہم اسوقت کریں گے جبکہ اس کتاب کے کسی حصہ میں اسلامی قلمرو کی طرز معاشرت کا بیان کریں گے اس جگہ پر صرف اتنا ظاہر کرنے کیلئے کہ اموی حکومت کے دور میں اہل عرب غیر قوموں کے ساتھ خواہ وہ مسلمان بھی ہوں کیسا تعصب رکھتے تھے ہمنے ایک مختصر تذکرہ کر دیا ہے۔

بنو امیہ کے تعصب اور ان کے غیر اقوام کو بیحد ذلیل سمجھنے کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ انہوں نے اپنے مفتوحہ ملکوں کی رعایا کا جان اور مال اپنا رزق حلال سمجھ رکھا تھا اس کی دلیل ملک عراق کے عامل "سعید بن العاص" کا یہ قول ہے "ما السواد الا بستان قریش ما شئنا اخذنا منہ وما شئنا ترکنا" (۲) اور عمرو بن العاص حاکم مصر سے "اخناء" کے حاکم نے ایک بار دریافت کیا کہ ہم سے ٹیکس پر کس قدر جزیہ مقرر کیا گیا ہے تو انہوں نے اسے جواب دیا "تم ہمارے خزانے ہو اگر ہمپر زیادتی ہوگی تم سے زیادہ لیں گے اور ہمپر تخفیف کی جائیگی تو تمپر بھی تخفیف کرینگے" (۳)۔ غرضیکہ اسی قسم کی زیادتیوں اور زبردستیوں سے انہوں نے رعایا کا خون چوسنا اپنے اصول میں داخل کر لیا تھا اور یہ سب خرابی امیر معاویہؓ کی ڈالی ہوئی تھی جنہوں نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں بعض عاملوں کو ان کے صوبہ کی آمدنی خوردبرد کر لینے کا موقع دیا اور اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ وہ لوگ ان کے معین و ناصر بنے رہیں قاعدہ ہے کہ جن کے ساتھ ایک مرتبہ کوئی رعایت کی جائے وہ ہمیشہ اسی مراعات کا امیدوار رہیگا اور خاصکر ایسی حالت میں جبکہ رعایت غرض سے کیجائے لہذا جب ایک دفعہ ان سے جواب طلب نہیں ہوا تو آیندہ کے لئے وہ لوگ سرکاری آمدنی غبن کر لینے کے خوگر ہوگئے اور امیر معاویہؓ یا ان کے جانشینوں کو بوجہ خارجی لوگوں اور بنو ہاشم کے طرفداروں سے معرکہ آرا رہنے کے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اسی وطیرہ پر پابند رہیں اور جس طرح ممکن ہو خراج

(۱) عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۴۷ (۲) آغانی جلد ۱۱ صفحہ ۳۰ - (۳) مقریزی جلد ۱ - صفحہ ۷۷ -

سواد قریش کا باغ ہے اس میں سے ہم کو جس چیز کا دل چاہے لینے نہ لینے کا اختیار ہے۔

جزیہ کی مقدار بڑہا کر محاصل ملکی کو زائد کریں اور رعایا کو پیٹ بہر کے لوٹیں عامل بہی ایسے لوگوں کو مقرر کیا تہا جن کی حسن کارگذاری اور توفیر محاصل میں کوشش کرنے کے علاوہ اس بات پر بہی اعتماد تہا کہ وہ لوگ جنگ کے موقعہ پر سچے جاں نثار ثابت ہوں گے ان عاملوں میں اول نمبر کا ظالم اور سفاک حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر تہا۔ عبدالملک بن مروان کو اپنی خلافت کے زمانہ میں کئی ایک خلافت کے دعویداروں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جن میں عبداللہ بن زبیرؓ اور مختار بن ابی عبید دوسر برآوردہ اور بڑے دلیر شخص تہے اور حجاج ہی کا جگر تہا کہ اس نے ان لوگوں سے معرکہ آرائیاں کیں اور انہیں تباہ و ہلاک کیا اس نے حق یا ناحق جس طور پر ہو سکا اہل ملک سے روپیہ سمیٹ کر بے پایان جنگی مصارف پورے کئے اور ناقابل بیان سفاکی اور ظلم سے کام لیکر اپنے آقا کیلئے خلافت کا میدان پاک و صاف بنا دیا (۱)۔

بنوامیہ کے عاملوں کے مظالم | بنوامیہ کے عامل ذمی زمینداروں سے خراج اور جزیہ کے وصول کرنے میں بیحد ظلم و ستم توڑنے والے تہے وہ اس بات کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے تہے کہ اون بیچارے کسانوں کے پاس اپنا پیٹ پالنے کو بھی کچھ باقی رہتا ہے یا نہیں اوس زمانہ میں زمین پر پیمائش کے حساب سے خراج کا تعین کیا گیا تہا اور قرارداد یہ تہی کہ قابل کاشت یا ناقابل زراعت سب پر ایک معین مقدار خراج کی وصول کی جاتی تہی اور زمینداروں کا حق صرف اسقدر چھوڑا جاتا تہا کہ اوس سے وہ آفات ارضی و سماوی کے نقصان کو پورا کر سکیں اور زمین کو افتادہ نہ رہنے دیں۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک بار حجاج نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے حضور میں رپورٹ کی کہ اگر آپکا حکم ہو۔ تو زمینداروں سے پیداوار کا وہ حصّہ بھی لے لیا جایا کرے جو ان کو زمین کی حالت درست رکھنے کے واسطے چھوڑ دیا جاتا ہے" جس کے جواب میں عبدالملک نے یہ حکم لکھا:

لا تکن علی درھمک المأخوذ احرص منک علی درھمک المتروک وابق لھم لحوما یعقدون بھا شحوما۔" (۲)	"جو درہم ان سے وصول نہیں کیا ہے اسپر وصول کئے ہوئے روپیہ سے کم توجہ نہ کرو اور صرف ان کا گوشت اور چمڑا چھوڑ دو"۔

اس حکم کی مثال سے صاف ظاہر ہے کہ گاؤں والوں اور زمینداروں پر جب اس حد تک ظلم ہونے لگا تو انہوں نے تنگ آکر جان بچانے کے لئے اسلام قبول کر لیا لیکن اس صورت میں بہی انکو کوئی فلاح نہیں ہوئی۔ اگر پہلے مشرک اور ذمی تہے تو اب "موالی" کی جماعت میں آگئے اور خراج وجزیہ اونپر ادا کرنا بدستور لازم رہا جس کے بارہ میں حجاج کے ستم ناقابل برداشت تہے (۳) اور اوس نے

(۱) ابن اثیر صفحہ ۱۰ جلد ۴ اور کتاب العراق قاضی ابی یوسف صفحہ ۶۲۔ (۲) ماوردی صفحہ ۱۴۳۔ (۳) ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۲۷۔

اون لوگوں کو خراج سے بری نہیں کیا تھا اگرچہ وہ بیچارے اپنے کھیتوں اور باغوں کو چھوڑ کر اور گھر بار سے بھاگ کر شہروں میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ لیکن حجاج نے یہ حکم دیا کہ انہیں پھر اونکے دیہات میں واپس کیا جائے اور ان پر خراج کا مطالبہ ہو (۱) کیونکہ مسلمان اس زمانہ تک صرف اپنے آباد کئے ہوئے شہروں میں رہا کرتے تھے اور دیہات کی آبادی ملک کے اصلی باشندوں پر منحصر تھی جو زراعت کیا کرتے تھے ان میں سے کوئی شخص مسلمان ہوتا تو اس کے ذمہ سے خراج ساقط ہو جاتا اور اس کی زمین اور گھر وغیرہ اس کی برادری کے لوگوں کو دلا دیا جاتا جو اس کے مقررہ خراج کو ادا کرتے رہتے تھے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور وہ نو مسلم ان شہروں میں جا رہتا تھا جو مسلمانوں کی سکونت کے لئے مخصوص تھے۔ مثلاً بصرہ کوفہ اور فسطاط (مصر وغیرہ) حجاج کے ایام حکومت میں بہت لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ کسی طرح آفت سے توبچیں لیکن حجاج نے اونہیں پھر بھی نہیں چھوڑا اور تمام شہروں میں یہ تحریری حکم بھیجدیا کہ "جن لوگوں کی دیہات میں زمینداریاں ہوں اور وہ انہیں چھوڑ کر شہروں کو بھاگ گئے ہوں ان کو پھر گاؤں میں واپس بھیجا جائے تاکہ ان سے جزیہ اور خراج وصول کیا جائے۔" حجاج نے یہ کارروائی "ابن اشعث" کے زمانہ میں کی تھی جس کی وجہ سے وہ تمام مصیبت زدہ لوگ سراسیمہ و پریشان روتے پیٹتے (وامحمداہ وامحمداہ کے نعرے مارتے) شہروں سے نکل گئے چونکہ ان غریبوں کو اب کہیں ٹھکانا نہیں ملتا تھا اس لئے مجبور ہو کر حجاج سے انتقام کشی کیواسطے وہ سب اشعث سے جاملے (۲)

تحصیل خراج کا یہ برتاؤ صرف "حجاج" ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ "یزید بن ابی مسلم" جو عبد الملک کی طرف سے افریقیہ کا عامل تھا (۳) "جراح" حاکم خراسان۔ (۴) اور حکام ماوراء النہر (۵) وغیرہ نے بھی اس سے بڑھ بڑھ کر رعایا پر سختیاں کیں صوبہ سمرقند کے لوگ پہلے اس خیال سے مسلمان ہو گئے تھے کہ ان کے ذمہ سے جزیہ معاف ہو جاویگا۔ لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اس صورت میں بھی بچاؤ ناممکن ہے تو پھر اپنے دین میں داخل ہو کر مرتد ہو گئے۔

جبکہ مسلمان ہو جانے والوں پر جبر و تعدی کا یہ عالم تھا تو ان نصاریٰ اور اہل ذمہ کی حالت بیان کرنی ہی فضول ہے جنہوں نے اپنا دین تبدیل نہیں کیا تھا۔ ان لوگوں پر جزیہ وصول کرنے میں جیسی سختیاں ہوتی تھیں ان کے بیان کرنے سے قلم کا جگر شق ہوتا ہے لیکن چونکہ وہ

(۱) ابن اثیر جلد ۴۔ صفحہ ۲۲۵۔ (۲) ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۲۵۔ (۳) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۴۸۔ (۴) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۔ (۵) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۱۔

لوگ اس بات کو دیکھ چکے تھے کہ اسلام قبول کرنا بھی ان کو اس عذاب سے نجات نہیں دلا سکتا لہذا تنگ آکر رہبانیت اختیار کرنے لگے کیونکہ یہ گروہ جزیہ ادا کرنے سے معاف تھا۔ عمال نے ان کی یہ چال بھی تاڑ لی اور راہبوں پر بھی جزیہ مقرر کردیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس کی ابتدا کی وہ عبد العزیز بن مروان عامل مصر تھا (۱) اس نے ایک فرمان جاری کیا کہ راہبوں کی مردم شماری کی جائے جب اس کے کاغذات مرتب ہوگئے تو ہر شخص پر ایک ایک دینار جزیہ مقرر کردیا اور اب بیچارے تارک الدنیا فقیروں سے بھی جزیہ لیا جانے لگا غرضیکہ ایسی ہی نئی باتیں بنو امیہ کی تاریخ میں بکثرت ملتی ہیں جن سے ان کی سخت گیری اور مظالم کا پتہ چلتا ہے۔

بنو امیہ نے روپیہ جمع کرنے کیلئے صرف انہیں باتوں پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہوں نے خلفائے راشدین کے عہد سے نسبتاً خراج کی مقدار بھی اضافہ کردی۔ یہ کارروائی امیر معاویہؓ کے زمانہ سے شروع ہوگئی تھی انہوں نے پہلے ایک قیراط اضافہ کرنے کی تجویز کی اور مصر کے امیر عمرو بن العاصؓ کے غلام "وردان" کو یہ حکم تحریر کیا کہ "ہر قبطی پر ایک قیراط جزیہ میں اضافہ کردو" جس کے جواب میں وردان نے عرض کی کہ میں ان پر کیونکر اضافہ کروں اون کے عہدنامہ کی شرائط میں صاف طور پر لکھا ہے کہ جزیہ کی مقدار میں کبھی اضافہ نہ ہوگا (۲) لیکن اس بات کی ایک یہ وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ شائد ملک مصر کے امیر عمرو بن العاصؓ نے اس میں معاویہؓ کی رائے کو نہیں منظور کیا کیونکہ اس میں ان کی ایک ذاتی مصلحت بھی مضمر تھی وہ ملک مصر کو خاص اپنا ملک سمجھتے تھے اور وہاں کسی دوسرے کی تجاویز اور وہ بھی عام ناراضی پھیلانے والی رائج نہیں کرنا چاہتے تھے مگر جس وقت ان کے بعد "مصر" کی حکومت منتقل ہوکر خلفائے بنی امیہ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو انہوں نے اپنی مرضی کے موافق جزیہ اور خراج میں اضافہ کرلیا ان اضافہ کرنے والوں میں سب سے مشہور شخص "عبید اللہ بن حجاب" گذرا ہے جو ہشام بن عبد الملک کی طرف سے ملک مصر کا خراج تحصیل کرنے کی خدمت پر مامور تھا اور ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک اس عہدہ پر قائم رہا اس نے قبطی لوگوں پر فی دینار صرف ایک قیراط کا اضافہ کیا تھا۔ لیکن قبطی اس کو بھی برداشت نہیں کرسکے اور بغاوت پر امادہ ہوگئے چونکہ اسوقت تک ملک مصر کی آبادی کا بڑا حصہ خود وہاں کے اصلی باشندے تھے اس لئے وہ تحریک بغاوت میں کامیاب ہوئے اور مسلمانوں کو ان سے جنگ کرنی پڑی اور اس اندرونی جنگ میں بیشمار قبطی قتل ہوئے ایسا ہی حادثہ اسامہ بن زید تنوخی متولی خراج کے ہاتھوں بھی ہوا تھا جس نے نصاریٰ کا قلع قمع کرکے اون کا تمام مال ومتاع لوٹ لیا اس کے زمانہ میں بہت لوگ راہب بن گئے جس کو روکنے کے ارادہ سے اس نے تمام خانقاہوں اور راہبوں کے شمار کئے

(۱) مقریزی جلد ۲ صفحہ ۴۹۲ ۔ (۲) بلاذری صفحہ ۲۱۷

جانے کا حکم دیا جب اس کی تعمیل ہو چکی تو ہر ایک راہب کے ہاتھ میں ایک لوہے کا کڑا اڈلوا دیا جسپر اس راہب کا نام معہ خانقاہ و غیرہ کے پتے کے کندہ تہا اس کے بعد جس کو بغیر نشانی کے راہب بنا پایا اوسکا ہاتھ کٹوا ڈالا۔ یہ سب تدبیریں محض اس لئے کی گئی تھیں کہ لوگوں کے رہبانیت اختیار کرتے جانے سے خراج اور جزیہ کی آمدنی میں کمی ہونے کا اندیشہ تہا اس کے علاوہ اس نے اس بات کا التزام کر رکہا تہا کہ ہر نصرانی کے پاس ہر وقت ایک سند رہا کرے جس سے معلوم ہو سکے کہ آیا وہ اپنے ذمہ کا جزیہ ادا کر چکا ہے یا نہیں اور عاملوں کو حکم بہیجدیا کہ جس نصرانی کو بلا سند کے گرفتار کریں اس سے دس دینار جرمانہ میں وصول کر لیں ان انتظاموں سے فارغ ہو کر اس نے خانقاہوں کی تلاشی لی اور کئی راہب ایسے گرفتار کئے جن کے پاس نشانی نہیں تہی اون میں سے چند کی گردن مروادی اور کچہہ لوگوں کو اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ ضرب کے صدمہ سے مر گئے (۱) مگر یہ سب ظلم و ستم اصل میں خلیفہ کی رائے کے خلاف تہے چنانچہ جبوقت ہشام بن عبدالملک کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی اس نے اپنے عامل کو جو ملک مصر میں متعین تہا یہ فرمان لکہا کہ ”نصارٰی کے ساتہ وہی برتاؤ برتا جائے جو ابتداء میں تہا اور جسکی بابت اون کے پاس عہد نامے بہی موجود ہیں“ اس حکم کی تعمیل زیادہ عرصہ تک نہیں کیگئی اور عاملوں نے پہر ویسے ہی جبر و تعدی پر کمر باندہ لی جس کے وہ عرصہ سے عادی تہے حنظلہ بن صفوان نے دوبارہ خراج میں اضافہ کر دیا آدمیوں اور جانوروں کو شمار کرایا۔ اور ہر نصرانی کو علامت کے طور پر ایک ایک شیر کی تصویر پاس رکہنے کا حکم نافذ کیا اور اس حکم کے نافذ کرنے کے بعد بڑی مستعدی سے ان لوگوں کی جانچ کی جس کے پاس وہ علامت نہیں ملی اوسکا ہاتہ کٹوا دیا (۲) غرضیکہ بنی امیہ کے عاملوں نے ذمیوں، موالی اور ان کے سوا دوسرے لوگوں سے بہی جو عربی النسل نہ تہے برابر ایسی ہی سختی کا برتاؤ کیا۔

بنی امیہ کے مقدار خراج یا جزیہ کو اضافہ کرنے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ ”جزیرہ“ جو کہ ملک عراق کا ایک حصہ ہے وہاں کے باشندوں پر ابتداء میں سالانہ ایک دینار نقد دو مد (پیمانہ) جو دو قسط (پیمانہ) روغن زیتون اور دو قسط سرکہ ادا کرنا مشروط ہوا تہا۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے عہد میں اس کو کم تصور کر کے وہاں کے عامل کو حکم بہیجا کہ جزیرہ کی مردم شماری کرا کے رپورٹ کرے جب اسکی تعمیل ہو گئی تو ہر شخص کو مزدوری کرنیوالا فرض کر کے اسطرح حساب نہ آیا کہ ایک شخص سال بہر تک دستکاری کے ذریعہ سے کس قدر روپیہ کما سکتا ہے۔ کتنا اپنی ضروریات میں خرچ کرتا ہے اور کیا پس انداز کر سکتا ہے اس حساب میں سال کے اندر واقع ہونے والے تیوہاروں کے دن بہی وضع کر دیئے تہے۔

(۱) مقریزی جلد ۲ - صفحہ ۴۹۲ ... (۲) بلاذری صفحہ ۱۷۳

نتیجہ سب کا یہ نکلا کہ چار دینار سالانہ بچت ہوسکتی ہے اسی قدر نقد جزیہ فی کس مقرر کردیا گیا اور سب کو یکساں کردیا امیر و غریب باکار و بیکار کسی کی تفصیل نہیں کی (۱)۔

بنو امیہ کے عہد میں جو ٹیکس لگائے گئے وہ صرف ذمیوں اور موالی ہی پر محدود نہیں رہے بلکہ خاص مسلمان اہل عرب بھی ان سے نہیں بچے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف نے حاکم یمن ہونے کے زمانہ میں بڑی بے اعتدالی اور ظلم پر کمر باندھی اس نے بلا کسی استحقاق کے لوگوں کی اراضیاں زبردستی چھین لیں اور یمن کے باشندوں پر "وظیفہ" کے نام سے ایک جدید ٹیکس لگادیا جس کو خلیفہ عمرؓ بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں وہاں کے عامل کو حکم امتناعی بھیجکر بند کرایا اور صرف عشر کا مطالبہ قائم رکھا (۲)۔

ملک فارس میں جو عامل تھے اونکا یہ شیوہ تھا کہ میوہ جات جو وہاں کے باشندوں کے باغوں میں پیدا ہوتے تھے اپنے لئے محفوظ رکھتے تھے اور عام بازاری نرخ سے زائد مال لیکر زبردستی لوگوں کو محض اپنی تخمینہ کی ہوئی قیمت دیدیا کرتے تھے جسے اون بیچاروں کو قبول ہی کرتے بن آتا تھا ورنہ اس سے بھی ہاتھ دہوتے (۳)۔

وہ بنجر زمینوں پر بھی خراج مقرر کردیتے اور اس طرح پر ملکی محاصل کو بڑھاتے تھے اہل ملک پر عید نوروز کا نذرانہ واجب تھا جسکی آمدنی امیر معاویہؓ کے عہد میں ۱۰۰۰۰۰۰۰ درہم تک پہنچ گئی تھی (۴) اور ان کے عہد میں نئی شادی کرنیوالوں اور عرائض نویسوں پر بھی ایک رقم ادا کرنی فرض تھی (۵) اگر عاملوں کو کوئی جنس خریدنی ہوتی تو اوسے پیمانے سے لیتے، اور عام گاہکوں کے لئے دوسرے پیمانے مستعمل ہوتے تھے خراج ادا کرنیوالوں پر عاملوں کے خرچ خانگی مدی اور جنس لادنیوالوں کی مزدوری۔ رجسٹروں اور کاغذات کی قیمت اور ناپنے تولنے والوں کی مزدوری اور مصارف کا بھی بار ڈالا جاتا تھا (۶) اور جسوقت کوئی شخص خراج کا زر جمع کرنیکو لاتا تو تحصیلدار لوگ اسمیں سے ایک حصہ بٹا ون کے نام سے کاٹ لیتے تھے۔

بنو امیہ کے عامل محض اپنی رائے ہی سے ایسے کام نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اکثر خود خلفاء کی جانب سے ان کو اس طرح کے احکام بھی ملتے تھے جیسا کہ ایک بار امیر معاویہؓ نے وردان کو لکھا تھا اور وہ اسی انداز سے اپنے عاملوں کو مال جمع کرنے کی پرچک دیا کرتے تھے اور وہ لوگ اس کے طریقے اختراع کرتے رہتے تھے (۷) اسی طرح معاویہؓ کے بعد آنیوالوں حکمرانوں خصوصاً عبدالملک بن مروان نے بھی اس کی

(۱) بلاذری صفحہ ۳۷۔ (۲) کتاب الخراج قاضی ابو یوسفؒ صفحہ ۲۴۔ (۳) طبقات ابن سعید (دار بلوتن) (۴) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۵۸
(۵) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۶۷۔ (۶) کتاب الخراج لابی یوسف صفحہ ۶۲۔ (۷) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۵۸

بہت فکر کی جس کو روپیہ کی بیحد ضرورت تہی اور خدا نے اسے اس غرض کے پورا کرنے کے واسطے حجاج کا سا آدمی عطا کر دیا جس نے روپیہ پیدا کرنے کا کوئی وسیلہ نہیں چھوڑا جسے استعمال نہ کیا ہو۔ لیکن اگر خلفاء ان ظلموں کو روکنا چاہتے تو بہت آسانی کے ساتھ یہ بات ممکن تہی کیونکہ آخر عمر بن الخطاب کے بہی عامل ایسی زیادتیاں کرتے تہے لیکن وہ چپ نہیں رہتے تہے بلکہ اون سے مواخذہ کیا کرتے تہے اون کے زمانہ میں۔ "اہواز" کے عاملوں نے رعایا پر کچہہ ظلم و تعدی کی۔ اس بات کی شکائت۔ "ابو المختار یزید بن قیس" نے ایک قصیدے کے ذریعے سے کی اور کہلے لفظوں میں لکہدیا کہ آپ کے عامل کسانوں اور زمینداروں سے نذرانے لیکر مالدار ہو گئے ہیں آپ اونکے مال میں سے نصف بٹوا لیجئے اوس کا قول ہے۔

فقاسمهم اهلي فدالك انهم سيرضون ان قاسمتهم منك بالشطر ولا تدعوني للشهادة انني اغيب ولكني ارى عجب الدهر	"یعنی اے امیر المومنین آپ ان کے مال میں سے حصہ بانٹ لیں وہ خوشی سے اپنی نصف دولت آپ کو دیدینگے اور مجہے گواہی کیلئے نہ طلب فرمایئے ورنہ یہ بات میرے حق میں مضر ہوگی"

عمر رض نے اس بات کو معلوم کرکے ان عاملوں کے پاس اپنا اپنا نصف مال بیت المال میں داخل کرنیکا حکم بہیجا اور ایک ایک جوتا تک بٹوا لیا انہوں نے صرف عاملوں ہی کی دولت کا حصہ لینے پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے بہائیوں کی دولت میں بہی حصہ لیلیا جبپر ان لوگوں نے اعتراض کیا اور ایک شخص نے صریحاً یہ کہا کہ "میں آپ کو کچہہ نہیں دونگا" اوس کے جواب میں عمر رض نے فرمایا۔ "تیرا بہائی بیت المال اور اونٹوں کی ایک آمدنی کی حفاظت پر متعین ہے اور وہ تجہہ کو تجارت کرنے کیلئے سرکاری روپیہ دیدیتا ہے جس کا نفع تو اپنے پاس رکہتا ہے" آخر اوس سے دس ہزار دینار وصول ہی کر لئے۔ (۱)

حضرت عمر رض کا یہ طریقہ معاویہ رض نے بہی اپنے عاملوں کے ساتھ برتا۔ جب ان کا کوئی عامل مرجاتا تو وہ اوس کے وارثوں سے اوس کی نصف دولت لے لیا کرتے اور کہتے۔ "یہ عمر رض کی سنت ہے کچہہ میری ایجاد نہیں" پہر رفتہ رفتہ وہ رعایا کی دولت پر بہی ہاتہہ صاف کرنے لگے اور اس معاملہ میں اول نمبر اونہیں کا ہے (۲)

اصل یہ ہے کہ معاملات کے درست رہنے کا اعتبار حکمران وقت پر ہے اگر دماغ صحیح ہے تو جسم کے تمام اعضاء درست رہ سکتے ہیں ورنہ سب گڑبڑ ہو جاتے ہیں تم دیکہہ چکے ہو کہ خلفائے بنو امیہ نے اپنی حکومت قائم رکہنے کے واسطے ہر طرح دولت کی فراہمی میں کوشش کی اور اپنے عاملوں کو اس غرض کی

(۱) بلاذری صفحہ ۳۸۵ — (۲) ابن الفقیہ صفحہ ۱۰۹ ء +

تکمیل کا آلہ بنایا۔ ان لوگوں نے جو ماتحت تھے اپنے فرمانرواؤں کی رضا جوئی کے لئے ان کیواسطے دولت کے انبار لگائے اور طرح طرح کی ترکیبوں سے اوسے حاصل کیا اس صورت میں اپنی ذات خاص کیواسطے بھی انہوں نے فراہمی مال کی گنجائش نکالی اور ان بڑے عاملوں کی حالت دیکھ کر چھوٹے عہدہ داروں مثلاً محرروں اور تحصیلداروں وغیرہ نے بھی ہاتھ پیر پھیلائے جس کی وجہ سے زمینداروں کی فریاد وزاری حد سے گزر گئی اور صوبہ دار لوگ اس بات پر مجبور ہوئے کہ مالی تحصیل کا کام اہل عرب کے ہاتھوں سے نکال کر موالی اور ان لوگوں کے سپرد کریں جو ملک عراق کے رہنے والے اور مدت سے زمینداری کا کاروبار کرتے آتے تھے کیا رہی سنہ ۶۴ھ میں ابن زیاد عامل خراج نے کی تھی جسپر بعض لوگوں نے اسے برا بھلا بھی کہا۔ مگر اس نے ان ملامت کرنے والوں کو یہ جواب دیا "جب میں عربی شخص کو خراج کا محصل بناتا تھا تو خراج کی آمدنی میں خسارہ ہوجاتا تھا اور جسوقت اسپر مواخذہ کرتا تھا یا اس کے کنبہ والوں سے اس کا مطالبہ کرتا تھا تو ان کے دلوں میں کینہ اور ناراضی کی آگ مشتعل ہوتی تھی۔ چھوڑ دیتا تو خدا کے مال کا نقصان ہوتا تھا جسکی ذمہ داری سے میں واقف ہوں اس لئے میں نے غور کرکے یہ بات معلوم کی کہ ذمی زمیندار اس کام کے بڑے بصیر نہایت دیانتداری سے کام کرنے والے اور آسانی کے ساتھ مطالبہ کئے جانے کے قابل ہیں لہذا ان کو اس کام کا ذمہ دار بنایا اور تمہیں انپر افسر کیا۔ تاکہ تم ان کی طرز عمل کو غور کے ساتھ جانچتے رہو اور وہ کسی پر ظلم وستم نہ کرنے پائیں"(۱)

قاضی ابو یوسف رح نے خلیفہ ہارون الرشید کو خراج تحصیل کرنے والوں کے بارہ میں جو نصیحتیں کی ہیں اون کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے عہدہ دار کن طریقوں سے دولت جمع کیا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں "میں نے سنا ہے کہ عامل یا والی کے حاشیہ نشینوں کی جماعت جن میں دو قسم کے لوگ ہوتے تھے ایک تو وہ جنکو حاکم کی جانب سے تقرب یا اعزاز دیا جاتا تھا اور دوسرے وہ لوگ جو اس کے متوسلین میں ہوتے تھے درحقیقت نیک چلن اور دیانتدار نہیں ہے مگر والی اون کو اپنا مددگار اور معین بناتا ہے اور اونہیں اپنے صوبوں میں نگرانی کے لئے بھیجا کرتا ہے وہ لوگ اپنے فرض کو بالکل نہیں ادا کرتے اور اہل معاملہ کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ برتتے ہیں اونکا مذہب صرف یہ ہے کہ جس طرح ممکن ہو کچھ خورد برد کرلیں چاہے وہ خراج کی آمدنی کا مال ہو یا رعایا کا اور جو رقمیں وہ اسطور پر حاصل کیا کرتے ہیں وہ سب ظلم اور جبر کے ذریعہ سے لیتے ہیں۔ خراج دینے والوں سے وصولی میں سختی کرکے اونکو تیز دھوپ میں کھڑا کرتے اونہیں خوب مار پڑواتے اور اسطرح بند ہوا دیتے ہیں کہ وہ نماز نہ پڑھ سکیں اور ایسی باتیں خدا کے نزدیک گناہ کبیرہ اور مذہب اسلام میں قابل ملامت ہیں"(۲)

---

(۱) ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۶۹۔ (۲) کتاب الخراج صفحہ ۶۱ و ۶۲ ۔ +

سنہ ۹۹ھ تک جسوقت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے مسند خلافت پر جلوس کیا ہے بنی امیہ کے عمال اور حکام کا یہی انداز تہا جو اوپر بیان ہوا۔ مگر اس خلیفہ نے جو نہایت خدا ترس اور منصف مزاج تہے اس بات کا عزم کیا کہ حکومت کے کاروبار کو پہر اسی طرز پر لے آئیں جسپر اونکے ہمنام اور نانا عمر بن الخطاب رضہ کا عمل تہا اونہوں نے ایک فرمان جاری کیا جس میں تفصیلوار تمام مظالم اور سختیوں کا ذکر کرکے اون کے بند کرنیکی تاکید کی تہی (۱) اور اس بری رسم کو بہی روکا جو بنی امیہ نے حضرت علیؓ کو سر منبر برا کہنے کی اختیار کر رکہی تہی اون کے خاندان کے لوگوں نے بہت سی اراضیاں خریدی تہیں جنہیں سے اکثر ذمیوں کی وہ زمینیں بہی تہیں جن کو انہوں نے ناجائز طور پر دبا لیا تہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے بار عام کا حکم دیکے منادی کرادی کہ "جسکو کوئی شکایت کرنی ہو وہ مجہسے آکر فریاد کرے"۔ مظلوموں کے جوق کے جوق آنے لگے جن میں یہود۔ نصاری۔ اور موالی وغیرہ ہر مذہب وملت کے لوگ تہے کوئی اس بات کی شکایت کرتا تہا کہ اس کا مال چہین لیا گیا ہے اور کوئی اپنی زمین کے غصب کرلئے جانے کی فریاد کرتا تہا اور خلیفہ ممدوح انصاف اور حق رسی کے ساتہ اونکی دادرسی کرتے تہے چاہے اوس فیصلہ کا نتیجہ اون کے بیٹے بہائیوں اور چچا لوگوں کے لئے برا کیوں نہ نکلتا ہو (۲) ان کے خاندان والوں میں سے کچہ لوگوں نے ان سے یہ بات کہی کہ "آخر تم اپنے بیٹے کے ساتہ کیا سلوک کر رہے ہو؟" جس کے جواب میں اونہوں نے شفقت پدری کے اقتضا سے رو کر کہا "میں اونہیں خدا کے حوالہ کرتا ہوں"۔ خلیفہ موصوف نے اپنے چچاؤں اور چچیرے بہائیوں کی تمام دولت ضبط کرلی اور اوسے "مظالم" کے نام سے موسوم کیا اون کے کنبہ والوں نے یہ حالت دیکہی تو اونہیں اپنی حکومت کے ہاتہ سے جانے کا ہول سما گیا جو صرف مال کے ذریعہ سے قائم ہوئی تہی کیونکہ جب مال وزر اور اراضیاں اون کے ہاتہ سے نکل جائینگی تو مفاسی کی وجہ سے حکومت بہی کہو دینی پڑے گی وہ لوگ متفق ہو کر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی پہوپہی۔ "فاطمہ بنت مروان" کے پاس پہونچے اور کہہ سنکر اوسے خلیفہ کے پاس اس طرز عمل کی خرابی سمجہانے کے واسطے بہیجا۔ وہ بی بی خلیفہ کے پاس آئیں اور انہوں نے بہت کچہ سبز باغ دکہائے لیکن عمر بن عبدالعزیز رضہ نے انہیں صرف یہ جواب دیا کہ "خداوند پاک نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رحمت بنا کر خلق کی طرف مبعوث فرمایا تہا نہ کہ تمام عالم کے لئے عذاب بنا کر (۳)" یہ جواب پا کر وہ چپکی واپس چلی گئیں۔

موالی جو مدت سے ظلم و تشدد دیکہتے رہے تہے خلیفہ کے انصاف اور خدا ترسی کو دیکہہ کر اس موقعہ سے فائدہ اوٹہانے کے لئے مستعد ہوگئے اور اپنی زار حالت عرض کرکے فریاد وزاری کرنے

(۱) طبری جلد ۸ صفحہ ۱۳۶۶ - اور ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۹ - (۲) خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ (۳) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۳۰

لگے جراح بن عبداللہ حکمی عامل خراسان نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک وفد تین شخصوں کا روانہ کیا تھا۔ جن میں دو عربی تھے اور ایک شخص موالی میں سے تھا۔ یہ ڈیپوٹیشن خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دونوں عربی شخصوں نے اپنی حالت عرض کرنی شروع کی۔ موالی بیچارہ چپکا کھڑا تھا خلیفہ نے اس سے دریافت کیا کہ "کیا تم اس وفد میں شریک نہیں ہو؟" وہ بولا "بیشک ہوں" خلیفہ "تم بھی کچھ کیوں نہیں کہتے؟" اب اس کو جسارت ہوئی اور اس نے کہا۔ "امیرالمومنین بیس ہزار موالی بلا کسی تنخواہ اور راشن کے جہاد میں مصروف رہتے ہیں وہ بیچارے ذمی تھے اب مشرف باسلام ہوگئے مگر خراج کا بار ان کی گردن سے نہیں اتارا گیا۔ ہمارا حاکم جو کہ حجاج کی ایک تلوار سمجھا جاتا ہے ظلم وستم کے سوا کوئی عمدہ برتاؤ جانتا ہی نہیں ہم اپنی حالت کیا عرض کریں (۱)" خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا اس میں شک نہیں کہ تمہارے ایسے آدمی وفد میں بھیجنے کے قابل ہوتے ہیں"۔ اسی وقت جراح کو فرمان لکھا کہ "تحقیق کرو اور دیکھو جو شخص تمہارے روبرو نماز پڑھے اس کے جزیہ کو معاف کردو۔ اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ بکثرت لوگ مذہب اسلام قبول کرنے لگے اور جوق کے جوق روزمرہ دائرہ اسلام میں آنے لگے اس حالت کو دیکھ کر بعض لوگوں نے جراح کو یہ رائے دی کہ یہ لوگ جزیہ سے بچنے کے واسطے اسلام قبول کرتے ہیں تم ختنہ کرانے میں ان کی آزمائش کرو۔" جراح نے خلیفہ سے اس امر کی اجازت طلب کی۔ تو وہاں سے یہ جواب ملا "خداوند پاک نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت کرنے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ کچھ ختنہ کرانے کے واسطے نہیں بھیجا تھا (۲)" خلیفہ ممدوح نے ملک مصر کے عامل "حیان بن شریح" کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کیا۔ جس نے ان کو ایک درخواست اس مضمون کی بھیجی تھی کہ "اسلام نے جزیہ کی آمدنی کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ مجھکو ملازموں کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے "حارث بن ثابتہ" سے بیس ہزار دینار قرض لینے پڑے ہیں۔ اگر امیرالمومنین کا حکم ہو تو میں اسے آمدنی بڑھا کر ادا کردوں" خلیفہ نے اس کے جواب میں لکھا۔ "تمہاری درخواست آئی ہیں نے تم کو مصر کا حاکم تو ضرور مقرر کیا لیکن یہ جانتا تھا کہ تم نہایت کمزور اور بیوقوف ہو۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیدیا ہے کہ وہ تمہارے سر پر بیس کوڑے لگائے تاکہ تمہاری عقل درست ہوجائے۔ اے احمق! خدا نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو راہ حق دکھانے کے لئے بھیجا تھا یا خراج وصول کرنے کو؟ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہرگز اس قدر بدبخت نہیں ہونگا کہ لوگ میرے ہاتھوں پر اسلام بھی قبول نہ کریں" (۳)

اسی طرح ان کے دوسرے عاملوں کی حالت کا اندازہ کرلو جنہیں سے انہوں نے بہتر سے بہتر رائے

---

(۱) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۳۵۴ - (۲) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۴ - (۳) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۷۸

سے خلاف چلنے والوں کو برطرف ہی کر دیا تہا اور انہیں باتوں کیوجہ سے تمام سلطنت کے ارکان اون کے جانی دشمن بن گئے کیونکہ انہوں نے ایکبارگی سختی کے ساتھ مدت کے بگڑے ہوؤں کو سدہارنا چاہا تہا اور ظفرہ کا نکال ہونا ظاہر ہے بنی امیہ اور اون کے تمام عامل دل سے ان کی ان باتوں پر ناراض تہے اور پورے تین برس بہی انکی خلافت کو نہیں گذرنے پائے تہے کہ ان ظالموں نے زہر دیکر اون کا کام ہی تمام کر دیا مورخین اس انصاف دوست خلیفہ کو خلفائے راشدین کے شمار میں داخل کرتے ہیں (۱) اور جب وہ "عمرین" کہتے ہیں تو اس سے عمر بن عبدالعزیز اور عمر بن الخطابؓ مراد لیتے ہیں (۲)

یہاں تک کہ جس قدر حالات بیان ہو چکے ہیں ان کے پڑہنے سے یہ رائے ضرور قائم ہو گی کہ اسلام کے بنیادی اصول انصاف اور نرمی پر مبنی ہتے مگر اون کے مظاہر حکام اور والیان ملک کے اختلاف طبائع سے بدلتے رہے اگر عمر بن عبدالعزیز کو اپنے اس ارادہ میں کامیابی ہوتی کہ وہ حکومت کی طرز و روش کو عمر بن الخطابؓ کے زمانہ کے انداز پر لے آئیں تو اس میں شک نہیں کہ بنو امیہ کے مظالم نیست و نابود ہو جاتے مگر افسوس یہ ہے کہ ان کی کوشش بیوقت تہی اس لئے بیکار گئی ان کے انتقال کے بعد پہر وہی ڈہنگ حکام کی جبر و تعدی کا عود کر آیا اور چونکہ کچھہ دنوں کے واسطے لوگوں کو امن و امان کی زندگی نصیب ہو گئی تہی لہذا دوبارہ نئے سرے سے بدامنی کا ہونا اور زیادہ شاق ہونے لگا۔ عمال جو ایک عرصہ تک بمجبوری اپنی دست درازیوں سے رک گئے تہے پہر کہل کہیلے اور انہوں نے خراج کی مقدار میں اتنا اضافہ اور اس کے وصول کرنے میں ایسی سختی برتی کہ بعض زمینداروں نے تنگ آکر اپنی اراضیاں خلیفہ کے عزیزوں یا عاملوں کے زیر اثر دیدیں تاکہ وہ اسطرح پر تحصیلداروں کے پنجہ ظلم سے بچ سکیں جس کا مفصل بیان آئندہ کیا جائے گا۔

اب خلفا بہی عیش و عشرت میں ڈوبنے لگے تہے۔ یزید بن عبدالملک کو بجز عیش پرستی اور شراب خوری کے امور سلطنت کی طرف بالکل توجہ نہیں رہی "سلامتہ" اور "حبابتہ" دو لونڈیاں اس کی منظور نظر تہیں انہیں کے ساتھ لہو و بازی میں مصروف رہتا تہا جن کے قصے بہت مشہور ہیں (۳) اس کے بعد اسکا بہائی ہشام حکمران ہوا۔ یہ پرلے درجہ کا بخیل تہا اس کے عہد میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے "ابن حجاب" عامل مصر نے خراج میں اضافہ کیا تہا۔ ہشام کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک فرمانروا ہوا۔ یہ عیاشی اور شراب خوری میں اپنے باپ کا نمونہ نکلا۔ مجبوراً خاندان والوں نے اُسے قتل کر کے یزید بن الولید بن عبدالملک کو اس کی بجائے خلیفہ بنایا اس کی فرمانروائی سنہ ۱۲۶ھ میں شروع ہوئی اس نے ارادہ کیا تہا کہ عمر بن عبدالعزیز

(۱) خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۵۱۔ (۲) قرمانی + (۳) حصہ اول تاریخ تمدن اسلامی صفحہ ۶۸ ۔ + ۵ بغیر سیڑہی کے چہت پر چڑہنا

کی پیروی کرکے معاملات کی اصلاح کریگا جیسا کہ اس کی بیعت لینے کے وقت کی تقریر سے سمجھ میں آتا ہے مگر اوسے بھی ویسی ہی ناکامی ہوئی جیسی عمر بن عبد العزیز کو ہوئی تھی اب حالت اس قدر بگڑ گئی تھی کہ اصلاح ناممکن ہو چکی تھی اس خلیفہ کے جانشین مروان بن محمد کے زمانہ میں اموی حکومت کا چراغ ہی گل ہو گیا اور عباسیوں کا دور شروع ہوا۔

آخری دور میں بنو امیہ اس قدر آرام طلب و عیش پسند ہو گئے تھے کہ ملکی کاروبار کی دیکھ بھال سے غافل رہتے اور اپنے حکومت کے استحکام کی تدبیروں سے کام نہیں لیتے تھے عاملوں کا انتخاب کرنا بھی بند ہو گیا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی لونڈی کی سفارش یا کسی تحفہ کے معاوضہ میں لوگ عامل بنا دیئے جاتے خلیفہ ہشام نے جنید بن عبد الرحمٰن کو صرف اسبات پر خراسان کا گورنر مقرر کر دیا کہ اس نے خلیفہ کی بیوی کے واسطے ایک جواہر کا بیش بہا کنٹھا تحفۃً نذر کیا تہا اور وہ خلیفہ کو پسند آ گیا۔ جنید کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے خود خلیفہ کو بھی ایک دوسرا کنٹھا نذر کیا جس کے صلہ میں (سنہ ۱۱۱ھ میں) وہ گورنر خراسان کر دیا گیا (۱) بنی امیہ ہی کے دور حکومت میں صرف ایک لونڈی کی قیمت...... درہم دی گئی جس کا نام "ذلفاء" (۲) تہا عاملوں کو بجز مال جمع کرنیکے کوئی فکر باقی نہیں رہتی تہی یا غلاموں اور خانہ زادوں کی بڑی بڑی جماعتیں قائم کرتے تھے دیانتدار اور لائق لوگ عامل مقرر ہونے سے بچتے اور دور بہاگتے تھے۔ ان کو اس بات کا خوف رہتا تہا کہ اگر ہم سے خلیفہ کا طلب کیا ہوا روپیہ بہم نہ ہو سکا تو ملازمت کے علاوہ آبرو اور جان پر بھی حرف آئیگا۔ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے یزید بن المہلب کو عراق کا گورنر مقرر کیا تہا مگر اوس نے اپنے دل میں غور کیا کہ "ملک عراق کی حالت یہ ہے کہ حجاج نے اسے بالکل ویران کر دیا ہے اور میں وہاں جاؤنگا تو رعایا یہ خیال کرے گی کہ شائد یہ ہمارے واسطے رحمت بنکر آیا ہے مگر جس وقت میں ان سے خراج وصول کرنے لگونگا اور انپر سختی کرونگا تو میری حالت بھی حجاج کی کیفیت سے مشابہ ہو جاویگی وہی روز لوگوں سے لڑنا ان کو قتل اور بند کرنا پڑے گا جس سے بچنا نہ سے خدا نے ان غریبوں کو آزادی عطا فرمائی ہے میں پھر اسی میں اون کو پھنسونگا اگر میں نے حجاج کی پیروی نہیں کی تو خلیفہ سلیمان مجھ سے ناخوش رہیگا (۳)" ان خیال کی بنا پر اس نے قبول نہیں کیا اس کے علاوہ جن لوگوں کے دل میں رحم اور نرمی ہوتی تہی وہ سب اسی خیال سے ملازمت نہیں کرتے تھے اب جو لوگ گورنری کے عہدوں کو قبول کرتے وہ ایسے لوگ ہوتے تھے کہ مال و دولت کی طمع نے ان کو اندہا کر دیا تہا اور خلفاء بھی اونہیں بڑی بڑی تنخواہوں کی لالچ دلاتے تھے چنانچہ بنو امیہ کے آخری دور میں یزید بن عمر بن ہبیرہ حاکم عراق کی تنخواہ ۶۰۰۰۰۰ درہم تہی (۴) " عاملوں سے جہانتک بن آتا تہا وہ اپنے واسطے روپیہ جمع کیا کرتے تھے

(۱) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ (۲) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۷۲ - (۳) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۳۰۶ - (۴) ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ -

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہماری ملازمت کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے آج ہے تو کل نہیں اس وجہ سے عاملوں کی دولت و ثروت بے حد بڑھ گئی تھی۔ خلیفہ ہشام کے عہد میں "خالد قسری" گورنر عراق کا سرمایہ ۱۳۰۰۰۰۰۰ درہم تک پہنچ گیا تھا جو دو ملین دینار کے برابر ہوتا ہے (۱)

اس بات کو دیکھ کر خلفاء نے یہ ڈھنگ اختیار کیا کہ جب وہ کسی عامل کو برطرف کرتے تھے تو اس کا محاسبہ کراتے تھے۔ معاویہ رض کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ عمر رض کی پیروی کر کے وہ عاملوں کا نصف سرمایہ لے لیا کرتے تھے اس کے بعد یہ کرنے لگے کہ ان کا محاکمہ کرتے اور جس قدر ان کی دولت کا پتہ لگتا سب چھین لیتے تھے جیسا کہ خالد قسری کے ساتھ کیا اس کے میر منشی حیان نبطی نے خلیفہ سے شکایت کی کہ خالد نے ۳۶۰۰۰۰۰۰ درہم اڑا دیئے ہیں۔ ہشام نے فوراً ایک کمیشن مقرر کر کے اس کی تحقیقات کرائی اور مذکورہ بالا روپیہ کا بڑا حصہ اس سے اور اس کے ماتحت عاملوں سے اگلوا لیا (۲) اس طریقہ کا نام انہوں نے استخراج رکھا تھا اور اس کے بارہ میں بہت سختی کرتے تھے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلفاء اور عمال کے مابین عداوت کا تخم بویا گیا اور بنو امیہ کی حکومت سخت خطرناک حالت میں پھنس گئی۔

بنی امیہ کے عہد میں اسلامی حکومت کی مالی آمدنی جو خراج اور جزیہ وغیرہ کی مدوں سے ہوا کرتی تھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بنی عباس کی خونریز جنگوں اور اندرونی فسادوں کی بھرمار میں ان کے تمام آثار ضائع ہو گئے لیکن اس بات میں شک نہیں کہ ان کے دور حکومت میں اسلامی قلمرو کی وسعت عباسیوں کے زمانہ سے ہرگز کم نہیں تھی گو ان کا صدر مقام اور دائرہ اثر۔ شام۔ جزیرہ عراق اور مصر کے آگے نہیں بڑھا۔ باقی اطراف مملکت کا خراج عاملوں منشیوں اور تحصیلداروں کے جیبوں میں جاتا رہا اور اس کے علاوہ بعض ممالک اس قسم کے تھے جو کوئی قابل ذکر خراج کی رقم بھی اس لئے نہیں ادا کرتے تھے کہ امویوں کا اقتدار ان پر کامل طور سے نہیں جما تھا۔

ممالک مصر عراق اور شام کی مالی آمدنی سنین اور عمال کے تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف حالتیں اختیار کرتی رہی جس کی تفصیل ہم اس کتاب کے پہلے حصے میں بیان کر چکے ہیں جس کو دیکھنا ہو اس کے صفحہ ۱۷۵ کو ملاحظہ کرے۔ خلاصہ اس تفصیل کا یہ ہے کہ امویوں کے دور حکومت میں ملک عراق کے محاصل میں ۱۳۰۰۰۰۰۰۰ درہم اور ملک مصر کے محاصل میں ۳۰۰۰۰۰۰ دینار یا ۳۶۰۰۰۰۰۰ درہم اور ملک شام کے محاصل میں ۱۷۰۰۰۰۰ دینار یا ۱۲۰۰۰۰۰۰ درہم آتے تھے گویا کہ ان سب ملکوں کی مالی آمدنی ۱۸۶۰۰۰۰۰۰ درہم تھی جس پر دوسرے ممالک کی آمدنی کو اور بڑھانا چاہیئے اور اس کی مقدار ہم کو معلوم نہیں ہو سکی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ گو بنو امیہ کے زمانہ میں مالی آمدنی نہایت افراط کے ساتھ ہوتی تھی مگر اس کو حکومت

(۱) ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۹۶ (۲) ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۸۸ اور ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۷

کی دولتمندی میں شمار کرنا غلطی ہے اس لئے کہ وہ سب روپیہ اون کی شوکت کے قائم رکھنے والی لڑائیوں میں صرف ہو جاتا تہا اونہوں نے امام علیؓ۔ امام حسینؓ بن علیؓ۔ مختار بن ابی عبید۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور خوارج وغیرہ سے جنگ کرنیکے علاوہ عرب کے بنی اور بنو مضر کے قبائل اور اہل عرب اور موالی کے ہنگاموں کو فرو کرنے میں بہی بہت کچہہ وقت اور روپیہ برباد کیا اور اسیطرح یہ کہ خلفاء اور عمائد سلطنت نے سامان جلالت مہیا کرنے اور عیش وعشرت کے مزے لوٹنے میں بہی بہت سی دولت اڑا دی۔

دولت عباسی

حکومت عباسی کے دو زمانے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ حیثیت رکہتے ہیں پہلا زمانہ جسکی بابت ترقی کا دور کہنا زیبا ہے اس حکومت کے ابتداء سنہ ۱۳۲ھ سے خلیفہ مامون الرشید کے عہد سنہ ۲۱۸ھ تک شمار کرنا چاہیئے اس زمانہ میں عباسی حکومت اپنی ترقی کے بلند ترین زینہ پر پہنچ گئی تہی اور اس نے اس تمدن کی بنیاد ڈالدی تہی جس کا بیان کرنا ہمیں مقصود ہے اسی زمانہ میں اسلامی حکومت کی دولتمندی بہی درجہ کمال کو پہنچی تہی جسپر اس کتاب میں بحث کی جائیگی۔

دوسرا زمانہ جس کو انحطاط اور تنزل کا دور کہنا مناسب ہوگا خلیفہ معتصم باللہ کے عہد سنہ ۲۱۸ھ سے آغاز ہوکر اسوقت تمام ہوتا ہے جبکہ حکومت عباسی کا چراغ بغداد میں گل ہو گیا تہا اس دور میں اسلامی تمدن نے بہت ترقی کی تہی اور حکومت کی دولتمندی اور قوت بتدریج اسقدر کم ہوگئی تہی کہ آخر وہ تمام ہی ہو گئی۔

خلافت بنو عباس کا پہلا دور سنہ ۱۳۲ ہجری سے سنہ ۲۱۸ھ تک

اس حکومت کے قائم ہونیکے اسباب

یہاں تک جس قدر حالات بیان ہو چکے ہیں ان کو پڑھ کر معلوم ہو گیا ہوگا کہ امویوں کا عہد راشدین کے زمانہ سے بوجہ اس بات کے کہ اس میں حکومت کا ڈہچر دینی خلافت کے خرقہ سے عاری ہو کر سیاست دنیاوی کے لباس فاخرہ سے آراستہ کیا گیا اور جس کے حکمرانوں اور حکام کی تمام کوششیں روپیہ جمع کرنے پر مصروف رہیں ممتاز نظر آتا ہے اور عباسی دور سے اس کا امتیاز یوں ہوگا کہ وہ منصب اہل عرب کی سلطنت تہی اور دنیا کی دوسری قوموں کو عموماً اور ان قوموں کو جو ان کے زیر اقتدار تہیں خصوصاً سخت حقارت کی نظر سے دیکہنے والے تہے جو ممالک اون کے ماتحت تہے مثلاً۔ مصر۔ شام۔ عراق۔ فارس اور خراسان وغیرہ وہاں کے خاص باشندے

خواہ وہ قبطی تھے یا نبطی سریانی تھے یا کلدانی رومی تھے یا فارسی اور ترک تھے یا سوڈانی وغیرہ ان میں علاوہ دیمیوں کے مشرف باسلام ہو جانیوالے اشخاص بھی حکومت بنو امیہ کے دور میں کسی عزت کے مستحق نہیں تھے اسی لئے یہ قومیں اون کے معاملہ سے روتی تھیں اور رونے نہیں پاتی تھیں انپر خراج کے وصول کرنے میں جو سختیاں کی جاتی تھیں وہ اور بھی نفرت اور عداوت کی باعث ہوئیں اور ان کے دلوں میں بنی امیہ کے اقتدار سے نکلنے کی خواہش اور جو ان کے مقابلہ پر کمربستہ ہو اس کی اعانت کرنیکا خیال ترقی کرتا گیا (۱) خاصکر موالی بہت تنگ تھے وہ غریب ایک تو اسلام قبول کرکے یونہیں اپنی اما فیدوں اور گھر بار سے ہاتھہ دھو چکے تھے اسپر طرہ یہ تہا کہ ان کو حکومت کی حمائت کیلئے جنگی خدمت بھی ادا کرنی پڑتی تھی بنو امیہ اس لوگوں سے پیدل فوج میں کام لیتے تھے اور سامان رسد اور مال غنیمت کا حصہ بھی ان کو نہیں دیتے تھے جو لوگ اموی حکومت کے مخالف تھے وہ موقعوں کے منتظر رہا کرتے اور انہیں موالی سے مدد لیکر ان سے مقابلہ کیا کرتے تھے وہ ان کو صرف تنخواہیں اور خوراک دیا کرتے اور اسی پر ان غریبوں کو بعد خوشی حاصل ہوا کرتی تھی پہلی مرتبہ مختار بن عبید نے ۶۶ھ میں موالی کو اسوقت اپنی فوج میں بہرتی کیا جبکہ وہ امام حسینؓ بن علیؓ کے قاتلوں سے انتقام لینے کی غرض سے کوفہ پر حملہ آور ہوا تہا مگر اہل عرب کو موالی کا اپنے ساتھہ لیکر اپنی ہم قوموں سے جنگ کرنا شاق گذرا چنانچہ اونہوں نے آپس میں یہ بات کہی ۔ "مختار نے ان موالی کو سواریاں اور مال غنیمت جو ہمارے خاص حقوق تھے دیکر ہم کو تکلیف پہنچائی ہے" جس کی خبر پاکر مختار نے اون سے دریافت کیا۔ "میں تمہارے موالی کو علیحدہ کردوں اور تمہارے حق کا مال غنیمت تمہیں کو دوں تو تم میرے ساتھہ ہوکر بنو امیہ سے لڑوگے ؟" جس کے جواب دینے کے لئے وہ لوگ دیر تک آپس میں مشورہ کرتے رہے اور ان میں سے ایک شخص نے اپنی جماعت سے کہا "اگر تم ہماری صلاح مانو تو اس کی اطاعت سے سر نہ پھیرو۔ کیونکہ مجھے تمہارے اندر باہمی اختلاف اور تفرقہ پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور اس شخص کے پاس تمہارے ہم قوم شہسواروں اور بہادروں کے علاوہ تمہارے غلاموں اور موالی کی ایک کثیر جماعت موجود ہے۔ یہ موالی تمہارے غنیم سے بھی زیادہ خود تم سے خار کہاتے ہیں وہ لوگ متفق اور ایکدل ہیں وہ تم سے اہل عرب کی دلیری اور اہل عجم کی کینہ وری کے ساتھ جنگ کرینگے (۲)"

اسی طرح سے موالی ان تمام لوگوں کا ساتھ دیتے رہے جو بنو امیہ کے ہاتھوں سے انتزاع حکومت کرنے کو اُٹھے ۔ اور یہی وجہ تھی کہ امویوں کے عہد میں خوارج کی کثرت ہوئی جس نے اہل عرب کے دلوں میں اس خیال کو پیدا کر دیا کہ خلافت میں قریشی النسل ہونا کوئی شرط نہیں ہے (۳) مگر یہ اعتقاد تمام مسلمانوں کے دلوں میں پوری طرح کئی صدیوں کے بعد جگہہ پا سکا ورنہ ان دنوں خلافت کے مدعی زیادہ تر پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وسلم)

---

(۱) ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۸۹ ۔ (۲) ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۳ ۔ (۳) استقصاء جلد ۱ صفحہ ۶۰ ۔

کے کنبہ والے تھے کچھ علوی یعنے امام علیؓ کی نسل کے لوگ تھے جو کہ رسول پاک (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچیرے بہائی ہیں اور بعض عباسی یعنی حضور انورؐ کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کی اولاد سے تھے جن اسباب کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اون کی وجہ سے خراسان کے لوگ سب سے بڑھ کر بنو امیہ کے دشمن تھے اونہوں نے عباسیوں کو قابل قدر مدد دی اور عباسیوں کا نامور سپہ سالار ابومسلم بہی خراسانی تہا۔ جس وقت بنو عباس خلافت حاصل کرنے کو اٹھے تو اہل عرب کے سوا جس قدر مسلمان اطراف سلطنت میں تھے وہ سب اون کے ساتھ ہوئے اور ملک کے اصلی باشندے جو ذمی تھے وہ بہی معین و ناصر بنے نتیجہ یہ ہوا کہ بنو امیہ بالکل برباد کر دیئے گئے اور عنان حکومت عباسیوں کے قبضۂ اقتدار میں چلی آئی عباسیوں نے اپنا مرکز خلافت بھی ملک عراق ہی میں قائم کیا جو اون کے مددگاروں کے قریب واقع تہا۔

عباسیوں کو بنی امیہ کی بربادی کی اصل وجہ معلوم ہو چکی تہی لہذا وہ خود بہی ویسی ہی غلطی میں مبتلا ہونے سے بچتے رہے اونہوں نے اپنی فوجوں اور مددگاروں کی جماعتیں اہل فارس سے مرتب کیں اور عربی عصبیت کو قائم رکھنے کے لیئے ربیعہ اور مضر کے قبائل کی عربی فوجوں کو بہی بحال رکہا کیونکہ وہ عماد اسلام تھے بنو عباس عربی اور فارسی دو مختلف عنصروں کو باہم موافق نہیں بنا سکے جس کی وجہ یہ تہی کہ کاروبار اور معاملات حکومت کی انتہا سے ان کو اہل فارس کے ساتہہ اختلاط رکہنا لازم آیا وہ لباس بہی فارسی وضع کا پہننے لگے اور ویسی ہی اونچی اونچی ایرانی ٹوپیاں استعمال کرنے لگے اس بات کو بنو عباس نے اپنے لئے فرض بنا لیا تہا اور سب سے پہلے جس شخص نے لوگوں کو فارسی وضع کی ٹوپیاں پہننے پر مجبور کیا وہ خلیفہ منصور عباسی تہا[1] اوس نے ۱۵۳ھ میں اپنے درباریوں کو بہت اونچی اونچی ٹوپیاں پہننے کا حکم دیا جس کے بارہ میں ابو دلامہ شاعر نے بطور ہجو کے کہا ہے :-

وکنا نرجی من امام زیادۃ فزاد الامام المصطفیٰ فی القلانس تراھا علی ھام الرجال کانھا دنان یھود جللت بالبرانس	یعنے ہم امام زمانہ سے اضافہ کے امیدوار تھے تو اوس نے اضافہ کیا مگر کس چیز میں؟ ٹوپیوں میں۔ جن کو ہم لوگوں کے سر پر اس طرح رکھی دیکھتے ہیں جیسے یہودیوں کے مٹکوں پر چادریں پڑی ہوں ۔

گو اہل عرب فارسیوں کے دخیل ہونے سے ناراض تھے لیکن اس ناراضی نے کاروبار سلطنت میں کوئی نقص نہیں پیدا کیا۔ عباسی خلفاء نے فارسی لونڈیوں کو ام ولد بنایا جو اون کیلئے لائق و فائق بچے جنیں اور وہ لڑکے بہی خلافت کے رتبہ پر فائز ہوئے جن کو فطری طور پر عنصر فارسی کی طرف خاص جہکاؤ رہا اور یہ عنصر روز بروز بلاط خلافت میں غلبہ حاصل کرتا گیا کیونکہ وزراء اور اہل شوریٰ سب

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۳۷۱ ۔

اونہیں میں سے منتخب ہوتے رہے۔ مثلاً برامکہ وغیرہ اہل فارس عباسی حکومت کی خدمتیں نہایت صدق و اخلاص اور دیانت و امانت کے ساتھ پوری کوشش سے انجام دیا کرتے تھے اس لئے کہ اس کے قائم رہنے میں خود ان کا بھی بھلا ہوتا تھا۔

بیعت خلافت کا تعلق اہل عرب کے ساتھ

یہ سب تھا مگر خلفاء کو جزیرۂ عرب کی طرف سے لاالتفاتی برتنا ناممکن تھا جس میں حرمین شریفین یعنے حرم کعبہ اور حرم روضۂ نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) واقع تھے اور ان کی عزت کرنا گویا دین اسلام کی حرمت کرنا تھا جس پر خلافت کا قیام منحصر تھا اس کے سوا بنو عباس کو یہ خوف بھی دامنگیر رہتا تھا کہ مبادا حرمین کے لوگ امام علیؓ کی اولاد کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوجائیں اس کے لئے اون کو مدینہ (منورہ) کے فقہاء سے اپنی بیعت لینی لازمی تھی کیونکہ اون لوگوں کو خلافت اور بیعت کے بارہ میں بہت بڑی قدرت حاصل تھی اور پابند شرع خلفاء بغیر اون کے مشورہ کے کسی معاملہ کو طے نہیں کیا کرتے تھے (۱) اہل فارس پر یہ بات شاق تھی اور ان کو یہ ہول سمایا ہوا تھا کہ ایسا نہ ہو پھر اہل عرب کا اقتدار قائم ہو جائے اور وہ ہم سے بدلہ لینے پر تیار ہو کر ہماری تمام محنتوں کو ملیا میٹ کردیں اس لئے اونہوں نے خلفاء کو ملک عرب کیطرف سے غافل بنانے کی کوشش کی مگر اس میں مشکل یہ تھی کہ وہاں خانہ کعبہ موجود تھا جس کی زیارت کے لئے مسلمان جایا کرتے تھے اور حج اسلام کا ایک رکن بھی تھا پھر بھی چند مقرب لوگوں نے خلیفہ منصور عباسی کو ترغیب دلائی کہ وہ خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ملک عراق کے اندر کوئی اس قسم کی متبرک جگہہ بنائے جس کے حج کو لوگ یہیں آیا کریں منصور نے ان کی باتوں میں آکر ایک عمارت "قبہ خضرا" کے نام سے تعمیر کی اور اس کے ذریعہ سے خانہ کعبہ کی وقعت کم کرنی چاہی (۲) اور بحری راستہ سے جو غلہ وغیرہ بطور امداد خوراک کے مدینہ (منورہ) کو بھیجا جاتا تھا وہ بھی بند کردیا (۳) اس کارروائی کو اہل عرب نے عباسیوں سے مخالفت کرنے کی حجت بنا کر محمد بن عبداللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی جو کہ امام علیؓ کی اولاد میں تھے اور خلیفہ منصور کی بیعت توڑ دی اس کی بابت فقہ اسلامی کے مشہور امام مالک بن انس رضؓ نے انہیں فتوے بھی دیدیا (۴) اس کے علاوہ ملک اندلس میں بنو امیہ نے کچھ عرصہ بنو عباس کی خلافت تسلیم کرنے کے بعد ان کی دعوت قطع کردی (۵) اور جب عبدالرحمٰن بن معاویہؓ وہاں پہنچ گیا تو خود مستقل حکمران بن گئے کیونکہ وہ ملک مرکز خلافت سے بہت دور تھا (جیسا کہ ہم اسی کتاب کے پہلے حصے میں بیان کر آئے ہیں اس کے صفحہ ۲۰ میں دیکھنے سے معلوم ہوسکیگا۔)

---

(۱) ابوالفدا، جلد ۱ صفحہ ۲۰۹۔ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۷۔ (۳) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۱ (۴) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۱۱۔
(۵) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۳۵ و جلد ۶ صفحہ ۳۵ و ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ +۔

محمد بن عبد اللہ نے مدینہ (منورہ) پر تسلط قائم کر لیا اور منصور اون سے بیحد خائف ہو کر اپنی تمام کوششیں اون کے قتل کرانے میں صرف کرتا رہا۔ مگر وہ اس ارادہ میں بڑی مشکلوں سے کامیاب ہوا۔

منصور کو حرمین کی طرف سے بے توجہی کرنے کی جو سزا ملی وہ اس کے بعد آنیوالے خلفا کے حق میں تازیانۂ عبرت تھی چنانچہ مہدی اس کے بیٹے نے مسند خلافت پر جلوس کرتے ہی اہل حرمین کی بہت تعظیم و تکریم کی اور خانہ کعبہ کو نیا غلاف پہنایا اور بہت سا روپیہ وہاں کے لوگوں میں تقسیم کیا جو خاص اسی غرض سے عراق سے ساتھ لے گیا تھا اور جس کی مقدار ۰۰۰۰۰۰۳ درہم تھی اور جب وہ مدینہ میں تھا تو اس کے پاس ملک مصر سے ۰۰۰۰۰۳ دینار اور ملک یمن سے ۰۰۰۰۰۲ دینار آئے وہ سب اس نے وہیں تقسیم کر دیئے اور اس کے علاوہ ۰۰۰۰۱۵ کپڑے بھی تقسیم کئے مسجد نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عمارت میں توسیع کی اور قبیلۂ انصار سے اپنی باڈی گارڈ کیواسطے پانچسو جوان منتخب کرکے انہیں اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور ان کو اراضی اور جاگیریں عطا کیں (۱) مقام "واسط" میں نہر "صلہ" کے کھودے جانے کا فرمان صادر کیا اور اس کے کناروں کی زمینیں کو زراعت میں اٹھا کر اس کی آمدنی اہل حرمین کے انعام (تنخواہوں) اور وہاں کے مصارف کے لئے خاص کر دی (۲) پھر تو اسی طرح پر حرمین کا اکرام اور وہاں خرچ کرنا خلفائے بنو عباس میں رواج پا گیا جب وہ خود حج کو جاتے یا اپنی اولاد کے لئے بھیجتے تو اس وقت وہاں ایسے ہی مصارف کیا کرتے تھے خلیفہ ہارون الرشید عباسی نے سنہ ۱۸۶ھ میں حج کیا اس کے دونوں بیٹے امین اور مامون بھی ساتھ تھے جب وہ مدینہ پہنچا تو اس نے تین عطئے دیئے ایک خاص اپنی طرف سے اور دو اپنے دونوں بیٹوں کی جانب سے ایسا ہی مکہ والوں کیساتھ بھی کیا غرضیکہ کل مقدار اس روپیہ کی جو ہارون الرشید نے حرمین میں صرف کی ۰۰۰۰۰۵۱ دینار تک پہنچی تھی اور وہیں اس نے دو دستاویز خلافت کے اپنے بیٹوں کی بابت تحریر کئے ایک امین کے نام اور دوسرا مامون کے نام اور وہ دونوں کاغذ خانہ کعبہ میں امانت کے طور پر رکھوا دیئے (۳) اس کے بعد سے حرمین کے مصارف ملک کے ضروری اخراجات کا جزو بن گئے اور اہل عرب کی شان پھر نمودار ہونے لگی کیونکہ خلفاء اپنے برسر حکومت رہنے کے لئے اس بات کو ضروری تصور کرتے تھے۔

دوسری طرف عباسی خلفاء کو اہل فارس سے بے پروائی کرنے کا بھی موقع نہیں تھا کیونکہ وہی لوگ اون کے وزیر اور صلاحکار تھے اس لئے پھر دونوں عنصروں میں رقابت بڑھتی گئی اور اس چشمک کا نتیجہ امین و مامون کی باہمی جنگ و جدل تھی۔ جس میں مامون نے اہل فارس سے استمداد کی (۴) جہاں اس کا

(۱) طبری جلد ۹ صفحہ ۴۸۳ سے (۲) قدامۃ صفحہ ۲۴۲ سے (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۶۹ و ۰ سے (۴) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۹۰ و ۱۲۲ سے

ننہال تہا اور امین نے اہل عرب سے نصرت حاصل کی۔ کیونکہ اس کی ماں ہاشمی خاندان کی بیٹی تہی (۱) مگر چونکہ غلبہ ماموں کی فوج کو حاصل ہوا اس لیئے عنان خلافت اس کے ہاتھوں میں آتے ہی اہل فارس کا نفوذ دربار خلافت میں ترقی کر گیا اور اہل عرب کو یہ امر ناگوار گذرا انہوں نے ماموں سے ناراض ہو کر اس بات کی فکر کی کہ کسی اور سے بیعت کریں اور ماموں کے ہاتہوں سے ملک کو نکال دیں (۲) اس بات کے آثار دیکھہ کر ماموں بہی اہل عرب سے بہت بدظن ہو گیا اور ان کے ذلیل وخوار کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ ملک شام کا دورہ کر رہا تہا کسی شخص نے بطور ملامت اس سے کہا کہ "امیر المومنین" آپ ملک شام کے عربوں پر بہی ویسی ہی نظر عنایت کیجیئے جیسی آپنے خراسان کے عجمیوں پر کر رکہی ہے"۔ ماموں نے اس شخص کو جواب دیا۔ تم نے مجہپر الزام کا بہت بڑا بار ڈالدیا۔ واللہ! میں نے قبیلہ قیس کو محض اس لئے ان کے گہوڑوں کی پشت سے اوتارا ہے جبکہ میں نے دیکہا کہ میرے خزانہ میں ایک درہم بہی باقی نہیں رہا یمن کے لوگوں کو نہ میں نے کبہی پسند کیا ہے نہ وہ کبہی میرے ہمدرد رہے ہیں اور بنو قضاعہ کے سردار کسی "سفیانی" کے منتظر ہیں جو انکا طرفدار ہو۔ باقی رہے بنو ربیعہ تو وہ اُسوقت سے جبکہ خداوند کریم نے خاندان مضر میں اپنا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث فرمایا ہے خدا سے بہی عداوت رکہتے ہیں (۳)"

۲۱۸ھ میں معتصم نے خلیفہ ہونے کے بعد ترکوں اور "فرغانہ" کے باشندوں کو امتیاز دیا جس کے سبب سے اہل عرب دولتمندوں اور ارکان سلطنت کی نظروں میں اور بہی حقیر ہو گئے اور اون کے ہاتھ کاروبار سلطنت میں پہونچنے سے کوتاہ کر دیئے گئے یہانتک کہ ملک مصر میں بہی ان کو جگہہ نہیں ملی جہاں کا آخری عربی عامل عنبہ بن اسحق الضبی ۲۳۵ھ میں متعین ہوا تہا (۴) معتصم نے اس بات کا قصد کر لیا تہا کہ جہاں تک ہو سکے گا وہ اہل عرب کی بلا سے اپنا دامن چہڑا ئیگا اوس نے بغداد کے قریب ایک پرفضا شہر آباد کیا تھا جس میں اپنی فوجی چہاؤنی قائم کی تہی اس شہر کا نام سامرا[۱] تہا اور وہاں اس نے ایک خانہ کعبہ کی شبیہہ رکہوائی تہی جس کے گرد لوگ طواف کیا کرتے تہے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تہا۔ بلکہ "منی" اور "عرفات" کے نام سے بہی چند مقاموں کو نامزد کیا تہا اور اپنے ارکان دولت و امرائے دربار کو وہیں پر فرائض حج ادا ہو جانے کا اطمینان دلا دیا تہا گو اس کی یہ کارروائی فریب در غلط بیانی پر مبنی تہی لیکن اُسے یہ خوف تہا کہ

---

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳۷۔ (۲) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۶۔ (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۷۶۔ (۴) مقریزی جلد ۲ صفحہ ۴۵۵۔

[۱] اس شہر کا اصلی نام "سُرَّ مَن رای" رکہا گیا تہا مگر بولچال میں کثرت استعمال سے "سامرا" رہ گیا اصلی نام کا ترجمہ "دلکشا" کے ساتھ کرنا مناسب ہے یعنے جو اس کو دیکہتا مسرور ہو جاتا تہا۔

مبادا یہ امرا خانہ کعبہ کے حج کو جائیں تو ان کے دل میری جانب سے پھر جائیں اور مجھ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں (۱) ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ "عزلی" کا لفظ محاورہ میں سب سے حقیر و مبتذل حالت والے شخص کے لئے بولا جاتا تھا اور دوسری نسل کے مسلمان لوگ کہا کرتے تھے "عزلی مثل کتے کے ہے ایک ٹکڑا اس کے سامنے ڈال کر چاہو تو اس کا سر بھی پھوڑ دو (۲)" یا وہ کہا کرتے کہ اہل عرب اس وقت تک ہرگز فلاح نہیں پا سکتے جب تک ان کی مدد پر کوئی موید من اللہ نبی نہ ہو (۳)" دربار خلافت کے تمام امیر اور وزیر اور اہل مناصب اہل فارس۔ ترک اور دیلم وغیرہ تھے جن کو خلفا بڑے بڑے منصب اور فوج و حشم رکھنے کا اعزاز عطا فرماتے رہتے اہل عرب اور ان کی جماعتوں کی طرف سے بے اتفاقی بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچی کہ سلطنت کے کاموں میں ان کا کہیں وجود نہیں رہ گیا دوسری طرف اہل عرب کھلے بندوں فارسی وغیرہ غیر اقوام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جو شخص ان کی جماعت میں سے ان لوگوں کی طرف مائل ہوتا اُسے برا بھلا کہا کرتے خواہ وہ خلیفہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ معتصم کی وفات اور واثق باللہ کی خلافت کے وقت عرب کے مشہور شاعر "دعبل خزاعی" نے جو اس وقت صمیرہ میں تھا اسبات کی خبر پاکر حسب ذیل دو شعر کہے تھے

الحمد للہ لا صبر ولا جلد
ولا عزاء اذا اهل البلاء رقدوا
خلیفة مات لم یحزن له احد
وآخر قام لم یفرح به احد (۴)

خدا کا شکر ہے اور صبر و تحمل کی اس وقت کوئی حاجت نہیں جبکہ اہل بلا (مفسد) مر جائیں ایک خلیفہ مر گیا تو کسی نے اس پر افسوس نہیں کیا اور دوسرا قائم ہوا اس کی کسی نے خوشی نہیں منائی +

یہاں تک جن واقعات کا ذکر ہوا ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ راشدین کے عہد میں اسلامی متفقہ قوت عزلی الاصل تھی اور ان کی متحدہ غرض روئے زمین پر اپنے مذہب اسلام کی اشاعت جس کی خواہش انہیں رسالت کے سچے ہونے پر مضبوط اعتقاد رکھنے اور اس کی بابت خدا کا حکم ہونے سے پیدا ہوئی تھی اور جب بنو امیہ حکمران ہوئے تو انہوں نے مذکورہ بالا اعتقاد کی جگہ پر مال جمع کرنا اپنا شیوہ بنایا اور سلطنت کو دنیا کے سیاسی اصول پر قائم کیا مگر عرب کی متفقہ قوت اسی طرح مستحکم اور متین رہی عباسیوں نے عزلی تعصب کو خیرباد کہہ کر غیر ملکی لوگوں کی قوت بڑھائی اور انہیں اپنا بنانے میں اور ان سے حکومت کی خدمت لینے میں مال و زر صرف کرنے کے علاوہ ان کی نسل کی عورتوں کو اپنے حرم میں داخل کرنا بھی میل جول کا ذریعہ بنایا۔ آخر کار فارسی ترکی۔ دیلم۔ عضد اور فرغانہ کے لوگ اور ان کے سوا دوسری قومیں جو عزلی النسل نہ تھیں دولت کے ذریعے رقیبانہ کوششیں دربار خلافت میں اقتدار اور رسوخ پانے کی کرنے لگیں جس کا نتیجہ آگے چلکر معلوم ہو جائے گا +

(۱) مقدسی صفحہ ۱۲۱۔ (۲) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۱۔ (۳) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۸۸۔ (۴) حصہ اول تاریخ تمدن اسلامی صفحہ ۱۷

دولت عباسیہ کی ثروت

پہلے دور میں

آب ہم اس کتاب کے موضوع پر آپہنچے ہیں کیونکہ اسلامی ثروت اسی زمانہ میں پایہ کمال کو پہونچی تہی اور اوسی پر ہماری کلام کا مدار ہوگا۔ کسی دولت کی مالی حالت کا اندازہ اوس باقی رہنے والے روپیہ کے حساب سے کیا جاتا ہے جو اوس کے خزانہ میں تمام مصارف منہا کرنے کے بعد جمع ہوتا ہے۔ صرف آمدنی پر حکومت کے تمول کو قیاس کرنا غلطی ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سلطنت کی آمدنی بے شمار ہونے کے ساتھ ہی اس کے مصارف محاصل سے بڑہے ہوتے ہیں اور اس حکومت کو مجبور ہوکر ملکی یا غیر ملکی قرض لینا پڑتا ہے اپنے اس مسلمہ اصول کے لحاظ سے ہم دیکہتے ہیں کہ عباسی حکومت کی دولتمندی پہلے دور میں نہایت اعلےٰ درجہ کی تہی گو ہم کو پہلے پانچ عباسی خلفاء کے زمانوں کے آمد و خرچ کے گوشوارے نہیں دستیاب ہوئے جن کے رو سے ہم ان کے سالانہ محاصل کی وہ مقدار معلوم کرتے جسکو سلطنت کی توفیر کہتے ہیں کیونکہ وہ تمام حسابات امین و مامون کے باہمی جنگ و جدل میں اس وقت تلف ہوگئے۔ جبکہ کچہریوں میں آگ لگ گئی تہی (۱) اور تمام دفاتر ویسے ہی تلف ہوگئے جس طرح بنو امیہ کے کاغذات۔ "عام جماجم" میں (۲) مگر ہم کو ان کے عہد کی دولتمندی کا پتہ اون رقموں سے ملتا ہے جنکو وہ اثنائے حکومت میں خزانہ کے اندر جمع رکہتے تہے۔

اوائل حکومت میں مالی حالت کیسی تہی

سب سے پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح صرف سنہ ۱۳۲ھ سے سنہ ۱۳۶ھ تک کل چار سال حکمران رہا اوس کا تمام دور حکومت جنگ اور خونریزی میں صرف ہوا۔ اور وہ کچہہ بہی مال و زر جمع نہیں کرسکا چنانچہ جس وقت اس نے وفات پائی ہے تو اس کے گہر میں صرف نو جبے۔ چار قمیص۔ پانچ پاجامے۔ چار ریشمی چادریں۔ تین خز کے مطارف نکلے (۳) اس کے سوا اور کچہہ نہ تہا خلیفہ منصور نے بائیس سال سنہ ۱۳۶ھ سے سنہ ۱۵۸ھ تک فرمانروائی کی وہ بڑا دور اندیش۔ ہوشیار اور مال و دولت جمع کرنے والا تہا مگر اس کو بخل پر محمول کرنا ٹہیک نہیں۔ بلکہ وہ

(۱) مقدمہ ۲۳۶ (۲) مادردی ۱۸۲ "عام جماجم" یعنے کہوپڑیوں کا سال چونکہ اس سال میں بنو عباس نے امویوں کو بکثرت قتل کیا تہا جن کی کہوپڑیاں راستوں میں پڑی ماری پہرتی تہیں لہذا مورخین نے اس کا نام ہی یہ رکہدیا۔

(۳) طبری جلد ۳ صفحہ ۸۸ +

اندرونی فسادات اور ہنگاموں کے ڈر سے روپیہ کا جمع رکھنا ضروری خیال کرتا تھا جس وقت اس نے وفات پائی تو اس کے بیت المال میں ۶۰۰۰۰۰۰۰ درہم اور ۱۴۰۰۰۰۰ دینار[1] جمع تھے اگر ان دیناروں کو آجکل کے حساب سے درہموں کی صورت میں بدل دیا جائے یعنے فی دینار پندرہ درہم فرض کئے جائیں۔ تو تمام روپیہ جو منصور نے جمع چھوڑا اٹھارہ کروڑ درہم تھا اور ایک درہم "فرانک" کے برابر ہوتا ہے منصور کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے مہدی کو یہ وصیت کی۔ میں نے اس شہر میں تمہارے واسطے اسقدر مال جمع کر دیا ہے کہ اگر دس برس تک تمکو خراج کی مطلق آمدنی نہ ہو تو وہ دولت فوج کی تنخواہوں اور مصارف سلطنت۔ کنبہ والوں کے وظائف اور سرحدوں کی حفاظت کے اخراجات کو کافی ہوگی۔ تم اس کی بہت اچھی طرح حفاظت کرنا اس لئے کہ جبتک تمہارا خزانہ معمور رہیگا تمہاری ساکھ قائم رہیگی[2]" اس بات سے منصور کی مدبرانہ قوت اور زمانہ شناسی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کیسا دوراندیش تھا اس کے علاوہ اس کی عادتیں بھی صاف صاف بتاتی ہیں کہ وہ بڑا دانا اور مدبر صاحب عظمت وشوکت حکمران تھا فی الحقیقت یہ اوسی کا کام تھا کہ اس نے عباسی حکومت کی بنیاد استوار کردی۔ اس نے سلطنت کے سلامت رکھنے کے لئے بہت سی لڑائیاں لڑیں اور ان میں بے شمار روپیہ صرف کیا محض خارجی لوگوں سے جنگ کرنے میں اس نے ۶۳۰۰۰۰۰ درہم خرچ کئے جو ملک افریقہ میں (۱۵۴ھ کے زمانہ میں) ہوئی تھی اسی پر اس رقم کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے جو دوسری لڑائیوں میں صرف ہوئی ہوگی اور جن کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ مصارف اس خرچ کے علاوہ ہیں جو اپنے کنبہ والوں کے ساتھ سلوک کرنے میں وہ کیا کرتا تھا چنانچہ صرف ایک دن کے اندر اس نے اپنے عزیزوں کی ایک جماعت کو ۱۰۰۰۰۰۰ درہم دے ڈالے[3]" اور محض بغداد کی تعمیر ۴۸۳۳۰۰۰ درہم صرف کئے[4] اسکے سوا وہ ذرائع آبپاشی اور پلوں کے بنوانے پر بھی بہت کچھ صرف کیا کرتا تھا۔ ان سب اخراجات کو پیش نظر رکھکر منصور کے زمانہ کی آمدنی کا خیال کیا جائے تو وہ کم از کم ایک ارب درہم سے نیچے نہ ہوئی ہوگی اور اس مقدار کو اس کی بائیس سالہ حکومت پر تقسیم کرو تو سالانہ محاصل چار کروڑ پچاس لاکھ درہم نقد علاوہ ان اموال کے پڑیں گے جو وہ عاملوں کو معزول کرتے وقت "استخراج" کے ذریعہ سے وصول کرتا تھا اوس کا قاعدہ تھا کہ عامل کو موقوف کرنے کی صورت میں اس کی تمام دولت ضبط کر کے ایک جداگانہ خزانہ میں جمع کیا کرتا جس کو "بیت مال المظالم" کے نام سے موسوم کر رکھا تھا اور ہر شخص کے مال پر اس کا نام اور ضبطی کا سنہ اور تاریخ لکھوا دیتا تھا اس نے اپنے آخری وقت میں مہدی کو جو اس کا فرزند اور ولیعہد تھا یہ وصیت کی تھی۔ کہ میں نے تمہارے واسطے ایک ذریعہ نیکنامی کا مہیا کر رکھا ہے جس وقت میں اس دار فانی سے رحلت کر جاؤں

(۱) مسعودی جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ (۲) طبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳ (۴) مقریزی ۱۲۱ وسیر الملوک ۵۴

تم اون لوگوں کو طلب کرنا جن کا مال میں نے ضبط کرلیا ہے اور وہ بجنسہ انہیں واپس دے دینا اس بات سے تم ان کے دلوں میں گہر کر لوگے اور عام لوگ تمہاری تعریف میں طب اللسان رہینگے(۱)" چنانچہ مہدی نے خلافت پر مستقل ہو کر اس بات پر عمل کیا اور یہ بات بہی خیال میں آتی ہے کہ خلیفہ منصور نے بنوامیہ کو برباد کرکے اون کی دولت بہی بہت کچہہ حاصل کی ہوگی جس کا شمار نہیں معلوم ہو سکتا مگر وہ دولت بہی ایک جداگانہ خزانہ میں جمع تہی جس کو "مال اہل بیت اللعنۃ" کہتے تہے (۲)

خلیفہ ہارون الرشید نے جس قدر دولت جمع کی اس کی نسبت سے منصور کی مالداری بالکل ہیچ نظر آتی ہے ہارون نے اپنی وفات کے وقت یعنے سنہ ۱۹۳ھ میں ۰۰۰۰۰۰۰۹ درہم سے زائد بیت المال میں زرنقد چہوڑا تہا(۳) اور اس کی حکومت کا زمانہ منصور کے ایام حکومت کے برابر تہا۔ رشید نے جو مصارف اپنے وقت میں کئے اور جیسے جود وسخاوت کے حالات اس کے بیان کئے گئے ہیں اون کے لحاظ سے سمجہہ میں آسکتا ہے کہ کس قدر بے شمار دولت اس نے پیدا کی ہوگی اس موقعہ پر ایک خیال یہ بہی ہوتا ہے کہ وہ دولت منصور کے زمانہ سے جمع ہوتی آتی تہی جس پر مہدی اور ہادی نے بہی اضافہ کیا ہوگا اور ان کے بعد رشید کا زمانہ آیا تو اس نے بہی بڑہایا صرف رشید ہی نے اتنی دولت اپنے ایام میں نہیں جمع کی مگر واقعی امر یہ ہے کہ خلیفہ مہدی نے اپنے ایام میں منصور کا تمام اندوختہ مع اس تازہ آمدنی کے اڑا ڈالا تہا جو اس کے عہد یعنے سنہ ۱۵۸ھ سے سنہ ۱۶۹ھ تک کے مابین ہوئی کیونکہ وہ بڑا سخی تہا اور ہادی نے صرف ایک سال سے کچہہ زائد عرصہ تک حکومت کی اس کی سخاوت کی بابت یہ روائت کی جاتی ہے کہ اس نے عبداللہ بن مالک کو چار سو خچر عطا کردی تہی جن پر درہم و دینار وغیرہ کے توڑے لدے تہے اس لئے یہ بات سمجہہ میں نہیں آتی کہ اس کے پاس کوئی قابل ذکر مال جمع رہ سکا ہو پس جو کچہہ رشید نے بیت المال میں چہوڑا وہ خود اسی کا اندوختہ تہا۔ اگرچہ ہم رشید کے ایام حکومت کو پیش نظر رکہہ کر اس کے اندوختہ پر خیال کرتے ہیں تو وہ منصور کے اندوختہ کے مقابلہ میں کچہہ ایسا زائد نہیں ٹہرتا۔ لیکن یہ بات بہی قابل غور ہے کہ ان دونوں میں باعتبار سخاوت زمین و آسمان کا فرق تہا۔ رشید ایسا کریم الطبع تہا کہ مال کی اس کے نزدیک کوئی ہستی نہ تہی (۴) اور بخلاف اس کے منصور بخل کے ساتہ متہم تہا (۵) اور اس کے علاوہ رشید کے زمانہ میں ایک برامکہ ہی کا خاندان ایسا تہا کہ اس کی جاگیروں اور بخششوں کا حال پڑہ کر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کتنا روپیہ صرف کیا ہوگا۔

سنہ ۱۹۳ھ میں رشید کے وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹوں امین و مامون کے مابین خلافت

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۵۱۴ - (۲) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۰ - (۳) طبری جلد ۳ صفحہ ۷۶۴ - اور ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۵۸
(۴) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ - (۵) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۲ -

پر فساد برپا ہوا اور دونوں باہم جنگ آور ہو گئے امین بغداد میں تہا اور اس کی ماں "زبیدہ" نے اس کو اسکے باپ کے خزانے جنگ میں صرف کرنے کے لئے دیدیئے تہے (۱) اور مامون صرف خراسان کا گورنر تہا کئی برس تک دونوں بہائیوں میں کشت و خون ہوتا رہا اور امین نے خزانہ کا تمام روپیہ صرف کر ڈالا جس میں جنگی مصارف کے علاوہ اس کے عیش و عشرت کے سامان بہی شریک تہے اس نے اپنی خلافت میں لہو و طرب کا رنگ جما رکہا تہا فوجیں میدان جنگ میں لڑتی تہیں اور وہ قصر خلافت میں رنگ رلیاں مناتا تہا گویوں اور ساقیوں کی تلاش میں دل کہول کر روپیہ صرف کرتا اپنے بہائیوں اور خاندان والوں سے الگ رہتا اور سلطنت کے جواہرات اور اشرفیوں کو اپنے خواص خواجہ سراؤں اور مطلوبہ عورتوں پر لٹا رہا تہا (۲)۔

۱۹۸ھ میں امین قتل ہوا۔ اور اسلامی قلمرو میں مامون کا سکہ اور خطبہ رائج ہوا اس کے دربار میں خراسانیوں کا اقتدار سب سے بڑہا ہوا تہا کیونکہ انہیں لوگوں کی جان نثاریوں نے اسے ملک و مال پر قابض بنایا تہا مملکت عباسی میں ہر طرف امن و امان تہا۔ خلیفہ ماموں نے عربی زبان میں علوم کا ذخیرہ تراجم کے ذریعہ سے بہم کرنے پر توجہ کی اور اس بارہ میں اہل ہنر کی قدرشناسی کا حق ادا کر دیا جسکی تفصیل اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بیان ہو گی جو علم و ادب کی تاریخ سے مخصوص ہو گا۔

ماموں کے عہد میں لوگوں کے بامن و امان کاروبار میں مصروف ہونے اور دلجمعی کے سامان بہم پانے سے تمول کو بہی ترقی ہوئی۔ ماموں نے بہی اپنے باپ اور پردادا کے برابر یعنے ۲۲ سال حکومت کی مگر ہم کو اس بات کا پتہ نہیں لگا کہ اس نے اپنی وفات کے بعد بیت المال میں کیا رقم جمع چھوڑی تہی شائد اس زمانہ کے مورخوں کی ان معاملات میں بے توجہی نے اس کی تفصیل کو اسی طرح ضائع کر دیا جیسے کہ اور بہت سی باتیں تلف ہو گئیں۔

البتہ اس میں شک نہیں کہ خلفائے راشدین کے بعد سے مسلمان حکمرانوں کے نزدیک مال کا جمع رکہنا ایک ضروری امر ہو گیا تہا اور یہ بات ان کے ہر ایک ملک اور تمام زمانوں میں پائی گئی ہے بیان کیا گیا ہے کہ اندلس کا مشہور خلیفہ عبد الرحمٰن بن الناصر جس نے ۳۰۰ھ سے ۳۵۰ھ تک فرمانروائی کی اس نے ۳۴۰ھ تک تقریباً دو کروڑ دینار اپنے خزانہ میں جمع کئے تہے (۳) اس کے زمانہ میں اندلس کے سالانہ محاصل خراج و جزیہ چون لاکہہ اسی ہزار دینار تہے اور بازاروں اور "مستخلص" کی آمدنی سات لاکہہ پینسٹھ ہزار دینار تہی جس کی عام میزان باسٹھ لاکہہ پنتالیس ہزار دینار ہوتی ہے اور یہ رقم مال غنیمت کے

---

(۱) ابو الفداء جلد ۲ صفحہ ۱۰ ۔　(۲) ابو الفداء جلد ۲ صفحہ ۲۲ ۔

(۳) ابن نوفل صفحہ ۷۷ ۔

خمس کی آمدنی سے علاوہ تہی جو بکثرت آتے تہے (۱) خلیفہ ناصر اس آمدنی کا صرف ایک ثلث اپنی فوج پر خرچ کرتا تہا اور باقی سب روپیہ جمع رہتا (۲) علامہ ابن خلدون "ناصر" کے چہوڑے ہوئے اندوختہ مین بیحد مبالغہ سے کام لیتے ہوئے اس کی مقدار پانچ ارب دینار تحریر کرتے ہیں اور لطف یہہ ہے کہ ان کی تحریر میں کوئی علامت شک کرنے یا اٹکل سے کام لینے کی بہی نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ اس قسم کو وزن کی صورت میں تحویل کرکے پانچ لاکہہ قنطار کے ساتہہ اوسے موکد کرتے ہیں (۳) مگر ہم کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایسے مشہور فاضل اور فیلسوف نے اس قسم کی دور از عقل بات کیوں لکہدی اسلئے کہ "ابن حوقل" جو خلیفہ ناصر کا ہم عہد تہا وہ لکہتا ہے کہ حکم ابن ناصر کے بیت المال میں اس کی باپ کی وفات کے بعد اس کے خدم اور مصادرین وغیرہ کے ذریعوں سے جو روپیہ جمع ہوا تہا وہ چار کروڑ دینار سے زائد نہیں تہا اور ابن حوقل نے اس کو بہت زیادہ خیال کیا ہے کیونکہ اتنا مال اس زمانہ کی کسی حکومت کے پاس جمع نہیں تہا (۴) وہ زمانہ بغداد کے انحطاط کا تہا اور وہاں کے خلفاء اور سردار مال کے لئے ایکدوسرے سے لڑتے جہگڑتے اور مصادرہ کرتے رہتے تہے۔

مامون الرشید کے ایام میں ملکی لگان کا جس قدر روپیہ خزانہ میں ہر سال آیا کرتا تہا اتنا کسی اسلامی یا غیر اسلامی حکومت کے یہاں کہبی نہیں جمع ہوا۔ ہم کو اس محصل کی مقدار ابن خلدون کے مقدمہ سے معلوم ہوئی ہے جس کو وہ سلطنت کے مالی دفتر سے نقل کرتا ہے (۵) اور وہ سب سے پہلا جریدہ (دفتر) یا گوشوارہ ہے جو ہم کو اسلامی حکومتوں کے حسابات کے متعلق مل سکا ہے اوس کے بعد ایک اور فہرست کی نقل درج ہو گی جس کو قدامہ بن جعفر نے نقل کیا ہے اور تیسرے حساب کو ابن خرداذبہ روائت کرتا ہے مگر یہ سب کاغذات تیسری صدی ہجری کے وسط سے آگے نہیں بڑہتے جن کو ہم اس کتاب میں درج کرینگے اور اون سے ہماری مراد یہ ہو گی کہ اسلامی سلطنت کی دولتمندی کو اونکا باہم مقابلہ کرکے صاف طور سے بیان کرسکیں۔

اس موقع پر ہم کو یہ بہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مالی آمدنی کا ذکر چہیڑنے سے پہلے مختصر طور پر اسلامی قلمرو کی وہ جغرافیائی حالت بہی لکہدیں جو خلیفہ مامون کے عہد میں تہی تاکہ اون اضلاع اور صوبوں کا باہمی تناسب اور عباسی دار السلطنت سے اون کا تعلق واضح ہو جائے۔

(۱) نفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۷۹۔ (۲) ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۰۔ (۳) ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۱۱۵۔

(۴) ابن حوقل صفحہ ۷۷۔

(۵) ابن خلدون جلد اول صفحہ ۱۵۰۔

اسلامی قلمرو کا جغرافیہ

مامون کے ایام میں

اس کے حدود اس کے حدود اربعہ ذیل تھے: مشرق میں سرزمین ہند تھوڑا حصہ ملک چین کا اور خلیج فارس مغرب میں رومی سلطنت کے حدود جن کو آجکل بحر اسود ۔ ایشیائی کوچک ۔ بحر روم ۔ روس اور بلغاریا سے تعبیر کرتے ہیں۔ شمالی جانب ایشیا میں تبر بر ۔ خزر ۔ اور لان کے ممالک اور یوروپ میں تبیرنیہ کا پہاڑی سلسلہ ۔ جو آجکل کے نقشوں میں تبیر یا ۔ بحر قزوین اور بحر روم پر قیاس کئے جا سکتے ہیں۔ جنوبی سمت میں بحر فارس اور ممالک "نوبہ" کے وہ حصے جو مصر سے ملتے ہیں باقی رہی مملکت اسلامی کی مساحت اور مردم شماری اسے ہم اسی کتاب کے پہلے حصہ میں ذکر کر چکے ہیں دیکھو اس کا صفحہ (۷۹)

اس مملکت کے متعدد اعمال (صوبوں) میں تقسیم کئے گئے تھے جن کی مساحت اور باہمی تناسب میں حکومتوں اور زمانہ کے اختلافوں کے ساتھ کمی بیشی بھی ہوتی رہی ہم اس مقام پر محض اس حالت کو بیان کرینگے جو مامون کے عہد سے چند روز قبل و بعد رہی تھی اور اس کا ماخذ اس زمانہ کے عرب جغرافی لوگوں کی تصنیفات ہونگی خاصکر اصطخری ابن حوقل اور ابن الفقیہ سے زیادہ تر استنباط کیا جائے گا ان جغرافیہ دانوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اسلامی قلمرو ستائیس ۲۷ اقلیموں پر منقسم تھا ۔ سات اقلیم مغرب میں اور بیس مشرق میں واقع تھے جو حسب ذیل ہیں:-

مغربی اقالیم

ممالک عرب[1] ۔ شام[2] ۔ بحر فارس[3] ۔ بحر روم[4] ۔ دیار مغرب[5] الجزیرہ[6] ۔ مصر[7] ۔

مشرقی اقالیم

عراق[1] ۔ کوہستان[2] ۔ خوزستان[3] ۔ رحاب ۔ دیلم[4] ۔ فارس[5] ۔ طبرستان[6] ۔ کرمان[7] ۔ جرجان[8] ۔ مکران[9] قومس ۔ طوران[11] ۔ خراسان[12] کابلستان ۔ سغد[13] ۔ سجستان[14] ۔ ارمینیہ[15] ۔ خراسان[16] ۔ آذربائیجان[17] ماوراء النہر[18] ۔ بلاد الران[19] ۔ خوارزم[20] ۔ جن کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دیار عرب جس کو جزیرہ عرب کہنا چاہیے اس ملک کو عباداں لینے دجلہ کے دہانہ سے بحر فارس نے گھیر رکھا تھا اور وہ بحرین سے ہوتا ہوا عمان کو نکل گیا تھا پھر وہاں سے پھر کاٹتا ۔ مہرہ ۔ حضرموت اور عدن کے سواحل کو گھیرتا ہوا جدہ تک سواحل یمن کو چلا گیا تھا اور وہاں سے "مدین" تک پھیلتا ہوا "ایلہ" کو جا پہنچا تھا ۔ عربی جغرافیہ دان ان تمام دریاؤں کو بحر فارس سے تعبیر کرتے ہیں جو ملک عرب

کو اپنے حلقہ میں لئے ہیں مگر اس میں اتنا فرق ہے کہ تری کا وہ سلسلہ جو باب مندب سے ایلہ تک ممتد ہوتا چلا گیا ہے اسے بحر قلزم کہتے ہیں جو آجکل بحر احمر کہا جاتا ہے اس کی شمال مغربی جانب کی خشکی حدبندی ممالک شام اور فلسطین ایک خمدار خط سے کرتے ہیں جو ایلہ سے بحیرہ مردار کو ملا کر شرات۔ بلقاد۔ اذرعات سلمیہ اور خناصرہ کو سلسلہ میں لیتا فرات سے جا ملا ہے اور وہاں سے رقہ۔ قرقیسیا۔ رحبہ۔ اور کوفہ کو گھیرتا ہوا بطائح اور واسط کو شامل کرتا عبادان تک گیا ہے دیار عرب کی تقسیم بھی کئی صوبوں پر کی جاتی ہے۔ حجاز۔ اس میں مکہ۔ طائف۔ مدینہ اور یمامہ مع اپنے مخالیف کے شامل ہیں۔ نجد حجاز۔ جو سرزمین بحرین سے متصل ہے۔ بادیہ عراق۔ بادیہ الجزیرہ۔ بادیہ شام۔ یمن جو کہ تہامہ پر بھی مشتمل ہے۔ نجد یمن۔ عمان۔ مہرہ۔ حضرموت۔ صنعا۔ اور عدن مع تمام مخالیف ہن کے،

بحر فارس اس سے ان کے نزدیک وہ دریا مراد ہیں جو دریائے دجلہ واقع ملک عراق کے دہانہ سے ایلہ تک سرزمین عرب کو اپنے حلقہ میں لئے ہیں (۱) اس کے اندر دریا کے وہ سب حصے جن کو ہم ان دنوں خلیج فارس۔ بحر عرب۔ خلیج عدن۔ بحر احمر۔ اور خلیج عقبہ کے جداگانہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ شامل ہیں کہ ان کے تفصیلی حالات بیان کرنے کی ہمیں اس موقعہ پر کوئی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔

دیار مغرب اس سے ان کی اصطلاح میں شمالی افریقیا کے تمام وہ سواحل مراد ہیں جو ملک مصر کی سرحد سے اس طرف مغرب میں واقع ہیں اور جن میں ۱۔ برقہ ۲۔ افریقیہ یعنی ٹیونس ۳۔ تاہرت واقع الجزائر اور ۴۔ طنجہ۔ سوس اور زویلہ" ملک مراکو کے شہر شامل ہیں۔

برقہ ایک متوسط درجہ کا شہر ہے جو شاداب زمین کے سطح مستوی پر واقع اور چاروں طرف بیابانوں سے گھرا ہوا ہے ان بیابانوں میں بربری قبائل سکونت پذیر ہیں اور برقہ اور افریقیہ کے مابین طرابلس الغرب کا مشہور شہر واقع ہے جو ممالک افریقیہ کا ایک شاندار شہر اور سرتاپا سنگین عمارتوں سے بنا ہے اس کے بعد مہدیہ اور جدید ٹیونس ہے جو بڑے آباد شہر ہونے کے علاوہ بہت سرسبز مقام ہیں بعد ازاں قیروان افریقیا کا پائے تخت اور وہاں کا سب سے بڑا شہر ہے یہ صحرائی سرزمین کے اندر آباد ہے اور اسی کے شمال "تاہرت" کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ افریقیہ کے باقی شہروں میں ایک قابل ذکر مقام سجلماسہ ہے جو لق و دق بیابان میں واقع ہے۔

اندلس (اسپین) کو بھی عربی جغرافیہ دانوں نے ممالک مغرب کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ فتح ہونے کے زمانہ میں اسی کا ماتحت تھا یہ ایک وسیع ملک ہے جس کا پائے تخت قرطبہ ہے اور اس کی حدود اربعہ

(۱) اصطخری صفحہ ۲۸ +

مشہور ہیں۔ اندلس کے دوسرے شہر جو مشہور ہیں۔ جیان۔ طلیطلہ۔ سرقسط۔ لاردہ۔ وادی الحجارہ۔ تربالہ۔ قوریہ۔ ماردہ۔ باجہ۔ غافق۔ لبلہ۔ قرمونہ۔ استجہ اور ریہ وغیرہ ہیں اور اس کے ساحلی مقامات شنتر۔ بن مالقہ اور جبل طارق وغیرہ ہیں۔

مصر اون ایام میں بھی مصر کی حدود انہیں ایام کے برابر تھے اور اس کے ملحقات میں ممالک نوبہ اور بجادہ بحر احمر کی حدود تک شمار کئے جاتے تھے جس کے بعد خلیج عقبہ واقع تھی۔

ملک شام جس سے عموماً ارض سوریا مراد تھی اس کی سات حصوں پر تقسیم کی گئی تھی۔ ۱۔ فلسطین کی چھاؤنی ۲۔ اردن کی چھاؤنی۔ ۳۔ حمص کی چھاؤنی۔ ۴۔ چھاؤنی دمشق۔ ۵۔ چھاؤنی قنسرین۔ ۶۔ عواصم اور ۷۔ ثغور دسرحدی اضلاع۔

ملک شام کی مغربی چھاؤنیوں میں پہلی چھاؤنی فلسطین کی تھی اس کے حدود اربعہ کی تفصیل یہ ہے۔ مغربی جانب مقام "رفح" شمال میں "الجون" جس کے ضمن میں یافا۔ اریحا۔ بیت لحم۔ غزہ۔ شراط۔ بحر مردار غور بیسان اور نابلس شامل تھے فلسطین کا صدر مقام "رملہ" تھا جو وسعت اور آبادی کے لحاظ سے بیت المقدس کا ہم پایہ گنا جاتا تھا۔

اردن کی چھاؤنی کا صدر مقام شہر "طبریہ" تھا۔

دمشق کا صدر مقام خود شہر دمشق تھا جو ملک شام کے تمام شہروں میں عام طور پر بڑا اور مشہور ہے

حمص کا صدر مقام شہر حمص تھا جو مشہور ہے اور اس کے ماتحت شہر بادیہ کے کناروں پر طرطوس اور سلمیہ تھے ان کے علاوہ شیزر اور حماۃ بھی دو چھوٹے شہر تھے۔

قنسرین کا صدر مقام شہر حلب تھا جو آج بھی ویسا ہی مشہور ہے اور چونکہ وہ ملک عراق کے راستہ میں پڑتا تھا لہذا اس کی رونق اور شان بہت بڑھ گئی تھی سرحدی اضلاع (ثغور) اور عواصم کو جاتے ہوئے بھی شہر راہ میں پڑتا اس کے شہروں میں قنسرین چھوٹا شہر تھا اور معرۃ النعمان[۱] وسط درجہ کا۔

عواصم ملک شام کا وہ بالائی حصہ مراد ہے جو حلب کے بعد اسکندرونہ تک پھیلتا ہوا گیا ہے عواصم کا صدر مقام انطاکیہ کا شاندار شہر تھا جو خوبی اور خوش اسلوبی میں دمشق کا ہمسر گنا جاتا تھا اور رومیوں کے زمانہ میں ملک شام کا پائے تخت رہ چکا تھا اس شہر کے گرد ایک زبردست اور مستحکم شہر پناہ کی دیوار بنی تھی جس کا دورہ ایک سوار کے دو دن قطع مسافت کرنے سے طے ہوتا تھا (۱) کہا جاتا ہے کہ نہر فرات کے کنارہ پر "بالش" اور صحرائی مقامات میں "منبج" بھی عواصم کے نامی شہروں میں شمار ہوتے تھے۔

---

(۱) اصطخری صفحہ ۶۱ ۔ ۶۰ ۔

ثغور یعنے سرحدی مقامات اون ممالک کو کہا جاتا تہا جو عواصم کے اس طرف ایشیائی کوچک کے کوہ "طرس" تک واقع تہے اور ان کے مشہور شہر یہ ہیں۔ نہر فرات کے کنارہ پر "سمیساط" "ملطیہ" یہ سب سے اہم سرحدی مقام تہا اور یہاں محافظ فوج کا زبردست کیمپ رہا کرتا۔ حصن منصور۔ حدث۔ مرعش۔ زبطرہ۔ ہارونیہ۔ عینصہ۔ اذنہ۔ اور طرطوس۔ اور کبہی ان سرحدی اضلاع کو عواصم کے حلقہ میں شامل کرلیا کرتے اور اس تمام ملک کو عواصم کے نام سے نامزد کرتے تہے اہل اسلام ثغور انہیں مقامات کو کہا کرتے جو ان کے ملک اور رومی ممالک کے مابین حد فاصل تہے اسی وجہ سے سرحدوں کی دو قسمیں کردی گئی تہیں۔ ثغور شامیہ یعنے وہ سرحدیں جو ملک شام سے متصل نہیں اور "حدود جزریہ" یعنے وہ سرحدی تہانے جو الجزیرہ سے ملحق تہے۔

بحر روم | اس سے ان مقامات کا بیان مراد ہے جو دریائے روم کے جزیرے تہے اور وہ ہماری بحث سے خارج ہیں لہٰذا ہم ان کے ذکر سے باز رہتے ہیں۔

الجزیرہ | دریائے دجلہ اور فرات کے مابین ایک وسیع ملک کا نام تہا جس کو ما بین النہرین بہی کہتے تہے اس ملک کے شمالی حصہ کو الجزیرہ اور جنوبی خطہ کو عراق کے لقب سے ملقب کیا تہا جن کی حد فاصل دریائے دجلہ کے ساحل پر شہر تکریت اور نہر فرات کے کنارہ پر انبار۔ یا ہیت کے شہر تہے الجزیرہ کے ملحقات میں چند ایسے مقامات کا شمار تہا جو دونوں دریاؤں کے کناروں پر جا بجا واقع تہے۔ الجزیرہ کے حدود اربعہ یہ تہے۔ شمالی جانب سے میا فارقین اور وہ مقامات جو اس کے ساتھ مغرب رویہ ملتے ہوئے ملطیہ کے قریب دریائے فرات تک واقع تہے۔ جنوبی سمت سے ہیت جو نہر فرات پر واقع تہا اور تکریت جو دریائے دجلہ کے کنارے آباد تہا۔ جنوب مغرب رویہ کی حد بندی بلاد الجزیرہ کے صحرائی مقامات کرتے تہے اور مشرق میں کوہستانی ملک اور آذربائیجان کا صوبہ اس کی حد سے ملحق تہا۔

الجزیرہ کا ملک نہایت سرسبز و شاداب خطہ اور ممالک عراق کا ہم پلہ تہا اس کے مشہور شہر حسب ذیل تہے مغربی جانب دریائے دجلہ کے کنارے شہر موصل۔ دیار ربیعہ میں میدانی سرزمین کے اندر شہر سنجار اس شہر میں کہجور کے باغات بہت کثرت سے تہے جن کے مقابل اس ملک کے کسی اور شہر میں نہ تہے۔ شہر نصیبین الجزیرہ کا سب سے پر رونق شہر داما ایک چہوٹا قصبہ راس عین ایک ہموار زمین کا خوشنما شہر دار مضر میں۔ بلندی دجلہ میں آمد اور دریائے دجلہ ہی کے کنارے پر جزیرہ ابن عمر بہی تہا اور الجزیرہ کے جو شہر نہر فرات کے لب پر واقع تہے وہ حسب ذیل ہیں: رقہ۔ قرقیسا۔ الحدیثہ۔ اور ہیت اسی زمین کے وسط میں شہر حران جو کہ صابئی (ستارہ پرست) لوگوں کا مقام تہا اور "رہا" جو قدیم زمانہ میں

سریانی قوم کا زبردست دار العلم تھا اور سروج ایک سرسبز شہر جہاں انگور کی پیداوار بکثرت ہوتی تھی واقع تھے۔
الجزیرہ میں چند صحرا بھی تھے جن میں ربیعہ اور مضر کے عربی قبائل رہا کرتے۔ ربیعہ کے خاندان شمال مشرقی حصہ میں اور مضر کے گھرانے جنوب مغربی قطعہ میں آباد تھے اور اسلام سے قبل ان کی سکونت انہیں مقامات میں چلی آتی تھی یہ دونوں عربی قبائل بکثرت اونٹوں اور گھوڑوں اور بھیڑ بکریوں کے مالک تھے اس کے علاوہ وہ شہروں کے متصل دیہات میں رہنے کے عادی تھے جس کی وجہ سے وہ نصف صحرائی اور آدھے شہری تصور کئے جاسکتے تھے دریائے دجلہ کے کنارے پر ملک الجزیرہ کا آخری سرحدی مقام تکریت تھا جس کے باشندے زیادہ تر عیسائی تھے۔

عراق ممالک مابین النہرین کا جنوبی حصہ اور اس کے قرب وجوار کے مقامات اس کا طول شمال میں شہر تکریت واقع کنارہ دجلہ سے سمت جنوب کے شہر عبادان تک تھا جو کنارہ بحر فارس پر واقع ہے اور اسکا عرض مغربی سمت میں قادسیہ کوفہ سے مشرقی جانب کے شہر حلوان تک شمار کرنا چاہیئے ملک عراق کا محیط معلوم کرنے کے لئے ہم کو تکریت سے مشرقی سمت میں شہرزور تک جانا ہوگا اس کے بعد جنوب مشرقی گوشہ میں حلوان اور بعدہ سیروان اور صیمرہ پھر حدود دسوس سے عبادان تک طے کرتے ہوئے بصرہ کی جانب پھر جانا پڑیگا اور یہاں سے شمال مغربی گوشہ میں سواد بصرہ کے سنگلاخ مقاموں اور صحراؤں کی جانب کوفہ تک پہنچنا پڑے گا اور اس کے بعد فرات کے کنارے کنارے انبار تک جاکر پھر شمالی سمت میں تکریت کی جانب واپس آنا ہوگا۔ اس قطعہ ملک کو جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع تھا۔ سواد کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا اسلامی تمدن کے ایام میں عراق کے حدود مذکورہ بالا بیان کے مطابق تھے جو آجکل کے زمانہ میں بالکل بدل گئے ہیں اور اس تبدیلی کی خاص وجہ دونوں دریاؤں کے بہاؤ کا تغیر ہے جس کی تفصیل ہم کسی اور مقام پر مناسب طور سے بیان کریں گے۔

عراق کے مشہور شہر۔ بغداد اس کا صدر مقام اور اسلامی سلطنت کے عروج وعظمت کے ایام میں اس کا پائے تخت۔ خلیفہ منصور نے اس شہر کو تعمیر کرایا تھا بصرہ خاص اہل عرب کی بستی تھی مسلمانوں نے خلیفہ عمر بن الخطاب کے عہد میں اس کی بنیاد ڈالی۔ شہر بصرہ کے متصلات میں بہت سی پتھریلی سرزمین تھیں جس کا بیان کسی دوسرے موقع پر آئے گا۔ "واسط" یہ بھی اہل عرب کا شہر تھا اس کو "حجاج" نے سرزمین سواد کے وسط میں آباد کیا تھا۔ کوفہ اس کی بنیاد بھی اہل عرب نے ہی نہر فرات کے مغربی کنارہ پر رکھہ کر تعمیر کیا تھا۔ نہروان دریائے دجلہ کے مشرقی سمت میں ایک نہر پر واقع تھا جو اب بالکل خشک ہوگئی ہے حلوان ملک عراق کا آخری سرحدی شہر مشرقی گوشہ میں کوہستان کے قریب۔ بہت

پر رونق اور شاندار مقام تھا۔ حیرہ شاہان عراق کا قدیم پائے تخت کوفہ کے قریب اور ابلہ بصرہ کے متصل

خوزستان یہ ملک عراق کے مشرقی جانب اس کے اور ملک فارس کے مابین واقع ہے اس کی شمالی حد کوہ الجبال۔ شرقی حد ملک فارس اور اصفہان۔ غربی حد۔ ملک عراق اور جنوبی حد خلیج فارس ہے خوزستان کا صدر مقام شہر اہواز تھا جس کی طرف منسوب کر کے اس ملک کو بھی "اہواز" کہا جاتا یہ ملک کئی ضلعوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلا ضلع خود اہواز اور اس کے علاوہ جندی سابور۔ سوس۔ تستر۔ رامہرمز۔ سرق۔ عسکر اور مکرم تھے۔ ہر ایک کورہ (ضلع یا کمشنری) کا صدر مقام وہی شہر تھا جسکے نام سے وہ ضلع موسوم کیا جاتا تھا ؎

بلاد فارس یہ مغرب میں ملک خوزستان اور مشرقی سمت صوبہ کرمان کے درمیان واقع ہوا تھا اس کی سرحدیں شمال میں اصفہان اور صحرائے خراسان سے ملتی تھیں اور جنوب و مغرب کی حدبندی "دریائے فارس" کرتا تھا۔ فارس کا ملک پانچ احاطوں میں تقسیم تھا۔ سب سے بڑا احاطہ اصطخر جس کا صدر مقام شہر اصطخر تھا اس کے بعد احاطۂ اردشیر خرۂ کا نمبر تھا جس کا صدر مقام "جوز" تھا اور اسی احاطہ میں شیراز کا شہر بھی جو ملک فارس کا پائے تخت ہے واقع تھا اور شیراز ہی میں تمام ملکی و مالی دفتروں کی کچہریاں اور دار الامارۃ بھی تھا اس کے بعد احاطۂ "دارابگرد" اور احاطہ "ارجان" جس کا صدر مقام شہر ارجان تھا بعد ازاں احاطہ سابور جو ملک فارس کے تمام احاطوں سے چھوٹا تھا اور اسی احاطہ میں شہر "گازرون" واقع تھا ملک فارس میں چند ایسے مقامات بھی تھے جن میں سو سے زیادہ کردوں کے خاندان بود و باش رکھتے تھے اور وہ لوگ کھیتی باڑی کے ساتھ مویشیوں کی پرورش سے بھی اپنی گذر اوقات کرتے تھے ان مقاموں کو "زموم" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بلاد فارس میں صرف ان قبائل کے تقریباً ..... ۵ گھر اندازہ کئے گئے ہیں جو عربی خانہ بدوشوں کی طرح سردی اور گرمی کے موسموں میں کافی چارہ اور پانی رکھنے والی سرزمینوں کو اپنے قیام کے لئے تلاش کرتے رہتے تھے اور کم سے کم صرف ایک گھر میں صاحب خانہ۔ مزدور پیشہ۔ اور چرواہوں کو ملا کر تقریباً دس مرد ہوتے ہیں کے اعتبار سے اگر ہم فی گھر صرف پانچ مردوں کا اوسط لگائیں تو کردوں کی قوم میں مردوں کی تعداد پچیس لاکھ ہوتی ہے اور عورتوں اور بچوں کے شمار کو اسپر اضافہ کرنے سے اس قوم کی مجموعی مردم شماری دس ملین سے کم نہیں ٹھیرتی +

کرمان یہ ملک فارس سے باعتبار وسعت کے بہت بڑا تھا اس کے مغربی حدود خاص فارس سے ملے تھے اور مشرقی حدود مکران اور سجستان سے شمال کی جانب خراسان کا ریگستان اور جنوب کی سمت بحر فارس اس کی حدود سے متصل تھے وہاں کے مشہور شہر شیرجان۔ بم۔ جیرفت اور ہرمز تھے۔

مکران کرمان کے شرقی جانب ہے اور اس کے مشرق میں طوران اور ممالک سندھ کے بعض مقامات

شمال میں سجستان اور ممالک ہند اور جنوب میں بحر فارس اس کی حد بندی کرتے ہیں یہ صوبہ کرمان سے بڑا ہے۔ وہاں کے مشہور شہر تیز۔ کیز۔ درک اور رسک ہیں۔

طوران ملک فارس سے بہت چھوٹا ملک ہے مغربی سمت سے مکران اور شرقی و شمالی جانبوں سے بلاد سندھ کے مابین واقع تھا اور جنوبی طرف کو بحر فارس اس کی حد تھا وہاں کے مشہور شہر محالی کیز کانان اور قصدار تھے۔

سندھ سمت مشرق میں اسلامی ممالک کی آخری حد تھی وہاں کے مشہور شہر حسب ذیل تھے منصورہ جسکو ہندی زبان میں ہمن آباد کہتے تھے۔ "دیبل" دریا کے کنارہ پر۔ اور ملتان وغیرہ شہر منصورہ نہر مہران کی ایک کھاڑی پر واقع اور بطور ایک جزیرہ نما کے تھا وہاں کے باشندے مسلمان تھے۔ اور اصطخری مشہور عربی جغرافیہ دان۔ مکران۔ طوران اور سندھ تینوں ملکوں پر صرف سندھ کا اطلاق کرتا ہے۔

ارمینیہ اسلامی قلمرو کے بالائی ملکوں میں الجزیرہ کے اوپر واقع تھا اس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہیں: مشرق میں "آذربائجان" اور "ران" مغرب میں بلاد روم (ایشیائے کوچک) شمال کی جانب کوہستان قبق (کاکیشین) اور جنوب کی سمت میں الجزیرہ۔ ارمینیہ کا صدر مقام شہر "دبیل" تھا جس میں دارالامارۃ بھی تھا اور وہاں کے رہنے والوں میں غالب تعداد نصاریٰ کی تھی۔ وہاں کے مشہور شہر خلاط ارزن۔ قالیقلا اور میافارقین تھے مگر بعض جغرافیہ دان میافارقین کو الجزیرہ میں شمار کرتے ہیں جس کی پیروی ہم نے بھی کی ہے۔

آذربائجان الجزیرہ کے مشرق میں واقع تھا اس کی مغربی سرحد الجزیرہ اور آرمینیہ سے ملتی تھی اور شرقی حدود کا اتصال بحر خزر اور بلاد دیلم سے تھا۔ شمال میں بلاد "ران" اور جنوب میں "کوالجبال" اوس کی حدیں تھیں اس کا صدر مقام شہر اردبیل تھا فوجی چھاونی اور دارالامارۃ بھی وہیں تھا اس شہر کا طول وعرض دو میل مربع بیان کیا گیا ہے اردبیل کا ہم پلہ ایک دوسرا شہر "مراغہ" نامی بھی تھا جو پہلے زمانہ میں صدر مقام بھی رہ چکا تھا شہر ارمیہ بحیرہ شرات کے ساحل پر آباد اور بڑا شہر تھا آذربائجان کے باقی شہروں میں قابل ذکر سلماس۔ مرند۔ اور تبریز صرف تین اور ہیں۔

بلاد ران آذربائجان کے شمال میں ہے اس کی حدود کا اتصال شرق میں بحر خزر سے غرب میں ارمینیہ سے شمال میں کوہستان قبق سے اور جنوب میں آذربائجان سے ہوتا ہے وہاں کے بڑے بڑے شہر بردعہ۔ تفلیس۔ باب۔ بیلقان اور شاذران وغیرہ ہیں +

کور الجبال اس سے ملک فارس کے کوہستانی مقامات مراد ہیں اور اس کی تقسیم کئی حصوں یا کور
(دون) پر کی جاتی ہے مشہور کورہ یہ ہیں۔ ماہ الکوفہ جس کو دینور کہتے ہیں۔ ماہ البصرہ جس کا نام "نہاوند" ہے
اس ملک کی شرقی حد خراسان کا ریگستان اور ملک فارس تھا۔ مغرب میں عراق اور الجزیرہ۔ شمال میں
آذربائجان۔ دیلم۔ رے اور قزوین۔ جنوب میں خوزستان اور عراق۔ اس کے مشہور شہروں میں سب سے
بڑا شہر ہمدان تھا اور اس کے علاوہ دینور۔ ساسبذان۔ اصفہان۔ قم۔ قاشان۔ نہاوند۔ اللور۔ الکرج
قزوین۔ شہرزور اور حلوان بھی یہاں کے مشہور شہر تھے۔ ہمدان کی مساحت ایک فرسخ مکعب تھی اور اسکے
گرد نہایت مستحکم شہر پناہ تعمیر تھی جس میں آہنی پھاٹک لگے تھے۔ دینور یعنے ماہ الکوفہ اسکی دو تہائی کے
برابر تھا۔ اصفہان درحقیقت دو شہروں کا نام تھا جن کے مابین دو میل کا فاصلہ تھا مگر وہ ایک ہی شمار
کئے جاتے تھے نہاوند (ماہ البصرہ) ایک پہاڑ پر واقع تھا اور اس کی عمارتیں خام مٹی سے بنی تھیں شہر حلوان
اس پہاڑ کے قرب میں آباد تھا جو سرحد عراق کے قریب واقع ہے اور وہاں سے نظر آتا ہے شہرزور
بھی ملک عراق سے نہایت نزدیک تھا۔ قزوین ملک فارس کی بلندی میں واقع تھا اور بلاد دیلم کا سرحدی
شہر تھا۔ شہر قم کے گرد بھی شہر پناہ کی دیوار تعمیر تھی اور نہایت شاداب مقام تھا اور قاشان
ایک چھوٹا شہر تھا +

دیلم بحر خزر (دریائے قزوین) کے کنارہ پر واقع ہونے والے کوہستانی سلسلہ کا نام تھا اسکی
حدود کی تفصیل یہ ہے جنوب میں قزوین اور کچھ حصہ آذربائجان کا شمال میں بحر خزر مشرق میں قومس
اور مغربی جانب کو آذربائجان۔ دیلم کے باشندے دو قسم کے لوگ تھے ایک پہاڑی اور دوسرے میدانی ملکوں
کے باشندے دیلم کے ماتحت مقامات رے ابہر زنجان۔ طالقان۔ قزوین اور رویان کے شہر تھے۔

طبرستان مشرقی جانب میں دیلم سے ملا ہوا اور بحر خزر ہی کے ساحل پر واقع تھا۔ اسکی مشرقی
حدود جرجان اور مغربی حدود دیلم سے ملے ہوئے تھے وہاں کے بڑے شہروں میں آمل صوبہ کا صدر مقام
تھا۔ ساریہ اس شہر یا ضلع میں پانی بکثرت تھا۔ یعنے ندی نالوں اور نہروں کی افراط تھی اور دماوند (یا
دنباوند) بھی اچھا مقام تھا۔

جرجان طبرستان کے شرقی جانب اور کچھ اس کے شمال میں بھی واقع تھا اسکی حد بندی شمال
میں ترکستان۔ جنوب میں قومس مشرق میں خراسان اور مغرب جانب بحر خزر کرتا تھا اس ملک کا
سب سے بڑا شہر جرجان تھا جو آمل سے زیادہ بڑا اور شاندار تھا اور جنوبی حصہ ملک میں استرآباد کا
شہر عمدہ تھا اور شہر دہستان جو ساحل دریا پر واقع تھا۔

قومس جرجان اور طبرستان کے جنوب میں واقع تھا اور اس کی شمالی حد انہیں ملکوں سے متصل تھی جنوب و مشرق میں اوس کی سرحدیں خراسان کے ریگستان سے ملتی تھیں اور مغرب میں رے کے مضافات اس کے حدود تھے یہاں کا صدر مقام شہر دامغان تھا۔

صحرائی خراسان وہ بے آب و گیاہ میدان جو بلاد مشرق کے وسط میں واقع تھے شمال میں قومس جنوب میں بلاد فارس اور سجستان مشرق میں سجستان اور خراسان اور مغرب میں کوہستان اور رے اس کی حدبندی کرتے تھے ان بیابانوں کے رہنے والوں کی تعداد عرب کے صحرائی باشندوں سے بہت کم تھی اور ان صحراؤں کا کچھ حصہ ملک خراسان کے زیر اثر تھا اور کچھ حصے فارس اور کرمان کے صوبوں میں شامل تھے یہ ریگستان نہایت دشوار گذار اور بیہڑ تھے جن میں پانی کی کمی ہونے سے گھوڑوں پر سفر کرسکنا دشوار تھا۔

سجستان مکران کے شمالی جانب واقع تھا اس کی مشرقی حد وہ ریگستان تھا جو اس کی اور ملک سندھ کے مابین واقع ہے۔ جنوب میں مکران شمال میں سرزمین ہند اور مغرب میں خراسان کا ریگستان اس کی حدبندی کرتے تھے وہاں کے بڑے شہروں میں زرنج۔ بست اور طاق وغیرہ مشہور ہیں۔

خراسان مشرقی ممالک میں سب سے بڑھا وسیع اور زرخیز ملک ہے اس کی حدود اربعہ کی تفصیل یہ ہے شمال مشرقی گوشہ میں ملک ماوراء النہر جنوب مشرقی گوشہ میں بلاد سندھ اور سجستان۔ شمالی سمت میں خوارزم اور ترکستان کے شہر "غز" کے مضافات۔ جنوبی سمت میں خراسان کے ریگستان اور صوبہ فارس اور مغرب میں قومس۔ خراسان کی تقسیم کئی احاطوں پر کیگئی تھی سب سے بڑے احاطے۔ نیشاپور۔ مرو۔ ہرات اور بلخ اور اسی کے قریب قوہستان کا احاطہ بھی تھا اور طوس۔ نسا۔ ابیورد۔ سرخس۔ اسفزار۔ بوشنج۔ باذغیس گنج رستاق۔ مرورود۔ جوزجان۔ طخارستان۔ زم اور آمل یہ تمام شہر ملک خراسان کے ضلعے تھے

خراسان کا دارالسلطنت شہر نیشاپور تھا جو وہاں کے شہروں میں سب سے بڑا اور ابرشہر بھی کہلاتا ہے یہ مسطح اور نرم زمین میں واقع ہے۔ عمارتیں خام مٹی سے بنی ہیں اور اس کی وسعت ایک فرسخ (۳ میل) مکعب ہے مرو کا شہر جو مرو شاہجہان کے نام سے بھی معروف ہے بہت پرانا شہر ہے ملک خراسان میں بہت سے پر رونق اور آباد شہر ہیں وہاں کی مردم شماری بھی زیادہ ہے سرزمین نہایت سیر حاصل اور زرخیز ہے مسلمانوں کو اس ملک سے مالی آمدنی کی بہت بڑی توقیر تھی

ماوراء النہر یہ شمالی مشرقی گوشہ میں اسلامی قلمرو کا سب سے آخری ملک تھا اس کی حدبندی شمال میں بلاد ترکستان اور بلاد دہستیے گوشہ جنوب مغربی میں خراسان سے (جس کی درمیانی حد فاصل نہر جیحون تھی)

شمال مغربی گوشہ میں خوارزم سے اور جنوبی سمت میں طخارستان سے ہوتی ہے یہ ملک اسلامی ممالک میں سب سے بڑھ کر زرخیز۔ عمدہ اور سرسبز و شاداب تھا۔ اس کے مشہور مقامات بخارا۔ سمرقند۔ کش۔ نخشاب بیکند۔ ساغانیان۔ فرغانہ۔ سغد۔ شاس۔ اشروسنہ اور خجند ہیں۔

خوارزم | اصطخری اس کو ماوراءالنہر کا ماتحت مقام شمار کرتا ہے یہ ملک نہر جیحوں کے کنارے واں پر شمالی سمت میں بشکل مستطیل پھیلتا چلا گیا ہے اسکی شمالی حد بحر خوارزم اور جنوبی حد خراسان اور بلاد صغد ہیں اور مشرق و مغرب کی جانب ریگستانوں سے گھرا ہوا ہے اس کا صدر مقام شہر خوارزم نہایت پر رونق ہے۔

خلیفہ مامون الرشید عباسی کے زمانہ سے کچھ آگے پیچھے تک ممالک اسلام کا جغرافیہ یہی تھا جسکو ہم نے بیان کیا ہے اس میں ہم نے اقلیموں کا باہمی تناسب بھی ظاہر کر دیا ہے اور یہ سب باتیں اس بیان کی تمہیدیں ہیں جو ہم مملکت عباسیہ کے ملکی محاصل کی بابت کرینگے عباسی سلطنت میں اندلس کے سوا یہ سب اقلیمیں شامل تھیں مگر ان میں سے ہر ایک اقلیم مستقل اور اپنی جگہ پر ایسی قایم بالذات نہیں تھی کہ اپنے ہی نام سے اپنا خراج ادا کرتی ہو بلکہ اس میں کی بعض اقلیمیں چند دوسری اقلیموں کے عمل میں بھی داخل تھیں اور یہ حالت زمانوں کے تغیر و تبدل کے ساتھ بدلتی رہتی تھی چنانچہ اکثر ملکی محاصل کے گوشوارہ کے اندر کسی ایک اقلیم کے خراج کا ذکر ہوگا لیکن اس سے دو یا دو سے بھی زائد اقلیموں کا خراج مراد ہوگا جو اس کے عامل کے زیر اثر رہی ہوں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ خلفاء ایک ہی شخص کو کئی صوبوں کا عامل مقرر کر دیتے اور اس کے تمام ماتحت ممالک کا ایک ہی نام قرار دے دیتے جو درحقیقت ان ملکوں میں سے صرف کسی ایک کا نام ہوتا تھا اور ایسی صورتیں جن اسباب سے پیدا ہوتی تھیں ان کا شمار بتانا ناممکن ہے۔

قبل اس کے کہ ہم مملکت عباسیہ کے اعمال کا خراج تفصیل وار بتا کر سلطنت کی مالی توفیر کا صحیح حساب لگائیں ہمیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان اقلیموں یا اعمال کا وہ تعلق بھی بیان کر دیں جو ان کو سلطنت کے پائے تخت اور دارالخلافت بغداد کے ساتھ خراج کی آمدنی کے لحاظ سے تھا۔

عباسی اعمال کا تعلق پائے تخت کے ساتھ

ہم اسی کتاب کے پہلے حصہ میں ولایت اعمال کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کر چکے ہیں کہ بظاہر وہ ایک فوجی مداخلت کی شکل رکھتی تھی اور مالکانہ قبضہ سے اسے کوئی مشابہت نہ تھی خلفائے راشدین کے عہد میں جو سپہ سالار کسی ملک کو فتح کرتا وہی اس مفتوحہ ملک کا عامل مقرر ہوتا تھا اس کے

فرائض یہ تھے کہ مفتوحہ ملکوں میں امن و امان قائم رکھ کر قانون حکومت کو جاری کرے مسلمانوں پر پابندی نماز کی تاکید رکھے اور ملکی رعایا سے خراج وصول کرے۔ مفتوحہ ملکوں میں اندرونی انتظامات کے متعلق وہی قوانین اور طرز حکومت جاری رہتے جو فتح سے پہلے رائج ہوتے۔ خراج کے وصول اور تحصیل کرنیوالے اور ملکی حکام خاص وہیں کے باوقعت طبقے کے اشخاص ہوتے تھے جن کو حسب حیثیت تنخواہیں ملتی تھیں جس وقت خراج اور جزیہ کی آمدنی جمع ہو جایا کرتی تو اس کی مجموعی رقم میں سے دفتروں کے سائر خرچ تحصیلداروں کی تنخواہیں اور دوسرے ضروری مصارف منہا کرنے کے بعد باقی رقم مسلمان حاکم اور عامل کو تفویض کر دیجاتی اور وہ اس رقم میں سے اپنی اور اپنے ساتھی افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہیں پلوں کی تعمیر دریاؤں کے بند اور ایسے ہی دوسرے رفاہ عام کے کاموں کے مصارف مجرا لے کر پھر جو رقم بچتی اسے بیت المال یعنے دار السلطنت کے خزانہ میں ارسال کرتا تھا۔

راشدین کے زمانہ تک اسلامی اعمال کا یہی انداز قائم رہا مگر ان کے بعد بنو امیہ کا دور شروع ہوا اور امیر معاویہؓ کو اپنے طرفداروں کے گروہ قائم کرنے کی حاجت ہوئی تو انہوں نے عاملوں کے اختیارات وسیع کر دیئے اور بعض ولایتوں کو بالکل خود مختار ہی بنا دیا جسکی وجہ سے وہ عمال اپنے زیر حکومت ملکوں کے مستقل فرمانروا بن گئے اس کے بعد ایک اور زمانہ آیا جس میں خود مسلمانوں نے کاروبار حکومت اپنے ہاتھوں میں لیا دفتر کی زبان عربی قرار پائی اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے خواہ ملکی تھے یا مالی مسلمانوں (اہل عرب) ہی کو ملنے لگے یہ صورت عبد الملک بن مروان کے عہد میں قائم ہوئی اور اس کے بعد کے حکمرانوں نے بھی اس کو جاری رکھا مگر اس حالت میں بھی خراج کی تحصیل کا کام خاص ملکی باشندوں سے متعلق رہا۔ مصر میں قبطی اور عراق و فارس میں زمیندار لوگ اس خدمت پر مامور رہتے آئے عاملوں کا یہ دستور رہا کہ خراج اور جزیہ کی وصول شدہ رقوم کو لیکر ملک کے ضروری مصارف منہا کرنے کے بعد باقی رقم دمشق کے بیت المال میں روانہ کرتے تھے اور اس رقم کو "ارتفاع جبایتہ" کے نام سے تعبیر کرتے لیکن جس صورت میں ملک کی مالی آمدنی وہاں کے مصارف کے لئے کافی نہیں ہوتی تھی تو فاضل رقم کا مطالبہ بھی خلیفہ سے کیا جاتا (۱)

بنو عباس کی حکومت شروع ہونے کے بعد بھی اعمال کی یہی حالت قائم رہی ہم اموقعہ پر حیثیت خراج گذاری کے اس تعلق پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عباسی دور میں عاملوں کا استقلال اموی عہد سے بھی بہت کچھ بڑھ گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلفائے بنو عباس کو خراج کی تضمین کرنی پڑی

(۱) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۷

یعنی کسی ملک کا گورنر مقرر کرتے وقت اس سے اقرار لیا جانے لگا کہ وہ ہر سال ایک مقررہ رقم بغداد کے بیت المال میں ارسال کرتا رہیگا۔ گویا جزیہ و خراج اور تمام قسموں کے ٹیکس وہ بطور خود وصول کرکے اپنے منشا کے موافق اس آمدنی کو صرف کریگا اور خلیفۂ وقت اس سے بجز طے شدہ رقم کے اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریگا اور یہ صورت امارت استیلاء میں ہوا کرتی تہی چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے عامل ابراہیم بن اغلب کے ساتھ یہی شرط پیش کی تہی جس کو وہ افریقیہ کا گورنر مقرر کرتا تہا ولایت افریقیہ خود سلطنت کے ذمہ ایک بار تہی ہر سال ملک مصر سے اس کے مصارف کی امداد کے لئے ایک لاکہ دینار بہیجے جاتے گویا اولٹا تاوان دینا پڑتا تہا ابن اغلب وہاں کا گورنر ہوا تو اس نے اس امدادی رقم کے لینے سے دست برداری کی اور مزید براں سالانہ چالیس ہزار دینار بیت المال میں بہیجتے رہنے کا بھی وعدہ کیا (۱)

اقلیم "برقہ" کے ساتھ بھی رشید نے یہی کارروائی کی کیونکہ اس خلیفہ نے تضمین خراج کو ایک مستقل قانون بنا دیا تہا اس لئے "برقہ" کی حکومت ایک اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کو تفویض کی جس نے اس سرزمین کا خراج چوبیس ہزار دینار سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا تہا (۲) خلیفہ مامون نے اپنے عہد میں عبد اللہ بن طاہر کو سنہ ۲۱۱ھ و سنہ ۲۱۳ھ میں ایک مقررہ خراج کی رقم ادا کرنے کی شرط پر خراسان اور اس کے ماتحت مقامات کا عامل مقرر کیا اس خراج کی مقدار ہم آگے چل کر بیان کرینگے اسی طرز پر فضل بن مروان نے فارس اور اہواز کی اقلیموں کا خراج دینا قبول کیا تہا اور عمران بن موسیٰ نے ملک سندہ کا (۳) پہر تو اس قسم کی تقرری "شل ضمانت" کی ہو گئی اور اس کثرت سے رائج ہوئی کہ آخر کار ان ولایتوں کے امرا مستقل حکمران بن گئے اور برائے نام ہی دربار خلافت کے ماتحت رہے۔

ان تمام باتوں کا نچوڑ یہ ہے کہ جس مال کو کسی ملک کا خراج کہا جاتا اس سے وہ رقم مراد لیجاتی جو اس اقلیم کی آمدنی سے بیت المال میں داخل ہوا کرتی خواہ وہ رقم اس ملک کے ضروری اخراجات منہا ہونے کے بعد باقی کے طور پر آئی ہو (۴) یا "توظیف" کے قاعدہ سے وصول ہوئی جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور عمال کے مالی محاصل کی جو رقم بیت المال میں جمع ہوتی تہی اس کو ارتفاع سلطنت۔ یا خراج سلطنت کے محاصل کہا کرتے تہے گویا وہ خالص آمدنی جس میں سے خاص بغداد کے صدر دفتروں کے ملازموں اور عہدہ داران ملکی و مالی اور خلیفہ اور اسکے کنبہ والوں کے وظائف کے سوا جن کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہو گی اور کسی قسم کا خرچ نہیں کیا جاتا تہا علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں مامون کے عہد کی ایسی آمدنی کی مقدار ان الفاظ میں بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں۔ "ما یحمل الی بیت المال ببغداد فی ایام المامون من جمیع النواحی نقلتہ عن جراب الدولۃ"۔ (۵)

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۶۳۔ (۲) یعقوبی (کتاب البلدان) صفحہ ۳۴۳۔ (۳) ابن خرداذبہ صفحہ ۴۳۔ (۴) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۰۔ (۵) ابن خلدون جلد اول صفحہ ۱۵۰۔

یعنے وہ رقم جو مامون کے عہد میں اطراف ممالک سے بیت المال بغداد کے لئے آتی تھی ہیں لنے اس کو حکومت کے مالی کاغذات کے گوشواروں سے نقل کیا ہے ہمارے اس بیان کو پڑھ کر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ "ارتفاع دواوین" کی بابت جو کچھ بیان ہوگا اس سے صرف ملکی محاصل کی بے داغ آمدنی مراد ہوگی۔

دولت عباسیہ کے ملکی محاصل

پہلے دور میں

اس تمہید کے بعد ہم ایام مامون کے اون ملکی محاصل کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں جو ہر ایک ولایت کی سالانہ آمدنی کے اعتبار سے تھی اسلامی تاریخ میں اس بات کا پورا سراغ ملنا ایک نادر بات ہے کیونکہ مسلمان مورخین جنگ۔ فتح اور قتل کے حوادث کے علاوہ کسی اور معاملہ کو بہت کم لکھتے تھے اور ابن خلدون۔ قدامۃ۔ اور ابن خرداذبہ کے قائمے جو ہم کو مل گئے یہ بھی ایک اتفاقی امر تھا۔ وہ قائمے حسب ذیل ہیں +

ا۔ قائمہ ابن خلدون۔ یہ سب سے قدیم قائمہ ہے جس کو ابن خلدون نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے "کہ حکومت کے تمام آثار اس کی اصلی قوت کے مناسب حال ہوا کرتے ہیں" درج کیا ہے اور اس کا حکومت کے مالی کاغذات سے نقل کیا جانا ظاہر کیا ہے اس قائمہ میں اس خراج کی مقدار عیاں کی گئی ہے جو مامون کے عہد میں بغداد کے بیت المال میں جمع ہونے کیواسطے اطراف مملکت سے آیا کرتا تھا۔ مگر اس زمانہ کی تحقیق کرنے سے پہلے ہم ناظرین کی توجہ اس غلطی کی جانب مائل کرنا چاہتے ہیں جو ایک مدت دراز گذر جانے کی وجہ سے اس فہرست میں داخل ہو گئی ہے ہم نے مقدمہ ابن خلدون کے کئی نسخے جو ممالک مصر اور شام کے چھپے ہوئے تھے غور کے ساتھ دیکھے تو ہمیں اس فہرست کے بعض ملکوں کے ناموں میں غلطی نظر آئی ہمارا گمان ہے کہ یہ غلطی کاتبوں سے نقل کرنے کی حالت میں واقع ہوئی ہے اور اس کا سبب لفظی مشابہت ہو سکتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ہم اس غلطی پر آگاہی دے دیں ورنہ یہی خطائے لفظی معنوی غلطی کا باعث ہو جائیگی اور ان شہروں یا اقلیموں کا صحیح نام نہ معلوم ہو سکیگا۔ جہاں سے خراج کی رقم آئی ہوگی اور ان غلطیوں کی تصحیح حسب ذیل ہے :-

نمبر (۱) کنکر (۱) یہ ایک ایسا لفظ ہے جسکے اس مقام پر کوئی معنی نہیں ہوتے صحیح لفظ "کسکر" ہے جو ملک سواد کی ایک اقلیم ہے۔

نمبر (۲) طبرستان رویان اور نہاوند (۲) رویان (رب) کے ساتھ غلط ہے صحیح لفظ "رویان" (ی) کے ساتھ ہوگا جو ملک دیلم کی ایک اقلیم ہے اور ہم اپنے موقعہ پر اس کا ذکر بھی کر چکے ہیں اور نہاوند ماہ البصرہ کا صدر مقام تھا

(۱) مطبع بولاق کی چھپی ہوئی کتاب کا صفحہ ۱۵۰ سطر ۸ سے + (۲) مطبع بولاق کی چھپی ہوئی کتاب کا صفحہ ۱۵۰ سطر ۱۲ سے

جو کور الجبال کے علاقہ کا ایک کورہ تہا اس کا ذکر بہی اپنی جگہہ آچکا ہے مگر طبرستان اور رویان سے اوسکا فاصلہ دیکھتے ہوئے گمان غالب یہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی دوسرا شہر ہے جو طبرستان اور رویان کے آس پاس واقع تہا۔ ہمارے خیال میں صحیح لفظ "دماوند" ہے جو طبرستان کا ایک "کورہ"[۵] تہا ۔

نمبر (۳)، مابین الکوفہ والبصرہ (۱) ہم نے ان فہرستوں کے علاوہ کسی دوسری فہرست میں بہی اس نام کا کوئی ضلع نہیں دیکہا۔ ببرن وان کریمر جرمن کے مشہور مورخ نے بہی اس بات کا لحاظ کیا تہا مگر اوس نے اس کو سواد کے اون ضلعوں میں سے ایک ضلع خیال کیا جو نہر فرات کے اس جانب کوفہ اور بصرہ کے مابین ہیں اور دوسری فہرستوں میں کسی اور نام سے داخل ہوا ہے (۲) لیکن ہمارے خیال میں یہ کاتبوں کی غلطی ہے جس کو اُنہوں نے "مابین" پڑہا وہ لفظ دراصل "ماھا" یا "ماہین" لفظ "ماہ" کا تثنیہ رہا ہوگا۔ اس صورت میں۔ دونوں ماہ کوفہ اور بصرہ کے مراد ہونگے جو کور الجبال کے دو کور ہیں پہلے کا صدر مقام نہاوند اور دوسرے کا صدر مقام دینور رہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ہمارے اس خیال کی تائید اس بات سے اور بہی ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا دونوں کور (ضلعے) ابن خلدون کی فہرست میں کہیں نہیں پائے جاتے ہیں

نمبر (۴)، ماسبذان اور دینار (۳) ماسبذان کور الجبال کا ایک کورہ ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے لیکن دینار کا کہیں پتہ نہیں چلتا اور اس نام کا بلاد اسلام میں کوئی شہر ہی نہیں البتہ یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ یہ دینور کی بگڑی ہوئی صورت ہے جو "ماہ الکوفہ" کا صدر مقام تہا مگر اس کو اس حالت میں تسلیم کیا جا سکتا تہا جبکہ اسی فہرست کے اندر ہمکو ایک ہی مقام پر "ماہین" کا نام نہ مل جاتا۔ پس غالب گمان اس بات کا ہوتا ہے کہ یہ لفظ ریان کے نام سے بدل گیا ہے جو ملک عراق میں "کسکر" کے نزدیک ایک ضلع ہے۔

اس فہرست کے اندر بعض اقلیموں کی مقدار خراج کے تعیین میں بہی کتابت کی غلطی ہو گئی ہے اور ہمارے اس قول کی صحت صاف طور سے عیاں ہے۔ مثلاً ابن خلدون کور دجلہ کے خراج کی نسبت لکہتا ہے کہ وہ "بیس لاکہہ اور آٹہہ درہم تہا" اور دفتر کے سیاق کا یہ قاعدہ تہا کہ درہموں کی اکائیاں حساب میں درج نہیں کی جاتی تہیں (۴) اسلئے گمان غالب یہ ہے کہ صحیح عبارت "آٹہہ لاکہہ درہم" ہوگی اسیطرح جہانتک اہواز کے بارہ میں لکہا ہے "انما خمستہ وعشرون الف درہم" اور صحیح "خمستہ و

---

[۵] کورہ۔ علاقہ یا ڈسٹرکٹ۔ یا ضلع کے ہم معنی ہو سکتا ہے۔ مترجم عفی عنہ ۔ (۱) صفحہ ۱۵۰ سطر ۲۶ نسخہ مطبوعہ بولاق مصر ۔

(۲) Cult. Gesch. Des Orients. 356-

(۳) نسخہ مطبوعہ بولاق صفحہ ۱۵۰ سطر ۲۷۔ (۴) بیری جلد ۳ صفحہ ۱۲۶۸ ۔

عشرون الف الف درہم" (بیس لاکھ درہم) ہے کیونکہ دوسری دونوں فہرستوں میں اس کی تعداد اسی کے قریب لکھی گئی ہے۔ یا مطبع بولاق کے چھپے ہوئے نسخہ میں تونس کے خراج کی نسبت لکھا ہے "الف الف مرتین وخمسمئة الف من نقرالفضة" اور ہمارا گمان ہے کہ صحیح عبارت یوں ہوگی "ومن نقر الفضة الف" اس طرح پر تونس کا خراج "پندرہ لاکھ درہم اور ہزار ٹکڑے چاندی کے" ہوگا۔

موصل سے آنے والے شہد کی بابت لکھا ہے کہ وہ ۲۰۰۰۰۰۰ رطل ہوتا تھا مگر اسکو عقل قبول نہیں کرتی اس لئے تقریباً صرف بیس ہزار رطل کہنا ٹھیک ہوگا اور مصر کے خراج کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے کیونکہ وہاں اس کی مقدار "ایک لاکھ کئی ہزار دینار" درج ہے اور ہماری رائے میں اس کی اصلی تعداد دو لاکھ کئی ہزار دینار ہونی چاہیئے جو اس زمانہ میں ملک مصر کی مالی آمدنی پر قیاس کرکے ٹھیک کہا جا سکتا ہے یہ سب غلطیاں کاتبوں سے ہوئی ہیں اور اسکی وجہ لفظوں کی صورت کا تحریر میں یکساں ہونا قرار دیا جا سکتا ہے"

اس فہرست کی ترتیب کا زمانہ ابن خلدون نے تو صاف طور پر عہد مامون کو متعین کیا ہے مگر اوسنے کسی سنہ کی تعیین نہیں کی۔ مامون کی حکومت سنہ ۱۹۶ھ سے سنہ ۲۱۸ھ تک بائیس سال رہی اور بغداد کے بیت المال کا حساب امین اور مامون کی خانہ جنگی میں جل چکا تھا دوبارہ پھر اس کی تدوین سنہ ۲۰۴ھ میں ہوئی[1] اس لئے ضروری ہوا کہ یہ فہرست سنہ ۲۰۴ھ اور سنہ ۲۱۸ھ کے مابین کسی سنہ میں لکھی گئی ہو مگر اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ اس کے اندر ابن طاہر پر مشروط کئے ہوئے خراج سے ملک خراسان کا خراج مختلف ہے یہ خیال زیادہ راجح ہوتا ہے کہ اس فہرست کی تحریر سنہ ۲۱۰ھ اور سنہ ۲۱۰ھ کے اثنا میں واقع ہوئی۔

ہم نے ابن خلدون کی فہرست پر بیرن وان کریمر کی ایک دورخانہ نکتہ چینی دیکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مامون کے عہد سے کئی سال قبل لکھی گئی ہے یعنے مہدی یا ہادی کے ایام سنہ ۱۵۸ھ اور سنہ ۱۷۰ھ میں مورخ موصوف اپنے دعوے کی دلیل میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ "اس فہرست میں سندھ اور افریقیہ کے خراج کا بھی ذکر ہے جو مامون کے عہد میں بغداد کی سلطنت سے جدا ہوکر مستقل حکومتیں بنگئی تہیں اور قدامہ اور ابن خرداذبہ نے ان دونوں ولایتوں کا ذکر ہی نہیں کیا ہے" اگرچہ بیرن وان کریمر کی رائے اسلامی تاریخ کے بارہ میں حقارت کی نگاہوں سے دیکھے جانے کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ بہ نسبت اکثر جرمن مورخوں کے اس باب میں زیادہ تحقیقات اور کرید کرنے والا شخص ہے مگر اس فہرست پر حکم لگانے میں ہمارا خیال اوس کے وہم میں پڑ جانے کا یقین دلاتا ہے جس کے اسباب حسب ذیل ہیں:۔

---

(۱) قدامۃ بن جعفر صفحہ ۲۳۶۔

اوّل۔ اقلیموں کا قلمرو بغداد سے جدا ہو کر مستقل حکومتیں بنجانا کچھ اس بات کا مستلزم نہیں ہے
کہ وہ خلافت عباسیہ سے خودسر ہو گئی ہوں اور اس کے نذرانہ کی رقم ارسال کرنی روک دی ہو ہم مانتے ہیں کہ اغالبہ نے
افریقیہ میں ۱۸۴ھ سے ۲۹۶ھ تک وراثت کے انداز سے مستقل حکومت قائم رکھی مگر ان کی اس خودسری کے
یہ معنے لگانے کہ وہ خلیفہ کا مقررہ نذرانہ ہی نہیں دیتے تھے سخت غلطی ہے کیونکہ مصر اور خراسان وغیرہ کے
حکمرانوں کا زیادہ حصہ اس نذرانہ کو ادا کرتا رہتا تھا اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھتا تھا وہ لوگ اس بات کو ہمیشہ مانتے
رہے کہ وہ دینی اعتبار سے خلیفۂ وقت کے خادم ہیں خراسان کی طاہریہ حکومت اور مصر کی طولونیہ سلطنت
برابر اس خیال کی پابند رہی(۱) اور وہ رقم امرائے ممالک کی جانب سے مختلف ناموں کے ساتھ پیش ہوا کرتی
تھی کسی کی طرف سے ہدیہ کے نام سے اور کسی کی جانب سے خراج یا ضمان وغیرہ کے ناموں سے بارگاہ خلافت
میں آتی رہتی مزید بریں اس بات کو بھی تصور کر لینا لازم ہے کہ افریقیہ سے ۱۸۰ھ تک خراج کی کوئی رقم نہیں
آیا کرتی تھی مگر جبکہ ۱۸۱ھ میں ابراہیم بن اغلب وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا جس نے چالیس ہزار دینار بیت المال
میں ارسال کرنے کی ذمہ داری لی تھی تو اس وقت سے وہاں کا خراج بھی وصول ہو کر داخل بیت المال ہوا کیا اور
یہ بات کچھ بعید از قیاس نہیں ہے کہ اغالبہ اس رقم کو مامون کے عہد تک بھی برابر ادا کرتے رہے ہوں
اس لئے کہ عباسی خلفائے اغالبہ کے تمامی ایام حکومت میں افریقیہ کو اپنی قلمرو کے اندر شمار کرتے رہے
اور وہاں کے والی بغداد سے مقرر ہو کر جاتے تھے جس کا مطلب تھا کہ اغالبہ ان والیوں کے ماتحت رہتے تھے(۲)
سندھ کے بارہ میں بھی ایسی ہی حالت کے قریب قریب بیان کیا جاتا ہے بلکہ اس کے بارہ میں ہم کو
ابن خلدون کی روایت کے صحیح ماننے کا ایک عمدہ شاہد یہ ہاتھ آتا ہے کہ خود مامون نے ۲۱۶ھ میں ملک سندھ
پر عمران بن موسی العتکی نامی ایک گورنر مقرر کیا تھا (۳) اور اس کے ذمہ اس بات کا بار ڈالا تھا کہ اس ملک کے
تمام مصارف پورے کرنے کے بعد دو ملین درہم وہاں کے خراج سے بیت المال کو بھی روانہ کرتا رہے (۴)
اس سے صاف ظاہر ہے کہ مامون کی حکومت کا اثر ملک سندھ پر مسلم تھا اگرچہ جس مال کا ذکر ہوا ہے وہ ابن خلدون
کی بتائی ہوئی تعداد سے بہت کم ہے لیکن اس کی بابت خیال کیا جا سکتا ہے کہ زمانہ کے اختلاف کے ساتھ
ملک سندھ کی حدود کا کم و بیش ہونا ممکن ہے۔ رہی یہ بات کہ ان دونوں ملکوں کا نام قدامہ اور ابن خرداذبہ
کے گوشواروں میں نہیں ہے اس کی کوئی اور وجہ ہوگی خواہ ابن خلدون کی فہرست کے بعد ان دونوں ملکوں
کا خراج نابند ہو گیا ہو یا کوئی اور سبب اس قسم کا پیش آگیا ہو جیسے کہ ایک ملک کا دوسرے ملک کے تحت
میں آجانا وغیرہ جس کا حال دونوں بعد والی فہرستوں کا باہم مقابلہ کرنے سے کھلے گا بہرحال ان اسباب کا

فرض کرلینا اس سے ہر طرح بہتر ہوگا کہ ابن خلدون کے ایسے ثقہ اور محقق شخص کو غلطی کا اتہام دیا جائے خصوصاً جبکہ وہ اسبات کو صاف طور سے لکھ چکا ہو کہ یہ جبایتہ ماموں کے عہد میں بیت المال کو اندر داخل ہوا کرتی تھی

دوسری بات یہ ہے کہ ابن خلدون کو ایام مامون کے چند سرکاری حسابات آمد و خرچ کے مل گئے تھے جن پر وہ ان معاملات کی بابت کوئی رائے لکھنے میں اپنی تحقیق کا مدار رکھتا تھا (۱)

تیسرے یہ کہ امین کے زمانہ میں دفتر کے کاغذات بالکل جل گئے تھے اور ہم پہلے اسبات کو بیان کر آئے ہیں کہ دوبارہ حساب کی ترتیب ۲۰۴ھ میں ہوئی اس سے قبل کے تمام کاغذات ضائع ہو چکے تھے۔

ان امور کی بنیاد پر ہمارے نزدیک یہی بات راجح ہے کہ ابن خلدون کا بیان صحیح ہے اور بیرن وان کریمر اس پر جو اعتراض کرتا ہے یہ ایک اس کا وہم ہے واللہ اعلم۔

۲- **فہرست قدامتہ**۔ جس کو بغداد کے کاتب قدامتہ بن جعفر نے اپنی تصنیف "کتاب الخراج" کے اندر درج کیا ہے ہم کو اس کتاب کا صرف وہ ناتمام حصہ مل سکا جو ہالینڈ کے مشہور مشرقی عالم "ڈی کوئی" کی کوشش سے "لیڈن" میں چھپا ہے۔ قدامتہ بن جعفر نے ۳۳۷ھ میں وفات پائی تھی اس کا باپ عیسائی تھا مگر قدامتہ نے خلیفہ "مکتفی" کے عہد (مابین ۲۸۹ھ و ۲۹۵ھ) میں شرف اسلام ہو کر عباسی حکومت کا ایک بڑا منصب حاصل کیا اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں منجملہ ان کے ایک یہ کتاب "کتاب الخراج" بھی ہے بظاھر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدامہ نے اس فہرست کو تقریباً ۳۱۶ھ میں چند سرکاری کاغذات سے اخذ کیا ہے جو اس کو مل سکتے تھے کتاب کو غور کے ساتھ دیکھنے سے ہمارے اس قول پر یہ استدلال قائم ہوگا کہ اسکو اندر جس ملکی آمدنی کا ذکر ہوا ہے اس سے تقریباً ۲۲۵ھ کی آمدنی مراد ہے۔

۳- **قائمہ ابن خرداذبہ**۔ مصنف کا اصلی نام عبد اللہ بن خرداذبہ ہے اس نے اپنے حالات میں بیان کیا ہے کہ وہ الجبال کے ملک میں صیغہ برید (ڈاک) کا نگران (سپرنٹنڈنٹ) تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اسی منصب پر مقرر ہونے کی حالت میں کتاب "المسالک والممالک" تصنیف کی جس کے اندر یہ فہرست بھی ہے اس کتاب کا شائع کرنیوالا "ڈی کوئی" خیال کرتا ہے کہ ابن خرداذبہ نے اصل کتاب ۲۳۲ھ میں لکھی تھی اور اس کے بعد ۲۷۵ھ کے قریب اس میں کچھ اضافہ بھی کیا انہیں تینوں گوشواروں میں عباسی حکومت کے عروج کمال کی مقدار "جبایتہ" درج ہے اور ہم ان کو قدامت کی ترتیب سے یہاں درج کرینگے یعنے قائمہ ابن خلدون سب سے مقدم اس کے بعد قدامہ اور اسکے بعد ابن خرداذبہ کے قائمے درج ہونگے +

---

(۱) ابن خلدون جلد ۱- صفحہ ۳۲۹ +

اولاً۔ حکومت عباسیہ کی جبایتہ

(مامون کے عہد میں جو ابن خلدون کے بیان سے لی گئی ہے)

اقلیموں کے نام	درہم	غلے اور دوسرے سامان
سواد	۲۷۸۰۰۰۰۰	نجران کے ۲۰۰ حلے اور ۲۴۰ رطل گل مختوم (ایک قسم کی مٹی)
کسکر	۱۱۶۰۰۰۰۰	
کور دجلہ	۲۰۸۰۰۰۰۰	
حلوان	۴۸۰۰۰۰۰	
اھواز	۲۵۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰ رطل شکر
فارس	۲۷۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰ قرابے عرق گلاب کے اور بیس ہزار رطل روغن سیاہ کے
میزان نقدیات	۱۱۷۰۰۰۰۰۰ - درہم	
کرمان	۴۲۰۰۰۰۰	اور پانچسو کپڑے ملک یمن کے بنے ہوئے اور بیس ہزار رطل کھجور
مکران	۴۰۰۰۰۰	
سندھ اور اسکے ملحقات	۱۱۵۰۰۰۰۰	اور عود ہندی ایک سو پچاس رطل
سجستان	۴۰۰۰۰۰۰	معینہ کپڑوں کے ۳۰۰ تھان اور بیس رطل "فانیذ"
خراسان	۲۸۰۰۰۰۰۰	اور دو ہزار چاندی کے ٹکڑے چار ہزار تاتاری گھوڑے ایک ہزار غلام باندیاں اور بیس ہزار کپڑوں کے تھان اور تیس ہزار رطل ہلیلہ
جرجان	۱۲۰۰۰۰۰۰	اور ایک ہزار طاقہ ابریشم کے۔
قومس	۱۵۰۰۰۰۰	اور ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے۔
طبرستان ریان اور دماوند	۶۰۳۰۰۰۰۰	پانچ سو قطعہ طبری فرش۔ دو سو لباس پانچسو تھان۔ تین سو مندیلیں اور تین سو جام۔
رے	۱۲۰۰۰۰۰۰	اور بیس ہزار رطل شہد کے
ہمدان	۱۱۳۰۰۰۰۰	ایک ہزار رطل رُبّ الرمانین اور بارہ ہزار رطل شہد
ماہ البصرہ والکوفہ	۱۰۷۰۰۰۰۰	

ماسبذان وریان	۴۰۰۰۰۰۰	
میزان	۲۷۶۹۰۰۰۰۰ درہم	
(میزان ماسبق)	۲۷۶۹۰۰۰۰۰ درہم	
شہرزور	۶۷۰۰۰۰۰	
موصل اور اسکے متعلقات	۲۴۰۰۰۰۰۰	اور بیس ہزار رطل شہد
آذربیجان	۴۰۰۰۰۰۰	
الجزیرہ اور اس کے متعلقہ فرات کے اعمال	۳۴۰۰۰۰۰۰	اور ایک ہزار راس غلام اور بارہ ہزار کُپّے شہد اور دس بکریاں اور بیس چادریں +
ارمنیہ	۱۳۰۰۰۰۰۰	بیس۲۰ ٹکڑے عود غرقی کے منقش منبت کارد ۵۳۰ رطل خبازی دس۱۰ ہزار رطل سورماہی کے سالے۔ دس ہزار رطل صونج۔ دوسو۲۰۰ خچر اور تیس۳۰ ناکندہ بھیریاں۔
برقہ	۱۰۰۰۰۰۰	
افریقیہ	۱۳۰۰۰۰۰۰	اور ایک سو بیس۱۲۰ فرش وہاں کے بنے ہوئے۔
میزان	۳۱۸۶۰۰۰۰۰ درہم	
	(دینار)	
قنسرین	۴۰۰۰۰۰ دینار	اور ایک ہزار پیپے تیل کے
دمشق	۴۲۰۰۰۰ "	
میزان	۸۲۰۰۰۰ دینار	
(میزان سابق)	۸۲۰۰۰۰ "	
اردن	۹۷۰۰۰	
فلسطین	۳۱۰۰۰۰	اور تین لاکھ رطل زیت
مصر	۲۹۲۰۰۰۰	
یمن	۳۷۰۰۰۰	(علاوہ متاع کے جس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے)
حجاز	۳۰۰۰۰۰	
میزان	۴۸۱۷۰۰۰ دینار	جو برابر ہیں ۷۲۲۵۵۰۰۰ درہم کے جبکہ اس زمانہ کے اندازے کے مطابق پندرہ درہموں کا ایک دینار مانا جائے +

میزان دیناروں کی درہموں کی صورت میں	۷۲۲۵۵۰۰۰
اضافہ میزان دراہم اوپر ذکر کی ہوئی اقلیموں کی جبایتہ کے	۳۱۸۶۰۰۰۰۰
میزان کل	۳۹۰۸۵۵۰۰۰ درہم

اس قائمہ کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ مشرقی اقلیموں کا خراج درہموں کی صورت میں اندازہ کیا جاتا تھا اور مغربی اقلیموں کا خراج دینار کے ساتھ شمار ہوتا تھا (مگر برقہ اور افریقہ اون میں سے مستثنا ہیں کیونکہ ان دونوں اقلیموں کا خراج بھی درہموں کے ساتھ شمار ہوتا ہے) اور یہی حالت دونوں دوسرے قائموں کے اندر بھی شاید ہوگی بظاہر اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی اقلیموں میں چاندی کی کانیں مغربی ملکوں سے زائد نکلی تھیں اور سونے کی کانیں مغربی اقلیموں میں زائد تھیں اور مشرقی ممالک میں کم۔

اسطرحپر مشرقی اقلیموں کی جبایتہ کی میزان معہ برقہ اور افریقیہ کے محاصل کے اکتیس کروڑ چھیاسی لاکھ درہم ہوتی ہے جبپر مغربی اقالیم کے خراج کی میزان "اڑتالیس لاکھ سترہ ہزار دینار" کو جسے موجودہ زمانہ کے نرخ مبادلہ کے لحاظ سے ہر فی دینار پندرہ درہم ہے درہموں کی صورت میں تحویل کرنیکے بعد مبلغ سات کروڑ بائیس لاکھ پچپن ہزار درہم اضافہ کر دیا اب کل میزان "انتالیس کروڑ آٹھ لاکھ پچپن ہزار درہم ہوگئی۔

ہمنے قائمہ ابن خلدون کی اس نقل میں جو "وان کریمر" نے تحریر کی ہے دو ملک "کرج" اور "جیلان" اپنے پاس والے نسخوں سے زائد لکھے دیکھے ہیں ہمارا گمان ہے کہ "وان کریمر" نے یہ دونوں نام "وان ہمر" کے نسخہ سے لئے ہیں جنمیں سے پہلے ملک کا خراج تین لاکھ درہم اور دوسرے کا خراج پچاس لاکھ درہم ہے مگر چونکہ یہ موقع اس کی تحقیق کا نہیں ہے کہ آیا وہ روایت صحیح ہے یا غلط لہذا ہم اس سے قطع نظر کرنا مناسب تصور کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا بیانوں کے اعتبار پر خلیفہ مامون کے عہد میں دولت عباسیہ کی توفیر اموال اور غلامات کے علاوہ صرف نقد چار سو ملین درہم سے کم نہ تھی مال اور غلہ وغیرہ کی اصلی قیمت تو ہم کو معلوم نہیں ہو سکتی لیکن یہ ضرور ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو اونکی ایک کثیر مقدار پائی جائے گی اور اس کو شمار و اعداد کے احاطہ میں لانے کے متعلق دستور یہ دیکھا گیا ہے کہ غلات کی قیمت کا تخمینہ کرکے اس کو نقد رقم میں شامل کر دیتے تھے جیسا کہ "جواب الدولتہ" کے مولف نے "سواد" کے غلات کی تخمینی قیمت لگانے میں کیا ہے جسمیں زیادہ مقدار گیہوں کی آتی تھی اور قدامتہ اور ابن خرداذبہ کے قائموں میں طساسیج سواد کے خراج کی تفصیل دیکھنے سے اسکی تصدیق بھی ہو سکتی ہے

ہم پہلے اس بات کو بیان کر آئے ہیں کہ خراج کی جو رقمیں ان ملکوں سے بغداد کے بیت المال میں آتی تھیں وہ ملک کے تمام مصارف تنخواہ فوج۔ اخراجات عملۂ تحصیل وصول اور اصلاح امور رفاہ خلائق اور اس کے سوا دوسرے ضروری خرچوں کو وضع لینے کے بعد باقی کی مُصفّٰی رقمیں ہوتی تھیں اس صورت میں اس آمدنی کا مصرف محض دارالسلطنت کے مصارف رہجاتے تھے مثلاً دارالخلافہ کے صدر دفتروں کے مصارف اور وہاں کے عہدہ دار اور اہل مناصب کے وظائف اور خلیفہ اور اس کے خاندان والوں کے جیب خرچ کی رقمیں وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ہماری کتاب کے پڑھنے والے ابن خلدون کی روائت کو باور کرنے میں تامل کرینگے کیونکہ موجودہ زمانہ کی حکومتوں کے بجٹ اور آمد خرچ کے گوشوارے جن کے دیکھنے کے ہم عادی ہیں اسکو بعید از قیاس بتائینگے ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل بڑی بڑی سلطنتوں کے خزانوں میں بھی اس مال کا صرف ہزارواں حصہ بھی نہیں رہجاتا ہے اور اسیواسطے ہم دو اور روائتیں بیان کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ان میں اور ابن خلدون کی روائت میں باہمی مقابلہ کیا جاسکے ؁

(ثانیاً) عباسی حکومت کی خراج

خلیفہ معتصم کے عہد میں۔ بروائت قدامۃ بن جعفر

ملک سواد کی خراج میں زیادہ مقدار "گیہوں" اور "جو" کی وصول ہوتی تھی۔ "قدامۃ" نے ان دونوں جنسوں کی مقدار نہائت تفصیل کیساتھ باعتبار "طساسیج سواد" (یعنے اس کے مشرقی اور مغربی اطراف) کے بیان کی ہی)

طساسیج[عہ] السواد فی الجانب الغربی ؁

نام پرگنہ	مقدار گندم کے اعتبار سے	مقدار جو کُر کے اعتبار سے	درہم	کیفیت از مترجم
انبار اور نہر عیسیٰ	۱۱۸۰۰	۶۴۰۰	۴۰۰۰۰۰	کُر۔ اہل عراق کا ایک پیمانہ ہے ایک گدہے کا بوجھ تقریباً دومن ہو سکے گا۔ مترجم
پرگنہ۔ مسکن	۳۰۰۰	۱۰۰۰	۱۵۰۰۰۰	
״ قطربل	۲۰۰۰	۱۰۰۰	۳۰۰۰۰۰	
״ بادوریا	۳۵۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	
نہر سیر	۱۷۰۰	۱۷۰۰	۱۵۰۰۰۰	

عہ طسوج۔ ناحیہ یعنے ضلع یا پرگنہ۔ مترجم عفی عنہٗ ؁

رومتان	۳۳۰۰	۳۳۰۰	۲۵۰۰۰۰
کوثی	۳۰۰۰	۲۰۰۰	۳۵۰۰۰۰
نہر ورقیط	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰۰۰
نہر جوبر	۱۵۰۰	۶۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
باروسما اور نہر الملک	۳۵۰۰	۴۰۰۰	۱۲۲۰۰۰
زوابی ثلاثہ	۱۴۰۰	۷۲۰۰	۲۵۰۰۰۰
بابل اور خطرینہ	۳۰۰۰	۵۰۰۰	۳۵۰۰۰۰
فلوجہ بالائی	۵۰۰	۵۰۰	۷۰۰۰۰
فلوجہ زیرین	۲۰۰	۳۰۰۰	۲۸۰۰۰۰
پرگنہ نہرین	۳۰۰	۴۰۰	۴۵۰۰۰
" عین التمر	۳۰۰	۴۰۰	۴۵۰۰۰
(میزان)	۴۲۸۰۰	۴۴۹۰۰	۴۱۱۲۰۰۰
(میزان سابق)	۴۲۸۰۰	۴۴۹۰۰	۴۱۱۲۰۰۰
پرگنہ الحیرہ اور البداۃ	۱۵۰۰	۱۶۰۰	۱۵۰۰۰۰
سورا اور برنیما	۱۵۰۰	۴۵۰۰	۲۵۰۰۰۰
البرس بالائی اور زیرین	۵۰۰	۵۵۰۰	۱۵۰۰۰۰
فرات باوقلی	۲۰۰۰	۲۵۰۰	۶۲۰۰۰
پرگنہ سیلحین	۱۰۰۰	۱۵۰۰	۱۴۰۰۰۰
رودستان اور ہرزگرد	۵۰۰	۵۰۰	۲۰۰۰۰
تستر	۱۲۰۰	۲۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
ایغار یقطین	۱۲۰۰	۲۰۰۰	۲۰۴۸۰۰
کسکر	۳۰۰۰۰	۲۰۰۰۰	۲۷۰۰۰۰
ملک سواد کے مشرقی پرگنے			
پرگنہ بزرگ سابور	۲۵۰۰	۲۲۰۰	۳۰۰۰۰۰
" راذانین	۴۸۰۰	۴۸۰۰	۱۲۰۰۰۰

پرگنہ نہر بوق	۲۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	
کلواذی اور نہر بین	۱۶۰۰	۱۵۰۰	۳۳۰۰۰۰	
جاذر اور شہر کہنہ	۱۰۰۰	۱۵۰۰	۲۴۰۰۰۰	
روستقباد	۱۰۰۰	۱۴۰۰	۲۴۶۰۰۰	
سلسل اور مہروذ	۲۰۰۰	۱۵۰۰	۱۵۰۰۰۰	
جلولا اور جلّلتا	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	
ذنبین	۱۹۰۰	۱۳۰۰	۴۰۰۰۰	
دسکرہ	۱۸۰۰	۱۴۰۰	۶۰۰۰۰	
بند نیجین	۶۰۰	۵۰۰	۳۵۰۰۰	
میزان	۱۰۱۶۰۰	۱۰۳۱۰۰	۷۳۷۹۸۰۰	
(میزان سابق)	۱۰۱۶۰۰	۱۰۳۱۰۰	۷۳۷۹۸۰۰	
پرگنہ براز الروذ	۳۰۰۰	۵۱۰۰	۱۲۰۰۰۰	
نہروان بالائی	۱۷۰۰	۱۸۰۰	۳۵۰۰۰۰	
نہروان وسطی	۱۰۰۰	۵۰۰	۱۰۰۰۰۰	
بادرایا اور باکسایا	۴۷۰۰	۵۰۰۰	۳۳۰۰۰۰	
کوردجلہ	۹۰۰	۴۰۰۰	۴۳۰۰۰۰	
نہر الصلہ	۱۰۰۰	۳۱۲۱	۵۹۰۰۰	
نہروان زیرین	۱۷۰۰	۱۳۰۰	۵۳۰۰۰	
(میزان خراج سواد)	۱۱۵۶۰۰	۱۲۳۹۲۱	۸۸۲۱۸۰۰	

گویا کہ مجموعی مقدار ملک سواد کے مالی محاصل کی جو اس کے تمام پرگنوں سے ہوتی تھی ۱۱۵۶۰ کرس گیہوں ۱۲۳۹۲۱ کر جو اور ۸۸۲۱۸۰۰ درہم تھی۔ مگر اس تفصیلی آمدنی کا ذکر کر چکنے کے بعد رقوم جبائیتہ کی مجموعی تعداد بیان کرتے ہوئے قدامتہ بن جعفر نے یہ لکھا ہے کہ ملک سواد کا ارتفاع ۷۷۲۰۰ کر گیہوں ۹۹۷۲۱ کر جو اور ۸۰۹۵۸۰۰ درہم نقد بصرہ کے صدقات کی آمدنی کے علاوہ تھا (۱)" اس لئے ہماری دی ہوئی میزان اور مصنف کی میزان میں بہت فرق ہوتا ہے جسکا سبب شاید یہ ہو کہ ہم سے بعض اعداد کی

(۱) کتاب الخراج مطبوعہ لیڈن صفحہ ۲۳۹۔

پڑھنے میں غلطی ہوگئی ہو تاہم یہ فرق باوجود اپنی زیادتی کے ہماری غرض کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اب صرف اتنی بات باقی رہی کہ ہم گیہوں اور جو کی قیمتیں درہموں کے اعتبار سے لگالیں جیسا کہ خود جعفر نے بھی کیا ہے اس لئے گیہوں اور جو کے ملے ہوئے ۲ دو گر کی قیمت ساٹھ دینار لگائی ہے اور دینار کا تبادلہ فی پندرہ درہم کیا جاتا ہے لہذا مجموعی قیمت دونوں جنسوں کی ۱۰۰۳۶۱۸۵۰ درہم تک پہونچتی ہے اور قدامہ بن جعفر کہتا ہے کہ بصرہ کے صدقات کا سالانہ ارتفاع ۶۰۰۰۰۰۰ درہم تھا پس ان سب رقموں کو جمع کرنیسے مجموعی تعداد ۱۱۴۴۵۷۶۵۰ درہم ہوجاتی ہے جسکی صورت حسب ذیل ہے :-

(۱) نقد درہموں کی میزان ۸۰۹۵۸۰۰ -

(۲) اجناس گیہوں اور جو کی قیمت درہموں سے ۱۰۰۳۶۱۸۵۰ -

(۳) بصرہ کے صدقات - ۶۰۰۰۰۰۰ -

(میزان کل) ۱۱۴۴۵۷۶۵۰ - درہم

یہ تو صرف ایک ملک یعنے سواد کا ارتفاع تھا اب ہم تمام مشرقی اور مغربی اقلیموں کی مالی آمدنی کی مقداریں لکھتے ہیں اور سواد کو بھی ان میں شامل کئے لیتے ہیں جو حسب ذیل ہے :-

اقالیم المشرق	درہم
سواد	۱۱۴۴۵۷۶۵۰
اہواز	۲۳۰۰۰۰۰۰
فارس	۲۴۰۰۰۰۰۰
کرمان	۶۰۰۰۰۰۰
مکران	۱۰۰۰۰۰۰
اصفہان	۱۰۵۰۰۰۰۰
سجستان	۱۰۰۰۰۰۰
خراسان	۳۷۰۰۰۰۰۰
حلوان	۹۰۰۰۰۰
ماہ الکوفہ	۵۰۰۰۰۰۰
ماہ البصرہ	۴۸۰۰۰۰۰
ہمدان	۱۷۰۰۰۰۰

ماسبذان	۱۲۰۰۰۰۰
مہرجان قذق	۱۱۰۰۰۰۰
الایغارین	۳۱۰۰۰۰۰
قم اور کاشان	۳۰۰۰۰۰۰
آذربائجان	۴۵۰۰۰۰۰
رے اور دماوند	۲۰۰۸۰۰۰۰
قزوین۔ زنجان۔ اور ابھر۔	۱۸۲۸۰۰۰
قومس	۱۱۵۰۰۰۰
جرجان	۴۰۰۰۰۰۰
طبرستان	۴۲۸۰۷۰۰
میزان	۲۷۳۵۹۶۳۵۰۔ درہم
(میزان سابق)	۲۷۳۵۹۶۳۵۰۔ درہم
تکریت اور طیرہان	۹۰۰۰۰۰
شہرزور۔ اور صامغان۔	۲۷۵۰۰۰۰
موصل اور اس کے متعلقات	۶۳۰۰۰۰۰
قروی اور بذیدی	۳۲۰۰۰۰۰
دیار ربیعہ	۹۶۳۵۰۰۰
ارزن اور سیافارقین	۴۲۰۰۰۰۰
طرون	۱۰۰۰۰۰
آمد	۲۰۰۰۰۰۰
دیار مضر	۶۰۰۰۰۰۰
اعمال طریق فرات	۲۹۰۰۰۰۰
(میزان)	۳۱۱۵۸۱۳۵۰ درہم
مغرب کی اقلیمیں	**دینار**
قنسرین اور عواصم	۳۶۰۰۰۰ ۔ دینار

جند (چھاؤنی) حمص	۲۱۸۰۰۰
" دمشق	۱۱۰۰۰۰
" اردن	۱۰۹۰۰۰
" فلسطین	۱۹۵۰۰۰
مصر اور اسکندریہ	۲۵۰۰۰۰۰
حرمین (مکہ) اور (مدینہ)	۱۰۰۰۰۰
یمن	۶۰۰۰۰۰
یمامہ اور بحرین	۵۱۰۰۰۰
عمان	۳۰۰۰۰۰
(میزان)	۵۱۰۲۰۰۰ دینار

جسکی تحویل (باعتبار پندرہ فی دینار) درہموں میں کرنیسے ۷۶۷۱۰۰۰۰ درہم ہوتے ہیں اور مشرقی اقلیموں اور الجزیرہ کی اوپر بیان کی ہوئی جبائتہ کی میزان پر اس کو بڑھلانے سے میزان کل اڑتیس کروڑ بیاسی لاکھ اکیانوے ہزار تین سو پچاس درہم ہوجاتی ہے جو حسب بیان قدامتہ بن جعفر خراج کا واقعی ارتفاع تھا(۱)۔

(ثالثاً) عباسی حکومت کی جبائیت

تیسری صدی ہجری کے وسط میں بروائیت ابن خرداذبہ

ابن خرداذبہ نے بھی ملک سواد کے مالی محاصل اسی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں جیسے کہ قدامتہ بن جعفر نے لکھے ہیں بلکہ ابن خرداذبہ نے شہروں اور بیادر کی تعداد اسپر اور اضافہ کی ہے جسکا بیان کرنا ہمارے نزدیک طوالت میں داخل ہوگا۔ اسی لئے ہم صرف نقرئی سکوں اور اجناس گندم و جو کا ذکر کرتے ہیں جس سے یہ مراد ہے کہ ۶۳۴۰۰ گر گیہوں ۹۱۸۵۰ گر جو اور ۸۴۵۶۸۴۰ درہم نقد ملک سواد کے ارتفاع میں شمار کرنے چاہئیں اور گیہوں اور جو کے ملے ہوئے دو گر ساٹھ دینار

(۱) قدامہ کی فہرست میں تفصیل اور اجمال کے مابین ہمنے ایک قسم کا اختلاف پایا ہو شائد کتاب کے نقل کرنے والوں یا کاتبوں کی غلطی سے پیدا ہوا ہے گو ہم نے بقدر امکان اسکو سنبھالا اور درست بھی کر دیا۔ "مؤلف"

قیمت کے مانارنی دینار پندرہ درہم کے حساب سے ان کو درہم کی صورت میں تحویل کرلینا چاہیئے اسطرح ان دونوں غلّوں کی قیمت ٦٩٨٦٢٥٠٠ درہم قرار پائے گی اور نقد درہم کی میزان اس میں ملاکر مجموعی رقم ٧٨٣١٩٣٤٠ درہم ہوگی۔

اس کے بعد ابن خرداذ بہ نے ملک خراسان اور اس کے ملحقہ اقلیموں کی وہ جمابندی تفصیل بیان کی ہے جو دولت طاہریہ کے عہد میں تھی اور ٢١٢ھ میں اس رقم کا دربار خلافت میں ارسال کرتے رہنا اونپر لازم قرار دیا گیا تھا اس رقم کی مقدار حسب ذیل ہے:۔ ٤٤٨٤٦٠٠٠ درہم نقد ١٣ سواری کے جانور ٢٠٠٠ بکریاں ٢٠٠٠ راس جہاد کے قیدی جنکی قیمت ٦ لاکھ درہم ہو کنج کی بنی ہوئی کرپاس (ایک موٹی قسم کا کپڑا) کے ١١٨٧ تھان اور "مرور" اور لوہے کی چادروں کے ١٣٠٠ قطعے دونوں نصف نصف جس زمانہ میں یہ خراج متعین ہوا تھا ان دنوں خراسان کا ملک قریب قریب پچاس ضلعوں پر شامل تھا منجملہ رے۔ قومس۔ جرجان۔ کرمان۔ سجستان۔ نیشاپور۔ طخارستان۔ طالقان اور ماوراالنہر کے اعمال اور بخارا اور سغد وغیرہ تھے طاہری خاندان کے لوگ وہاں کے مستقل حکمران تھے اور اس ملک کے محاصل میں سے صرف مذکورہ بالا وظیفہ ادا کیا کرتے تھے ہم نے طوالت کے خوف سے اس مقام پر بالکل مجمل حالات لکھے ہیں اگر کسی شخص کو اعمال سواد اور اعمال خراسان کی تفصیلی جمابندی دیکھنے کا شوق ہو تو وہ ابن خرداذبہ کی "کتاب المسالک والممالک" میں دیکھ لے اب ہم اس اجمالی بیان کے قائمہ کے دوسرے اعمال کی آمدنیاں بھی دکھاکر اُسے مکمل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے:۔

مشرقی اقلیمیں	دراہم
سواد	٧٨٣١٩٣٤٠
خراسان اور اُس کے توابع	٤٤٨٤٦٠٠٠
شہرزور اور صامغان	٢٧٥٠٠٠٠
ماسبذان اور مہرجان قذق	٣٥٠٠٠٠٠
قم	٢٠٠٠٠٠٠
اہواز	٣٠٠٠٠٠٠٠
فارس	٣٣٠٠٠٠٠٠
قزوین	١٢٠٠٠٠٠
ماہ الکوفہ	٣٨٠٠٠٠٠

اصفہان	۷۰۰۰۰۰
دیار مضر	۵۶۰۰۰۰۰
موصل	۴۰۰۰۰۰۰
دیار ربیعہ	۷۷۰۰۰۰۰
ارمینیہ	۴۰۰۰۰۰۰
(میزان)	۲۲۷۷۱۵۳۴۰ درہم
مغربی اقلیمیں	**دینار**
قنسرین اور عواصم	۴۰۰۰۰۰
چھاؤنی حمص	۳۴۰۰۰۰
" دمشق	۴۰۰۰۰۰
" اردن	۳۵۰۰۰۰
" فلسطین	۵۰۰۰۰۰
مصر	۲۱۸۰۰۰۰
یمن	۶۰۰۰۰۰
(میزان)	۴۷۷۰۰۰۰ - دینار

ان دیناروں کو درہم سے تحویل کرنیکے بعد ۷۱۵۵۰۰۰۰ درہم حاصل ہوتے ہیں جنکو مشرقی اقلیموں کی آمدنی کی مذکورہ بالا مجموعی میزان پر اس شکل سے اضافہ کریں ۔

	درہم
مشرقی اقلیموں کی جبائتہ	۲۲۷۷۱۵۳۴۰
مغربی " " "	۷۱۵۵۰۰۰۰
جملہ	۲۹۹۲۶۵۳۴۰

یعنی جملہ انتیس کروڑ بانوے لاکھ پینسٹھ ہزار تین سو چالیس درہم ہونگے ۔

عباسی حکومت کی ملکی آمدنی کا اجمالی گوشوارہ

اگلی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ عباسی حکومت کے ارتفاع کی کثرت مامون کے عہد میں سب سے بڑہی

ہوئی تھی اور اس کے بعد سے کم ہونے لگی مگر اس کمی کا اظہار تیسری صدی ہجری کے وسط سے ادہر ہوا ہے جس کے اسباب آئندہ بیان ہونگے ورنہ اس زمانہ سے پہلے تو عباسی حکومت کا ارتفاع بہت بڑھا ہوا تھا جو ہمارے بیان کئے ہوئے تینوں قائموں سے واضح ہوتا ہے اور ان کا مختصر گوشوارہ حسب ذیل ہے:-

درہم	
۳۹۶۱۵۵۰۰۰	عباسی حکومت کی جبائتہ مامون کے ایام میں یا بین ۲۰۴ھ و ۲۱۰ھ کے
۳۸۸۲۹۱۳۵۰	" " " معتصم " یا اوسکے بعد بھی ۲۲۵ھ تک
۲۹۹۲۶۵۳۴۰	" " " تیسری صدی ہجری کے وسط میں

ان رقموں کا باہم مقابلہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے پہلے پچاس سال ہی کے اندر جبائتہ کی مقدار میں نمایاں فرق ہو گیا اور خاصکر یہ صورت اس حالت میں ہو گی جبکہ ابن خلدون کی فہرست میں لکھے ہوئے غلوں اور مال و متاع کو بالکل نکال دیا گیا جو کہ دراصل خراج میں داخل تھے پس بیت المال میں سالانہ داخل ہونیوالی رقم کا اوسط تقریباً (۳۶۰) ملین قرار پاتا ہے جو کہ ممالک اسلامی کی جبائت سے بعد منہائی اخراجات مقامی کے باقی بچکر سلطنت کے خزانہ میں داخل ہوتی تھی اور جس کی مثال قدیم وجدید سلطنتوں میں سے کسی میں دیکھنا کیسا ہمنے سنا تک نہیں مگر ہاں جبکہ ہم روم اور فارس کی حکومتوں کی نسبت بعض مؤرخین کے ان بیانات کا لحاظ کریں جو بسبیل تذکرہ انہوں نے کئے ہیں تو یہ اور بات ہے کیونکہ "گبن" رومن امپائر کے مؤرخ نے بیان کیا ہے کہ اس سلطنت کی مالی آمدنی اس کے انتہائی عروج اور وسعت مملکت کے ایام میں چالیس کروڑ درہم کے مساوی تھی جس میں سے تیرہ کروڑ پچاس لاکھ درہم محض ایشیائے (کوچک) سے حاصل ہوتے تھے (۱) اور ابن خرداذبہ نے ذکر کیا ہے کہ کسریٰ پرویز کے ایام میں مملکت فارس کا ارتفاع بیالیس کروڑ مثقال یا تقریباً سات سو بیس ملین درہم تھا اگر ہم ان رقموں کو صحیح بھی مان لیں تو یہ مشکل درپیش رہجاتی ہے کہ ہم کو ان حکومتوں کے اخراجات کے طریقے معلوم نہیں ہو سکتے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس آمدنی کا زیادہ حصہ خرچ کر ڈالتے رہے ہوں بخلاف عباسی حکومت کے اس کے مصارف کا انداز آئندہ بیان کیا جائیگا مذکورہ بالا دونوں سلطنتوں کو چھوڑیئے - دوسری حکومتوں کی حالت سے مقابلہ کرنے میں بھی زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا - مثلاً دولت عثمانیہ (ٹرکی) کی ترقی وسعت سب سے زیادہ سلطان سلیمان قانونی کے ایام میں تھی جو دسویں صدی ہجری کا وسطی زمانہ ہے مگر اس کے محاصل کا ارتفاع اسی لاکھ دوکات سے

(۱) ایک سکہ مترجم Gibbon's Roman Empire 1, 110

زیادہ نہیں ہوا (۱) جو تقریباً چھ کروڑ پچاس لاکھ فرانک کے مساوی ہوتا ہے اور عباسی حکومت کے ارتفاع سے اس کو کچھ بھی نسبت نہیں ہے جو اس کے دگنے مقدار سے بھی زائد تھا اسی پر موجودہ زمانہ کی حکومتوں کو بھی قیاس کرنا چاہیئے کہ ان کے خزانوں میں کیا باقی رہجاتا ہے اور اس کا بیان بھی آگے چل کر ہم کرینگے۔

اب ہم ان مدوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں یہ آمدنی خرچ کی جاتی تھی +

عباسی حکومت کے مصارف

قدیم عربی مورخوں کے بیان سے ہم کو اس بارہ میں کوئی معلومات نہیں ہم پہنچ سکے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ عمداً اس معاملہ کے متعلق کچھ لکھنے سے باز رہے یا انقلاب زمانہ سے ان کی تحریریں ضائع ہوگئیں علاوہ بریں مسلمان مورخوں نے تمدن اسلامی کے وقائع بہت کم لکھے ہیں یا جن امور سے اس کا پتہ چلتا کہ اسلامی حکومتوں کی آمدنیاں انکے اخراجات۔ ملک کی مالی حالت علمی ترقی اور اس زمانہ کا طرز معاشرت کیا تھا۔ ان کے متعلق اگر کوئی بات ان کے قلم سے نکلی بھی ہے تو رزم و بزم کے واقعات لکھتے ہوئے اثنائے کلام ہی میں کہیں پر لکھ گئے ہیں البتہ ابن خلدون نے اتنا کام کیا ہے کہ اسلامی حکومت کے عہد عروج میں اس کے نمایشی ٹھاٹھوں کا ذکر کرتے ہوئے سلطنت کے ملکی محاصل کی تفصیل بھی آمدنی میں دیدی اور قدامہ اور ابن خرداذبہ نے انتظامات متعلقہ ڈاک کے ذکر میں خراج کی مقدار بھی لکھدی گو خراج کی مقدار کو بعض جغرافیہ نویسوں نے بھی بیان کیا ہے مگر ان سب صاحبوں میں سے کسی نے اس بات کو نہیں بیان کیا کہ ہم جس زمانہ کے حالات تحریر کرتے ہیں ان دنوں خراج کی جمع ہونیوالی رقمیں کن مدوں میں خرچ ہوتی تہیں ۔۔

ہاں اس تمدن کے حالات کا جو علم ہم کو ہوا ہے اس کے اعتبار سے ظن غالب یہ ہوتا ہے کہ اس تمام آمدنی میں سے فوجوں منشیوں۔ قاضیوں اور بغداد کے صدر دفتروں کے تمام اہل مناصب کی تنخواہوں اور عمال محکمہ ڈاک (۲) وغیرہ کے وظائف دینے کے بعد باقی رقم بیت المال میں جمع ہوتی تھی جس کو صرف کرنے کا مطلق اختیار خاص خلیفہ وقت کو حاصل ہوتا تھا (۳)

فوج کے مصارف اور دفتر وغیرہ کے اخراجات قطعی طور پر تخمینہ نہیں کئے جاسکتے کیونکہ زمانوں

(۱) Parker Const History of Turkey .

(۲) ابن خرداذبہ ص ۱۵۳ – (۳) ماوردی ص ۱۷۹ +

کے تغیر و تبدل اور خلفا کی حالتوں کے ساتھ ان کی مقدار بھی گھٹتی بڑھتی رہی اور ہم کو عباسیوں کے پہلے دور یا ان کے دوسرے دور میں اس معاملہ کے متعلق کوئی ایسی صحیح بات معلوم نہیں ہے کہ جس پر کچھ رائے قائم کر سکیں۔

البتہ بیرن وان کریمر کی کوششوں سے ہمیں ایک فہرست ایسی مل گئی ہے جس میں اس رقم کی تفصیل ہے جس کو احمد بن محمد طائی نے اپنے ضمان کی طرف سے بیت المال میں داخل کرنے کی ذمہ داری کی تھی اس فہرست میں بیت المال بغداد کے ان مصارف کی تشریح کی گئی ہے جو کہ خلیفہ معتضد عباسی کی اوائل حکومت یعنی ۲۷۹ھ میں کئے جاتے تھے (۱) اس میں ان وظیفہ خواروں کے تمام فرقوں کے روزانہ عطیات کی رقم متعین کی گئی ہے جن کے رواتب بیت المال بغداد سے دیئے جاتے تھے ان رقوم کی سالانہ مجموعی مقدار ......۲۵ دینار تھی اور روزانہ سات ہزار دینار اس صورت سے اہل فوج دفتروں کے ملازم اور شاگرد پیشہ لوگوں کو تقسیم ہوا کرتے تھے۔

عباسی سلطنت کے اخراجات

جو معتضد باللہ عباسی کے عہد ۲۷۹ھ میں روزانہ کئے جاتے تھے

	دینار ہر روز
باری دار لوگ اور ان کی مثل دوسرے لوگ مثلاً دربان جنہیں جنابیہ اور بصرہ کے خوبصورت آدمی شامل تھے اور دربار عام کے جلودار سپاہی وغیرہ اور حبشی غلاموں کی جماعتیں اور خلیفہ ناصر کے اکثر غلام	۱۰۰۰
جن غلاموں کو خلیفہ ناصر نے آزاد کر دیا تھا اور وہ ناصر کے غلام کہلاتے تھے انکے روزینے	۱۰۰۰
آزاد اور صاحب امتیاز گھوڑ چڑھوں کے روزینے۔	۱۵۰۰
مختارین کے روزینے جو کہ تمام فوجوں کے چیدہ بہادر اور کار آزمودہ سپاہی تھے	۶۰۰
ان سواروں کے روزینے جو خلیفہ ناصر کے عہد میں بھرتی ہوئے تھے۔	۵۰۰
ادان ستر قسم کے لوگونکے روزینے جن کو حسب ذیل ندمتیں تفویض تھیں خواجہ سرا خاص درباری قاصد۔ عرضیوں کے پڑھنے والے۔ پرچہ نویس۔ موذن۔ منجمین۔ فقہا۔ مین علم بردار۔ بوق نواز۔ منبرے اور نقارہ نواز اور انکے علاوہ دوسرے اہل خدمت	۱۱۰

(۱) Enorme Budget des Abbasiden Reiches

رقم	مد
۵۰	خاص دارالسلام بغداد اور دیگر مقامات کے ملازمین پولیس کے روزینے۔
۳۰۰	غلاموں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے تحفوں اور ہدیوں کی قیمتیں۔
۵۰۶۰	میزان
۵۰۶۰	دینار میزان سابق
۳۳۳ $\frac{1}{3}$	عام اور خاص باورچی خانوں کے مصارف۔ روٹی پکنے کے جگہوں کے خرچ حرم اور حشم کی خوراک۔ حبشی غلاموں کی خوراک کے مصارف۔
۱۰۰	خاص اور عام آبدار خانوں کے خرچ اوسکے برتنوں وغیرہ کی قیمت توشہ خانوں اور طلعقوں اور خوشبویات۔ حوائج وضو سلاح خانوں اور فرش فروش وغیرہ کے مصارف۔
۴	شاہی محل۔ خزانوں۔ لنگر خانوں۔ گھروں۔ حجروں۔ اور شاگرد پیشہ کے مکانات کے قریب کام کرنیوالے سقوں کی تنخواہیں۔
۱۶۷	آزاد اور معزز لوگوں کے علاوہ خلیفہ کے خاصہ کے لوگوں اور ان کے قائم مقاموں یعنے چھوکروں اور غلاموں کے روزینے۔
۱۰۰	آبدار خانہ عام میں کام کرنیوالے اور توشہ خانہ کے ملازمین۔ زرگروں درزیوں علاقہ بندوں وزن کرنیوالوں۔ لوہاروں۔ رفوگروں۔ پوستین سازوں کشیدہ کاروں نجاروں۔ کاغذیوں۔ خوشبو سازوں۔ ڈھنڈورچیوں۔ مددگاروں اور خرامیوں وغیرہ وغیرہ لوگوں کے روزینے۔
۱۰۰	حرم کے مصارف
۴۰۰	پانچوں اصطبلوں کے دانہ چارہ کا خرچ
۶۶ $\frac{2}{3}$	اونٹوں گھوڑوں اور دوسری سواری کے جانوروں کے دانوں کی قیمت میں صرف ہونے والی رقم۔
۳۰	باورچیوں کی تنخواہیں۔
۳۰	فرش بچھانیوالوں۔ دودھ دوہنے والوں۔ اور داروغہ فراشخانہ اور مزدوروں کے روزینے۔
۵	شاہی سواری کی باڈی گارڈ اور حاشیہ بردار اور ڈاک کے گھوڑوں کے سائیس وغیرہ۔
۶۳۹۶	دینار (میزان)

۹۶۹۳ دینار (میزان سابق)

دینار	تفصیل
۴۴	مصاحبین اور ارباب نشاط یا اُن کے قائم مقام لوگوں کی .... تنخواہیں
۲۳ ۱/۳	طبیبوں کی ایک جماعت معہ اپنے شاگردوں کے .... "
۷۰	شکاری عملہ باز دار شکرہ والے کتوں کے ڈوریے اور چیتے باز وغیرہ ..... "
۱۶ ۲/۳	بڑی کشتیوں بجروں اور ہلکی ڈونگیوں وغیرہ کے ملاحوں کی ...... "
۴	نفط اور شاقتہ کی قیمت جو نفط کے شیشوں اور شعلوں کے لئے آتے تھے اور " ان کے کام کرنے والوں کی .... "
۱۵	مئذنہ جو کہ ہر صبح کی نماز کے وقت سیاہ کپڑے میں لپیٹ کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا جاتا
۳۳ ۱/۳	روزینہ یا جیب خرچ متوکل کی اولاد کا .... "
۱۶ ۲/۳	" " واثق "
۱۶ ۲/۳	" " ناسر "
۲۰	بنی ہاشم کے مشائخ اصحاب مراتب اور مسجد کے خطیبوں کے روزینے۔
۳۳ ۱/۳	تمام دوسرے بنی ہاشم عباسی اور طالبی خاندان والوں کے روزینے۔
۳۳ ۱/۳	معمول عبیداللہ بن سلیمان (وزیر) کا مع پانچسو دینار (ماہوار) اس کے بیٹے قاسم کے لئے عارضی طور پر۔
۱۵۶ ۲/۳	اعلےٰ درجہ کے نیشوں دفتروں کے محرروں خزانچیوں، دربانوں نقیبوں اور سپاہیوں اور تمام محکموں کے لوگوں کی تنخواہیں اور رجسٹروں مسلوں اور کاغذ کی قیمت سوا محکمہ اعطاء (انعام) کے عملہ کے اور ان کے قائم مقاموں کے جو کمیٹیوں پر مقرر تھے اور ان کے چپراسی اور سپاہی اور بیت المال کے خزانچی کیونکہ یہ لوگ اپنے روزینے گرے پڑے مالوں اور جانوروں کو بلا حفاظت چھوڑنے والوں کے اوپر کئے ہوئے جرمانوں کی رقوم سے لیتے تھے۔

۷۹۶۸ دینار (میزان)

۷۹۶۸ دینار (میزان سابق)

دینار	تفصیل
۱۶ ۲/۳	معمول اسحاق بن ابراہیم قاضی اور اس کے خلیفہ یوسف بن یعقوب اور ابی عمر اور ان دونوں کی اولادوں اور دس نفر دوسرے فقیہوں کا۔

۳ ⅓ ...	مسجدوں کے مؤذنوں تکبیر کہنے والوں اقامت کہنے والوں اور اماموں کے روزینے روشنی کے لئے تیل۔ چٹائیاں بوریئے۔ پانی جاڑوں کے موسم میں پردوں کی قیمت چادروں کی قیمت مٹی کے نلوں اور ماہ رمضان کی صفائی اور مرمت کے اخراجات۔
۵۰ ...	جیلخانوں کے مصارف اور قیدیوں کی خوراک کا خرچ۔
۱۰ ...	دونوں پلوں کے خرچ جو بغداد میں دریائے دجلہ پر بنائے جاتے تھے اور اسکے واسطے تبدیل کیجانے والی کشتیوں کی قیمت اور پل بنانے والوں کی تنخواہیں۔
۱۵	شفاخانہ صاعدی کے مصارف جس کے علاوہ اُن دنوں کوئی اور شفاخانہ نہیں تھا اور طبیبوں اور کحالوں اور پاگل خانہ کے محافظوں دربانوں اور روٹی پکانے والوں کی تنخواہیں اور غذا دوا اور شربتوں کی قیمتیں۔

۶۹۷۴ ... (میزان کل دینار)

کل تعداد قریب سات ہزار دینار کے ہوتی ہے جو ۳۰۶ھ میں (خلیفہ معتضد کے عہد میں) عباسی حکومت کا صرف ایک دن کا خرچ تھا اور اس کی سالانہ مجموعی تعداد تقریباً ڈھائی ملین دینار ہوتی ہے اس لئے اگر ہم مامون اور معتصم کے زمانوں کا خرچ بھی اس کے برابر فرض کریں اگرچہ ہمارے خیال میں وہ اس سے بہت کم رہا ہوگا کیونکہ دولت عباسی کے عہد شباب میں غلاموں اور ملوکوں کی اتنی زیادتی نہیں تھی جتنی تیسری صدی ہجری کے اختتام میں ہوگئی تھی پس جبکہ ہم مامون اور معتصم کے زمانوں کے مصارف یکساں مان کر اُن کو باعتبار کثرت فی درہم بیس دینار کی شرح سے درہموں میں تبدیل کریں تو پانچ کروڑ درہم ہونگے اور اس رقم کو کل محاصل کی اوسط سے جس کو ہم بیان کر آئے ہیں تفریق کریں تو ۰۰۰۰۰۰۰ درہم ۵۰۰۰۰۰۰۰ درہم سے باقی ۳۱۰۰۰۰۰۰ درہم یا تین سو ملین درہم بچینگے لہذا جس حکومت کے خزانہ میں سالانہ اتنی بھاری رقم کی توفیر ہوا کرے اوسکی دولتمندی نہایت عظیم الشان شمار کئے جانیکے قابل ہے کیونکہ ہمنے کسی حکومت کی نسبت یہ بھی نہیں سنا ہے کہ اس کے خزانہ میں اس نصف تہائی چوتہائی بلکہ دسواں حصہ بھی باقی رہجاتا ہو الا روم اور فارس کی حکومتیں جنکا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں وہ اس حکم سے مستثنٰے ہیں

مزید برین یہ مصارف ارتفاع سلطنت کے صرف ایک چھوٹے سے چھوٹے حصے کے برابر تھے کیونکہ اس سے صرف وہی خراج مراد ہے جس کی ضمانت "طائی" نے چند ملکوں کی آمدنی سے کی تھی یعنے دجلہ اور فرات سے شاداب کئے جانے والے مقامات اور جوخی، واسط، کسکر، طساسیج، نہر لزق، ذیبین کلواذی، نہر بین، زابین، اور طریق خراسان کہ یہ سب ملک عراق کے اضلاع اور اوسکا ایک حصہ

تھے۔ جیسا کہ قدامہ کی فہرست کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے اس لئے اس بات کا کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ عباسی حکومت کے تمام مصارف صرف اس کی ولایت کے ایک حصہ کی آمدنی سے نکل آتے تھے۔

موجودہ زمانہ کے سکون سے اس دولتمندی کا اندازہ

جدید تمدن کے لحاظ سے اس دولتمندی کی توضیح کرنے کے لئے یہ ضرورت ہے کہ ہم اس ارتفاع کی رقم کو موجودہ زمانہ کے سکوں میں تحویل کر دیں پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں دینار کا مبادلہ پندرہ درہموں سے ہوتا تھا اس لئے اس زمانہ کی ثروت دو کروڑ دینار کی مقدار میں تھی اور آجکل ایک دینار کا موازنہ نصف گنی سے کیا جاتا ہے جس کے حساب سے بیت المال میں باقی رہنے والی سالانہ رقم کی مجموعی تعداد دس ملین گنی پونڈ آتی ہے۔

ہاں اس بات کا بھی لحاظ کرنا چاہیئے کہ نقود کی قیمت پیداوار کی افراط اور مزدوری کی ارزانی پر دوچند کے قریب بڑھ جاتی ہے مثلاً جس ملک میں ایک اردب گیہوں پچاس قرش کو ملتے ہیں وہاں کسی کے پاس ایک ہزار گنی ہوں تو وہ اس ملک کے دو ہزار گنیاں رکھنے والے کے برابر تصور کیا جاویگا جہاں ایک اردب گیہوں سو قرش کو آتے ہیں اور زمانہ کے تغیر و تبدل کی وجہ کر ایک ہی شہر میں بھی یہ مثال قائم کرنی ممکن ہے جیسے کہ ہمارے یہاں گذشتہ صدی کے آغاز میں چند ہزار قرشوں کا مالک بڑا دولتمند تصور کیا جاتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں زندگی کی ضرورتیں بہت ارزاں تھیں پھر بتدریج آدمیوں کی کثرت اور طرز معاشرت میں نئی نئی تراش خراش پیدا ہو چلنے کے سبب سے اور نیز چند دیگر وجوہ سے یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ اب اوسط درجہ کے لوگ صرف ایک مہینے میں کئی ہزار قرش خرچ کر ڈالتے ہیں اس لئے موجودہ زمانہ کے نقود سے عباسی ثروت کا موازنہ کرنے میں پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ان دنوں کی اور اپنے زمانہ کی پیداوار کے نرخ اور ان ایام کی اور اپنے عہد کی شرح مزدوری کے تفاوت سے آگاہی حاصل کریں اس سے قبل معلوم ہو چکا ہے کہ قدامہ بن جعفر کے عہد میں ایک کُر گیہوں اور جو تیس دینار قیمت پاتا تھا (۱) اور عراق کا ایک کُر مصر کے چالیس اردب کے برابر ہوتا ہے (۲) اس اعتبار سے ان دنوں ایک اردب مصری گیہوں اور جو ایک گنی کو ملتے ہیں تو چالیس اردب کی قیمت چالیس گنی یا اسّی دینار ہوئی یعنے اس زمانہ میں غلہ کا نرخ ان دنوں سے نسبتاً تگنا ارزاں تھا۔

خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں سنتری (راج) کی اجرت ایک قیراط چاندی اور بیلدار یا مزدور کی

---

(۱) قدامہ ۲۴۹ (۲) محیط المحیط

اجرت دو حبہ تھی ملک عراق کا ایک قیراط ۱/۲۰ دینار (۱) اور حبہ ۱/۶۰ دینار کے برابر ہوتا تھا پس گویا کہ ان دنوں کے نقود سے معمار (راج) کی اجرت ۳/۴ درہم یعنے تقریباً تین قروش اور مزدور کی اجرت ایک قرش تھی جو ان دنوں کی شرح سے تہائی یا چوتہائی کا فرق رکہتی ہے اس لئے عباسی عہد حکومت میں نقود کی قیمت کم سے کم آجکل کے نقود سے تین حصے زائد تہی اور اسی اعتبار سے عباسی بیت المال کی سالانہ باقی رہنے والی رقم تیس ملین دینار کے برابر تصور کرنی چاہیئے جو بیت المال میں جمع رہتی تہی اور اس کے صرف کرنے کا اختیار مطلق طور پر خلیفہ کو حاصل ہوتا تہا جس طرح وہ چاہتا اُس رقم کو خرچ کرتا کیا اس بات سے آگاہ ہونے کے بعد بہی اگر یہ بیان کیا جائے کہ فلاں خلیفہ نے ایک شاعر کو ایک لاکہ درہم یا دس ہزار دینار صلہ میں دید یئے تو ہمیں حیرت ہوگی؟ حالانکہ ہم زمانہ کے اہل دولت کو دیکہتے ہیں کہ وہ صرف ایک قدیم زمانہ کی تصویر ایک لاکہ گنی کو اور آثار قدیمہ کا ایک چہوٹا سا ٹکڑا نصف ملین یا پورے ایک ملین گنی کو خرید لیتے ہیں یہ سب بے انتہا دولتمندی کے نتائج ہیں اور آجکل کی حکومتوں میں سے کوئی حکومت ایسی نظر نہیں آتی جس کے خزانہ میں بجز نادرات کے ایک ملین پونڈ زائد بچ رہتا ہو حالانکہ عہد عباسی کی نسبت اس زمانہ کی گورنمنٹوں کے ذرائع آمدنی بہی بہت زیادہ ہیں صرف دولت انگلشیہ کی حالت مثال کے طور پر لے لیجیئے جو کہ سب سے بڑی گورنمنٹ اور بہ نسبت اوروں کے ہم سے اسوقت قریب تر ہے سال ۱۹۰۸ء میں اس کی آمدنی بتفصیل ذیل بارہ کروڑ پونڈ تک پہنچگئی تہی۔

	پونڈ
مسکرات تنباکو اور چائے کے محصولوں سے	۲۲۰۰۰۰۰۰
مسکرات اور سمیات وغیرہ کی فروخت لیسنوں کی آمدنی سے	۳۲۰۰۰۰۰
نقد آمد مال کے محصولات سے	۱۸۵۰۰۰۰۰
اسٹامپ ڈاک سے	۱۳۰۰۰۰۰۰
محصول تار برقی کی آمدنی سے	۳۰۰۰۰۰۰
کاغذات اسٹامپ کے محاصل سے	۸۵۰۰۰۰۰
میزان	۹۷۰۰۰۰۰۰ پونڈ

اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ۴/۵ حصہ اس گورنمنٹ کی آمدنی کا ایسے مدوں سے تعلق رکہتا ہے جن کا عباسی حکومت کے دور میں نام ونشان بہی نہ تہا۔

موجودہ زمانہ کے گورنمنٹوں کی زیادہ تر یہ حالت ہے کہ ان کی آمدنی مصارف کے ہم پلہ ہوتی ہے یا

(۱) ابن اثیر جلد ۵ - صفحہ ۲۰۷۔

ایک بہت قلیل رقم اُنہیں باقی بچتی ہے جو شاذ و نادر حالتوں میں ایک ملین پونڈ سے زائد ہوتی ہوگی۔ ورنہ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ لڑائیوں وغیرہ کے مصارف کا بار سر پر آپڑنے سے خرچ کی مقدار آمدنی سے بڑھ جاتی ہے جیسا کہ انگلشیہ گورنمنٹ کو جنوبی افریقیا میں جنگ چھڑ جانے سے پچھلے سالوں میں پیش آیا اور وہ قرض لینے پر مجبور ہوئی جو ایک مشہور بات ہے پس ہم کو معلوم کرنا چاہیئے کہ عباسی حکومت کے گوشوارہ اور اس زمانہ کی گورنمنٹوں کی بجٹ میں ایسا بڑا فرق کن اسباب سے واقع ہوتا ہے اور یہ بات اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتی جبتک کہ ہم عباسیوں کی دولتمندی کے اسباب نہ بیان کریں جو حسب ذیل تھے:۔

عباسی ثروت کے اسباب

یہ ایک بدیہی قضیہ ہے کہ ایسی دولتمندی اس وقت تک نہیں حاصل ہو سکتی جبتک کہ آمدنی زیادہ اور خرچ کم نہ ہو اور جس ثروت کی جانب ہم اشارہ کرتے ہیں اس سے وہ باقی رقم مراد ہے جو آمدنی سے خرچ کو منہا دینے کے بعد بچتی تھی اس لئے ہم کو آمدنی کے ابواب سے بحث کرنی ضروری ہے جو ملکی محصولوں کے مصادر تھے اور خرچ کے مدوں کی تحقیقات کرنی ہے جو مصارف کے راستے تھے پھر ہم ان دونوں کے مابین جو فرق ہوگا اسے دیکھتے ہوئے پہلی مد کی زیادتی اور دوسری مد کی کمی کے اسباب بیان کریں گے۔

جبایت کے مصادر

اوائل ہجرت میں جبایت کا انحصار صرف زکوٰۃ کی آمدنی پر رہا۔ واقعہ بدر کبریٰ کے بعد مال غنیمت کا سلسلہ شروع ہوا اور اس کے بعد جزیرہ عرب کے جن عیسائیوں اور یہودیوں سے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے صلح کی اُن پر جزیہ مقرر کیا (پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد تک جبایت کے صرف یہی تین مصادر تھے۔ زکوٰۃ۔ غنائم اور جزیہ مگر جب وقت ممالک شام عراق اور مصر میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہو چلا تو مسلمانوں نے اراضی پر عشر اور خراج اور تجارت پر مکس (ایک قسم کا ٹکس تھا) بھی قائم کیا اور بنی اُمیہ کے عہد تک ملکی محاصل کی یہی اضافہ شدہ مدیں موجود تھیں جن پر اُنہوں نے بہت سے غیر قانونی ٹکس اور بھی بڑھا لئے تھے اور بہت سختی کے ساتھ ان کو رعایا سے وصول کرتے تھے بنو امیہ نے اپنے ایام حکومت میں جو نئے ٹکس جاری کئے تھے ان میں سے ایک جہلیوں کا ٹکس تھا اس کو محمد بن مروان نے ۷۳ھ میں قائم کیا جب کہ وہ ارمینیہ کا والی (گورنر) تھا(۱) اور ہمارا خیال ہے کہ جہازوں اور کشتیوں سے وہ ایک وصول

(۱) ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۹۶ ۔

کرنے کی ابتدا بھی بنو امیہ نے کی جو دریاؤں میں آمد و رفت کرنے والوں جہازوں سے وصول کیا جاتا تھا اور معدنی پیداوار کا پانچواں حصہ لینا بھی اموی گورنمنٹ کی اختراعات میں شمار کرنا چاہیئے اس کے بعد آمدنی کی مدیں بڑھتی اور شاخ در شاخ ہوتی رہیں حتےٰ کہ عباسی عہد حکومت میں ان کی متعدد قسمیں قرار پائیں جو در اصل گیارہ سے زائد نہیں ہوتیں اور وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) صدقہ یا زکواۃ (۲) جزیہ (۳) خراج (۴) مکوس (تجارت کا ٹکس) (۵) ملاحات اور سماک (۶) اعشار السفن (جہازوں کا عشر) (۷) معدنی پیداوار کے خمس (۸) جنگی (محصول در آمد)۔ (۹) ٹکسال کی آمدنی۔ (۱۰) غلہ کی بٹائی (۱۱) دستکاریوں کے ٹکس۔

اور ان کے سوا اور بھی چند قسمیں جو انہیں کی شاخیں تھیں مگر ثروت کی زیادتی میں معتد بہ رقم خراج کی ہوتی تھی اسی لئے بنو عباس کے دور میں تمام آمدنیوں کی مجموعی رقم کا صرف ایک نام "خراج" رکھدیا گیا تھا جسکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ جز کا اطلاق کل پر کیا گیا۔ پس جس وقت وہ بیان کرتے تھے کہ ملک فارس کا اتنا اتنا خراج آتا تھا تو اس سے ملکی محاصل کی مجموعی رقم مراد ہوتی تھی جو کئی مدوں سے ہوا کرتی تھی اسی بنا پر ہم پہلے "خراج" ہی کے بارہ میں بحث کرینگے اور عباسیوں کے پہلے دور میں اسکی کثرت کے اسباب بیان کرنے کے بعد دوسری مدوں کی جانب صرف مختصر طور پر اشارہ کر دیں گے۔

کثرت خراج کے اسباب

خراج اس آمدنی کو کہتے ہیں جو زمین پر یا اسکی پیداواروں پر مقرر کی جائے اور عباسی حکومت کے عہد میں اسکی کثرت کے بہت سے سبب تھے جنمیں سے چار اہم اسباب حسب ذیل ہیں :-

۱- **عباسی قلمرو کی وسعت**۔ چونکہ ملکی آمدنی کا اعتبار خراج کی رقم سے کیا گیا ہے اس لئے اوسکا بڑھنا ملک کے زمینی رقبہ کی وسعت اور سرزمین کی سیر حاصل ہونے پر منحصر ہوگا عباسی حکومت کے ابتدائی دور میں مملکت اسلامی کی وسعت اتنی بڑی ہوئی تھی کہ قدیم تمدن کے ممالک میں سے (خصوصاً جب کہ ہم ملک اسپین کو بھی اس میں داخل شمار کریں) بجز اسکندر اعظم کی مملکت کے کہ یہ اس کے ہم پلہ گذری ہے اور کوئی مملکت اوسکا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

عباسی قلمرو کی پیمائش کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ ہم ان ملکوں کی مساحت معلوم کریں جو موجودہ زمانہ میں اس کی جگہہ پر قائم ہوئے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں :-

مملکت عباسیہ کی پیمائش

(تیسری صدی ہجری میں)

ملکوں کے نام	اسوقت کس گورنمنٹ کے ماتحت ہیں	انکی پیمائش میلوں کے حساب سے
تمام ملک ایران	شاہ فارس	۶۲۸۰۰۰
افغانستان	خود مختار	۲۱۵۰۰۰
بلوچستان	انگلستان	۱۳۰۰۰۰
سندھ	//	۴۸۰۰۰
روسی ترکستان (صرف)	روس	۲۵۷۰۰۰
کارکیشیا (تفلس)	//	۱۵۳۰۰
ارمینیہ اور کردستان	ٹرکی	۷۲۵۰۰
عراق، الجزیرہ	//	۱۰۰۲۰۵
سوریا (شام)، فلسطین	//	۱۰۹۵۰۹
جزیرہ عرب (کچھ حصہ)	//	۲۰۰۰۰۰
ملک مصر	//	۴۰۰۰۰۰
نوبیہ اور کچھ حصہ سوڈان کا	سوڈان	۳۰۰۰۰۰
طرابلس الغرب	ٹرکی	۳۹۸۰۰۰
جزائر الغرب	فرانس	۱۸۴۵۰۰
ٹونس	//	۵۱۰۰۰
مراکش	خود مختار	۲۱۹۰۰۰
	(میزان کل)	۳۲۸۰۱۴ ۳ میل مربع

اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ عباسی مملکت کی مساحت تیس لاکھ اٹھائیس ہزار چودہ مربع میل تھی جو تقریباً تمام یورپ کی مساحت کے برابر ہے پس اگر تمام یورپ کے ملکوں کا خراج مسلمان لوگ ہی تحصیل کرتے تو وہ ان کی مملکت کے خراج سے کسی طرح زائد نہیں ہوسکتا تھا پس اس بات پر غور کرنا چاہیے

کہ جس ملک میں آجکل دنیا کی عظیم الشان طاقتیں موجود ہیں وہ کس قدر وسیع ہے اور کتنے ملک اس میں شامل ہیں پھر اگر ان سلطنتوں کا اعتماد ملکی آمدنی میں سے صرف خراج ہی پر ہوتا تو کبھی ان کا کام نہیں چل سکتا تھا لہذا ان کے مصارف کا مدار زکات کے ٹیکسوں اور درآمد مال کے محصولوں پر رہتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

علاوہ بریں اسلامی قلمرو کی ثروت کا سبب صرف اس کی وسعت کو قرار دینا بھی کافی سبب نہیں ہوسکتا کیونکہ سلطان سلیمان قانونی کے زمانہ میں حکومت عثمانیہ کی مملکت قریب قریب عباسی مملکت کے برابر وسیع ہوگئی تھی لیکن اس کے ملکی محاصل ایک کروڑ بچاس لاکھ فرانک سے نہیں بڑھے تھے پس معلوم ہوا کہ عباسی ثروت کے اسباب کچھ اور تھے جو لوگوں کا زراعت کے کاروبار میں مشغول ہونا لگان کی زیادتی بھاری محصولوں کا تقرر اور آسامی کا سیر حاصل ہونا یا اس کے علاوہ اور امور ہو سکتے ہیں۔

۲۔ لوگوں کا زراعت میں مشغول ہونا۔ ہم امویوں کے عہد میں بیت المال پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو بیان کر چکے ہیں کہ ان کے عمال مزاجگذار لوگوں اور مالکان اراضی پر کسقدر ظلم و ستم روا رکھتے تھے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا نے کاشتکاری کا پیشہ ترک کرنا شروع کیا اور آباد زمینیں پرتی بنگئیں پھر ممالک عراق و فارس اور مملکت اسلامی کے دیگر اطراف میں فتنہ و فساد برپا ہوجانا اور خانہ جنگیوں کا پھوٹ پڑنا اسپر اور بھی طرہ ہوا جس کے سبب سے لوگوں نے عمداً حکومت کی مالی آمدنی گھٹا دینے کے لئے زراعت کو ترک کردیا تاکہ وہ اسطرح اس سے ان مظالم کا بدلہ لے سکیں جو ان سے یا اس کے عمال کے ہاتھوں سے اونپر ہوئے تھے کیونکہ ان کو اس کام میں بہت کم ذاتی فائدہ ہوتا تھا اس لئے ملک کا بیشتر حصہ غیر آباد ہوگیا (۱) جن میں ذمیوں کے باغات اور غلوں کے مزرعے سب کچھ شامل تھے عباسیوں نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھوں میں لیکر عدل و داد کو اپنا شعار بنایا ذمیوں اور موالی کے ساتھ بہت سی رعائتیں کیں انکو انکے مالوں جانوں اور حقوق کی جانب سے مطمئن بنایا اسلئے پھر ان لوگوں نے کاشتکاری کو ترقی دی اور اپنے کاروبار کو بخوبی کرنا شروع کیا۔

بنی عباس کے ابتدائی خلفاء کو ملک میں امن و امان قائم رکھنے اس کو آباد بنانے اور اس کے اصلی باشندوں ذمیوں اور موالی کے ساتھ رعایتیں کرنے کا بہت کچھ خیال رہتا تھا خلیفہ منصور اپنے ظالم جابر عاملوں کے حالات کی سخت تحقیقات کیا کرتا ان کی تمام دولت ضبط کرکے انہیں معزول کردیتا۔ اور انکی جگہ دوسرے متدین اور نیک چلن لوگوں کو عامل مقرر کرتا خلیفہ منصور ان ظالم عاملوں کی جو املاک یا دولت ضبط کرلیا کرتا وہ ایک جداگانہ خزانہ میں جمع رہتی تھی جسکا نام اس نے بیت المال المظالم

(۱) فخری صفحہ ۱۵۷۔

رکھ چھوڑا تھا۔(۱) اوس نے سلطنت کے اطراف میں مخبر اور پرچہ نویس متعین کر رکھے تھے جو اس کو تمام خبریں اور غلہ کے نرخ تحریر کرتے رہتے تھے اس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی پر زبردستی نہ کرنے پائے چنانچہ اس کو قاضیوں کے فیصلوں۔ والیوں کے برتاؤں اور بیت المال میں جمع ہونے والے ملکی محاصل کی رقموں وغیرہ ہر ایک واقعہ کی برابر خبر ملتی رہتی تھی اگر اجناس کے نرخ کا تغیر معلوم ہوتا تو اس کا سبب دریافت کرنیکی کوشش کرتا۔ کسی قاضی کے فیصلہ میں شک پیدا ہوتا تو اس سے جواب طلب اور غلطی پر ملامت کیا کرتا تھا۔(۲)

وہی موالی جو بنو اُمیہ کے دور میں زرخرید غلاموں سے بھی بدتر حالت میں پہنچ چکے تھے عباسی عہد میں دولت اور خلافت کے سچے جان نثار بن گئے ایک خلیفہ دوسرے خلیفہ کو ان کے ساتھ مراعات کرنیکی وصیت کر جاتا اور خاصکر خراسان والوں کے ساتھ رعایت کرنیکی تاکید کرتا تھا خلیفہ منصور نے اپنے بیٹے خلیفہ مہدی کو وصیت کی تھی کہ "اپنے موالی کی حالت پر عنایت کی نظر رکھنا ان کے ساتھ ہمیشہ احسان کرتے رہنا انہیں اپنا مقرب بنانا اور جس قدر ممکن ہو ان کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارا مادہ ہیں اگر تم پر کوئی مصیبت نازل ہوگی تو وہی کام آئینگے اور قوت پہنچائینگے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ خراسان والوں سے عمدہ سلوک کرنا وہ لوگ تمہارے معین و مددگار ہیں انہوں نے تمہاری حکومت قائم کرنے کے لئے اپنا مال اور اپنی جانیں نثار کی ہیں"(۳) خلیفہ مامون وغیرہ نے بھی ایسی ہی وصیتیں کی تھیں خلیفہ منصور تمام دن خراج کی آمدنیوں حکومت کے مصارف۔ اور رعایا کے معاش کی درستی کی نگرانی اور ان کے باامن و امان رکھنے کے لئے عنایت آمیز برتاؤں میں مصروف رہا کرتا تھا اوسنے اپنے ولیعہد بیٹے کو ایک وصیت یہ بھی کی تھی کہ "جان پدر! حکومت بغیر خدا ترسی کے ٹھیک نہیں ہوتی اور رعیت بلا اطاعت کے درست نہیں رہتی یاد رکھو کہ کسی بات سے ملک میں اتنا آباد نہیں ہوتا جتنا کہ انصاف سے" اگلے عباسی خلفاء کے عدل و داد اور خدا ترسی اور مہربانی کی بہت سی دلیلیں پائی جاتی ہیں، خلیفہ مہدی دربار عام کر کے ان لوگوں کی نالشیں سنتا تھا جو اس کے عاملوں قاضیوں اور خاص اسکے کنبہ والوں کی شکائت کیا کرتے اور سب کا پورا پورا انصاف کرتا تھا خلیفہ رشید کے عدل کے حالات شمار میں [illegible] ہیں اسکے سامنے ظلم کا نام بھی لیا جاتا تو وہ خوف خدا سے تھرا کر رو دیا کرتا اسکی چند مثالیں ہم [illegible] ہیں خلیفہ رشید نے ابو العتاہیہ شاعر کو قید کر دیا تھا اور اسپر کوئی سے مقرر کر دیئے تھے کہ جو بات وہ کہے فوراً اسکی خبر دیں ان لوگوں نے ایکدن ابو العتاہیہ کو اپنے جیلخانہ کی دیوار پر یہ دو شعر تحریر کرتے دیکھا

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۔ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۴۰۳ (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۸

اما واللہ ان الظلم لؤم
وما زال المسیئ ھو الظلوم
الی دیان یوم الدین نمضی
وعند اللہ تجتمع الخصوم

ہوشیار ہو جاؤ خدا کی قسم بیشک ظلم ایک بری بات ہے اور ظالم ہی ہمیشہ بدکار ہوا کرتا ہے۔
ہم روز جزا کے مالک کے پاس جائینگے اور خدا کے سامنے باہم خصومت کرنیوالے لوگ جمع ہونگے وہ کہ اونکا انصاف کرے گا۔

رشید کو اس واقع کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگا اور ابوالعتاہیہ کو اپنے پاس بلا کر اسے معافی دے دی اور ایک ہزار دینار انعام بھی دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر اس کا ایک عجیب قصہ ابوالعتاہیہ کے ساتھ مشہور ہے اور وہ یہ ہے:۔ رشید نے ایک بار عام شاہی دعوت کی جب دسترخوان چنا گیا تو اس نے ابوالعتاہیہ سے فرمائش کی کہ اس وقت جس آرام و آسائش سے ہم بہرہ ور کیے گئے ہیں اس کی توصیف (نظم میں) کرو۔ ابوالعتاہیہ نے کہا:۔

عش ما بدا لک سالماً
فی ظل شاھقة القصور
یسعی علیک بما اشتہیت
لدی الرواح وفی البکور
فاذا النفوس تقعقعت
فی ظل حشرجة الصدور
فہناک تعلم موقناً
ما کنت الا فی غرور

جب تک تیرا دل چاہے آرام کے ساتھ شاندار محلوں کے سایہ میں عیش کی زندگی اس طرح سے بسر کرلے کہ ہر شام و پگاہ تیری خواہش پوری کرنے کی کوشش جاری رہتی ہو مگر جس وقت سینہ کی پسلیوں کے پنجرہ میں طائر روح پھڑکنے لگیگا تو اس وقت بالیقین تجھ پر یہ امر کھل جائے گا کہ تو اب تک صرف دھوکے میں پڑا تھا۔ +

(یا انجام سے غافل تھا)

رشید ان عبرتناک اشعار کو سن کر رو پڑا اور فضل بن یحییٰ نے یہ دیکھ کر ابوالعتاہیہ سے ملامت کے طریقہ پر کہا۔ "امیرالمومنین نے تم کو اس واسطے بلوایا تھا کہ انہیں خوش کرو لیکن برخلاف اس کے تم نے انہیں غمگین بنا دیا" رشید نے فضل کی بات کاٹکر کہا۔ "اسکو کچھ نہ کہو اسنے ہمیں نابینائی کیطرف مائل دیکھ کر چونکا دیا ہے کیونکہ اس کو ہمارا اس سے زیادہ خطرناک حالت میں پہنسنا ناگوار گزرا"۔

"رشید" اور "مامون" کے عہد میں اس کی اتنی افراط سے مثالیں ملینگی جنکے بیان کرنے کے لئے ایک کتاب بھی کافی نہیں ہوسکتی پھر ایسے حکمرانوں کے عہد میں کیونکر عدل وداد کا رواج نہ ہوتا اور کیوں ان کے زیر حمایت زراعت میں پیداوار کی کثرت اور تجارت میں وسعت نہوتی اور کیا وجہ تھی کہ لوگ

ان کے زیر سایہ آباد ہونے اور ان کی خدمتوں میں جان نثاری کرنے کے لئے اطراف عالم سے کھنچ نہ آتے؟ انصاف کے سایہ میں ملک کا آباد نہ ہونا ہی تعجب کا مقام ہے کیونکہ وہ خداوند پاک کا ایسا سایہ رحمت ہے جس کے بغیر ملک آباد نہیں ہوتا اور انسان کو زندگی کا مزہ نہیں ملتا کسی بادشاہ کو اصلی اور حقیقی عزت اسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جبتک وہ انصاف کو اپنے کاموں کا مدار نہیں بناتا اسلئے کہ ملک کی عزت مدبر اور دانشمند تجربہ کار لوگوں سے ہوتی ہے اور ان کے بہم ہونے کا وسیلہ ہے مال۔ مال ملک کی آبادی اور سرسبزی سے حاصل ہوتا ہے اور اسکی سبیل ہے عدل (۱) پس یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ عدل ہی حکومت کی بنیاد ہے۔

مملکت عباسیہ کے آباد ہونے میں بڑی مدد اس بات سے ملی کہ اس کے خلفاء نے اپنوں کے ویران و تباہ کئے ہوئے مزرعوں اور باغوں کو ایسے لوگوں کی سپرد کرتے رہنے کی کوشش کی جو اسے عمدہ طرح آباد اور سرسبز بنائیں (۲) اور اس کے علاوہ انہوں نے نہریں کھدوانے اور سیلاب آنے والی جگہوں پر بند بندھوانے میں بھی بہت کچھ توجہ صرف کی۔

(سواد) ان کی اس توجہ اور کوشش کا نتیجہ ملک کی عام سرسبزی اور کثرت پیداوار برآمد ہوا خصوصاً ملک سواد (یا عراق) کی حالت بہت اچھی ہوگئی یہ ملک دنیا کے ممالک میں اول درجہ کا سیر حاصل اور شاداب ہے چنانچہ اگر ہماری بیان کی ہوئی جبائت کی تفصیل پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ محض اس ایک ملک کی مالی آمدنی ۱۲ کروڑ درہم تھی جو تمام قلمرو کی مالی آمدنی سے تقریباً ایک ثلث کی نسبت رکھتی ہے شاہان فارس کے ایام میں بھی اس ملک کی مالی آمدنی بہت افراط سے ہوتی تھی چنانچہ کباد بن فیروز کے وقت میں ۱۵ کروڑ درہم (۱) اور کسریٰ بن قباد کے ایام میں اٹھائیس کروڑ ستر لاکھ درہم (۲) اور دیگر بادشاہان فارس کے ایام میں بارہ کروڑ درہم رہ چکے تھے اور یہ بھی اس رقم کے علاوہ تھی جو شاہان فارس کے دسترخوانوں کے مصارف کے لئے رعایا سے وصول کی جاتی اور جسکی تعداد تیس لاکھ درہم سالانہ تھی (۳) یہ خراج بلا کسی ظلم و جبر کے تحصیل کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ آبپاشی کے ذریعے بہم پہنچانے کی طرف بہت توجہ رکھتے تھے نہریں کھدواتے بند بندھواتے اور پل تعمیر کراتے رہتے تھے وادی فرات زمین کی سیر حاصل ہونے اور پانی کی افراط کی وجہ سے وادی نیل کی ہمصورت ہے۔ اور جس طرح دریائے نیل میں طغیانی آیا کرتی ہے اسی انداز سے فرات اور دجلہ کے دریا بھی بڑھا کرتے ہیں فرق اتنا ہے کہ یہ دونوں شمال سے جنوب کی طرف بہتے ہیں اور جاڑوں کے موسم میں چڑھتے ہیں

(۱) ابن خلدون جلد اصفحہ ۲۴۰۔ (۲) فخری صہ ۱۵۷۔

اور نیل کا بہاؤ جنوب سے شمال رخ کی طرف اور اس کے بڑھنے کا موسم گرمی کا زمانہ ہے نیز سواد کا ملک ہر سال دریا کا چڑھاؤ کم ہونے پر ٹوٹے پھوٹے پلوں اور بندوں کی درستی کا محتاج ہوتا ہے ۔

اگلے زمانہ میں دریائے دجلہ کا دھارا موجودہ زمانہ کے دھارے سے الگ تھا ان ایام میں وہ بغداد سے جنوب میں مدائن ۔ دیر ۔ عاقول ۔ جرجرایا اور جابول ہوتا ہوا ماذرایا تک سیدھا جاتا تھا اور وہاں سے پچھم رخ گھوم کر عمودی چال سے فم الصلح اور واسط سے گذرتا ہوا ترائی میں گر کر فرات کے ساتھ ملجاتا تھا پھر وہ دونوں ملکر " کانے دجلہ " سے بصرہ کے قریب ملتے تھے اور وہاں سے بہہ کر خلیج فارس میں عباد ان کے قریب گرتے تھے اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا کہ وہ مقام ماذرایا سے شرقی رخ کو پھر گیا اور بعد ازاں جنوب شرقی گوشہ کی سمت بہنے لگا جسحالت پر آجکل قائم ہے فرات کی دو شاخیں تھیں ایک کوفہ کے پہلو میں ہوکر نکلی تھی اور دوسری اسکی شرقی سمت میں اور یہ دونوں شاخیں ترائی میں جاکر گرتی تھیں ۔

(**بطائح**) بطائح ترائی کی ان سرزمینوں کو کہتے ہیں جن میں پانی کے چکر جابجا اور کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہوں یا بارش اور دریا کی طغیانی کے دنوں میں وہ پانی کے اندر ڈوبی رہتی ہوں یہ اراضی ملک عراق کے اس نشیبی حصہ میں واقع تھیں جو کوفہ اور بصرہ کے مابین ہے اس ترائی کے پیدا ہونے کا سبب یہ تھا کہ " قباد فیروز " شاہ فارس کے ایام میں مقام کسکر کے قریب دریائے دجلہ میں بڑے زور کا سیلاب آیا تھا اس کی روک تھام کی کوئی فکر نہیں کی گئی اور اسکے پانی نے پھیلکر اپنے دونوں کناروں کی بہت سی آباد زمین کو ڈوبا دیا مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کا زمانہ آیا تو اس نے بند بنواسکے اور پانی کا پھیلاؤ روک کر دریا برو زمین کو آبادی اور زراعت کے قابل بنایا اس کے بعد اسکا بیٹا پرویز مالک تخت و تاج ہوا تو اس کے ایام میں بھی فرات اور دجلہ دونوں دریاؤں میں پھر سخت سیلاب آیا یہ ایسا زمانہ تھا کہ اس سے پہلے ایسے بڑے سیلاب کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا پانی کے بہاؤ کا وہ زور تھا کہ دور دور تک زمین کو کاٹتا اور تباہ کرتا گیا پرویز نے اس سیلاب عظیم کا زور توڑنے کی بیحد فکر کی اور صرف ایک دن میں چالیس بند بنوائے مگر پانی کسی طرح نہیں رکا مجبوراً اسے اپنی حالت پر چھوڑ دیا ابھی یہ صورت قائم ہی تھی کہ مسلمانوں نے ملک عراق پر فاتحانہ حملہ شروع کر دیا اور اہل فارس ان کے مقابلہ میں پھنس گئے سیلاب کی یہ کیفیت تھی کہ وہ جدہر رخ کرتا زمین کو درہم برہم کرتا چلا جاتا اور کسی کو اس کے روکنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی کسان لوگ اس کے روکنے سے عاجز تھے اس لئے پانی بڑھتا گیا اور دریا برد اراضی وسیع ہوتی گئی (۱) مگر باوجود ان امور کے اس ترائی کی زمین کا خراج

(۱) قدامہ ۲۴۰ ۔

بہت زیادہ تہا چنانچہ معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت میں عبداللہ بن دراج نے اس اراضی سے پچاس لاکھ درہم کی توفیر حاصل کی (۱) مگر اموی حکمرانوں نے اس سرزمین کی اصلاح کرنے اور دریا بردار اراضی سے نفع اٹھانے کی طرف بہت کم توجہ کی حجاج بن یوسف ملک عراق کا گورنر مقرر ہوکر جنگ و جدل میں پہنس گیا اور وسائل آبپاشی کی طرف متوجہ ہوکر ان کی اصلاح نہیں کرسکا اوس کے ایام میں ایک اور سیلاب بہی آیا جس نے ترائی کا خطہ پہلے سے نسبتاً اور بڑہا دیا حجاج نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو اس حادثہ کی اطلاع دی اور اسکے روکنے واسطے بند بنوانے کا تخمینہ پیش کیا جس کے مصارف "میں لاکھ درہم تخمینہ کئے تہے ولید نے اس تخمینہ کو بہت زیادہ تصور کیا تو اس کے بہائی مسلمۃ بن عبدالملک نے کہا۔ "اچہا اگر آپ اس شرط کو منظور کریں کہ جن نشیبی زمینوں کے اندر اب پانی رہا کرتا ہے ان کے خراج کی آمدنی مجہ کو عطا فرمائے گا تو میں اپنے ذاتی روپیہ سے اسکے بند بنوا تا ہوں اور آپ کے معتمد لوگوں کے ہاتہوں تمام مصارف کئے جائینگے" ولید اس بات پر راضی ہوگیا اور مسلمہ کو بہت سی سرزمینیں اور کئی ایک پرگنے اصلاح پر مل گئے مسلمہ نے دو نہریں کہدوائیں جنکا نام "سیبین" رکہا اجارہ داروں اور کاشتکاروں کو جمع کیا اور وہ سب اراضیاں آباد ہوگئیں چنانچہ ولید کو بہی اور اس کے بعد ہشام اس کے بیٹے کو اس سرزمین سے بہت بڑی مالی آمدنی ہوئی اور بنی امیہ کے اخیر وقت تک لوگ اسی دستور کے پابند رہے (۲) جسوقت خلافت کی باگ عباسیوں کے ہاتہوں میں آئی اور انہوں نے ملک عراق کو اپنی قلمرو کا مرکز اور دارالخلافت قرار دیا تو انہوں نے اپنی تمام توجہ وہاں کی زمین کو آباد بنانے اور نہریں کہدوانے اور پلوں کی تعمیر کرانے میں صرف کی یہانتک کہ سرزمین سواد میں نہروں کا جال بچہہ گیا اور دجلہ و فرات کے بیچ کی سرزمین ایک غیر ممیز گنجان سواد بن گئی جس میں دریائے فرات کے کاٹ کر نہریں لائی گئی تہیں (۳) اسی اندازہ پر ملک عراق کے تمام ضلعوں کا حال قیاس کرنا چاہیئے ملک عراق کی سرسبزی اور ارزانی صرف عباسیوں کے عہد میں ہوئی اور لوگوں کا باطمینان کاروبار میں مصروف ہونا اور خلفا کا زمین کے قابل زراعت ہونیکے ساتہہی اس کی آبادی میں کوشش کرنا اس بات کا موجب تہا۔

(خراسان) - جن ملکوں میں خراج کی آمدنی بہت افراط کے ساتہ ہوتی تہی منجملہ ان کے ایک ملک خراسان بہی تہا وہاں کی زمین علاوہ سیر حاصل ہونے کے بہت وسیع بہی تہی اور خراسانی لوگ عباسی حکومت کے بہت بڑے مددگار اور جاں نثار تہے صرف خراسان کا خراج تقریباً ۴ کروڑ درہم تہا اور ملک عراق کا خراج اسپر اضافہ کیا جائے تو دونوں کی میزان مل کر تقریباً تمام قلمرو کی نصف آمدنی کے برابر

(۱) ماوردی ۱۷۱ - (۲) قدامہ ۲۴۱ - (۳) اصطخری ۸۳ -

ہوگی اسوجہ سے بنو عباس کی توجہ اپنے عروج کے ایام میں انہیں دونوں ملکوں اور تیسرے ملک
حجاز کی طرف زیادہ رہتی تھی عراق پر مالی آمدنی کے خیال سے توجہ تھی اور خراسان پر مالی آمدنی اور
جاں نثار سپاہیوں اور ارکان سلطنت کے وہاں سے دستیاب ہونے کے لحاظ سے باقی رہا حجاز اسکی جانب
نظر عنایت ہونیکی وجہ یہ تھی کہ خلافت کے استحکام کا مصدر اور بیعت کو قائم رکھنے والا دراصل وہی ملک تھا اس
زمانہ میں ملک خراسان کے خوب آباد ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ مقدسی نے عراق کے شہروں کا ذکر کرتے
ہوئے اثنائے کلام میں کہا ہے اور وہ اس کی آبادی کا حال ذرا مبالغہ کے ساتھ لکھتا ہے "یہ ملک بغداد
کے شہر ہیں مگر خراسان میں بہت سے گاؤں ایسے واقع ہیں جو ان شہروں سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں (۱)"۔
اکثر اوقات عباسی خلفاء تمام قلمرو کو خراسان ہی شمار کرتے تھے (۲)۔

خراسان کی ولایت میں بلاد ماوراء النہر بھی داخل تھا جو حد سے زائد سیر حاصل اور شاداب مقام تھا ابن حوقل
اس کے بارہ میں لکھتا ہے "میں نے تمام اسلامی قلمرو میں کسی شہر کی ظاہری صورت اتنی اچھی نہیں دیکھی اور
نہیں سنی جتنی شہر بخارا کی ظاہری صورت حسین معلوم ہوتی ہے اگر وہاں کے پرانے قلعوں پر چڑھ کر اپنے
گرد وپیش نگاہ ڈالی جائے تو دور دور تک ہر طرف صرف ہرے بھرے باغوں کے درختوں پر نظر پڑے گی
جنکی سبزی آسمان کی نیلی رنگت کے کنارہ سے ملی ہوئی معلوم ہوگی اور نظر آئیگا کہ گویا آسمان ایک نیلگوں
شامیانہ ہے جو سبز مخملی فرش پر تنا ہوا ہے اور ان کے بیچ بیچ میں شفاف مکانات اور عمارتیں اس طرح چمک
رہی ہیں جیسے ملعبہ کی ڈھالیں یا علوی ستاروں کے نورانی اجرام جو مستوی اور سطح باغوں کے آئینہ
کی طرح ہموار زمین پر جڑے ہوئے ہیں" اور وہ کہتا ہے "جن مقاموں کو روئے زمین کے خوشنما منظر کہا جاتا
ہے وہ سمرقند کا شہر سغد اور نہر ابلہ اور غوطہ دمشق ہیں (۳)" اور اس کے سوا اس پر رونق عہد میں تمام اسلامی
شہروں کی آبادی بھی ایسی ہی دلفریب تھی (دیکھو مملکت اسلامیہ کا نقشہ جو اس کتاب میں درج کیا گیا ہے)

(مصر) عباسی حکومت کے زیر سایہ ملک کی آبادی میں ترقی ہونے کا حال کچھ حیرت خیز امر نہیں ہے
اس میں کلام کہ عدالت امن وامان کی باعث ہے اور جب لوگ اپنی جانوں اور حقوق کو محفوظ پاتے ہیں تو دلجمعی
ہو کر کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں ملک آباد اور اہل ملک خوشحال ہوں تو خراج کا زیادہ ہونا بھی یقینی
امر ہے اس کے متعلق صرف ملک مصر کی حالت اور اس کے ملکی محاصل کی تاریخ کا اعتبار کر لینا کافی ہوگا مورخین
عرب کے متفقہ بیان کی سند پر اسلامی فتح کے وقت مصر کے باشندوں کی تعداد دو کروڑ آدمی تھی جسکو
ان دنوں کے لوگ دور از قیاس تصور کرتے ہیں اور ناممکن بتاتے ہیں اس مردم شماری کو زیادہ تعجب سے

(۱) مقدسی ۱۲۲ ۔ (۲) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۵۵ ۔ (۳) ابن حوقل ۳۴۵

دیکھنے والے پچھلی صدی کے لوگ تھے چنانچہ ڈاکٹر "کلوت بک" نے وادی نیل کی مردم شماری کا اندازہ اہل عرب کے خیال سے بیس ملین آدمی بیان کرکے اسپر اپنی رائے یوں ظاہر کی ہے کہ "یہ بات بعید الاحتمال ہے کیونکہ اس سرزمین کی قدرتی کیفیت ہرگز اسبات کو برداشت نہیں کرسکتی کہ وہاں کی مردم شماری مذکورہ تعداد کی ایک تہائی سے بھی بڑھ سکے (۱)" اور ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وادی نیل کی مردم شماری اس کے نصف یعنے دس ملین سے بھی زائد ہو چکی ہے اور برابر بڑھتی جاتی ہے -

ڈاکٹر "کلوت بک" نے مذکورہ بالا مردم شماری کو اس وجہ سے زائد تصور کیا کہ ان کے عہد میں جبکہ انہوں نے اپنی کتاب تصنیف کی ہے یعنے ۱۸۴۰ء میں مصر کی مردم شماری صرف تین لاکھ تھی اسکے علاوہ انہوں نے وادی نیل کی اس مردم شماری پر بھی حیرت ظاہر کی ہے جو خدیو محمد علی پاشا کے عہد میں تھی اور وہ ممالیک کے عہد سے بہت بڑھی ہوئی تھی جسکی وجہ محمد علی پاشا کی مشہور عدالت اور ملک کو آباد رکھنے کی خواہش کہی جاسکتی ہے اور ان سے قبل امرائے ممالیک کے ایام میں مصر کے باشندوں کی تعداد بیس لاکھ سے زیادہ نہ تھی اور ہمارا گمان ہے کہ ان دنوں زمین کا زیر کاشت رقبہ بھی ایک ملین فدان سے کچھ ہی زیادہ رہا ہوگا ہمارے اس خیال کی وجہ امرائے ممالیک کا ظلم وستم ہے جو یقیناً ملک کی تباہی اور قلت آمدنی اور کمی آبادی کا موجب ہوتا ہے مگر محمد علی پاشا اور ان کے جانشینوں کے سایۂ معدلت میں وہاں کی مردم شماری اور زیر کاشت اراضی کا رقبہ پھر بڑھنے لگا چنانچہ اسوقت پچپن لاکھ فدان زمین پر کھیتی ہوتی ہے اور دس ملین کے قریب مردم شماری کا تخمینہ ہے جو یوماً فیوماً ترقی کررہا ہے یہ ایک طبعی امر ہے کہ ملک کی آبادی کے ساتھ ہی ساتھ ملکی محاصل کی مقدار بھی بڑھتی ہے اور یہ دونوں امر بجز اصلی انصاف کے زیر سایہ رہنے کے اور کسی حالت میں حاصل نہیں ہوتے ہمارے اس بیان کی تصدیق یوں ہوسکتی ہے کہ ملک مصر کی مختلف حالتوں پر ایک غائر نگاہ ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ ہر حکومت اور ہر زمانہ میں اس کی کیا حالت رہی تو صاف نظر آئے گا کہ ہمارا قاعدہ کس قدر ٹھیک اترتا ہے مصر کی جبائت راشدین کے زمانہ میں اسلامی دور کی سب سے بڑھی ہوئی حد کو پہنچ چکی تھی - عمرو بن العاصؓ نے عمر بن الخطابؓ کے وقت میں وہاں کا مالیہ ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تحصیل کئے مگر اس نے اسقدر خراج سختی اور جبریہ برتاؤ سے بڑھایا تھا (۲) بنی اُمیہ کا زمانہ آیا اور عاملوں کے ظلم وستم کا دور ہوا تو خراج پھر کم ہوگیا ان کے ایام میں بجز ابن حبحاب کے اور کسی عامل نے تیس لاکھ دینار سے زائد نہیں وصول کئے ابن حبحاب خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں مصر کا عامل ہوا تھا اس نے وہاں کی مالی آمدنی چالیس لاکھ دینار تک پہنچا دی کیونکہ اس نے مالیہ کے وصول کرنے میں

(۱) Apercu gen. S. l. Egypte 1. 165 (۲) ابن حوقل ۸۸

اور اس کی مقدار بڑھانے میں نہایت کوشش سے کام لیا تھا عباسیوں کا دور آغاز ہونے پر ملک مصر کی دارالخلافت سے دور دراز فاصلہ پر واقع ہونیکی وجہ سے وہاں خراج میں کچھ نمایاں زیادتی نہیں ہوسکی اور وہی حالت قائم رہی جو بنی اُمیہ کے زمانہ میں ہوتی آئی تھی پھر جس وقت عباسی حکومت کا تنزل ہونے لگا تو مصر کی مالی آمدنی اور بھی کم ہو چلی یہانتک کہ تیسری صدی ہجری کے چند ابتدائی برسوں میں وہاں کی آمدنی صرف آٹھ لاکھ دینار رہ گئی تھی پھر جبکہ ۲۵۷ھ میں ابن طولون والیٔ مصر مقرر ہوا تو اس نے وہاں کی حالت درست کرنے پر توجہ کی اور ملک کی آبادی اور سرسبزی کی تحقیقات کرائی جس کے سبب سے اسکے ایام میں مصر کی جبائت باوجود نرخ کی ارزانی کے چالیس لاکھ دینار تک پہنچگئی ارزانی کی یہ حالت تھی کہ دس اردب جَو ایک دینار کو آتی تھی (۱) بنی طولون اور اخشیدی حکمرانوں کا زمانہ ختم ہونیکے بعد مصر میں فاطمیوں کا راج ہوا تو ۳۶۳ھ میں سالہا جوہر نے ستر لاکھ دینار مالیہ میں وصول کئے (۲) اور یہ صورت اراضی کا لگان بڑھانے سے ممکن ہوئی تھی اس کے بعد خراج کی مقدار حکومتوں کے تغیر و تبدل کے ساتھ کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی رہی جنکی تفصیل موجب طوالت سمجھ کر ہم بیان نہیں کرتے۔

مصر کے جبائت کی جو سب سے آخر میں ہم کو معلوم ہوسکی وہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخری دور میں امرائے ممالیک کے عہد حکومت کے اندر ہوئی جس کا بیان اوپر آچکا ہے کیونکہ ان کے ایام میں باوجود ٹکسوں کی زیادتی [illegible] سختی برتنے کے ملکی محاصل بہت ہی کم تھے اور سنہ ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء میں گورنمنٹ مصر کی حسب ذیل مالی رپورٹ تیار ہوئی تھی۔

وارد (آمد)

میدہ - یا نصف	
۸۰۴۶۰۰۶۸	مال المیری .... دیہات اور اوقاف پر
۱۰۸۷۰۷۷۳	″ ...... ایراد پر
۲۲۶۱۱۸۰۵	″ .... دستکاریوں اور کھانیکی چیزوں پر
۲۵۰۹۰۸۱	″ .... راسوں پر (آدمیوں پر فی کس)
۱۱۶۶۵۱۷۲۷	

خارج (خرچ)

میدہ - یا نصف	
۲۹۳۹۲۴۷	بڑے عہدہ داروں کے اخراجات۔

۲۹۸۷۲۶۵۷	فوج کے .... اخراجات
۲۲۵۳۵۸۵	متفرق اور مختلف "
۸۴۳۸۹۹۴	عالموں - تعلیم اور اوقاف کے ... "
۱۳۸۹۲۱۳۹	دینی لوگوں اور جامع مسجدوں وغیرہ کے ... "
۴۲۰۷۱۶۵۴	حج کے مصارف -
۹۹۸۶۸۲۷۶ -	مصارف کی میزان جسکو اوپر والی آمدنی کی میزان سے منہا کیا جائیگا -
۱۶۷۸۳۴۵۱ -	باقی

جس باقی کیجانب اشارہ کیا گیا ہے اس کو "خزنہ" کہتے تھے اور ہر سال اسے آستانہ کو لیجاتے تھے مگر جبکہ مصر کے حاکموں نے سرکشی اختیار کی تو ان میں سے کسی نے اسے بالکل اڑا دینے کا اور کسی نے صرف کمی کرنے کا قصد کیا پھر آخر میں یہ صورت ہوئی کہ بانوے لاکھ تراسی ہزار چار سو اکیاون نصف اس طرح پر غیر معمولی مصارف کے نام سے اور بھی اُڑا دیئے جاتے تھے -

میدہ - یا نصف

۳۰۰۰۰۰۰	قاہرہ کے قلعوں کی ترمیم کے لئے
۱۵۰۰۰۰۰	تمام ملک کے " " "
۲۰۰۰۰۰۰	سکر اور اس کے برعکس چیزوں کی قیمتیں
۲۷۸۳۴۵۱	دوسرے مصارف جو شیخ البلد کے حکم سے کئے جاتے ہیں
۹۲۸۳۴۵۱	میزان -

اس لئے جبکہ اس رقم کو اوپر بیان کئے ہوئے "خزنہ" کی رقم سے منہا کیا جائے تو صرف ۷۵۰۰۰۰۰ میدہ باقی رہجاتے ہیں (۱)

بہر حال اس مقام پر ہمارے مقصود کا خلاصہ یہ ہے کہ ممالیک کے ایام میں آمدنی کی میزان کل گیارہ کروڑ چھیاسٹھ لاکھ اکیاون ہزار سات سو تائیس نصف یا میدہ تھی ایک میدہ ان ایام میں تقریباً چار سنٹیم کے مساوی تھا (۲) یا ۲۸ نصف ایک فرانک کے برابر ہوتے ہیں اس لئے اس وقت کے مصری ملکی محاصل کی قیمت فرانکوں کے اعتبار سے تقریباً اکتالیس لاکھ پچاس ہزار فرانک تھی اسکے ماسوا ان ہردنوں کے نقود کی یہ نسبت جسے ہمنے بیان کیا ہے آجکل کے نقود کی قیمت سے مختلف تھی اور اس اختلاف کا

(۱) Decript, de Egypte XII (۲) خطط التوفیقیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ -

قیاس نرخ کی ارزانی اور گرانی سے قائم کیا جاتا ہے ان دنوں بھیڑ کا ایک رطل گوشت سات نصفوں میں ملتا تھا اور ایک اردب جَی ۲۴۰ نصف میں آتی تھی (۱) لہذا اگر ہم ان چیزوں کی آجکل کی قیمت کی نسبت سے قیاس کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک میدہ یا نصف مصری قرش کے ½ حصہ کے برابر تھا اور اس اعتبار سے ممالیک کے وقت کی مصری جبائت تقریباً ۵۸۰۰۰۰۰ قرش مصری یا ۵۸۰۰۰ گنی قرار پائیگی پھر جبکہ خدیوی کنبہ یہاں کا حکمران ہوا اور اس نے ملک کی آبادی پر توجہ مبذول کی تو اس کی جبائت بھی بڑھنے لگی یہانتک کہ گذشتہ سال میں مصر کے ملکی محاصل ۱۱۸۵۰۰۰ گنی یعنے ممالیک کے وقت کی جبائت سے تقریباً بیس گنی زائد تھی حالانکہ وہی سرزمین ہے اور وہی نیل کا دریا اور ویسی ہی فصل اور اسی قسم کے موسم ہیں جو ممالیک کے عہد میں تھے پس ثابت ہو گیا کہ عدالت ہی ایک ایسا سبب ہے کہ اسکے سایہ میں آدمیوں کی کثرت اور ملک کی پیداوار اور دولتمندی میں ترقی ہوا کرتی ہے یہ ایک زبردست قانون قدرت ہے جس کے اندر کبھی تغیر آنا ممکن نہیں۔

(۳) لگان کا ثقل (بھاری ہونا)

عباسی عہد حکومت میں زمین کے مقررہ لگان کی شرح بھی ملکوں کے اختلاف کے ساتھ مختلف تھی کسی ملک میں وہاں کے پیمائشی رقبے کے اعتبار سے لگان باندھا گیا تھا اور اس کا خیال نہیں کیا گیا تھا کہ آیا تمام زمینیں زیر کاشت رہینگی یا کچھ پرتی اور اوسر بنجر بھی ہونگی بلکہ زمین کے ایک معینہ پیمائشی رقبہ پر سالانہ ایک رقم واجب الادا ٹہرادی گئی تھی خواہ اس میں کاشتکاری ہو یا نہو اور کہیں مقاسمت (بٹائی) کے لحاظ سے لگان کا تقرر ہوا تھا یعنے خراج کی رقم زمین کی پیداوار کا ایک حصہ ہوا کرتی تھی اس لئے جو اراضی زیر کاشت نہیں ہوتی تھی اُسپر خراج کا بھی مطالبہ نہیں کیا جاتا تھا ان پیمائشی اور بٹائی کے خراجوں کے مختلف مراتب اور درجے تھے جن کا مفصل بیان آگے آئیگا اور چونکہ ملک سواد (یا عراق) مملکت عباسی کا خراج کے لحاظ سے ایک قابل توجہ ملک تھا اسلئے ہم سب سے پہلے اس کا حال بیان کرتے ہیں۔

(**سواد**) جس وقت مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا ہے تو اسوقت اس کا لگان پیمائشی رقبہ یا فی جریب کے اعتبار سے وصول کیا جاتا تھا ایک "جریب" زمین ساٹھ گز مربع کو اتنی ہی گزوں میں ضرب دینے سے پیمائش کی جاتی تھی یعنے ۳۶۰۰ گز مربع زمین کا رقبہ ایک جریب ہوتا تھا۔ خاںس کر

(۱) خطط توفیقیہ جلد ۲۰ صفحہ ۵۵

جریب پر ایک قفیز غلہ اور ایک درہم نقد وصول کیا کرتے تھے (۱) قفیز جریب کا دسواں حصہ ہوتا تھا اور وہ وزن کے اعتبار سے آٹھ رطل ہوتا جس کی قیمت کا اندازہ تین درہم کیا جاتا تھا (۲) قفیز کے ذریعے لگان کا وصول کرنا زمانہ جاہلیت میں بھی عام طور پر معروف تھا اسی کے متعلق زہیر ابن ابی سلمی شاعر کا یہ قول ہے

تغل لکم ما لا تغل لاھلھا | میں تم کو وہ محاصل فائدے دیتا ہوں جو اہل عراق کے دیہات اپنے
قری بالعراق من قفیز و درھم | باشندوں کو قفیز اور درہم کے ذریعہ سے محاصل نہیں دیتے۔

پس اگر ہم ایک قفیز تین درہموں کا اعتبار کریں تو ایک جریب اراضی کا پیداوار تیس درہم قرار پائینگے جسپر چار درہم سرکاری لگان بندھتا تھا یعنے فی صدی صرف ۱۳ ۱/۳ اور یہ بہت ہلکی شرح لگان کی ہے بشرطیکہ صد ہا بلکہ ہزارہا جریب زمین غیر مزروعہ سمجھی جاتی ہوتی جس کا خراج بھی مالکان اراضی کو اسی شرح سے دینا پڑتا تھا جس وقت حضرت عمرؓ کے عہد میں ملک سواد مفتوح ہوا اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ اہل فارس کی جبایت اسطرح وصول کرتے تھے تو انہوں نے اسکے پیمایش کئے جانے کا حکم دیا اراضی کی پیمائش کی گئی اور اقسام زراعت کے اعتبار سے اس کی تعدیل بھی ہوئی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے گیہوں کی پیداوار پر اہل فارس کے ایام کا خراج بدستور قائم رکھا یعنے وہی فی جریب ایک قفیز اور ایک درہم نقد یا چار درہم چھواروں پر پانچ درہم اور جو پر صرف دو درہم رکھی اور آدمیوں پر فی کس حسب حیثیت ۱۲-۲۴ اور ۴۸ درہم مقرر کئے جس سے عورتوں اور بچوں کو خارج کر دیا تھا (۳) انکے زمانہ میں ملک عراق سے عامل وہاں کے پیمائشی رقبہ کے .... ۳۰ جریب ہونیکے اعتبار سے .... ۱۲ درہم مالیہ وصول کیا کرتے تھے راشدین کے ایام میں ملک سواد برابر آباد رہا اور وہاں کی اراضی کا زیادہ تر حصہ زیر کاشت رہتا آیا مگر جبکہ عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنہ و فساد برپا ہوا تو مسلمان لوگ خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے اور بنو امیہ کے زمانہ تک انہیں اس سے نجات نہیں ملی پھر امیر معاویہؓ اور حجاج وغیرہ کے ایام میں وہاں کا مالیہ بھی بڑھا دیا گیا تو سواد کے باشندوں نے کھیتی باڑی کا شغل ترک کر دیا جس کا بیان اوپر آچکا ہے پھر بھی باوجود اس کے حجاج نے وہاں کا مالیہ تقریباً عمرؓ کے زمانہ کے برابر وصول کیا تھا لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس نے اس کیلئے ظلم و ستم کا برتاؤ کیا ہوگا کیونکہ اراضی کے مالک سے اس زمین کا بھی خراج مانگا جاتا تھا جس کا تردد اس نے نہ کیا ہو اور جب کوئی اپنے ذمہ کا پورا لگان ادا نہیں کرتا تھا تو وہ سال بسال اس کے ذمہ قرض کے طور پر چڑھتا جاتا اور آخر میں اسپر ایک بھاری بوجھ ہو جاتا جس کے سبب سے وہ بڑی بھاری آفت میں پھنس جاتا بدیں وجہ ملک ویران ہو گیا اور وہاں کے باشندے

(۱) ماوردی ۱۶۵ (۲) ماوردی ۱۴۱-۲ (۳) کتاب الخراج قاضی ابی یوسف ۲۰ - ۹ رطل نصف سیر آٹھ رطل = ۴ شمار

گھر چھوڑ کر بھاگ گئے حجاج کے بعد بھی عراق کے اکثر عاملوں نے یہی وطیرہ اختیار کیا حتی کہ زمینداروں نے مجبور ہو کر "الجاؤ" کا ڈھنگ نکالا جسکا بیان آگے آئیگا اور یہ تمام امور اس عداوت کے علاوہ تھے جو بنی امیہ کے عربی تعصب اور غیر اقوام سے باوجود مسلمان ہونے کے بھی نفرت اور حقارت کا برتاؤ کرنے سے اہل سواد وغیرہ کے دلوں میں انکی طرف سے جم گئی تھی۔

اسی وجہ سے جبکہ ۱۳۲ھ میں خلافت کی باگ عباسیوں کے قبضۂ اقتدار میں آئی تو انہوں نے خصوصیت کے ساتھ ملک سواد کی جانب اپنی توجہ مبذول کی سب سے پہلے جس عباسی خلیفہ نے اُسپر توجہ کی وہ منصور تھا اس نے ملک سواد کی حالت پر نظر ڈالی تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ قریب قریب ویران ہو چکا ہے لہذا منصور نے یہ رائے قائم کی کہ ایسی حالت میں اس ملک پر پیمائشی رقبہ کے لحاظ سے خراج کا قائم رکھنا سخت ظلم ہے پس اس نے گیہوں اور جَو کا خراج بٹائی کے لحاظ سے مقرر کیا (اور یہی دونوں جنسیں ملک عراق کی بیشتر پیداوار میں تھیں) یعنے اس نے قرار دیا کہ اگر زمین کا تردد کیا جائے تو اس کی پیداوار سے خراج بھی وصول ہو ورنہ کچھہ نہ لیا جائے اور بہت تھوڑی مقدار غلوں اور کھجور کے باغوں اور دوسرے میوہ دار درختوں کی پیمائش کے لحاظ سے ہی باجگذار باقی رکھی (۱)، گو ہم کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ اس نے بٹائی میں بیت المال کا کتنا حصہ مقرر کیا تھا مگر ہم یہ بات جانتے ہیں کہ منصور کے بیٹے مہدی نے (جو ۱۵۸ھ سے ۱۶۹ھ تک حکمران رہا) اس کی تعیین اور تحدید کی تھی۔ اس نے ان اراضیوں میں جنکی آبپاشی بلا کسی محنت کے ہو سکتی تھی نصف پیداوار اور جو زمینیں چرس سے سیراب کی جاتی تھیں انمیں تہائی اور رہٹ سے سینچی جانے والی اراضیوں میں چوتھائی حصّے بٹائی کے قرار دیئے تھے کھجور کے درختوں انگوروں اور دوسرے میوہ دار درختوں کا خراج بدستور پیمائشی رقبہ پر قائم رکھا تھا اور ایسے درختوں کی پیداوار کو بازاروں یا منڈیوں کی دوری یا نزدیکی کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضل والے بنایا تھا۔ مہدی نے اس انتظام کو اپنے وزیر "معاویہ بن یسار" کے مشورہ سے جاری کیا تھا (۱) لہذا ملک عراق کے خراج سے تقریباً اس کی نصف پیداوار مراد تھی کیونکہ اس کی اراضی کا بیشتر حصہ بلا کسی مزید محنت کے سیراب ہوتا تھا اور گو یہ ایک بھاری لگان کی شرح تھی لیکن اسوقت میں لوگوں نے اسی کو خدا کی رحمت سمجھا تھا۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "مہدی" یا "رشید" نے مذکورہ بالا خراج پر عشر کی مقدار اور بھی اضافہ کر دی تھی پس ملک عراق کا خراج اس کی پیداوار کا نصف اور دسواں حصّہ یعنے ۶/۱۰ (چھہ بٹے دس حصہ) رعایا سے وصول کیا جاتا تھا سنہ ۱۹۲ھ تک یہ دستور قائم رہا اسکے بعد خلیفہ رشید نے عشر

(۱) ماوردی ۱۶۸۔ فخری ۱۶۴۔ اور بلاذری ۲۹۱

معاف کرکے پھر وہی نصف حصہ پیداوار کا قائم رہنے دیا (۱) سنہ ۲۰۴ھ تک ملک سواد کے باشندے برابر نصف پیداوار خراج میں حکومت کو دیتے رہے اور اس کے بعد خلیفہ مامون نے اسکی مقدار گھٹا کر صرف دو خمس کردی (۲) گویا اس نے بیس فی صدی مقدار خراج کو کم کر دیا اس نے ملک سواد کے علاوہ چند دیگر ملکوں کا خراج بھی ہلکا کردیا مثلاً ملک "رے" کہ جب وہ ۲۱۰ھ میں وہاں گیا اور کچھ دنوں قیام کیا تو اس ملک کے خراج میں تخفیف کئے جانے کا فرمان صادر کردیا۔ مامون ملک رے سے واپس ہوا اور "قم" کے باشندوں کو یہ خبر ملی کہ "رے" میں خلیفہ نے خراج کم کر دیا ہے تو انہوں نے بھی دربار خلافت میں نظر پیش کرکے اپنے ذمہ کے خراج کو کم کرانے کی درخواست دی اور خلیفہ مامون نے اسے نامنظور کیا جسپر وہ لوگ باغی ہو گئے اور خراج دینا بند کردیا جس کی مقدار ۲۰۰۰۰۰۰ درہم تھی مامون نے انپر فوجکشی کرکے انہیں مغلوب کیا اور سزا دینے کے طور پر اس سال ان سے ۷۰۰۰۰۰۰ درہم وصول کئے (۳)۔

یہاں تک جسقدر بیان ہوا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ ملک عراق کا لگان بہ نسبت راشدین کے زمانہ کے جو بلحاظ پیمائش کے تھا عباسیوں کے دور میں بہت بھاری ہو گیا کیونکہ راشدین ایک جریب اراضی پر چار درہم وصول کیا کرتے تھے اور مصری ایک فدان کے ساتھ ایک جریب کی نسبت ایسی ہے جیسی ۱۲۶۰۰ : ۴۲۰۰ - یا - ۱۰۰ : ۳۳۳ ⅓ اسلئے اگر ایک جریب پر چار درہم لگان تھا تو ایک فدان پر ۱۳ ⅓ درہم ہوگا۔ اور یہ مزروعہ زمین کا لحاظ کرتے ہوئے بہت خفیف لگان ہے لیکن اگر اس خیال سے دیکھا جائے کہ پرتی اور غیر مزروعہ اراضی پر بھی اسی حساب سے خراج لیا جاتا تھا تو یہ مقدار بہت زیادہ متصور ہو گی اور ممکن ہے کہ دونوں حالتوں میں اوسط ایک ہی برآمد ہو اسپر یوں استدلال ہوسکتا ہے کہ جو فرق عہد راشدین کے پیمائشی خراج اور اس کی کثرت کے زمانہ بٹائی کے خراجوں کی توفیر میں پایا جاتا ہے گو وہ کچھ قابل لحاظ نہیں ہے تاہم ان دنوں کے دیکھتے ہوئے ملک سواد کے وہ محصول ہمیشہ بہت گراں نظر آئینگے یہانتک کہ مامون کے عہد میں بھی انکا ثقیل ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس وقت ملک عراق میں کوئی قطعہ اراضی کا ایسا نہیں ہے جسکا لگان اس کی پیداوار کے پانچویں حصہ سے بڑھ کر ہو اور بہت بڑا حصہ وہاں کی اراضی کا ایسا ہے جسپر صرف دسواں حصہ لیا جاتا ہے لبنان کے ملک میں گو بظاہر پیمائشی رقبہ پر لگان تجویز ہوا ہے لیکن اس کی بنیاد بٹائی کے اصول پر ہے۔ کیونکہ مسلمان حکمرانوں نے وہاں کی زمین کو پیمائش کرنیکے بعد مختلف صنوں

(۱) طبری صفحہ ۶۰۷ جلد ۳ - اور ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۸ - (۲) فخری ۱۹۸ و ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۷ و طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۹۳ (۳) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱۹۳ -

اور درختوں کی کاشت اور لگانے کے اعتبار سے اسے چار قسموں پر منقسم کر دیا تھا جس اراضی میں ایک "کیل" (پیمانہ) زیتون یا ایک "بوجھ" شہتوت کی پتیاں یا ایک "بذار" "مُد" (پیمانہ) جَو یا اسی قدر کوئی جنس پیدا ہوتی تھی جس کی قیمت ۶۰ ،۳ قرش کے مساوی ہو اوسکا نام "سہم" رکھا تھا اور ہر "سہم" پر پونے اکیس قرش لگان مقرر کیا تھا اور اسطرح پیداوار پر صرف فیصدی چھ خراج کی مقدار قرار پاتی ہے۔

(مصر) ملک مصر کی حالت سیر حاصل ہونے میں ملک عراق کے قریب قریب ہے اس کا لگان بھی پیمائشی رقبہ کے اعتبار سے بحساب فدان مقرر کیا گیا تھا انکے وقت میں ایک فدان اراضی کی پیمائش ۴۰۰ قصبہ تھی ایک قصبہ تجار کے گز سے ۵ گز اور کپڑا ناپنے کے گز سے ۶ ۲/۳ گز ہوتا تھا (۱) اور آجکل گورنمنٹ مصر کے عرف (اصطلاح) میں ایک فدان ۲۳۳ ۱/۳ قصبہ کے برابر ہے اور ایک قصبہ ۵ ۳ ۵ میٹر مربع کا جسکو مربع میٹروں میں تحویل کرلینے سے ایک فدان ۴۳۰۰ مربع میٹر یا اس سے کسی قدر کم و بیش قرار پاتا ہے (۲)۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مصری لوگ بنو اُمیہ کے دور میں بسبب اضافہ لگان کیسے ظلم و ستم برداشت کرتے تھے لہذا جو وقت یہ ملک عباسی حکومت کے قبضہ میں آیا تو اس کا بیشتر حصہ بالکل ویران اور تباہ تھا جسکی اصلی وجہ بنو امیہ کے عاملوں کی سختی اور خراج کے بڑھانے میں ظلم کو روا رکھنا کہا جا سکتا ہے امویوں کے جن عاملوں نے مصر کے خراج میں اضافہ کیا ان میں عبداللہ حبحاب کا نام بہت مشہور ہے یہ ہشام بن عبدالملک کے ایام میں مصر کا عامل تھا اس نے قبطیوں پر فی دینار صرف ایک قیراط کا اضافہ کیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مگر اسکا نتیجہ بہت سخت اور عام بغاوت تھی اسکے علاوہ بھی عاملوں کی سختگیری سے مصر میں اکثر متواتر بغاوتیں ہوتی رہیں عباسیوں کی حکومت کا دور شروع ہونے پر انہوں نے بھی ملک مصر میں عامل مقرر کیے مگر چونکہ وادی نیل ان کے مرکز خلافت سے بہت دور واقع تھی اسلئے وہاں کے عاملوں کے چالچلن کی اتنی نگرانی نہیں کر سکتے تھے جسقدر کہ ملک عراق کے عمال کی کرتے تھے چنانچہ دولت عباسیہ کے آغاز اور مابعد میں بھی مصری عمال خراج میں اضافہ اور اس کے وصول کرنے میں جبر و تعدی سے کام لیتے رہے چنانچہ منصور کے آخری زمانہ ۱۵۶ھ کے اندر موسیٰ بن علی اور مہدی کے دور حکومت میں موسیٰ بن مصعب نے خراج کی مقدار بڑھا کر بہت سختی کے ساتھ اسے وصول بھی کیا (۳) ممکن ہے کہ یہ حرکت خود خلیفہ کے اشارہ سے کیگئی ہو کیونکہ جیسا معلوم ہو چکا ہے خود مہدی نے عراق کے لوگوں پر بھی خراج کا اضافہ کیا تھا۔

(۱) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ (۲) قوانین عقاریہ (حقیقت) صفحہ ۱۹۱ (۳) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۳۰۸

خلیفہ مامون کے عصر میں جو ثروت اسلامی کے کمال اور عروج کا عہد تھا مصر کا لگان ایک فدان اراضی پر دو دینار تھا (۱) اور یہ رقم زمانۂ موجودہ کے خراج پر نظر کرتے ہوئے اس اعتبار سے زائد ہے کہ اندنوں اور آجکل کے نرخ اشیاء میں بہت بڑا تفاوت ہے۔ آجکل مصر کی خراجی (لگانی) زمینوں پر محصول کی مقدار بلحاظ اسکے مدارج سیر حاصل ہونے کے جدا جدا ہے اور گو موجودہ لگان پیمائشی رقبہ کے لحاظ سے لیا جاتا ہے لیکن اسکی بنیاد دراصل بٹائی کے اصول پر ہے اندنوں ملک مصر کئی ناحیوں پر تقسیم کیا گیا ہے جن کا لگان زمین کی زرخیزی کی مختلف نوعیتوں کی رو سے جداگانہ قرار پایا ہے سب سے زیادہ سیر حاصل نواح میں ایک فدان زمین کا خراج ۱۸۰ قرش سے زائد نہیں (۲) اور ایسی زمینیں بہت ہی کم ہیں اکثر اراضیاں تقریباً فی فدان سو قرش لگان کے قابل ہیں اور بعض قطعات تو ایسے ہیں کہ اونکا لگان فی فدان صرف بیس یا دس قرش ہوتا ہے اور اگر ہم خراج کے لحاظ سے پیداوار کی حالت پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ وہ تقریباً پیداوار کا پانچواں حصہ ہوتا ہے کیونکہ مثلاً جس فدان کا لگان سو قرش ہے وہ پانچ یا چھ گنیوں پر ضمانت میں دیا جاتا ہے۔

ہم ملک مصر کے تمام فدانوں کے خراج کا اوسط نکالیں تو وہ فی فدان ۸۵ قرش سے نہیں بڑھیگا کیونکہ مصر میں تقریباً ۰۰۰۰۰۵۵ فدان زمین زیر کاشت ہے جکا لگان سال گذشتہ میں چھیالیس لاکھ بادن ہزار پانچسو ستر گنی وصول ہوا تھا (۳) اسطرح پر ایک فدان کا لگان پر تہ سے تریب ۸۵ قرش کے پڑتا ہے اور پہلے کسی جگہ اسبات کا ذکر آچکا ہے کہ اس زمانہ کا ایک قرش موجودہ زمانہ کے تین قرشوں کے برابر ہوتا ہے اسلیئے ایک فدان اراضی کا خراج دو دینار جو مامون کے عہد میں تھا اس زمانہ کے چھ دیناروں کے ہم پلہ ہوگا یا تین گنیوں کے برابر۔ لہذا مصر کا وہ خراج جو مامون کے ایام میں تھا آجکل کے محاصل سے تگنا زائد سمجھنا چاہیئے۔

مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک مصر میں خراج کا اضافہ خلیفہ مامون کے عہد کے بعد میں شروع ہوا یہانتک کہ جسوقت چوتھی صدی ہجری کے وسط میں "سپہ لار" جوہر نے اسے فاطمی خلفاء کے نام سے فتح کیا تو اس نے وہاں کا لگان ایک فدان پر ۳½ دینار پایا تھا جس کو اس نے اور بڑھا کر سات دینار کر دیا (۴) اور اس میں شک نہیں کہ یہ آخری مقدار بہت زیادہ تھی۔

علامہ مقدسی نے اپنی کتاب "احسن التقاسیم" میں تحریر کیا ہے کہ مصر میں خراج کی کوئی معین شرح

---

(۱) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۹۔ (۲) قوانین عقاریہ صفحہ ۱۶۴۔ اور اس کے بعد کے صفحے (۳) ملک مصر کے آمد و خرچ کا گوشوارہ بابت سنہ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱۔ (۴) ابن حوقل ۱۰۸ و ۲۔

نہیں ہے بلکہ کاشتکار سلطان سے پٹہ پر زمین لیتا ہے اور زراعت کرتا ہے فصل تیار ہونے پر اُسے کاٹ پیٹ اور پچھوڑ کر غلہ کی راس لگا کر چھوڑ دیتا ہے جس کے بعد سلطان کے نمائندہ اور امین آکر زمین کا محصول طے کر کے لے لیتے ہیں اور جو کچھ باقی رہتا ہے وہ کاشتکار کو دے دیا جاتا ہے" مگر یہ صورت صرف انہیں اراضیوں کے ساتھ مخصوص تھی جن کی متولیت خود حکومت لیتی تھی اون زمینوں کا کوئی مالک نہیں تھا وہ دراصل اون رومی سپہ سالاروں اور عاملوں کی ملک تھیں جو مسلمانوں سے جنگ کرنے میں قتل ہو چکے تھے یا بھاگ گئے تھے لہٰذا ان کی املاک بیت المال کا حق حلال ہو گئی تھی اور حاکم ہی اون زمینوں کو بطور خود کاشتکاروں کو لگان پر دیتا اور ان کا معاملہ غلہ یا نقد کی صورت میں وصول کیا کرتا

(دیگر ممالک) دوسرے ملکوں میں سے بعض کا لگان پیمائشی رقبہ کے حساب سے لیا جاتا تھا اور چند ملکوں کا لگان بٹائی کی شرح سے بھی وصول ہوتا تھا شلاً ملک فارس کے مقامات کا خراج تین قسموں کا پایا جاتا ہے کہیں بٹائی سے اور کسی جگہہ پیمائشی رقبہ کے لحاظ سے اور کسی مقام پر قانونی حیثیت سے خراج کا تقرر تھا تیسری قسم میں جاگیریں داخل تھیں کہ ان کے مالکوں کو ایک مقررہ رقم ادا کرنی واجب تھی جو بہت کم ہوتی تھی پھر بھی فارس کے اکثر بلاد کا خراج پیمائشی ہی رقبہ پر تھا اور ہر شہر کی حیثیت پر لحاظ کر کے وہاں کی زمینوں کا مختلف لگان مقرر کیا گیا تھا شیراز کا لگان سب مقاموں سے زیادہ ثقیل تھا(۱) وہاں ایک جریب گیہوں یا جو کی زمین پر ۱۹۰ درہم خرموں اور خربوزوں کی ایک جریب زمین پر ۱/۲ ۲۳۷ درہم۔ روئی کی اراضی پر فی جریب ۲۵۶ درہم اور چار دانق اور انگوروں کی اراضی پر فی جریب ۱۴۲۵ درہم لگان مقرر تھا اور وہاں کی جریب بڑی تھی یعنے ملک کے گزوں سے ستر گز کی ایک جریب اور نو مٹھیوں کا ایک گز ہوتا تھا(۲) اسلیئے وہاں کی ایک جریب عراق کی دو جریبوں کے برابر بھی تسلیم کر لیجائے تب بھی مذکورہ بالا خراج بہت بھاری رہیگا چوتھی صدی ہجری کے وسط میں اون ممالک کا خراج یہی تھا جس کو ہمنے ذکر کیا اور ہم کو اسباب سے آگاہی نہیں ہوئی کہ مامون کے عہد میں اس کی مقدار کیا تھی۔

اسی طرح اغالبہ کے ایام میں ممالک مغرب کا خراج بھی بہت ثقیل ہو گیا تھا عباس بن ابراہیم بن اغلب کے زمانہ میں ایک فدان کا معاملہ ۱۸ دینار تھا(۳) اور ہمارا گمان ہے کہ اس قسم کا معاملہ مالکان اراضی کو زیادہ عرصہ تک نہیں ادا کرنا پڑتا تھا بلکہ اچھے برسے برسوں اور حالتوں کے تغیر کے ساتھ اس کی مقدار بھی بدلتی رہی ہوگی ورنہ ہمیشہ اس کا تحمل ناممکن تھا۔

خلاصہ اس تمام بیان کا یہ ہے کہ گو عباسیوں کے ابتدائی زمانہ میں خراج بہت بھاری تھا

(۱) اصطخری ۱۵۷۔ (۲) مقدسی ۴۵۱۔ (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۵۔

لیکن اسی کے ساتھ اس کے ادا ہو جانے میں کسی قسم کی دقت نہیں پیش آتی تھی اور لوگ اس کے زیادہ بڑھنے کی شکائت بھی بہت کم کرتے تھے اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی عامل نے کئی ملین درہم صرف چند دنوں میں بہت آسانی کے ساتھ وصول اور جمع کر لئے ہیں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ خلیفہ مامون دمشق کی جانب گیا جہاں اس کا بھائی معتصم اس کی طرف سے عامل مقرر تھا اور اس کے پاس روپیہ کا توڑا ہو گیا تھا مامون نے اس بات کی شکائت معتصم سے کی کہ میرے ساتھ خزانہ بہت کم ہے اور مصارف کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوگی معتصم نے جواب دیا "امیر المومنین آپ مطمئن رہیں ایک جمعہ (ہفتہ) کے بعد جتنا روپیہ آپکو درکار ہو ملجائیگا" اور اس نے فوراً خراجکی رقمیں وصول کرنی شروع کیں دو تین دن بعد تین کروڑ درہم اپنی ولائت کے خراج میں سے لاکر خلیفہ کی خدمتمیں پیش کر دیئے جنکا بہت سا حصہ خلیفہ نے کھڑے کھڑے وہیں انعام واکرام میں تقسیم کر ڈالا (۱)

جبائت کے دوسرے مصادر (ذریعے)

اپنے موضوع بحث کو تمام کرنے کیلئے اگر ہم حکومت عباسیہ کے پہلے دور کی جبائت کے مصادر بھی اشارۃً بیان کر دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہو گا جو حسب ذیل ہیں :-

اول (اعشار السفن) یہ ایک اہم ٹکس (محصول تہا) جسکی آمدنی سے بہت بڑی رقم بیت المال میں داخل ہوتی رہتی تہی اور گو اس کی تفصیل ہمارے ہاتھ نہیں لگی اور نہ ہمیں اس بات کا علم ہوا کہ اس مد میں عباسی حکومت کی آمدنی کس مقدار تک ہوتی تہی لیکن اس زمانہ میں عراق اور تمام اطراف عالم (حتےٰ کہ ہند اور چین بہی) کے مابین تجارت کو ہمارے علم میں جسقدر وسعت حاصل تہی اسپر لحاظ کر کے کہا جاسکتا ہے کہ جہازات کی تعداد بہت زائد رہی ہوگی اور انپر بہت قیمتی سامان تجارت کا بار کیا جاتا تہا چھٹی صدی ہجری کے صرف ایک بصری تاجر حسن بن عباس کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ اس کے جو جہازات ہند اور چین کے دور دراز ملکوں کو جایا کرتے تھے انہیں کے محصولوں کی سالانہ مقدار ۰۰۰ ۰۰ دینار تک پہنچ گئی تہی (۲) اسی ایک تاجر کی حالت پر اعتبار کر کے اگر بصرہ یا دیگر ثغور اسلام کے تاجروں کا بھی قیاس کیا جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ بعض مقامات کی آمدنی کا بیشتر حصہ جہازات کے عشر رہے ہونگے چنانچہ چوتھی صدی میں اسی مد کا ٹھیکہ دو لاکھ دینار پر ہوا تہا (۳) اور چھٹی صدی میں

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱۴۳- ابن اثیر- ابی الفداء- اور فخری نے اس مال کی مقدار تیس ہزار ہزار درہم لکھی ہے مگر ہماری رائے میں یہہ کاتب کی غلطی ہے "مؤلف" - (۲) ابن حوقل (حاشیہ) - (۳) ابن حوقل ۴۰ -

ایک لاکھ چودہ ہزار دینار کا ٹھیکہ تھا (۱) یہ بات مخفی نہیں کہ مابعد کے زمانہ سے خاص عباسی عہد حکومت میں
لنتاً جہازوں کے عشر کی آمدنی بہت کم ہوتی تھی کیونکہ ہمنے علی بن عیسےٰ کے جریدہ (رپورٹ) میں جو
اس نے ۳۰۶ھ کے اندر خلیفہ مقتدر کے واسطے تیار کیا تھا یہ لکھا دیکھا ہے کہ "بصرہ" میں جہازوں کے
محصول کی سالانہ آمدنی بائیس ہزار پانچسو پچہتر دینار تک پہنچ گئی تھی اور پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے
کہ اس کے دو صدی بعد وہیں کے صرف ایک تاجر سے اس رقم کا کئی گنا زیادہ محصول ملتا تھا۔

دوم۔ (معدنی پیداوار کے خمس) اہل اسلام کے نزدیک معادن کی دو قسمیں تھیں ایک ظاہری
دوسری باطنی۔ ظاہری معادن وہ تھے جن کے جوہر (پیداوار) نمود اور کھلے ہوئے رہتے تھے مثلاً
سنگ سرمہ۔ نمک۔ تارکول اور نفط کی کانیں ان چیزوں میں حکومت کو حصہ لینا جائز نہ تھا بلکہ یہ سب
پانی اور ہوا کی طرح عام و خاص کے نفع اٹھانے پر وقف تھے جتنا جی چاہتا اپنی ضرورت کے موافق لے
لیتا تھا مگر باطنی معادن سے وہ کانیں مقصود تھیں جن کے جوہر ان کی تہ میں مخفی رہتے تھے حکومت انکے
نکالنے والوں سے اپنا حق لیتی تہی اور وہ برآمد شدہ جوہر کا پانچواں حصہ ہوتا تھا (۲) عباسی قلمرو
کی وسعت کے لحاظ سے اس میں سونے چاندی۔ تانبے۔ پارے۔ فیروزے اور زبرجد وغیرہ ہر ایک
دہات اور جواہر کی بے شمار کانیں موجود تھیں چنانچہ اس مقام پر ان کی چند مثالیں اور ان کے پائے
جانے کے مقامات کا ذکر ہی کیا جاتا ہے۔ خراسان میں سونا۔ چاندی۔ فیروزہ۔ سنگ مرمر۔ گل مختوم
نوشادر اور پارے کی کانیں تہیں (۳) ماوراء النہر میں سونا چاندی اور ایسے پارہ کی کان تہی جس کی
عمدگی اور کثرت کا مقابلہ کوئی معدن نہیں کر سکتا تھا (۴) بلاد فارس پر عام طور پر چاندی۔ لوہا۔ سیسہ
گندہک۔ نفط پیتل اور پارے کی کانیں تہیں اور اصفہان کے مغربی خط میں سنگ سرمہ کی کان تہی (۵)
ولایت کرمان میں ایک شہر "دمندان" نامی تھا اس کی اراضی میں۔ سونے۔ چاندی۔ لوہے تانبے
نوشادر اور پیتل کی کانیں بکثرت تہیں (۶) اسی قسم معدنی پیداواروں کے مقامات میں شمالی افریقیہ
کے سواحل پر دریا کے اندر مونگے کی کانیں تہیں اور ان سے جو مال برآمد ہوتا تھا وہ اتنا زائد ہوتا کہ محض
ایک ہی ایک جگہ سے پچاس سے اس سے زائد ڈونگیاں بہر لی جاتی تہیں اور ہر ڈونگی میں بیس رطل (۷) مونگا
سماتا تھا۔ ملک شام (سریا) میں بیروت کے قریب لوہے کی کانیں۔ حلب میں عمدہ گیرو مٹی کی کانیں
کسی اور مقام پر سنگ سرخ کے پہاڑ فلسطین میں سنگ مرمر کی اور اغوار میں گندہک کی کانیں موجود تہیں (۸)

(۱) ابن حوقل (رومشید) (۲) ماوردی ۱۸۷ (۳) مقدسی ۲۲۹ (۴) ابن حوقل ۳۴۷ (۵) اصطخری ۲۰۱۵۱

(۶) ابن الفقیہ ۲۰۶۔ (۷) ابن حوقل ۵۱۔ (۸) مقدسی ۱۸۴۔

ملک مصر کی سرزمین صعید میں پھٹکڑی کی پیداوار با فراط تہی اہل عرب اسے کانوں سے نکال نکال کر سواحل انصنا اسیوط اور بہنسا میں لاتے اور ان مقامات سے جہازوں اور کشتیوں پر بار کرکے جن ایام میں دریائے نیل جوش پر آتا تہا اسکندریہ کو لیجاتے اور وہاں فی قنطار چار سے چھ دینار تک کے نرخ سے رومی تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا کرتے تہے اندازہ کیا گیا ہے کہ بارہ ہزار قنطار کے قریب اس مال کی نکاسی ہوتی تہی اسی طرح نیل کے مغربی میدانوں میں اور دوسرے مقامات پر بہی نطرون کی پیداوار ہر سال دس ہزار قنطار برآمد ہوتے تہے اور بعض حالتوں میں اسکا ٹہیکہ پندرہ ہزار پانسو دینار تک دیا جاتا تہا[1] ممالک نوبہ میں اسوان کے محاذی جو مقامات واقع ہیں وہاں کے سونے کی کانیں مشہور ہیں ابن حوقل کا بیان ہے کہ معدنی پیداوار سرزمین مصر میں نہیں تہیں بلکہ بجاوہ کی اس اراضی میں پائی جاتی تہیں جو عنداب تک پہیلتی چلی گئی ہے وہ کشادہ اور سطح زمین کا خطہ تہا جس میں پہاڑوں کا وجود نہ تہا اور ریت اور سنگریزے وہاں بکثرت تہے یہ مقام مصری علاقہ کے تاجروں کے جمع ہونے کی جگہہ تہی (۲) ان مغربی ملکوں میں جو سجلماسہ کے متصل ہیں سونے اور چاندی کی کانیں تہیں اور ایسے ہی انکے مابعد کی سرزمینوں میں بلاد سوڈان تک معدنوں کی کثرت تہی (۳) صعید مصر میں جو نیل کے جنوبی سمت کو واقع ہے ایک آبادی سے دور صحرا میں زبرجد کی کانیں بہی تہیں (۴) خلیج فارس میں بحرین کے مقام پر موتی نکالنے کے مقامات تہے اور صنعا میں عقیق کی کانیں ینبع اور مروہ کے مابین سونے کے معدن تہے اور عدن اور زنج کے ساحلوں پر عنبر دستیاب ہوتا تہا (۵)

عباسی مملکت کے معادن کی یہ ایک مختصر مثال دی گئی ہے تاکہ اس سے بیت المال کے حق لینے پانچویں حصہ کی مقدار کا اندازہ کیا جا سکے ان معادن پر کبہی پیداوار کا حصہ قائم کرکے ٹہیکہ دیا جاتا تہا اور کسی حالت میں ایک مقررہ رقم پر جو بہت زیادہ ہوتی تہی اس کی ایک مثال یہ ہے کہ چوتہی صدی ہجری کے وسط میں نیشاپور کے فیروزہ کی کانوں کی ضمانت سے جو رقم حاصل ہوتی تہی اسکی مقدار سات لاکھ اٹہارہ ہزار سات سو بیس درہم تک پہنچ گئی تھی (۶)

سیوم (جزیہ اور زکواۃ) آغاز زمانہ اسلام میں جزیہ کی مقدار بہت زیادہ تہی مگر بعد میں لوگوں کے مشرف باسلام ہوتے جانے سے وہ کم ہوتی گئی ابتدائے اسلام میں زکواۃ کی شان بہت بڑہی ہوئی تہی لیکن بعد میں رفتہ رفتہ اسکی اہمیت میں بہی کمی آگئی جسکا بیان اپنے موقع سے کیا جائے گا۔

چہارم (مکوس اور مراصد) یہ دونوں محصول آجکل کے محاصل چنگی اور تجارت کے ٹکس کے

(۱) مقریزی جلد ا صفحہ ۱۰۹ – (۲) ابن حوقل ۱۰۷ – (۳) مقدسی ۲۳۱ – (۴) اصطخری ۵۱ – (۵) مقدسی (۱۰۱) – (۶) مقدسی ۳۴۱ + ۷

مانت تھے۔ ہر قسم مال تجارت پر جو دریا اور خشکی کے راستوں سے آتا تھا چاہے وہ کپڑے ہوں یا زمینی پیداواریں اور صنعتی اشیاء ہوں یا فروخت ہونیوالے غلام لونڈیاں یا ان کے علاوہ اور چیزیں سب ہو نہر کچھ محصول لیا جاتا تھا اور اس مد سے بہت بڑی رقم وصول ہوا کرتی تھی ہم کو اس بات کا تو علم نہیں ہے کہ کتنا مال اس ذریعہ سے جمع ہوتا تھا مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقاموں اور زمانوں کے اختلاف کے ساتھ اسکی مقدار بھی گھٹتی بڑھتی رہی ہوگی اور بعض اوقات ایک شہر میں بھی زمانہ کے اختلاف سے اور ایک ہی زمانہ میں شہروں کے جدا ہونے سے یہ فرق پایا گیا ہوگا ہم اس مقام پر صرف شمس الدین مقدسی کا وہ قول نقل کئے دیتے ہیں جو اس نے چوتھی صدی ہجری کے وسط میں ملک مصر کے مقامات "تنیس" اور "دمیاط" میں لئے جانے والے محصولوں کی شدید حالت کے متعلق بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے "خاصکر تنیس۔ دمیاط اور نیل کے ساحل پر بہت کڑا محصول لیا جاتا ہے کسی قبطی کی یہ مثال نہیں کہ وہ "شطوی" کپڑے کا کوئی تھان بغیر اُس پر شاہی مہر چھپ جانیکے بنے اور نہ یہ کہ ان کو بجز ان خاص بزازوں کے جو معاہدہ کر چکے ہوں کسی اور شخص کے ہاتھوں فروخت کرے پہلے سلطانی افسر تھانوں کی بکری اپنے دفتر میں درج کر لیتا تو اس کے پاس وہ تہ لگانے والوں کے پاس جاتے اور اس کے یہاں سے کلف کرنیوالے کے یہاں پھر اس کے بعد گندی گر اور گوٹ بنانے والے کے پاس جاتے اور ان میں سے ہر شخص اپنی مقررہ رسم وصول کیا کرتا تھا ان سب کے بعد "فرضہ" کے دروازہ پر بھی کچھ رسم لی جاتی تھی اور ہر شخص تھان کی تہ پر اپنی علامت لکھدیا کرتا تھا اور اسکے بعد جب جہازوں کی روانگی کا وقت آتا تھا تو ان کی تلاشی لی جاتی تھی تاکہ کوئی مال چوری کا نہ جانے پائے تنیس میں زیت کے ایک کُپّے پر ایک دینار محصول لیا جاتا تھا اور دوسری چیزوں پر بھی ایسا ہی بھاری محصول دینا پڑتا "فسطاط" میں نیل کے کنارہ پر بھی بھاری محصول لئے جاتے تھے میں نے تنیس کے ساحل پر ایک محصول وصول کرنے والے کو بیٹھا دیکھا جسکی بابت بیان کیا گیا کہ اس مقام کا قبالہ (ٹھیکہ) ہزار دینار روزانہ پر لیا گیا ہے اور ایسے ہی صعید اور اسکندر کے ساحل پر متعدد مقامات تھے اسکندریہ میں مغربی ممالک کے جہازوں پر اور "فرما" میں ممالک شام کے جہازات پر بھی محصول لیا جاتا اور مدینۂ قلزم میں ہر گٹھڑی پر ایک درہم وصول کیا جاتا تھا[1]

ابن حوقل کا بیان ہے کہ "آذربیجان" سے "رے" کے نواح اور لوازم کو جو سامان از قسم غلام باندیوں، چوپایوں، اسباب تجارت اور گایوں بکریوں وغیرہ کے جایا کرتا تھا اسی کے محصول کی سالانہ آمدنی ۱۰۰۰۰۰۰۰ درہم تھی (۲)۔

(۱) مقدسی ۲۱۳۔ (۲) ابن حوقل ۲۵۳۔

لیکن دولت عباسیہ کے اوائل میں ایسے محصولوں کا کوئی رواج نہ تہا اور اگر اس مد کی آمدنی ہوتی بہی تہی تو وہ اس قابل نہیں کہ اسکا ذکر کیا جائے البتہ اُسکے انحطاط کے دور میں اس صیغہ کی آمدنی بہت بیش قرار ہوگئی تہی

پنجم۔ (مستغلات اور ٹکسال کی توفیر۔) مستغلات سے وہ آمدنی مراد ہے جو نزول کی زمینوں پر بنائے جانے والے بازاروں مکانوں اور چکیوں سے وصول ہوتی تہی اور ان کے بنانیوالے اشخاص سرکار کو زمین کا کچھہ رسوم دیا کرتے تہے (۱) ابن خرداذبہ نے مدینۃ السلام بغداد کے ایسے بازاروں مکانوں چکیوں اور ٹکسال کی توفیروں کی مجموعی سالانہ رقم ۱۵۰۰۰۰ درہم بیان کی ہے (۲) اور "سامرا" اور اس کے بازاروں کے غلات اور مستغلات ۱۰۰۰۰ درہم سالانہ تک پہنچ گئے تہے (۳)

اور گو دولت عباسیہ اپنی ترقی کے ایام میں ان محصولوں سے بہی ایک بڑی رقم وصول کرتی تہی تاہم اسکا اعتماد دراصل صرف خراج کی آمدنی پر تہا جیسا کہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

(۴) جمع شدہ رقم کے شاہی خزانہ میں بہیجنے کی بابت عاملوں کی صداقت اور دیانتداری

بنی اُمیہ کے عاملوں کی مظالم کی نسبت ہم نے جو حالات بیان کئے ہیں اون کے دیکہنے سے واضح ہوگیا ہوگا کہ وہ اکثر حالتوں میں اپنے ذاتی ثروت کے لئے خراج میں اضافہ کرتے اور اسکی رقم خورد برد کر جاتے تہے اور اون کی یہ حرکت یا تو خلفا کے اشارہ سے سرزد ہوتی جیسا کہ عمرو بن العاص رضؓ نے ملک مصر میں کیا اسلئے کہ امیر معاویہ رضؓ نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں ان کو اپنا مددگار پاکر مصر کا ملک گویا انہیں دے ہی دیا تہا اور یا جنگی مصارف کے لئے روپیہ کی ضرورت پیش کرکے اسے کہا جاتے ہیں جیسا کہ حجاج کے ایام میں ہوا یا کسی سرکش عامی کو تمرد سے باز رکہنے اور اس کے راضی بنانے کے واسطے ایسے کارروائی ہوتے دیکہی جاتی تہی (۴) یا بلا کسی سبب کے بہی عامل نافرمانی کا مرتکب ہوتا اور خراج کی رقم کہا جاتا تہا جس کی مثال مسلمۃ ابن عبدالملک کا واقع ہے جو اپنے بہائی یزید بن عبدالملک کے عہد میں ملک عراق کا عامل تہا (۵) یزید اس سے شرم کیوجہ سے خراج کا مطالبہ نہیں کر سکا اور ممکن ہے کہ وہ اُسکی سرکشی کرنے سے ڈر کر خاموش رہ گیا ہو اسکے سوا اکثر عامل خلفا سے "فئی" اور "غنیمت" کے ان اموال کو بھی مخفی رکہا کرتے تہے جو دراصل بیت المال کے حق ہوتے تہے اور کبہی اس کی اطلاع دینے کے بعد بہی خورد برد کر ڈالتے تہے چنانچہ ۹۸ھ میں یزید بن المہلب نے ملک جرجان کو فتح کرکے وہاں سے بہت کچھہ مال غنیمت حاصل کیا جس میں سے محض حق بیت المال کے ۶۰۰۰۰۰ درہم

(۱) ابن حوقل ۲۱۷ - (۲) ابن خرداذبہ ۱۲۵ - (۳) یعقوبی (کتاب البلدان) ۲۸ - (۴) ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۳

(۵) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۴۷ - -

تھے اور اُسنے خلیفہ کو اسبات کی اطلاع بھی دی مگر رقم اپنے ہی پاس رکھ لی (۱) انہیں اور ایسی ہی دوسری باتوں نے بعض حالتوں میں خلفاء کو اسبات پر مجبور کیا کہ وہ زبردستی اپنے عاملوں کا مال چھین لیں جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

بنو عباس کی حالت اس کے خلاف تھی ابتدائے عہد عباسیہ میں انہوں کے عمال کا بڑا حصہ خاص انکو قریبی رشتہ دار تھے اور اس کے بعد انہوں نے اپنے فارسی مددگاروں کو عامل بنایا جو انکی دولت کو قائم رکھنے میں تمام لوگوں سے بڑھ کر کوشش کرنیوالے اور بدل اس کے خواہشمند تھے دوسری طرف سے خود خلفاء عمال کی تنخواہوں میں کمی نہیں کرتے تھے یہانتک کہ مامون کے عہد میں اقالیم مشرق کے عامل فضل بن سہل کا ماہانہ تین ملین درہم تک پہونچ گیا تھا (۲) جس کے برابر راتب بنو اُمیہ کے کسی عامل کو نصیب بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کے عاملوں میں سب سے بڑی تنخواہ پانیوالا شخص ۶۰۰۰۰۰ درہم سے زائد نہیں پا سکا جو یزید بن عمرو بن ہبیرہ عامل عراق کو ملی تھی (۳) اور جن باتوں نے اونکی حکومت میں اپنی عملداری کا نظام محفوظ رکھہ سکنے اور عاملوں کو اپنا خیر خواہ بنائے رہنے پر مدد دی منجملہ ان کے ایک اہم سبب برمکی وزیروں کی مدبرانہ قوت اور اصابت رائے تھی برامکہ کا خاندان عباسی حکومت کے قیام اور اس کے تمدن کی رونق کا ذریعہ تہا اور عام طور پر تمام اہل فارس کی یہی کیفیت تھی کہ وہ بنو عباس کا غلبہ اور حکومت اپنے واسطے رحمت ایزدی تصور کرتے تھے جس کے وہ مدت سے منتظر تھے کیونکہ وہ بنو اُمیہ کے حقارت آمیز برتاؤ اور مظالم سے سخت تنگ آگئے تھے

اس موقعہ پر یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ امویوں کے عہد میں کثرت جبایت کے چند اور اسباب بھی تھے از انجملہ ایک سبب لڑائیوں اور اندرونی جھگڑوں کی کمی ہے کیونکہ یہ امور مالگزاری اور خراج کو ضائع اور کاروبار کو بگاڑنے والے ہیں ان کی وجہ سے ملک کے لوگ زراعت و تجارت سے جو آمدنی کے ذرائع ہیں باز رہتے ہیں اور فوجوں کے مصارف میں جمع شدہ سرمایہ خرچ ہوجاتا ہے وہ مزید براں۔

قلت مصارف کے اسباب

عہد بنو اُمیہ کی نسبت بنو عباس کے دور حکومت میں کثرت خراج کے جو اسباب تھے ان کو ہم بیان کر چکے اور یہ بات اسباب ثروت عباسیہ کی پہلی قسم تھی اب ہم اس کی دوسری قسم کو بیان کرتے ہیں جو مصارف کی کمی ہے جس کے حسب ذیل تین اہم اسباب ہیں:۔

(۱) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۳۵۰ و ۱۳۴۷ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۱ ۔ (۳) ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ ۔

(۱) ملازموں اور عہدہ داروں کی قلت

حکومت کے کاروبار میں ملازموں اور عہدہ داروں کی تعداد اس کی انتظامی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اس کی بابت مجمل طور پر اتنا کہدینا کافی ہے کہ مطلق العنان حکومتوں میں ان کی تعداد مقیدہ اور آئینی حکومتوں کی نسبت بہت کم ہوا کرتی ہے جسکی وجہ مطلق حکومت کا ہر چیز کو نظر ثانی کرنے کی غرض سے ترتیب اور باقاعدہ رکھنے سے مستغنی ہونا ہے اور اس کے ثبوت کے لئے صرف عدالتوں کی حالت پر نظر ڈال کر دیکھا جائے کہ ان کے اندر کام کرنے والے وظیفہ خواروں کی تعداد میں عرفی اور قانونی حکومتوں کے دور میں کسقدر بیّن فرق پایا جاتا ہے اور پھر اسی پر حکومت کے تمام صیغوں کو قیاس کر لیا جائے جن کے اندر ایک ہی صورت کے اسباب پائے جائینگے اور یہاں پر اس فرق کی تشریح کرنے کے لئے محض مصری حکومت کے سابقہ اور موجودہ نظاموں کے موظفین کی تعداد کا مقابلہ کر لینا کافی ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں اہل فرانس کے دخیل ہونے سے قبل ملک مصر کا نظام اسی ڈھنگ پر قائم تھا جو سلطان سلیم خاں فاتح اور اون کے بیٹے سلطان سلیمان خاں نے قرار دیا تھا اور اس نظام کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکا افسر اعلےٰ لینے پاشا جو کہ آستانہ کا بھیجا ہوا بطور گورنر ہوتا تھا اس کے ماتحت چوبیس "بیگ" (طلبہ خانہ[ع]) ہوا کرتے تھے ان لوگوں میں سے بارہ شخص ملک کے بڑے بڑے صیغوں کے ذمہ دار اور افسر اعلےٰ حسب تفصیل ذیل ہوتے تھے:۔

(۱) کچنا۔ پاشا کا نائب اور اسکا پرائیویٹ سکرٹری (میر منشی)

(۲) دفتر دار۔ خراج کے کاروبار کو دیکھتا تھا اور آجکل کے وزیر مال کی بجائے ہوتا تھا۔

(۳) امیر الخزنتہ۔ ملک مصر کا مخصوص خراج لیکر آستانہ کو جاتا اور شاہی خزانہ میں داخل کرتا تھا۔

(۴) امیر الحج۔ حج کے ایام میں حجاز کو جانے والے قافلہ کا سردار رہتا تھا۔

(۵) تین قپاطین۔ سوئس دمیاط اور اسکندریہ کی سرحدوں کی (کمان) اسپہ سالاری کے واسطے۔

(۶) پانچ مدیر (مہتمم) جرجا۔ البحیرہ۔ المنوفیہ۔ غربیہ اور شرقیہ اقلیموں کے ایسے ہی چار کشاف[؟] قلیوبیۃ۔ منصورہ۔ الجیزہ۔ اور فیوم کی اقلیموں کے واسطے بھی ہوتے تھے جن کے کام دوسرے اقلیموں کے مدیر (بیگ) دن کے ایسے ہوتے تھے:۔

اور دیگر صیغوں میں قاضی۔ امین ضربخانہ (مہتمم ٹکسال) اور محتسب کو شمار کرنا چاہیئے اور فوج سے

[ع] ۔ شاگرد پیشہ یا خانہ زاد مترجم

حسب ذیل چھہ فرقے مراد تھے جن کو "وجاق" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا:۔

(۱) وجاق المتفرقہ۔ سلطانی باڈی گارڈ کے چیدہ لوگوں سے مرتب ہوتا تہا۔

(۲) وجاق چاوشیہ یہ فرقہ دراصل سلطان سلیم کی فوج کے دو کپتانوں کی صف سے مرتب ہوا تہا مگر بعد میں ان کو خراج وصول کرنے کی خدمت سپرد ہوگئی۔

(۳) وجاق بجانہ۔ (ستر سواروں کا رسالہ)

(۴) وجاق بندوقچیوں کا۔ یہ لوگ بندوقوں سے مسلح رہتے تھے۔

(۵) وجاق ینگچری یہ دولت عثمانیہ کے مطیع چیدہ قبائل کے ملے جلے لوگ ہوتے تھے ان کو مستحفظین بھی کہتے تھے جس کی وجہ ملکی حفاظت کا ان کے ساتھ وابستہ ہونا۔ تھی۔

(۶) وجاق العرب۔ عربی النسل لوگوں کی فوج۔

ان تمام وجاقات میں سے ہر ایک بہت سے آدمیوں سے مرتب تہا جن کو مجموعی حیثیت سے "وجاق" اور ایک شخص کو "وجاقلی" کہتے تھے ہر وجاق پر ایک افسر بلقب آغا ہوتا تہا جس کے ساتھ کتخدا۔ باش اختیار دفتردار خزانہ دار اور روزنامچے رہتے تھے (۱) اور تمام وجاقات کے مذکورہ بالا افسروں کے مجموعہ سے پاشا کی مجلس شوریٰ مرتب ہوتی تھی اور پاشا بغیر ان سب لوگوں کی منظوری کے کسی معاملہ میں آخری حکم نہیں صادر کرتا تہا۔

مصر کی مرکزی حکومت کے نظام کا خلاصہ یہ ہے جو بیان ہوا اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مُوظفین کی تعداد (فوجی محکمہ کو چھوڑ کر) پچاس سے زائد نہیں اسلیئے اگر ہم ان کے لواحقین یعنے کاتبوں اور نائبوں وغیرہ کو بھی اعتبار کریں تو اگرچہ شائد سب کی تعداد ۲۰۰ یا یوں کہو کہ ۳۰۰ بلکہ ۴۰۰ تک بھی پہنچ جائے تاہم وہ اس زمانہ میں گورنمنٹ کے صیغہ جات وزارت۔ مجلس وزراء۔ اسٹاف۔ محکمہ حفظان صحت پولیس جیلخانجات اور دوسرے تمام صیغوں کے مُوظفین کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہے اور اسکا بیان ذیل میں کیا جاتا ہے

مصری حکومت کے وظیفہ خوار بحالت موجودہ دو قسم کے ہیں پہلی قسم میں عمال شمار ہوتے ہیں یعنے جو لوگ اس کے انتظامی کاربار کے ذمہ دار ہیں ان میں وزراء تمام محکموں کے اعلےٰ افسر اور دفتروں اور حساب و کتاب کے نگران لوگ شامل ہیں دوسری جماعت خادموں کی ہے جن میں فراش اور دربان وغیرہ شامل ہیں مگر اس مقام پر ہم صرف طبقہ عمال کے مُوظفین کی تعداد درج کرتے ہیں جو وزارتوں اور محکموں اور دفتروں کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہے (۲)

(۱) تاریخ مصر الحدیث جلد ۲۔ صفحہ ۶۔ (۲) رپورٹ مصری حکومت کی بابت ۱۹۰۲ع۔

مصری گورنمنٹ کے طبقہ عمال کے مؤظفین کی تعداد بابت ۱۹۰۲ء

محکمہ	تعداد	محکمہ	تعداد
معیت اور اسکے توابع (اسٹاف)	۱۱۲۱	میزان سابق	۲۰۳۲
مجلس وزراء	۱۸	وزارت داخلہ	۱۸۶
〃 شوری	۲۶	〃 انصاف (عدالت)	۲۷۶۰
وزارت خارجہ	۲۴	〃 اشغال	۶۲۹
〃 مال	۴۱۹	〃 جنگ	۳۳۰۶
〃 تعلیمات	۴۲۴	ملک کے انتظامی امور اور مالی آمدنی کا محکمہ	۱۷۱۵
میزان	۲۰۳۲	میزان	۱۰۶۲۸
میزان سابق	۱۰۶۲۸	میزان سابق	۲۰۷۷۷
محکمہ پولیس	۶۶۴۴	محکمہ تار برقی	۳۲۷
〃 حفظان صحت	۵۲۶	بندرگاہ اسکندریہ	۲۹
〃 جیلخانجات	۱۰۵	محکمہ پوسٹ آفس	۵۰۵
غلاموں کی خرید فروخت روکنے کا محکمہ	۱۵	نظارات	۱۰۳
		یمانات	۶
دفتر خانہ	۳۶	تمغہ اشیائے مصنوعہ	۱۵
چنگی	۵۱۰	مدارس ماتحت سررشتہ تعلیم	۱۳۰۱
فوج محافظ سواحل	۲۱۸	کتب خانہ خدیوی	۱۱
دخولیات	۱۴۰	عجائب خانہ	۱۴
مچھلی کے شکارگاہوں کے منتظم	۴	ملکی مطبع گورنمنٹ (پریس)	۹۴
رسالت	۱۳	املاک میری آزاد (مطلق) اور مشترکہ	۹۰
ریلوے	۱۹۳۸	ملکی کمیشن	۲۲۷
میزان	۲۰۷۷۷	میزان کل	۲۲۴۵۴

گویا کہ مصری حکومت کے تمام وہ وظیفہ خوار جو طبقہ عمال سے ہیں بائیس ہزار چار سو چون ہیں مگر جب ہم اُن میں سے ان فاضل آدمیوں کے محکموں کو نکال ڈالیں جن کو حکومت کے کاروبار میں کوئی دخل نہیں ہے اور جو حسب ذیل ہیں ؂

ریلوے جات	۱۹۳۸	فنامات	۱۰۳
ٹیلیگرام	۳۲۷	لیانامات	۶
بندرگاہ اسکندریہ	۲۹	دفتر تمغہ	۱۵
محکمہ پوسٹ آفس	۵۵۰	میزان	۲۹۶۸

اور ملکی انتظامات کے محکمے جنکے مؤظفین کی تعداد ۱۷۱۵ ہے تو اسکی میزان کل ۴۶۸۳ اصلی عدد سے نکال ڈالنے کے بعد ۱۷۷۱ اشخاص ایسے رہجائینگے جو فوجی خدمات کے سوا صرف دیگر ملکی محکموں میں ملازم ہیں اور اسی تعداد کا معلوم کرنا اس عظیم الشان فرق کو عیاں کر دیگا جو آجکل کے سرکاری ملازموں اور تمام ممالک کے سرکاری ملازموں کی تعداد میں تہی اور اسی پر عباسی حکومت کے عہد کے سرکاری ملازمونکو قیاس کرلو۔ اس کے علاوہ صفحہ ۸۰ میں دولت عباسیہ کے مصارف کی جو فہرست درج ہوئی ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس زمانہ میں زیادہ تر وظیفہ خوار فوجی لوگ۔ فراش اور شکاری جماعت کے لوگ تھے اور حکومت کے اصلی کارکنوں میں صرف ایک مختصر گروہ تہا جس کا ذکر صفحہ ۸۲ میں اسطرح کیا گیا ہے "کہ بڑے بڑے اہل قلم دفتروں کے ملازمین خزانچی اور دربان لوگ الخ اور عبد اللہ بن سلیمان (وزیر) اور اسحق بن ابراہیم قاضی اور سوار لوگ اور جلیبانوں اور جانوروں کے دانہ چارہ کے مصارف" اور اسی طرح کے چند دوسرے اخراجات اور ہمارا گمان ہے کہ حکومت کے وہ مصارف جو اس کے تحقیقی کاموں میں ہوتے تہے اس مال کے نصف حصہ یعنے ۱۲۵۰۰۰۰ دینار سے ہرگز زائد نہیں تہے باوجود اس کے کہ آج مصری حکومت کے مصارف محض انتظامی صیغوں مالیہ کی تحصیل اور حفظ نظام کے متعلق ۳۲۵۰۰۰۰ گنیوں سے بہی زائد ہیں اور مملکت عباسی کی وسعت پر لحاظ کرتے ہوئے مصر کا ملک اس کے ایک بہت چھوٹے ٹکڑے کے برابر بہی نہوگا اس زیادتی کی وجہ جدید نظام حکومت میں ہر بات کے منضبط رکہنے اور قید تحریر میں لانے کی کوشش ہے جس کے سبب سے ملازموں کی تعداد خواہ مخواہ زیادہ ہو گئی ہے۔

اور عباسی دولت کے مصارف کا ایک سبب قلت ملازمین کے علاوہ اور بہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے بعض ملازموں کی تنخواہ ایسے مال سے دیجاتی تہی جسکو وہ لوگ آمدنی کے صیغوں سے جداگانہ اور طریقوں سے جمع کیا کرتے تہے صفحہ (۸۲) میں دیکھا جاچکا ہوگا کہ بڑے بڑے اہل قلم لوگوں دفتروں کے محرروں اور خزانچیوں کی روزانہ تنخواہوں کی مجموعی رقم $56\frac{1}{3}$ دینار یومیہ تہی حالانکہ یہی لوگ دفتروں کے کل ملازمین نہ تہے بلکہ یہ صرف بڑے عہدہ دار تہے چنانچہ اس کی وضاحت لبد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ "دفاتر اعطا کے محرروں اور انکی مجالس تقسیم پر مقرر ہونیوالے نائبوں اور ان کے اصحاب اور

اعوان اور بیت المال کے خزانچیوں کے سوا جو اپنی تنخواہیں گرے پڑے مالوں اور مویشیوں کو بے روک چھوڑ دینے والوں پر ہونیوالے جرماموں کی آمدنی سے لیتے تھے"۔ اس بیان سے ان دنوں کے حسابات کا ایسا اختصار ظاہر ہوتا ہے جیسا آجکل ایک معمولی دکاندار ہی اپنے حساب کو منضبط رکھنے میں نہیں برتتا چہ جائیکہ حکومت کے صیغوں میں اس کی پابندی کی جاتی ہو لاوارث مالوں اور چھوٹے ہوئے جانوروں کے جرمانوں کی آمدنی محاصل کے مد میں شامل کر کے اس محکمہ کے ملازمین کی تنخواہیں مصارف کے باب میں ڈالنی واجب تھیں اسکے علاوہ ہمکو یہ بھی بات دور از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان قیود کیلئے عباسی حکومت کے دفتر میں کوئی جگہہ نہ مقرر رہی ہو اور شائد اسکا ذکر اس فہرست میں بخیال اختصار یا دیگر اسباب کے ترک کر دیا گیا ہو۔

(۲) حکومت مقروض نہیں تھی

جدید تمدن کے نتائج میں ایک یہ امر بھی ہے کہ اسوقت تمام یورپین حکومتیں مقروض اور زیر بار ہیں کوئی حکومت ایسی نہیں جسپر ایک کثیر رقم قرض کی نہ ہو جس کا سود یا کسی قدر اصل بھی اسے ہر سال اپنی آمدنی سے ادا کرنا نہ پڑتا ہو اس لئے باوجود اس بات کے کہ آمدنی کی مدات کثرت سے بڑھا دی ہیں اور ایسے ٹکس مقرر کر دیئے ہیں جن کا عباسی عہد حکومت میں [illegible] حقیقت وہ قرض مالی آمدنی کے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ اور اس کے بجٹ کی کمی کا سبب ہے [illegible] صفحہ ۸۶ میں بیان ہو چکا ہے کہ انگلستان کی سالانہ آمدنی بارہ کروڑ پونڈ ہے جسکا [illegible] ایسے محصولوں سے وصول ہوتا ہے جو بالکل نو ایجاد ہیں اور یہ تمام آمدنی حکومت کے مصارف سوخت ہو جاتی ہے اس کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہہ ہے کہ مذکورہ آمدنی کا تقریباً ¼ حصہ اُن قرضون کے سود میں چلا جاتا ہے جو اس گورنمنٹ پر ہیں ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو گورنمنٹ انگلشیہ کے خزانہ میں ہر سال تیس ملین پونڈ کی بچت رہا کرتی جو دولت عباسیہ کی پوری ثروت کے برابر ہے کچھ اکیلا انگلستان ہی قرضوں میں مستغرق نہیں بلکہ کم و بیش فرق کے ساتھ تمام دول یورپ کی یہی حالت ہے چنانچہ ذیل کی فہرست میں ہم دنیا کی (موجودہ) مشہور گورنمنٹوں کے قرضہ کی تفصیل دیتے ہیں یہ مقدار انیسویں صدی کے خاتمہ پر ملین سے کم کسر کو خارج کرنے کے بعد تھی جس کی ترتیب میں ہم نے بڑی رقم کے مقدم رکھنے کا لحاظ کیا ہے۔

دنیا کی مشہور حکومتوں کے قرضے(۱)

پونڈ			
۱۲۵۰۰۰۰۰۰۰	فرانس	۲۰۰۰۰۰۰۰۰	روس
۷۰۰۰۰۰۰۰۰	انگلستان	۲۰۰۰۰۰۰۰	ولایات متحدہ امریکہ
۱۲۸۰۰۰۰۰۰	ٹرکی	۵۴۰۰۰۰۰۰	چین
۱۲۰۰۰۰۰۰۰۰	آسٹریا	۴۸۰۰۰۰۰۰	جاپان
۱۰۳۰۰۰۰۰۰	مصر	۲۰۲۰۰۰۰۰۰	اٹلی
۱۰۰۰۰۰۰۰	جرمنی	۱۲۰۰۰۰۰۰۰	اسپین
۹۳۰۰۰۰۰۰	ہالینڈ	۳۰۳۰۰۰۰۰۰۰	(میزان کل)

یہ قرضے ان حکومتوں پر عرصۂ دراز میں ہوئے ہیں جن میں کبھی جنگی ضرورتوں کے لئے قرض لیا گیا ہے اور کبھی مفید اور عظیم الشان کاموں کو شروع کرنے کی غرض یا اور اسباب سے اگرچہ عباسی حکومت بھی ان امور سے مستغنی نہ تھی لیکن اپنے عروج کے زمانہ میں وہ ملکی آمدنوں کی بچتوں سے جمع کی ہوئی رقم کو صرف کرتی رہی اور جسوقت انحطاط کے زمانہ میں ملکی محاصل کی کمی اور مصارف کی بیشی ہونیسے اس کے بیت المال میں جنگی مصارف پورے کرنیکے لئے کچھہ نہیں باقی رہا تو اس نے اپنے بڑے بڑے عہدہ داروں اور ارکان سلطنت سے جو بد دیانتی وغیرہ کے ذریعوں سے خوب دولتمند ہو گئے تھے بزدستی روپیہ چھیننا شروع کیا اور اس طریقہ کا نام "مصادرۃ" رکھا جس کا بیان موقع سے آئے گا۔

اس کے علاوہ بعض حالتوں میں عباسی حکومت چند تاجروں سے غیر میعادی پرزوں اور ہنڈیوں کے ذریعہ قرض بھی لے لیا کرتی ایسی معاملت (زیادہ تر) یہودیوں سے کیجاتی جو سود خواری میں ضرب المثل ہیں ان پرزوں پر بیس فیصدی تک سود کی نوبت پہنچ جاتی تھی چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ مقتدر کے وزیر علی بن عیسے کو جب روپیہ کی ضرورت پیش آتی تو وہ اطراف ممالک سے آنیوالی ان ہنڈیوں پر (بذریعہ کفالت) تاجروں سے روپیہ لے لیا کرتا جنکی میعاد باقی ہوتی تھی اُسپر سود کی مقدار ۱½ دانق فی دینار ماہوار ادا کرتی گویا اگر دس ہزار دینار قرض لیا جاتا تو انکے سود میں ہر مہینے ۲۵۰۰ درہم ادا کرنے پڑتے بغداد کے جن یہودی مہاجنوں سے اس قسم کا لین دین ہوا کرتا انمیں مشہور تر سوداگر یوسف بن فنحاس تھا جنکی کہ ٹھیلیاں ہوا کرتی تھیں اور ایک دوسرا صراف ہارون بن عمران تھا یا سولہ سال تک جو ان دونوں کا قائم مقام رہا ہے اس سے معاملت ہوتی تھی (۱) مگر ہم اس داد و ستد کو آجکل کے خانگی قرضہ سے مشابہت نہیں دے سکتے کیونکہ اندنوں پرائیویٹ قرض کی شرح بہت کم ہوتی ہے اور اسکے اصول بھی جداگانہ ہیں

(۱) Statesmans year book.

(۳) اگلے خلفا کی کفایت شعاری اور تدبیر ملکداری

انتظامی تاریخ میں یہ بات تسلیم کیگئی ہے کہ حکومتوں کے بانی اور ان کے بعد آنیوالے چند امیروں میں کفایت شعاری اور تدبیر کا مادہ بہت غالب ہوا کرتا ہے ورنہ اگر یہ بات اُن میں نہ ہو تو اُن سے حکومت کی بنیاد قائم کرنے اور اس کی بنیادوں کو استوار کرنے کی صورت ہی نہ بن آئے اس امر کی تعبیر تاریخی فلاسفر "حکومت کے بچپن" سے کرتے ہیں۔ اور بچپن کا خاصہ ہے کہ وہ قوتوں کے ذخیرہ کافی بہم پہنچ سکنے سے عمدہ طور پر نشو ونما پاتا ہے اسلئے جبکہ کوئی حکومت اپنے عہد شباب میں داخل ہوتی ہے اور اس کے نمو کا خاتمہ ہو چکتا ہے تو وہ اسی انداز سے اُلٹے پیروں پیچھے کو واپس چلتی ہے جس طرح انسان پہلے کہولت (ادھیڑ) کی جانب راجع ہوتا ہے اور اس کے بعد بڑھاپے کے دور میں قدم رکھتا ہے۔ دولت عباسیہ "خلیفہ سفاح" کی گود میں نوزائیدہ بچہ کیطرح سے قائم ہوئی منصور نے اسے بچپن ہی کے ایام میں اپنے سایہ پرورش میں لیا اور اسے خوب کھلا پلا کر پروان چڑھایا یہانتک کہ وہ رشید اور مامون کے ایام میں بھری جوانی کے وقت تک پہنچ گئی اور اس کے بعد وہ ادھیڑ ہو کر بڑھاپے کی طرف واپس چلی اور پچھلے خلفاء کے عہد میں بالکل بڑھیا پھوس ہو گئی۔

خلیفہ سفاح نے ۴ سال حکمران رہ کر وفات پائی اس نے اپنے ترکہ میں چند کپڑوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں چھوڑی (۱) حالانکہ اگر وہ لالچی شخص ہوتا تو خراج وغیرہ کی آمدنیوں کے علاوہ صرف بنوامیہ کے حاصل کئے ہوئے مال غنیمت سے وہ بہت کچھ دولت جمع کر سکتا تھا۔

سفاح کا جانشین منصور ہوا منصور نے بائیس سال حکومت کی اور اسی اثناء میں اس نے تقریباً ۸۱۰۰۰۰۰۰ درہم خزانۂ خاص میں جمع کرلئے وہ مال جمع کرنے پر اس قدر حریص تھا کہ لوگوں نے اسے بخل کے ساتھ متہم کر دیا حالانکہ وہ بخیل نہیں تھا بلکہ موقع اور محل پر بخشش کیا کرتا تھا اور بیجا خرچ کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا جب تک وہ اسبات کو نہیں سمجھ لیتا تھا کہ اس موقع پر مال صرف کیا جائے تو اس کی حکومت کو کچھ نفع پہنچیگا اسوقت تک وہ ایک حبہ بھی خرچ کرنا نہیں جانتا تھا۔ جس بیدار مغزی سخت گیری اور انصاف کی حکمت عملی کے ساتھ عباسی حکومت کو منصور نے قوت پہنچائی ہے وہ بالکل حضرت عمرؓ کے اس طرز عمل سے مشابہ ہے جو اُنہوں نے اسلام کو قوت دینے میں برتا تھا اسکی کفایت شعاری تدبیر اور دور بینی پر استدلال کرنے کیلئے صرف اسکی وہ وصیت کافی ہے جو آخری وقت میں اپنے فرزند "مہدی" سے کی تھی اس نے کہا۔

(۱) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۱۹۔

میں نے تمہارے واسطے اتنا مال جمع کر دیا ہے کہ اگر دس سال تک ملک کا خراج نہ وصول ہو تو بھی وہ فوج کی تنخواہوں، ملکی مصارف، خاندانی خرچ اور حملوں کی تیاری کے لئے کافی ہے دیکھو خبردار کبھی عورتوں کو حکومت میں شریک نہ کرنا اور رعایا کے مال لیکر متمول بننے اور فضول خرچی کرنے سے محترز رہنا سرحدوں کو بہت مستحکم رکھنا ملک کے اطراف کا عمدہ طور پر نظم و نسق کرنا عام راستوں کو بے خطر رکھنے اور رعایا سے نرم برتاؤ کرنے اور انکی مصیبتوں کو دفع کرنیکی کوشش کرنا روپیہ کو بہم کرنے اور ضرورت کے لئے جمع رکھنے سے غافل نہونا کیونکہ حادثات کے پیش آنے سے بچاؤ ممکن نہیں ہے اور یہی زمانہ کا ایک دستور رہے جہانتک ممکن ہو قابل آدمیوں عمدہ گھوڑوں اور سرفروش سپاہ کو جمع کرتے رہنا خبردار آج کا کام کل پر نہ چھوڑنا ورنہ ان کی تلافی نہ ممکن ہو جائیگی اور وہ برباد جائینگے رات کے وقت اس قسم کے آدمی مقرر کرنا جو دن کے وقت ہونے والی باتوں کی تم کو خبر دیں اور دن کے وقت ایسے لوگوں کو جو رات کے واقعات سے تمہیں آگاہ کریں کاموں کو خود دیکھنا بھالنا پریشانی اور سستی کو پاس نہ آنے دینا اپنے عاملوں اور کاتبوں کی نسبت نیک و بد دونوں طرح کے گمان رکھنا اور بیدار مغزی کو اپنا اصول بنانا (۱)

منصور نے اپنی حکومت کا بائیس سالہ زمانہ پورا کر دیا اس تمام عرصہ میں اس نے اپنے ایوان کے اندر لہو و لعب یا اسی قسم کی کوئی بات کبھی نہیں ہونے دی ہاں ایک بار وہ اپنی مجلس (دربار خاص) میں بیٹھا تھا اور حماد ترکی" اسکی پشت پر ایستادہ اسی اثنا میں اس نے کسی قدر شور و غل کی آواز سُنی اور حماد کو اس کا سبب دریافت کرنے کے لئے حکم دیا۔ حماد نے جاکر دیکھا کہ منصور کا ایک خادم بہت سی لونڈیوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا "طنبور" بجا رہا ہے اور وہ سب ہنستی اور قہقہے لگاتی جاتی ہیں وہ یہ واقعہ دیکھکر واپس آیا اور خلیفہ سے صورت حال عرض کی منصور نے حیرت سے پوچھا "طنبور کیا چیز ہے؟" حماد نے اس کی لفظی تصویر بیان کی کہ جس کے بعد منصور نے پوچھا "تم کو طنبور کا علم کیونکر ہوا؟" حماد نے کہا "میں نے اس کو خراسان میں دیکھا تھا" بعد ازاں منصور خود اٹھ کر اس مقام پر گیا لونڈیاں تو اس کی صورت دیکھتے ہی بھاگ گئیں مگر اُس نے خادم کی نسبت یہ حکم دیا کہ طنبور کو اسی کے سر پر مار یں اور جب طنبور ٹوٹ گیا تو خادم کو محل سے نکلوا دیا اور فروخت ہونے کے لئے بازار میں بھیجدیا۔

لباس کی بابت منصور اپنی ذات کے لئے بہت بخیل تھا وہ صرف ایک ہروی جبہ اوڑھے رہتا اور کرتے میں پیوند بھی لگاتا تھا اگر اس سے کوئی شخص کچھ مانگتا تو جبتک بخشش ضروری نہوتی وہ بخل ہی سے کام لیا کرتا بسا اوقات اس سے کوئی ایک درہم کا سوال کرتا مگر وہ ہرگز نہیں دیتا تھا اور دوسرے شخص کو بلا مانگے ہوئے ایک ہزار درہم دے ڈالتا مثلاً ایک مرتبہ اس کا ایک پرانا دوست

خلافت کے بعد اس سے ملنے آیا جو بہت تنگ حال تھا منصور نے اس سے دریافت کیا "تمہارے بال بچے کتنے ہیں؟" اس نے کہا "تین لڑکیاں ایک بی بی اور ادن کا ایک خادم" منصور نے یہ بات سنکر جواب دیا "تم اہل عرب میں بہت خوشحال ہو تمہارے گہر میں چار چرخے چلتے ہیں" اور اسے کچھہ بھی نہیں دیا مگر جبکہ "عیسیٰ ابن نہیک" نے وفات پائی تو منصور نے اس کے خادم سے دریافت کیا کہ "متوفی نے کسقدر مال ترکہ میں چھوڑا ہے خادم نے جواب دیا کہ "ہزار دینار نکلے تھے وہ سب اس کی بیوی نے اس کے ماتم نے خرچ کرڈالے" پھر منصور نے پوچھا "اور اس نے لڑکیاں کتنی چھوڑی ہیں" خادم نے کہا "چھہ" یہ سنکر منصور نے تھوڑی دیر سر جھکا کر غور کیا اور پھر ہر ایک لڑکی کیواسطے تیس ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور ان کا نکاح کرا دینے کی بھی کوشش کی۔ یا اسی منصور نے صرف ایک دن میں اپنے کنبہ والوں کو ایک کروڑ درہم تقسیم کر دیئے تھے (۱)

منصور کی وفات کے بعد اُسکا بیٹا مہدی جانشین ہوا جو بہہ دو وہ اپنے باپ کے مشابہ تھا کہ از انجملہ ایک امر معاملات کی تہ تک پہنچنا بھی ہے اس کے ایام میں دفتروں کی ترتیب صیغہ جات حکومت کی تنظیم اور ملکی قواعد کا تقرر ہوا یہ تمام نظم و نسق اس کے وزیر "معاویہ بن یسار" نے کیا تھا (۲) مہدی بذات خاص لوگوں کے قضیے قضیئے فیصل کرنے کے واسطے دربار عام کیا کرتا وہ بڑا خدا ترس اور پاک دامن تھا مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے باپ کی طرح سخت کفائت شعار نہیں تہا "مہدی" کے بعد "ہادی" حکمران ہوا جس کی مدت خلافت بہت کم ہے اور اس کے بعد "رشید" کا نمبر آیا اس زمانہ میں حکومت کا انتظام برمکی خاندان کے وزیروں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا اور عہدہ داروں کی تنخواہیں بہت بڑھا دی گئی تہیں مال و دولت کی فراوانی تہی برامکہ بذاتہ بڑے کریم اور سخی تھے اونہوں نے خلفاء کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ لیا اور اس بات پر انکو برانگیختہ کر کے انہیں بیحد فیاض بنادیا بچپن کے عہد سے وہ لوگ خلفاء کو اس کی طرف مائل کیا کرتے تھے یحییٰ برمکی "رشید" کا اتالیق تھا ایک دن اسے سیر کرانے لیجارہا تھا راہ میں کسی آدمی نے کھڑے ہو کر کہا "امیرالمومنین میری سواری کا جانور ہلاک ہو گیا ہے" رشید نے کہا "اس کو پانچسو درہم عطا کئے جائیں" یحییٰ نے اس بات کو سنکر آنکھہ کا اشارہ کیا جب وہ آدمی چلا گیا تو رشید نے یحییٰ سے کہا "بابا جان جس وقت میں نے درہموں کے عطا کئے جانے کا حکم دیا ہے تو آپ نے مجھہ سے کچھہ اشارہ کیا تھا اس کا کیا مفہوم تھا" یحییٰ نے کہا "آپ کے ایسے لوگوں کی زبان سے اتنی چھوٹی رقم نہیں نکلنی چاہیئے بلکہ آپ کو پانچ لاکھہ اور دس لاکھہ کہنا زیبا ہے" "رشید" نے پوچھا پھر اگر مجھہ سے اس قسم کا سوال ہو تو میں کیا کہا کروں؟

(۱) ابن اثیر جلد ۶۔ صفحہ ۱۳۔ (۲) فخری ۱۶۳ -

یحییٰ نے کہا۔" یہ فرمادیا کیجیے کہ اس کو ایک جانور خرید دیا جائے جسکو یہ اپنے ہمچشموں کی طرح استعمال کرسکے"(۱)
رشید جو کہ فطرتاً جود وکرم کی جانب مائل تھا ایسی باتوں نے اسے اور بھی شوق دلادیا۔ یہاں تک کہ وہ
برامکہ کے ارادہ کی حد سے بھی بہت دور نکل گیا جسکی وجہ سے وہ خود ہی گھبرا کر اسے ایک حد پر روکنے کے
درپے ہو گئے (۲) اور اس کے بعد خلفار نے دولت کی نمائش اور فضول خرچی میں اتنا توغل کیا کہ یہی باتیں
ان کی سلطنت کے مٹ جانیکے سبب بنگئیں جس کا بیان آگے آویگا۔

خلاصہ ان تمام باتوں کا یہہ ہے کہ ثروت عباسیہ کے اسباب۔ آمدنی کی کثرت اور مصارف کی
قلت ہیں۔ کثرت آمدنی کے اسباب تھے (۱) ملک کی وسعت (۲) لوگوں کا دلی اطمینان کے باعث زراعت
تجارت اور کاروبار میں مصروف ہونا (۳) زمین کا بھاری لگان (۴) عاملوں کا دیانتداری کے ساتھ
سرکاری آمدنی دارالخلافت بغداد میں بھیجتے رہنا اور قلت مصارف کے اسباب تھے۔
(۱) ملازموں کی کمی (۲) حکومت کا مقروض نہ ہونا (۳) اگلے خلفار کی کفایت شعاری۔

دولت عباسیہ کی ثروت

انحطاط کے زمانہ میں

انحطاط کے اسباب کی تمہید

ہر ایک حکومت کے چند دوران ادوار زندگی کے مشابہ ہوتے ہیں جو بچپن سے لے کر بڑھاپے
تک آتے رہتے ہیں اسی لحاظ سے دولت عباسیہ کی بھری جوانی کا زمانہ رشید اور مامون کا عہد
تھا جو اس کے عروج کا دور ہے ان دونوں خلفار کے بعد وہ دولت (ادہیڑپن) کی جانب گرچلی اور
آخرکار بڑھاپے کے دور میں جا پہنچی جس طرح ملک شام کی اموی حکومت کا عہد شباب عبدالملک بن مروان
اور اس کے بیٹے ولید کا زمانہ رہا اور اندلس کی اموی حکومت کی جوانی خلیفہ ناصر اور اس کے بیٹے
حکم کی فرمانروائی میں ہوئی اور دولت عثمانیہ کا دور شباب سلطان سلیمان خان اعظم کے عہد میں ہوا
تھا اسی پر اور حکومتوں کی حالت بھی قیاس کیجاسکتی ہے ابن خلدون نے حکومت کے زمانہ کو پانچ دوروں
پر تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ فتحمندی۔ ۲۔ استبداد۔ ۳۔ اطمینان اور سستی۔ ۴۔ صلح جوئی اور قناعت پسندی

---

(۱) سیر الملوک ۸۷۔ (۲) طبری جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۲ ۱۱۰

(۵) اسراف (۶) ضعف بحریہ (۱)۔ مگر یہ ایک اجمالی تقسیم ہے جو بسا اوقات بغیر کسی تبدیل کے تمام حکومتوں کے حالات پر پوری طرح سے منطبق نہیں ہوتی۔ لیکن جو تقسیم عمر کے اعتبار سے کیگئی ہے وہ اتنی صریح اور واضح ہے کہ اس میں کسی قسم کا خلل نہیں پڑ سکتا۔ قبل اس کے کہ ہم عصر انحطاط کی عباسی تاریخ سے بحث کریں ہم کو پہلے اس انحطاط کے اسباب بیان کر دینے مناسب معلوم ہوتے ہیں جن کا تعلق اس کتاب کے موضوع سے ہے اور حسب ذیل ہیں۔

(۱) **اہل عرب اور اہل عجم میں تنازع**۔ گذشتہ بیانوں سے یہ بات معلوم ہو چکی ہوگی کہ دولت عباسیہ کا قیام صرف اہل فارس اور خصوصاً خراسانیوں کی امداد اور اعانت سے ہوا اور اُن لوگوں نے محض اس غرض سے عباسی حکومت کی مدد کی کہ وہ بنو اُمیہ سے اس عربی تعصب کا انتقام لیں جو وہ لوگ اپنی مطیع و منقاد غیر قوموں کے ساتھ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں حقارت آمیز برتاؤ کے ذریعے ظاہر کیا کرتے تھے۔ عباسی حکومت نے فارسیوں کا احسان مانا اور چاہا کہ اُن سے جہاں تک ہو سکا انہیں اپنا مقرب بنایا۔ حکومت کے بڑے بڑے کام ان کے ہاتھ میں دے دیئے۔ اپنے وزیر، عمال اور کاتب وغیرہ سب فارسی النسل لوگوں میں سے مقرر کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل عرب کا عزت و اثر کم ہو گیا اور وہ حکومت کو خوف زدہ اور بری نگاہوں سے دیکھنے لگے اور اس کے بد اندیش ہو گئے۔ لیکن ان کو اپنے اقتدار اور اثر کو دوبارہ واپس لینے کی کوئی تدبیر نہیں ملتی تھی۔ برامکہ کے ایام میں فارسیوں کا رتبہ عباسیوں کے نزدیک اور بھی بلند ہوا جس کی وجہ سے اہل عرب کا کینہ بھی ان سے اور بڑھ گیا اور وہ باوجود برامکہ کی سخاوت، فیاضی اور خوش اخلاقی کے ان کے مخالف بن کر انہیں برباد کرنے کی سرگرم کوششیں عمل میں لاتے رہے اور ممکن ہے کہ برامکہ کے جود و سخا میں مبالغہ کرنے کی اصلی علت صرف اپنی منزلت کا بچاؤ کرتے رہنے کی خواہش رہی ہو تاہم وہ اہل عرب کے طرفدار حاسدوں کے اڑنگے میں آ ہی گئے جو ان کے گرانے کے درپے تھے اور بد لوگوں نے خلفاء کے پاس رسوخ حاصل کر کے اپنا کام نکال ہی لیا۔ انہوں نے برامکہ کی شکائت کی اور ان پر تہمت لگائی کہ وہ لوگ اپنا رسوخ اس لئے بڑھا رہے ہیں کہ آخر کار ایک دن ملک پر قبضہ کر بیٹھیں۔ آخر ان شکائتوں کا اثر ہوا اور رشید نے برامکہ کے ساتھ جیسا سلوک کیا وہ مشہور ہے۔ برامکہ کی چغلی کھانیوالوں میں فضل بن الربیعؔ کا نام بہت مشہور ہے جو اگرچہ عربی النسل نہیں تھا لیکن بوجہ اسکے کہ اس کا نسب حضرت عثمان بن عفانؓ کے ایک آزاد کردہ غلام سے ملتا تھا اہل عرب کی طرف اپنی نسبت ضرور کرتا تھا (۲)۔ برامکہ کی تباہی کے بعد بادی النظر میں اہل عرب نے یہ خیال کیا تھا کہ اب وہ پھر اپنی گذشتہ شوکت

(۱) ابن خلدون جلد ۱۔ صفحہ ۱۴۷ ۔ (۲) ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۱۲ ۔

وسلطنت مدہارہ حاصل نہ کرسکیں گے۔ جب رشید نے وفات پائی اور اس کے دونوں بیٹوں "امین" اور "مامون" کے مابین جھگڑا برپا ہوا تو "امین" جس کے ماں باپ دونوں عربی الاصل تھے کیونکہ اسکی ماں "زبیدہ" منصور کی پوتی تھی، اہل بغداد نے (جن میں عرب کی جنگی فوج بھی شریک تھی) اسکی امداد کی اور مامون جس کی ماں ملک فارس کی لڑکی تھی اور وہ خراسان ہی میں اپنے ماموں لوگوں اور طرفداروں کی جماعت میں تھا (۱) تو خراسانیوں نے جس طرح اس کے اجداد کی اعانت کی تھی اسے بھی ویسی ہی مدد دی یہ جھگڑا امین کی قتل اور مامون کی کامیابی پر ختم ہوا جس کی وجہ سے فارسیوں کا نفوذ پھر بڑھا اور اب وہ سابق سے زیادہ اہل عرب کی آبروریزی کرنے لگے عربوں پر یہ حالت بیحد شاق تھی اور اسپر طرہ یہ ہوا کہ "حسن بن سہل" کا ایسا مجوسی الاصل فارسی جو تھوڑے ہی دنوں سے مشرف باسلام ہوا تھا وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اہل عرب اس کے اسلام کے قائل نہیں تھے اور بالاعلان طنزاً کہتے تھے "ہم ہرگز اس مجوسی بچہ کو پسند نہیں کرتے" چنانچہ انہوں نے حکومت کے بغاوت بھی کردی جسپر وہ زبردستی مغلوب کئے گئے اور مجبور بنا کر مطیع کرلئے گئے (۲) مامون بغداد میں آیا اور اس کو اور اس کے یاروں کو اطمینان کے ساتھ حکومت کرنیکا موقع ملا تو اس نے علم اور فلسفہ کی طرف توجہ کی جسکے سبب سے وہ قرآن کریم کے مخلوق ہونے کا قائل بنا اور اس بات سے اہل عرب اور بھی اس کے مخالف ہوگئے لیکن وہ ناچار تھے اور خلیفہ کو اس بات سے باز نہیں کہہ سکتے تھے۔

(اہل ترک) ۲۱۸ھ میں "مامون" نے وفات پائی اور عنان خلافت اس کے بھائی معتصم باللہ کے ہاتھوں میں آئی۔ معتصم کی ماں ترکی خاندان کی عورت تھی اور ملک ترکستان کے شہر "سند" کی رہنے والی (۳) لہٰذا معتصم ابتداء سے ترکوں کے ساتھ محبت رکھنے پر مائل رہا اور فارس والوں سے جنہوں نے اس کے بھائی امین کو قتل کیا تھا پرخطر رہا کیا تھا کیونکہ یہ پہلا واقعہ تھا جسمیں فارسی لوگوں نے ایک خلیفہ کے قتل کرنے کی جرأت کی تھی دوسری جانب اسے عربی فوجوں پر بھی سچا اعتبار نہ تھا کیونکہ عباسیوں نے انہیں ذلیل اور خوار بنا کر بالکل کمزور کردیا تھا مزید برآں اس کے بھائی مامون نے مرتے وقت اسے اہل عرب سے برسر جنگ رہنے کی وصیت بھی کردی اس لئے اسے بجز اسکے کوئی چارہ نہیں تھا کہ عربی اور فارسی عناصر کے سوا وہ کسی اور عنصر کو اپنا مددگار بنائے اس زمانہ میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بلاد ماوراء النہر تک جا پہنچا تھا اور وہاں کے عامل خلفاء کی خدمت میں جو ہدیئے بھیجا کرتے منجملہ ان کے ترکوں اور فرغانہ والوں کے نوعمر لڑکے بھی ہوتے تھے معتصم کو بوجہ اس بات کے کہ اس کی ماں کا

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۹۳ (۲) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۱ (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۵

نسب ان قوموں سے ملتا تھا ان لڑکوں کے جمع کرنے میں آسانی ہوئی اور اس نے کئی ہزار ترکی نوجوان فراہم کئے کچھ بطور غلاموں کے اس نے مول لئے اور بہت سے اس کے پاس ہدیہ کے طور پر بھی آئے ان ترکی غلاموں کی اتنی کثرت ہوئی کہ ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی (۱) اور بغداد میں اُن کے سبب کو جگہہ نہیں ملی اس کے علاوہ بغداد کے باشندے ان لوگوں کے بد اطواریوں سے بھی گھبرا اٹھے اسلئے معتصم نے ایک جداگانہ شہر "سامرا" نامی بغداد کی حدود سے باہر بنوایا اور ان غلاموں کو وہاں رکھا (۲) ان کی تنخواہیں مقرر کیں اور انہیں سے فوجیں مرتب کرائیں اس میں شک نہیں کہ ترکی غلاموں نے اس کی حکومت کو بہت کچھ قوت دی اور جو لڑائیاں معتصم کو اپنے ترکی اور رومی دشمنوں سے لڑنی پڑیں ان میں اس جماعت نے بہت کچھ شجاعت کے جوہر دکھا کر اسے فتحمند ہی بنایا لیکن دوسری جہت سے یہی لوگ دولت عباسیہ کے زوال کے سبب بھی بنگئے یہ لوگ مال کی لالچ میں خرد تھے اور اپنا نفوذ بڑہانے جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت اور اس کا خزانہ اور خلفا سب انکی خود غرضیوں کے شکار بن گئے

خلیفہ "مامون" ایک ذی علم اور دانا شخص تھا اس کے محرم راز اور مصاحب سب کے سب عالم اور حکیم تھے اور اسی کے ساتھ وہ بہت نرم دل بھی تھا چنانچہ اس کی نیک مزاجی اور رقت کو لوگ مثال دینے کے طور پر بیان کرتے تھے قاضی یحییٰ بن اکثم لکھتے ہیں کہ "ایک دن میں خلیفہ "مامون" کے ساتھ "زبیدہ" کے بنوائے ہوئے پائین باغ میں گشت کر رہا تھا اور جس پہلو پر میں چل رہا تھا ادہر دہوپ کا رخ تھا یعنی میں خلیفہ پر سایہ کئے ہوئے اُسے دہوپ سے بچاتا تھا جب میں اسی طرح اس روش کے آخر تک پہنچا اور وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے ارادہ کیا کہ پھر دہوپ کی طرف ہوکر خلیفہ پر سایہ کرلوں مگر خلیفہ نے مجھہ کو روکدیا اور کہا "ٹھہرو اور اپنی حالت ہی پر رہو تا کہ جس طرح تم نے مجھہ کو دہوپ سے بچایا ہے میں بھی تمھیں بچاؤں" قاضی یحییٰ کا بیان ہے کہ میں نے کہا "امیر المومنین اگر مجھہ سے بن پڑتا کہ میں آپکو آگ کی سوزش سے بچا سکوں تو میں اس کو نہایت خوشی سے کر گزرتا چہ جائیکہ دہوپ سے بھی نہ محفوظ نہ رکھوں"۔ مگر خلیفہ نے ان کو جواب دیا "یہ امر صحبت کے کرم سے بعید ہے" اور یہ کہہ کر خود دہوپ کی سمت میں مجھہ پر سایہ کرتے ہوئے ویسے ہی ٹہلنا شروع کیا جس کہ میں نے سایہ کر رکھا تھا (۳)"۔

یہی قاضی یحییٰ بیان کرتے ہیں "ایک دن میں خلیفہ مامون الرشید کے پاس سو رہا تھا۔ اتفاقاً ان کو پیاس ہوئی مگر وہ میری نیند اچٹنے کے خیال سے رک گئے اور کسی غلام کو اس خیال سے آواز نہیں دی کہ مبادا شور سے اسکی نیند میں خلل پڑے حالانکہ میں درحقیقت جاگ رہا تھا پھر میں نے دیکھا کہ

(۱) قرمانی صفحہ ۱۵۔ (۲) یعقوبی (کتاب البلدان) ۲۳۳۔ (۳) عقد فرید جلد ۱ صفحہ ۲۰۹۔

وہ پنجوں کے بل اٹھ کر پانی رکھنے کی جگہ تک دبے پاؤں گئے اور ایک کوزہ اٹھا کر پانی پینے کے بعد ویسے ہی دبے پاؤں پنجوں پر چل کر میرے بستر کے قریب آئے پھر وہاں سے ہوشیاری کے ساتھ آہستہ قدم بڑھا کر اپنے بستر پر چلے گئے اور یہ سب محنت اس لئے کی کہ کہیں میری آنکھ نہ کھل جائے۔"

"مامون" نے اپنے حاشیہ کے لوگوں اور ارکان دربار کے ساتھ اتنی ملاطفت برتی کہ آخر کار اسکو خادم تک اس سے گستاخیاں کرنے اور اس کو بے حقیقت سمجھنے لگے تھے عبداللہ بن طاہر کا بیان ہے کہ "ایک دن میں خلیفہ مامون کی خدمت میں موجود تھا خلیفہ نے خادم کو آواز دی "ارے لڑکے" کوئی نہیں بولا۔ پھر اس نے دوبارہ زور سے آواز دی "ارے لڑکے" جس کے بعد ایک ترکی چھوکرا یہ کہتا ہوا آیا۔ بس چھوکرے کو نہ کھانے دیا جائے اور نہ پینے؟ جہاں ہم لوگ آپ کے روبرو سے ہٹے اور آپ نے "ارے چھوکرے ارے چھوکرے کی ہانک لگائی آخر کہاں تک "ارے چھوکرے" کی رٹ رہیگی؟" خادم نے یہ گفتگو سن کر خلیفہ اتنی دیر تک سر جھکائے ہوئے بیٹھا رہا کہ مجھ کو یقین ہو چلا کہ کہ اب مجھے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیگا مگر دیر کے بعد خلیفہ نے میری جانب دیکھ کر فرمایا "عبداللہ یہ کیسی مشکل ہے؟ اگر کسی شخص کی عادت اچھی ہو تو اس کے خادموں کی عادتیں بگڑ جاتی ہیں اور اگر وہ بدمزاج ہوتا ہے تو نوکروں کے ہوش ٹھکانے رہتے ہیں مگر مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کمبخت نوکروں کی عادتیں سدھارنے کے لئے اپنا مزاج بگاڑ ڈالوں (۱)"

باوجود علم ادب اور فضل وکشادہ دلی کے مامون کے مناقب نرم دلی اور نیک مزاجی کے لحاظ سے بھی بہت اعلیٰ تھے اس کا جانشین معتصم ہوا جو علم سے کورا اور کچھ یوں ہی سا لکھ پڑھ سکتا تھا (۲) اسی کے ساتھ بڑا غصہ ور اور سخت کینہ توز (۳) گھوڑے کی سواری اور گیند بازی میں [illegible] (۴) بھی تھا جسمانی قوت نے اور بھی سونے میں سہاگا کر دیا تھا اس کے لئے روز [illegible] تھا وہ ایک ہزار رطل کا بوجھ اٹھا کر چند قدم تک بخوبی چلتا تھا (۵) جب ارکان سلطنت نے دیکھا کہ معتصم اور اسکے بھائی مامون کی عادات واطوار میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو وہ اسکی طرف سے بد گمان ہو گئے اور جس خلوص کے ساتھ وہ مامون کے عہد میں حکومت کی خدمت کر چکے تھے اس سے پہلو تہی کر گئے اسکو معتصم کو ترکوں اور فرغانہ والوں سے اور زیادہ میل رکھنے کی ضرورت پیش آئی اور اسکی غرض یہ تھا کہ وہ اپنے بھائی مامون کی اس رائے کا بڑا پابند تھا جو اس نے قرآن کریم کو مخلوق ماننے کے

(۱) مستطرف جلد ۱ صفحہ ۹۶ - (۲) قرمانی ۱۵۵ (۳) ابوالفدا جلد ۳ صفحہ ۳۷ - (۴) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۱ - (۵) فخری صفحہ ۲۰۹ * ع بارہ من کس برابر مترجم عفی عنہ *

بارہ میں قائم کی تھی۔ لہذا اس نے اس رائے کو تائید دینے میں سختی اور جبر سے کام لینا شروع کیا مشہور امام احمد بن حنبل کو دربار میں طلب کر کے قرآن کے بارہ میں ان کی رائے دریافت کی جو ان کے مخلوق کہنے سے منکر ہوئے معتصم نے ان کو کوڑوں سے مارے جانے کا حکم دیا یہانتک کہ وہ بیہوش ہو گئے اسوقت کوڑوں کا مارنا بند کرا کے قید میں ڈلوا دیا (۱) اس بات سے عام مسلمان اس سے نفرت کرنے لگے اور اہل عرب کی ناراضی اور بھی بڑھ گئی لیکن معتصم کو اپنے ترکی غلاموں کی فوج پر جو نو مسلم ہونے کے علاوہ نیز سے تمدن کی خوبیوں کو نہیں جانتے تھے اسقدر اعتماد تھا کہ وہ کسی کی ناراضی کو خیال میں نہیں لاتا تھا حالانکہ اس کی ترکی فوج کے لوگ جو ایک وحشی قوم اور غیر متمدن ملک کے رہنے والے تھے اسلامی تمدن کی شاہراہ میں روڑے کیطرح چلتی گاڑی کو اٹکا رہے تھے انہیں وجوہ سے نبتیں بگڑ گئیں حالت درہم و برہم ہو چلی اور اسیوقت سے حکومت پیچھے کی طرف الٹے پیروں کھسکنی شروع ہو گئی

اموال خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں کی اصلی غائت تھی اسلام کو تقویت دینا اسے تمام دنیا میں شائع کرنا اور اہل عرب کی شان کو بلند کرنا امویوں نے خلافت کی طلب میں مال کی ضرورت محسوس کی اور انہوں نے اسکے فراہم کرنے کیلئے ہر طرح کی کوششوں کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور گو انکے زمانہ میں دینی امور کو تقویت دینے کی رغبت کم ہو گئی لیکن وہ عربی تعصب پر نہایت استقلال کے ساتھ برابر قائم اور دوسری قوموں کو حقیر تصور کرتے رہتے یعنے بنو امیہ کی نظر توجہ صرف عربی قوم اور فراہمی دولت پر رہی عباسیوں کی حکومت کا آغاز اور عربی قوم کے رسوخ کا گھٹنا دونوں باتوں کا ایک ہی زمانہ میں ظہور ہوا عباسیوں نے صرف اہل عرب کی مدد چھوڑ کر اسے مطلقاً اسلام کی تائید سے بدلدیا وہ اپنے عروج کے زمانہ میں علم فلسفہ اور تجارت وغیرہ کے فنون کی طرف متوجہ ہوئی جو تمدن کے آثار ہیں اور اس بارہ میں انہوں نے اہل فارس سے مدد لی جو اسلامی فتح سے قبل ہی تمدن میں اعلے دستگاہ رکھچکے تھے اور جن میں فطری طور پر مدنیت کی استعداد موجود تھی۔ مزید برین دولت عباسیہ کو تقویت دینے میں خود ان کے ملک کی آبادی بھی متصور تھی کیونکہ مرکز خلافت انہیں کے بلاد میں واقع ہوا تھا لہذا انہوں نے حکومت کی بیجے دل سے خدمت کی ملک آباد ہوا دولت و ثروت کے راستے کھلے اور مال کے خزانے ابلنے لگے خلفاء اور ان کے ارکان دولت اسکے خرچ کرنے میں ایسے مشغول ہو گئے پھر انہوں نے ناز و نعمت اور دولتمندی کے ٹھاٹھ دکھلانے آغاز کئے وہ عیش و عشرت میں ڈوب چلے یہانتک کہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے عہد میں ترقی اور تمدن کے اعلے زینہ پر پہونچ گئے معتصم کا زمانہ آیا تو اس نے ترکی غلاموں کے جتھے بکثرت

---

(۱) ابن اثیر جلد ۶۔ صفحہ ۱۸۱ وغیرہ

فراہم کیئے اور اسی قوم کے لوگوں کو حکومت کے کاروبار سپرد کر دیئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکی حکام کا گروہ اپنی ذاتوں کے لئے مال و دولت جمع کرنیکی طرف جھک پڑا وہ اس قدر بیدردی سے دولت فراہم کیا کرتے تھے کہ ملک کی ویرانی کا کبھی اندیشہ نہیں کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ نہ وہ ملک اس کا اصلی ملک تھا اور نہ وہاں کے باشندے ان کے ملکی اور قومی ہمجنس تھے وہ صرف روپیہ جمع کرکے اپنے ملک ترکستان کو بھیجتے رہتے تھے (۱) خلفاء اسقدر کمزور ہو چکے تھے کہ ان کی دست درازیوں کو روکنے کے قابل نہیں رہے اس حالت کو دیکھ کر عاملوں اور وزیروں نے خلفاء کو بھی دہمکی دینی شروع کی اور ہماننک ان سے بن پڑا ظلم وجور کو استعمال میں لا کر ایک دوسرے سے تمول میں بڑھ جانے کی کوشش کرنے لگے اس لئے دولت عباسیہ کی ثروت خلیفہ کے دست قدرت اور بیت المال سے نکل کر عاملوں وزیروں کاتبوں اور سپاہ فوج وغیرہ ہاتھوں میں جا پہنچی خلفاء اپنی حالت کی درستی اور حکومت کے باقی اور قائم رکھنے کیلئے فوج کے محتاج ہوئے اور سپاہی روپیہ مانگتے تھے روپیہ اور دولت پروزیروں عاملوں اور کاتبوں کا قبضہ تہا لہذا مجبور ہوکر خلفاء نے ان سے مصادرت کرنیکا طریقہ جاری کیا یعنے زور ڈال کر اور زبردستی انکی دولت ضبط کرنے لگے مگر مصادرت کے عمل میں آنے کے لئے کارگزار لوگوں کی حاجت تہی اور وہ بھی بغیر مال کے کچھ نہیں کرتے تھے

لہذا مال ہی حکومت کی قوت اور شان کو محفوظ رکھنے کا محور بن گیا اور بیعت کے ثابت رکھنے دشمنوں سے جنگ کرنے اور اپنی جان بچانے حتےٰ کہ شاہی محلوں کے اندر رہنے کے لئے بھی صرف مال ہی پر خلفا کو اعتماد کرنا پڑتا تہا وہ قریشی حمیت بالکل مٹ گئی جسکی وجہ سے عیسیٰ بن مصعب بن الزبیر نے ۷۱ھ میں (بحالت جنگ عبدالملک بن مروان) اپنے باپ مصعب کی مخالفت کی اور محض قریش کی شرم دحیا سے قتل ہو جانا پسند کر کے اپنی جان نہیں بچائی مصعب زندگی سے ناامید ہو چکا تہا اور وہ اپنے بہائی عبداللہ کے حق خلافت کو بچانے میں مایوسانہ کوششیں کرتا تہا اسی حالت میں محمد بن مروان نے بشرط اطاعت اس کو امان دینے کا پیام بھیجا جسے خود مصعب نے تو نامنظور کیا لیکن اپنے بیٹے عیسےٰ کو ترغیب دلائی کہ وہ اطاعت مان لے اور اپنی جان بچالیوے لڑکے نے باپ کی نصیحت سن کر جوابدیا کہ "کیا قریش کی عورتیں یہ نہیں کہیں گی کہ میں نے آپ کے ساتھ دغا کرکے اپنی جان بچائی" مصعب نے کہا اچہا تم اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے چچا کے پاس مکہ چلے جاؤ اور ان کو اہل عراق کی کارروائی سے مطلع کردو مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دو کیونکہ میری جان اب نہیں بچیگی" بیٹے نے کہا "میں تو ہرگز قریش کو آپ کی وفات کی اطلاع دینے نہیں جاؤنگا مگر ابا جان آپ بصرہ کیوں نہیں چلے جاتے وہاں کے

(۱) ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۲۰۹ ے +

لوگ تو ابھی ہمارے مطیع ہیں اور یہ نہیں تو امیرالمومنین ہی کے پاس چلیے"۔ مصعب نے کہا "نہیں قریش مجھ کو میدان سے بھاگنے والا کہیں گے میں ایسا کام نہیں کرونگا" پھر اپنے فرزند سے کہا "تم آگے بڑھو میں تم کو راہ خدا میں قربان کرتا ہوں"۔ اس کے بعد انکی جماعت نے بڑھ کر جنگ شروع کی اور سب اسی میدان میں کھیت رہے (۱)

پھر یہ بات بھی ضروری ہے کہ حکومت کی ثروت مملکت کی فراخی اور تنگی کی حالتوں کی تابع رہی عباسی حکومت کے اس زمانہ پر جو رشید اور مامون کا عہد تھا اور جس میں ملک عام طور پر آباد تھا غور کیا جائے تو دولتمندی بھی اعلےٰ درجہ پر پہنچی ہوئی تھی پھر یکایک اس میں زوال پیدا ہوا اور معتصم کے وقت سے وہ گھٹنے لگی اور جن تینوں قائموں (گوشواروں کو) ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کے باہمی مقابلہ سے یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کیونکہ ان میں جو قائمہ سب سے پہلا ہے وہ مقدار میں بھی سب سے بڑھا ہوا ہے جن کا اجمال حسب ذیل کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ابن خلدون کا قائمہ سنہ ۲۰۴ھ سے سنہ ۲۱۰ھ تک اس کا ارتفاع ۳۹۶۱۵۵۰۰۰ درہم تھا۔

۲۔ قدامۃ کا قائمہ سنہ ۲۲۵ھ کے قریب تک اس کا ارتفاع ۳۸۸۲۹۱۳۵۰ درہم تھا۔

۳۔ ابن خرداذبہ کا قائمہ سنہ ۲۵۰ھ کے قریب تک اس کا ارتفاع ۲۹۹۲۵۶۳۴۰ درہم تھا۔

اس سے نظر آتا ہے کہ تیسری صدی کے آغاز میں حکومت کا مالی ارتفاع ۴۰۰ ملین درہم علاوہ دوسرے سامانوں اور غلوں کے تھا پھر وہ اسی صدی کے پہلے ۱/۴ حصہ میں ۳۸۸ ملین درہم بلا کسی غلہ کے رہگیا اور اسی صدی کے وسط میں ۳۰۰ ملین درہم سے بھی گھٹ گیا پس اگر کمی کی ایسی ہی تدریجی رفتار حکومت کے آخر عہد تک رفتار کیجائے تو اس کا جو نتیجہ ہوگا اسکا خیال میں آنا بہت آسان ہے البتہ ہم ہر ایک زمانہ کی بابت اس کمی کا صریحی ثبوت پیش نہیں کر سکتے جسکی وجہ ان ماخذ کی کمی ہے جو اس بارہ میں دستیاب ہوئے ہیں اور اس کا موجب یا تو حکومت کا تحریری رپورٹوں کی تیاری میں عدم توجہی کرنا اور یا انکی تیار شدہ رپورٹوں کا خانگی جھگڑوں اور دوسرے ہنگاموں کے اثنا میں ضائع ہو جانا کہا جا سکتا ہے۔ +

(۱) ابن اثیر جلد ۴۔ صفحہ ۱۵۹۔ +

عہد انحطاط کے جبائیت کی مقدار

جس وقت ہم ان رقموں کو دیکھیں جو متواتر ہر سال جبائیت کی روشن باقی سے بیت المال میں جمع ہوا کرتی تہیں تو ہمیں صاف معلوم ہو جائیگا کہ اگلے خلفاء کی وقتوں کی روشن باقی سے ان بعد میں جمع ہونے والی رقموں کو کوئی نسبت ہی نہیں ہے اس کے علاوہ عباسیوں کی ایک حالت یہ بھی تھی کہ اگر ان میں سے کسی عاقل اور دور اندیش خلیفہ نے کفایت شعاری کر کے کچھ روپیہ جمع کیا تو اسکے جانشین نے وہ تمام اندوختہ فضول خرچیوں میں اُڑا ڈالا چنانچہ ان کی بابت جو مثلیں مشہور ہیں منجملہ ان کے ایک یہ مثل بھی ہے کہ "سفاح۔ منصور۔ مہدی۔ ہادی اور رشید نے جس قدر روپیہ جمع کیا تھا وہ سنہ ۱۹۳ھ سے سنہ ۱۹۸ھ تک پانچ برسوں میں" امین" نے خرچ کر ڈالا پھر مامون معتصم اور واثق کا اندوختہ متوکل نے سنہ ۲۳۲ھ سے سنہ ۲۴۷ھ تک خرچ کیا اس کے بعد منتصر مستعین معتز۔ مہدی۔ معتمد۔ معتضد اور مکتفی نے جس قدر دولت ذخیرہ کی تہی وہ سنہ ۲۹۵ھ لغایت سنہ ۳۲۰ھ کے عرصہ میں مقتدر نے گلچھروں میں اڑا دی۔

مقتدر کے عہد کے سوا اور کسی زمانہ کی سالانہ جبائیت کی مقدار مفصل طور پر ہم کو نہیں معلوم ہو سکی کیونکہ مقتدر کے وقت میں اوس کے وزیر علی بن عیسے نے خزانہ کی حالت مندوش ہونے پر اپنی ذات کو الزام سے بری کرنے کے لئے مجبوراً سالانہ آمد و خرچ کا ایک گوشوارہ صرف سنہ ۳۰۶ھ کی بابت تیار کیا تہا اس گوشوارہ کا نسخہ بھی مدتوں تاریکی کے عالم میں پڑا رہا اور لوگوں نے اس کو تلف شدہ خیال کیا تہا کہ بیرن وان کریمر نے اسے ظاہر کر کے ایک کتاب کی صورت میں شایع کیا جس کا نام "سنہ ۳۰۶ھ کی بابت حکومت عباسی کی جبائیت (۱)" رکہا ہے اور اس پر ایک دیباچہ جرمنی زبان میں تحریر کیا ہے جس کے اندر اس نسخہ کے دستیاب ہونے کی کیفیت اور اس کے پڑھنے میں جو دقتیں اٹھانی پڑیں انکی حالت درج کی ہے کیونکہ وہ ایک غیر مالوف عربی رسم خط میں لکہا ہوا تہا جس کا حال تصویر ملحقہ کے ملاحظہ سے کہلیگا۔ بیرن وان کریمر نے اُس قائمہ پر جو نوٹ تحریر کئے ہیں ان کا بیان باعث طوالت تہا لہذا ہم ان کو ترک کر کے صرف اس کی وہ عبارت ذکر کرتے ہیں جو اصل کتاب کی اس لے پڑہی ہے جس قائمہ کا ہم نے ابہی ذکر کیا ہے وہ چار قسموں پر منقسم ہے قسم اول میں سواد اور اس کے ملحقات کی جبائیت کی تفصیل ہے دوسری قسم میں شرق یعنے سواد کے مشرقی جانب واقع ہونے والے شہروں کی جبائیت کا مفصل درج ہے تیسری قسم میں مغرب یعنے سواد کے مغربی سمت

(۱) Einnahmebudget des Abbasiden Reiches.

واقع ہونیوالی جبائت کا بیان ہے اور چوتھی قسم میں اموال خاصہ اور موقوفہ کی آمدنی شرح طور سے ذکر کیگئی ہے
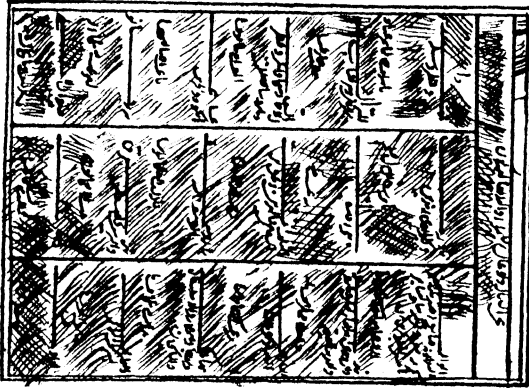
دولت عباسیہ کی جبائت کے قلائے کے پہلے صفحہ کی تصویر جو ۳۰۶ھ کی بابت تیار ہوا تھا جس کو بیرن وان کریمر ساکن جرمنی نے پڑھ کر تحریر کیا ہے۔

دولت عباسیہ کی جبائت بابت ۳۰۶ھ

یہ مقتدر کے وزیر علی بن عیسیٰ کا گوشوارہ ہے اور وان کریمر کی تحریر کے مطابق یہاں درج کیا جاتا ہے

۱۔ سواد کی جبائت

کیفیت بیان سواد۔ اور اعمال معمورہ اور مذکورہ شہروں کا

دینار	
۱۵۴۷۷۳۴	سواد اور اوس کے طساسیج کے اموال اور بصرہ کی اراضی مفرب کے صدقات اور وہاں کے جہازات اور تمام وہ آمدنیاں جو اس کی طرف منسوب ہیں اور اس کے ساتھ چلتی رہتی ہیں۔
اُسکی تفصیل	
	باذوریا اور کلواذی اور نہر بین۔ ۱۶۶۲۸۳ درہم۔
۱۹۸۳۱۳	انبار۔ قطربل اور مسکن۔
۷۵۵۷۶	بہر سیر۔ رومقان۔ الثار۔ نفیلین۔ جاذر۔ اور مدینۃ العتیقہ (شہر کہنہ)

۲۵۰۰۰	کوثی اور نہر درقیط
۹۵۲۶	نہاب الاعلی اور نہر گشتاسپ
۱۶۷۳۶	فلوجۃ العلیا اور ارعار
۱۳۵۸۵	فلوجۂ سفلی۔ نہرین اور عین التمر
۱۴۰۲۵۹	سیب الاعلیٰ۔ سورا۔ بابل۔ خطرینہ اور بارد سمائی اعلیٰ
۳۸۳۵۰	نہر الملک۔ صرجا۔ نہر جوبر۔ اساسان اور مالکیات۔
۴۶۳۳۶	بارد سمائی اسفل۔
۱۱۰۱۵۴	طساسیج الکوفہ والمزن۔
۵۰۲۱۹	سرمن رائی متعلقہ نوآبادی سے۔
۲۰۵۹۰	نہر برق اور دیر اسفل
۲۴۳۰۰	بزرگ سابور
۳۰۰۳۵	راذانان۔
۱۳۶۶۶	رستقباد
۴۶۴۸۰	نہروان اعلے اور سمنطائی
۴۰۳۲۷	نہروان اوسط۔
۶۰۵۳۲	نہروان اسفل
۱۵۹۰۸۹	صلح اور منازل
۴۲۴۹۹	بادرایا اور باکسایا
۳۱۰۷۲۰	واسط مع خاصہ اور مستحدثہ اور عباسیہ کے راتبہ (تقریرہ) خرچوں کے بعد
۱۲۱۰۹۵	بصرہ اور کور دجلہ
۲۲۵۷۵	بصرہ کے جہازات
۴۲۷۵۰	ضمانات کے اموال نہروں کے فضول سے ادا کیجانیوالی رقمیں جو مصرفات کیجانب منتقل کیجاتی ہیں
۸۰۲۵۰	عبارت ہیت کی (العبارۃ بہیت)
۱۶۹۷۵	بغداد بصرہ۔ سرمن رائی۔ واسط اور کوفہ کی بھیڑ بکریوں کے بازاروں سے
۶۰۳۷۰	بغداد۔ سرمن رائی واسط۔ بصرہ اور کوفہ کی ٹکسالوں سے۔

۶۶۰۰۰ بغداد کے جوالی سے (جوالی۔ کنوئیں کی من وجاہات[۱])

۱۳۸۷۴ ارتفاقات۔ ودعتوں اور جاگیروں کے مال سے دربار کو جو رقم ادا کی جاتی تھی

۱۸۴۶۴۸۱۔ (میزان)[۲]

۲۔ مشرق کی جبائت

۱۲۶۰۹۲۲ کور اہواز سے جو ابراہیم بن عبد اللہ المسیح وغیرہ کے ضمان میں تھا۔

۱۶۲۴۵۲۰ فارس کے اموال مع ان آمدنیوں کے جن کو مونس خادم پاتا تھا اور معقل کے جو اطراف والوں کے ہاتھوں میں تھے جنکو صرف مال غنیمت کے طور پر صادر کیا گیا ہے

۲۵۸۰۴۰ اس نواحی کے امرا کے تعلقے مع سیراف کے جہازوں کی آمدنی کے۔

۳۶۴۳۸۰ کرمان مع امرا کے تعلقوں کے مال عہاد ورج اور بیا بانی دیہات کے علاوہ اور مع اسکے جو کہ مونس خادم خزانچیوں اور پرہنے والوں کے مال سے لیتا تھا۔

۸۰۰۰۰ عمان کی جاگیریں سوائی اس ہدیہ کے جو کہ دربار کو ارسال ہوتا تھا۔

۳۵۹۷۸۶۲ (میزان)

ارتفاع خراج اور عام لوگوں کے علاقوں کا مشرق میں جو معاملہ کی رو سے تھا اور وہ ارتفاع جو امانت اور ضمانت کے ذریعہ سے ہوتا تھا ۲۵،۵۰۷،۵ درہم

۴۶۵۰۷۸ رے اور دماوند کا خراج وہاں کے اعشار اور اخماس مع ان رقموں کے جنکا وہاں سے بذریعہ استخراج ابن داوودان اور احمد بن علی کے ہوتا تھا۔

۱۲۲۶۴۴ وہاں کے تعلقے

قزوین۔ زنجان۔ اور ابہر۔

۱۰۷۵۱۱ خراج

۵۸۲۹۰ تعلقے

قمم

۱؎ (آبپاشی کے چاہات جو بغداد کے مضافات میں تھے انکی آمدنی مراد ہے) مترجم عفی عنہ۔

۲؎ تاریخ کے شروع میں جو مجموعی رقم تحریر ہوئی ہے اُس میں اور اس میزان میں فرق نظر آتا ہے جس کا سبب شاید اعداد کے بڑھنے کی غلطی قرار دی جائے گر ہم اُسی پہلی اجمالی تعداد پر اعتماد کریں گے۔ (مؤلف)

۱۹۷۲۲۹	خراج
۸۰۲۲۹	تعلقے

اصفہان

۴۱۰۱۷۸	خراج جو نئے قرار دادوں کے ذریعے سے ہوتا تھا گردوں کے خراج اور اس آمدنی کے جو ایغار اور شاہی علاقوں سے ہوتی تھی۔
۱۸۹۳۳۴	وہاں کے تعلقے

ماہ البصرہ اور ایغارین۔

۱۸۵۶۳۶	خراج
۲۶۷۵۲۰	تعلقے

ھمدان

۱۵۰۴۸۰	خراج
۵۵۷۸۹	تعلقے

ماسبذان

	۵۷۷۴۶	خراج
	۱۶۷۵۰	تعلقے
	۱۷۶۲۵	وادی سادہ اور وہاں کے پانی پلانے کا مکان
	۱۰۵۶۷۸	ماہ الکوفہ خراج کی مدسی سوائے ضیاع رایہ اور مستحدثہ اور طعمہ کے
	۸۹۵۰۰	وہاں کے تعلقے
۲۲۵۱۹۳	۳۰۰۱۵	حلوان خراج اور تعلقوں دونوں کی مد سے
۲۲۶۳۷۰		آذربیجان اور ارمینیہ ان معاہدوں پر جنپر نرخ کے طریقہ کی تقسیم کی گئی تھی
۶۴۳۹۶۶۳ (میزان)		

۳۔ مغرب کی جبائت

بیان تعلقوں اور عام خراج کا جو مغرب اور اسکی چھاؤنیوں سے ان احتسابوں کے

بعد آتا تہا جو حسب عادت اصلی ارتفاعات سے وضع ہو جاتے تہے اور سوا جاگیر اور غنیمتوں کی جنونکی قیمت کے جنکی ہر سال ادا کرنیمیں (جزیرہ قبرس) کے لوگونکی تفریق کیگئی تہی اور حسب ذیل عمال اور اموال سماۃ (زنام نہادہ) کا یہ ہوتا تہا۔

جو کچہہ مغرب اور اس کے اجناد کے متعلق ہوتا۔

۴۷۴۶۴۹۲

اسکی تفصیل

مصر اور اسکندریہ قدیم احتسابات[1] کے بعد	۲۹۰۷۷۳
اور سوائے ماذرائیین کی مصادرت اموال مرافق اور محصول درآمد مال اور اموال غنیمت کی قیمتوں کے۔	۱۰۸۰۰۰۰
جند فلسطین احتسابات کے بعد۔	
مال	۸۰۷۵۰
	۲۳۰۶۴۷
جند اردن احتسابات کے بعد	
مال	۴۰۴۶۰
	۱۰۲۰۶۲
جند دمشق احتسابات کے بعد	
مال	۱۱۳۰۵۷
	۳۱۵۳۰۰
جند قنسرین اور عواصم احتسابات کے بعد	
مال	۱۳۳۰۹۷
	۳۵۲۵۷۰
دلوک اور رعبان	۱۵۷۹۵
ثغور شامیہ سوائے احمد بن حسین کاتب کی ہلم کے	۵۲۹۸۵
ثمشاط یہ حصن منصور اور کیسوم بعد وضع شدہ رقم کے	۵۳۹۷
مال	۶۵۳۳۲

[1] حساب فہمی کئے بعد

سمیساط اور ملطیہ اعتسابات کے بعد

۱۴۵۰۱ مال

۳۴۱۲۰

آمد سوائی اسکے جو جاگیروں اور کاسر میں جمع ہو جاتا تھا اور اعتسابات کے بھی بعد

۵۴۷۸ مال

۸۲۴۲۲

ارزن اور میا فارقین اعتسابات کے بعد

۵۶۷۵۰ مال

۸۲۴۲۲

۲۵۷۲۲۵ دیا مضر

دیار ربیعہ اعتسابات کے بعد

۲۲۷۹۷ مال

۳۰۴۰۹۳

موصل ۔ مروین ۔ بہذرا ۔ اور رساتیق البلیہ اعتسابات کے بعد

۱۷۷۵۰ مال

۴۹۲۴۳۰

۹۶۵۸۴ طریق الفرات

۴۶۵۹۳۴۱ (میزان)[1]

۴۔ اموال خاصہ کی جبایت

جس میں اعمال مساة اور اموال خاصہ اور اموال موقوفہ وغیرہ سب ہونگے ۔

۲۸۹۰۳۶ وہ تعلقے جو خاصہ کیحالت ضمان واسط میں خراب ہوجانیپر جدید قائم کیے گئے تھے

۵۱۶۴۴۷ اموال خاصہ انکے سوائی جو نواحی واسط میں تھے کیونکہ وہ اموال عامہ میں اضافہ ہوکر انکے اندر خلط ملط ہوگئے تھے اور انکی بار برداریوں اور مصارف میں آگئے تھے ۔

۱۸۵۴۱۱ عبر ۔ (دریاؤں کے گھاٹ)

(۱) یہاں بھی اس میزان اور اوپر لکھی ہوئی میزان میں فرق ہے اور ہم اسی اوپر والی میزان پر اعتماد کریں گے (مؤلف)

۱۱۶۱۲۰ اہواز (گدھے اور زمینوںکے شق شدہ مقامات اور ریت کے ٹیلے)

۷۲۶۶۶ مشرق

۱۰۴۷۰۰ مغرب

۱۸۷۷۸ ہیت اور اس کے اعمال ایکہ کی اراضیوں کے سوا۔

۸۲۴۰ - جبر

۵۲۶۲ - اہواز

۵۸۴۵۰ مغرب

۶۲۲۰۰ مشرق

۱۴۴۷۶۰ عباسیہ کی اراضیوں کا مال جو واسط کے نواح میں تہیں۔

۱۴۷۳۲ جبر

۱۴۲۴۶ اہواز

۳۰۶۷۲ مشرق

۷۵۱۱۶ مغرب

۴۵۷۰ مسجدوں پر وقف کیا ہوا مال اس کے سوائے جو واسط میں تہا۔

۲۲۸۶۹ مشرق

۱۲۷۶۰ - مغرب

۶۱۷۱۲۶ فراتی زمینوں کا مال

۱۷۰۳۲۶ جبر

۱۲۹۷۲۴ اہواز

۹۷۳۳۶ فارس

۹۵۲۷۸ مشرق

۱۱۴۲۲۸ مغرب

۱۰۰۳۱۸ ۳۰۳ھ کی مفرد اراضیوں کا مال۔

خزانچیوں اور پر کھنے والوں کا مال سوائے اسکے جو عمال اصلی اموال کے ساتھ جمع کیا کرتے تہے اور سوائے اسکے جو اس میں سے فارس میں مونس خادم کا حق تھا

اور سوائے اسکے جو اسمیں سر و واسط کے ضمان میں داخل ہو گیا تھا۔

۱۷۶۸۰۱۵۔ (میزان)

خلاصہ

۱۵۴۷۷۳۴۔	سواد کی جبائت
۶۴۳۹۶۶۳	مشرق "
۱۷۴۶۴۹۲	مغرب "
۱۷۶۸۰۱۵	اموال خاصہ "
۱۴۵۰۱۹۰۴۔ دینار۔	

اس جبائت کی نسبت عصر عباسی اول کی مقدار جبائت سے

اس جبائت کی میزان جو ½ ۱۴ ملین دینار سے بھی زائد ہے اگر اس کو درہموں میں تحویل کیا جائے تو اسکی مقدار عصر عباسی اول کی مقدار جبائت کے قریب قریب پہنچ جائیگی مگر دونوں کی حالتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ اسوقت آمدنی میں سے خرچ ہونے کے بعد ایک کثیر رقم باقی بچتی اور خزانہ میں جمع ہوتی تھی اور اس زمانہ میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ آمدنی خرچ کے لئے پوری نہیں پڑتی تھی زیادتی مصارف کے اسباب تو ہم آگے چل کر بیان کرینگے مگر یہاں اپنے قول کی سند میں ہم کتاب "عنوان السیر" سے حکومت عباسیہ کے صرف ان مصارف کا بیان اخذ کرتے ہیں جو علی بن عیسےٰ وزیر کے وقت میں ہونے تھے اور جنکو مولف مذکور نے معمولی اخراجات کے علاوہ خاص طور پر درج کیا ہے اور جو حسب ذیل ہیں:۔

دینار	
۳۱۵۴۲۶ ½	حرمین اور ان کے راستوں کے مصارف۔
۴۹۱۴۵۶	سرحدوں کے مصارف۔
۵۶۵۶۹	تمام ملکوں کے قاضیوں کے رواتب (تنخواہیں)
۳۴۴۳۹	قلمرو کے تمام شہروں میں عدالتہائے حسبہ اور مظالم کے افسروں کی تنخواہیں۔
۷۹۴۰۲	ملازمان محکمہ ڈاک اور پرچہ نویسی کی تنخواہیں۔
۹۷۷۲۹۲ ½ ۔	

اور ان تمام ابواب کا مصنف کے قائمہ میں کہیں ذکر بھی نہیں ہے چہ جائیکہ سپاہ وغیرہ کے مصارف کو بڑھانیوالی زیادتی جنکے لحاظ سے علی مذکور کے ایام میں آمدنی سے خرچ ۲۰۸۹۸۹۴ دینار بڑھ گیا تھا(۱)

(۱) عنوان السیر جسکو کریمر نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

اسی بیان پر متقدر کے قبل اور اس کے بعد والے خلفاء کے زمانوں میں بیت المال کی حالت کا اندازہ کر لینا چاہیئے جو خلفاء وزراء اور دیگر تمام حالتوں کے تغیر کے ساتھ بدلتا اور مختلف ہوتا رہتا ہوگا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مامون کے بعد حکومت کی کمزوری اور تنزل کے ساتھ دولتمندی بھی گھٹتی اور نقصان پذیر ہوتی گئی اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں آمدنی میں سے مصارف کو مجرا کرنے کے بعد جو رقم پس انداز ہوا اسے ہم ثروت کا معیار قرار دیتے ہیں اس کی بنا پر بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ بجز خاص حالتوں کے اور چھوٹی چھوٹی رقموں کے بیت المال میں کچھ پس انداز ہو کر جمع ہوتا رہا ہو خلیفہ معتصم نے اپنے بیت المال میں ۰۰۰۰۰۸ [illegible] درہم اندوختہ [illegible] اور ۲۵۱ھ میں خلیفہ مستعین نے ۰۰۰۰۰۵ دینار بیت المال میں چھوڑے (۲) اور ۲۹۵ھ میں خلیفہ مکتفی نے اپنا اندوختہ ۰۰۰۰۰۰۱۵ دینار ترک کیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اتنی رقم پے در پے خلفاء [illegible] مگر متقدر نے حکمران ہوتے ہی یہ تمام اندوختہ صرف کر ڈالا اور اپنے عہد کا جمع کیا ہوا روپیہ [illegible] خراج کے علاوہ جو مصادرت کے طریقہ سے بھی فراہم کیا تھا وہ بھی سب اڑا ڈالا (۳) غرضیکہ اس نے فضول خرچیوں اور لغو باتوں میں جتنا روپیہ خرچ کیا اس کی مقدار ۰۰۰۰۰۰۷ دینار سے کچھ زائد اندازہ کیگئی ہے (۴) اور یہ خرچ [illegible] اخراجات سے بالکل الگ تھا پھر لطف یہ ہے کہ باوجود اتنا روپیہ فضول طور پر اڑانے کے آخر کار مقتدر [illegible] ہوا کہ خلافت کیلئے فوج اور غلاموں کو راضی اور ہموار کرنے کی غرض سے اپنی املاک [illegible] فرش فروش اور سونے چاندی کے ظروف تک فروخت کر ڈالے (۵) ۳۶۱ھ خلیفہ مطیع اللہ کے ایام میں بیت المال کے خالی ہونے کی یہ حالت پہنچ گئی تھی کہ جس وقت بغداد میں ہنگامہ برپا ہوا اور فوج کو اس کے فرو کرنے کے لئے مامور کیا گیا تو سپاہیوں کے دینے کے واسطے ۰۰۰۰۰۴ درہم خلیفہ نے اپنے پہننے کے کپڑے اور گھر کا کھنڈر تک بیچ ڈالا (۶) ۳۲۲ھ یعنے خلیفہ راضی باللہ کے عہد کے خلفاء کی حالت میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا تھا حکومت کی باگ ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی اور صرف ان کے نام کا سکہ اور خطبہ رائج تھا (۷)

خلاصہ یہ ہے کہ عباسی ثروت کے انحطاط کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے بہتوں کو علی بن عیسیٰ کی رپورٹ میں درج ہونے والے نئے نئے ٹیکس اور محصولوں کے نام ہی واضح کئے دیتے ہیں کیونکہ وہ سب بیشتر اسی مصارف کی کمی پوری کرنے کی غرض سے قائم ہوئے تھے۔

(۱) فخری ۲۰۹ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۴۵ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۴ (۴) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰ (۵) صلۃ التاریخ طبری صفحہ ۱۴۴ (۶) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۴۲۲ (۷) فخری صفحہ ۲۵۲ اور ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۴۳

اسباب انحطاط ثروت عباسیہ

عباسیوں کے دوسرے دور میں

عباسیوں کے پہلے دور میں انکی ثروت اور اس کی کثرت کی بحث کرتے ہوئے ہم نے بیان کیا تھا کہ اس کے ۲ اسباب محاصل کی فراوانی اور اخراجات کی کمی ہیں اور پھر اس کی پوری طرح تفصیل بھی کر دی تھی اسی بناء پر ثروت کی کمی کے اسباب ملکی محاصل کی قلت اور مصارف کی کثرت ہونے چاہئیں پھر ان دونوں ابواب کی بھی چند قلت جبایت اور کثرت خرچ کے کچھ اسباب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

قلت جبایات کے اسباب

(۱) عباسی قلمرو کی تنگی

مملکت عباسیہ نے بڑی سے بڑی وسعت رشید اور مامون کے عہد میں پائی جس کے بعد بعض ملک اس سے جدا ہونے لگے جن کے اسباب کا بیان کرنا طوالت طلب ہے حکومت عباسیہ کے صوبوں میں سب سے پہلے افریقیہ نے علیحدگی اور خود مختاری کی داغ بیل ڈالی اور اس کی ابتداء رشید کے ایام میں ہوئی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے پھر مامون کے ایام میں خراسان کا صوبہ آزاد ہوا پھر اسی طرح تیسری صدی ہجری کے وسط اور خلیفہ معتمد کے عہد میں ملک مصر نے خودسری کا اعلان کیا اس کے بعد فارس اور ماوراء النہر وغیرہ ملکوں کا نمبر آگیا غرضیکہ چوتھی صدی ہجری کے پہلے پچیس سال ختم نہیں ہونے پائے تھے کہ وہ وسیع اور عظیم الشان سلطنت پندرہ سولہ حصوں میں بٹ گئی جس کا ہر ایک حصہ کسی نہ کسی مسلمان حکمران کے زیر نگین تھا(۱) مگر ان سب حکومتوں میں زیادہ تعداد کی حکومتیں عباسی خلیفہ کو اپنا مذہبی سردار اور پیشوا تسلیم کرتی اور اس کو کچھ ضمان کے نام سے چند مصالحت اور بعض ہدیہ وغیرہ کے ناموں سے کوئی سالانہ رقم ضرور نذر کیا کرتی تھیں اور اکثر حکومتیں اس قسم کی تھیں جو اپنے ذمہ کی رقم بارہ پندرہ برس کی مدت میں صرف ایک بار ادا کرتیں لہذا اس صورت پر مملکت کی پراگندگی جبایت کی مقدار کو کم کرنے کے لئے ایک طبعی امر تھی

(۲) لگان کی تخفیف

ہم نے اس ثروت عباسیہ کی زیادتی کے اسباب میں جو ان کے عروج کے ایام میں تھی معاملہ

(۱) حصہ اول تاریخ تمدن اسلامی [illegible] ترجمہ اردو

اراضی کا بھاری ہونا بھی ایک سبب قرار دیا تھا اور خصوصاً ملک عراق میں جہاں "مامون" کے عہد تک نصف پیداوار کے قریب حکومت کے لگان میں لیا جاتا تھا مگر اس عقلمند خلیفہ نے لگان کی یہ شرح بہت گراں تصور کی اور اسی کے ساتھ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ میرا خزانہ خوب معمور ہے اور ہر طرف سے اور بھی بیشمار مال چلا ہی آتا ہے۔ لہٰذا اس نے رعایا کے ساتھ تخفیف کا برتاؤ کرنا مناسب تصور کرکے ملک عراق کا لگان گھٹا دیا اور پیداوار کا ⅖ حصہ کر دیا گویا کہ بہ نسبت سابق کے بیس فیصدی کی تخفیف کر دی (۱) اور یہ بہت بڑی تخفیف تھی جس کی وجہ سے ذرا ہی ملک عراق کے ارتفاع خراج میں نمایاں فرق ہو گیا چنانچہ "قدامہ" کے قائمہ میں عراق کے خراج کی مجموعی مقدار گیارہ کروڑ چوالیس لاکھ ستاون ہزار چھ سو پچاس درہم سے گھٹ کر "ابن خرداذبہ" کے قائمہ میں سات کروڑ تراسی لاکھ بیس ہزار تین سو چالیس درہم رہ گئی کیونکہ اول الذکر نے بظاہر تصرف کو پیداوار کے حساب سے اندازہ کیا تھا اور مؤخر الذکر نے [illegible] کے حساب سے اندازہ لگایا۔

مامون کے بعد آنیوالے خلفاء نے بھی محصولوں کی کمی میں اس کی پیروی کی ۲۳۲ھ میں خلیفہ "واثق" نے جہازوں اور کشتیوں کا عشر بند کر دیا (۲) جو ایک ضروری اور قابل لحاظ محصول تھا اور بیت المال کو اس سے بہت بڑی آمدنی ہوا کرتی تھی "واثق" کی پیروی اس کے بیٹے "متوکل" نے بھی کی اس نے خراج دینے والوں کے ساتھ یہ مہربانی کی کہ ادائگی خراج کا زمانہ دو مہینوں کی مہلت اور تاخیر کر دی جس کا سبب یہ تھا کہ اسلام سے قبل ایرانی لوگ نوروز کے دن سے خراج کی تحصیل شروع کرتے تھے جو ان کے یہاں حزیران (جون) کی پانچویں تاریخ کو واقع ہوتا تھا اور ہر ایک چوتھے سال کے بعد ایک مہینہ کبیسہ (لوند) کا نکال کر نظام شمسی کی کسر مٹا ڈالتے تھے اس طرح کہ نوروز جو برابر ہر سال پانچویں جون کو ہوتا رہتا تھا جب ایک سو بیس سال گذر جاتے تو ایک مہینہ نکال ڈالتے اور بجائے ۵ جون کے اس کے لئے ۵ مئی کی تاریخ قرار دیتے [illegible] کر کے نوروز کا تیوہار مناتے تھے اور نہ ان سے خراج کا مطالبہ ہوتا تھا یہانتک کہ ایک مہینہ گذر جاتا اپنے مئی کی پانچویں تاریخ آجاتی تو وہ اپنی عید منا کرتے اور خراج کی بھی تحصیل جاری ہوتی تھی مسلمانوں نے عراق کا ملک فتح کرکے خراج کی تحصیل کا سابق دستور رہنے دیا تھا مگر جب اس کو ایک سو بیس سال کی مدت گزر گئی اور لوند کا مہینہ نکالنے کا وقت آیا تو انہوں نے حسب معمول ایک مہینہ گھٹانا چاہا اس زمانہ میں "خالد قسری" عراق کا گورنر تھا وہ لوگوں کو اس بات سے مانع آیا اور اس نے کہا کہ "یہ ناجائز تاخیر ہے جس سے خدا نے منع فرمایا ہے"۔ اس نے خلیفہ ہشام بن عبد الملک سے بھی اس بارہ میں رائے دریافت کی "ہشام" نے [illegible] کے مہینے کی رسم مٹا لنے

(۱) مقریزی ۱۹۸ اور ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۴ اور طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۱ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۶۳

میں اسی کی رائے سے موافقت کی لہذا اسوقت سے تحصیل خراج کا حساب ایک مہینہ تیاری فصل کے قبل چلتا رہا اور اگرچہ اس کے بعد بہی اہل فارس نے "نوروز" کا مہینہ قائم کرنے کی متواتر کوششیں کیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے خلیفہ ہارون الرشید کا عہد آیا تو انہوں نے یحییٰ بن خالد برمکی کے ذریعہ سے اپنی درخواست خلیفہ کے حضور میں پیش کرانی چاہی یحییٰ بہی ان کی درخواست مان لینے پر تیار ہو گیا تہا لیکن اس کے دشمنوں نے اسپر زردشتی مذہب والوں کی طرف میلان رکہنے کا اتہام لگانا شروع کیا جس کی وجہ سے وہ رک گیا اور اپنے ارادہ سے باز رہا ان وجوہ سے موسم کا وہ فرق روز بروز بڑہتا ہی گیا تا آنکہ متوکل کے ایام میں تحصیل خراج کا وقت اپریل کے مہینہ سے شروع ہونے لگا جبکہ کہیتی بالکل سبز رہتی تہی اتفاقاً خلیفہ متوکل کا کسی کہیت پر گذر ہوا اور اس نے یہ دیکہا کہ ابہی کاشت بالکل خام اور سبز ہے لہذا اس نے اپنے ایک ساتہی سے دریافت کیا کہ "یہ کیا بات ہے کہ دفتروں میں خراج کی مانگ شروع ہو گئی ہے اور کہیتوں میں ابہی سبزی موجود ہے زراعت پختہ بہی نہیں ہوئی" اس وقت اس مصاحب نے موقع پاکر وہ تمام قصہ بیان کیا جس کو سنکر خلیفہ نے حکم صادر کیا کہ جتنا فرق اب تک پڑ گیا ہے وہ اس سال میعاد بڑہا کر نکال دیا جائے حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ دو مہینے چند دن کا فرق ہو چکا ہے اگر اتنا زمانہ نکالا جائے تو کہیں نوروز اپنے اصلی وقت پر ہوگا خلیفہ نے اس بات کو منظور فرمالیا اور ۲۴۳ھ میں اسقدر تاخیر کرنے کا حکم دیدیا جس سے لوگوں کو بہت خوشی ہوئی (۱) کیونکہ گویا خلیفہ نے اس سال کا تقریباً ⅙ حصہ خراج معاف فرما دیا تہا۔ چنانچہ بحتری شاعر نے اس بارہ میں کہا ہے :-

ان یوم النوروز عاد الی العهد الذی کان سنّہ اردشیر	یعنے "نوروز کا دن - پہر اسی زمانہ کی طرف پلٹ آیا جسیں "اردشیر" نے اس کو مقرر کیا تہا"

مگر متوکل کا حکم پوری طرح جاری بہی نہیں ہونے پایا تہا کہ وہ قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد معاملات خلافت میں گڑبڑ پڑ گئی پہر جبکہ معتضد باللہ کا زمانہ آیا تو اس کو دوبارہ اس امر کی جانب توجہ دلائی گئی اور اس نے ۲۸۱ھ میں ساٹھ دن نوروز کو موخر کرنے کا فرمان صادر کیا جو کہ آغاز محرم ۲۸۲ھ کے مطابق تہا اور بٹہا کر ۱۱ ربیع الاول سنہ مذکور کے دن قرار پایا اور ۱۱ جون کے ساتھ مطابق کیا گیا پہر اس کے بعد یہ اصول قرار دیا گیا کہ ہر چار فارسی سالوں میں سے ایک دن کبیسہ کا نکالدیا جایا کرے (۲) خلیفہ نے یہ تمام انتظام لوگوں کے رفاہ کی غرض اور ان کے ساتھ رحم آمیز برتاو کرنے کی نیت سے کیا تہا (۳) ۳۵۰ھ میں خلیفہ "مہتدی" نے ان کسور کو معاف کر دیا جو پیمائشی رقبوں کی زراعت پر باقی رہ

(۱) بیرونی ۳۱ - (۲) مقریزی جلد (۱) صفحہ ۲۷۳ (۳) ابن اثیر جلد ۷ - صفحہ ۱۸۶ ئ

گئی نہیں۔ اس کی صورت یوں تھی کہ خلیفہ منصور نے جب ملک عراق کا خراج بلحاظ بٹائی کے مقرر کیا تو بعض اراضی کا خراج سابق دستور پیمائشی رقبہ کے حساب سے بھی رہنے دیا تھا اور جو لوگ ان اراضیوں کے مالک تھے انپر ہر سال کچھ کسر ٹوٹتی تھی جس کا مطالبہ حکومت کیطرف سے قائم رہتا تھا خلیفہ مہدی حکمران ہوا تو اس نے حکم دیا کہ وہ سب کسرات معاف کر دیجائیں اور اسی طرح کے دوسرے مطالبات سے بھی چشم پوشی کی جنکی مقدار تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ درہم سالانہ تھی (۱)

خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ رشید اور مامون کے عہد کی نسبت مابعد کے ایام میں خراج کے موارد کمزور ہو گئے تھے اور یہ امر جبایت کی کمی کا مساعد تھا۔

(جزیہ اور زکوٰۃ) اسی قبیل سے جزیہ کا نقصان بھی شمار کرنا مناسب ہوگا جو ایک مدت تک لوگوں کے رفتہ رفتہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہنے سے واقع ہوا چنانچہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں اس مد سے خاص بغداد میں وصول ہونے والی رقم گھٹتے گھٹتے ایک لاکھ تیس ہزار درہم رہگئی (۲) حالانکہ علی بن عیسےٰ کے قائمہ میں یہ بات نظر آتی ہے کہ ان دنوں اس مد کی آمدنی سولہ ہزار دینار یعنے ابن خرداذ کے بیان سے تقریباً دوگنی رقم اونہیں وصل ہوتی تھی پس اگر ہم جزیہ کی اوسط قیمت (جو چوبیس درہم فی کس ہے) کے اعتبار سے اس رقم کا برتہ پھیلائیں تو نو ہزار مردوں پر پھیلیگا اور ان کے ساتھ اور اون کے ساتھ عورتوں اور بچوں کی تعداد کا اضافہ شامل کرنے سے بغداد میں سکونت رکھنے والے یہودی اور عیسائی اہل ذمہ کا شمار چالیس ہزار سے زائد نہیں ٹھہرتا۔ حالانکہ وہ زمانہ بغداد کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا اور اس کی مردم شماری ایک ملین سے کہیں زیادہ تھی اور جب وہاں کی یہ حالت تھی تو دیگر اسلامی شہروں کو بھی اسی اندازہ پر قیاس کر لینا مشکل نہ ہوگا۔

اور زکوٰۃ کے متعلق بھی قریب قریب ایسی ہی ذمہیں بیان کی جاتی ہیں جو بامتداد ایام کم ہوتے ہوتے قریب بالکل مٹ جانے کے پہنچ گئی اور اس کا مطالبہ لوگوں کے آمادہ جنگ ہونے کا باعث ہو گیا (۳) مصر میں تو زکوٰۃ کی تحصیل بالکل بند ہو گئی تھی جس کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ جاری کیا مگر مسلمان اوس کے دینے سے انکار کرتے تھے اور جو شخص وصول کرنے جاتا اسے برا بھلا کہتے تھے لہذا منصور قلاون نے اپنے عہد حکومت ۶۷۸ھ میں ملک مصر سے زکوٰۃ کی تحصیل بالکل اڑا دی (۴)

(۳) عاملوں کا خراج کی رقموں سے اپنا گھر بھرنا

بنی امیہ کے عہد میں عاملوں کا تحصیل خراج میں ظلم و ستم سے کام لینا اور اسکی آمدنی کو خود دکو

(۱) ماوردی صفحہ ۱۰۷ (۲) ابن خرداذبہ صفحہ ۱۲۵ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۸۲ - (۴) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸ -

کرجانے کا حال پہلے معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ عباسیوں کے دور میں انکی حالت اس بارہ میں بہت کچھ سدھر گئی تھی لیکن افسوس ہے کہ یہ عمدگی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکی خلفاء کی کمزوری کے ظاہر ہوتے ہی عمال نے خود سری اضافہ خراج اور اس کے دبا بیٹھنے پر کمر باندھی خلفاء اس امر پر مجبور ہوئے کہ ایک بہت حقیر رقم پر جو ان سے سال بسال لیتے رہیں خراج کا معاہدہ کرلیں جنکو "ضمان" "یا مقاطعہ" کہنا چاہیئے جیسا کہ خلیفہ مامون نے بشیر بن داؤد سے ۲۰۵ھ میں ملک سندھ کے خراج کا باہمی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دس لاکھ درہم سالانہ وہاں کی آمدنی سے دربار خلافت میں ارسال کرتا رہے (۱) حالانکہ اس ملک کی اصلی مالی توفیر گیارہ لاکھ پچاس ہزار درہم تھی (۲) اور خلیفہ "راضی باللہ" کے عہد میں "بریدی" نے صوبہ اہواز کی بابت یہ ضمانت کی تھی کہ وہاں کی آمدنی سالانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار دینار کئی قسطوں میں ادا کیا کریگا (۳) جس کا اصلی خراج اس رقم سے چوگنا زائد تھا اور باوجود اس کے یہ ضامن لوگ اپنی قبول کی ہوئی رقموں میں سے بھی بہت کم حصہ ادا کیا کرتے تھے اور جب خلیفہ ان سے نرمی کے ساتھ مطالبہ کرتا تو وہ اس نرمی کو لجاجت پر محمول کرکے مستقل حکمران بنجاتے اس حالت میں خلیفہ کو اپنی افواج سے مدد لینے کی حاجت ہوتی اور اس کے لئے مال کی ضرورت تھی لہذا جو شخص مال صرف کرنے کی قوت رکھتا وہی خود مختار حکمران بھی ہوسکتا تھا۔

(۴) لوگوں کا ظلم و ستم اور فسادات کی رو میں کاروبار سے رکجانا

ملک میں ہنگامے برپا اور فوجی جماعتوں کی آپس میں یا ان سے اور عاملوں سے جنگ کی بنیاد قائم ہوئی تو ملکی لوگ تجارت اور کھیتی باڑی سے رک گئے کاروبار تھم گئے اور نرخ کی گرانی آغاز ہو چلی جب ملک کا امن و امان رخصت ہوا تو زراعت کیونکر ہوتی جس کا انجام یہ ہوا کہ خراج کی آمدنی گھٹی اور چونکہ عاملوں اور فوجی سپہ سالاروں کو روپیہ کی سخت حاجت تھی اس لئے انہوں نے اس کے حاصل کرنے میں رعایا پر جبر و تعدی سے کام لیا اور ملک کی ویرانی روز بروز بڑھنے لگی یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ ظلم سے بڑھ کر ملکی آبادی اور خوشحالی کو تحس نحس کرنے والی کوئی شے نہیں ہوتی اس کے اثر سے ہاتھ پیر بندہ جاتے ہیں اور لوگ کسب معاش کی کوشش سے باز رہتے ہیں کسان کھیتی باڑی سے تاجر تجارت سے اور کاریگر اشیاء کے تیار کرنے سے رک جاتا ہے اور ان تمام باتوں کا وبال حکومت کے سر پڑتا ہے جس کے قیام کی صورت رعایا کے صورت حال سے وابستہ رہتی ہے مشہور تو

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۹ - (۲) ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۱۵۰ - (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۶

یہ ہے کہ صرف مال کو اس کے مالک کے قبضہ سے بلا کسی معاوضہ یا سبب کے لے لینے کا نام ظلم ہے مگر در
در اصل اس سے کہیں زیادہ عام معنی رکھتا ہے کیونکہ جو شخص کسی دوسرے کی ملک کو چھین لیتا یا اُسے اپنے کام کیلئے
ناجائز طور پر دبا بیٹھتا یا ناحق طریقہ سے اس کا مطالبہ کرتا اور یا اسپر کوئی ایسا حق مقرر کرتا ہے جسکی اجازت شرع
نہیں دیتی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسپر ظلم کرتا ہے پس اس امر کے لحاظ سے مال کے ناحق
لینے والے اسپر دست درازی کرنے والے اس کے لوٹنے والے لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم
کرنے اور املاکوں کے غصب کرنے والے سب علی العموم ظالم ہوتے ہیں اس لئے جہاں ظلم نے سر
اٹھایا وہاں لامحالہ تباہی اور بربادی کے قدم آجاتے ہیں۔

اور مصیبت کو اور زیادہ سخت بنانے والی بات یہ تھی کہ اوائل دولت عباسیہ میں اصلاح پسند
خلفا نے زمین کی شادابی اور سینچائی کے لئے جو نہریں اور نالے کھدوائے تھے وہ سب لڑائیوں میں
بند کر دیئے گئے کیونکہ جنگ آور فریق اکثر حالتوں میں اس بات پر مجبور ہوتے تھے کہ نہروں کو پاٹ کر غنیم
کے جہازوں کی گذرگاہ بند کر دیں (۱) اور اسپر طرہ یہ تھا کہ عاملوں نے ذرائع آبپاشی کی خرابی اور
زراعت کی بربادی پر عدم توجہی کرنے کا بھی حق ادا کر دیا تھا۔

(۵) ملک کے اکثر حصوں کا تعلقوں کی صورتیں آجانا

ضیعہ کے معنے مزرعہ کے ہیں مگر اصطلاح میں زمینداری عموماً اور تعلقداری خصوصاً کہنا مناسب ہوگا
جنپر باعتبار غالب دولتمند اور ذی اثر طبقہ کے لوگ قابض ہوتے تھے مثلاً خود حکمران لوگ۔ اُن کے قریبی
رشتہ دار ملکوں کے عامل، وزیر، کاتب (سررشتہ دار) یا ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے باثر
اشخاص۔ تم نے اسی کتاب کے آغاز میں دیکھا ہوگا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مسلمانوں کو کاشتکاری
کرنے اور زمینداریاں خریدنے سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی تھی ان کی اس حکمت عملی کا منشا عام مسلمانوں
کو مقامی پابندی سے آزاد اور نقل و حرکت کے لئے بشرط ضرورت تیار رکھنا تھا تاکہ وہ دولتمندی اور عیش
پسندی میں منہمک نہ ہو سکیں اور اسی بنا پر انہوں نے بیت المال میں بھی روپیہ جمع رکھنے سے پرہیز کیا
مگر ان کے ان دونوں قاعدوں پر زیادہ مدت تک لوگوں کا عمل نہیں رہا۔ چنانچہ جب بنی امیہ کے
عہد میں دینی خلافت جبری اور آزار دینے والی حکومت کی شکل میں تبدیل ہوئی تو خود صحابہ نے بے پایان
مال و زر جمع کیا اور بہت کچھ شاندار عمارتیں بنوائیں زمینداریاں اور جائدادیں خریدیں جن کی تفصیل ہم دے

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۶۸۱ - اور جلد ۸ صفحہ ۲۲۶

چکے ہیں اور ان کے بعد والے تابعین اور تبع تابعین نے بھی اپنے پیشرو لوگوں کی اس بارہ میں پیروی کی جن میں خلفائے بنوامیہ کو خاص پیشقدمی کا فخر حاصل تھا انہوں نے بکثرت نمایشی سامان اور تعلقے اور جاگیریں فراہم کیں یہاں تک کہ ان کے بعض خاندان والوں نے ملکی زمینداروں کی اراضیاں ناجائز طور پر دبالیں جن کی دادرسی کرنیوالا بھی نہیں تھا کیونکہ بنوامیہ عربی نسل کے بہت سخت جنبہ دار اور دوسری قوموں کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرنے کے علاوہ مفتوحہ ممالک کی سرزمین کو اپنا حق حلال بھی تصور کرتے تھے اسلئے جس اراضی کو وہ پسند کرتے بے تکلف اپنے قبضہ میں کر لیا کرتے اور جو کچھ چھوڑ دیتے وہ ملکی لوگوں کے پاس رہتی تھی (۱)، مگر جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز برسر حکومت ہوئے تو انہوں نے مہربانی اور انصاف کے ساتھ احسان اور نرمی کرنے کی حکمت عملی میں خلیفہ عمر بن الخطاب رضہ کی پیروی کی اور قطعی فرمان صادر کیا کہ غصب کی ہوئی زمینیں ان کے اصلی مالکوں عیسائیوں یہودیوں اور مجوسیوں کو واپس دیجائیں یہ بات ان کے خاندان والوں کے خلاف ہوئی اسلیئے انہوں نے بہت جلد ان کا خاتمہ کر دیا اور ان کے بعد پھر وہی اگلا رنگ پہلے سے زیادہ شوخ وشنگ ہو کر نکھر آیا۔

سنہ ۱۳۲ھ میں عباسی خلافت کا دور آغاز ہوا اور عباسیوں نے بنوامیہ کا قتل عام شروع کیا۔ جس کے سبب سے وہ اپنا مال وزر اور زمین جائداد چھوڑ جان بچا کر بھاگ نکلے اور عباسیوں نے سب چیزوں پر قبضہ کیا جس کے اپنی ملک میں لانے کو وہ خلافت کی شرطوں کے مخالف نہیں شمار کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اسے سلطنت کے تحفظ کا لازمہ اور حکومت کا ایک واجبی حق تصور کرتے تھے اور اس امر کے متعلق دینی لحاظ سے کسی اجازت یا روک ٹوک کی تصریح بھی نہیں پائی جاتی تھی علاوہ بریں انسان فطری طور سے قدرت پانے کی حالت میں دنیاوی طمطراق اور قوت وشوکت کے بکثرت فراہم کرنے پر بہت کچھ مائل رہتا ہے اس لئے گو عباسی خلفاء نے اپنی حکومت کے اوائل میں مخلوق کی دادرسی کرنے اور ان کو امن وامان میں رکھنے کی بہت کوشش کی اور لوگوں پر ثابت کر دیا کہ ان کے اور بنوامیہ کے عہد میں کیا فرق ہے وہ بذات خود کسی کی اراضی یا مال کو ہرگز غصب نہیں کرتے تھے مگر ان کے بعض ارکان دولت اور درباری لوگ بے شک ایسی دست درازی کر گزرتے اور عام رعایا کی زمینداریوں کو دبا لیا کرتے تھے جن کا انصاف بحالت نالش ہونے کے خلفا بہت خوبی کے ساتھ کر دیتے اور ان کی اراضیاں واپس دلا دیتے (۲) تاہم امیروں اور دولتمندوں کے لالچ کسی طرح کم نہیں ہوتے تھے وہ جونہی موقع پاتے لوگوں کی دولت اور جائداد پر ناجائز قبضہ کر لیتے عاملوں اور وزیروں وغیرہ نے حق اور ناحق جس طرح بن پڑا بکثرت

---

(۱) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۷۷ اور آغانی جلد ۱۱ صفحہ ۳۰ ۔ (۲) ماوردی صفحہ ۱۷۸ ۔

جائدادیں خریدیں اور مکانات بنوائے خلفاء نے تا امکان انہیں زبانی ممانعت کی اور جب ایسی فہمائش کا کوئی اثر نہیں ہوا تو انہوں نے مصادرت کے ذریعہ سے یا اُن کی وفات کے بعد اُن کے مال و دولت کو ضبط کرنے کے حیلہ سے وہ تمام اموال چھین لیا جیسا کہ خلیفہ ہارون الرشید نے بصرہ کے عامل محمد بن سلیمان کی دولت لے لی جس کی مقدار پانچ کروڑ درہم نقد علاوہ اراضیوں مکانوں اور مستغلات (بازاروں) وغیرہ کے تھی جن کی آمدنی ایک لاکھ درہم روزانہ کے پرتہ سے ہوتی تھی (۱) اور ایسے ہی کسی رکن سلطنت کے مرنے کے بعد اس کا مال ضبط ہو جانے کی بہت سی اور مثالیں بھی ملتی ہیں جو ان مصادرات کے علاوہ ہیں جن کی تفصیل آیندہ کیجائیگی اور چونکہ جو اراضیاں اس صورت سے ضبطی میں آتی تھیں وہ حکومت اور خلیفہ کی ملک ہو جاتی تھیں لہذا اس کا انجام یہ ہوا کہ خلفاء کا ذاتی خالصہ بہت بڑھ گیا۔

تعلقوں کی خریداری زیادہ تر خلیفہ کے عزیزوں اور اس کے حاشیہ کے لوگوں کے لئے ہوتی تھی جو شخصی اور مطلق العنان حکومت میں ایک طبعی امر ہے خاصکر جس صورت میں کہ حکمران وقت ایسا نرم دل کمزور طبیعت کا شخص ہو جیسا اس کے کنبہ والوں اور درباریوں کی سفارش موثر ہوتی ہو انہیں وجوہ سے ارکان سلطنت کے پاس زمینداری کی اتنی افراط تھی کہ وہ آپ بھی تحفہ کے طور پر اراضیاں دیا کرتے شاعروں یا اسی قسم کے دوسرے لوگوں کو انعام میں بھی زمین کے قطعے بخشدیتے چنانچہ برامکہ کے حالات میں اس قسم کے عطیوں کی با فراط مثالیں ملینگی حسن بن سہل نے خلیفہ مامون کو اپنی بیٹی "بوران دخت" بیاہی تو اپنی اراضیوں کے نام کاغذ کے پرچوں پر لکھوا کر فوجی سپاہیوں اور افسروں کو لٹا دیئے اور جس کے حصہ میں جو پرچہ آیا اس میں لکھی ہوئی اراضی اس کو دیدی گئی (۲)۔

ایک صورت اراضی کی ملکیت کی دولت عباسیہ کی ابتدائی حالت میں یہ بھی تھی کہ بنو امیہ کے عہد سے اکثر زمینیں اُفتادہ چلی آتی تھیں ان کی بابت خلیفہ اپنے خاندان والوں یا مخصوص لوگوں کو آباد کرنے اور باغات لگانے کی اجازت عطا کرتا تھا اور پھر وہ زمین اسی شخص کو دے دی جاتی جس نے اس کی حالت درست کی ہوتی چنانچہ خلیفہ منصور نے اپنے بیٹے صالح کو اسی طریقہ پر اہواز کی بعض پرتی زمینیں آباد کرنے کیلئے عطا کی تھیں (۳) ان کا قول تھا کہ جو شخص کسی پرتی زمین کو قابل زراعت بنائے اور آباد کرے وہ اسی کی ملک قرار دیجائے گی۔

(الجاء) خلفاء کے قرابت مندوں اور ارکان سلطنت کے پاس تعلقوں اور جائدادوں کی زیادتی کا ایک یہ سبب بھی تھا کہ ملکی باشندے اپنی زمینوں اور باغوں کے قطعے خلفاء کے بعض عزیزوں یا

(۱) مسعودی جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ (۲) ابوالفدا جلد ۲ صفحہ ۳۱ - (۳) فخری صفحہ ۱۵۷

عاملوں کے زیر اثر دیا کرتے تھے جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ ایک طرح کی عزت حاصل کرکے خراج وصول کرنیوالوں کی زیادتیوں سے محفوظ رہیں اس طریقہ کا نام "الجاء" رکھا گیا تھا اور اس کا دستور یہ تھا کہ مالک اراضی ان معزز لوگوں میں سے کسی کی خدمت میں یہ التجا پیش کرتا کہ میری اراضی اپنے نام لکھوا لیجئے جکی اجازت ملنے پر وہ تمام زمین اسی امیر کے نام سے سلطنت کے کاغذات میں درج کرلی جاتی اور اسکا اصلی مالک صرف کاشتکار باقی رہجاتا اس بات کا نفع یہ ہوتا کہ خراج تحصیلنے والے عمال ان زمینوں کا لگان مانگنے میں ظلم اور سختی نہیں کرسکتے تھے بلکہ بعض حالتوں میں اس معزز شخص کی رعایت سے آدھا یا چوتھائی خراج لینے ہی پر اکتفا کرتے مگر رفتہ رفتہ ایک مدت کے بعد وہ اراضیاں جس کے نام الجا کی گئی تھیں اسی کی ملکیت ہو جاتی تھیں (۱) اور ان کا اصلی مالک صرف آمدنی کا شریک رہجاتا تھا۔ غرضیکہ جس ملک کے لوگ اپنے حکام کے ظلم وستم سے ڈرتے رہتے ہیں وہاں ہر زمانہ میں ایسی صورت پیدا ہوتی رہتی ہے۔

الجا کی ابتدا اسلامی دور میں بنی امیہ کے عہد سے ہوئی جن کے عمال بیحد ظلم تھے ابتداءً خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں جب مسلمة بن عبدالملک اس کا بھائی ملک سواد کا گورنر تھا تو وہاں کے لوگوں نے خراج وصول کرنیوالوں کی سختی سے بچنے کیواسطے اپنی اراضیاں اس کے نام "الجاء" کرادیں اس کے بعد وہ زمینیں مسلمہ کی ملکیت ہوگئیں اور نسلاً بعد نسل اس کے خاندان میں قائم رہیں حتےٰ کہ عباسی عہد حکومت کا آغاز ہوا اور عباسی خلفاء نے اُنپر بھی منجملہ بنوامیہ کے دیگر املاک کے اپنا قبضہ جمایا اور وہ اراضیاں داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی جاگیر میں دیگئیں جو بعد کے زمانوں میں سلطانی املاک ہوگئیں (۲) اسیطرح مراغہ کے باشندوں نے آذربیجان میں مروان بن محمد والی ارمینیہ کے نام اپنی اراضی کا الجا کردیا تھا پھر وہ بھی بنی امیہ کی جائدادوں کے شمول میں بنی عباس کے ہاتھ میں آئیں (۳)

الجا کا دستور مسلسل طور پر عباسیوں کے عہد میں بھی جاری رہا زنجان کے باشندوں نے تقرب حاصل کرنے اور صعالیک کی ایذارسانی سے بچنے کے لئے اپنی جائدادیں قاسم بن الرشید کے نامزد کرادی تھیں اور اس کے نام بیعنامے لکھکر خود اس کے کاشتکار بن گئے تھے یہ اراضیاں بھی ایام مابعد میں ضیاع سلطانیہ کے زمرہ میں شامل ہوگئیں (۴) ملک فارس میں بھی یہ صورت واقع ہوئی وہاں بہت سی زمینیں ان کے مالکوں نے سلطان عراق کے درباریوں کے نامزد کردی تھیں بہادنہیں لوگوں کے نام سرکاری کاغذات میں اندراج ہوتی رہیں اور کئی صدیوں تک وہ زمینیں اون عمائد کے نام سے ان کے اصلی مالکوں کے قبضہ میں چلی آئیں اور وہ عمائد ان کے وارث ہوتے اور انکی خرید فروخت

(۱) ابن الفقیہ ۲۸۲ (۲) ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۳۰۸ - ۲۰۸ (۳) قدامہ ۲۴۱ (۴) ابن الفقیہ ۲۸ - ۲۸۲ ابن الفقیہ ۲۸۲

بھی کرتے رہے (۱)، اور اصلی مالک صرف ان کے کاشتکاروں کی حیثیت رکھتے تھے۔

ابھی عباسیوں کے عروج کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا کہ خلفاء اور ان کے قرابت مندوں اور بڑے امیروں کے قبضہ میں بے شمار اراضیات داخل ہو گئیں اور حکومت اس بات پر مجبور ہوئی کہ ان کے خراج اور عشر کی تشخیص کے لئے ایک جداگانہ صیغہ قائم کرے جس کا نام "دیوان الضیاع" رکھا گیا اور یہ "دیوان الخراج" سے بالکل الگ تھا۔ ان تعلقوں کے خراج کی مقدار علی بن عیسےٰ کے اس قائمہ میں نظر سے گذر چکی ہو گی جو اس نے سنہ ۳۰۶ھ کی بابت تیار کیا تھا اور یہ تمام علاقے مشرقی شہروں یعنے رے کے دماوند، قزوین، زنجان، قم، اصفہان، ہمدان، اور ماسبذان وغیرہ میں واقع تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض دوسرے ملکوں میں تعلقوں کا خراج دوسرے قسم کی اراضیوں سے کہیں زیادہ تھا مثلاً ماہ البصرہ اور نہاوند میں تعلقوں کے خراج سے ۲۶۷۵۲۰ دینار کی آمدنی ہوتی تھی اور وہاں کی دوسری زمینوں کا مالیہ صرف ۱۸۵۶۳۶ دینار تھا۔ پھر اگرچہ جس طرح دوسری اراضیوں کا خراج وصول اور مقرر کرنے میں سختی برتی جاتی تھی ایسے ہی تعلقوں پر بھی بھاری رقم وصول کیجاتی تو ان کا خراج مذکورہ بالا رقم سے کئی حصے زائد ہو جاتا کیونکہ ان علاقوں کا خراج دوسری اراضیوں کے دیکھتے ہوئے بہت خفیف تھا بلکہ اکثر حالتوں میں بالکل چھوڑ ہی دیا جاتا تھا اور کئی برسوں تک اس کا مطالبہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ بہر حال موجودہ طرز حکومت کا جیسا تقاضا ہوتا یا ان تعلقوں کا عاملوں اور خلفا کے ساتھ جو تعلق ہوتا ان امور کا لحاظ کر کے مناسب عمل کیا جاتا اور بعض حالتوں میں کئی برسوں تک خراج جمع ہو کر چڑھتا جاتا یہاں تک کہ حکومت ہی بدلجاتی اور نیا حکمران آکر اس کا مطالبہ کرتا تھا (۲)۔

(۶) سلطانی اراضیاں (خالصۂ شاہی)

خلاصہ یہ ہے کہ اراضی کی دو قسمیں تھیں اول عام اراضیاں یعنے ارکان دولت اور ملکی مالداروں اور دیگر لوگوں کی ملکیتیں دوم سلطانی اراضیاں۔ آخر الذکر کی بھی کئی قسمیں تھیں جن کے علیحدہ علیحدہ نام تھے اور وہ نام خود ان کی نوعیتوں کو بھی بتاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) خاصہ کی اراضیاں یعنے خاص خلیفہ کی بلا شرکت غیرے ملکیت ہوتی تھیں ان زمینوں کا خراج (علاوہ ان اراضیوں کے جو دارالسلطنت کے نواح میں تھیں اور جن کا خراج عامہ خلائق کی ملکیتوں کے ساتھ شامل کر دیا گیا تھا) علی بن عیسےٰ کے قائمہ میں ۱۶۴۴۷۰ دینار دکھایا گیا ہے۔

(۲) عباسیتہ کی اراضیاں جو بگمان غالب بنی عباس یعنے خلیفہ کے عزیزوں کی ملکیت میں تھیں

---

(۱) مقریزی ۱۵۸۔ (۲) ابن اثیر جلد ۷۔ صفحہ ۱۸۲۔

اور جن کی تعداد مامون کے ایام میں ۳۳۰۰۰ آدمیوں تک پہونچ گئی تھی (۱) ۳۰۶ھ میں ان اراضیوں کا خراج ۶۷۷۴۱ دینار علاوہ مقام "واسط" کے ایسی ہی اراضیوں کے وصول کیا گیا تھا۔

(۳) ضیاع مستحدثہ۔ جنکا خراج بھی سنہ مذکور میں ۲۸۹۰۳۹ دینار آتا تھا۔

(۴) ضیاع فراتیہ ان کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ یہ اراضیاں دریائے فرات کے دونوں کناروں پر واقع تھیں اور ان کا خراج مذکورہ بالا سال میں ۶۱۷۱۲۶ دینار تھا۔

یہ اراضیاں بغداد کوفہ۔ واسط۔ بصرہ اور اہواز و اصفہان کے سواد میں واقع تھیں جن کو بعض اوقات مقررہ سالانہ رقموں کو طے کر کے ٹھیکہ پر بھی دیدیا جاتا (۲) ان اراضیوں کے دفتر الگ تھے اور ان کے کاتب اور عامل بھی جداگانہ مقرر تھے۔

بہرحال تعلقوں کی اراضیوں پر خراج بہت کم تھا باوجودیکہ وہ بہت سیرحاصل اور شاداب زمینیں تھیں اور خراج کی کمی کا یہ باعث تھا کہ خلفاء اور ان کے عمال ان اراضیوں کے مطالبہ سے بہت سی رقمیں چھوڑ دیتے تھے (۳) اور کبھی بالکل مطالبہ ہی نہیں کرتے تھے تاہم یہ دیکھا گیا ہے کہ سلطانی اراضیوں کا خراج مقام واسط کی ایسی ہی اراضیوں کے علاوہ ڈیڑھ ملین دینار سے زائد تھا اور اس سے ان اراضیوں کی کثرت اور وسعت [illegible] یہ بھی ظاہر ہے کہ اس زمانہ کی شخصی اور مطلق العنان حکومتوں میں تعلقوں کی زیادتی [illegible] ہم اس کتاب کے صفحہ [illegible] بیان کر چکے ہیں کہ سلطان سلیمان کے عہد میں دولت عثمانیہ کی مالی آمدنی ۸۰۰۰۰۰ دوکٹ تھی جن میں سے ۵۰۰۰۰۰ دوکٹ تنہا سلطانی تعلقوں کی آمدنی سے آتے تھے (۴)

(**ایغار**) بنو عباس کے وقتوں میں خراج کے معدوم کرنے کی ایک اور قسم بھی رائج تھی جس کو "ایغار" کہتے تھے اس کے اصل معنے پورا اور ادا کرنے کے ہیں چنانچہ اگر کہا جاتا کہ "ادغر العامل الخراج" تو اس کے معنے یہ تھے کہ "استوفاہ" یعنے اس نے خراج بیباق کر دیا پھر زمانہ مابعد میں اس لفظ کا ایسے موقع پر استعمال کرنے لگے۔ جبکہ کوئی مالک اراضی اپنی زمین کی یکمشت طے شدہ رقم ایک ہی دفعہ ادا کر کے ہمیشہ کے لئے اس کا خراج معاف کرالیتا اسی لئے کہتے تھے کہ "ادغر الملک الرجل الارض" یعنے بادشاہ نے کسی آدمی کو زمین کا خراج معاف کر دیا اور یا یہ صورت ہوتی تھی کہ عاملوں کے پنجۂ ظلم سے بچنے کے لئے سلطان اکبر کو خراج ادا کیا جاتا اور خراج کے ضمان کا نام "ایغار" رکھا جاتا (۵) لہذا جہاں تک بن پڑتا زمیندار لوگ اپنی اراضیوں کا "ایغار" کی مد میں داخل کرانا ضروری سمجھتے تھے دولت

(۱) ابوالفدا۔ جلد ۲ صفحہ ۲ (۲) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۴۲ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۶۱ (۴) Ency. Aff. 80
(۵) (محیط المحیط) Porter's Consl: Hist. of Turkey M. S.

عباسیہ میں جو مشہور "ایغار" ہوئے تھے ان میں سے ایک "ایغار یقطین" بھی تھا اس کی اصل یہ ہے کہ یقطین نامی ایک شخص کی بہت سی اراضیاں متعدد طساسیج (پرگنہ جات) سے "ایغار" کی مد میں داخل ہوئی تھیں جو بعد میں سلطانی تصرف میں آگئیں اور ایغار یقطین ہی کی طرف منسوب رہتی آئیں (۱)

کثرت مصارف کے اسباب

(۱) خلفاء اور انکی بیویوں کی فضول خرچیاں۔

آبادی اور خوشحالی کا ایک طبعی خاصہ یہ بھی ہے کہ جب حکومت کے پاس مال و دولت کی بہتات ہو تو بادشاہ لوگ اس کے خرچ کرنے میں دل کھولکر سخاوت سے کام لیتے ہیں خصوصاً مطلق العنان حکومتیں اور بالخصوص عباسی حکومت میں جس کے خلفا بیت المال کے پورے مختار تھے (۲) یہ صورت بدرجہ کمال پائی گئی ہے کیونکہ ان کے وقت میں کثرت سے خلافت کے دعویدار پیدا ہوتے رہے جنکا فتنہ فرد کرنے کے واسطے ملک کے مختلف گروہوں کا روپیہ کے ذریعہ سے راضی رکھنا یا جنگ کرکے ان کی شوکت کا مٹانا ضروری تھا مگر پہلی شکل روپیہ کی افراط ہونے کی حالت میں سہل الحصول اور نتیجہ خیز ہوسکتی تھی جس کو ہم دیکھ ہی چکے ہیں خصوصاً رشید اور مامون کے زمانوں میں تو دولت کی انتہا نہیں ملتی ہے لہذا اگر ہم ان کو حکومت کی حفاظت اور مفسدوں کا منہ بند رکھنے کے لئے بے تکلف روپیہ خرچ کرتے دیکھیں تو اس میں کوئی حیرت کی وجہ نہیں ہاں یہ ضرور تھا کہ انہوں نے اس بارہ میں حد سے تجاوز کیا تھا اور دولت کے نمائشی ٹھاٹھوں فضول خرچیوں اور عیش پسندیوں میں بھی بہت سا روپیہ اڑا دیا۔ انہوں نے بے شمار لونڈیاں خریدی تھیں "خز" "دیبا" اور "حریر" کے بیش قیمت فرش اور پردے بنوائے تھے اور ان کے شامیانوں کی میخیں چاندی کی ہوتی تھیں (۳) باغات۔ سیرگاہیں۔ محل اور ایوان اور شاندار شہر تعمیر اور آباد کئے تھے۔ مصاحبوں کا جمگھٹا ان کی صحبتوں کو گرم رکھتا تھا۔ ناچ رنگ کی محفلیں ان کے دل بہلانے اور غرضکہ عیش و عشرت کی تمام سبیں اور خوراک ولباس وغیرہ کی نفاست پسندی ان میں بدرجہ غائت پائی جاتی تھی اور چونکہ اسلامی فتوحات سے قبل اہل فارس کی عشرت پسندی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور عباسی خلفاء کی حکومت اس زمانہ سے تھوڑی ہی مدت کے بعد انہیں ممالک میں قائم ہوئی لہذا یہ تمام باتیں بہت آسانی کے ساتھ ان کے دماغوں میں بھی سما گئیں (۴) اور عباسی خلفاء نے اپنی بیویوں کو ان

---

(۱) قدامہ ۲۴۱ (۲) ماوردی ص۲۰۳۔ (۳) اعلام الناس صفحہ ۹۸ ☆ (۴) ابن اثیر جلد ۲۔ صفحہ ۸ ☆

اور خاص لوگوں کو بھی دولت کی فراہمی کی بابت آزادی دیدی تھی جنہوں نے خوب روپیہ جمع کیا اور عیش و کامرانی کی داد دی۔

(خلفا کی عورتوں کی ثروت) خلیفہ سفاح کی صرف ایک بیاہتا بیوی تھی (۱) اور منصور نے اپنی وفات سے قبل اپنے فرزند مہدی کو یہ وصیت کر دی تھی کہ خبردار عورتوں کو اپنے معاملات میں ہرگز دخیل نہ بنانا (۲)، لیکن باوجود اس کے رشید کی ماں "خیزراں" ہادی کے زمانہ میں اور نیز ہارون الرشید کے عہد میں تمام سیاہ و سفید کی مالکہ تھی اور رشید کا وزیر "یحییٰ" بالکل اسی کے حکم کا بندہ تھا مجال کیا تھی کہ اس کے اشارہ کے برخلاف کر سکے (۳) اس کے اس اقتدار کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی ذات خاص کیلئے بکثرت دولت فراہم کر لی یہاں تک کہ اس کی ذاتی جائداد کی سالانہ آمدنی ۱۶۰۰۰۰۰۰ درہم (۴) تک پہنچ گئی جو ان دنوں کی عباسی مملکت کے نصف خراج کے برابر تھی اور آجکل بڑے سے بڑے دنیا کے متمول شخص کی آمدنی اس کے دو ثلث حصہ سے زائد نہیں ہے چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ امریکہ کے مشہور دولتمند روکفلر کی سالانہ آمدنی تقریباً ایک کروڑ پانچ لاکھ پونڈ ہے اور خیزراں کی توفیر ایک کروڑ پانچ لاکھ دینار سے بہت بڑھی ہوئی تھی جس کی بابت ہم پہلے کسی مقام پر بیان کر آئے ہیں کہ ان دنوں کے نقود کی قیمت موجودہ زمانہ کے سکوں سے کئی گنی زائد تھی اور ایک دینار ½ پونڈ کے مساوی ہوتا ہے لہذا "روکفلر" کی آمدنی "خیزران" کے محاصل کے دو ثلث کے برابر ہو سکتی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ "خیزران" بڑی سازشی اور روپیہ کے سمیٹنے پر بیحد رغبت رکھنے والی تھی چنانچہ جب اس نے اپنے بیٹے "ہادی" کو اپنے ارادوں میں ہارج پایا تو اندرونی طور پر اسے قتل کرا دیا (۵)۔ جس وقت "خیزران" نے انتقال کیا وہ تمام جائداد رشید کے ہاتھ لگی جس نے وہ اراضیاں لوگوں کو جاگیروں میں بانٹ دیں (۶) غرض "خیزراں" تو ایک عاملہ اور سمجھدار عورت تھی اس نے مال جمع کرنے کی تدبیریں سوچیں اور ثروت عباسیہ کے عہد عروج میں دولت فراہم کی تو کوئی تعجب خیز امر نہیں لیکن حیرت تو یہ ہے کہ انحطاط کے زمانہ میں جب کہ بیت المال بالکل خالی ہوتا تھا ان دنوں میں بھی خلفاء کی مائیں روپیہ جمع کرنے سے نہیں چوکیں۔ چنانچہ خلیفہ معتز کی ماں "قبیحہ" کے محل میں دہلیزوں وغیرہ کے اندر دفن کئے ہوئے نقد ۲۰۰۰۰۰۰ دینار اور جواہرات اور تحفوں کی اتنی مقدار برآمد ہوئی جن کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ تمثیلاً مشتے نمونہ از خروارے چند چیزوں کو ان میں سے ہم بیان

(۱) اعلام الناس ۴۵۔ (۲) ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۔ (۳) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۰۔ (۴) مسعودی جلد ۲ صفحہ ۱۸۸۔ (۵) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۰۔ (۶) سیر الملوک ۵ ۸ ء

کئے دیتے ہیں جو حسب ذیل ہیں :- بیش بہا زمرد ایک مکوک۔ بڑے بڑے آبدار موتی نصف مکوک یاقوت سرخ ایک کیلجہ۔ کہ انہیں جواہرات کی قیمت ۲۰۰۰۰۰ دینار تخمینہ کی گئی تھی اور باوجود اتنی دولت پاس رکھنے کے اس نے صرف ۵۰۰۰۰ دینار کے لئے اپنے بیٹے کو قتل ہو جانے دیا (۱)

اس سے کہیں بڑھ کر عجیب وغریب حالت محمد بن الواثق کی ماں کی ہے اسکی سالانہ توفیر ۱۰۰۰۰۰۰ دینار تھی (۲) جو وہ اپنی لونڈیوں پر خرچ کیا کرتی اور یہ آمدنی قریب قریب خیزراں کی آمدنی کے برابر ہے مقتدر کی ماں کے مقبرہ سے لوگوں نے ۶ لاکھ دینار نکالے جو وہاں مدفون تھے اور کسی کو ان کا علم نہیں تھا حالانکہ خلیفہ بیت المال کے خالی ہونے کی وجہ سے تنگدستی میں مبتلا تھا (۳) اسی پر عراق اور اس کے سوا دوسری اسلامی ممالک کے خلفاء اور سلاطین کی ماؤں کا حال قیاس کر لو وہ سب اثر اور اقتدار رکھتی تھیں اور فوجی سپہ سالاروں اور ارکان دولت کے ساتھ ساز کر کے سلطنت کے کاروبار میں ہاتھ ڈالتی تھیں جیسا کہ سنہ ۲۴۹ھ میں خلیفہ مستعین عباسی نے کیا تھا کہ اس نے اپنی والدہ اور اتامش اور شاہک خادم کو بیت المال کا مختار کل بنا دیا تھا جو ان کا دل چاہتا وہ کر گزرتے تھے لہذا اطراف مملکت سے جس قدر مالی آمدنی آیا کرتی اس کا بڑا حصہ انہیں تینوں کے قبضہ میں نکل جاتا تھا (۴)

ایسی حالت میں یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں کہ عورتوں خادموں اور فوجی افسروں کے گھر دولت سے بھر جائیں کیا اس بات کو معلوم کر لینے کے بعد اگر سننے میں آئے کہ خلیفہ مستعین کی والدہ کے اثاث البیت میں ایک فرش اس قسم کا تھا جس کی تیاری پر تیرہ کروڑ دینار (جو شائد درہم ہوں) لاگت آئی تھی اس میں جانوروں کی تصویریں بنی تھیں جن کے جسم سونے کے تھے اور آنکھیں جواہرات کی (۵) یا کوئی بیان کرے کہ فلاں خلیفہ کی حرم نے فلاں شاعر کا منہ اتنے موتیوں سے بھر دیا جو اس نے بیس ہزار دینار کو فروخت کئے (۶) یا "قطر الندیٰ" وغیرہ خلفاء کی بیویوں کے تمتعوں کی حالت سنی جائے (۷) تو کوئی تعجب ہو سکتا ہے؟

اس کے ماسوا عباسی خلفا کی خدمتوں میں جو قہرمانہ موزنیں شاہی محلات کے اخراجات اور انتظام پر متعین رہتیں اور وزیر یا اس کے کسی قائم مقام کے ساتھ ان کے انتظامات کرتی تھیں (۸) ان کو شاہی محلات اور سلطنت کے امور میں بہت بڑا رسوخ حاصل تھا جیسا کہ مقتدر کے ایام میں ام موسیٰ قہرمانہ (محل رانی) کو اختیارات حاصل تھے یہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں تھی (۹) لیکن اگر خلفا کے محلوں میں

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۱۹ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۳۰۔ (۳) ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۷۔ (۴) ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۷۴ (۵) مستطرف جلد ۱ صفحہ ۱۳۴۔ (۶) ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۹۹۔ (۷) مستطرف جلد ۲ صفحہ ۳۶ (۸) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۱۲۔ (۹) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۲

لونڈیوں اور خدمتگاروں کی بکثرت جماعتیں نہ ہوتیں تو ان قہرمانہ عورتوں کو مصارف کا کوئی ذریعہ ہاتھ نہیں آسکتا تھا۔

(لونڈیاں اور غلام) خلیفہ منصور کے حالات میں ہم تحریر کرآئے ہیں کہ اسے اپنے محل میں "طنبور" کے موجود ہونے کا علم ہوا تو اسے رکھنے والے کے سر پر پٹک کر توڑ دیا تھا مگر اس کی وفات کو چالیس برس نہیں گذرے تھے کہ خلفاء کے محل سرا اچھے خاصے ناچ گانے کے منڈوے (ناچ گھر) بنگئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ رشید کے قصر میں تین سو لونڈیاں ناچنے گانے والی اور قسم قسم کے باجے بجانے والی تھیں اور ان کے علاوہ مصاحبوں اور مسخروں کا ایک بڑا بھاری جھگھٹا اس کی محفل عیش میں موجود رہتا تھا جیسے شیخ ابی الحسن خلیع دمشقی (۱) اور ابن ابی مریم مدنی (۲) ان ذخیرہ لونڈیوں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ہزار سے لیکر دس ہزار دینار (۳) بلکہ ایک لاکھ دینار تک تھی اور ان کے لئے لباس اور زیوروں پر جو خرچ کیا جاتا وہ اس کے سوا بہت کچھ ہوتا تھا چنانچہ اسی خلیفہ رشید نے صرف ایک انگوٹھی ایک لاکھ دینار کو خریدی تھی (۴) اسی پر اور چیزوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اسکے ماسوا خوبصورت چھوکروں اور غلاموں کی خریداری پر بھی ایک کثیر رقم خرچ کردی جاتی تھی جن کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں ہوتی تھی خلیفہ مقتدر کے رومی اور حبشی خواجہ سرا خادموں کی تعداد ۱۱ ہزار تک پہنچ گئی تھی (۵) پھر اتنے خادموں کے رہنے کے لئے مکانوں محلوں اور فرش فروش وغیرہ کا انتظام بھی ہوتا تھا خلیفہ "معتصم" نے بغداد میں ایک محل ۳۰۰۰۰۰۰ درہم کی لاگت سے بنوایا تھا (۶) اور خلیفہ "امین" نے مقام "خیزرانیہ" میں بہت سے قصر تعمیر کرائے تھے جن کے بنوانے میں ۲۰۰۰۰۰۰۰ درہم صرف ہوئے (۷) اس نے دریائے دجلہ میں پانچ بجرے بنوا کر ڈلوا دیئے تھے جن میں سے ایک شیر کی صورت دوسرا ہاتھی کی شکل۔ تیسرا عقاب چوتھا سانپ اور پانچواں گھوڑے کی صورت کا تھا اور ان بجروں کی تیاری میں بہت دولت صرف ہوگئی تھی۔ "ابونواس" شاعر اسی کے بارہ میں کہتا ہے۔

سخر اللہ للامین مطایا
لم تسخر لصاحب المحراب
فاذا ما رکابہ سرن برا
سار فی الماء راکبا لیث غاب
عجب الناس اذ راوک علی صو

خداوند پاک نے۔ خلیفہ امین کے لئے ایسی سواریاں مسخر بنادیں جیسی کہ صاحب محراب کے لئے بھی مسخر نہیں ہوئی تھیں حتیٰ کہ اس کی سواریاں خشکی میں چلتی تھیں تو وہ شیر ببر پر چڑھ کر دریا میں چلا گیا لوگ تم کو شیر کی صورت پر سوار دیکھکر تعجب کرتے ہیں جو ابر کے ٹکڑوں کی طرح چلتا ہے جب

(۱) اعلام الناس ۹۷ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۷۴۳۔ (۳) ترتیب الاول صفحہ ۱۲۶۔ (۴) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۴۔ (۵) فخری ۲۳۴۔ (۶) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۱۔ (۷) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۱۲۔

وليث تمر من السحاب
سجوا اذا ركت سرت عليه
كيف لو ابصرتك فوق العقاب
ذات زور ومنسر وجناحين
تشق العباب بعد العباب
تسبق الطير في السماء اذا ما
استعجلوها بجيئة وذهاب

تمکو اسپر سوار سیر کرتے دیکھتے ہیں تو سبحان اللہ کہتے ہیں لیکن اگر وہ تمکو عقاب پر دیکھیں تو کیا کہیں - جو سینہ چونچ اور دونوں بازو رکھتا ہے اور پیہم پانی کی موجوں کو چیرتا ہوا چلتا ہے اگر اس کو آمد رفت میں جلد چلا ہیں تو وہ فضائے آسمان میں اڑنے والی چڑیا سے بہی آگے بڑہ جاتا ہے -

خلفائے بنی عباس کے نمائشی امور سے متعلق جن باتوں کو نظیر کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے منجملہ ان کے ایک یہ بات بہی ہے کہ خلیفہ "امین" نے ایکدن اپنے باغ کے چبوترہ پر فرش بچھائے جانے کا حکم دیا چنانچہ زدعی اور نمارق وغیرہ کے فرش بچھائے گئے اور سونے چاندی اور جواہرات کے بے شمار ظروف وغیرہ مہیا ہوئے جو عورت لونڈیوں کی افسر (داروغہ) تہی اسے حکم ملا کہ ایک سو ناچنے گانے والی لونڈیوں کو آراستہ و پیراستہ کر کے تیار رکہے جو باری باری دس دس خلیفہ کے روبرو لائی جائیں اور ایک ساتھ عود بجا کر گائیں (۱) غرضیکہ ان تمام باتوں کی تعمیل کی گئی خلفاء کی شاہ خرچیوں اور فضول مصارف کی پوری تفصیل ہم اس کتاب کے اس حصہ میں کرینگے جس میں اسلامی طرز معاشرت اور سوسائیٹی کی حالت بیان کی جائیگی - یہاں اشارۃً اسی قدر لکہنے پر کفائت کی جاتی ہے -

(**سخاوت**) اکثر اسراف کی زیادتی جود و سخاوت کے موقعوں کے لئے مخصوص پائی جاتی ہے جن میں سے بعض بخششیں روزمرہ بطور فرض اور واجب کے ہوا کرتی تہیں خلیفہ ہارون الرشید خاص اپنے مال سے روزمرہ زکواۃ دینے کے بعد ہزار درہم صدقہ میں دیا کرتا تہا (۲) اور خلیفہ مامون اپنے خاصہ کے لوگوں پر ہر روز ۶۰۰۰ درہم خرچ کیا کرتا تہا (۳) جس کی سالانہ مقدار کو غور کیا جائے تو بیس لاکہہ درہم سے زائد ہوتی ہے پہر بہی یہ رقم ان انعاموں اور عطیوں کے مقابلہ میں کوئی ہستی نہیں رکہتی جو وہ عام طور پر دیدیا کرتے تہے خلیفہ منصور نے اپنے خاندان والوں کو صرف ایک دن میں ایک کروڑ درہم تقسیم کردیئے (۴) اور خلیفہ مامون نے ایک ہی دن میں صرف تین شخصوں کو پندرہ لاکہہ درہم عطا کئے (۵) اور اسی کتاب کے ایک موقع (صفحہ ۱۰۹) پر دیکہا گیا ہوگا کہ اس نے گہوڑے کی رکاب میں پیر رکہے ہوئے ایک ساعت کے اندر دو کروڑ چالیس لاکہہ درہم لوگوں کو تقسیم کر دیئے اور ہارون الرشید نے مامون کے لئے دس کروڑ

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ - (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۷۴۰ - (۳) فخری ۲۰۷ (۴) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳

(۵) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۶۷ -

درہم کی وصیت کی تھی معتصم نے اپنی خلافت کے اثنا میں جس قدر مال تصدق کیا اسکی مجموعی مقدار دس کروڑ درہم تھی (۱) اور نقد تنخواہوں کے علاوہ مقتدر نے علاقوں اور اراضی کی شکل میں جسقدر روپیہ صرف کیا اس کی مقدار سات کروڑ دینار تک پہنچ گئی تھی (۲) مزید بریں شاعروں وغیرہ کو جو انعامات دیئے جاتے تھے وہ ان مصارف کے علاوہ ہیں بسا اوقات ایک ہی شاعر کا انعام ایک لاکھ درہم تک پہنچ جاتا تھا اور مورخین نے اتنی یا اس سے بھی زائد رقوں کے بے شمار انعامات کا ذکر کیا ہے ابن خلکان مشہور شاعر سلم الخاسر کی بابت بیان کرتا ہے کہ اس نے خلیفہ مہدی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اس بات کی قسم کھائی تھی کہ وہ اس کے صلہ میں ایک کروڑ درہم سے کم نہیں لیگا اور خلیفہ نے اسے اتنی ہی رقم عطا کی تھی اگرچہ اس بیان میں کھلا کھلا مبالغہ ہے تاہم اس سے ان کی سخاوت کا مبلغ ضرور معلوم ہوتا ہے (۳) اور اکثر اوقات وہ شاعروں کو اراضیاں بھی عطا کیا کرتے تھے جو نقد انعام کے ماسوا ہوتی تھیں۔(۴)

کیا وہ فی الحقیقت ایسا ہی کرتے تھے؟

گو اس بات کو اور اسی کی مثل اور باتوں کو آجکل کے لوگ کفائت شعارانہ حکومت کے قواعد پر نظر کرتے ہوئے خرافات کی قبیل سے تصور کریں گے مگر ثروت عباسیہ کی مقدار اور اس رقم کا اندازہ معلوم کرنے کے بعد جو مصارف حکومت سے بچکر خزانہ عامرہ میں جمع ہوا کرتی تھی اور خلفاء یا ان کے قائم مقام وزیروں وغیرہ کو اس کے صرف کرنے کا مطلق اختیار حاصل ہوتا تھا ہمارا گمان ہے کہ وہ ایسا نہیں کہہ سکتے البتہ یہ اور بات ہے کہ ہم اس ثروت کے حقیقت ہی میں شک وشبہ کریں جو در اصل بالاجمال تاریخ کے بیانات پر شک کرنے کے ہم معنی ہے کیونکہ مختلف زمانوں اور مقامات کے تمام مورخ ہمارے ان بیانات سے متفق ہیں جو اس قبیل سے کئے گئے ہیں پھر اگر ہم شاعروں یا اسی قسم کے اور لوگوں کی اس ثروت کو اعتبار کریں جو انہیں خاص مرکز خلافت میں حاصل تھی تو ہم پر ان بڑے بڑے انعاموں کا صحیح مان لینا آسان ہو جاتا ہے اور ہم انشاءاللہ اس کی پوری تفصیل اسی کتاب کے اس حصہ میں کریں گے جس میں اس زمانہ کی طرز معاشرت اور سوسائٹی کے حالات بیان ہونگے اس کے علاوہ ہم اپنے زمانہ کے مالداروں کی حالت بھی آخر دیکھتے ہی ہیں جن میں سے صرف ایک ایک آدمی کسی تصویر یا کسی آثار قدیمہ کے ٹکڑے کی قیمت میں پچاس ہزار اور ایک لاکھ پونڈ تک خرچ کر ڈالتا ہے حالانکہ ان چیزوں سے کسی نفع یا نقصان کی توقع نہیں ہوتی ابھی حال ہی کا ذکر ہے کہ ہم نے امریکا کے مشہور متمول "مارگن" کی بابت یہ خبر پڑھی تھی کہ اس نے چند تصویریں ایک

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۲۹ - (۲) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰ - (۳) ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ - (۴) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۶۸ ۔ +

ملین پونڈ کو اس لئے خرید کی ہیں تاکہ انہیں کسی عجائب خانہ کو ہدیۃً نظر کردے۔

مزید بریں ہم اپنے اگلے بیانات کی صحت پر اسی قبیل کے بعض دوسرے واقعات کے سیاق سے بھی استدلال کر سکتے ہیں جو بکثرت روایت کئے گئے ہیں مثلاً ایک "مؤمل" شاعر کا ہی قصہ ہے کہ وہ مہدی کے پاس اس حالت میں گیا تھا جبکہ وہ ولیعہد تھا اور یہ قصہ خود "مؤمل" نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے "میں رے کے مقام میں "مہدی" کی خدمت میں حاضر ہوا حالانکہ اسوقت وہ صرف ولیعہد تھا اس نے مجھے ان ابیات کے صلہ میں جو میں نے اس کی مدح میں کہے تھے بیس ہزار درہم عطا کئے جانے کا حکم دیا اس کی خبر مہدی کے باپ خلیفہ منصور کو پہنچی تو اس نے مہدی کے معزول کر دینے اور ملامت کرنے کا ایک عتاب آمیز فرمان بھیجا جس میں لکھا تھا کہ تم کو لازم تھا کہ جو وقت کوئی شاعر ایک سال تک تمہارے آستانہ پر حاضر رہتا تو تم اسے صرف چار ہزار درہم ادا کرتے" پھر مؤمل بیان کرتا ہے کہ "خلیفہ منصور نے مجھ کو اپنے حضور میں طلب کیا جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا" کیوں جی تم ہی نے ایک ناتجربہ کار لونڈے کے پاس جا کر اسے دھوکا دیا ہے" مؤمل کہتا ہے کہ "میں نے کہا" ہاں خدا امیرالمومنین کو سلامت رکھے میں ایک صاحب کرم ناتجربہ کار صاحبزادے کے پاس حاضر ہوا تھا اور میں نے ان کو دھوکا بھی دیدیا" خلیفہ منصور نے کہا "اچھا تم نے اس کی تعریف میں جو اشعار کہے ہیں مجھے بھی سناؤ" مؤمل کا بیان ہے کہ "میں نے خلیفہ کو وہ قصیدہ سنا دیا جس کا یہ مطلع تھا

هو المهدی الا ان فیہ } وہ مہدی تو ہے مگر اس کی صورت ماہ تاباں کے مشابہ
مشابه صورة القمر المنیر } ہے۔

خلیفہ منصور نے کہا "واللہ تم نے خوب کہا ہے لیکن اس کا صلہ بیس ہزار درہم نہیں ہو سکتا" پھر کہا "روپیہ کہاں ہے؟" میں نے کہا "یہ موجود ہے" خلیفہ نے ربیع کو حکم دیا "ربیع! تم اس کے ساتھ جا کر چار ہزار درہم اس کو دیدو اور باقی رقم اس سے لے لو" چنانچہ ربیع میرے ساتھ دیوانخانہ میں آیا اور میرا بوجھ اتروا کر چار ہزار درہم مجھے دیدیئے اور باقی خود لے لئے (۱) اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے عباسی خلفاء ایک شاعر کی قیمت ہزاروں درہم لگاتے تھے۔

کیا خلفاء اپنے خاص مال سے یہ فضول خرچیاں کیا کرتے تھے؟

اب ہمیں صرف اس بات پر نظر کرنا رہ گیا کہ خلفاء جو انعام و عطا لوگوں کو دیا کرتے تھے آیا وہ ان رقوں کو اپنے ذاتی اور خاص مال میں سے دیتے تھے یا حکومت کے بیت المال سے دلواتے تھے جس کی تعبیر مسلمانوں کے بیت المال سے کی جاتی تھی اور ایسا ٹیڑھا سوال ہے جس کے قطعی جواب دینے

(۱) طبری جلد ۳ - صفحہ ۴۰۲، ۴۰۷

کے لئے ہمیں کوئی صاف و صریح قول دستیاب نہیں ہوتا اس کے علاوہ مورخین کا اس بارہ میں سکوت اختیار کرنا اس بات کو راجح بناتا ہے کہ خلفاء اُن جائزوں اور انعاموں کی دہانید بیت المال ہی سے کراتے تھے اور اس بارہ میں وہ اسلئے قابل ملامت نہیں ہو سکتے کہ مسلمانوں کے نزدیک امام وقت بیت المال کا ولی ہوتا تھا اور جس شکل میں اسے مسلمانوں کی بہتری نظر آتی اس میں اپنے اجتہاد کے مطابق روپیہ صرف کرنے کا مجاز تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اسے کسی شاعر کو انعام دینے یا کسی اہل علم کو کوئی رقم عطا کرنے میں حکومت کا فائدہ نظر آتا تھا اگرچہ ہم نے خلیفہ ہادی کے ایام میں "بیت المال الخاصہ" کا بھی ذکر دیکھا ہے اور بعض اُن حوادث کے سیاق سے جو خلفاء کو پیش آئے ہیں یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب وہ کسی شاعر وغیرہ کو کسی رقم کے عطا کئے جانے کا حکم دیتے تھے تو ان کی مراد یہی ہوتی کہ وہ رقم مسلمانوں کے بیت المال سے دی جائے اور یہ کہ وزیر لوگ اکثر حالتوں میں ایسے اسراف کو ناپسند کرتے اور اوسکے پورے کرنے میں خلیفہ کا حکم نافذ نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ ایکبار "عیسیٰ بن دأب" کو "ہادی" کے ساتھ پیش آیا تھا اس کا قصہ یوں ہے کہ عیسیٰ بن دأب "حجاز والوں میں بہت بڑا زباندان اور خوش بیان مانا جاتا تھا اور خلیفہ ہادی کی خدمت میں اسے اتنا تقرب حاصل ہو گیا تھا کہ اس سے پہلے کسی کو اتنی منزلت نہیں نصیب ہوئی تھی خلیفہ نے ایک بار اس کیواسطے تیس ہزار دینار یکمشت دیئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ صبح کو "ابن دأب" نے اپنے داروغہ کو حاجب کے پاس روپیہ وصول کرنے کیلئے بھیجا تو حاجب نے اس سے کہا "یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہے تم صاحب التوقیع (فرمان لکھنے والے) اور دیوان (دفتر دار خزانہ) کے پاس جاؤ" خادم "ابن دأب" کے پاس واپس گیا اور اس سے اس بات کو بیان کیا جس کے جواب میں "ابن دأب" نے کہا "انہہ جانے بھی دو ہوگا" اس واقعہ کے بعد جبکہ خلیفہ ہادی اپنے محل کے جھروکے میں بیٹھا شہر کی سیر کر رہا تھا اس نے دیکھا کہ "ابن داب" تنہا ایک خدمتگار کے ساتھ کہیں جا رہا ہے خلیفہ نے فوراً اسے بلوا بھیجا اور جب وہ سامنے آیا تو اس سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ تم دھلے ہوئے کپڑے پہنے ہو اور یہ جاڑوں کا زمانہ ہے جس میں نیا لباس بنانے کی حاجت ہوتی ہے" ابن دأب نے کہا "میں تنگدست ہوں" خلیفہ (حیرت سے) "یہ کیوں؟" ہمنے تو تم کو اتنی کثیر رقم دلوادی جس میں تم اپنی حیثیت بنا لوگے" ابن داب۔ "مجھے تو کچھ بھی نہیں ملا" یہ سن کر ہادی نے بیت المال کے مالی حصہ کے افسر کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ "ابھی تیس ہزار دینار لا کر فوراً حاضر کرو" اور وہ روپیہ لے آیا۔ تو ابن داب کے یہاں بھجوا دیا گیا (۱) اس قصہ کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ نے پہلے وہ رقم خزانہ عامرہ سے دلوائی تھی مگر جب اس صیغہ کے ذمہ داروں نے وہاں سے نہیں دی تو

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۳۴ ۔

اس لئے اپنے خزانہ خاص سے دلوائی۔

یحییٰ بن خالد کو بھی اسی قبیل کا ایک اتفاق پڑا تھا خلیفہ ہارون الرشید نے اسے حکم دیا تھا کہ ایک لونڈی کی قیمت ایک لاکھ دینار دیدیجائے اور اس نے اس قدر رقم کو بہت زیادہ سمجھ کر اس کے دینے میں عذر کیا تھا جس پر خلیفہ ناراض ہوگیا اس لئے یحییٰ نے ارادہ کیا کہ وہ خلیفہ پر اس بات کو واضح کردے کہ بیت المال اس قسم کے جائزاجات کو جنکا تعلق حکومت کے کاروبار سے کچھ بھی نہیں کس حد تک برداشت کرسکتا ہے اس نیت سے اس نے ان دیناروں کو درہموں کی صورت میں تحویل کر کے اس کے مجموعی مقدار جو پندرہ لاکھ درہم تھی ایک ایسے رواق (دالان) میں ڈھیر کرادی جدھر سے ہارون الرشید وضو کرنے کے لئے آیا جایا کرتا تھا اور خلیفہ نے اس مال کو دیکھ کر کہا بھی کہ اخاہ اتنا روپیہ کیوں ڈھیر کردیا گیا ہے پھر جب اسے آگاہ کیا گیا کہ یہ لونڈی کی قیمت کا روپیہ ہے تو وہ سمجھ گیا کہ اس نے کس قدر بیجا صرف کیا لیکن اسی کے ساتھ اس نے یہ بھی تصور کیا کہ اس حرکت میں اس کے ساتھ کیسی گستاخی ظاہر کیگئی ہے اور اس کے ہاتھوں کو خرچ کرنے سے روک دینے کا قصد کیا گیا ہے لہذا اس نے یہ بات اپنے دل ہی میں مخفی رکھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جن اسباب سے اس نے برامکہ کو تباہ و برباد کیا منجملہ ان کے ایک سبب یہ بھی تھا۔(۱)

خلیفہ واثق باللہ اور اس کے وزیر ابن الزیات میں بھی ایک بار ایک لونڈی کی قیمت پر ایسا ہی واقعہ گزرا تھا چنانچہ جب وقت وزیر نے رقم کے دینے میں ٹال بال بتائی تو خلیفہ نے اس کو دوچندر قم ادا کرنے کا حکم دیا جس کی تعمیل اسے کرنی ہی پڑی(۲)

خلیفہ ہارون الرشید نے ابی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھ کر انہیں اپنے پاس بغداد میں بلایا تھا اس کے جواب میں ابوسفیانؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل اس کلام سے ملتا ہوا ہے جو حضرت ابوذر غفاریؓ نے امیر معاویہؓ سے کہا تھا اور اس سے اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ہارون الرشید مسلمانوں ہی کی بیت المال سے انعام واکرام اور عطیئے دیا کرتا تھا اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ ہارون الرشید نے ابوسفیان ثوری کو ایک خط لکھ کر ان کے پاس مقام کوفہ میں روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ اس کے پاس تمام لوگ چلے آرہے ہیں اور وہ بیت المال کا دروازہ کھولے ہوئے ان کو بڑے گرانقدر عطیئے دے رہا ہے اور ایسی ہی بہت سی باتیں اپنے جود و کرم کی لکھی تھیں۔ ابوسفیانؒ نے اس کے جواب میں جو خط لکھا اس کا لہجہ نہایت سخت تھا جس کا کچھ حصہ حسب ذیل ہے۔" اما بعد میں تم کو یہ خط لکھ کر اس بات کی اطلاع دیتا ہوں کہ میں نے تم سے رشتۂ تعلق توڑ دیا اور تمہاری محبت اپنے دل سے نکال ڈالی ہے تم نے

(۱) طبری جلد ۳ - صفحہ ۱۳۲۲ ۔ (۲) ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳ ۔

اپنے خط میں یہ لکھ کر مجھ کو اپنے افعال کا گواہ بنالیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال پر دست درازی کرکے اُسے ناحق طور پر خرچ اور ناجائز باتوں میں اڑا دیا ہے تم خود ہی اپنے کردار سے نازاں ہونے پر قانع نہیں رہے بلکہ مجھ کو بھی جو تمہاری کرتوتوں سے ناواقف تھا وہ سب لکھ کر اپنا گواہ بنا لیا اب میں اور میرے وہ سب بھائی جو تمہارے خط کے آنے کے وقت موجود تھے تمہارے گواہ بن گئے ہیں اور ہم سب قیامت کے دن خداوند پاک کے حضور میں جو حاکم عادل ہے اس بات کی شہادت ادا کرینگے اے مروان تم نے مسلمانوں کے بیت المال پر ان کی مرضی کے خلاف حملہ کیا ہے کیا تمہارے اس فعل سے مؤلفۃ القلوب اور خدا کی زمین میں اسیر حل کرنے والے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے اور مسافر لوگ راضی ہیں ؟ کیا قرآن پاک کے اٹھانے والے اور اہل علم (یعنے عمل کرنے والے) لوگ اس بات سے خوش ہیں ؟ اور کیا یتیم بچے اور بیوہ عورتیں تمہاری اس حرکت سے رضامند ہیں یا تمہاری رعایا کا کوئی حصہ اس بات سے خوش ہو رہا ہے ؟ (۱) پس یہ بات اور اسی کے مثل اور باتیں بھی اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ خلفا جو کچھ انعام و عطیات لوگوں کو دیتے تھے یا شان و شکوہ کے نمایشی سامان کرتے تھے یا جسقدر فضول خرچیاں کرتے تھے وہ سب اکثر بیت المال ہی کے برتے پر ہوتی تھیں۔

(۲) سلطنت میں ابواب مصارف کی زیادتی

ہم اس کتاب کے پہلے حصہ میں بیان کرچکے ہیں کہ اسلامی حکومت کے مصالحہ کس تدریجی رفتار سے بڑھے اور ترقی پذیر ہوئے تھے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے زمانہ میں خود ہی امیر - وزیر - قاضی اور سپہ سالار تھے راشدین کے عہد میں سلطنت کے چہدے جدا جدا قرار پائے اور پھر وہ حضارت (شہری زندگی) کی زیادتی اور علم کی وسعت کے ساتھ ہی ساتھ پہلے بنو امیہ کے وقتوں میں اور بعد ازاں بنو عباس کے ایام میں کس اندازے بڑھتے گئے پھر جیسے جیسے مال و دولت کی کثرت ہوئی اسی طریقہ پر کاموں کی بھی نئی نئی شاخیں پھوٹتی رہیں اور خلفا اور ان کے ارکان سلطنت کی دولت کے ٹھاٹھوں اور آرام پسندی کی طرف مائل ہونے سے بکثرت جدید صیغے اور محکمے قائم ہوتے رہے۔ چنانچہ منصور کے زمانہ سے ہارون الرشید کے عہد سے مامون کے ایام میں نسبتاً حکومت کے کاروبار میں ترقی پائی جائے گی اور اسی پر ان کے بعد آنیوالے خلفاء کے ایام میں صیغہ جات انتظامی اور ابواب مصارف کی بیشی کو قیاس کرنا چاہیے چنانچہ

(۱) مسعودی جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ ۔

ایام معتضد کے آمد و خرچ کی رپورٹ میں ملازمان خلفاء کے متعدد قسموں کے روزینہ خوار نظر پڑتے ہیں جن میں غلاموں کی جماعتیں مثلاً ایک باورچی خانہ کے لوگ مصاحبین اور سواری کے جلودار وغیرہ شامل ہیں حالانکہ ابتدائے دولت عباسیہ میں ان لوگوں کا کہیں وجود بھی نہیں تھا اور انہیں لوگوں کے اوپر خدم خاص اور ساطیا اور گانے والوں اور ہمنشینوں وغیرہ کو قیاس کرنا چاہیئے جنکا شمار بیان نہیں ہو سکتا اور یہ تمام امور حکومت کی خصارت میں نمائشی شان و شکوہ کے اقتضاء سے پیدا ہوتے گئے مزید بریں بعض اخراجات ابتدائے بیت المال کے سوا دیگر آمدنیوں سے پورے ہوتے تھے وہ بعد میں بعض اسباب کے پیش آنے سے بیت المال ہی کے ذمہ عائد ہو گئے مگر ہمکو وہ اسباب اس لئے نہیں معلوم ہو سکتے کہ انکے بارہ میں کوئی صریحی ثبوت بہم نہیں پہنچتا ہاں بہت دور کر ثابت شدہ امور کے ضمن میں انہیں استدلال ضرور ہو سکتا ہے مثلاً ایام معتضد کے گوشوارہ مصارف میں جو ۲۷۹ھ کی بابت ہے اور علی بن عیسے کے گوشوارہ میں جو ۳۰۶ھ کے متعلق ہے (ان دونوں کے اندر) ایک بین فرق نظر آتا ہے آخرالذکر میں چند ایسے مصارف درج ہیں جنکا اول الذکر میں کوئی نشان بھی نہیں جیسے حرمین کے مصارف صوبہ جات کے قاضیوں کی تنخواہیں حسبہ افسروں کے راتب اور تمام ملکوں میں ملازمین محکمہ ڈاک کے وظائف اور سرحدی مصارف۔ کہ ان ابواب کا پہلے گوشوارہ میں کہیں پتا بھی نہیں جس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں صوبوں کے عمال (گورنر) اپنی اقلیم کی آمدنی میں سے یہ مصارف پورے کرتے تھے چنانچہ اس کی طرف ہم اشارہ بھی کر آئے ہیں مگر جب تک خلفاء کمزور اور عمال سرکش ہو چلے تو حکومت کو بدرجہ مجبوری اپنے ہی خزانہ سے ان اخراجات کی دہائید کرنی پڑی۔

پہلے حصے کے صفحہ میں بیان ہو چکا ہے کہ سرحدی صوبوں کی مالی آمدنی وہیں خرچ ہو جاتی تھی اور بیت المال میں اس کا کوئی جزو داخل نہیں ہوتا تھا تاہم آغاز حکومت عباسیہ میں اموال غنائم وغیرہ کی بافراط آمدنی ان صوبوں سے اکثر آتی رہتی تھی (۱) مگر انحطاط کے دور میں جہاد کی کمی نے مال غنیمت کی یافت کردی اور طرہ یہ ہوا کہ بیت المال کو ان صوبوں کے مصارف آغاز عہد حکومت سے کہیں بڑھ کر انگیز کرنے پڑے یہاں تک کہ خلیفہ مقتدر کے ایام میں وہاں کے اخراجات تقریباً پانچ لاکھ دینار تک پہنچ گئے تھے حالانکہ اس سے قبل ایک لاکھ دینار تھے اور یہی وہاں کے ملکی محاصل کی مقدار تھی جو وہیں کے کاموں میں خرچ کر دی جاتی تھی (۲) اور اس کے ماسوا فوجوں کی تنخواہوں اور رسد پر جو خرچ پڑتا تھا وہ الگ بھی طرہ تھا۔

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۷۰ (۲) نعامہ ۳ ۲۵ +

(۳) تنخواہوں کی زیادتی

مصارف کی زیادتی کچھ اسی وجہ پر موقوف نہیں تھی کہ زمانہ سابق سے نسبتاً خرچ کے صیغے بڑھ گئے تھے بلکہ پہلے صیغوں اور محکموں کے اخراجات بھی اوائل حکومت کی نسبت دو چند ہو گئے تھے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب وقت سلطنت کی ثروت حد سے بڑھ جائے تو وہ اپنے عہدہ داروں کی تنخواہوں اور روزینوں کا اضافہ بھی کر دیتی ہے پھر اگر اس حکومت کی بنیادیں کمزور ہوتی ہیں تو بہت قلیل عرصہ میں اس کی ثروت گھٹ جاتی ہے اور ملازموں کی تنخواہیں بدستور بیش قرار باقی رہتی ہیں جنکا پورے طور سے ادا کرنا خزانہ کے امکان سے باہر ہوتا ہے اور حکومت کو مجبور ہو کر بھاری بھاری ٹکس لگانے پڑتے ہیں جنکی تحصیل میں سختی اور ظلم کا کام لیا جاتا ہے اور اس بات کو دیکھ کر رعایا کی ہمتیں کاروبار کی طرف سے ٹوٹ جاتی ہیں اور ملک عام طور پر مفلس و تنگ حال بنجاتا ہے۔

جناب نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابوبکر رضہ کے ایام میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ لڑائیوں میں جو کچھ تھوڑا بہت مال غنیمت مل جاتا اسی کو آپس میں بانٹ کھاتے اور برابر ہر شخص کو مختلف حصہ ملتا رہتا یہانتک کہ حضرت عمر بن الخطاب رض کی حکومت کا زمانہ آیا اور انہوں نے "دیوان" (مالی محکمہ) قائم کیا ہر ایک مسلمان کا سالانہ وظیفہ مقرر کیا اور ان کو نسبت و قرابت نبوی یا سبقت اسلامی کے اعتبار سے ایکدوسرے پر امتیاز دیا گیا (۱) عہدوں اور خدمات کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا اس لئے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص خواہ وہ کاتب یا عامل۔ یا قاضی کچھ ہی ہوتا مگر کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھتا تھا لیکن جس وقت حکومت کے کاروبار کی شاخیں بڑھنے لگیں اور وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہونے لگے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں نظر آیا کہ عہدوں اور منصبوں کے لحاظ سے تنخواہیں بھی قرار دیجائیں چنانچہ فوجی سپاہی سے عامل۔ کاتب۔ حاجب اور قاضی وغیرہ کے عہدوں تک سب کی معین تنخواہیں دیجانے لگیں پھر جس وقت عباسی سلطنت میں وزارت کا عہدہ قائم ہوا تو اس کیواسطے بھی جدید قائم شدہ عہدوں کی مثل تنخواہ کا تقرر ہوا ان تمام منصبوں کی تنخواہیں حکومتوں اور زمانوں کے اس اختلاف کے ساتھ تغیر و تبدیل پاتی رہیں اس لئے ہم صرف ان منصبوں میں سے زیادہ مشہور منصبوں کی تنخواہوں کی تاریخ پر نظر ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں جو ہماری مقصودہ زمانہ کے اندر پائی گئی ہے:۔

(عاملوں کی تنخواہیں) حضرت عمر رضہ کے ایام میں عامل کی تنخواہ چھ سو درہم ماہوار تھی (۲)

---

(۱) حصہ اول صفحہ ۵۰ - (۲) سراج الملوک ۲۷ + ۲

پھر اس کی شرح عاملوں اور ملکوں کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتی رہی چنانچہ انہیں حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ عامل شام کی تنخواہ ایکہزار دینار سالانہ بھی مقرر کی تھی (۱) بنو امیہ کی حکومت قائم ہونے پر عاملوں کی گورنری بھی عجیب گڑبڑ ہوگئی عاملوں کو اپنا مددگار بنائے رکھنے کے لیئے لالچ دینے - یا - خارجی (باغی) لوگوں اور علویوں سے جنگ کرنے کے بیش قرار مصارف وغیرہ پورے کرنے کیواسطے جو کچھ وہ مانگتے مقتضائے حال کے لحاظ سے دیا جاتا اور بسا اوقات پورا ایک ملک ہی کسی کو دے ڈالا جاتا جس کی آمدنی سب وہی عامل کہا پی جاتا خلافت کے خزانہ میں وہاں کی آمدنی سے ایک کوڑی بھی نہیں داخل ہوتی تھی بلکہ اسی عامل کی خدمت کے معاوضہ میں محسوب ہو جاتی مگر یہ صورت صرف بڑے بڑے عاملوں کے ساتھ مخصوص تھی جیسے عراق عرب اور عراق عجم کے عامل یا مصر اور خراسان کے عمال چنانچہ یزید بن عمرو بن ہبیرہ امیر عراق کی تنخواہ بنو امیہ کے زمانہ میں چھ لاکھ درہم سالانہ تک پہنچ گئی تھی (۲) اور خالد قسری والی عراق عجم کی آمدنی ایک کروڑ تیس لاکھ درہم سالانہ ہوگئی تھی (۳) مگر اس آخر الذکر کی آمدنی تنخواہ میں شمار نہیں ہوسکتی اس لیئے اس کو پیمانہ قیاس قرار دینا مناسب نہو گا۔

ان بڑے عاملوں کے ماتحت بھی کچھ چھوٹے چھوٹے عامل ہوتے تھے جن کو وہ اپنے زیر حکومت صوبہ کے بڑے بڑے شہروں میں مقرر کیا کرتے جیسا کہ حجاز نے عراق اور امیر عمرو بن العاص نے ملک مصر میں کر رکھا تھا ان چھوٹے عاملوں کی تنخواہیں محدود ہوتی تھیں جو تین سو درہم ماہوار سے زائد نہیں نہیں رہیں ان کی تنخواہیں دولت عباسیہ کے آغاز سے مامون کے ایام تک اسی پیمانہ پر قائم رہتی چلی آئیں لیکن مامون کے عہد میں اس کے وزیر فضل بن سہل نے مال و دولت کے افراط ہونے پر خلیفہ کی یہ خواہش دیکھکر کہ وہ اپنے خراسانی مددگاروں کی خوشنودی کا مطلب ہے جونت سب لوگوں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا تو ان لوگوں کی بھی تنخواہیں بڑھا دیں بہرحال ان تنخواہوں کی مقداریں ملکوں کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتی تھیں کیونکہ کبھی کوئی شخص صرف ایک چھوٹے سے قطعہ ملک کا گورنر ہوتا تھا اور گاہے چند ملکوں کا ایک حاکم قرار پاتا تھا اس لئے ملک کی وسعت اور اہمیت اور خلیفہ کی خوشنودی وغیرہ کے اعتبار سے بھی تنخواہوں کا اندازہ قرار پایا تھا خلیفہ مامون نے فضل ابن سہل کو ملک مشرق کا گورنر مقرر کیا جس کی حدود طولاً ہمدان کے پہاڑ سے تبت تک اور عرضاً دریائے فارس سے بحر دیلم (قزوین) تک پھیلے چلے گئے تھے اور اس میں عراق کے اس طرف کے تمام مشرقی ممالک ہندوستان کے حدود تک داخل تھے اور اس کی تنخواہ تیس لاکھ درہم سالانہ مقرر کی تھی اس کو ایک جھنڈی بھی دی گئی جو دوشاخہ نیزے کے جھنڈے پر ہر ... لگا کر تیار کی گئی تھی اور

(۱) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۵ - (۲) ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ (۳) ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۹۶ - (۴) طبری جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۲

ایک بڑا نشان جھنڈا (۱) بھی دیا گیا اور "ذی الریاستین" کا لقب عطا کیا (۱) یعنے تلوار اور قلم دونوں کا امیر بنایا
اس کی تلوار پر سنہری حروف میں ایک طرف "ریاستہ الحربۃ" اور دوسری جانب "ریاستہ التدبیر" لکھوایا گیا تھا
(۲) خلیفہ مامون نے اسے اتنے اعزاز اور مراتب اسلئے مرحمت کیا کہ اس نے خلیفہ مذکور کے ساتھ بہت بڑی
جان نثاری کی تھی اور جبوقت مامون کو اپنے بھائی امین سے خلافت کے لئے جنگ کرنی پڑی تو فضل نے اس کو
نہائت قابل قدر مدد دی تھی پس ان چھوٹے عاملوں کو جو مختصر صوبوں کے حاکم ہوتے تھے فضل کی حالت پر
قیاس کرنا کسیطرح درست نہیں ہوسکتا جبکہ ویسے بیسوں عامل خود اسی کے ماتحت ممالک مشرقی میں متعین
تھے اور ان لوگوں کی تنخواہیں مختلف ملکوں کے لحاظ سے بھی جداگانہ ہوتی تھیں چنانچہ ابن حوقل کے
اس بیان پر قیاس کرکے جو اس نے منصور بن نوح کے وقت کے عاملوں کی نسبت لکھا ہے۔ (۳)
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان عاملوں کی تنخواہیں تین سو درہم سے لیکر ایکہزار درہم کے مابین تک کم وبیش ہوا کرتی تھیں
لیکن بڑے بڑے ملکوں کے عامل جنکا تعلق براہ راست خلیفہ کے ساتھ رہا کرتا ان کے مشاہرے بہت
بیش قرار تھے جیساکہ فضل بن سہل کی بابت دیکھا جاچکا اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ابی علی
ماذرانی عامل مصر کا راتب تین ہزار دینار ماہوار تھا (۴) (یا ساٹھ ہزار درہم) جسکی سالانہ مقدار سات لاکھ
بیس ہزار درہم ہوتی ہے باقی لوگوں کو بھی اسی پر قیاس کرلو۔

لہذا اگر ہم ان تنخواہوں کو آجکل کے عہدہ داروں کی تنخواہ سے نسبت دیکر خیال کریں تو معلوم ہوگا
کہ وہ کسقدر بیش قرار تھیں کیونکہ اسوقت دولت عثمانیہ (ٹرکی) میں گورنروں کے تین درجے ہیں درجہ اول
کے والی کو ۲۵۰ لیرہ (ترکی پونڈ) درجہ دوم کے والی کو ۲۰۰ لیرہ اور درجہ سوم کے والی کو ۱۵۰ لیرہ ماہوار ملتے
ہیں اور انگلستان کی جانب سے وایسرائے ہندوستان کو بیس ہزار آٹھ سو تنتیس روپیہ ماہوار (۵) یعنے
تقریباً پانچ لاکھ فرانک سالانہ ملتے ہیں جو اس زمانہ کے عاملوں میں سب سے بڑی تنخواہ ہے تاہم وہ
"ماذرانی" کی تنخواہ کے سامنے بہت کم ہے جسکا اوپر ذکر ہوچکا اور اس کا تو کوئی ذکر ہی نہیں کیا جاسکتا
جو عباسی حکومت کے عمال تجارت وغیرہ کے ذریعے سے بہت کچھ کما لیا کرتے تھے۔

(کاتبوں کی تنخواہیں) کاتبوں کی تنخواہیں مامون کے ایام تک چھوٹے عاملوں کے مثل
تھیں جن کی مقدار تین سو درہم ماہوار سے زائد نہیں ہوتی تھیں اور ان کو بھی فضل بن سہل نے اضافہ
کردیا جس کی مقدار ہم کو معلوم نہیں ہوسکی کہ کس قدر اضافہ ہوا تھا لیکن دوسرے اہل مناصب کی تنخواہوں
کے قیاس پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ بھی زیادہ رہی ہونگی اس کے علاوہ ان کو روزمرہ کے اخراجات

---

(۱) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۳ - (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۸۴۱ (۳) ابن حوقل ۲۲۲ - ۲۲۳ - (۴) Ecc. Aff. 80
(۵) ہیکیل ۴۶۶

الگ ملجایا کرتے تھے اور مقریزی نے ان چیزوں کی ایک تفصیل شمار کرائی ہے جو مصر کے ایک کاتب کو فاطمی حکومت کے عہد میں صرف ایکدن کے اندر ترکاریوں مٹھائیوں میوؤں اور خوشبوؤں غرضیکہ کھانے پہننے اور بچھانے کے سامانوں کے تمام اقسام سے اس کو اس کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو جو چیزیں ملا کرتی تھیں اُنکی تعداد نے اس کتاب کے تقریباً دو یا تین صفحے رنگے ہونگے جن کو ہم نے طوالت کے خیال سے چھوڑ کر صرف اشارتاً اسقدر لکھدیا ہے جس کو تفصیل دیکھنی منظور ہو وہ علامہ مقریزی کی تصنیف اٹھا کر دیکھ سکتا ہے (۱)

(وزیروں کی تنخواہیں) وزارت کا عہدہ دولت عباسیہ کے نئے بڑھائے ہوئے صیغوں میں شمار کرنا چاہیئے جو ان سے پہلے کسی اسلامی حکومت میں قائم نہیں تھا عباسی حکومت کے وزیروں میں سب سے پہلے مزید شہرت وعزت برامکہ نے حاصل کی اور ان کی تنخواہوں کی مقداریں ہم کو مل نہیں سکیں مگر یہ بات ظاہر ہے کہ وہ بہت بیش قرار تھیں اور مزید برین بیت المال کے وہ بالکل مختار تھے جو کچھ ان کے دل میں آتا اسمیں خرچ کرتے انعام دیتے جاگیریں مقرر کرتے کوئی ان کو روکنے والا نہیں تھا اور ہم خلیفہ معتضد کے زمانہ کے گوشوارۂ مصارف میں اس بات کو دیکھ چکے ہیں کہ وزیر کی تنخواہ ایک دن کی ۳۳ $\frac{1}{3}$ دینار یا ہزار دینار ماہوار تھی اس لئے اگر ہم ان سکوں کی مقدار آجکل کے سونے اور چاندی کی قیمت کے لحاظ سے دیکھیں تو یہ تنخواہ پندرہ سو گنیوں (پونڈ) سے زائد ہوگی اور آجکل کوئی وزیر بھی ایسا نہیں ہے جس کو اتنی تنخواہ ملتی ہو۔ دولت عثمانیہ میں وزیر کی تنخواہ تین سو لیرہ۔ الا صدر اعظم جس کو ایکہزار لیرے ملتے ہیں اور مصری وزیر کو (۲۰۰) گنی ماہوار ملتی ہے اور انگلستان کے وزیر اعظم کی تنخواہ دو ہزار پونڈ سالانہ ہے (۲)

علاوہ بریں وزیروں کی تنخواہیں زمانوں اور حکومتوں کے اختلاف کے ساتھ بھی ہوتی تھیں خلیفہ ناصر اندلسی کے زمانہ میں وزیر کی تنخواہ ۸۰ ہزار دینار سالانہ نقد اور بہت سے ہدیئے (۳) تھے چھٹی صدی ہجری کے خاتمہ پر خلیفہ مکتفی کے وزیر یحییٰ بن ہبیرہ کی تنخواہ ایک لاکھ دینار سالانہ تھی (۴) اور وزیروں کی مذکورہ بالا تنخواہوں کے علاوہ ان کے بیٹوں بھائیوں اور ملازموں کو بھی تنخواہیں خانگی مصارف اور بہت سے وظیفے ملا کرتے تھے خصوصاً ملک مصر میں اس قسم کی رسم زائد تھی چنانچہ معز کے زمانہ فاطمی حکومت میں جاگیروں کے علاوہ خود وزیر کو پانچ ہزار دینار ماہوار اس کے بیٹے اور بھائی کو تین سو سے دو سو دینار تک اور اس کے ماتحت لوگوں کو ان کی تعداد کے ۔۔ سے ۔۔ دینار تک ملا کرتے تھے (۵) اس جاگیریں اور نقد تنخواہیں بھی ان کھانے پینے اور حوائج زندگی کے اشیاء کے علاوہ تھیں جو ان کو ملا کرتی

---

(۱) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ (۲) تہذیب جرائد کرزی صفحہ ۔۔ (۳) نفح الطیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ (۴) فخری ۲۷۸ (۵) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۴۰۱

خاندان والوں کو ملتی رہتی تھیں عزیز باللہ فاطمی حاکم مصر کے ایام میں "ابن عمار" وزیر کو اپنے ذاتی اور گھر والوں کے خرچ خوراک کے لئے غلوں اور گوشت کی اتنی مقدار ملتی تھی جس کی قیمت پانچسو دینار ماہوار ہوتی تھی اور میووں ایک ٹوکری ایک دینار کی اور دس رطل موم تبی ایک دینار کی اور نصف حمل (گٹھے) نرس کھجوریں (۱) یہ چیزیں بھی دیجاتی تھیں۔

(**قاضیوں کی تنخواہیں**) خلفائے راشدین کے ایام میں قاضی کی تنخواہ سو درہم ماہوار نقد تھی اور خوراک کے لئے حسب ضرورت گیہوں کا غلہ بھی ملتا تھا (۲) پھر بنو امیہ کے زمانہ میں اور عہدوں کی تنخواہوں کی طرح ان میں بھی ترقی کی گئی اور ۸۸ھ میں قاضی مصر کی تنخواہ ایک ہزار دینار سالانہ ہوگئی (۳) یعنے تقریباً راشدین کے ایام سے دس گنی بڑھ گئی اس کے بعد عباسیوں کا دور شروع ہوا تو ان کی تنخواہوں میں تخفیف کردیگئی چنانچہ خلیفہ منصور کے ایام میں قاضی مصر کی تنخواہ تیس دینار ماہوار تھی پھر منصور کے جانشینوں کے عہد سے اس میں بیشی ہونے لگی یہاں تک کہ خلیفہ ماموں کے ایام ۲۱۳ھ میں چار ہزار درہم ماہوار تک پہنچگئی (یعنے دو سو ستر دینار) اس کے بعد ابن طولون کے عہد میں پھر گھٹا دیگئی اور ہزار دینار سالانہ رہ گئی (۴)۔

بغداد کے قاضیوں کی جو تنخواہیں اوائل دولت عباسیہ میں مقرر تھیں انکا پتہ ہمیں بالکل نہیں ملا البتہ معتضد کے گوشوارہ میں ہم نے اسقدر دیکھا ہے کہ قاضی کا یومیہ راتب ۱۶ دینار یا پانچسو دینار ماہوار تھا جس کے اندر دس فقیہوں اور قاضی کے نائب کی بھی اجرتیں شامل تھیں اور باوجود اس کے وہ اس زمانہ کے قاضیوں کی تنخواہوں پر نظر کرتے ہوئے ایک بڑی تنخواہ ہے کیونکہ آستانہ علیہ میں شیخ الاسلام کی تنخواہ پانچسو عثمانی لیروں سے زیادہ نہیں جسکی نسبت اس زمانہ اور ان دنوں کے نقود کی قیمتوں کا فرق بھی اعتبار کرنا مناسب ہے۔

(**خلفا اور اُن کے گھر والوں کے وظائف**) یہ بات دیکھی جاچکی ہے کہ خلفاء نے وزیروں اور کاتبوں کے متعلقین کے لئے وظائف مقرر کر رکھے تھے اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ جب خلیفہ بیت المال کا مختار کل ہوتا تھا تو انہوں نے اپنی ذات خاص اور اپنے اہل وعیال کے لئے بدرجہ اولی وظائف مقرر کئے ہونگے مگر ہم کو اس بارہ میں کوئی ایسا صریح اور صاف بیان نہیں ملتا جس کے ذریعہ سے ہم اس پہلو کو روشنی میں لاسکیں البتہ اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے کنبہ والوں کو علاقے اور نقد مال دینے کا حکم صادر کیا کرتے تھے اور وہ بھی بالاکثر ایام حکومت کے ابتدائی دور میں جبکہ انہیں اپنے گھرانے والوں سے حکومت کیلئے مقابلہ کرنے کا خطرہ رہتا تھا اس لئے وہ ان کو

(۱) مقریزی جلد ۲ صفحہ ۱- (۲) سراج الملوک ۲۷۷- (۳) مقریزی جلد ۲- صفحہ ۱۱۵- (۴) سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹-

اپنے خاندان والوں کو راضی بناتے تھے اور بیعت کو خرید لیا کرتے تھے جس طرح خلیفہ منصور نے عیسےٰ بن موسیٰ سے اپنے فرزند عہدی کیواسطے ایک کروڑ دس لاکھ درہم قیمت ادا کرکے بیعت کو اس کے اور اس کی آئندہ نسل کے لئے مول لے لیا تھا (۱) یا اس لئے جاگیریں اور نقد روپیے دیتے تھے تاکہ وہ خوشحالی سے زندگی بسر کرسکیں اور ان کے مددگار بنے رہیں جیسے کہ منصور نے اپنے چچاؤں کے ساتھ کیا تھا اس نے اپنے ہر ایک چچا کو بیت المال سے دس دس لاکھ درہم دلوائے تھے اور منصور پہلا شخص تھا جو اس طریقہ کا موجد ہوا (۲) اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ہر سال اتنی رقم دیجاتی تھی اور جو وقت منصور کا بیٹا مہدی حکمران ہوا تو اس نے اپنے ہر ایک عزیز کے واسطے چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا (۳) اور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ تقریباً اسی قسم وظائف پر باقی رہے اور اس کے علاوہ بڑے بڑے عطئے بھی لیتے رہے خاصکر خلفا کے بیٹے اور ان کے ولیعہد بہت بیش قرار وظائف پایا کرتے اور گرانقدر عطئے بھی وصول کرتے رہتے تھے خلیفہ ہادی نے اپنے بھائی ہارون الرشید کو ولیعہدی سے معزول کرنے کا ارادہ کیا تو اسے اس بات پر راضی بنانے کے لئے ۱۷۰ھ میں حکم دیا کہ رشید کو ایک ملین دینار اور مملکت عباسیہ کا نصف خراج دیا جائے ۔(۴)

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رشید نے اپنے خاندان والوں کے وظائف میں اضافہ کیا تھا اور اسیطرح مامون نے بھی اپنی خلافت کے ایام میں دوسرے عہدداروں کی تنخواہیں بڑھانے پر ان کے وظائف میں بھی مزید توسیع کی ہوگی۔ مامون کے ایام میں خاندان بنی عباس کے ممبروں کی تعداد تینتیس ہزار شخصوں تک پہنچ گئی تھی خلیفہ مستعین باللہ نے حکمران ہونے کے بعد "معتز" اور "موید" سے ان کی تمام املاک کو خرید لیا اور اس بات کی شہادت تحریری حاصل کرکے ان کے پاس صرف اسقدر جائداد رہنے دی جکی آمدنی سے "معتز" کو سالانہ بیس ہزار دینار اور "موید" کو سالانہ پانچہزار دینار حاصل ہوتے تھے اور ان دونوں کو نظربند کردیا تھا۔(۵)

چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں۔ "ابن رائق امیر الامرا" کا زمانہ آیا تو خلفاء کے ہاتھ بیت المال میں تصرف کرنیسے روکدیئے گئے اور اسوقت سے خزانہ ارکان دولت کے قبضہ میں رہنے لگا سب سے پہلے جس خلیفہ کے ہاتھوں کو خزانہ سے روکا گیا وہ "راضی باللہ" تھا جس نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی۔ فوجی سپہ سالاروں اور ارکان سلطنت نے بیت المال اور ملکی محاصل پر مالکانہ قبضہ کرلیا تو خلفاء کو وظائف لینے کی

(۱) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۷۵۔ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۴۲۰۔ (۳) سیر الملوک ۱۶۵ھ (۴) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۹۵
(۵) طبری جلد ۳۔ صفحہ ۱۵۰۷

حاجت پیش آئی کیونکہ اب ان کو بیت المال پر قبضہ نصیب نہیں تھا اس لئے ان کے واسطے کچھ خفیف رقم بطور وظیفہ کے مقرر کردی گئی (۱)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت سے قبل بجز ان رقموں کے جو اموال غنیمت میں سے ان کو حکم شرع کے مطابق ملا کرتی تھیں ان کے کچھ وظائف معین نہیں تھے مگر حضرت ابوبکر رضؓ اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے کیونکہ ان کے واسطے (۶۰۰۰) چھ ہزار درہم سالانہ مقرر کردیئے گئے تھے تاکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو اچھی طرح رکھ سکیں (۲) پھر اس زمانہ کے بعد سے ابن رائق کے ایام تک ہم نے خلفاء کے وظائف کا کہیں کچھ ہی نہیں پایا ۳۳۴ھ میں معزالدولہ دیلمی نے بغداد پر تسلط کیا تو اس نے خلیفہ مستکفی کے لئے روزانہ پانچ ہزار درہم خرچ کو مقرر کردیئے لیکن وہ رقم خلیفہ کو بہت کم دیا کرتا بلکہ یوں کہیئے کہ کبھی دیتا اور کبھی نہیں دیتا تھا۔ (۳) پھر اس کے بعد خلفاء کی تنگدستی کی جو حالت ہوئی وہ اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

ان دنوں اکثر قوموں کے یہاں بادشاہوں اور ان کے کنبہ والوں کے وظائف مقرر کرنا ایک عادت جاریہ ہے اور متمدن حکومتوں میں بلحاظ غالب وہ وظائف سالانہ بجٹوں میں درج بھی رہتے ہیں چنانچہ انگلستان کے شاہی خاندان کے وظائف گذشتہ سال میں حسب ذیل تھے :۔

انگلستان کے شاہی خاندان کے وظائف

انگلش پونڈ	
۱۱۰۰۰۰	شاہنشاہ ملک معظم ایڈورڈ ہفتم کا وظیفہ۔
۱۲۵۸۰۰	شاہی محل کے خدام کا "
۱۹۳۰۰۰	شاہی محل کے مصارف "
۴۱۲۰۰	دیگر مصارف اور صدقات
۴۷۰۰۰۰	(خاص شاہی وظائف کی میزان)
۱۶۰۰۰۰	تمام دیگر خاندانی ممبروں کے وظائف
۶۳۰۰۰۰	

اور خدیو مصر کے خاندان کے وظائف گذشتہ سال اتنے تھے۔

مصری پونڈ	
۱۰۰۰۰۰	خدیو معظم کے مخصصات۔

(۱) فخری ۳۰۲۔ (۲) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۵۔ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۶۔

۹،۹۲۷	خاندانی ممبروں کے راتب
۵،۴۳۴	خدیو مصر کی بیگم کے کابین کے مصارف
۲،۵۵،۳۶۱	

اور ہز مجسٹی سلطان ٹرکی کے وظائف کی ماہوار مقدار چھہتر ہزار ترکی پونڈ یعنی یا نو لاکھ ترکی پونڈ سالانہ اور یہ علاوہ مصارف خانگی اور مخصصات کے ہیں۔

خلیفہ کے حاشیہ والوں کے راتب

خلیفہ کے حاشیہ والوں سے ہم ان لوگوں کو مراد لیتے ہیں جو اسکی ذاتی اور شخصی خدمتوں پر مامور تھے حکومت و سلطنت کے معاملات سے انہیں کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا مثلاً طبیب۔ حاجب اور باڈی گارڈ کے سوار۔ ان لوگوں کی تنخواہیں خزانہ صرف خاص سے ادا کیجاتی تھیں اور گاہ گاہ انکے کچھ وظائف خزانہ عامرہ سے بھی مقرر ہوتے تھے اور پیش قرار ہوا کرتے تھے چنانچہ ہم ہارون الرشید کے طبیب جبریل بن بختیشوع کے مخصصات سے استدلال کر سکتے ہیں جن میں ایسے چند نقد وظائف بھی تھے کہ بعض خزانہ عامرہ سے اور بعض خزانہ صرف خاص سے ملا کرتے تھے جبریل بن بختیشوع مذکور کے سالانہ رواتب جعفر جو اسکے منشی کے قلم سے ترتیب وار لکھے ہوئے پائے گئے وہ حسب ذیل ہیں (۱)۔

ہارون الرشید کے طبیب جبریل بن بختیشوع کے سالانہ مرتبات

	خزانہ عامرہ سے	درہم
راتب نقدی	۱۲۰۰۰۰	
دیگر سامان اور تحفے	۶۰۰۰۰	۱۸۰۰۰۰
	خزانہ خاص سے	
راتب نقدی	۵۰۰۰۰	
کپڑے جن کی قیمت ہوتی۔	۵۰۰۰۰	
ہدیہ کے طور پر بموقعہ عید صوم نصاری	۵۰۰۰۰	
" " " عید شعانین کپڑے جنکی قیمت تھی	۱۰۰۰۰	
" " " عید الفطر نقد	۵۰۰۰۰	
" " " کپڑے	۱۰۰۰۰	
خلیفہ ہارون الرشید کے فصد کھلوانے پر جو ہر سال دو بار کھولی جاتی فی مرتبہ (۵۰۰۰۰) کے	۱۰۰۰۰۰	

(۱) طبقات الاطبا جلد ۱ صفحہ ۱۳۶۔

خلیفہ کے دو پہننے کی بابت ہر سال میں دو بار فی مرتبہ ۵٠٠٠٠ — ١٠٠٠٠٠

۴۲٠٠٠٠

(میزان) ۶٠٠٠٠٠

ہارون الرشید کے مصاحبوں اور درباروں وغیرہ سے نقد اور کپڑوں اور خوشبوجات کی صورت میں

عیسیٰ بن جعفر سے	۵٠٠٠٠	
زبیدہ ام جعفر سے	۵٠٠٠٠	
شہزادی عباسہ خاتون رشید کی بہن سے	۵٠٠٠٠	
ابراہیم بن عثمان سے	۳٠٠٠٠	
فضل بن الربیع سے	۵٠٠٠٠	
فاطمہ خاتون ام محمد سے	٧٠٠٠٠	
کپڑے (پہننے کے) خوش الغیت اور سواری کی جانور	١٠٠٠٠٠	۴٠٠٠٠٠
اور	برامکہ سے	
یحییٰ بن خالد کی جانب سے	۶٠٠٠٠٠	
جعفر بن یحییٰ وزیر سے	١۲٠٠٠٠٠	
فضل بن یحییٰ سے	۶٠٠٠٠٠	۲۴٠٠٠٠٠
اُس کے علاقوں کی آمدنی		۸٠٠٠٠٠
اُسکی جاگیروں کی توفیر سے جو بچت ہوا کرتی		٧٠٠٠٠٠
	(میزان)	۴۹٠٠٠٠٠

پس صرف اس کے تمام مرتبات سالانہ انچاس لاکھ درہم تھے جنکو اسکی ساری مدت ملازمت (جوکہ ۲۳ سال ہے) میں جمع کیا جائے تو دولت عباسیہ کے مال سے جس قدر حصہ اس نے پایا اسکی مقدار گیارہ کروڑ ستائیس لاکھ درہم ہوگی اور اس میں سے برامکہ کی بربادی کے بعد پہلے دس سال میں انکے مقرر کیے ہوئے وظائف کی مجموعی رقم دو کروڑ چالیس لاکھ درہم وضع کر دیجائے تو اسپر بھی آٹھ کروڑ ستاسی لاکھ درہم باقی رہینگی اور اتنی رقم اس نے بیت المال سے علاوہ ان بیش قرار انعاموں کے حاصل کی جو اسکو وقتاً فوقتاً ملتے رہتے تھے اور اس مال میں سے جو کچھ اس نے خرچ کیا اس کی تفصیل یہ ہے :-

۲٧۶٠٠٠٠٠ اسکی ذات خاص اور گھر کے مصارف بارہ لاکھ درہم سالانہ کے حساب سے ۲۳ سال میں -

٧٠٠٠٠٠٠٠ - مکانوں باغوں سیرگاہوں چوپایہ جانوروں اور غلاموں وغیرہ کی قیمت -

۸۰۰۰۰۰۰	آلات اینٹوں اور بنوائی وغیرہ کی قیمت
۱۲۰۰۰۰۰۰	اُن علاقوں کی خریداری میں جو اس نے اپنے خاص کیلئے مزید کئے صرف ہوئی
۵۰۰۰۰۰۰	جواہرات اور قیمتی سامانوں کی قیمت جو ذخیرہ کرنے کے لئے بہم پہنچائے تھے۔
۳۰۰۰۰۰۰	اُسنے خیرات، انعامات اور احباب و والدین کیساتھ سلوک کرنے میں جو کچھ خرچ کیا
۳۰۰۰۰۰۰	امانتداروں نے جو رقمیں اس کی ماریں اور انکار کر گئے اُنکی میزان۔
۱۲۸۶۰۰۰۰۰۰	(میزان کل میں ۹۰۰۰۰ دینار اور ۹۰۰۶۰۰۰۰ درہم ہیں)

اور اسی نسبت سے اس زمانہ کے تمام اہل مناصب کے مراتب کو قیاس کرنا چاہئیے چنانچہ ہارون الرشید کے افسر باڈی گارڈ کی سالانہ آمدنی تین لاکھ درہم سالانہ اور اس کے پولیس کمشنر کی سالانہ پانچ لاکھ درہم اور حاجب کی سالانہ آمدنی دس لاکھ درہم تھی (۱)۔

(فوجکی تنخواہیں) ہم اس کتاب کے پہلے حصے کے صفحہ میں بیان کر چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کیونکہ تمام مسلمان فوجی خدمت بجالاتے تھے اور ان کا ہر ایک فرد بجائے خود سپاہی کی حیثیت رکھتا تہا اور اس بات کو بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ عمرؓ نے نسب اور سابقہ کے لحاظ سے ان کے راتب مقرر کئے تھے پھر وہ راتب بنی امیہ کے اوائل عہد میں کس طرح دوگنے اور تگنے ہو کر اس کے آخر میں کم ہونے لگے اور اسکے بعد بنو عباس کی اوائل حکومت میں مضاف ہو کر کچھ دنوں بعد پھر گھٹا دیئے گئے یہانتک کہ خلیفہ مامون کے ایام میں ایک پیدل سپاہی کو دو سو چالیس درہم سالانہ ملنے لگے جو اس کے اس حصہ مال غنیمت کے علاوہ ہوتے تھے جسکا وہ جہاد کرنے کی حالت میں مستحق ہوا کرتا تہا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اموال غنیمت کا حصہ صدر دولت عباسیہ میں سپاہیوں کو نہیں دیا جاتا تہا تاآنکہ ۱۹۸ھ میں خلیفہ محمد الامین سے ان لوگوں نے یہ خواہش کی کہ بحالت جہاد ان کو حصہ ملا کرے چنانچہ خلیفہ مذکور نے انہیں حصہ دلوادیا اور فی کس چھ دینار تقسیم میں آئے (۲)

امین اور مامون کے مابین باہمی خانہ جنگی شروع ہوئی تو دونوں میں سے ہر ایک اپنی فوج کو عطئے اور انعام دیکر خوش کرنے پر تل بیٹھا۔ مگر جبکہ طاہر بن الحسین کی فوج نے ۱۹۵ھ میں علی بن عیسے بن ہامان کی فوج کو ہزیمت دینے میں کامیابی حاصل کی تو مامون نے طاہر کی فوجوں کے عطئے اسقدر بڑھا دیئے کہ ایک نفر کو اسی درہم ماہوار (۹۶۰ درہم سالانہ) ملنے لگے (۳) یعنے خلیفہ مذکور نے پھر وہی شرح قائم کردی جو سفاح بانی حکومت عباسیہ کے ایام میں مقرر ہوئی تہی لیکن اس خانہ جنگی کے ختم ہو جانے پر وہی ۲۴۰ درہم سالانہ بدستور رہ گئے اور باقی اضافہ منسوخ ہو گیا۔

(۱) طبقات الاطبا جلد ۱ صفحہ ۱۳۲ سے (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۹۷۲ سے (۳) طبری جلد ۳ صفحہ ۸۳۰ سے +

(**افشین۔ اور بابک**) سنہ ۲۱۸ھ میں معتصم باللہ نے اورنگ آرائے خلافت ہو کر ترکوں۔ فرغانہ والوں اور مغربی لوگوں کی جماعتیں فراہم کرنا اور ان کی فوجیں مرتب کرنا شروع کر دیا اور جن اسباب کو پہلے بیان کر آئے ہیں ان کے لحاظ سے خلفاء کو کمزوری لاحق ہوئی تو ہر ایک شے میں فوج ہی قوت کا مرجع بن گئی فوج کے اس رسوخ کا پیش خیمہ یہ امر ہوا کہ "بابک خرمی" کی عظمت و سطوت کا سکہ ارمینیا اور خراسان کے صوبوں میں بہت کچھ بیٹھ گیا تھا وہ خلیفہ مامون کے زمانہ سے ظاہر ہو کر لوگوں کو ایک نئے مذہب کی دعوت دیتا تھا جس کی بنیاد "تقمص[1]" پر قائم کی تھی اور مامون نے کئی مرتبہ اس کے مقابلہ پر فوجیں بھیجی تھیں جن سبھوں کو اس نے فاش ہزیمتیں دیکر بھگا دیا تھا معتصم نے حکمران ہوتے ہی سب سے پہلے اپنی توجہ بابک کی بیخکنی پر مصروف کی جس سے اس کو اپنا ملک چھین لینے کا خوف پیدا ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اپنی ترکی سپاہ کو افشین حیدر بن کاوس نامی ایک سپہ سالار کی ماتحتی میں سنہ ۲۲۰ھ کے اندر بابک کی سرکوبی کے لئے بھیجا پھر افشین کی کمک کے لئے ایک دوسرا سردار "بغا کبیر" نامی بہت سا خزانہ دیکر روانہ کیا اور سہ بارہ ایک اور سردار جعفر خیاط نامی کمک کے لئے بھیجا گیا اور آخر میں "ایتاخ" کو بھی تین کروڑ درہم فوجی مصارف کے واسطے دیکر روانہ کیا غرضیکہ دو سال کی متواتر جنگ کے بعد "افشین" فتحمند ہوا۔ اور "بابک" کو ایک دہوکہ سے بہت سا روپیہ خرچ کر کے گرفتار کرالیا اور اسے سامرا کو لے آیا جس وقت افشین فتح پاکر واپس آیا ہے تو خلیفہ معتصم کا بیٹا "واثق" مع تمام خاندان شاہی کے ممبروں کے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس کی پیشوائی کے لئے گیا اور وہ لوگ ابھی تک اس بات پر پوری طرح اطمنان نہیں رکھتے تھے کہ فی الواقع افشین نے اس بابک کو گرفتار کر لیا ہے جس نے بیس سال سے مملکت عباسیہ کو زیر و زبر کر رکھا تھا اور اس مدت میں علاوہ لوٹ مار کرتے رہنے کے اس نے دو لاکھ پچپن ہزار پانچسو آدمی قتل کر ڈالے تھے اور مامون و معتصم کے بہت سے فوجی جنرلوں کو نیچا دکھا دیا تھا بہرحال جس وقت افشین نے بابک کی قید خلیفہ کے روبرو پیش کی تو خلیفہ نے حکم دیا کہ پہلے اس کو ہاتھی پر چڑھا کر تشہیر کیا جائے چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور خلقت نے اس کو بڑے شوق سے دیکھا۔ بابک فی الواقع بڑا تنومند آدمی تھا وہ گویا دیوزاد معلوم ہوتا تھا تشہیر کے بعد وہ خلیفہ کے دربار میں لایا گیا اور خلیفہ نے بابک ہی کے جلاد کو حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ پیر کاٹ دے چنانچہ جب وہ ہاتھ پیر کٹنے کے بعد زمین پر لڑھک گیا تو اس کے ذبح کر نے اور پیٹ کو چاک کر دینے کا حکم ملا جس کی تعمیل جلاد نے کی اور بالآخر اس کا سر کٹوا کر خراسان کو بھیجا گیا اور جسم سامرا میں سولی پر لٹکا دیا گیا جس دن میں یہ کارروائی ہوئی وہ ایک بڑی مسرت کا دن تھا کیونکہ اس میں معتصم کو اپنی سلطنت کی طرف سے

---

[1] ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۴ ؎ تقمص "پوشیدن" (اصلاح) شاید لمبے لمبے کرتے پہننا مراد ہو۔ عفی عنہ

امن حاصل ہوا اور اس لئے افشین اور اس کے سرداروں اور سپاہیوں کی بہت کچھ تعریف اور شکرگذاری کی جبدن سے افشین اس مہم پر روانہ ہوا تھا اس دن سے لیکر اس کی واپسی کے وقت تک خلیفہ معتصم ہر روز اس کیواسطے عطئے اور خلعتیں بھیجا کرتا تھا چنانچہ ہر روز وہ ایک گھوڑا اور ایک خلعت بلاناغہ افشین کو بھیجا جاتا اور جتنے عرصہ تک افشین "بابک" کے مقابلہ پر رہا اس میں (علاوہ تنخواہوں۔ سامان۔ رسد اور اسباب ضروری کے) ہر ایسے دن کے لئے جس کے اندر میدان داری ہوئی ہو دس ہزار درہم اور جبدن جنگ نہو اس کے لئے پانچہزار درہم روزانہ دیتا رہا اور افشین واپس آیا تو خلیفہ معتصم نے اس کو خود اپنے ہاتھوں سے دو نشان (تمغے) مرصع بجواہر پہنائے اور بیس ملین درہم اس کو اس تفصیل سے انعام میں عطا کئے کہ دس ملین اس کی ذات خاص کیلئے اور دس ملین اپنی فوج میں تقسیم کرنے کیلئے ہیں اسے "سندھ" کا گورنر بھی مقرر کر دیا اور شاعروں نے اس کی مدح کے قصیدے پڑھے ہوئے۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ افشین صرف مال کی لالچ میں بابک سے مقابلہ کرنے میں ثابت قدم رہا اور اسی کے ساتھ معتصم بھی اس کو اثنائے جنگ میں اور وہاں سے واپسی کے وقت تک برابر خلعتیں اور انعامات دیتا رہا افشین وہ سب مال اپنے وطن اور ملک کو میدان جنگ سے ہی براہ راست بھیجا جاتا تھا جس وقت اس کے پاس لوٹ یا ہدیہ کے ذریعہ سے کچھ مال فراہم ہو جاتا تو وہ فوراً اپنے شہر "اشروسنہ" کو جو ممالک ماوراءالنہر میں واقع ہے بخط مستقیم مخفی ذرائع سے بھیجدیا کرتا مگر وہ روپیہ لیجانے والے چونکہ خراسان کے ملک میں ہوکر گذرتے تھے اس لئے عبداللہ بن طاہر کو جو وہاں عامل تھا اس امر کی اطلاع ہو جاتی اور وہ خلیفہ معتصم کو اس حال سے مطلع کرتا رہتا۔ خلیفہ کا حکم ہی ایسا ہی تھا کہ ایسے معاملات میں جو کچھ معلومات بہم پہنچے اسکی اطلاع دربار کو دیجایا کرے ایکبار افشین نے ایک کثیر رقم اپنے چند محرم راز ملازموں کی معرفت اسطرح روانہ کی کہ روپے اور اشرفیاں ہمیانیوں میں بھرکر ان کی کمروں سے بندھوا دیئے ابن طاہر نے ان کو گرفتار کراکے سب کی جامہ تلاشیاں لیں اور روپیہ دیکھکر ان سے دریافت کیا کہ یہ کہاں سے لائے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ "یہ روپیہ افشین کا ہے" مگر ابن طاہر نے وہ سب مال چھین لیا اور ان سے کہا کہ افشین ایسی حرکت کیوں کرتا یہ اس کی کارروائی نہیں بلکہ تم لوگ چور ہو اس بات سے ابن طاہر اور افشین کے مابین ناچاقی پیدا ہوگئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرالامر افشین قید ہوا اور اسکا محاکمہ کر کے یہ ظاہر ہوا کہ اس نے صرف مال کے لالچ میں بظاہر اسلام اختیار کر رکھا تھا ورنہ دراصل اندرونی طور پر وہ اپنے دین آتش پرستی پر ہی قائم تھا۔ (۲)

اسی واقعہ پر معتصم کے تمام فوجی افسروں کو قیاس کرنا چاہیئے جو صرف مال فراہم کرنے

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۳۲ تا ۱۲۳۴ - (۲) ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ و ۲۱۱ ۔

اسے اپنے ملک مشرق بعیدہ میں بھیجتے رہنے کے لئے لڑائیوں پر جاتے تھے اس لئے جس حکومت کی ایسی بد اخلاق فوج ہو اس کے سدھرنے کی کون سی شکل نکل سکتی ہے لیکن خلفاء بغیر ان سے امداد لئے ہوئے کوئی چارہ کار نہیں رکھتے تھے اور یہ بات صرف مال کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی تھی لہذا وہ ان لوگوں کو علاقہ دلوں اور انعاموں کے جو معتصم کے طرز عمل کی پیروی میں دیئے جاتے تھے بڑی بڑی تنخواہیں بھی دیتے رہتے خلیفہ معتصم نے خاص اپنی ترکی فوج کے رہنے کیواسطے شہر سامرا کی بنا ڈالی تھی وہاں ان لوگوں کو جاگیریں دی تھیں اور بہت سی لونڈیاں خرید کر ان کے ساتھ بیاہ دی تھیں اور ان کو ممانعت کر دی تھی کہ باہر کے لوگوں سے وہ ہرگز کوئی ناطہ رشتہ نہ قائم کریں بلکہ انہیں لوگوں میں جو بچے پیدا ہوں ان کے جوان ہونیپر باہم نکاح بیاہ ہوا کرے۔ ترکوں کی لونڈیوں کے لئے بھی مستقل تنخواہیں مقرر کر دی تھیں اور ان کے نام دفتروں میں درج کرا دیئے تھے اور ان ترکوں میں سے کسی کو یہ قدرت نہیں تھی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے یا اُسے جدا کر دے (۱) لہذا اگر مردوں کی تنخواہوں اور سامان خوراک و پوشاک کے ساتھ ہی ان عورتوں کے اخراجات کا بھی اعتبار کیا جائے تو ان تمام مصارف کی میزان بہت زائد ہو جائے گی۔ طبری نے ۲۵۲ھ کے حوادث کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ۔ اسی سال میں ترکوں مغربیوں اور شاگری لوگوں کی تنخواہوں کا اندازہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے سالانہ مصارف بیس کروڑ دینار تھے اور یہ رقم تمام قلمرو کا دو سال کا خراج ہے (۲) مگر ہمارا گمان ہے کہ مورخ مذکور کی مراد بیس کروڑ درہم ہو گی (نہ کہ دینار) اسلئے کہ خراج کی آمدنی سے دو سال میں اتنے دیناروں کا فراہم ہونا یوں بھی ازقیاس معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم اس رقم کو فی دینار بیس درہم کے حساب سے تحویل کریں جو اس زمانہ میں اس کی قیمت مقرر تھی تو عباسی قلمرو کا سالانہ خراج دو ارب درہم ہوتا ہے حالانکہ ہم اس بات کو دیکھ چکے ہیں کہ اس کے انتہائے دولتمندی کے ایام میں اسکا خراج چالیس کروڑ درہم سے زائد نہیں ہوا اسوجہ سے دو سو ملین درہم کا ایک سال کے اندر فوج پر خرچ کر دینا ایک بہت بڑی بات ہے اور خصوصاً اس صورت میں اور بھی ناممکن بات معلوم ہوتی ہے جبکہ ہم اس زمانہ کے نقود کی قیمت کا بھی اعتبار کریں جو موجودہ ایام سے دو یا تین حصہ زائد تھی لیکن اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا فوجی خرچ کا تخمینہ اس زمانہ کے فوجی مصارف کو دیکھتے ہوئے کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ جدید تمدن نے احتیاطی کارروائی فوجی قوت اور فراہمی سامان حرب و ضرب کو اس قدر لازمی بنا دیا ہے کہ اس کے سبب سے فوج کے اخراجات بہت بڑھ گئے ہیں خصوصاً بحری قوت اور بیڑہ کے جہازات کے مصارف نے پھر بڑھا دیئے سے جنگی تیاریوں کا خرچ حد سے زائد بڑھا ہوا ہے چنانچہ گورنمنٹ انگلشیہ اپنی بری اور بحری فوج پر

(۱) یعقوبی (کتاب البلدان) صفحہ ۳۲۔ (۲) طبری جلد ۳۔ صفحہ ۱۶۸۵۔

چار کروڑ پونڈ سالانہ خرچ کرتی ہے یعنے تقریباً ایک ارب فرانک (یا درہم) اور گورنمنٹ فرانس اور حکومت روس بھی تریب قریب ایسی ہی گرانقدر رقم اسپر خرچ کرتی ہے۔ گو یہ رقمیں (باوجود اس زمانہ کے نقود کی قیمتوں کو آجکل کے نقود کی قیمتوں سے نسبت دیکر اعتبار کرنیسے) بہی تقریباً عباسیوں کے فوجی مصارف سے دوگنی کے برابر ہیں لیکن ہم نے اون کے کثیر فوجی اخراجات کو محض بدیں نظر زائد از حد خیال کیا ہے کہ ان کے ایام میں فوجی مصارف کے جو طریقے مستعمل تھے وہ آجکل کے طریقوں سے بالکل جداگانہ تھے۔ اور ان میں اس قدر بیش قرار مصارف ہونیکا احتمال بہی نہیں کیا جا سکتا۔

اور اسبات کا بہی خیال کرنا ضروری ہے کہ عباسی فوج کے لوگ کسی ادنے سبب کے پیش آتے ہی لوگوں کے گہروں اور دوکانوں میں سے زبردستی مال اٹہا لیجاتے تھے اور خلفاء ان کی اس حرکت کو جرم نہیں شمار کرتے تھے بلکہ بسا اوقات خود انہیں مظلوموں کو چشم نمائی کرکے ڈانتے اور کہتے تھے کہ تم نے اپنے مال و اسباب کو ایسے مقام پر کیوں نہ چہپا رکہا جہاں فوج والوں کو پتہ نہ ملتا۔

مزید بریں خلفاء خود ہی فوج والوں کی طبائع میں اس طریقہ پر لالچ اور حرص کی قوت کو اکساتے بہی رہتے تھے کہ ان سے کسی خدمت کے انجام دلانے کے لئے انعام و اکرام کا وعدہ کر دیتے اور کہتے کہ اگر تم فلاں کام انجام کرو گے تو تمہیں ہم اتنا روپیہ دینگے حتے کہ میدان جنگ میں بہی اس قسم کی حرکتوں سے نہیں چوکتے تھے چنانچہ جبوقت جنگ کا بازار گرم ہو جاتا اور خلیفہ یا امیر کو اس بات کا خوف پیدا ہوتا کہ ہماری فوج پسپا ہو جائیگی تو وہ باواز بلند فوج میں پکار دیا کرتے کہ جو شخص ایک قیدی گرفتار کر لائے اسکو دس دینار اور جو شخص کوئی سر کاٹ لائے تو اسے پانچ دینار انعام میں ملینگے اور ۳۲۰ھ میں خلیفہ مقتدر نے ایسا ہی کیا تہا[1]

بہرحال عباسی سپاہ کے رواتب جو سال کے اندر مقرر و منضبط اور مقدار کی حیثیت سے دبے چلتے تہے انکی کیفیت اس مالی گوشوارہ سے جو مقتضد کے عہد میں تیار ہوا تہا یوں معلوم ہوئی ہے کہ سواروں اور ممالیک اور انہیں کے مثل دیگر تمام فوجی گروہوں کی سالانہ تنخواہوں کی رقم پندرہ لاکھ دینار یا بیس کروڑ درہموں سے زائد نہیں تہی۔ پہر بعد کے زمانوں میں رفتہ رفتہ ترکی فوجوں کا زور بڑہتا گیا انکے متعدد فرقے قائم ہوگئے اور انکے رواتب بہی اتنے بڑہے کہ جنکا حصر و شمار کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ زمانہ اور حالات کے لحاظ سے انکے احوال بہی مختلف ہوتے رہتے تھے اور اسپر طرہ یہ ہے کہ بجز ان باتوں کے جو مورخین نے اسبارہ میں کہیں کہیں ضمنی طور پر بیان کردی ہیں باقی تفصیلی حالات سے انہوں نے بہی بالکل سکوت اختیار کیا ہے

۳۱۷ھ میں خلیفہ مقتدر کے محل پر جو مصافی پیدل فوج کا فرقہ پہرہ دیا کرتا تہا اس کے آدمیونکی

---

(۱) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰۔

تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی جن کی تنخواہوں پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار ماہوار یعنے ۶ دینار فی کس کے پڑتے سے
خرچ ہوتے تھے اور سواروں کی تعداد بارہ ہزار تھی جن کی ماہوار تنخواہ میں پانچ لاکھ دینار فی کس ۴۲ دینار
کے حساب سے صرف ہوا کرتے یا یوں کہنا چاہیئے کہ ایک سوار کو بارہ ہزار درہم اور ایک پیادہ کو ایک ہزار چار سو
چالیس درہم سالانہ ملا کرتے تھے پھر بھی باوجود اتنی تنخواہیں ملنے کے اکثر اوقات وہ لوگ بغاوت اور سرکشی کر کے
اضافہ مانگا کرتے تھے اور خلیفہ کو بصورت نامنظوری قتل کی دھمکی دیا کرتے (۱) وہ خلفا کے محلوں میں مداخلت
بیجا کرنے اور خلافت کو اپنے ہاتھوں میں رکھنے کے عادی ہو گئے تھے یعنے جس کو چاہتے خلیفہ بنا دیتے
اور جس کی نسبت ارادہ کرتے اسے تخت خلافت سے اتار ڈالتے تھے جس وقت ملکی محاصل یا نذرانہ وغیرہ کی رقمیں
آیا کرتی تھیں تو انہیں اپنے ہی آپس میں بانٹ لیا کرتے اور خلیفہ یا دیوان دفتر خزانہ کے لئے صرف کچھ
خفیف مقدار روپیہ کی باقی چھوڑ دیتے چنانچہ اتامش اور شابک نے مستعین باللہ کے ایام سنہ ۲۴۹ھ میں بارہا
ایسا ہی کیا تھا (۲) اور جس طرح فوجی سردار خلفا کو لوٹا اور انکو ستایا کرتے تھے ویسے ہی عام فوجی سپاہیوں
اور چھوٹے افسروں کو چھوڑ کر اپنے واسطے کثیر دولت ما بہ ثروت ہی فراہم کیا کرتے تھے یہانتک کہ اکثر اوقات
یہی سپاہی لوگ اپنے افسروں کے مقابلہ میں بھی شورش کر دیتے اور ان سے روپیہ کا مطالبہ کرتے رہتے
اور ان کو دھمکیاں بھی دیتے تھے اور جب دیکھتے کہ وہ ان کی بات نہیں سنتے اور نہیں مانتے ہیں تو انہیں
قتل کر ڈالتے تھے جیسا کہ "وصیف" کو سنہ ۲۵۳ھ میں کر دیا اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ترکی، فرغانی
اور اشروسنہ کے رہنے والے سپاہیوں نے ہڑتال کر کے اپنے چار مہینوں کی چڑھی ہوئی تنخواہ کا مطالبہ
کیا تو "بغا" "وصیف" اور "سیما" یہ تین جنرل ان کی شورش فرو کرنے اور انہیں خاموش کرنے
کی نیت سے انکے سامنے گئے اور "وصیف" نے ان سے بدزبانی کے ساتھ کہا "کیا آفت برپا کر رکھی ہے"؟
ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے تو خاک لیجاؤ گے" اس بات کو سنتے ہی چند سپاہیوں نے مارے
غصہ کے اچھلکر اسے گھیر لیا اور فوراً قتل کر ڈالا (۳) اور اکثر اوقات وہ خلفاء کے پاس اسبات کے فریادی اور
شاکی ہوئے کہ ان کے افسروں کو ایسی جاگیریں کیوں ملی ہیں جن کی وجہ سے ان کے تعلقوں اور خراجی
اراضیوں کی صورت میں ہونے سے خزانہ عامرہ کو ضرر پہنچ رہا ہے اور مزید براں بڑے بڑے سرداروں کو
خانگی اخراجات اور قدیم رسوم کی بیشی سے جس کے ساتھ ہی بال بچوں کے وظائف بھی ملتے ہیں کیوں
بہرہ مند کیا گیا ہے اور ان میں سے بعضوں کو کس لئے سلطنت کے کاروبار میں اس حد تک دخل دیا گیا ہے
کہ خراج کی رقموں کا بیشتر حصہ وہی کھا جاتے ہیں (۴) یہانتک کہ سپاہیوں نے ان سرداروں کے پیچھا

(۱) صلہ تاریخ طبری ۱۴۲۳ سلخات ۱۵۱ - (۲) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۵۱۲ - (۳) ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۷ - (۴) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۷۹۶

پھر ڈالنے کی خواہش ظاہر کی اور درخواست دی کہ فوج کی کمان خلیفہ کے بھائی کیا کریں تو بہتر ہو گا۔

موجودہ زمانہ میں فوجی تنخواہوں کی شرح کس قدر ہے

اگر ہم اسلامی فوج کی تنخواہوں کا خلفائے راشدین کے عہد سے دولت عباسیہ کے خاتمہ تک اسکے زمانوں کے اختلاف کا لحاظ رکھکر اعتبار کریں اور پھر اس کو موجودہ زمانہ کی فوجوں کی تنخواہوں سے ملائیں تو ہم کو صاف نظر آئیگا کہ اسوقت کی شرح حالت موجودہ کی شرح سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی کیونکہ خلفائے راشدین کے وقتوں میں ایک فوجی سپاہی کو ۲۰۰ سے ۵۰۰ درہم تک سالانہ ملتے تھے جس کے بعد بنی امیہ کے عہد میں ایکہزار درہم ہو گئے اور عباسیوں کے دور میں پھر اسکے اندر انقلاب ہوا یہانتک کہ مقتدر باللہ کے عہد میں پیادہ سپاہی کو ۲۴۰ درہم اور سوار کو ۱۲۰۰ درہم سالانہ ملنے لگے غرضیکہ بنو عباس کے یہاں فوجی افراد (نفر) کی تنخواہ کی یہ شرح تھی جسکا ذکر ہوا حالانکہ حکومت انگلشیہ میں پیادہ کو ایک شلنگ اور سوار کو ایک شلنگ نو پنس روزانہ ملتے ہیں جنکی سالانہ مقدار پیدل سپاہی کے لئے سال میں تقریباً ۴۵۰ فرانک (یا درہم) اور سوار کے واسطے سال میں ۸۰۰ فرانک ہوتی ہے اور اگرچہ گورنمنٹ انگلشیہ کے یہاں فرقوں کے اعتبار سے بھی پیدل اور سوار سپاہیوں کی شرح تنخواہ مختلف ہے تاہم دوسری حکومتوں کے دیکھتے ہوئے بہرحال ان کی فوج کو بیش قرار تنخواہ ملتی ہے لیکن عباسی حکومت کی شرح کے دیکھنے سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شرح بہت خفیف اور کم نظر آتی ہے اور خصوصاً جبکہ ہم دونوں حالتوں کے نقود کی قیمت کا بھی اعتبار کریں تو مؤخر الذکر شرح مواجب اور بھی بے حقیقت ہو جائے گی۔

اس زمانہ میں (آجکل) فوجی مصارف کی زیادتی کے اسباب میں سے ایک سبب یہی ہے کہ افسروں کی کثرت ہوتی ہے اور انکی تنخواہیں بھی بڑی ہوتی ہیں اگرچہ ہم کو اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ عصور اسلامیہ کے فوجی افسروں کو جو "قائد" (جنرل یا کمان افسر) ہوا کرتے تھے کس قدر تنخواہیں ملتی تھیں اور انگلش فوج کی تنخواہوں کی شرح سب سے بڑے افسر سے ایک فوجی نفر (ادنی سپاہی) تک بحساب فی یوم ذیل میں درج کیجاتی ہے (۱) جس کے بعد عثمانی (ترکی) اور مصری فوجوں کی شرح تنخواہ بھی درج کر دیگئی ہے۔

انگلش فوج کی شرح مواجب فی یوم پونڈ شلنگ اور پنس کے حساب سے

	سوار			پیدل		
	پونڈ	شلنگ	پنس	پونڈ	شلنگ	پنس
جنرل (امیر)	۸	۰	۰	۸	۰	۰

(۱) تھیکرے ڈائرکٹری ۱۹۰۲ء

۰	۱۰	۵	۰	۱۰	۵	فریق
۰	۰	۳	۰	۰	۳	اللوا
۰	۱۸	۰	۶	۱	۱	امیرآلائے
۰	۱۸	۰	۶	۱	۱	قائم مقام
۷	۱۳	۰	۰	۱۵	۰	بکباشی
۷	۱۱	۰	۰	۱۳	۰	یوزباشی
۶	۶	۶	۶	۷	۰	ملازم اول
۳	۵	۰	۸	۶	۰	ملازم ثانی
۰	۱	۰	۹	۱	۰	نفر

عثمانی افواج کی ماہوار تنخواہیں۔

عثمانی قرش	
۲۵۰۰۰	مشیر
۱۰۰۰۰	فریق
۶۰۰۰	اللوا
۲۵۰۰	امیرآلائے
۱۸۰۰	قائم مقام
۱۲۰۰	بکباشی
۸۰۰	قولاغاسی
۵۰۰	یوزباشی
۲۵۰	ملازم اول
۲۰۰	ملازم ثانی
۲۰	نفر

مصری فوج کی ماہوار تنخواہیں۔

مصری قرش	
——	مشیر (کوئی نہیں)
۷۵۰۰	فریق
۶۵۰۰	اللوا
۴۷۰۰	امیرآلائے
۳۰۰۰	قائم مقام
۲۵۰۰	بکباشی
۱۵۰۰	صاغقولاغاسی
۹۰۰	یوزباشی
۶۰۰	ملازم اول
۵۰۰	ملازم ثانی
۳۰	نفر

(دیگر رواتب) ان زمانوں کی حکمرانی کا ایک مقتضی یہ بھی تھا کہ جن لوگوں کی طرف زبانوں یا گروہ بندیوں سے خلفاء کو اندیشہ رہتا ہو وہ لوگ راضی اور ہموار رکھے جائیں کیونکہ سلطنت کے اندر ہمیشہ ایسے لوگوں کی جماعتیں موجود رہتی تھیں جو اپنے واسطے حصول خلافت کی کوشش کیا کرتے

تھے اور وہ لوگ علوی سادات۔ یا خارجی (باغی) وغیرہ تھے اور ملک میں ایسے حسد کرنے والوں کا بھی ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا جو انتقام کے لئے موقع اور وقت کے منتظر رہا کرتے تھے اور نیز ان دنوں خوش بیانی اور دلیرانہ شعر خوانی کو بھی عام رائے کے اپنے موافق بنا لینے میں ایک ایسی قوی تاثیر حاصل تھی۔ جو آجکل کے اخبار نویسوں کی تاثیر سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی اسلئے جو خلفاء زیور عقل و فہم سے آراستہ تھے وہ ان بداندیشوں کی فتنہ انگیز طبیعتوں کو ان کے ساتھ طرح طرح کی عنائیتیں اور احسان کرتے رہنے سے روکتے رہتے تھے اور وقتاً فوقتاً انعام و اکرام کے ترلقمے کھلا کر ان کی زبانیں بند کئے رکھتے تھے یا برابر ما تبہ خوار بنائے رہتے جس طرح موجودہ زمانہ کے حکمران اڈیٹران اخبار کیساتھ عمدہ برتاؤ کرتے ہیں اور بعض حکومتوں کے فرمانروا ان کو اپنے مقابلہ میں خاموش رکھنے کے لئے انہیں سالانہ وظائف دیا کرتے ہیں اور چند دوسرے تاجدار اخبار نویسوں کی امداد و اعانت ہمتوں کے برانگیختہ یا ملکی گروہوں کے متفق الکلمہ کرتے رہنے کے لئے بہت کثیر رقمیں دیکر خریدتے رہتے ہیں اور چونکہ اسوقت میں شاعروں اور مقرروں وغیرہ کی بجنسہ یہی حالت تھی جو آجکل اخبار نویسوں کی ہے پس یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ خلفاء نے ان کے رضامند بنائے رکھنے کے واسطے بیدریغ روپیہ صرف کیا ہو۔

اسلام میں سب سے پہلے اس قسم کی کارروائی اور حکمت عملی کا برتاؤ امیر معاویۃ بن ابی سفیان رضہ نے کیا تھا وہ لوگوں کی زبانوں سے اپنے منہ پر ملامت اور طنز آمیز کلمے نکلتے سن کر انہیں بجز عطیات و انعام کے کوئی دوسرا بدلہ نہیں دیتے تھے اسی لئے اہل عرب شاعر کو انعام دینا اس کی زبان بند رکھنے کے ساتھ تعبیر کیا کرتے تھے (۱) اور امیر مذکور شاعروں اور معزز لوگوں وغیرہ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے تھے ان کے بعد والے خلفاء نے بھی انہیں کے نقش قدم کی پیروی کی اور انہوں نے بھی جماعات بنی ہاشم اور اولاد ابی طالب وغیرہ کے رئیسوں کیلئے عطیوں کی رقمیں مقرر کر دیں غرضیکہ جس شخص کی ذات سے ان کو یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ وہ ان کی حکومت کو صدمہ پہنچانے کے درپے ہو سکتا ہے اس کیلئے برابر انعام اور عطئے مقرر کر دیا کرتے تھے اور شاعروں یا اپنے پاس آنے والوں کو خلفاء جو جائزے اور عطئے دیتے رہتے تھے وہ زیادہ تر اسی قسم کی اغراض سے متعلق ہوا کرتے۔

بعض اوقات وہ ایسے لوگوں کے بھی وظائف معین کر دیتے تھے جن کی نسبت انہیں یہ خیال ہوتا کہ یہ لوگ ہمارے ہم چشموں کے مقابلہ میں ہماری طرفداری پر آمادہ ہوں گے جس طرح ۳۸۱ھ میں مصر کے حکمران عزیز باللہ فاطمی نے مغربی کی اولاد میں سے علی بن الحسین کے ساتھ حسن سلوک اور مراعات کی تھی

(۱) مستطرف جلد ۱ صفحہ ۱۴۴۔

جس وقت علی بن الحسین بغداد سے مصر کو خلیفہ مذکور کے پاس چلا آیا تو عزیز باللہ نے اس کے واسطے چھ ہزار دینار سالانہ کا وظیفہ مقرر کر کے اسے حکومت فاطمی کے "شیوخ" (بزرگوں) میں داخل کر لیا (۱) اور گاہ گاہ حاجتمند انسانوں کے طبقوں کو بھی ایسی رعائتوں سے مستفید کرتے رہتے تھے جیسے کہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ملک مصر کے حکمران "اخشید" نے مختلف جنس کے آدمیوں کے بیکسوں اور تباہ شدہ رئیس زادوں کیلئے (جنمیں سے کوئی شخص بھی ملکی مالی فوجی اور قضائی وغیرہ خدمتوں پر مامور نہیں تھا) اتنی کثیر تعداد کے وظائف مقرر کر دیئے تھے جن کے مصارف کی وہ سالانہ رقم جو "کافور اخشیدی" کے عہد میں خرچ ہوا کرتی پانچ لاکھ دینار تک پہنچ گئی تھی (۲) اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ عباسی حکومت میں بھی اس قسم کے رواتب ضرور رہے ہونگے۔

چہ جائیکہ حاشیہ اور اعوان وغیرہ کے راتبوں کو بھی تصور کیا جائے جن کے رواتب حکومت ہی کے مصارف میں داخل ہوتے تھے اور دیکھا جا چکا ہے کہ وہ بہت بھاری تھے اور اسی قبیل سے امیروں وزیروں اور عاملوں وغیرہ کے اہل حاشیہ کو بھی سمجھنا چاہیئے جن کی تعداد کسی کسی سرکار میں چند ہزار (۳) یا اس سے بھی زائد ہوتی تھی۔

مہینوں کے دنوں کی تعداد

حکومت عباسیہ نے راتبوں کی بیشی اپنے ثروت کے عروج پر ہونے کے ایام میں شروع کی تھی۔ اور اسوقت چونکہ بیت المال میں اطراف عالم سے بے شمار دولت آ آ کر پھٹی پڑتی تھی اسلئے اسے اس خزانہ تنخواہ کا بوجھ کچھ بھی محسوس نہیں ہو سکا مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد اس نے دیکھ لیا کہ ملکی محاصل کی آمدنی گھٹنی شروع ہو گئی ہے اور یہ صورت امکان سے خارج ہے کہ عہدہ داروں اور وظیفہ خواروں کے اپنے خلفاء کی پیروی میں اپنے اسراف۔ ٹھاٹھ باٹھ اور غلاموں اور خادموں کی جماعتیں فراہم کرنیکے عادی بنجانے کے بعد ان کے مشاہروں کی شرح گھٹائی جا سکے اور نہ یہ بات ممکن ہے کہ انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے کیونکہ اس صورت میں وہ لوگ ناراض اور عداوت پر آمادہ ہو جائیں گے لہذا وزیروں نے ایک بہت عمدہ چال چلی جس کے ذریعے سے انہوں نے بہت بھاری مقدار روپیہ کی کفایت شعاری کر کے بچت میں نکال لی وہ یہ تدبیر تھی کہ انہوں نے ماہنہ داروں کے راتب روزینوں کے حساب سے مقرر کئے تھے اس لئے جب کسی صیغہ کی تنخواہیں کم کرنے کا ارادہ کرتے تو مثلاً اگر کسی محکمہ کے ملازموں کی

(۱) مقریزی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ (۲) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۹ - ان وظائف کی حالت عہد شاہان مغلیہ ہند کے "منصب" اور "ماکار" کے طریقہ سے ملتی ہوتی ہے جو آجکل گورنمنٹ آف انڈیا کی پنشنوں قائم ہیں تقسیم (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۰۱۔

تنخواہ روزینہ کے لحاظ سے ہزار دینار ماہوار ہوتی تو وہ اسے گھٹا کر آٹھ سو دینار نہیں کرتے تھے بلکہ بدستور ہزار ہی قائم رکھتے مگر مہینے کے دن زیادہ کر دیتے یعنے تیس دنوں کی بجائے چالیس یا پچاس دن کر دیتے اسطرح ہر ملازموں کی ہر ایک جماعت کے لئے تقریباً ایک ایسا خاص مہینہ قائم ہو گیا جس کے دن دوسرے محکمہ والوں کے مہینوں کے دنوں سے مختلف ہوتے تھے۔

چنانچہ خلیفہ معتضد کے ایام کے مصارف کا تفصیلی گوشوارہ جو اسی کتاب کے صفحہ (۸۰) میں درج کیا گیا ہے اس میں جسقدر راتبہ خواروں کی قسمیں نظر آتی ہیں سبھوں کے مہینے ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہیں کیونکہ جن غلاموں کو خلیفہ ناصر نے آزاد کر دیا تھا ان کے مہینوں کے دن چالیس یوم تھے اور جسوقت انہوں نے اپنے ایک مطالبہ میں گستاخانہ برتاؤ کیا تو خلیفہ نے مہینہ کے دن پچاس یوم کر دیئے اور پھر "معتضد" نے حکمران ہو کر ساٹھ یوم کا ایک مہینہ کر دیا آزاد اور صاحب امتیاز سواروں کے مہینے پچاس دنوں کے شمار ہوتے تھے "معتضد" نے ان کے فی ماہ نوے دن کر دیئے اسی وجہ سے ان کو "تسعینیہ" کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا بعد ازیں کچھ لوگوں کے مہینے ۱۲۰ دنوں کے ہی قرار دیئے گئے "مختارین" کے مہینے ستر یوم کے اور "شتینین" سواروں کے مہینے ایک سو بیس یوم کے ہوتے تھے اور مدینۃ السلام میں شرطہ کی رسم پر تنخواہیں پانے والوں اور سقوں کی بھی ایسی ہی حالت تھی غرضیکہ اس گوشوارہ والے وظیفہ خواروں یا ان کے سوا بھی اور لوگوں کی حالتوں کا اسی انداز پر قیاس کرنا ٹھیک ہو سکتا ہے لہذا جسکا راتب ہزار دینار ماہوار تھا اگر اسکا مہینہ ایک سو بیس یوم کا کر دیا گیا تو گویا چوتھائی تنخواہ پر اسکا تنزل ہو گیا پھر اکثر اوقات اتنے دنوں کے بعد بھی بروقت تنخواہیں ادا کرنے میں بیت المال کو مجبوری پیش آیا کرتی تھی اور وہ ماہ بماہ تنخواہ نہیں دے سکتا تھا یہانتک کہ فوج والے شورش اور ہنگامہ برپا کر کے خلیفہ کو معزول یا قتل کر ڈالتے تھے اور جسکے پاس روپیہ ہوتا وہ خلافت حاصل کر لیا کرتا تھا۔

(۴) بیعت کے مصارف

اگلے بیانات سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ اوائل دولت عباسیہ میں اس کے خلفا اپنی بیعت کو قوت پہنچانے کے لئے اہل مدین کو راضی بنانے سینے کے محتاج تھے اس لئے وہ ان کو حصے اور انعام دیتے رہتے تھے خلیفہ معتصم کے بعد عربوں کی قوت ٹوٹ کر ترکی افواج کا اقتدار قائم ہوا تو عربین کیطرف سے بے توجہی برتی گئی اور سلطنت کی تمام قوت ترکوں کے ہاتھ میں بلکہ یہ کہنا موزوں ہوگا کہ روپیہ کے ہاتھوں میں آگئی کیونکہ ترکی فوجیں صرف روپیہ والے کا ساتھ دیتی تھیں جس کی وجہ سے خلفاء کا اپنے واسطے بیعت لینا اور فوجی امداد

یا ایسے شخص کی مراعات پر منحصر رہ گیا جو ترکوں کو روپیہ دیکر خوش رکھ سکے اس کے علاوہ خلفاء نے ابتدائے سلطنت سے یہ دستور مقرر کر رکھا تھا کہ ان میں سے ہر شخص اپنی بیعت لینے کے وقت فوجوں کو انعام اور تحفے دیکر رضامند بنا تا تھا اور اس انعام کا نام "حق البیعت" رکھ چھوڑا تھا۔ چنانچہ "امین" نے حکمران ہو کر فوج کو دو سال کی تنخواہ انعام کے طور پر تقسیم کی تھی (۱) اگر وہ ایسا کرتا تو ممکن نہ تھا کہ ایک مہینہ بھی حکومت کر سکتا خلیفہ "مامون" نے "امام علی رضا" کے لئے بیعت لینے کا ارادہ کیا تو فوج کو ایک مہینہ کی تنخواہ انعام اس وعدہ پر دینا چاہا کہ باقی رقم آمدنی آجانے پر ملے گی (۲) جس کو ان لوگوں نے منظور نہیں کیا اور اگر وہ فوراً تمام روپیہ دے دیتا تو جس کے لئے چاہتا ان سے بیعت لے سکتا تھا بنو امیہ بیعت لینے کے واسطے لوگوں کو صوبوں کی حکومت دیدیتے تھے اور کئی برسوں کے لئے انہیں وہاں کے خراج سے ہی سبکدوش کر دیا کرتے تھے۔ سنہ ۷۲ھ میں جس وقت عبدالملک بن مروان عبداللہ بن زبیر سے مکہ میں جنگ کر رہا تھا اور اسے اون کی کامیابی کا خوف تھا تو اس نے عبداللہ بن حازم کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم مجھ سے بیعت کر لوگے تو میں تم کو صوبہ خراسان کا حاکم بنادونگا اور وہاں کا خراج بھی سات برس کے لئے تمہیں کو معاف کر دونگا۔ (۳)

لیکن خلیفہ معتصم عباسی کے بعد تو بیعت گویا رہ گئی تھی کہ ایک اچھی خاصی تجارت تھی جس کے پاس روپیہ یا فوج ہوتی رہی بیعت لے سکتا تھا اور ان دونوں کے معنے ایک ہی ہیں کیونکہ فوج بھی روپیہ سے وابستہ ہے فوجی لوگ مال کی لالچ میں خلفاء کو معزول بنانے کی خفیہ سازشیں بھی کرتے رہتے تھے کیونکہ ہر ایک خلیفہ کے برسر حکومت ہوتے ہی وہ اس سے "حق بیعت" اور ۶ ماہ یا ایک سال یا کم و بیش مدت کی تنخواہوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے (۴) ایسے مطالبات کی مثالیں اتنی کثرت سے ملتی ہیں جنکا شمار رتبا دشوار ہے جس کو دیکھنا ہو عباسی خلفاء کی تاریخ کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلفاء اس مصیبت میں مبتلا ہو کر ملک کا انتظام کرنے سے بھی درگذرے اور حکمرانی میں ایسا خلل واقع ہوا کہ انہی صرف اپنی جانیں بچانے اور اپنی جائدادوں کو محفوظ رکھنے کی فکروں ہی سے نجات ملنی مشکل ہو گئی اور تمام ملک فوج والوں یا ان لوگوں کی لوٹ مار کا آماجگاہ بنگیا جو سپاہیوں سے مدد لے سکتے تھے عام رعایا کھیتی باڑی تجارت و حرفت اور تمام دوسرے کاروبار کرنے سے باز آگئی جس سے بالاجمال ملک کے سب کام بند ہو گئے ۔

ملکی رعایا پر ایک اس سے بھی زیادہ سخت مصیبت ایک اور نازل ہو رہی تھی اور وہ یہ تھی کہ جس وقت فوج کے سپہ سالاروں کو روپیہ کی ضرورت پیش آتی اور بیت المال میں ان کے مصارف کے لئے کافی روپیہ نہ نکلتا تو وہ عام رعایا پر دباؤ ڈالکر روپیہ وصول کرتے تھے یہ صورت اکثر ان حالتوں میں

(۱) [illegible] جلد ۹ صفحہ ۸۹ - (۲) طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۳ - (۳) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۸ - (۴) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۵۷ وغیرہ

واقع ہوتی جبکہ فوج کے فرقوں میں کسی خلیفہ کے حکمران بنانے پر باہمی تنازعہ ہو پڑتا اور خانہ جنگی کی نوبت آجاتی چنانچہ ۳۳۴ھ میں خلیفہ مطیع اللہ کو حکمران بنانے کے بارہ میں جس وقت ناصر الدولہ اور معز الدولہ دو سرداروں کے درمیان تیغ چلگئی تو دیلم کی فوج نے شہر بغداد کو لوٹ لیا اور صرف شہور لوگوں کے یہاں سے جو مال اس لوٹ کے اندر تلف ہوا اس کی مقدار ایک کروڑ دینار تھی (۱) یا جس وقت اسی سال میں خلیفہ مستکفی نے "شیر زاد" کو امیر الامرا کے عہدہ پر ممتاز کیا تو اُن سے حسب معمول بیعت کے موقع پر فوج اُنکا انعام حد سے زائد بڑھا دیا مگر بیت المال یک فی روپیہ نہیں تھا لہذا اس نے عاملوں کاتبوں اور تاجروں سے قسط کے طور پر مال حاصل کیا اور ظلم و جور سے وصول کرایا اسکا انجام یہ ہوا کہ شہر بغداد میں چوروں نے ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے اور تاجر لوگ شہر سے بھاگ گئے اور ملک میں عام بدامنی پھیل گئی (۲)

ان باتوں اور اسی قسم کی دوسری خرابیوں کا انجام ہوا کہ ملک پر متواتر مصیبتیں نازل ہوئیں جسطرح دیہات والوں نے کھیتی باڑی ترک کر دی تھی ویسے ہی شہر کے لوگ تجارت وغیرہ کے کاموں سے دستکش ہو بیٹھے ہر شئے کا نرخ گراں ہو گیا اور کئی برسوں تک عراق کے شہروں میں قحط اور گرانی سے لوگ بھوکوں مرتے رہے خاصکر دار السلطنت یعنی شہر بغداد کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ چوروں اُچکّوں اور گرہ کٹوں کی اس قدر کثرت ہو گئی جو موقع ملتے ہی مال یاروں کا کر لیتے تھے لوٹ مار کا بازار ہر طرف گرم تھا اور ہنگاموں کی حالت میں اس کی اور بھی زیادتی ہو جاتی تھی خلفاء کے پاس اتنا روپیہ نہیں تھا کہ وہ فوجوں کو اجرت دے کر بدانتظامیوں اور ہنگاموں کو فرو کر سکیں اور تھا بھی تو وہ اسباب کو دیکھ کر کہ حکومت اور نفوذ دوسروں کے ہاتھوں میں ہے اکثر اوقات ان امور سے خود ہی چشم پوشی کر جاتے تھے جیسا کہ ۳۲۰ھ میں خلیفہ مقتدر نے ہاتھ روک لیا تھا اور باوجود اسکے کہ اُسکے اور اسکی والدہ کے پاس بہت کچھ دفینے موجود تھے روپیہ دینے کی ہمت نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ "مونس" خادم کی کوششوں سے وہ قتل کرا دیا گیا گر "مونس" کا یہ فعل خلفاء کے حق میں سم قاتل بن گیا کیونکہ اس کے بعد اطراف و جوانب کے حکمران سرداروں نے روپیہ کے لالچ میں خلفاء کو ستانے اور صدمہ پہنچانے کی جرأت کی (۳) یہانتک کہ ان کے محلوں کو لوٹ لیا اور زبردستی ان سے روپیہ وصول کیا سنہ ۱۳۶۱ھ میں "الجزیرہ" کی سمت سے رومی افواج نے حملہ کر کے "نصیبین" کے مقام تک ملک کو تاخت و تاراج کیا اور جلا کر پھونک دیا۔ صدہا مسلمان مرد اور عورتیں پکڑ لے گئے وہاں کے باشندے بھاگ کر دتے پیٹتے بغداد پہنچے اور خلیفہ سے مدد کے طالب ہوئے شہر کی خلقت بھی دیہیوں کی مار دہاڑ کی حالت سنکر پریشان اور خوفزدہ ہو گئی اور سبھوں نے اس مصیبت کے سیلاب کو روکنے کا

(۱) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۰ (۲) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۶ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰

مطالبہ کرنا شروع کیا۔ "بختیار" (جو اس وقت گویا بغداد کا حاکم تھا) خلیفہ کے پاس پہنچا اور اس سے رومیوں کے مقابلہ میں غازیوں پر صرف کرنے کیواسطے روپیہ کا طالب ہوا۔ خلیفہ مطیع نے اسے یہ جواب دیا کہ "جہاد کرنے والوں کے انعامات یا مسلمانوں کے مصالح کے دوسرے مصارف کا پورا کرنا مجھپر اس وقت لازم ہو سکتا تھا جبکہ دنیا (سلطنت) میرے ہاتھ میں ہوتی اور ملکوں کا خراج میرے پاس آتا ہوتا لیکن اس حالت میں کہ میں بیکار محض ہوں مجھپر کچھ بھی کرنا واجب نہیں اب جو شخص ملک کا مالک ہے وہی ان مشکلوں کو جھیلے۔ میرے نام کا ایک خطبہ پڑھا جاتا ہے سو اسکی بابت بھی تمہاری مرضی ہو تو میں دست برداری داخل کرتا ہوں" لیکن خلیفہ کو اس حجت پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا بلکہ وہ اسباب پر مجبور ہو گیا کہ وہ اپنے پہننے کے کپڑے اور غل کا کیندڑ اور تمام دوسرے اثاثوں کو فروخت کر کے ...... ۴ درہم ادا کرے اس واقعہ کے متعلق تمام ملک میں خبر اڑ گئی کہ خلیفہ سے مصادرہ کیا گیا ہے حالانکہ وہ روپیہ جہاد کرنیوالوں پر خرچ بھی نہیں ہوا بلکہ "بختیار" نے اسے اپنی ذاتی ضرورتوں میں استعمال کیا (۱) غرضیکہ یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ جسطرح عباسی خلفاء اپنی ترکی فوج کے ہاتھوں جان سے تنگ آ گئے تھے۔ وہ حالت بجنسہٖ سلاطین آل عثمان اور ان کی ینگچری (جاں نثاری) فوجوں کی روداد سے ملتی ہوئی ہے جو اٹھارہویں صدی عیسوی اور اس کے بعد والے ایام میں بھی پائی جاتی تھی اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اگر ۱۸۲۶ء میں سلطان محمود خاں ثانی ان کو نیست و نابود نہ کر دیتے تو وہ کیا آفت برپا کرتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ ہنگاموں اور فسادوں نے لوگوں کو کاروبار سے روک دیا تھا دولت عباسیہ کے پاس آمدنی کا کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں رہ گیا جس سے اپنے ضروری مصارف جاری اور فوجوں کو باقی رکھ سکے۔ لیکن چونکہ سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے فوج کی بہر صورت حاجت تھی لہذا جو وقت "مطیع" کے عہد خلافت میں "معز الدولہ بن بویہ" بغداد کا سلطان مقرر کیا گیا تو فوج والوں نے اسے گھیر لیا اور غل و شور مچانے اور سخت و سست الفاظ سنانے لگے جس سے گھبرا کر اسنے ان کو تنخواہیں دلوا دینے کا وعدہ کر لیا مگر جب وہ جائز طریقوں سے اپنا وعدہ پورا کرنے پر قادر نہ ہوا تو اس نے مالدار لوگوں کو پکڑ پکڑ کرنا جائز ذرائع سے روپیہ حاصل کرنے کی کارروائی کی اور یہ صورت بھی کارآمد نہیں ثابت ہوئی تو اس نے یہ تدبیر نکالی کہ ملک کے دیہات اور جاگیریں اپنے فوجی سرداروں اور ارکان سلطنت کے حوالہ کر دے تاکہ وہ انکو کاشت کرا کے اسکی آمدنی سے متمتع ہوں چنانچہ اس نے خاص خلافت کی اراضیاں اور جتنے صاحبان املاک تھے انکی زمینیں منتقل کر کے فوج والوں اور عہدہ داران دربار کے سپرد کر دیں

(۱) ابن اثیر جلد ۸۔ صفحہ ۲۴۴۔

جس کی وجہ سے اکثر حکومت کے دفتر ٹوٹ گئے اور عاملوں کے ہاتھ بھی کٹ گئے مذکورہ بالا اسباب سے تمام ملک ویران ہو رہا تھا اس لئے جو افسر تھے اونہوں نے آباد گاؤں خود لے لئے جنکی آبادی اونکے مرتبہ اور اقتدار کی وجہ سے اور بڑھ گئی اور آمدنی بافراط ہونے لگی اور ماتحت سپاہیوں کو اُجڑے ہوئے گاؤں ملے جو ان کی لوٹ کھسوٹ سے اور بھی برباد ہو گئے اس لئے انہوں نے وہ دیہات واپس کر کے اور دوسرے گاؤں طلب کئے اور اُنکی آبپاشی اور راستوں کی درستی پر بالکل توجہ نہیں ہوئی اسوجہ سے بالکل ہی مٹ گئے اور اکثر گاؤں کا نام تک نہیں باقی رہگیا مزید برین جاگیرداروں کے غلاموں نے ظلم وجور کے ساتھ جو کچھہ فوراً مل سکا اس کے وصول کرنے میں بھی کسر نہیں چھوڑی بہرحال اس دباؤ کیوجہ سے معزالدولہ کو کسی ناگہانی مصیبت یا آفت کے لئے مالی ذخیرہ فراہم کرنا دشوار ہو گیا ایک اور بات یہ بھی تھی کہ "معزالدولہ" نے اپنے غلاموں اور ترکوں کو بہت کچھہ عطئے دیئے اور انکی جاگیریں بھی بڑھائیں جسکے سبب سے "دیلم" والے اونپر حسد کرنے اور ان سے خار کہانے لگے اور جو ناراضی اور عداوت انکے مابین پہلے سے چلی آرہی تھی وہ اور بھی بڑھ گئی (۱)

(۵) ارکان دولت کا اپنی ذات کے لئے بافراط مال جمع کرنا

قاعدہ ہے کہ سلطنت کے معراج کمال اور مال و دولت کے بافراط ہونے کی حالت میں جبوقت بادشاہ عیش پسندی اور رنگ رلیاں منانے میں ڈوب کر بذات خاص ملکی کاموں کا دیکھنا چھوڑ دیتا ہے تو جو لوگ اس کے حاشیہ دولت میں وابستہ یا اس کے قائم مقام یا اس کے اور عام رعایا کے مابین توسط رکھنے والے ہوتے ہیں جیسے وزیر۔ کاتب۔ (سررشتہ) عامل۔ حاجب اور فوجی جنرل۔ یہی سب صاحب اقتدار بنجاتے ہیں اور حکمرانی کی باگ انہیں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے اسوقت یہ عہدہ دار ذاتی طور پر خوب مال جمع کرتے ہیں اور جہاں تک ان سے بن پڑتا ہے دولت سمیٹنے سے نہیں چوکتے اور گو وہ اپنی حالت اور حیثیت کے مطابق خرچ بھی خوب کرتے ہیں تاہم ان کی دولتمندی روز بروز بڑھتی جاتی ہے مگر یہ صورت صرف ان مطلق العنان حکومتوں میں ہوتی ہے جن کے کاموں کا کوئی نگران اور جن سے کسی کو جواب طلب کرنے کا یارا نہیں ہوتا لہذا عیش پسندی اور آفاق کے ایام میں وزیروں کاتبوں اور حاجبوں کے گروہ کے جو لوگ بادشاہ کے نائب ہوتے ہیں انکو لامحالہ اس قسم کے اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں اور خاصکر دولت عباسیہ میں اس بات کو تکمیل کے درجہ تک پہنچ جانا نصیب ہو گیا جس کے وزیر اور ارکان دولت سب اس قوم کے لوگ تھے جو انکی سلطنت کے قیام کے باعث تھی اور جس قوم کے عاملوں نے اُنکے

(۱) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۷۹ ۔

تمدن کو رونق بخشی تھی۔ اسی لئے عباسی حکومت میں وزیروں کا رسوخ بہت بڑھا ہوا تھا اور اس کے کمال عروج کے وقت میں بھی انہیں کی بات چلتی تھی۔ دیکھو رشید کے زمانہ میں برامکہ کا کیسا رسوخ تھا وہ اپنی ذات کے لئے کس طرح دولت جمع کرتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات خلیفہ رشید بہت تھوڑی مقدار روپیہ کی بھی باوجود ضرورت کے نہیں حاصل کر سکتا تھا(۱) چنانچہ جو وقت برامکہ نے خلیفہ کے ہاتھوں کو اس کی مرضی کے موافق فضول خرچی کرنے اور دولت لٹانے سے روک دیا (۲) تو اس نے انہیں بالکل نیست و نابود کر ڈالا جس کی کیفیت عام طور پر مشہور ہے اور جس طرح "رشید" نے اپنے برمکی وزیروں کو مٹا دیا اسی طرح "رشید" سے قبل خلیفہ "مہدی" نے اپنے وزیر یعقوب بن داؤد کو بھی برباد کر دیا تھا مہدی نے اسے عہدۂ وزارت پر مقرر کر کے تمام سلطنت کے کام اس کو سپرد کر دیئے اور خود عیش و عشرت اور رنگ رلیاں منانے میں معروف رہا لیکن خلیفہ کی یہ حرکت لوگوں کو عام اور اہل عرب کو خاص طور پر ناپسند ہوئی اور عربی شاعروں نے یعقوب کی ہجو کہنی شروع کی کہ منجملہ اس کے بشار بن برد کے یہ اشعار بھی ہیں:۔

بنی امیة هبوا طال نومکم	بنی امیہ تم بہت سو چکے اب خواب غفلت سے اٹھو
ان الخلیفة یعقوب بن داؤد	کیونکہ ان دنوں یعقوب بن داؤد خلیفہ ہے اے قوم
ضاعت خلافتکم یا قوم فالتمسوا	عرب تمہاری خلافت ضائع ہو چکی اب اگر تم کو خدا کی خلافت
خلیفة الله بین الناي والعود (۳)	تلاش کرنی منظور ہے تو اسے بانسلی اور عود میں ڈھونڈو

چنانچہ کچھ لوگوں نے ان اشعار کی بھنک مہدی کے کانوں میں بھی ڈال دی اور اس نے وزیر مذکور کو اپنی خدمت میں طلب کر کے گرفتار کرالیا اور قید خانہ میں ڈلوا دیا جہاں وہ مدت دراز تک قید رکھا گیا خلیفہ مامون نے بھی منی یحییٰ بن اکثم کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کہ پہلے اسے سلطنت کے انتظام کا ذمہ دار بنا کر اس کی عزت و توقیر ایسے ہی حد سے بڑھا دی جس طرح خلیفہ رشید نے برامکہ کے اعزاز میں حد سے تجاوز کیا تھا (۴) اور بالآخر اس کی طرف سے خوش نہیں رہا اسی لئے جب اس کی وفات کا زمانہ قریب آ گیا تو اس نے اپنے بھائی معتصم کو وصیت کی کہ دیکھو خبردار تم ہرگز کسی وزیر پر اعتبار نہ کرنا کہ تمام سلطنت کے معاملات اس کے ہاتھوں میں چھوڑ دو کیونکہ مجھ کو یحییٰ بن اکثم نے لوگوں کے معاملات میں جیسے دھوکے دیئے ہیں ان سے میں اس کی بدطینتی پر خوب واقف ہو گیا تھا (۵) اہل عرب عام طور پر وزیروں سے ناراض

(۱) مسعودی جلد ۲ صفحہ ۲۰۱۔ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۳۲۔ (۳) فخری ۱۶۶۔ (۴) ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۱۔
(۵) طبری جلد ۱ صفحہ ۱۱۳۹۔

رہتے تھے اور خاصکر اس وجہ سے اور بھی ناخوش تھے کہ وزیروں میں زیادہ تعداد کے لوگ فارسی النسل ہوئے جن کی بابت اہل عرب کہتے تھے کہ یہ لوگ بزدل کنجوس اور رشوت خوار ہوتے ہیں ایک اعرابی کسی وزیر کی یوں تعریف کرتا ہے :-

ومظهر نسكٍ ما عليه ضميره
يحب الهدايا بالرجال مكور
أخال به جبنًا وبخلاً وشيمة
تخبر عنه انه لوزير (۱)

وہ بظاہر عابد وزاہد بننے والا جسکا اندرونی حال نہیں کھلتا ہدیئے کو پسند کرتا اور ہر وقت آدمیوں کے حلقہ میں گھرا رہتا ہے اسکی نسبت بزدل بخیل اور کمینہ طبیعت ہونیکا خیال کیا جاتا ہے اور اسکا قیافہ ہی بتلا رہا ہے کہ بے شک وہ وزیر ہے۔

مگر علاوہ اس کے اکثر حالتوں میں وزیروں نے محض اسلامی بیت المال کی خیرخواہی کی نسبت کرکے خلفا کو روپیہ لینے سے باز رکھنا چاہا تاکہ وہ فضول رائگان نہ ہو ورنہ اس میں انکا کوئی ذاتی نفع متصور نہیں تھا مثلاً خلیفہ واثق کے وزیر "ابن الزیات" نے ایک بار خلیفہ کے حکم کو یوں ٹالنا چاہا کہ خلیفہ نے "علم" نامی ایک گانے والی لونڈی کی خوش آوازی پسند کرکے اسے خریدا اور حکم دیا کہ اس کے مالک کو پانچہزار دینار قیمت کی بابت دیئے جائیں وزیر نے اس رقم کے دینے میں ٹال مٹول کی تو خلیفہ نے خفا ہوکر حکم دیا کہ اس کی دگنی مقدار فوراً ادا کردو اسپر وزیر نے مجبور ہوکر ۱۰۰۰۰ دینار چپکے سے دیدیئے (۲)

اور جتنا خلفا کی کمزوری میں اضافہ ہوتا گیا اُسیقدر وزیر لوگ بااختیار اور بکثرت دولت سمیٹنے پر قادر ہوتے گئے یہانتک کہ آخرکار ملکی خزانہ کا بڑا حصہ اُنہیں کے گھروں میں چلا گیا۔

(وزراء) وزیروں کی ثروت اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ عروج حکومت عباسیہ کے خلفاء اور ان کے بیت المال کی ثروت سے ہم پلہ کہی جاسکتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا بیت المال کی دولت انہیں لوگوں کے گھروں میں الٹ کر چلی آئی ہے۔ وزارت کے منصب پر لالچی اور چالباز لوگوں کی ہر وقت نظر جمی رہتی تھی جو اس کے لئے بھاری رشوتیں اور گراں بہا تحفے پیش کرتے رہتے علاوہ بریں اکثر حالتوں میں یہ عہدہ اس شخص کے سامنے پیش کیا جاتا تھا جو خود ہی مصارف پورے کرسکے (۳) گویا اس شرط پر فروخت کیا جاتا تھا لیکن باغلب وجوہ یہی صورت پیش آتی کہ لوگ اس کے حاصل کرنے کے لئے روپیہ خرچ کرتے یا براہ راست خلیفہ سے اس قسم کا معاملہ کرتے جیسا کہ "ابن مقلہ" نے پانچ لاکھ دینار اوائل قرن چہارم ہجری میں خلیفہ راضی کی خدمت میں پیش کرکے وزارت حاصل کی یا جس طرح "ابن جہیر" نے خلیفہ قائم بامر اللہ

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۸۸ ۔ (۲) ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳ ۔ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۸۳ و ۸۶ اور صلہ تاریخ طبری صفحہ ۹۷ ۔

سے ۳۰۰۰۰ دینار دیکر منصب وزارت خرید لیا تھا (۱) اور یا خلفاء کے خواص میں سے کسی کے ذریعے سے اس کے حصول کی کوشش کیجاتی اور جو شخص وسیلہ بنایا جاتا اس کی خوب مٹی گرم کی جاتی تھی وہ لوگ جو اس طریقہ پر وزارت پانے کی طمع کرتے تھے محض اس خیال سے پہلے اپنا مال ضائع کیا کرتے کہ اپنی وزارت کے زمانہ میں اس خرچ کئے ہوئے مال سے کئی حصہ زائد دولت عاملوں ناظروں اور کاتبوں وغیرہ کے موقع تقرر پر ان سے رشوت لیکر ہم کرلیں گے۔

وزیروں کی رشوت خواری کے متعلق ایک عجیب وغریب قصہ بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ مقتدر کا وزیر خاقانی رشوت لینے میں اتنا بے دھڑک تھا کہ اس نے صرف ایک دن کے اندر شہر "کوفہ" کے انیس ناظر مقرر کئے جن میں سے ہر ایک نے اسے رشوت دی تھی پھر جب وہ لوگ ایک ایک کرکے اس کے پاس سے نکلے اور کسی سڑک پر کوفہ کو جاتے ہوئے باہم مجتمع ہوگئے تو انہیں اس بات کا حال معلوم ہوا اور انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے آخر انہیں میں سے ایک شخص نے کچھ سوچکر جواب دیا کہ بھائیو اگر انصاف کی پیروی کرنی چاہتے ہو تو میرے نزدیک یہ مناسب ہوگا کہ جو شخص ہم میں سب سے آخر میں وزیر کا حکم تقرری لے کر چلا ہے وہی کوفہ کو جائے اور باقی سب واپس چلیں کیونکہ اسی آخری شخص کا تقرر صحیح ہے جس کے بعد وزیر نے کسی اور شخص کے لئے فرمان نہیں صادر کیا غرضیکہ پچھلا شخص کوفہ کو چلدیا اور باقی اشخاص وزیر کے پاس واپس آئے جنکو پھر اس نے کئی ملکوں میں متعین کردیا اور کسی شاعر نے اسی وزیر کی ہجو میں کہا ہے۔

وزیر لا یمل من الرقاعة
یولی ثم یعزل بعد ساعة
ویدنی من تعجل منه مالاً
ویبعد من توسل بالشفاعة
اذا اهل الرشی صاروا الیه (۲)
فاحظی القوم اوفرهم بضاعة

ایسا وزیر ہے جو احکام کی تحریر سے تھکتا ہی نہیں حاکم اور والی بناکر پھر ایک ہی ساعت میں اسے معزول بھی کردیتا ہے جو شخص جلدی کرکے اس کے پاس مال لیجاتا ہے اُسے مقرب بنالیتا ہے اور جو شخص سفارش کو وسیلہ بناتا ہے اسے دھتکار دیتا ہے جب رشوت دینے والے اس کے پاس جاتے ہیں تو ان میں سب سے بڑھ کر خوش نصیب اور کامیاب وہی رہتا ہے جس کے پاس سرمایہ وافر ہو۔

وزیروں کے پاس حکومت کے عہدہ داروں سے جو عامل وغیرہ ہوتے تھے بطور مقررہ ٹکس کے ہدیوں کی سالانہ رقمیں بدیں غرض آیا کرتی تھیں تاکہ وہ اُن سے راضی رہیں۔

علاوہ ازیں بعض وزرا جو بہت نادر ہیں ایسے بھی تھے کہ بالکل رشوت نہیں لیتے تھے اور برابر

(۱) فخری صفحہ ۲۵۳-۲۶۶ (۲) فخری ۲۴۰ +

حق کے پابند رہتے جیسے عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان خلیفہ متوکل علی اللہ کا وزیر یہ نہایت پرہیز گار شخص تھا فخری نے بیان کیا ہے کہ مصر کے حاکم نے وزیر مذکور کے پاس بھی اسی معمول کے مطابق جیسے کہ وہ اگلے وزیروں کو بھیجا کرتا تھا۔ دو لاکھ دینار نقد اور تیس گھٹڑیاں مصری کپڑوں کی ارسال کیں مگر جب یہ سامان اس کے روبرو پیش کیا گیا تو وزیر مذکور کے حاکم مصر کے وکیل سے کہا "نہیں" خدا کی قسم میں اس ہدیہ کو کبھی نہیں لونگا اور اسپر (حاکم مصر پر) اسکا بار بھی نہیں ڈالونگا" اس کے بعد گھٹڑیوں کو کھولکر ان میں سے صرف ایک رومال نکال لیا جس کو اپنی ران کے نیچے رکھکر باقی سامان کی نسبت حکم دیا کہ اسے دفتر مال کے خزانہ میں لیجائیں اور اسکی تصحیح کرکے اسکی قیمت سے حاکم مصر کے واسطے بہت سے مکانات خرید لیے (۱)، پاکدامنی اور سچے دل سے حکومت کی خدمت کرنے میں جو وزرا مشہور ہوئے ہیں ان میں سے ایک شخص علی بن عیسےٰ خلیفہ مقتدر کا وزیر اعظم بھی ہے جسنے خراج کا وہ گوشوارہ تیار کیا تھا جو ہم قبل ازیں صفحہ ۱۳۶ میں درج کرچکے ہیں اور ممکن ہے اس کے سوا اور لوگ بھی ان صفات سے متصف رہے ہوں مگر اجمالی طور پر عام حالت یہی تھی کہ حکومت عباسی کے دور تنزل میں لوگوں کو منصب وزارت حاصل کرنے کی صرف اسلئے فکر و طمع دامنگیر ہوتی تھی کہ وہ بخوبی دولت جمع کرسکیں گے چنانچہ ابوالحسن بن الفرات تین مرتبہ خلیفہ مقتدر کا وزیر ہوا پہلی بار سنہ ۲۹۶ھ میں منصب وزارت پر متعین ہوکر تین سال تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ اس عرصہ میں جس قدر دولت اس کے پاس فراہم ہوئی تھی ۰۰۰۰۰ ۷ دینار کے مساوی تھی اور یہ سب روپیہ مصادرت کے ذریعہ سے خلیفہ نے ضبط کرالیا تھا دوبارہ سنہ ۳۰۴ھ میں وہ پھر وزیر مقرر ہوا اور سنہ ۳۰۶ھ میں معزول کردیا گیا اور پھر سنہ ۳۱۱ھ میں سہ بارہ مرتبہ وزارت پر فائز ہوکر سنہ ۳۱۲ھ میں معزول ہوگیا وہ آخری دفعات میں اس کی خدمت وزارت کی کل مدت تقریباً تین سال تھی اور جب وہ سب سے آخری بار اپنے عہدہ سے برطرف کیا گیا ہے تو اس کے پاس ایک کروڑ دینار سے زاید نقد روپیہ اور اتنے علاقے تھے جن سے سالانہ بیس لاکھ دینار کی اسے بچت ہوتی تھی (۲) اور باوجود اس کے مورخین نے اس کے کرم و احسان کے باعث اسے ذرا بھی برائی کے ساتھ یاد نہیں کیا ہے اس کی یہ حالت تھی کہ جس وقت وہ وزیر مقرر ہوتا تھا تو برف موم بتی اور کاغذ بھی گراں ہو جاتا تھا کیونکہ وہ ان چیزوں کو بکثرت استعمال کیا کرتا اس کے گھر کا کوئی آدمی بھی ایسا نہیں ہوتا جو بغیر برف کے پانی پیتا رہا ہو اور مغرب کے بعد جو شخص اس کے گھر سے باہر نکلتا اس کے ہاتھوں میں ایک بڑی اور شفاف موم بتی ضرور ہوتی اور اس کے گھر میں ایک حجرہ "کاغذ کی کوٹھڑی" کے نام سے مشہور تھا

(۱) فخری ۲۱۶ (۲) ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۳۷۲

جو شخص وہاں جاتا حسب حاجت کاغذ بلا روک ٹوک لے آتا تھا (۱) وزیر مذکور نے اہل حدیث شاعروں۔ ادیبوں فقیہوں اور صوفیوں کیواسطے بیس بیس ہزار درہم مقرر کر رکھے تھے (۲) پانچ ہزار اہل علم۔ دینی مقتدا۔ خانہ نشینوں اور فقراء کو تنخواہیں بھی دیا کرتا تھا جن میں بڑی سے بڑی تنخواہیں پانے والے سو دینار ماہوار اور کم سے کم وظیفہ خوار پانچ درہم ماہوار کے تھے غرضیکہ انہیں دونوں رقموں کے مابین تنخواہیں کم وبیش مقرر تھیں (۳) اور اسی جود وسخا نے اسکے لالچ کی پردہ پوشی کر رکھی تھی جس طرح کہ اس سے پہلے برامکہ کی طمع پر ان کے جود وکرم نے پردہ ڈال رکھا تھا اور شاعروں کی زبانیں انکی ہجو اور بدگوئی سے اور مدعین کے قلم انکی برائیاں تحریر کرنیسے روکدیئے تھے غرضیکہ اس زمانہ میں ایسے وزیروں کی ایک کثیر تعداد نظر آسکتی ہے جنہوں نے بیشمار دولت جمع کی تھی اور وہ دولتمندی کی شان وشکوہ کی نمائشوں میں ڈوبے تھے اور یہ قدیم طرز انتظام کی حکومتوں میں ایک طبعی امر ہے۔ کیونکہ مصر۔ عراق اور اندلس ہر ایک مقام کے وزراء برابر لا انتہا دولت جمع کرتے رہتے تھے مصر کے حکمران بنی طولون کے وزیر "ماردانی" نے اپنے ترکہ میں اتنے بڑے بڑے تعلقے چھوڑے تھے کہ اس سے پہلے بہت کم کوئی شخص اتنے تعلقوں کا مالک رہا ہوگا اور ان تعلقوں کی خالص ترفیر چار لاکھ دینار سالانہ علاوہ حکومتی خراج کے تھی حالانکہ وہ اپنی زندگی میں بہت کچھ صدقہ خیرات اور نیک مصارف کیا کرتا تھا اور اس نے ۲۷ حج ادا کئے تھے جن میں سے ہر ایک میں ایک لاکھ پچاس ہزار دینار خرچ کئے تھے (۴) یعقوب بن کلس فاطمیوں کا پہلا وزیر تھا منجملہ اس کی املاک کے صرف ان جاگیروں کی آمدنی جو ملک شام میں واقع تھیں سالانہ تین لاکھ دینار ہوتی تھی اس کے علاوہ اس نے جو املاک اپنے ترکہ میں چھوڑی تھی اور تعلقے تھا ہزار اور رباع (اونٹ) گھوڑے معمولی اونٹ اور خچر وغیرہ سب کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا تخمینہ چالیس لاکھ دینار کیا گیا تھا اس کے ماسواء وہ تین لاکھ دینار اپنی بیٹی کی شادی میں صرف کر چکا تھا اور دوسرے سامان جو اس کے بعد وفات ترکہ میں رہے حسب ذیل ہیں:۔ خدمتی باندیوں کے علاوہ صرف آٹھ سو وہ باندیاں تھیں جو ناچنے گانے والی اور حرم میں شمار رہتی تھیں اور چار ہزار غلام جو "طائفہ الوزیریہ" کے نام سے مشہور تھے (۵) افضل سپہ سالار خلیفہ مستنصر فاطمی کے وزیر نے اسقدر عظیم الشان ترکہ چھوڑا تھا جس کی نظیر دیکھی تو کیا سنی بھی نہیں گئی اور وہ حسب ذیل ہے ۶ کروڑ دینار خالص سونے کے۔ ۲۵۰ اردب مصر کے نقد درہم۔ پچہتر ہزار اطلس دیبا کے کپڑے

(۱) فخری ۲۴۰۔ (۲) ابن اثیر جلد ۸۔ صفحہ ۷۵۔ (۳) ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۷۳۔ (۴) مقریزی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵۔ (۵) مقریزی جلد ۲۔ صفحہ ۶۔

تیس راحلہ عراقی سونے کے ڈبے۔ سونے کی ایک دوات مرصع بجواہر جس کی قیمت ۱۲ ہزار دینار تھی اور سو کھونٹیاں سونے کی۔ ہر ایک سو مثقال (۳۷ تولہ ۶ ماشہ) وزنی جو دس کمروں میں لگی ہوئی تھی ہر کمرہ میں دس کھونٹیاں تھیں اور ہر ایک پر ایک ایک مندیل زرکار بدا گانہ رنگ کی لٹکتی رہتی تھی تاکہ جس کو پسند کرے پہن لے اور ایک سو صندوق لباس کے تھے اور یہ چیزیں اون گھوڑوں خچروں۔ چوپایوں۔ لونڈیوں اور غلاموں کے علاوہ تھیں جن کا حصر و شمار ممکن نہیں ہے (۱) اسی اندلسی وزیروں کے احوال کو بھی قیاس کرنا چاہیئے چنانچہ خلیفہ عبد الرحمن الناصر کے وزیر "ابن شہید" کا ہدیہ جو ۳۲۷ھ میں پیش ہوا تھا اس دولتمندی پر دلالت کرتا ہے جو اسوقت کے وزیروں میں تھی علامہ ابن خلدون اور المقریزی نے اس ہدیہ کی تفصیل بیان کی ہے اور آخر الذکر مورخ نے تو بہت مفصل طور پر تین بڑے صفحوں میں اس کا بیان تحریر کیا ہے (۲)۔

دولت عثمانیہ کے زمانہ عروج اور اس کے بعد والے ایام میں بھی ایسا ہی حال نظر آئے گا۔ اس حکومت کے وزیر بہت بڑے بڑے وسیع علاقے خرید کرتے رہتے تھے اور ان سے فائدہ حاصل کرنیکی یہ تدبیر نکالتے تھے کہ اس شرط سے مسجدوں پر وقف کر دیتے جس سے ان علاقوں کی آمدنی کا بڑا حصہ انہیں کے وارثوں کو ملتا رہتا اور وقف کی کارروائی صرف اس غرض سے کی جاتی کہ وہ اپنی جائداد خراج اور عشور ادا کرنے کی زحمت سے بچالیں (۳)

جن ابواب سے عباسی حکومت کے وزراء مال جمع کیا کرتے تھے ان کی تعداد کثیر تھی منجملہ ان کے ایک ذریعہ عہدہ داران سلطنت کے تقرر میں رشوت لینے کا بھی تھا نیز عامل لوگ ان کو برابر ہدیئے بھیجا کرتے تھے اس مد سے ایک کثیر رقم آیا کرتی اور چونکہ ان کو بڑے بڑے اختیارات حاصل ہوتے تھے اس لئے وہ لوگوں کے تعلقے بلا کسی حساب و کتاب کے حسب پسند غصب کر لیا کرتے اور خراج کی رقموں میں سے بھی جو کچھ کھا جاتے اس کا ذکر ہی فضول ہے کیونکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان دنوں کی ترتیب دفاتر کا طریقہ اسی قسم کا تھا جس میں رقموں کے اڑا لینے کی بخوبی گنجائش ہوتی تھی اور اسکا اظہار بھی ناممکن تھا اس کے دولت کمانے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بعض وظیفہ خوار ملازمین بحالت معزولیت کاروبار متعلقہ کے اپنی تنخواہیں لینے کی محتاج ہوتے اور جب ان کو روپیہ ملنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہاتھ آتا تو اس صورت میں بعض وزراء اپنی جانب سے ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا کرتے تھے

(۱) ابن خلکان جلد (۱) صفحہ ۲۲۲۔ (۲) نفح الطیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۸۔

(۳) Porter's Const. Hist. of Turkey ii 15

جو اُن ملازموں کی تنخواہوں کی چکیں نقد نصف قیمت پر خرید لیتے اور اسکے بعد وزیر خزانہ سے ان کو کامل وصول کر لیا کرتا(۱) اسیطرح وہ علما اور خانہ نشین لوگوں کی تنخواہوں میں بھی آدہا سا بہا کر لیا کرتے تھے اور جب اُن سے نہیں چکے تو گو یا کوئی ملازم جو ان کے ماتحت تہا اس نصفانصف بٹائی سے خالی نہ بچا ہوگا۔ ملازموں کی تنخواہوں میں ساہوکاری کرنے کے علاوہ روزینہ خواروں سے بھی یہی دستور برتتے تھے اور جس شخص کو کوئی شہر ضمان یا خراج پر دیا جاتا اس سے بھی بطور رشوت یا حصہ بانٹکے کچھ لے لیا کرتے نیز وہ اپنے اختیارات کے ذریعہ سے تاجروں کا بھی بہت کچھ مال مفت میں مار لیتے تھے اور خلفاء اس امر سے چشمپوشی کر جاتے تھے (۲) اور اسطرح جسقدر رقمیں وہ لوگ کماتے تہے اسکا نام "مرافق الوزراء" رکہا گیا تہا جو عام طور پر مشہور تہا انکے مرافق کی ایک آمدنی کہوٹے سکے جاری کرنے کے ذریعے سے بھی حاصل ہوتی تہی یعنی وہ کہوٹے درہم اور دینار سکوک کراکے ان سے بہت بڑی رقم نفع میں حاصل کرتے تہے(۳)

وزراجن کے ہاتہوں میں حل وعقد کی قوت تہی انکی یہ حالت تہی مگر اسی کے ساتھ فوج والوں کی تنخواہیں دیتے وقت خلفاء کی جان کہائی جاتی تہی اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ترک سپاہ کے لوگ خلفاء پر بڑی زیادتیاں کرکے ان سے اپنی تنخواہوں اور اخراجات کا روپیہ مانگتے اس لئے خلفاء کو بجز اس کے کوئی اور راہ نہیں سوجھتی تہی کہ وہ وزیروں سے روپیہ طلب کریں اور جب وہ بخوشی روپیہ نہیں دیتے تو خلفاء اُن سے زبردستی لے لیا کرتے تہے اسی کا نام "مصادرت" رکہا گیا تنزل کے دور میں مصادرت کا بہت رواج رہا کیونکہ اس وقت میں سوا اس ذریعے کے حکومت کے مصارف کسی اور طریقہ پر پورے ہی نہیں ہو سکتے تہے اور کوئی وزیر ایسا مقرر نہیں ہوتا تہا جسکی ملازمت کا خاتمہ مصادرت یا قتل پر نہ ہوا ہو یا دونوں باتیں ایک ہی ساتھ پائی گئی ہوں +

(**مصادرت**) یہ طریقہ اسلام میں بہت قدیم ہے یہانتک کہ اسکا سلسلہ خلفائے راشدین کے عہد سے ملتا ہے سب سے پہلے جس خلیفہ نے عاملوں سے مصادرت کا برتاؤ کیا وہ خلیفہ عمر بن الخطاب رض تہے جب عامل لوگ اپنی معینہ تنخواہوں کے علاوہ تجارت یا کسی دوسرے طریقہ سے کچھ مال جمع کر لیتے تہے تو خلفاء اس میں سے نصف حصہ لیکر بیت المال میں داخل کر دیا کرتے حضرت عمر رض نے اپنے ان عاملوں سے جو ولایات بصرہ۔ کوفہ اور بحرین پر متعین تہے ایسا ہی سلوک کیا (۴) اور وہ اس کا نام "مقاسمہ" یا "مشاطرۃ" رکہتے تہے پہر جو وقت بنو امیہ کا دور حکومت شروع ہوا اور انکے عاملوں نے ظلم وستم

(۱) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۴۸۔ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۳۷ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۴۹۔ (۴) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ اور بلاذری صفحہ ۸۲ و ۳۸۵ +

کمر باندھی اور ملکی محاصل کے روپیہ میں سے کہانے لگے تو اموی حکومت کے آخریں خلفاء نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کسی عامل کو معزول کرتے وقت اُسکا محاسبہ کر کے جسقدر اس کا مال مل سکتا سب چھین لیا کرتے اور اس کو "استخراج" کہتے تھے۔ عباسیوں نے مسند خلافت پر جلوس کیا تو ابتداءً ان کے عاملوں کا بیشتر حصّہ خاص ان کے بہائی اور چچا لوگ ہوتے تھے اور ان سے مقاسمہ یا استخراج کی نوبت ہی نہیں آئی خواہ اُن میں سے کسی نے بددیانتی ہی کی ہو جس پر خلفاء کو چشم پوشی کرنی پڑی مگر رفتہ رفتہ جب غیر خاندانی عمائد سلطنت کو ملکوں کی گورنری تفویض ہونے لگی تو ان لوگوں نے پر اور پرزے جہاڑ کر طمع اور سختی کے ساتھ رعایا سے مالیہ وصول کرنا اور اپنا گھر بھرنا شروع کیا یہانتک کہ خلیفہ منصور ہی کے زمانہ میں یہ کیفیت ہوگئی کہ وہ جس عامل کو معزول کرتا تھا پہلے اس کا مال ضبط کر کے ایک جداگانہ خزانہ میں جمع کر دیتا جس کا نام "بیت المال المظالم" رکھہ چھوڑا تھا (۱) اور "مہدی" کے ایام میں عاملوں کی جبر و تعدی میں بہت کثرت ہوئی (سنہ ۱۵۸ لغایت سنہ ۱۶۹ھ) تو یہ خلیفہ اس بات پر مجبور ہوا کہ بذات خاص لوگوں کی فریادیں سُنکر انکی دادرسی کرے اور وہ فریادیں کس امر کی تہیں ؟ عاملوں کے مظالم کی۔ خلیفہ مہدی کے بعد ہادی پھر رشید اور بعد ازاں مامون وغیرہ بہی خلیفہ مہدی کے زمانہ تک جو تیسری صدی ہجری کے وسط میں حکمران ہوا تہا سب عاملوں کی داروگیر کرتے رہے۔

جن لوگوں نے خلفاء کو عاملوں کے ظلم و ستم سے آگاہ کیا منجملہ ان کے وزیر لوگ بہی تہے کیونکہ وہ بنیابت خلیفہ تمام امور سلطنت کو انجام دیا کرتے تہے اور خاصکر برامکہ جس وقت ان سے کسی خلیفہ کسی شخص کے عامل بنانے کے متعلق رائے دریافت کرتا تہا تو وہ جسقدر واقف ہوتے اس شخص کے حالات بیان کر دیا کرتے تہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سے علی بن عیسےٰ ابن ماہان کو گورنر خراسان مقرر کرنے کی بابت مشورہ کیا تو یحییٰ نے اس خیال سے باز آنے کی رائے دی مگر ہارون الرشید نے اس کی رائے کو نہیں مانا اور علی بن عیسےٰ کو خراسان کا گورنر مقرر کر دیا۔ علی نے خراسان پہنچکر رعایا پر بیحد ظلم و ستم کر کے بہت کچھہ مال فراہم کیا اور خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں گہوڑے غلام کپڑے اور مشک وغیرہ سامانوں کے علاوہ بہت سا نقد روپیہ بہی بطور پیشکش ارسال کیا جیسا ہدیہ کسی عامل کی طرف سے آنے نہیں دیکہا گیا تہا یہ پیشکش بارگاہ خلافت میں پہنچا تو خلیفہ نے اسے بنظر تعجب اور پسند ملاحظہ فرما کر یحییٰ سے جو اسکے برابر بیٹھا ہوا تہا کہا "کیوں باباجان ؟ اسی لئے آپنے رائے دی تہی کہ میں اسکو اس ملک کا گورنر نہ بناؤں۔ دیکہئے میں نے آپ کی مخالفت کی اور اسمیں مجھکو برکت

(۱) طبری جلد ۲۔ صفحہ ۴۱۵ ؎ +

حاصل ہوئی"۔ یحییٰ نے جواب دیا "امیرالمومنین خدا مجکو آپ پر تصدق کردے گو میں چاہتا تھا کہ میری ہی رائے درست اور میری ہی صلاح ٹھیک ہو مگر یہ بات اس سے بھی بڑھ کر مجھہ کو محبوب ہے کہ امیرالمومنین کی رائے اعلےٰ ان کی فراست نکتہ رس اور ان کی معلومات میری معلومات سے بڑھی ہوئی ہیں" اگر اسکے ماورا ایک ناپسندیدہ صورت ہو ... ہاں آپ تصور فرمائیں کہ جس وقت تک اس عامل نے ملک کے شرفاء پر جبر و تعدی نہ کی ہوگی اُسوقت تک یہ سامان اور تحفے اس کے پاس مجتمع نہ ہوئے ہونگے ان میں کا بیشتر حصہ ظلم و ستم کے ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہے اور اگر امیرالمومنین مجہہ کو حکم دے تو میں ابھی "کرخ" کے صرف چند یا ایک تاجر سے اسکا دُگنا مال لے آؤنگا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا "یہ کیونکر ہوسکتا ہے" یحییٰ نے جواب دیا "عون میرے پاس ایک جواہرات کی کشتی لایا تہا جس کی قیمت میں نے ستر لاکہہ لگادی۔ مگر اس نے اتنے میں فروخت کرنے سے انکار کیا میں ابھی اپنا حاجب اس کے پاس بھیجونگا اور وہ اسے پھر میرے پاس دوبارہ قیمت پر غور کرنے کیلئے لے آویگا پھر جب وہ لے آیگا تو میں اس کے منگا لینے سے انکار کردونگا اور ستر لاکہ کا فائدہ اٹھالونگا اس کے بعد دو اور بڑے بڑے تاجروں سے بھی ایسا ہی معاملہ کرونگا اور اس طرح بہت کچہہ کمالونگا (۱)"۔

حضرات ناظرین یحییٰ کی اس گفتگو سے اس بات کی صاف دلیل ہاتھ آتی ہے کہ وزراء اور عمال کس طریقہ پر بلا حساب و کتاب مال جمع کرسکتے تھے۔

یہ بات پہلے ہی معلوم ہوچکی ہے کہ عاملوں کے دلوں میں طمع نے گھر بنالیا تھا حتےٰ کہ دولت عباسیہ کے عہد عروج میں بھی وہ ایسی حرکتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ تب مگر برمکی وزیروں کے صادقانہ مشوروں نے عاملوں کے ہاتھ کاٹ رکھے تھے پھر برامکہ کی تباہی اور بربادی کے بعد جو لوگ منصب وزارت پر فائز ہوئے ان میں مخلص و غیر مخلص ہر قسم کے لوگ تھے اسلیئے عاملوں پر کوئی سخت قید باقی نہیں رہی اور انہوں نے دل کہولکر اپنے واسطے مال و دولت جمع کرنا شروع کیا وزیروں کو رشوت دے کر راضی بنا رکھتے تھے اور اپنا سکہ جماکر خوب مال جمع کرتے رہتے تھے

(عمال) اس زمانہ کے عاملوں کی مستقل حکمرانی کا لحاظ کرنے پر یہ امر بہت آسان معلوم ہوتا ہے کہ وہ دولت کا کافی ذخیرہ بہم کرسکیں کیونکہ جس صوبہ کے وہ حاکم ہوتے تھے وہاں کے تمام کاروبار کے ان کو کلی اختیارات حاصل رہتے خصوصاً "عمال استیلاء" کو ہر ایک طرح کی خودمختاری نصیب رہتی تہی اور سان کے مال کمانے کے ذریعہ بھی بکثرت تھے منجملہ ان کے ایک یہ بات بھی تہی کہ جسوقت کوئی عامل اپنے

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۷۰۲۔

صوبہ میں مقرر ہوکر پہنچتا تو سب سے پہلے اس کو اس بات کی خواہش ہوتی کہ لوگ اس کے سامنے ہدیئے پیش کریں جن میں چوپائے لونڈیاں زر نقد اور کپڑے وغیرہ ہر قسم کی چیزیں بیش قرار قیمت کی ہوتی تھیں اور ان کی مجموعی قیمت کا اندازہ بے پایاں ہوتا(۱) اور کبھی ان ہدیوں کی آمدنی کو ان تحفوں کا معاوضہ تصور کیا جاتا جو عامل لوگ خلیفہ یا وزیر یا قہرمانہ یا کاتب یا حاجب یا ان لوگوں کے ماسوا خلفاء کے دوسرے حاشیہ نشینوں کی خدمات میں پیش کیا کرتے تھے (۲) اس کے علاوہ وہ لوگ دوسرے ذریعوں سے بھی روپیہ حاصل کرتے رہتے مثلاً انواع اقسام کی چیزوں اور لکڑیوں وغیرہ کی تجارت بھی کیا کرتے تھے (۳) اور اسکا تو کوئی ذکر ہی نہیں جو وہ نت نئے ٹکس اور محصول لگا کر یا وزیروں کے زمانی رکھنے کا سرمایہ جمع کرنے یا منصب سے معزول ہو جانیکی حالت میں اس ذخیرہ سے منتفع ہونے کے لئے حسب حاجت ایک ہی محصول کو دو دو اور تین تین بار بھی وصول کر لیتے تھے اور جس محصول سے عامل کو بیش قرار آمدنی حاصل ہوا کرتی وہ تجارت کا محصول "مکوس" تھا چنانچہ علامہ مقدسی نے بیان کیا ہے کہ یمن کے تاجروں سے جو روپیہ وصول ہوتا تھا اسکا صرف ایک ثلث سلطان تک پہنچتا تھا (۴) حالانکہ وہاں کے عامل ایک بورہ گیہوں پر نصف دینار محصول لیا کرتے تھے۔

روپیہ کمانیکا ایک عمدہ ذریعہ یہ بھی تھا کہ عامل کسی مکان یا پل کی تعمیر یا کسی نہر اور نالی کی کھدائی پر مثلاً اصل میں ہزار دینار خرچ کرتا تو دس ہزار یا ایک لاکھ دینار کا مطالبہ پیش کر دیتا اور بسا اوقات جس کام میں دس دینار صرف ہوتے اسکا تخمینہ ساٹھ ہزار دینار کا بتایا جاتا (۵) پھر علاقوں وغیرہ کا غصب کر لینا اس پر طرہ تھا (۶) اور جو کچھ ان کے پاس خراج کی رقموں میں آنیوالی سونے اور چاندی کے چھوٹے خردوں سے جمع ہو جایا کرتا وہ بھی ایک خاصی رقم کی صورت میں انہیں کے پاس بچت میں رہتا تھا پھر اسقدر معلوم کر لینے کے بعد اگر خلیفہ ہارون الرشید کے عامل محمد بن سلیمان متعینہ بصرہ کے پاس علاقوں۔ مکانوں اور مستغلات کو چھوڑ کر صرف نقد روپیہ پانچ کروڑ درہم تک پہنچا ہوا نظر آئے تو کیا اس بات سے کوئی تعجب ہو سکتا ہے؟ چنانچہ اسی محمد بن سلیمان کی روزانہ آمدنی ایک لاکھ درہم تھی (۷) اور عیسیٰ بن علی بن ہامان حاکم خراسان کی دولت آٹھ کروڑ درہم نقد تک پہنچگئی تھی (۸) انہیں اسباب سے خلیفہ رشید کو بجز اس کے کوئی چارہ نظر نہیں آیا کہ وہ ان عاملوں سے استخراج کی کارروائی برتنے اور اسی کو مصادرت بھی کہتے ہیں ۔

ما ابتدائے اکثر اوقات یہ ہوتا تھا کہ عاملوں کے مرنے کے بعد ان کی دولت پر قبضہ کیا جاتا تھا کہ جو بیا

---

(۱) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۸ (۲) Ein Abb. Bo (۳) مقریزی جلد (۱) صفحہ ۱۰۹ و ۳۳۳ (۴) مقدسی ۱۰۲ —
(۵) Ein abb 76 (۶) ماوردی ۸۷ — (۷) مسعودی جلد (۲) صفحہ ۱۸۸ — (۸) طبری جلد ۳ صفحہ ۷۱۳ +

سلیمان کے ساتھ ہوا مگر بعد میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ جیتے جاگتے عمال سے تمام مال و منال چھین لیا جاتا اور ان کے حلق میں انگلی ڈال کر تمام کہا یا ہوا اگلوا لیا جاتا جس طرح خلیفہ ہارون الرشید نے علی بن عیسیٰ کیساتھ کیا تھا پہلے اس کو معزول کر کے اس کے تمام مذکورہ بالا اموال کا استصفا کرا کے مع اس کے خزانوں اور اثاث البیت کے پندرہ سو اونٹوں پر لدوا کر طلب کیا تہا اور یہ سب ان تین کروڑ درہموں کے سوا تہا جو وزیر مذکور کے بیٹے عیسیٰ بن علی نے اپنے شہر بلخ والے مکان کے پائین باغ میں مدفون کر دیئے تھے۔ (۱)

(**وزیروں کی مصادرت**) چند روز کے بعد عامل تو اپنی اپنی ولایتوں میں مستقل ہو بیٹھے اسلئے ان سے مصادرت کرنا ہی ممکن نہیں رہا۔ اس صورت میں ان سے بیت المال کے لئے صرف ضمان وغیرہ کے طور پر سال میں ایک معینہ رقم کا مطالبہ ہوتا رہا اور غصب کی ہوئی ثروت وزیروں کی طرف متحول ہو گئی نیتوں کی خرابی نے یہ رنگ دکہایا کہ خلفار کو بیت المال کا خلل سد کرنیکی غرض سے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں ملا کہ وہ وزیروں سے مصادرت کریں لہذا اب ان لوگوں کا نمبر آیا خلفاء اس مصادرت کو جور و ستم میں داخل نہیں سمجھتے تھے کیونکہ ان کو خیال تہا کہ جو کچھ ان کے پاس ہے یہ سب انہوں نے چوری کی راہ سے بیت المال کے حقوق میں سے اڑایا ہے۔

وزیروں کی مصادرت دولت عباسیہ میں اس کے آغاز ہی سے شروع ہو گئی تہی مگر ابتداءً وہ قتل اور ضبط کی صورت میں ظاہر ہوئی جس کی غرض وزیر سے کسی پولیٹیکل جرم کا انتقام لینا یا کسی اور غرض کے لئے اس سے پیچھا چھڑانا تہی۔ ابی سلمۃ الخلال کا قتل بہی اسی قبیل سے واقع ہوا جو بنی عباس کا سب سے پہلا وزیر تہا اور جس طرح ابو مسلم خراسانی نے اپنی تلوار سے حکومت بنی امیہ کی مدد کی تہی اسی طور پر ابی سلمہ نے اپنے روپیہ سے مدد دی تہی لوگوں نے خلیفہ سفاح سے اس کی بابت یہ چغلی کہائی کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے حکومت کو نکالنے کی فکر کر رہا ہے اسی بات پر خلیفہ نے ابی مسلم کو اس کے قتل کر ڈالنے کا مخفی اشارہ کیا اور اس نے قتل کر دیا اس کے بعد منصور کے ہاتھوں سے ابو مسلم کا بہی یہی حشر ہوا ہارون الرشید کے عہد میں برامکہ اور معتصم باللہ کے ایام میں فضل بن مروان کی تباہی کی نسبت بہی ایسی وجہیں بیان کی جاتی ہیں اور فضل کے قتل کرنے کا موجب اس کے دولت کو حاصل کرنیکی خواہش بہی تہی کیونکہ معتصم باللہ نے اسے ۲۲۱ھ میں قتل کر کے اس کے گہر سے دس لاکہ دینار نقد اور ظروف و اثاث البیت تینتیس لاکہ دینار کا حاصل کیا تہا (۲) مگر جس زمانہ سے حکومت کا تنزل شروع ہوا تو وزیروں سے مصادرت کرنیکی غرض ہی یہ قرار پا گئی کہ ان کے مال چھین لئے جائیں۔

(۱) ابن اثیر جلد ۶ - صفحہ ۱۸ سے (۲) ابن خلکان جلد ۱ - صفحہ ۴۱۵ سے

مصادرت کا بیشتر حصہ مقتدر باللہ کے عہد میں ۲۹۵ھ لغایت ۳۲۰ھ کے مابین واقع ہوا
کیونکہ اس کی کم سنی کیوجہ سے وزیروں نے اس کے احکام کا لحاظ نہیں کیا اور حکومت کے تمام کاروبار
مقتدر کے زمانہ میں اس کی ماں عورتوں اور خادموں کے ہاتھ میں رہتے تھے گویا کہ اس کی حکومت کا کام
عورتوں اور خادموں کی رائے پر چلا کرتا تھا اسی لئے دنیا پر تباہی آگئی اور بیت المال بالکل خالی ہو گیا
خلیفہ مقتدر پہلے معزول ہوا پھر دوبارہ خلیفہ بنایا گیا اور آخر میں قتل کر ڈالا گیا (۱) اس کے تمام زمانہ میں
وزیروں کی بار بار تبدیلی اور مصادرت سے ایک بدامنی سے واقع رہی اسکا سب سے پہلا وزیر ابن الفرات تھا یہ
تین مرتبہ منصب وزارت پر مقرر اور برطرف کیا گیا اور جس قدر روپیہ اس نے جمع کیا تھا وہ سب مصادرت
میں اس سے چھن گیا جسکا بیان اوپر آچکا ہے ابن فرات کے بعد منصب وزارت خاقانی کو پہنچا [illegible]
بد طینت تھا اس کے بعد علی بن عیسے کا نمبر آیا یہ شخص بڑا فاضل پرہیزگار اور خدا ترس تھا اس نے ارادہ کیا کہ
حالت معاملات کو سدھارے مگر حکومت کی ہر رگ ریشے میں اس قدر خرابی سرائت کر گئی تھی کہ اس کا کوئی
بس نہیں چلا علی بن عیسی کے بعد حامد بن عباس وزیر ہوا یہ شخص روپیہ کے برآمد کرنے میں بڑی سنگدلی
سے کام لیتا تھا ان کے علاوہ عبید اللہ بن محمد۔ احمد بن عبید اللہ بن الخصیب۔ محمد بن علی بن مقلہ مشہور
خوشنویس سلیمان بن الحسن بن مخلد۔ عبید اللہ بن محمد الکلواذی اور حسین بن القسم (۲) یہ لوگ بھی
خلیفہ مقتدر کے وزیر رہے اور ان میں سے کوئی وزیر ایسا نہیں تھا جو آخر کار گرفتار ہو کر مصادرت
میں نہ دھرا گیا ہو اور اس کے مال کو لینے کے بعد قید یا قتل نہ کیا گیا ہو مقتدر باللہ کے عہد میں وزیروں
کے علاوہ قاضیوں عورتوں اور خدام سے بھی مصادرۃ کا برتاؤ کیا گیا اور شائد اس ذریعہ سے جس قدر
مال اس نے حاصل کیا تھا اس کی مجموعی مقدار چار کروڑ دینار سے زائد ہی ہو مگر مورخین نے مقتدر باللہ
کے اس خرچ کئے ہوئے روپیہ کا اندازہ جو اس نے فضول خرچیوں اور بیہودگیوں میں صرف [illegible]
سات کروڑ دینار سے بھی چند دینار زائد کیا ہے بحالیکہ یہ رقم ماجبی اور ... خرچ ہو [illegible]
ماسوا ہے (۳) اور اسی پر دوسرے وزیروں کی حالتیں قیاس کرنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرور ایام کے ساتھ مصادرت حکمرانوں کے لئے ایک مال حاصل کرنیکا ذریعہ بنگئی
عامل رعایا سے مصادرت کرتا تھا وزیر عاملوں سے اور خلیفہ وزیروں اور ہر ایک طبقہ کے آدمیوں سے مگر
یہ مشہور تھا کہ خلفا مصادرت اسی وقت کرتے تھے جبکہ انکو فوجی تنخواہیں دینے یا حکومت کے دوسرے ضروری
مصارف پورے کرنے کے لئے روپیہ کی سخت حاجت پیش آیا کرتی تھی اور انکی یہ کارروائی ایسی ہی ہوتی تھی

(۱) فخری ۲۳۱ ب (۲) فخری ۲۲۹ - ۲۴۹، ۲۴۰ (۳) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰

جس طرح اس زمانہ کی دول یورپ اندرونی اور ملکی قرضے لیکر جنگی بار بڑے بڑے مفید کاموں کے مصارف پورے کرتی ہیں خلفاء کا یہ بھی خیال تھا کہ ان وزیروں اور عاملوں کے پاس جو مال ہے وہ در اصل بیت المال کا حق ہے جس کو انہوں نے غصب کرلیا ہے اس لئے اس کا ان سے واپس لینا ظلم و جور میں داخل نہیں ہوسکتا اور اس طریقہ نے انہیں ملکی اندرونی قرض کے بارے سے بھی سبکدوش بنا رکھا تھا جس کے نیچے آجکل کی متمدن دنیا کی زیادہ تر حکومتیں دبی پڑی اور جھینک رہی ہیں کہ ان کی آمدنی کا تقریباً تہائی یا چوتھائی حصہ انہیں قرضوں کے ادا کرنے یا سود دینے میں چلا جاتا ہے اور وہ مجبور ہوکر مصارف کی خانہ پری کرنے کے لئے نئے نئے ٹکس اور محصول رائج کرتی ہیں یہانتک کہ عموماً وہ تمام حکومتیں اور خصوصاً دولت انگلشیہ لوگوں کے ہر ایسے کام پر جس سے وہ چار پیسے پیدا کرسکتے ہوں کچھ نہ کچھ ٹکس ضرور وصول کرتی ہے۔

(**اہل قلم**) عباسیوں کے عہد میں حکومت کے ملازموں کے زمرہ میں ایک فرقہ اس قسم کا اور بھی تھا جو سلطنت کا روپیہ اڑا کر خوب دولتمند بنتا تھا منجملہ ان کے خراج کے محرر بھی تھے (دواوین) اور انکو اس میں یوں سہولت رہتی تھی کہ وہ جبایت کے معاملہ سے براہ راست تعلق رکھتے تھے یہ لوگ عہد بنی امیہ اور ان کے مابعد والے زمانہ میں بھی ان رقموں پر دانت تیز کرتے رہتے تھے لیکن ان کی حالت کا اظہار اور ان کی شرارت کا خوف عباسیوں کے دور تنزل میں بہت بڑھ گیا تھا اسی لئے ۲۲۹ھ میں خلیفہ واثق نے کاتبوں کو قید کرکے انپر ایک بہت بھاری رقم کا الزام قائم کرنے کا حکم دیا اور سختی کے ساتھ وہ سب ان سے وصول کرلیا (۱)، اور ۲۵۵ھ میں خلیفہ معتز نے بھی ایسا ہی کیا (۲) جو کاتب کتابت کے کام سے دولت پیدا کرکے مشہور ہوگزرے ہیں منجملہ ان کے مصر میں "ماردانی" کا گھر بھی ہے۔ (۳)

دولتمندی کچھ خاصکر مالی ہی دفتر کے کاتبوں کے حصہ میں نہیں پڑگئی تھی بلکہ ہر ایک کاتب جو خلفاء کے متعلقین وغیرہ کی خدمتوں میں رہا کرتا تھا وہ بھی اس سے بہرہ کافی اٹھاتا تھا اکثر رئیس یہ کاتب لوگ رشوت اور چوری سے کب جاتے تھے یہانتک کہ وہ بھی وزیروں کی طرح ظلم میں سرنام ہوگئے اور شاعروں نے انکی بھی ویسی ہی ہجو کی جیسی وزیروں کی ہجو کی تھی چنانچہ ایک شاعر ایک امیر کی اس بیدار مغزی اور ہوشیاری کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے جو وہ سلطنت کے کاروبار میں برتتا تھا:۔

ھو ما علمت من الامیر فالذی تزداد منہ وفیہ لا یرتاب لا تتقی الا جناد فی ایامہ فقراً ولا یرجو الغنی الکتاب	وہ ایسا امیر ہے کہ اس کی نسبت جو ناقابل شکار معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انکے زمانہ میں فوجیں تنگدستی سے بجز کی راہ نہیں ڈھونڈتی ہیں اور کاتب لوگ مالدار ہونے کی امید نہیں کرتے۔

(۱) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۳۰ (۲) ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۸۵ — (۳) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲۶ء

اور کوفہ کا شاعر ابن جبیات ایک ساتھ کاتب اور وزیر کی ہجو میں کہتا ہے :-

دعنا خالد بن برمک منہا ؍ اذ دعوہ بعد ھا بالامیر ؍ اسوأ العالمین حالا لدیھم ؍ من تسمی بکاتب او وزیر (۱)

خالد ابن برمک اسبات سے نجات پاگیا کہ اس کو بعد میں امیر کے نام سے پکارا جائے کیونکہ ان کے نزدیک تمام دنیا میں وہ شخص بہت برے حال والا آدمی ہے جو کاتب یا وزیر کے نام سے موسوم ہو

کاتبوں کے اکتساب مال کا ایک ذریعہ یہ بھی تھا کہ وہ عاملوں یا اور ملازموں کے تقرر کے لئے خلیفہ کی خدمتمیں متوسط بنکر بڑی بڑی رشوت کی رقمیں لیا کرتے تھے جس طرح احمد بن ابی خالد الاحول مامون کے کاتب نے طاہر بن الحسین کو خراسان کا والی مقرر کرانے کے لئے اس شرط پر سفارش کرنیکا وعدہ کیا تھا کہ کامیاب ہوگئے تو تیس لاکھ درہم مجھے نذر کرنا (۲) دفتروں کے وہ کاتب جو ولائیتوں میں مقرر ہوتے تھے عاملوں کے پاس آنیوالے ہدیوں اور رشوت کی رقموں میں حصہ دار رہتے تھے اور کبھی برابر نصف حصہ بھی لیا کرتے (۳)

(**حاجب لوگ**) اور یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ ملک کی دولت پر ہر ایسے شخص کے دانت تیز رہا کرتے تھے جس کو حکام کے حضور میں کچھ رسوخ یا وساطت حاصل ہوتی خصوصاً حاجب لوگ جو خلفاء کے دروازوں پر متعین رہتے تھے وہ سب سے زیادہ ان کے حضور میں مداخلت رکھتے تھے اور اکثر حالتوں میں وہ اسی مزاجدانی کے ذریعہ سے بہت کچھ روپیہ پیدا کرتے تھے کیونکہ جو لوگ دربار میں بار پانے ملتے تھے انکو پہلے یا پیچھے دربار میں داخل کرنے ان کو اجازت دلوانے یا نہ دلوانے کا انہیں کو اختیار تھا اور وہ جلد تر دربار میں داخل کرنے کے لئے رشوت لیا کرتے تھے اور انکی یہ حالت ہمیشہ سے رہتی آئی یہانتک کہ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی مغیرۃ بن شعبہ رضی کا قول ہے "ما کان الرشی الا فی عہد عمر ان کان لیرخی الستر بینی و بین الناس" (۴) اکثر حالتوں میں یہی حاجب لوگ رشوت لیکر لوگوں کے عہدے بھی دلواتے تھے جس طرح خلیفہ منصور کے حاجب ربیع نے یعقوب بن داؤد کو منصب وزارت دلوانے

(۱) فخری ۱۵۸- (۲) یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۵۰- (۳) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۹۹- (۴) اعلاق النفیسہ لابن رستہ جلد ۷ صفحہ ۱۹۵

ترجمہ "بسا اوقات میرا ہاتھ رپے لئے بھیج جاتا تھا جن کو میں "یرفا" کو دینے کے لئے رکھتا تھا اور غرض یہ ہوتی تھی کہ مجھ کو "عمر" کی خدمت میں حاضری کی اجازت بآسانی ملجائے" مصنف نے اس مقام پر جو رائے ظاہر کی ہے ہم کو اس کے ساتھ اتفاق کرنے میں سخت تامل ہے کیونکہ خلفائے راشدین کے عہد میں اس قسم کا دربار کہاں تھا جس پر حاجب اور دربان رہتے ہوں اور دربار مسجد نبوی میں ہوتا تھا اور اذن عام رہتا تھا خصوصاً حضرت عمر رض کی بابت تو اس امر کا کبھی شائبہ بھی نہیں ہو سکتا جن کی حالت یہ تھی کہ مدینہ کے بازاروں میں درہ لئے ہوئے پھرا کرتے تھے اور ان کے وقت میں شخصی آزادی کا

کیلئے ایک لاکھ دینار رشوت لی تھی لا نعرضیکہ ہر شخص جو خلیفہ یا امیر کی خدمتیں رہتا اور انکا منہ لگا ہوتا تھا اسکی نسبت اسی قسم کے حالات بیان کئے جاتے ہیں خواہ وہ ایک معمولی خادم ہی کیوں نہ رہا ہو۔

خلاصہ

یہاں تک جس قدر بیان ہو چکا ہے اسکا لب لباب یہ ہے کہ جس وقت حکومت عباسیہ اپنی فوج کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر بے بس ہو گئی اور ترکی سپہ سالاروں نے اسپر طرح طرح کی زیادتیاں اور دست درازیاں شروع کیں تو حکومت کی ثروت بیت المال سے ان ارکان دولت کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی جو خلیفہ کے نائب بن کر کام کرتے تھے یا اس کی اور رعایا کے مابین توسط کا کام دیتے تھے۔ مثلاً عامل۔ وزیر۔ کاتب اور حاجب لوگ یا ان کے علاوہ ایسے ہی اور لوگ اور خلفاء کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ اپنی حکومت کو برقرار رکھنے کیلئے انہیں عہدہ داروں کے مال غصب کرنے لگے جس سے انکی بعینہ وہی صورت ہو گئی جیسے کوئی شخص آپ ہی اپنی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھاتا ہو اور اسکا انجام یہ ہوا کہ خلافت کا معاملہ جو انتہا درجہ کی کمزوری تک پہنچ گیا تھا آخر کار وہ زائل ہی ہو گیا۔

سرسری طور پر ذہن میں آیا کرتا ہے کہ محصولوں کی گرانی کو دولت عباسیہ کے سقوط میں بہت بڑا دخل تھا اور یہ بات دیکھی ہی جا چکی ہے کہ عباسیوں کے عہد عروج میں محصولات بہت ثقیل تھے حالانکہ وہ زمانہ ثروت اور علم کا زمانہ تھا اور اسوقت لوگ ان محصولوں کے بھاری ہونیکا کچھ شکوہ بھی نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے برعکس جسوقت سے ضرائب کی تخفیف کیگئی اسی وقت سے ان کی حالت بھی ابتر ہونی شروع ہوئی اسکی کچھ یہ وجہ نہیں تھی کہ ضرائب کی تخفیف لوگوں کو بری معلوم ہوتی ہے مگر بات یہ ہے کہ ان دنوں کی ضرائب کی کمی نے بیت المال میں وارد ہونے والے ثروت کے مصادر بھی کم کر

ترجمہ عبارت صفحہ ۱۹۹ ۔ عرب کی خون کی غیرت اور حمیت سچی اسلامی شان۔ عبان تھی وہ شہنشاہ تھی مگر مسکین مزاج فرش خاک ان کی مسند خلافت تھی اور اسلامی اخوت اور مساوات کے ساتھ وہ مسلمانوں اور دوسری قوموں پر علانیہ حکمرانی کرتے تھے ان کے علاوہ دیگر خلفائے راشدین کی بھی شان ان باتوں سے ارفع تھی گر چونکہ مصنف نے تاریخی حوالہ دیا ہے اس لئے ہم کو اس بات پر غور کرنا لازم تھا جس کے بعد ہم نے یہ رائے قرار دی ہے کہ کتابت کی غلطی سے "عمرؓ" بغیر "واو" معدلہ کے لکھا گیا ورنہ اس "عمرؓ" سے بجائے عمر بن الخطابؓ کے "عمرو بن العاصؓ" رضا امیر مصرؓ مراد ہیں اور یہ امر قرین قیاس ہے کہ ان کے دربار کی یہ حالت رہی ہو کیونکہ اس زمانہ میں حاجب اور نقیب کا عہدہ رواج پا بھی گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ مترجم عفی عنہ ۔ (۱) فخری ۱۶۶ ۔

دیئے اور ارکان دولت کی طامع طبیعتیں روپیہ کی زیادہ حاجتمند ہوگئیں نیتوں کی بگاڑ سے ان اسباب نے جن کا بیان ہم کرچکے ہیں حالات اور صورت معاملات میں اختلال اور فتور ڈالدیا اور امن وامان کے زوال سے عام نظم ونسق برقرار نہیں رہا تہا اس لئے لوگوں نے کاروبار بند کردیئے ان کی آمدنیاں گھٹ گئیں تو ان میں ارکان دولت کے پیٹ بہرنے کی قوت ہی نہیں باقی رہی اور درباری لوگوں نے ظلم وجبر سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا اس سے لوگوں میں اور بھی بے چینی اور تنگی بڑہی یہانتک کہ وہ ایسے عہد حکومت میں جس کے اندر جان ومال کا امن نصیب نہیں تہا زندگی بسر کرنے میں جان سے تنگ آگئے تہے۔

اگر ضرائب کی کثرت ملک کو ویران کرنے والی چیز ہوتی تو تمام حکومتوں سے جلد دولت انگلشیہ کو برباد ہوجانا لازم تہا کیونکہ اس میں صدہا اس قسم کے ٹکس لگائے گئے ہیں جن کو اہل عرب کے خواب وخیال میں بہی گذرنا نہیں نصیب ہوا تہا اس لئے کہ وہ علاوہ ان ضرائب کے جو وہ پیداوار اور مال درآمد کے متعلق طبقوں پر وصول کرتی ہے لوگوں کے تجارتی منافع میں بھی حصہ بانٹ کرلیتی ہے اور وہ آمدنی پر بہی ایک قسم کا ٹکس وصول کرتی ہے جس کو "انکم ٹکس" کہتے ہیں اور ہرایک ایسے پیشہ پر بھی جس کو لوگ بغرض نفع کرتے ہیں کچہہ فیس ضرور لیتی ہے یہاں تک کہ وکالت اور طبابت کرنے کی سند دینے پر بھی فیس لیجاتی ہے سند وکالت کی فیس بہت بہاری اور عدالتی مراتب کے لحاظ سے مختلف بہی ہے چنانچہ اس کی مقدار پچاس پونڈ سے بیس پونڈ تک ہے اور اسی پر ان رسوم کو بھی قیاس کیا جائے جو طبیبوں دوا فروشوں وکلا اور مختارکاروں یہانتک کہ اسپیکروں (خطیبوں) اور واعظوں سے بہی وصول کئے جاتے ہیں کہ ان رسوم سے اس کے پاس بہت کثیر رقم مجتمع ہوتی ہے۔

بہرحال انگریزی عہد حکومت میں انکم ٹکس سے کوئی کاروباری آدمی بری نہیں جس کام سے لوگ پیسہ کماتے ہیں اسپر ٹکس ضرور قائم ہے تا آنکہ جب واعظوں اور خطیبوں کو بھی خالی نہیں چھوڑا گیا ہے تو تجارت کے اقسام۔ دستکاریوں اور بنکوں وغیرہ کا کیا ذکر ہے اور حکومت انگلشیہ کو جس وقت روپیہ کی ضرورت پیش آتی ہے وہ فوراً اپنے بجٹ میں ضرائب کی زیادتی سے تعدیل پیدا کرلیتی ہے اور خصوصاً آمدنی پر ٹکس کا اضافہ کرتی ہے اس کی مالی ضرورت زیادہ تر بحالت جنگ بڑہتی ہے جس طرح اس نے جنگ ٹرانسوال کے اثنا رسنہ ۱۹۰۱ء میں بجٹ کا تغیر وتبدل کردیا تہا کیونکہ اس نے اس سال کی آمدنی کا اندازہ گیارہ کروڑ ستر لاکھ پونڈ اور خرچ کا تخمینہ پندرہ کروڑ چالیس لاکھ پونڈ تہا جس کا فرق تین کروڑ ستر لاکھ پونڈ ہوا وہ سب اس نے ضرائب کی زیادتی سے پورا کردیا آمدنی پر فی پونڈ آٹھ پنس لینے

۳ ½ فی صدی کے قریب ٹکس مقرر تھا اس کو بڑھا کر ایک شلنگ یعنے ۵ فی صدی کر دیا جس سے نو ملین پونڈ جمع ہو گئے بیر شراب پر محصول بڑھا کر سترہ لاکھ باون ہزار پونڈ فراہم کئے دوسری تمام قسام کی شرابوں پر ٹکس لگانے سے دس لاکھ ۱۵ ہزار پونڈ حاصل کئے محصول تنباکو کے اضافہ سے گیارہ لاکھ پونڈ اور چائے کا محصول مزید کرنے سے اٹھارہ لاکھ پونڈ حاصل کئے اور اس کے علاوہ اور رقمیں بھی پھر جب لڑائی بند ہو گئی تو حکومت نے ان اضافوں کو برطرف کرنا شروع کیا آمدنی کا ٹکس چار پنس فی پونڈ یعنے قریب قریب سابق دستور کر دیا گیا جس سے حکومت کو پچاسی لاکھ پونڈ کی کم آمدنی ہوئی اور گیہوں وغیرہ کے محصول بھی گھٹا دیئے گئے۔

قصہ مختصر یہہ ہے کہ گو ضرائب کی کثرت اور قرضوں کی زیر باری نے انگلستان کو بخوبی گھیر رکھا ہو اسپر بھی وہ آج تمام دنیا کی حکومتوں میں سب سے بڑھ کر ثابت قدم اور مالدار حکومت شمار ہوتی ہو اس لئے اگرچہ ضرائب کی کمی انسانوں کے لئے رحمت ہے تاہم اس کی زیادتی تباہی اور بربادی کی موجب نہیں بلکہ ملک کی تباہی کا اصلی سبب ہے "ظلم" وہ بلاشبہ لوگوں کے ہاتھ کا روبار سے روک کر سلطنت کی بنیاد اکھاڑ ڈالتا ہے کاشتکار کو کھیتی باڑی اور تاجر کو تجارت نہیں کرنے دیتا اور دستکار سے دستکاری چھڑا دیتا ہے اور جبتک انسانوں کے یہ طبقے کاروبار نہ کرتے رہیں مال کا پیدا ہونا ممکن نہیں اسی لئے دانشمندوں کا قول ہے کہ "العدل اساس الملک"۔

انہیں وجوہ اور اسباب سے جس وقت خلیفہ معتصم باللہ کے بعد دولت عباسیہ غیر ملکی سپاہیوں کے تاخت و تاراج کی جولانگاہ بن گئی جو وہاں کی دولت لوٹ لوٹ کر اپنے ملکوں کو لیجایا کرتے تھے اور وزیروں اور عاملوں نے صرف روپیہ سمیٹنے کی غرض سے کام کرنا شروع کیا اور خلیفہ کی یہ حالت ہو گئی کہ اسکی حکومت خاص اس کے محل اور غلام باندیوں پر بھی نہ قائم رہ سکی تو یہ تمام بوجھ تنہا رعایا کے سر آپڑا کیونکہ وصول و تحصیل انہیں سے کیجاتی تھی پس حکام نے بغیر اس کے کہ تقاوی وغیرہ سے ان کو کاشتکاری میں امداد دیں ان سے روپیہ کا مطالبہ کیا اور ان کی حالت بگڑ گئی باقی رہیں اس زمانہ کی حکومتیں تو ان کے نظم و نسق کی بنیاد شخصی آزادی اور اصل کفائت شعاری پر ہے اسلئے کوئی شخص لوگوں سے بجز اس چیز کے کسی دوسری چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا جسکو وہ دلیل کے ساتھ صریحاً اور صاف حق اور درست ثابت کر دے ورنہ لوگ فریاد کرینگے اور ان کی فریاد سنی جائے گی اور انشاء اللہ ہم اس کتاب کے بعض آئندہ دوسرے حصوں میں پھر بھی اس بات پر مفصل بحث کرینگے۔

مملکت عباسیہ کی ثروت

"یعنی ملک اور اہل ملک کی"

عباسی حکومت اور اس کے ارکان دولت کی ثروت بیان کر دینے کے بعد اس قدر اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کی دولتمندی پر بھی ایک نظر ڈالی جائے مملکت سے عام ملک مراد ہے جس میں مختلف طبقوں کے تاجر۔ کاشتکار۔ کاریگر وغیرہ وغیرہ لوگ آباد تھے اور آبادیوں کی دو قسمیں تھیں۔

(۱) شہر۔ (۲) دیہات۔

(شہر) جس طرح موجودہ ایام کے تمدن کا قاعدہ ہے اسی طرح ان دنوں بھی مدنیت کا انحصار شہروں کے اندر تھا۔ اور دیہات میں اسکی کوئی جھلک بھی نہیں نظر آتی تھی یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ جہاں حکام وقت اور ان کے متوسلین خلیفہ (شاہ) سے لیکر اسکے حاشیہ نشین درباریوں۔ عاملوں اور وزیروں تک رہا کرتے ہیں وہیں پر ثروت اور دولت کی نمائش بھی پائی جاتی ہے اور یہ لوگ عموماً شہروں اور خصوصاً پائے تختوں میں بود و باش رکھا کرتے تھے اسی لئے بغداد۔ بصرہ۔ دمشق۔ فسطاط۔ قاہرہ۔ قیروان۔ قرطبہ۔ اور غرناطہ وغیرہ شہروں کی آبادی اور رونق روبہ ترقی رہی اور دیہات اور تعلقے صرف زراعت اور باغوں کے نصب کرنے کے لئے مخصوص رہے اور ان میں آبادی بہت کم ہوتی تھی چنانچہ اس تمدن کا کوئی نشان بجز شہروں کے کسی گاؤں میں مطلقاً نہیں پایا جاتا۔

جن شہروں کا ہم نے ذکر کیا ہے انہیں میں اسلامی ثروت کے چشمے ابلتے رہتے تھے اور عام خلقت خلیفہ اور اس کے ارکان سلطنت کے زیر سایہ رہ کر انکے انعام و اکرام ہدیئے اور خلعت حاصل کرتی تھی اعلٰے درجہ کے کپڑے اور مال تجارت۔ جواہرات کے مرصع زیور۔ اور فاخرہ لباس وغیرہ کی خرید فروخت کرتی تھی انہیں شہروں میں علماء شعراء۔ گویوں۔ اور مصاحبوں کا بھی مجمع رہا کرتا تھا جن کی بسر اوقات کے ذریعے صرف خلیفہ۔ امرائے دربار اور ارکان سلطنت کے فیاضانہ عطیے ہوتے تھے

چنانچہ یحیے ابن فضل نے اپنے اس بیان میں اس زمانہ کے طبقات ناس کی بہت خوب لفظی تصویر کھینچی ہے وہ کہتا ہے "تمام انسانوں کے چار طبقے ہیں بادشاہ جن کو استحقاق نے مقدم بنایا ہے۔ وزیر جن کو معاملہ فہمی اور دور اندیشی نے فضیلت دی ہے معززین جنہیں فراخدستی نے اٹھان کا موقع دیا ہے اور متوسط الحال اشخاص جو ادب اور قابلیت حاصل کرنے کے بعد تینوں مقدم الذکر طبقوں کیساتھ کچھ تعلق پیدا

کر لیتے ہیں ان چاروں طبقوں کے بعد جو اور لوگ رہجاتے ہیں وہ آخر کی بھرتی میں شمار ہونیکے قابل ہیں جنکے گروہ میں سے ہر ایک کو محض کہانے اور مست خواب سونے کی خواہش رہا کرتی ہے (۱)"

علامہ ابن خلدون نے شاہی جود اور عطا کو ثروت مملکت کی اصل اور کثرت محاصل کی علت قرار دیا ہے کیونکہ وہ حکومت اور سلطان کو دنیا کا ایک عظیم الشان بازار تصور کرتے ہیں جس سے ہر شخص کچھ نہ کچھ نفع اٹھا سکتا ہو اور وہیں سے آبادی کا مادہ حاصل ہوتا ہو وہ بیان کرتے ہیں "اگر سلطان کو روپیہ اور محاصل کا گھاٹا پڑے یا بالکل نہ ملے اور اس وجہ سے وہ ان مصارف کو پورا نہ کرسکے جو دولت کی موجودگی میں کیا کرتا تہا تو کوئی شک نہیں کہ اسکے حاشیہ نشینوں اور مددگاروں کے بھی ہاتھ تنگ ہوجائینگے اور ان لوگوں کی تنگدستی انکے متعلقین اور کنبہ والوں کے لئے بھی تنگدستی کا باعث ہوگی اور ان سبھوں کے اخراجات کم ہوجائینگے جنکو سواد اعظم کہا جاسکتا ہے حالانکہ انہیں کے اخراجات بازاروں کی رونق بڑہانے کے اسباب ہیں اس حالت میں بازاروں میں کساد اور تجارتی منافع میں کمی واقع ہوتی ہے جس سے خراج کی آمدنی بھی سست پڑجاتی ہے کیونکہ خراج اور ملک کے دوسرے محاصل کا مدار ہے آبادی خوشحالی معاملات اور بازاروں کے چلن اور لوگوں کے فائدہ اٹھانے اور نفع حاصل کرنیکی خواہشوں پر جسکا برا اثر ملکی محاصل کے کم ہونے سے سلطان کی تنگدستی کے لباس میں خاص حکومت ہی پر ظاہر ہوتا ہے لہذا جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں سلطان کی ذات سب سے بڑی بازار ہے اور وہی تمام ملکی بازاروں کی آمد و خرچ کی اصل اور بنیاد ہے پس اگر وہ کاسد ہوجائیگی اور اس کے مصارف کم ہونگے تو اسکے بعد والے چھوٹے چھوٹے بازاروں کا حال اور بھی ابتر ہوگا....."

غرضیکہ اسلامی شہر جن اجزاء اور افراد سے مرکب تہے وہ حسب ذیل ہیں:- بادشاہ جو کہ اصل اور تمام امور کے مرجع ہیں ارکان دولت اور وہ بھی بادشاہوں کے ہم پلہ تہے کیونکہ اونکا انتخاب معاملہ فہمی کے لحاظ سے ہوتا تہا اس کے بعد مالدار لوگ اور سب سے آخر میں متوسط الحال جن کو جمہور بنی آدم کہنا چاہیئے اور یہ لوگ متقدم الذکر تینوں طبقوں کے بالکل تابع فرمان رہا کرتے تہے مگر اس شخصی آزادی کے زمانہ میں سوسائیٹی کی حالت ان ایام کی سوسائیٹی کی نوعیت سے بالکل جداگانہ ہے کیونکہ آجکل تمام آدمی مستقل طور پر اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص خواہ وہ اہل قلم ہے یا دستکار تاجر ہے یا روزگار پیشہ اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ اس انسانی مجموعہ کا وہ بھی ایک جزو ہے جس سے کسی حالت میں بے پروائی نہیں کی جاسکتی

لیکن عصر عباسی میں شہری خلقت صرف خلفاء اور امراء کے خوان کرم کی زلہ ربا تہی اور ان کی امیدیں انہیں لوگوں کے گرد منڈلاتی رہتی تہیں جو کچھ وہ لوگ از راہ بخشش ان کو عطا کرتے تہے اسی کو یہ پہن لیتے خلفا اور امرا کا جود و کرم ملکی محاصل کی آمدنی سے وابستہ تہا لہذا جس وقت آمدنی زیادہ ہوتی تو وہ بھی خوب فیاضی کرتے اور جب روپیہ کی تلنگی پیش آتی تو وہ بھی ہاتھ تنگ کرلیتے تہے جبائت خراج پر موقوف

تھی اور خراج کا تقرر آسانی پر تھا امانی میں کام کرنے والے تھے کسان لوگ اور ان کو دیہات میں شمار کیا جاتا تھا اس نقطے سے عباسی ثروت کے مصادر تھے دیہات اور وہ کسانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے مستفیض ہوتی تھی خلاصہ یہ ہے کہ عموماً تمام زمانوں اور مقاموں میں اور خاصکر زراعتی مقامات اور ممالک میں کسان ہی کی ذات دولت کی بنیاد رہتی ہے حالانکہ باغلب وجوہ وہ غریب مال و زر کے لطف سے بہت ہی کم بہرہ ور ہوتا ہے۔ بالخصوص تمدن قدیم یا اس کے مخصوص عہد میں جہاں ثروت اور قوت حکام انکے نائبوں اور ان سے واسطہ رکھنے والوں کے ہاتھوں ہی میں رہتی ہے اور باقی تمام آدمی ان کے بے عذر خادم اور خدمتگذار شمار ہوتے ہیں یا غلام بنے رہتے ہیں۔ انکا مشغلہ امرا اور حکام کی ضرورت کے سامانوں کی تیاری مکانوں کی تعمیر لباسوں کی ساخت۔ اثاث البیت اور جواہرات کی مرصع اشیاء کا بنانا یا ان لوگوں کے گھروں میں طبابت اور تحریر کا کام کرنا یا ناچ گا کر دل بہلانے اور نظم و نثر وغیرہ سے ان کی دلچسپی کا سامان فراہم کرتے رہنے پر منحصر رہتا ہے اور زیادہ لوگ زمین کے تردد کا اہتمام کرتے ہیں اور اس سے پیداوار کے حصول کی فکر رکھتے ہیں اور کسانوں کا گروہ ہر زمانہ میں آدمیوں کے بیشتر حصہ پر حاوی رہتا ہے چنانچہ اسکا تفصیلی ذکر ہم آداب معاشرت کے بیان میں کریں گے۔

بہر حال شہروں کی دولتمندی حکومت اور ارکان سلطنت کی مالداری کے تابع تھی جسے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس لئے جبکہ ہارون الرشید کا دربار وفود سے بھرا ہوا اور اسکا بیت المال نقدیات سے معمور تھا اس کے علاوہ برامکہ بھی سینکڑوں اور ہزاروں روپے خرچ کرتے رہتے تھے تو بغداد کے سوداگروں کی حالت بھی بہت کچھ درست ہو گئی تھی اور خاصکر جوہریوں اور پارچہ فروشوں کی تو بہت کچھ چاندی تھی کیونکہ دولتمندی اور عیش پسندی کے عہد تمدن میں انہیں چیزوں کی مانگ زائد رہتی ہے بیان کیا گیا ہے کہ محلہ کرخ (بغداد) کے ایک جوہری کے صرف ایک جواہرات کی کشتی پر یحییٰ برمکی نے ستر لاکھ درہم قیمت لگادی تھی مگر اس نے فروخت نہیں کیا (۱) حالانکہ وہ اس کی دوکان کی صرف ایک چیز تھی ایس کی تمام دوکان کے مال کا کیا تخمینہ کیا جاسکے گا بغداد ہی میں ایک اور جوہری ابن الجصاص نامی تھا جس کے اوپر خلیفہ مقتدر نے ۳۰۲ھ میں مصادرت قائم کرکے دو کروڑ دینار سے زائد قیمت کا مال اس کے پاس سے ضبط کر لیا تھا (۲) اور بغداد کے ایک شریف محمد بن عمر کی املاک کا سالانہ خراج پچیس لاکھ درہم سالانہ تک پہنچ گیا تھا (۳) اور اسی پر بغداد کی تمام تجارتوں اور دوسرے کاموں کی حالت کا قیاس کر لینا چاہیئے مقام اصطخر میں ایک خاندان آل حنظلہ کی جانب منسوب آباد تھا ان میں سے ایک شخص عمرو بن عیینہ کی دولتمندی کی یہ حد ہو گئی تھی کہ

(۱) طبری جلد ۳ - صفحہ ۷۰۲ (۲) ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۳ - (۳) ابن اثیر جلد ۵ - صفحہ ۲۰ +

اس نے ایک ملین درہم کے قرآن پاک ہدیہ لیکر تمام اسلامی ممالک میں تقسیم کرا دیئے تھے اور اس
گھرانے کو اپنے تعلقوں سے ایک کروڑ درہم سالانہ کی خراجی آمدنی ہوا کرتی تھی اور انہیں میں سے عمرو
بن عمرؒ تھا جس کی املاک کا خراج تیس لاکھ درہم تھا اور اس کے چچا زاد بھائی محمد بن واصل کی املاک
بھی اسی کے برابر تھی (۱)، مقام سیراف میں اتنے بڑے بڑے تاجر تھے جن میں سے صرف ایک شخص کا سرمایہ
چھ کروڑ درہم تجویز کیا جاتا تھا جو اس نے دریائی سفر کے ذریعہ عود۔ کافور۔ عنبر۔ جواہرات۔ خیزران۔ ہاتھی دانت
آبنوس اور سیاہ مرچ وغیرہ کی تجارت سے پیدا کیا تھا (۲) اور انہیں تاجروں میں سے بعض ایسے تھے جو ایک گھر کی
تعمیر پر تیس ہزار دینار لاگت لگا دیتے تھے (۳) ان میں سے ایک تاجر نے اپنی دولت کا ایک ثلث حصہ
کسی کام پر وقف کرنیکی وصیت کی تھی جسکی مقدار دس لاکھ دینار تک پہنچی اور اسکے اندر کل جہازات اور انکے
آلات بھی تھے (۴) غرضیکہ شرقی ممالک کے بیشتر شہروں میں اس کی بکثرت مثالیں دستیاب ہو سکتی ہیں
خلفاء کے ساتھ میل جول رکھنے والوں اور ان سے انعام و عطیات پانے والوں یا خلفاء کے ان
حاشیہ نشینوں کی حالتوں کو بھی جو عروج ثروت کے وقت میں وزراء۔ کاتبوں اور عاملوں کے ماسوا تھے
اسی بیان سے قیاس کر لو ان لوگوں کے پاس بھی بھاری بھاری رقمیں اور بیحد شمار مال و سامان جمع
ہو گیا تھا حتیٰ کہ گانے بجانے والے لوگ اور شاعروں کی دولتمندی بھی بہت بڑھ گئی تھی خلیفہ
ہارون الرشید کا گویا ابراہیم موصلی مرا ہے تو اس کے ترکہ میں جو دولت برآمد ہوئی اسکی مقدار دو کروڑ چالیس
لاکھ درہم بیان کی گئی ہے (۵) اور جبرئیل بن بختیشوع اسی خلیفہ کے طبیب کا ترکہ جواہرات تعلقات اور نقد
سب کو ملا کر نو کروڑ درہم کے مساوی تھا دیکھو اسی کتاب کا صفحہ ۔

اسی حالت کا اعتبار تمام ملکوں اور حالتوں میں کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اغلب حالتوں میں دولت
کا وجود خلفاء یا ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں ہی میں پایا جاتا تھا یہانتک کہ تاجروں کو بھی
اپنی جان اور اپنا مال محفوظ رکھنے کے لئے حکام وقت کے ساتھ تعلقات رکھنے پڑتے تھے اور اگر
کوئی تاجر اس قسم کا نہ رہا ہو تو اُسے نادر الوجود سمجھنا چاہیئے۔

(**دیہات**) دیہات کے رہنے والے کاشتکار اور ملک کے اصلی باشندے تھے جنکو اہل
خراج کے نام سے یاد کیا جاتا تھا یہ لوگ مزدوری پیشہ تھے یا خلفاء امراء اور ان کے لواحقین کے غیر ملکی
ہر کرشکی طور سے کاشت کرتے رہتے خلفا اور امراء کے لواحقین میں ملک کے معزز لوگ عموماً اور ممالک عراق
و فارس کے دہقان (مرزبان) خصوصاً شمار ہو سکتے ہیں۔ یہ دونوں لوگ اسلام سے پہلے بڑی بڑی جاگیروں

(۱) اصطخری ۱۴۲ (۲) اصطخری ۱۵ -(۳) ابن حوقل ۱۹۸ - (۴) ابن حوقل ۲۰۷ - (۵) بسر الملوک ۱۱۳

کے مالک تھے پھر جب اسلامی دور شروع ہوا تو بوجہ اپنی مالداری کے وہ حکومت کے مقرب بنگئے (۱) اور اپنے ملکی لوگوں کی جماعت میں صاحب اثر ہوگئے غرضیکہ کاشتکاروں کی جماعت میں ان کے کسی خاص ملکیت کا پایا جانا ایک نادر امر تھا اور اس کے اسباب اوپر بیان ہو چکے ہیں۔

اس لئے دیہات کے رہنے والے کاشتکار تھے یا اُن کے قائم مقام یعنے کھیتی باڑی کے کاموں میں مزدوری پر کام کرنے والے یہ لوگ دولت دنیاوی سے صرف اس قدر حصہ لینے پر قانع رہتے تھے جس سے وہ کسی طرح پیٹ پال سکیں اور زندہ رہ سکیں اُنپر سخت جانگزا فقر طاری رہتا تھا اور بسا اوقات ان میں کوئی ایسا شخص بھی ملتا تھا جس نے اپنی تمام عمر میں کبھی دینار کی صورت نہیں دیکھی تھی شہر کے مالداروں کی تو یہ کیفیت تھی کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں اشرفیاں فضولخرچیوں میں اڑا دیا کرتے تھے اور لوگوں کو بخشدیا کرتے مگر گاؤں کے غریب کسان بھوکے مرتے اور اگر ان میں کسی کو ایک دینار بھی نظر آجاتا تو وہ اس کو سجدہ کرتا اور بار بار چومتا رہتا اور جو کہیں اس کو ایکبارگی دس، یا بیس دینار دیدیئے جاتے تو شادی مرگ ہو جاتا تھا جس طرح تیسری صدی ہجری کے وسط میں ابن طولون حاکم مصر کے سامنے ایک مچھوے کا واقعہ گزرا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابن طولون بڑا مشہور سخی داتا گذرا ہے جس نے نمائشی امور میں بہت کچھ حصہ لیا تھا اس نے بکثرت مکانات۔ باغات اور اصطبل بنوائے تھے اور وہ ہر ایک مہینے میں ایک ہزار دینار فقیروں کو تقسیم کیا کرتا تھا ابن طولون ہی ایسا صاحب کرم تھا جسنے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ "جو شخص تمسے ہاتھ پھیلا کر مانگے اُسے بے تامل دیدو (۲) کیونکہ اس وکیل نے ایک دن اس سے آکر بیان کیا کہ "آج میرے پاس ایک ایسی عورت نے آکر سوال کیا جو بہت عمدہ چادر اوڑھے تھی اور ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھی اور میں نے اس کو دیدیا" اسپر اسنے مذکورہ بالا حکم دیا تھا۔ باوجود اس کی اسقدر فیاضیوں کے ایک دن وہ امیر بذات خاص سوار ہو کر "مقس" کی طرف گیا۔ اتفاقاً اس دن کسی قدر زائد سردی پڑ رہی تھی اور صبح کا وقت تھا جب وہ فسطاط کے جوار میں پہنچا تو اس نے دریائے نیل میں ایک مچھلی کے شکار کھیلنے والے شخص کو دیکھا جس کے تن پر ایک بالکل پھٹا ہوا پرانے کپڑے کا ایسا گودڑ پڑا ہوا تھا جس سے تمام جسم ننگا نظر آتا تھا اور اس کے ساتھ ایک کمسن بچہ بھی تھا جس کی حالت بھی بعینہٖ ویسی ہی تھی اس صیاد نے دریا میں اپنا جال پھینکا اور اسے آہستہ آہستہ کنارہ پر کھینچنا شروع کیا اور سردی سے ان کا بند بند کانپ رہا تھا ابن طولون کو اس کی حالت زار پر ترس آگیا اور اس نے اپنے خادم کو حکم دیا "نسیم! اس شخص کو بیس دینار دیدے" خادم نے دینار صیاد کے حوالہ کئے اور اپنے آقا کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

---

(۱) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۔ (۲) ابن خلکان جلد (۱) صفحہ ۵۵۔

کچھ ہی دور آگے چل کر ابن طولون واپس ہوا اور یہ معاملہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ غریب بچھوا مردہ پڑا ہے اور اس کا کمسن بچہ کپڑا پکڑے چلا چلا کر رو رہا ہے ابن طولون کو خیال گزرا کہ اس کے حبشی خادموں میں سے کسی نے دیناروں کی طمع میں غریب بچھو کو مار ڈالا ہے اور اشرفیاں لی ہیں لہذا وہ بذات خاص وہیں رک گیا اور لڑکے سے اس کے باپ کی سرگزشت دریافت کی بچہ نے کہا یہ (نسیم خادم کی طرف اشارہ کرکے) شخص نہیں معلوم میرے باپ کو کیا چیز دیکر چلا گیا تھا جس کو میرا باپ بڑی دیر تک چومتا رہا اور آخر مردہ ہو کر گر پڑا" ابن طولون نے کہا "نسیم! اس معاملہ کی تفتیش تو کرو" نسیم خادم اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے مردہ میاں کے ہاتھوں کو ٹٹول کر معلوم کر لیا کہ بیسوں دینار بجنسہٖ اس کے پاس ہیں جس کے بعد اس نے لڑکے سے کہا کہ تو ان دیناروں کو لے لے۔ لڑکے نے انکار کرتے ہوئے کہا "اسی چیز نے میرے باپ کی جان لی ہے اور میں اس کو لونگا تو یہ میری بھی جان لے گی" ابن طولون نے یہ بات سن کر "مقس" کے قاضی اور وہاں کے شیوخ کو بلوا بھیجا۔ اور جب وہ لوگ آگئے تو انہیں حکم دیا کہ اس بچھوے کے لڑکے کے لئے ایک مکان پانچسو دینار کا خرید دیں جس کی آمدنی اسکو کام آسکے اور وہ گھر اسی کے نام پر وقف کر دیا جائے پھر اس کا نام روزینہ پانے والوں کی فہرست میں لکھوا دیا اور کہا۔ آہ خود میں نے اس معصوم کے باپ کو قتل کیا ہے کیونکہ مالداری تدریجی رفتار کی محتاج ہے ورنہ وہ اپنے مالک کو قتل ہی کر دیتی ہے اس شخص کے لئے لازم تھا کہ اسکو ایک ایک دینار کرکے بیس مرتبہ میں بیس دینار دیئے جاتے جو اسکی نظر میں بہت زیادہ نہ معلوم ہو سکتے۔

پھر جبکہ خاص دار السلطنت کے مضافات میں رہنے والوں سے ایک شخص کی یہ حالت تھی تو ان دیہاتی باشندوں کی کیا کیفیت رہی ہوگی جو حکومت کی ناشی دولتمندی کے مصارف اور روزینہ خواری اور وظیفہ یابی سے بہت دور پڑے ہوئے تھے۔ ؎

اسلامی شہر

اسلامی شہروں سے وہ شہر مراد ہیں جو مسلمانوں نے خود اپنے رہنے کے واسطے تعمیر کئے تھے یہ شہر رومی اور فارسی شہروں کے ماسوا ہیں اسلامی شہروں کی تعداد ممالک عراق۔ شام۔ مصر۔ افریقہ اور اندلس وغیرہ میں کئی ایک ہے جنمیں سے بعض اب تک آباد و بارونق ہیں اور چند دنیا سے نابود ہو گئے۔ بصرہ۔ بغداد۔ قاہرہ یہ تینوں آباد شہر مسلمانوں کی یادگار ہیں اور مصر کے قدیم اسلامی دار السلطنت

"فسطاط" اور اندلس کے دلفریب شہر "الزہرا" کا اس وقت کوئی پتہ بھی نہیں تاہم اس حصّہ کتاب کے موضوع کو مکمل کرنے کے خیال سے ذیل میں مشہور ترین اسلامی شہروں کا ذکر کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ تمدن اسلامی کے عہد شوکت میں ان کی آبادی اور رونق کس پایہ پر پہنچی ہوئی تھی مگر قبل اس کے بطور تمہید مختصر طور پر ان اسباب کا ذکر بھی ضروری ہے جن کے ذریعہ سے عرب مسلمانوں کو ان شہروں کی بنار کا خیال پیدا ہوا۔

صدر اسلام میں مسلمان لوگ صحرانشین عرب تھے۔ خیموں کے سایہ میں کھلے میدانوں یا پہاڑی دروں کے مابین قیام کرنا۔ چوپاؤں کی پرورش اور گھوڑوں کی پرداخت ان کے مشہور اوصاف تھے شہر پناہوں سے گھرے ہوئے شہروں کا قیام اور آباد بستیوں کی سکونت انہیں بھاتی نہ تھی اسلام کی شان و شوکت تو ہی چنی اور اہل عرب عراق و شام کے شہروں کی فتح پر جھکے تو وہ شروع میں میدان جنگ پر جاتے ہوئے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لیجاتے تھے جسوقت کسی شہر کو فتح کر لیتے تو اسی کے اطراف میں اپنے خیمے اور جنابیں نصب کر کے مقیم ہو جاتے گویا وہ مقام انکا کیمپ ہوتا تھا۔ خلیفہ عمرؓ بن الخطاب اپنے فوجی سپاہیوں پر جو شہروں میں مقیم ہوتے یہ فرض لازم کر دیتے تھے کہ وہ مقر خلافت یعنے مدینہ منورہ کیطرف سے ایسے مقام میں نہ رہیں جہاں راستہ میں دریا حائل ہو تاکہ جس وقت خلیفہ کے دل میں آئے وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس آسکیں عمرو بن العاصؓ نے نیا نام بنائے فسطاط میں اور سعد بن ابی وقاصؓ نے کوفہ اور بصرہ کی بنار اور اقامت میں خلیفہ ممدوح کے اسی حکم کی پابندی کی تھی (۱) یہ تینوں مقامات عربی فاتح فوجوں کے کمپ تھے جنکو وہ "رابطہ" یا "معسکر" کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے لیکن جب انہیں ان مقامات میں زیادہ عرصہ تک رہنا پڑا تو بمقتضائے ضرورت وقت انہوں نے وہاں بازاروں کی داغ بیل ڈال کر مکانات اور قصر بھی تعمیر کرلئے صدر اسلام میں عرب مسلمانوں کی یہ حالت تھی جو ہم نے بیان کی اور اسی انداز پر انہوں نے بصرہ۔ کوفہ۔ اور "فسطاط" کے سے شاندار شہر تعمیر کئے۔

پھر جسوقت عربی قلمرو میں وسعت اور اسلامی حکومتوں کا تعدد ہوا تو ان لوگوں نے اپنی فتوحات کی یادگار کے طور پر یا دشمنوں کے اچانک حملوں سے قلعبند محفوظ رہنے کے لئے نئے شہروں کی بنیادیں ڈالیں۔ جسطرح خلیفہ منصور نے شہر بغداد کو اپنے قلعہ بندی کے لئے بنوایا تھا یا فاطمی خلفاء مصر نے شہر قاہرہ کی بنا ڈالی تھی۔ اکثر اوقات مسلمان خلفاء سیر و تفریح کی غرض سے یا عام آبادی کے شور و غل

(۱) حصہ اول تمدن اسلام صفحہ ۱۷۰

سے علیحدہ رہنے کے خیال سے بھی شہروں کی تعمیر کرتے رہے مثلاً سامرا۔ متوکلیہ۔ اور"الزہرا" وغیرہ شہروں کی بنیاد انہیں اسباب سے پڑی تھی جن کے ذکر میں طوالت کتاب کا خیال رکاوٹ ڈال رہا ہے اسلئے ہم ثروت اسلامی کے عہد عروج کے مشہور شہروں ہی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

اکثر مسلمان مورخوں نے اسلامی شہروں کے حالات اسی انداز پر بیان کئے ہیں جس طرح آجکل کے سیاح لوگ بڑے بڑے شہروں کے چشمدید مناظر کا خاکہ کھینچتے ہیں مگر کمی ہے تو اسقدر رہے کہ ان لوگوں نے ان شہروں کے رہنے والوں کی تعداد کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا ہے اور نہ ان کی صحت کا حال لکھا ہے۔ اور اگر شاذ و نادر کہیں ان امور کا ذکر بھی کیا ہے تو وہ گویا نہ لکھنے ہی کے حکم میں ہے ہاں جن باتوں کی تحریر ان کے خیال میں ضروری تھی وہ یہ تھی کہ ان شہروں میں جامع مسجدوں اور حماموں کی تعداد کسقدر تھی جس میں بہ گمان غالب وہ اتنا مبالغہ کرتے ہیں جسے سچ ماننا محال ہے اور یہ بات ان کی تحریر کے مطالعہ سے خود واضح ہوجائیگی ہم ذیل میں مشہور ترین اسلامی شہروں کا ذکر باعتبار ان کی قدامت کے ترتیب وار درج کرتے ہیں:-

بصرہ

مسلمانوں کے تعمیر کردہ شہروں میں اس کو سب سے قدامت کا پایہ حاصل ہے اور آجتک یہ شہر موجود ہے اسکو ۱۶ھ ہجری میں "عتبہ بن غزوان" نے آباد کیا تھا (۱) ابتداءً مسلمانوں نے اس مقام کو ایسی جگہ پاکر جہاں ان کے اور مکہ مکرمہ کے راستہ میں کوئی دریا حائل نہیں ہوتا اپنا فوجی کمپ قرار دیا تھا۔ یہ قطعہ اراضی نہر "فرات" کے غربی ساحل پر واقع تھا اور اس کے متصل برابر شہر مکہ تک پہاڑوں اور ریگستانوں کا سلسلہ چلا جاتا تھا جن کے مابین کوئی ندی یا نہر نہیں تھی پہلے اس شہر کے مکانات بانسوں سے تیار کئے گئے تھے جس کے بعد آتشزدگی کے خوف سے متاثر ہوکر خام اینٹوں کی عمارتیں تیار کی گئیں جس کے لئے عمر رضہ کی اجازت حاصل کرنی پڑی تھی اور اسکا مفصل ذکر شہر کوفہ کے حالات میں آئیگا شہر کے حصوں اور محلوں کی داغ بیل قبائل کے لحاظ سے ڈالی گئی تھی یعنے ہر قبیلہ کے لئے ایک سمت کی لین تجویز ہوئی شہر کے بڑے راستہ کا چوڑان ساٹھ ہاتھ رکھا تھا جو اسکا "مربد" بھی تھا اور باقی راستے اور گلیاں بیس ہاتھ چوڑی رکھی گئی تھیں۔ کوچوں کا عرض سات ہاتھ تھا اور ہر ایک حصہ یا محلہ کے مابین ایک وسیع میدان گھوڑ مل ہے کے باندھنے اور مردوں کے دفن کرنے کیلئے چھوڑا گیا تھا۔ مکانات نہائت گنجان تعمیر کئے گئے تھے۔ (۲)۔

(۱) ابن الفقیہ صفحہ ۱۸۸ ۔ (۲) ماوردی صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۰ ۔ مربد اونٹوں کے باندھنے کی جگہ۔

چونکہ تجارتی موقع کے اعتبار سے شہر بصرہ" ملک عراق کی منڈی۔ اور شام و فارس کے وسط میں واقع ہوا تھا اس لئے اسکی آبادی میں سرعت کیساتھ ترقی ہوئی اور ایام بنی اُمیہ میں حکومت نے ملک عراق کا پایہ تخت بھی اسی شہر کو بنایا۔ اموی عہد میں بصرہ کی آبادی اور وسعت تعمیرات اسقدر بڑھ گئی تھی کہ "خالد بن عبداللہ القسری" کے عہد گورنری میں اس کی مساحت دو معروب دو فرسخ یعنے ۳۶ میل مربع تھی جو ہموار زمین پر جس کے مابین کوئی پہاڑ نہ تھا واقع تھی اور یہ رقبہ باوجود اس کے کہ آجکل شہر قاہرہ کی آبادی و عمارات نہایت وسعت پذیر ہے۔ اس سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔

عباسیوں کے زمانہ میں بصرہ نامی تاجروں کا مرکز بن گیا جن کی تجارت مشرق میں ہندوستان و چین مغرب میں انتہائے بلاد مغرب۔ اور جنوب میں ممالک حبشہ تک پھیلی ہوئی تھی بصرہ کے بندرگاہ میں سامان تجارت سے بھرے ہوئے صدہا جہاز ہر وقت لنگرزن رہا کرتے تھے جنمیں قسم قسم کے کپڑے اور خوشبویات وغیرہ ہر ملک کے نادر سامان موجود ہوتے چونکہ بصرہ میں تجارت و سکونت کی غرض سے بکثرت آدمی آتے رہتے تھے اسلیئے اسکی آبادی اور دولتمندی روز بروز رو بترقی تھی۔ شاندار قصور۔ شاداب باغات و سبزہ زار اور حوضوں کی تیاری سے یہ شہر قطعہ گلزار کا نمونہ ہو رہا تھا۔ ابن حوقل بیان کرتا ہے "بصرہ کا شہر عمدہ نشستگاہوں دلکشا منظروں۔ حیرت انگیز سیرگاہوں۔ نادر میروں اور کشادہ حوضوں کے لحاظ سے بہت مشہور ہے جنہیں سیر کرنے کے لئے آنے جانے والوں کا ایک تانتا لگا رہتا ہے۔"

بصرہ کا سمندر سینکڑوں تجارتی جہازوں کے ٹھہرنے کا بندرگاہ بنا رہتا تھا ہم کسی اور مقام پر ذکر کر چکے ہیں کہ حکومت بصرہ کو صرف ایک تاجر سے اتنا ٹکس وصول کیا کرتی تھی جسکی مقدار ایک لاکھ دینار سالانہ تھی اور جبپر دوسرے تاجروں کا حال بھی قیاس کرنا چاہیئے اگرچہ ان میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے سوداگر تھے۔

اطراف عالم میں تجارتی اغراض کیلئے سفر کرنا بصرہ والوں کی نہایت مشہور صفت تھی یہانتک کہ وہ اس بارہ میں ضرب المثل ہو گئے تھے مورخین کا قول ہے کہ کاروبار کے لئے بڑے بڑے دور دراز سفر کرنیوالے لوگ اہل بصرہ اور اہل خوزستان تھے مشرق میں "فرغانہ اور مغرب میں "سوس الاقصیٰ" کو جانیوالے لوگ ان مقامات میں کسی "بصری" یا "خوزی" کو ضرور موجود پاتے تھے یا انہیں کوئی "حیرہ" کا باشندہ وہاں ملتا تھا(۱) تجارتی کاروبار کے لئے سفر کرنے میں اہل بصرہ کی حالت آجکل کے شامی تجار سے ملتی ہوئی تھی یا یوں کہا جائے کہ انکا یہ وطیرہ اہل فینیقیہ کے وقت سے چلا آتا تھا۔

• ہم نے اس کتاب کے حصہ اول کے صفحہ [illegible] میں اصطخری کی وہ روایت نقل کی ہے جو اس نے سنہ ۱۱۸ھ

(۱) ابن الفقیہ ۱۹۱۔

میں بعہد بلال بن ابی بردہ شہر بصرہ کی وسعت اور اس کی نہروں کے شمار کی بابت بیان کی ہے (۱) کہ "وہ ایک لاکھ بیس ہزار ایسی نہروں سے زائد تھیں جن میں چھوٹی کشتیاں چلتی رہتی تھیں"۔ جس طرح کہ ہر ایک اس بیان کا پڑھنے والا اس کی صحت میں شک کریگا ویسے ہی اصطخری کو خود بھی اس بارہ میں شک ہوا تھا اسی واسطے وہ چوتھی صدی ہجری میں بذات خاص بصرہ کو گیا تاکہ اپنی آنکھوں سے اس موقع کو دیکھ کر روائت کی تحقیق کرے چنانچہ معائینہ کے بعد وہ بیان کرتا ہے "بلال کے عہد میں ان نہروں کی جو تعداد بتائی جاتی تھی مجھ کو اس کے تسلیم کرنے میں کلام تھا تا آنکہ میں نے ان مقامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا میں نے معائینہ کیا کہ اکثر مقامات پر ایک تیر پرتاب زمین میں بہت سی ایسی چھوٹی نہریں موجود تھیں جن کے اندر پتلی پتلی ڈونگیاں چلتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک نہر کا ایک نام ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنے کندہ کرانیوالے کی جانب منسوب ہوتی ہے یا اس سمت کیجانب جدہر وہ جاکر دریا میں گرتی ہے لہذا میں نے اندازہ لگایا کہ جو تعداد میں نے سنی تھی وہ اتنی مسافت کے طول و عرض میں واقع رہی ہو گی" (۲) اور ابن حوقل نے بھی بصرہ کا حال تحریر کرتے ہوئے بعینہ یہی بات لکھی ہے (۳) تاہم مجھ کو یہ تعداد قیاس سے بڑھ کر نظر آتی تھی یہانتک کہ مجھے ایک باریک نظر عالم سے ملنے کا اتفاق ہوا جو کئی سال تک بصرہ میں قیام کر چکا تھا اور وہاں کی سرزمین کے حالات جانچ چکا تھا میں نے اپنا شبہہ اس سے ظاہر کیا تو اس نے ان دنوں کی شہر بصرہ کی وسعت۔ نہروں کی کہدائی اور ان کے گنجان ہونے کا امکان اس طور پر کہ وہ چھوٹی چھوٹی جدولیں رہی ہوں مگر ان کا نام نہر رکھا جاتا ہو تفصیل وار بیان کرکے اصطخری کے قول کی تصدیق مجھپر آسان بنا دی اور اسبات سے بھی اس تصدیق کی تائید ہوتی ہے کہ مؤرخین عرب "بصرہ" سے صرف شہر کا اتنا آباد حصہ مراد نہیں لیتے جس کی مساحت ہم نے (۳۶) میل مربع تحریر کی ہے بلکہ وہ ان باغات اور اراضیوں کو بھی اسی کے ساتھ ملاتے ہیں جو بحر فارس کے نزدیک مقام "عبادان" تک واقع اور بصرہ کے تابع تھیں اور یہ قطعہ زمین نہائت سیر حاصل شاداب اور کثیر الاشجار تھا ابن حوقل اور اصطخری کا بیان ہے "شہر بصرہ کے پاس پاس ملے ہوئے کھجور کے باغات مقام "عبدسی" سے "عبادان" تک پچاس سے چند فرسخ زائد مسافت میں پہیلے ہوئے تھے اور وہ اس قدر متصل متصل تھے کہ اس قطعہ زمین جابجا الا انسان ہر قدم پر کوئی نہر یا کھجور کا باغ ضرور پاتا اور یہ نہوتا تو کسی نہر یا باغ کا منظر اسکے سامنے ہوا کرتا"۔ اس لئے اتنی طویل مسافت کا عرض اگر کم از کم اسکا نصف بھی رکھا جائے یعنی (۱۵۰) میل طول (۷۵) میل عرض میں ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب (۱۱۲۵۰) میل مربع ہوتے ہیں، اور یہ بات زمین عقل ہے کہ ایک میل میں دس چھوٹی نہریں رہی ہوں۔ واللہ اعلم

(۱) ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۹۳۔ (۲) اصطخری ۸۰۔ (۳) ابن حوقل ۱۵۹۔

کوفہ

کوفہ کی بناء شہر بصرہ کی بنا سے چند ماہ بعد میں ڈالی گئی اسکو سعد بن ابی وقاص رضؓ نے تعمیر کیا تہا اسکی تعمیر کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ "سعدؓ" نے ملک عراق کی فتح اور ایران پر تسلط پالینے کے بعد عرب کے پائے تخت مدائن میں قیام اختیار کیا اور ایک جماعت مسلمانوں کی خلیفہ عمر بن الخطابؓ کو اس فتح کی خبر دینے کے واسطے انکی خدمت میں بجانب مدینہ روانہ کی - یہ گروہ عمر رضؓ کے پاس پہنچا تو آپنے ان کے رنگ متغیر اور حالتیں متبدل دیکھکر اسکا سبب دریافت فرمایا - اُن لوگوں نے جوابدیا "ملک کی آب وہوا کی ناسازگاری نے ہم کو ایسا بنا دیا" پس عمر رضؓ نے حکم صادر فرمایا کہ وہ لوگ کوئی ایسی سرزمین تلاش کریں جہاں مسلمان لوگ سکونت پذیر ہوں کیلئے کہ جس ملک کی آب وہوا اونٹوں کے موافق مزاج نہیں ہوگی وہاں کی آب وہوا عربی باشندوں کے بھی خلاف مزاج پڑیگی پہر عمر رضؓ نے "سعدؓ" کو تحریر کیا "سلمانؓ" - اور حذیفہؓ کو اس غرض سے روانہ کرو کہ وہ کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جو دریا کے کنارہ اور خشکی سے متصل ہو اور اس قسم کی جگہہ ہو کہ وہاں رہنے میں تمہاری اور میرے مابین کوئی دریا یا پل نہ پڑتا ہو" (۱) سعد رضؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور سلیمانؓ و حذیفہؓ نے نہر فرات کے اس کنارہ پر جو "فرات" اور شہر "حیرہ" کے مابین واقع ہے ایک قطعہ اراضی کا پسند کیا پہلے وہاں بانسوں کے مکانات تیار کئے گئے جس طرح ابتداءً بصرہ کے مکانات بنے تہے اور یہ اسواسطے کیا گیا تہا کہ مکانات خیموں سے قریب رہ سکیں مگر ان گہروں میں آگ لگ گئی تو اس کے بعد عمر رضؓ سے خام اینٹوں کی عمارتیں بنانے کیواسطے اجازت طلب کی جو اس شرط پر منظور ہوئی کہ ایک شخص تین گہروں سے زیادہ نہ بنائے اور مکانات بہت اونچے نہ بنائے جائیں مسلمانوں کے فرقہ شیعہ کے یہاں شہر کوفہ کی بہت کچھ وقعت کیجاتی تہی کیونکہ (سیدنا) امام علی رضؓ نے اسے اپنا پائے تخت قرار دیا تہا اور آپ شہید ہونے کے وقت تک وہیں رہے - ❊

فسطاط

ملک مصر میں مسلمانوں کا سب سے پہلا شہر یہی تہا جس کو سنہ ۱۸ ہجری میں "عمرو بن العاص رضؓ" نے تعمیر کیا موجودہ زمانہ میں اسکا موقع شہر قاہرہ اور مصر کہنہ کے مابین تصور کرنا چاہیئے اسکے باقیماندہ نشانات میں آج "جامع عمروؓ" اور "مقطم" بنام قاہرہ کے گرد والے کہنڈر اور ویرانے ہیں یہ مقام حبوقت اہل عرب قلعہ بابل کی فتح کے لئے آئے تہے اوسوقت انکا فوجی کمپ تہا - قلعہ بابل ان دنوں مصر کہنہ میں

(۱) ابن اثیر جلد ۲ - صفحہ ۲۵۹ ❊

"دیر النصاریٰ" یا "دیر مارجرجس" کے نام سے مشہور ہے اہل عرب نے اس قلعہ کو فتح کر لینے کے بعد اسکندریہ پر حملہ آورانہ پیشقدمی کرنی چاہی تو ان کے امیر "عمرو بن العاص" نے حکم دیا کہ ان کا خیمہ وہاں سے اکھاڑ دیا جائے لیکن جس وقت لوگوں نے خیمہ کو گرانا چاہا تو اس میں ایک کبوتر کا آشیانہ نظر آیا جس نے انڈے دیکر بچے نکال لئے تھے عمرو بن العاص رض سے اس بات کی اطلاع کیگئی تو انہوں نے کہا۔ لقد تحرم بنا متحرم[1] اور حکم دیا کہ خیمہ بدستور استادہ رہنے دیا جائے اور جو قبطی لوگ وہاں رہتے تھے انہیں ان جانوروں کی حفاظت کا حکم دیکر خود مع اپنی سپاہ کے اسکندریہ کی جانب کوچ کر دیا جب وہ اسکندریہ کی فتح سے فارغ ہوئے تو خلیفہ عمر بن الخطاب رض کو مدینہ میں اس فتح کی اطلاع دیکر ان سے وہاں رہنے کی بابت رائے دریافت کی عمر رض نے قاصد سے دریافت کیا "کیا میرے اور مسلمانوں کے مابین کوئی دریا حائل ہوتا ہے؟" قاصد نے جواب دیا "ہاں اے امیر المومنین مگر جس وقت نیل میں طغیانی آیا کرتی ہے" قاصد سے اسبات کو معلوم کرکے عمر رض نے عمرو بن العاص رض کو یہ جواب لکھا "میں اسبات کو نہیں پسند کرتا کہ تم مسلمانوں کو ایسے مقام پر رکھو جہاں ان کے اور میرے مابین کوئی دریا حائل ہوتا ہو خواہ وہ موسم سرما میں ہو یا گرما میں تاکہ جس وقت میرا دل چاہے اپنے "ناقہ" پر سوار ہو کر تمہارے پاس آسکوں"[(1)] یہ حکم پاکر عمرو بن العاص رض نے وہاں کچھ محافظ سپاہ چھوڑ دی اور باقی لشکر اسلام کو قلعہ بابل کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جہاں پہلے ان کا کیمپ تھا تو انہوں نے دیکھا کہ امیر عمرو بن العاص رض کا خیمہ وہاں بدستور استادہ ہے اور چڑیاں اس کے اندر اپنے آشیانے بنائے ہوئے ہیں پہرہ دار لوگ اسی مقام پر آ اترے اور اس خیمہ کو اپنے فوجی کیمپ کا مرکز قرار دیکر اس مقام کا نام اسی دن سے "فسطاط" رکھدیا۔ بعد ازیں عرب قبائل آپس میں مل جل کر سپاہیوں کی رہائش کیواسطے مکانات تعمیر کرنے لگے۔ امیر عمرو بن العاص رض نے قلعہ بابل کے شمالی جانب ایک شہر کی داغ بیل ڈلوائی جسکا نام فسطاط رکھا اس شہر میں تقریباً بیس محلے تھے اور انکا نام "خطط" رکھا تھا عمرو بن العاص رض نے اپنے ساتھی افسروں میں سے چار معزز شخصوں کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ وہ لوگوں کو ان کی جماعتوں اور قبائل کے لحاظ سے ان محلوں میں رہنے کی جگہہ دیں۔

پھر جس جس طرح ملک مصر میں مسلمانوں کے قدم جمتے گئے اور ان کی حکومت زور پکڑتی گئی۔ اسی نسبت سے شہر "فسطاط" کی عمارت میں وسعت اور آبادی میں زیادتی بھی ہوتی گئی۔ تاآنکہ وہ اکثر وجوہ سے بصرہ اور کوفہ پر فائق ہو گیا۔ شہر فسطاط کا طول ساحل نیل پر تین میل تک پہنچ

---

[1] اب یہ خیمہ بھی بوجہ ایک متحرم کے حرام ہو گیا یعنی کبوتر ایک قابل توقیر جانور ہے اسے ایذا دینا بہتر نہیں۔

(1) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۲۹۶۔

گیا تھا (۱) مورخین عرب نے بیان کیا ہے کہ شہر فسطاط کی عمارت کا اندازہ کرنے کے واسطے اسقدر تصور کر لینا کافی ہوگا کہ اس میں (۳۶۰۰۰) مسجدیں (۸۰۰۰) سڑکیں اور راستے اور (۱۱۷۰) حمام تھے "اگرچہ یہ تعداد بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے تاہم اس کے ایراد سے بہر حال اس کی عظمت اور آبادی کا استدلال ضرور ہو سکتا ہے عربی شاعروں نے شہر فسطاط کی تعریف میں جو نظمیں لکھی ہیں انمیں سے "شریف العقیلی" کا یہ قول بہت لطیف ہے۔

آحن الى فسطاط شوقاً و انني	میں فسطاط کا اسقدر شائق اور آرزومند ہوں کہ اسکے واسطے
لأدعو لها ان لا يحل بها القطر	اس بات کی دعا کرتا رہتا ہوں کہ ملک اس سے جدا نہو۔
وهل في الحيا من حاجة لجنابها	کیا اُسکی جناب کے لئے کوئی حیا کی حاجت ہے؟ بحالیکہ تمام ملک
وفي كل قطر من جوانبها نهر	میں اس کے جوانب میں نہریں ہیں۔
تبدت عروساً والمقطم تاجها	وہ ایک عروس زیبا کی صورت میں جلوہ گر ہے جسکا تاج مقطم کا
ومن نيلها عقد كما انتظم الدر (۲)	پہاڑ اور دریائے نیل خوشنما موتیوں کی لڑی کیطرح اسکا نولکھا ہار ہے

فسطاط میں کثرت آبادی کی یہ حالت تھی کہ مکانات کئی کئی منزل کے بنائے جانے لگے تھے اکہ بعض مکانات پانچ منزل سے لیکر سات منزل تک بنائے گئے اور بسا اوقات ایک ایک گھر میں دو سو آدمی سکونت پذیر ہوتے تھے کسی کسی مکان کی تیاری پر سات لاکھ دینار تک لاگت آئی تھی اور وہ "خمارویہ کا دار الحرم تھا (۳)۔

فسطاط کی عالیشان عمارتوں میں "دار عبد العزیز" ایک مشہور گھر تھا جس کی عظمت و شان اور اسکے مکینوں کے تمول کو ملک میں ضرب المثل ہونے کا فخر حاصل تھا۔ یہ ایوان بالکل دریائے نیل کے کنارہ پر تھا اسکی وسعت اور اس میں رہنے والوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کے یہاں مشہور قول کی بنا پر صرف پانی کا خرچ چار سو پکھال روزانہ ہوتا تھا بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس مکان میں دریائے نیل سے پانی بھرنے کے لئے سولہ ہزار چرخیاں لمبے طاقوں میں لگی ہوئی تھیں جنکا رخ دریائے نیل کیجانب تھا اور ان پر ڈول اور رسیاں لپٹی رہتی تھیں جن سے ہر وقت بآسانی پانی بھرا جاسکتا ایک شخص جو تیسری صدی ہجری میں بعہد "خمارویہ" فسطاط میں آیا تھا اسنے بیان کیا ہے کہ "مینے فسطاط میں ایک خدمتگار تلاش کیا لیکن مجھکو کوئی ایسا خدمتگار نہیں دستیاب ہوا جو بیکار ہوتا اور میرے کام آسکتا مینے اس امر کا باعث دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں ہر ایک

(۱) ابن حوقل ۹۶۔ (۲) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۳۴۰۔ (۳) مقریزی جلد ۱ صفحہ ۳۳۰۔

خدمتگار بھی دو دو اور تین تین پیشدست ہوتے ہیں میں نے تحقیق کی کہ آخر اس مکان میں کتنے ایسے خدمتگار ہیں جن کے ہمراہ خود دو دو تین تین خادم رہا کرتے ہوں۔ اسکا جواب ملا "ستر ایسے خدمتگار ہیں جن کے ساتھ ہر وقت تین آدمیوں سے کم موجود نہیں رہتے اور وہ لوگ ان کے علاوہ ہیں جو اپنے کام سے فارغ ہو کر فرصت پا چکے ہوں (۱)"

اس امر کے علم سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ فسطاط کے رہنے والوں کی دولتمندی کس درجہ کی رہی ہوگی جن کے خدمتگار آجکل کے آقاؤں پر تفوق رکھتے تھے اسی قبیل سے ان لوگوں کی یہ بھی عادت تھی کہ فرش اور بستر بکثرت جمع کیا کرتے ایک ایک شخص ایک ہزار سے لیکر دس ہزار فرش اور بستر اپنے یہاں مہیا رکھتا تھا فسطاط کے ایک باشندہ کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اسکے یہاں تین سو بستر تھے اور ہر ایک بستر ایک لونڈی کیواسطے مخصوص تھا اسی طرح کپڑوں کے بارہ میں بھی تصور کرنا چاہیئے جن کی قیمتیں بعض اوقات نہایت زیادہ ہوا کرتی تھیں مگر بوجہ اپنی مالداری کے وہ لوگ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ "قضاعی" نے بیان کیا ہے کہ "خمارویہ کی بیٹی قطر الندیٰ" کے جہیز میں منجملہ اور کثیر سامانوں کے صرف ہزار کمر بند دیئے گئے تھے جن میں سے ایک ایک کمر بند کی قیمت دس دینار تھی۔ گویا مجموعی قیمت ان آزار بندوں کی دس ہزار دینار ہوئی اور اس کے ماسوا کھانے پینے میں وہ جس قدر تکلفات اور مصارف کیا کرتے تھے ان کا بیان ہی فضول ہے اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے مقریزی وغیرہ۔ مورخین نے فسطاط کے حالات لکھتے ہوئے ان باتوں کی تشریح کر دی ہے جسے دیکھنا ہو اون کی تصانیف اٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔

بغداد

یہ شہر عباسیوں کا پایہ تخت اور خلیفہ منصور عباسی کا بنایا ہوا تھا اس کی بنیاد ۱۴۵ھ ہجری میں تمام ہوئی اور آج تک باقی ہے گو اس کی حالت پر کئی بار تغیرات واقع ہوئے اور اس کی عمارت کی جگہیں بدلتی رہیں اس کی بنا کا سبب تھا کہ جب خلیفہ "سفاح" نے بیعت خلافت لی اور عراق و فارس میں اسکے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہوئی تو وہ اپنے بھائی منصور کے ساتھ پہلے "کوفہ" میں اقامت گزین ہوا اس کے بعد اس نے شہر "انبار" کے متصل ایک نیا شہر "ہاشمیہ" نامی تعمیر کرایا اور وہاں طرح اقامت ڈالی (۲) اس جدید شہر کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس نام سے عباسیوں اور علوی سادات کے باہم

(۱) مقریزی جلد ا صفحہ ۳۳۰۔ (۲) ابن خلکان جلد ا صفحہ ۱۵۱۔

متحد اور مجتمع ہونے کا اشارہ عیاں ہوتا تھا۔ "سفاح" نے اسی شہر میں وفات پائی اور اسکی قبر وہیں ہے منصور اپنے بھائی سفاح کی وفات کے بعد چند سال تک ہاشمیہ میں رہا کیا۔ مگر جب "راوندیہ" فرقہ کے لوگوں نے بغاوت کی تو منصور کو وہاں کی بود وباش سے نفرت ہو گئی اور وہ کسی ایسے مقام کی تلاش کرنے لگا جہاں ایک مستحصن شہر کی بنیاد ڈالے لوگوں نے اسے "بغداد" کی اراضی کا پتا دیکر اس کی بہت کچھ ثنا و صفت بیان کی۔ منصور نے اس جگہہ ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور بڑی توجہ کے ساتھ اسکی تعمیر کا کام انجام دیا۔ اس شہر کا نام "بغداد" رکھا اور وہ "مدینۃ المنصور" کے نام سے مشہور ہوا +

خلیفہ منصور نے اس کو دریائے دجلہ کے غربی جانب مستدیر شکل پر بنوایا تھا اور اس کے ہر چار جانب اپنے اہل حاشیہ۔ موالی اور اتباع کیواسطے قطعات مقرر کئے تھے۔ پھر جب وقت "مہدی" کا زمانہ آیا تو اس نے اپنا فوجی کیمپ دجلہ کے شرقی سمت میں منتقل کر دیا اور اس جگہہ کا نام "عسکر المہدی" رکھا بعد ازاں دوسرے معزز لوگ اور امرائے دولت بھی نقل مکان کر کے اسی جدید حصہ میں چلے آئے جنہوں نے اپنی اپنی عمارتیں بنوائیں اور خلافت کا اثاثا لابھی اسی طرف اٹھ آیا۔ خلفاء کے قصور اور باغات کا سلسلہ دریا کے کنارہ پر دور تک ممتد ہوتا چلا گیا تھا بغداد کے شرقی جانب کا نام "رصافہ" اور غربی حصہ کا نام "کرخ" ہے۔

بغداد کی بیشتر آبادی خلیفہ "مامون" کے ایام میں بڑھی یہانتک کہ اس کی عمارتوں اور باغوں کا سلسلہ اتنے وسیع قطعہ اراضی پر ممتد ہوا جس کی بابت مورخین کا بیان ہے کہ اس کی مساحت تریپن ہزار سات سو پچاس جریب تھی۔ شرقی جانب میں (۲۶۷۵۰) جریب اور غربی سمت میں (۲۷۰۰۰) جریب (۱) ایک جریب تین ہزار چھہ سو مربع ہاتھوں کی ہوتی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اتنی مساحت سے صرف اکیلا شہر بغداد مراد نہیں تھا بلکہ بہت سے باہم ملے ہوئے شہر مقصود تھے جن کو بحیثیت مجموعی بغداد کے نام سے تعبیر کیا کرتے۔ خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ وہ چالیس شہروں کا مجموعہ تھا۔ مامون کے عہد میں حماموں کی تعداد ۶۵۰۰۰ بیان کی گئی ہے (۲) مصنف کتاب "سیر الملوک" نے بغداد کی آبادی کا اندازہ بیان کرنے کی نیت سے اس کے حالات حسب ذیل لکھے ہیں۔ "اسوقت بغداد میں حماموں کی تعداد ساٹھ ہزار حمام تھی اور کم از کم ہر حمام میں پانچ آدمی ہونے ضروری ہیں۔ ایک حمامی۔ ایک منتظم۔ ایک صفائی کرنے والا۔ ایک آگ سلگانے والا۔ اور ایک پانی بھرنے والا جنکی مجموعی تعداد تین لاکھ

(۱) سیر الملوک ۵۵ - (۲) ابن خلدون جلد ۱۔ صفحہ ۲۸۷ +

شخص ہوتی ہے اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ہر حمام کے بالمقابل پانچ مسجدیں تھیں جن کی کل تعداد تین لاکھ ساٹھ ہزار ہوئی۔ پھر اسکا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ ہر مسجد میں بھی کم از کم پانچ آدمی ضرور ہونگے جن کا یکجائی شمار ایک کروڑ پانچ لاکھ انسان ہوا (۱)۔"

مگر یہ تخریج ان حالات سے انطباق نہیں رکھتی جو ہم کو اس زمانہ کی بابت معلوم ہوئے ہیں لہذا ہم اس کے بجنسہٖ تسلیم کر لینے سے معذور ہیں البتہ اس سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس حیرت انگیز تمدن کے عہد میں اس شہر کی عظمت اور شان حد قیاس کی رسائی سے بالاتر تھی ہمارے اس قول کی تائید علامہ "طبری" کی اس روائت سے بھی ہوتی ہے جو اس نے ۲۵۵ھ ہجری کے فتنۂ بغداد کا حال لکھتے ہوئے اثنائے کلام میں تحریر کی ہے وہ بیان کرتا ہے۔ کہ "اسوقت بغداد کے دونوں پلوں سے جو عام لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر عبور کر گئے تھے اس کی تعداد ایک لاکھ آدمی بیان کی گئی ہے۔۔ (۲)" اس لئے جب کہ نہر سے پار اترنے والوں کی اسقدر تعداد تھی تو ان لوگوں کے شمار کی بابت کیا کہنا چاہیئے جو دریا کو عبور نہیں کر سکے اس بناء پر اگر اس زمانہ میں بغداد کے مردم شماری کا اندازہ ڈیڑھ یا دو ملین نفوس لگائیں تو یہ امر خلاف قیاس نہ ہوگا۔ پھر اس کے علاوہ وہ آبادی تھی جو خاص بغداد کے اطراف اور تمام ملک سواد میں پائی جاتی تھی۔ ابن حوقل جسنے چوتھی صدی ہجری کے اثنا میں ان مقاموں کو دیکھا تھا اس کی بابت بیان کرتا ہے بغداد اور کوفہ کے مابین ایک گنجان سواد ہے جس میں امتیاز نہیں ہو سکتا اور اس رقبہ میں دریائے فرات سے بکثرت نہریں کاٹ کر لائی گئی ہیں۔۔۔۔ الخ۔" (۳)

مسلمانوں کے تعمیر کردہ چند اور شاندار شہر بھی تھے مثلاً بلاد مغرب میں "قیروان" اور عراق میں "واسطہ" اور انکے سوا "مصر"! شام اور فارس کے بہت سے شہر جو ان شہروں سے علاوہ تھے جنکی آبادی قبل عہد اسلام سے پائی جاتی تھی اور مسلمانوں نے وہاں قیام کر کے ان میں اور بھی اضافہ کیا۔ جیسے دمشق۔ قرطبہ۔ غرناطہ۔ طلیطلہ۔ اور اسکندریہ۔ اور ہم انشاء اللہ ان شہروں کی عمارت وغیرہ کا آئندہ حصص کتاب میں مزید بیان دینگے جبکہ ان کی طرز معاشرت پر بحث کرینگے۔ فقط۔

(۱) سیر الملوک ۵۵ (۲) طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۳۰۔ (۳) ابن حوقل ۱۶۶۔ +

نام کتاب	قیمت
اسرار ادویہ	۸ر
تحقیق اناجیل ہر دو حصہ	عہ
غذا انسانی - -	۳ر
فلسفہ ابن عربی -	۱ر
فلسفہ القرآن -	۲ر
کانشنس - -	۱ر
کتاب الزکاۃ	۲ر
مسلمانوں کی ترقی اور ان کے تنزل کے اسباب	۸ر
منہاج القواعد	۱۲ر
مہدی آخر الزماں	۲ر
محرم کی بدعتیں	۲ر
مسلمانوں کی تہذیب	۴ر
ماحضر - - -	۳ر
مناظرہ رحم و انصاف	۱ر
ہندو رانیاں -	۸ر
یورپ و قرآن -	۳ر
فطرت و قانون فطرت	۳ر
مکتوبات امام ربانی اردو حصہ اول	۱۰ر
ارمانو سہ (ناول)	عہ
مسلمان عورتوں کی بہادری	۱ر

نام کتاب	قیمت
نتاۃ رغسان ناول ہر دو حصہ	ے
مسدس ننگ خدمت	۱ر
مسلمانوں کی پولیٹکل پالیسی	۲ر
تربیت اولاد	۴ر
معیار الاخلاق	۶ر
فلاح دارین	۱۲ر
تمدن اسلام ہر دو حصہ	ے ر
علم الغیب	۱ر
بشارت فاطمہ ناول	۴ر
مکافات عمل حصہ اول	عہ ر
الایمان - -	۱۲ر
قرآن شریف معرا مجلد کپڑا	عہ ر
حمائل شریف معرا مجلد فیروزی	عہ
بینظیر حمائل شریف مترجم مجلد چرمی	۱۲ عہ
داستان مریخ	۱۰ر
آدم یا نسل ..	صر
زینت البنات	۴ر
فتح اندلس ناول	۸ عہ

نام کتاب	قیمت
الاسلام دین الفطرت	۶ر
اسلام اور سوشیل ریفارم	۸ر
الاسلام والنصرانیہ	۸ر
مراۃ الاسلام	۴ر
حقیقت الاسلام	۴ر
فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ر
المنصف	۴ر
تہذیب اللسان	۱ر
تنقیح حقوق نسوان	۸ر
المراۃ المسلمہ	۸ر
رباعیات عمر خیام	عہ
اسرار الحاذقین طب	عہ ۸ر
فیض عام	عہ ۸ر
مجربات امام سویدی	عہ ر
دین و دانش	ے ر
اصول عامہ ٹیکس	عہ ر
تاریخ چترال	عہ ر
تصدیق الاسلام	۱۰ر
دینیات کی پہلی کتاب	۱ر
خیالات آتام اہل اسلام	۲ر
حقوق نسواں	۴ر
کامنی - -	عہ ۸ر

نام کتاب	قیمت
عصر جدید مکمل جلد اول ۱۹۰۵ء	ے ر
ایضاً ۱۹۰۶ء	ر
ایضاً ۱۹۰۷ء	ر
ادلۃ الکرام	سہ ر
انتخاب مخزن حصہ اول	عہ ۸
آثار اکبری	عـ
ارشادات القرآن حصہ اول	۸ر
المرتضیٰ	عہ ۴
الصدیق	عہ ۸
سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اول	عـ ۸
ایضاً بلاد اسلامیہ	عہ ۴
عربی بول چال ہر دو حصہ	عہ ۴
کتاب الصرف	۱۰ر
کتاب النحو	۶ر
کیا اشاعت اسلام بزور تلوار ہوئی؟	۸ر
مسدس حالی مجلد مطلا	عہ
ر بلا جلد	۸ر

نام کتاب	قیمت
علم الحدیث	۸ر
محکمات آیات قرآنی کی تفسیر	عہ
فتح الیزدان	۶ر
فوائد نحویہ تحفہ عثمانیہ	۴ر
ایسیز اینڈ اپوتھگمس	۸ر
مظفر و راما بائی	۱۲ر
طلسمی بدلہ	عـ
منتخب بوستان	۴ر
قواعد امیریہ	۲ر
گلدستہ منافع حصہ اول	۸ر
گنجینہ مولود شریف	۴ر
مرآۃ الحقائق	عہ ۴
آب حیات	عـ
اختلاف اللسان	۱۰ر
آفتاب رسالت	۲ر
اکسر سائزز ان ارتھمیٹک	۱۲ر
ترتیب القرآن	۴ر
چہار گلزار حالی	۲ر
حقیقت الازدواج	عہ
حسامی بالنامی قسم اول	عہ ۴

نام کتاب	قیمت
حسامی بالنامی قسم دوم	عہ ۳
خلاصۃ الاخلاق	۲ر
داستان پستان حصہ اول	عہ ۴
ر حصہ دوم	عہ ۸
داستان پستان کی دوسری جلد	۱۲ر
شمائل ترمذی	عہ ۴
رسوم جاہلیت	عہ ۴
رسوم دہلی کلاں	۱۲ر
سلسلہ حساب کا پہلا حصہ	۵ر
سلسلہ حساب کا دوسرا حصہ	۶ر
ر ر تیسرا حصہ	۸ر
قرآن شریف کلاں مترجم مع تفسیر حسینی و حقانی	۳
ایضاً	عـ ۸
نصرۃ الاسلام	۶
قرآن شریف مترجم بلا جلد معہ تفسیر حسینی و حقانی کاغذ	ے ر
کارروائی	۶ر
نادرہ محمدیہ	۲ر
نابودہ ناول	۴ر
نغمات خلافت آمیز ناول	ے ۸

ملنے کا پتہ :۔ منیجر اخبار وکیل امرتسر